رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

تالیف:۔ حضرت مولانا محمد نافع صاحب

مکتبہ بکس ۰ لاہور

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو اُن کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں،

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

(مہربان اند درمیانِ خود) ——— شاہ ولی اللہ رح

(رحم دل ہیں درمیان اپنے) ——— شاہ رفیع الدین رح

حصّہ اوّل (صِدّیقی)

اس میں کتاب و سنّت و اسلامی تاریخ کی روشنی میں سیدنا صدیق اکبرؓ و سیدنا علی المرتضیٰؓ اور حضرت سیدہ فاطمہؓ کے درمیان عمدہ تعلقات اور بہترین مراسم و روابط جدید انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

تالیف: حضرت مولانا محمد نافع صاحب

مکتبہ بکس ۵۔ بخشی سٹریٹ
بیرون موری دروازہ سرکلر روڈ لاہور

نام کتاب ——— رحماء بینہم حصہ اوّل
مصنف ——— حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ العالی
ناشر ——— مکتبہ بکس متصل چوک اردو بازار
لاہور
طبع ——— سوم
تعداد ——— ایک ہزار

قیمت ———

مندرجات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

پیش لفظ

اسلام کی محیر العقول ترقی کی نہ فتاریت کے سامنے جب باطل قوتیں بے بس ہو گئیں. اور اس کی روز افزوں قوت وطاقت کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکیں تو یہ دشمنانِ دین متین کھلی دشمنی کے بجائے زیرِ زمیں سازشوں کا جال بچھانے لگ گئے۔ انھوں نے اپنی منافقانہ حیلہ سازیوں سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا شیرازہ بکھیرنے کو مؤثر اور کارگر حربہ سمجھا۔ شیخین رضی اللہ عنہما کے دَورِ خلافت تک تو ان کا کوئی بس نہ چل سکا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت کی بے پایاں وسعتوں سے جہاں اُن کی آتشِ غیظ وغضب نارِ جہنم کی طرح بھڑک رہی تھی وہیں اس وسیع قلمرو کے دُور دراز علاقوں میں انہیں سازشوں کا جال پھیلانے کا موقعہ میسّر آگیا۔ فاروقی دَور ختم ہوتے ہی یہ فتنے ہم رنگِ زمیں جال لے کر کونے کھدروں سے باھر نکل آئے۔ جن کا سرخیلِ لشکر عبد اللہ ابنِ سبا یہودی تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، اولادِ علی رضی اللہ عنہ اور آلِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تلفیوں، مظلومیت اور محرومیوں کی جھوٹی من گھڑت داستانیں سُنا سُنا کر مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے لگے۔ منافقین کے اِس ٹولہ نے جھوٹے پروپیگنڈے کا وہ چکر چلایا کہ کئی سادہ دل مسلمان بھی اس جال میں پھنس گئے۔ اور تفرقہ کے دروازے کھُل گئے۔

کتاب "رُحَماءُ بَینَہم" کے مؤلف نے سالہا سال کے مطالعہ وتحقیق، تلاش وجستجو اور ریسرچ سے اِس عجمی سازش کو بے نقاب کیا ہے۔ اور اسلامی اتحاد واخوت کی بُنیانِ مرصوص میں پڑنے والے ان رخنوں کی صحیح نشاندہی کی ہے کہ کہاں کہاں سے، کن

لوگوں کے ہاتھوں اور کس انداز سے یہ مذموم کوششیں ہوتی ہیں۔ اور واضح کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نیز اہلِ بیتِ کرام نے کس اخلاص، جرأت اور تدبیر سے اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی ہے۔

مؤلّفِ کتاب حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے صدّیقِ اکبرؓ، فاروقِ اعظمؓ، اور سیّدنا عثمان غنیؓ، تینوں خلفاء کے ساتھ حضرت علیؓ اور اولادِ علیؓ کے حسنِ سلوک، باہمی تعاون، خانگی مراسم، نسبی تعلقات اور اُمورِ خلافت میں بھرپور اعانت کو کم و بیش دو سو سے زائد قدیم و جدید کتب کے حوالہ جات سے روزِ روشن کی طرح واضح کیا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہیں کہ اس موضوع پر اِس دَور میں یہ پہلی مدلّل تحقیقی کتاب ہے جو سادہ، رواں اور عام فہم اُردو میں لکھی گئی ہے۔

اتحاد بین المسلمین اور اتحادِ عالمِ اسلام کے ضمن میں اِس کتاب کو اِس لحاظ سے اساسی اور بنیادی حیثیّت حاصل ہے کہ موصوف نے مخالفینِ اسلام کے تفرقہ اندازی کی اصل بنیادوں کی نشاندہی کر کے اِس سازش کے تار و پود بکھیر دیئے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے جہاں یہ اطمینانِ قلبی حاصل ہو گا کہ تمام صحابۂ کرام، اہلِ بیت عظام سمیت باہم شیر و شکر تھے۔ ان میں اختلاف کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہیں یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ اسلام کی صداقت و حقانیت، عالمگیر حیثیّت اور غلبہ کے سامنے باطل کبھی ٹھہر نہیں سکا۔ اور جب بھی اسے ضعف پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے لیے افتراق و تشتّت ہی کا حربہ استعمال میں لایا گیا۔

جس طرح تفرقہ اندازی سے یہودی شاطروں نے اُس دَور میں اسلام سے اپنی شکستوں کا بدلہ لیا۔ اِسی طرح آج کے دَور میں بھی باطل قوّتیں اسی چال سے مسلمانوں کو کمزور کرنے کی مذموم کوششیں کر رہی ہیں جس سے ہر حسّاس، دردمند اور صاحبِ فکر مسلمان کو باخبر رہنا لازم ہے۔ اور اپنے شیرازہ کو بکھرنے سے بچانے کی سعیِ بلیغ فرض ہے۔

زیرِ نظر کتاب کا یہ حصہ "صدیقیؓ" ہے، حصہ "فاروقیؓ" اور حصہ "عثمانیؓ" مدوّن و مرتّب ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ مسئلہ اقربا نوازی بھی اسی کتاب کی چوتھی جلد کی حیثیت سے شائع ہو چکی ہے۔ "رحماء بینھم" اپنی مکمل صورت میں تاریخِ اسلام کے اہم ترین موضوع پر سب سے زیادہ مبسوط اور مدلّل کتاب ہے اور اس کتاب کی اشاعت سے ان شاء اللہ اہلِ انصاف کے ذہنوں سے بہت ساری غلط فہمیاں دُور ہو جائیں گی اور تاریخ اسلام کے پہلے مرحلے میں اکابر صحابہ کرامؓ کے درمیان تعلقات کی نوعیت پوری طرح واضح ہو کر سامنے آجائے گی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عامۃ المسلمین کے لیے نافع بنائے۔

ناشرین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ ھُوَ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ سَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِمَامُ الرُّسُلِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ، وَعَلٰی اَزْوَاجِہِ الْمُطَھَّرَاتِ وَعَلٰی بَنَاتِہِ الْاَرْبَعَۃِ الطَّاھِرَاتِ زَیْنَبَ وَرُقَیَّۃَ وَاُمِّ کُلْثُوْمٍ وَفَاطِمَۃَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْمُزَکِّیْنَ الْمُنْتَخَبِیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ لِاِخْوَانِھِمْ اَوْلِیَآءُ وَعَلٰی رُفَقَائِھِمْ اَذِلَّآءُ وَعَلٰی اَعْدَآءِ ھِمْ اَشِدَّآءُ وَفِیْمَا بَیْنَھُمْ رُحَمَآءُ وَعَلٰی سَائِرِ اَتْبَاعِہِ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی جَمِیْعِ عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ ۔

خطبہ مسنونہ کے بعد بندہ ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ بن مولانا عبدالغفور بن مولانا عبدالرحمٰن رحمہما اللہ تعالیٰ ساکن قریہ محمدی (متصل جامعہ محمدی، ضلع جھنگ۔ پنجاب، پاکستان) ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مدت سے خیال تھا کہ صحابہ کرام اور قرابت داران نبوت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ) خصوصاً خلفاء ثلاثہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان تعلقات و روابط کے واقعات اہل اسلام کی خدمت میں یکجا پیش کیے جائیں۔

مؤلف اپنی بے بضاعتی و کم علمی کے باوجود اس مقصد کے اتمام و تکمیل میں حسب مقدور کوشش کرتا رہا۔ مالک کریم کی عنایت و مہربانی سے جو کچھ مواد فراہم کر سکا ہے وہ اب پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ۔

نام کتاب اور اس کا موضوع

کتاب ہذا کا نام قرآن مجید سے اقتباس کرتے ہوئے "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" تجویز کیا گیا ہے

اس کا مضمون و موضوع خود اس کے نام سے واضح ہو رہا ہے مزید کسی تشریح کی حاجت نہیں (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے یہ ساتھی آپس میں مہربان ہیں)۔

ترتیب مضامین یا اجمالی فہرست

کتاب کے مضامین کی ترتیبِ تالیف اس طرح رکھی گئی ہے کہ پہلے چند تمہیدات پیش کی گئی ہیں جن کی روشنی میں تمام آئندہ بحثیں درج کی جائیں گی۔ بعدازاں اس کے مقاصد کو تین حصص پر منقسم کیا ہے۔ پہلے حصّہ میں خانوادۂ صدّیق اکبرؓ اور خاندانِ حضرتِ علیؓ کے مابین "دوستانہ روابط" ذکر ہوں گے اس کتاب کا یہ پہلا حصہ "صدّیقی" متصوّر ہوگا۔ اور دوسرے حصّہ میں حضرت فاروق اعظمؓ اور خانوادۂ علی المرتضیٰ کے برادرانہ مراسم اور خوشگوار تعلقات منضبط کیے جائیں گے۔ یہ کتاب کا دوسرا حصّہ "فاروقی" ہوگا۔ علیٰ ہٰذا القیاس تیسرے حصّہ میں حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے درمیان مشفقانہ تعلقات اور باہم اُلفت کے حالات تحریر کیے جائیں گے۔ یہ کتاب کا تیسرا حصّہ "عثمانی" ہوگا۔

اب پہلے تمہیداتِ پنجگانہ ملاحظہ ہوں۔ اس کے بعد مقاصد شروع ہوں گے۔

چند تمہیدی اُمور

(۱)

کتاب "رُحَمَاءُ بَیْنَھُم" میں جن مضامین کو ہم درج کرنے کا قصد رکھتے ہیں اُن میں ہمارا رُوئے سخن اپنے احباب اہل السُّنۃ والجماعت کی طرف ہے اور اپنے کم علم اور ناواقف دوستوں کو ہی سمجھانا مقصود ہے۔ اہلِ علم حضرات تو اِن مضامین سے پہلے واقف ہیں۔

دوسری جماعتوں کے دوست بڑے ذوق سے بشرطِ انصاف ملاحظہ فرمائیں اور واقعہ کے مطابق جو چیز نظر آئے اُس پر پُوری طرح غور و فکر کر کے قبول فرمائیں۔ حوالہ جات پیش کرنے میں دیانتداری سے کام لیا گیا ہے۔ اپنی دانست میں صحیح واقعات پیش کرنے کا پُورا خیال رکھا گیا ہے۔ انسان خطا کار ہے۔ اگر نادانستہ کوئی چیز غلط طریقہ سے پیش ہو گئی ہو تو مالکِ کریم معاف فرماتے۔ اور ناظرینِ کرام میری غلطی سے مجھے مطلع فرمائیں گے تو مَیں ممنون ہُوں گا۔

اِس چیز کا بھی خاص اہتمام پیشِ نظر رہا ہے کہ کتاب ہٰذا میں جو روایت یا جو واقعہ درج کیا جائے اس کو حتی المقدور باسند مُصنّفین و متقدمین سے اخذ کیا جائے۔ پھر متاُخرین علماء کے حوالہ جات کو تائیداً ملایا جائے۔ البتہ جہاں باوجود تلاش کے کسی باسند تصنیف سے ہمیں وہ واقعہ نہیں مل سکا اور متاُخرین علماء نے ذکر کیا ہے تو وہ بھی درج کر لیا ہے لیکن اس میں اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ اس متاُخر مؤلف نے کسی باسند مُصنّف کا حوالہ ذکر کیا ہو، پھر بعض مقامات پر شیعی کتب سے بھی حوالہ جات (تائیداً و الزاماً) ساتھ درج کر دیتے ہیں تاکہ دونوں فریقوں کو اس مسئلہ پر غور کرنے کا مزید موقعہ مل سکے۔

(۲)

اس کتاب میں بعض علمی مباحث بھی آ گئے ہیں جو عوام کی علمی قابلیت سے ذرا بلند ہیں لیکن ان کی وجہ سے کئی مفاسد اور مطاعن رفع ہو سکتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کا ترک کر دینا مناسب نہیں تھا۔ اس کے لیے یہ تجویز کر دی گئی ہے کہ رسالہ ہٰذا کے ضروری مقامات میں حواشی کا اضافہ کر دیا ہے اور بعض مواقع میں اس بحث کا اہلِ علم کے مناسب ہونا درج کر دیا ہے۔ اِس طرز و طریق سے عوام و خواص کو کوئی دُشواری محسوس نہ ہو گی اور دونوں اپنے اپنے ذوق کے موافق استفادہ کرتے رہیں گے۔

(۳)

کتاب "رُحَمَاءُ بَیْنَهُم" میں جو مضمون مُرتّب کیا گیا ہے اِس مضمون کو قبل ازیں علماءِ سلف نے بھی مدوّن کیا ہے۔ اور اس پر مستقل تصانیف تدوین کی ہیں مثلاً:

(۱) حافظ دار قطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے "ثناء الصحابة علی القرابة وثناء القرابة علی الصحابة" کے نام سے اسی مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے۔

(۲) ابوسعید اسماعیل بن علی بن الحسن السّمان (متوفی ۴۴۵ھ) نے کتاب "الموافقة بین اہل البیت والصحابة" بھی اسی مقصد کے لیے تحریر کی۔

(۳) علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر و جار اللہ زَمَخشری (متوفی ۵۳۸ھ) نے کتاب "الموافقة بین اہل البیت والصحابة" بھی اسی مطلب کے لیے تصنیف کی۔

قدرت کی طرف سے اتفاق ایسا ہُوا ہے کہ اب یہ تصانیف اس ملک میں ناپید و نایاب بلکہ مفقود الخبر ہیں۔ تلاش و جستجو کے باوجود مجھے اس ملک میں تا حال کہیں اُن کا سراغ نہیں مل سکا۔ البتہ آخری تصنیف زَمَخشری کا "اُردو میں خلاصہ" ہندوستان سے ۱۳۷۲ھ میں شائع ہُوا جس کے ساتھ عربی متن موجود نہیں ہے اور کسی کتاب کے حوالہ کی تخریج بالکل درج نہیں۔ اس کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ زَمَخشری کی تصنیف "کتاب الموافقة

کا ترجمہ ہے۔ مگر ہم نے اس پر اعتماد نہیں کیا اور نہ ہی اس سے اقتباس کی کوشش کی ہے اپنا ارادہ یہ تھا کہ علمائے سلف کی ان تصانیف پر بناء کی جائے لیکن ان کے دستیاب نہ ہونے کے باعث ان تعلقات و روابط کو دیگر کتبِ متداولہ سے از خود مدوّن کرنے کا قصد کر لیا۔ اور ابواب کی ترتیب و تدوین بھی اپنی صوابدید کے موافق تجویز کی۔ مولیٰ کریم منظور فرمائے اور ہمارے لیے آخرت میں کامیابی کا سامان بنائے اور مغفرت کا وسیلہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اپنی ناقص تلاش کے موافق تعلقات اور روابط کے یہ چند واقعات فراہم کیے ہیں جو پیش خدمت ہیں ورنہ ان مضامینِ عالیہ کا استیعاب و استقصاء کون کر سکتا ہے؟ ان کی حیثیت مشتِ نمونہ از خروارے کی ہے۔

(۴)

"تعلقات" کے ان مضامین کی حقانیت و صداقت پر ہمارا اصل استدلال قرآن مجید سے ہے۔ قرآن مجید نے واضح عبارت اور واشگاف الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابہ کرامؓ میں رحمٰن اور رحیم نے اپنی شانِ رحمت کا ظہور بطریقِ اَتم فرمایا ہے۔ یہ سب آپس میں رحمدل ہیں اور ان کے دلوں میں شفقت و اُلفت بھر دی گئی ہے۔ ان کے مابین اخوتِ دینی اور اسلامی برادری کا رشتہ ہمیشہ سے قائم و دائم رہے۔ باقی روایات و تاریخی واقعات اور مسلّمہ حقائق جو کچھ بھی ہم اس باب میں ذکر کریں گے وہ سب نصِ قرآنی کی تائید و تصدیق کے طور پر درج کریں گے اس کی مستقل دلیل کی حیثیت نہ ہوگی۔ اس چیز کو ہمارے ناظرینِ کرام اچھی طرح ذہن نشین فرما لیں۔ یہ اصولِ موضوعہ میں منے ہے۔

(۵)

جب ہمارے دعویٰ کی اصل دلیل "نصوصِ قرآنی اور آیاتِ فرقانی ہیں تو یہاں مقام

استدلال میں وہی روایات قابلِ تسلیم اور لائق قبول ہونگی جو نصِ قرآنی اور سنتِ مشہورہ کے مطابق ہوں اور جن میں صحابہ کرام کی باہمی اُلفت و شفقت و اخوت، رأفت و عطوفت کے واقعات درج ہوں۔ اور جن میں محبّت و یگانگت اور دوستی و آشتی کے حالات مذکور ہوں۔

جن روایات میں اس کے برعکس ان بزرگوں کے درمیان مناقشات، ناراضگی، مشاجرات، تنازعات اور رنجیدگی کے نقشے کھینچے گئے ہیں وہ تمام تر ذخیرے یہاں معارضہ کے مقام میں کام نہ دے سکیں گے۔ اور ان کے ساتھ معارضہ پیش کرنا درست بھی نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ فریقین (اہلِ سنت و اہلِ تشیع) کے ہاں اپنی جگہ یہ قاعدہ مسلّم الطرفین ہے کہ جو روایت نصِ قرآنی اور سنتِ مشہورہ مسلّمہ کے خلاف مروی ہو اور کوئی تاویل و تطبیق یا موافقت کی صورت نہ نکل سکے وہ قابلِ ردّ ہوتی ہے لائقِ تسلیم نہیں ہوتی۔ چند حوالہ جات اِس قاعدہ کے متعلق ہر دو فریق کی کتبِ متداولہ سے ملاحظہ ہوں۔

"شیعی کتب سے ائمہ کرام کے فرامین"

(۱)

(۱) امام محمد باقرؒ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع والا خطبہ نقل فرماتے ہوئے حضور علیہ السّلام کا ارشاد ذکر کرتے ہیں: "فَاِذَا اَتَاکُمُ الْحَدِیْثُ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰی کِتَابِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّتِیْ فَمَا وَافَقَ کِتَابَ اللهِ وَسُنَّتِیْ فَخُذُوْا بِهٖ وَمَا خَالَفَ کِتَابَ اللهِ وَسُنَّتِیْ فَلَا تَاْخُذُوْا بِهٖ" (احتجاج طبرسی، ص ۲۲۹، احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی علیہما السلام فی انواع شتّٰی)

حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سُنّت پر پیش کرو جو کتاب اللہ اور

میری سُنّت کے موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو کتابُ اللہ اور میری سُنّت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو۔"

(۲)

(۲) مُغیرہ بن سعید بڑا مکّار آدمی تھا۔ وہ امام باقرؒ کے نام سے بے شمار جعلی روایات چلایا کرتا تھا۔ امام جعفر صادقؒ مُغیرہ بن سعید کی اس "تدلیس" اور "جعل سازی" کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں کو بطورِ نصیحت ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَقْبَلُوْا عَلَيْنَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا تَعَالٰى وَسُنَّةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف کرو جو چیز کتابُ اللہ اور سُنّتِ نبی علیہ السلام کے برخلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو۔

(رجال کشی، تذکرہ مغیرہ بن سعید، ص ۱۴۶ طبع بمبئی قدیم)

(" " " " ص ۱۹۵، طبع جدید، تہران)

شیعی کتب میں سے فرامین ائمہ کرام کے متعدد حوالہ جات ہم نے اپنی کتابُ حدیثِ ثقلین" ص ۲۵۵ سے لے کر ص ۲۶۱ تک مفصّل درج کیے ہیں۔ ان میں سے صرف دو حوالہ جات یہاں درج کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

(۳) مزید برآں یہی قاعدہ کتاب "امالی شیخ صدوق" ص ۲۲۱ طبع قدیم ایرانی مجلس الثامن و الخمسون میں بھی جعفر صادقؒ و محمد باقرؒ کی سند سے حضرت علیؓ المرتضیٰ سے منقول ہے فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ فَخُذُوْهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَدَعُوْهُ۔ یعنی وہ بات جو کتاب اللہ کے موافق پائی جائے اس کو قبول کرو اور جو بات کتاب اللہ کے مخالف معلوم ہو اس کو چھوڑ دو۔

(۴) اور امالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی کی جلد اوّل جزء التاسع کی دوسری روایت جو امام محمد باقرؒ سے منقول ہے اس میں بھی اِن الفاظ کے ساتھ یہی قاعدہ مذکور ہے فَانْظُرُوْا اَمْرَنَا وَمَا جَاءَكُمْ عَنَّا فَاِنْ وَجَدْتُمُوْهُ لِلْقُرْاٰنِ مُوَافِقًا فَخُذُوْا بِهٖ وَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْهُ

مُوَافِقًا فَرُدُّوْهُ "یعنی ہماری جو چیز تمہارے سامنے آئے وہ اگر قرآن مجید کے موافق پائی جائے تو اس کو اخذ کرو اگر قرآن مجید کے موافق نہیں ہے تو اس کو رد کر دو۔" (امالی شیخ طوسی ص۲۳۷، جلد اول، طبع عراق، نجف اشرف)۔

اپنی کتب میں سے چند حوالہ جات

جیسے شیعہ بزرگوں کے ہاں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ نصِ قرآنی یا سُنتِ مشہورہ مسلّمہ کے خلاف جو روایت پائی جائے وہ لائقِ التفات نہیں ہے اسی طرح ہمارے ہاں بھی یہی اصول ہے۔

(۱) چنانچہ اصولِ فقہ کی مشہور و معتبر کتاب اصول السرخسی (جلد اول ص۳۶۵ ج۱ شمس الائمہ السرخسی) کے بیان وجوہ الانقطاع میں مذکور ہے کہ

وَذَالِكَ تَنْصِيْصٌ عَلٰى اَنَّ كُلَّ حَدِيْثٍ هُوَ مُخَالِفٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَكْثُرُ الْاَحَادِيْثُ لَكُمْ بَعْدِيْ فَاِذَا رُوِيَ لَكُمْ عَنِّيْ حَدِيْثٌ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَا وَافَقَهٗ فَاقْبَلُوْهُ وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ مِنِّيْ وَمَا خَالَفَهٗ فَرُدُّوْهُ وَاعْلَمُوْا اَنِّيْ مِنْهُ بَرِيْءٌ۔

(اصول السرخسی ص۳۶۵ ج۱ فصل فی بیان وجوہ الانقطاع، مطبوعہ حیدرآباد دکن)

حاصل یہ ہے کہ جو روایت کتاب اللہ کے خلاف پائی جائے وہ قابلِ رد ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میرے بعد تمہارے پاس بکثیر روایات پہنچیں گی جب بھی کوئی روایت تمہارے سامنے آئے تو اس کو اللہ کی کتاب پر پیش کرنا، جو کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو قبول کر لو، یقیناً اس کا انتساب میری طرف درست ہوگا، اور جو کتاب اللہ کے معارض و مخالف پائی جائے اس کو رد کر دینا، یقین کر لو کہ میں اس سے بَری ہوں۔"

(۲) نیز اسی طرح اصولِ فقہ کی درسی کتاب "توضیح و تلویح" بحث سُنّۃ، فصل فی الانقطاع میں مذکورہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

"فَدَلَّ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَلٰى اَنَّ كُلَّ حَدِيْثٍ يُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ

لَيْسَ بِحَدِيثِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِنَّمَا هُوَ مُفْتَرًى ؕ

یعنی اِس حدیث نے بتلا دیا کہ جس روایت میں کتاب اللہ کے خلاف مضمون وارد ہے وہ رسُول علیہ السّلام کا فرمان نہیں ہے وہ خود ساختہ اور مصنوعی چیز ہے۔

(۳) خطیب بغدادیؒ نے کتاب "الکفایہ فی علم الروایۃ" ص۴۳۰ میں اس مضمون کی ایک باسند روایت ابُو ہریرہؓ سے نقل کی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ سَيَأْتِيْكُمْ عَنِّیْ اَحَادِيْثُ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا جَاءَكُمْ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ فَهُوَ مِنِّیْ وَمَا جَاءَكُمْ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ فَلَيْسَ مِنِّیْ ؕ

یعنی ابُو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ میری طرف منسُوب شُدہ مختلف قسم کی روایات عنقریب تمہارے پاس پہنچیں گی جو کتابُ اللہ اور میری سُنّت (مشہورہ) کے مطابق ہوں وہ درست ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سُنّت کے معارض ہوں وہ صحیح نہیں ہوں گی۔"

جانبین کی ان تصریحات و توضیحات کے بعد واضح ہو گیا کہ روایات کی کتابوں میں یا تواریخ میں یا فضائل و مناقب کی کتب میں کتاب و سُنّت کے برخلاف جو کچھ مواد پایا جائے وہ ہرگز التفات کے قابل نہیں۔

یہ قیمتی قواعد طرفین کی کتابوں میں مسطور و موجود ہیں۔ ان پر عمل درآمد سے ہی دین و ایمان کی حفاظت اور نگہداشت ہو سکتی ہے اور ملّی اتفاق و قومی اتحاد کا ہر دور میں تقاضا بھی یہی ہے کہ عملی زندگی میں ان اصُول و قواعد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے تاکہ قوم باہمی انتشار و افتراق کے مرض سے مامُون و محفوظ رہ سکے۔

ان تمہیدات کے آخر میں اِس چیز کا بیان کر دینا بھی موزوں ہے کہ عُلمائے حدیث کے ہاں روایات کے باب میں ایک یہ قاعدہ بھی جاری و ساری ہے جو فاضل ذہبیؒ نے "تذکرۃ الحفاظ"

جلد اوّل ص۱۲ پر تذکرہ سیدنا علیؓ میں درج کیا ہے پہلے حضرت علیؓ کا فرمان تحریر کیا ہے پھر اس پر اپنی طرف سے ناصحانہ تشریح ثبت کی ہے۔ لکھتے ہیں:

عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ وَدَعُوْا مَا یُنْکِرُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ یُکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ؟ (قال الذھبی) فَقَدْ زَجَرَ الْاِمَامُ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رِوَایَۃِ الْمُنْکَرِ وَحَثَّ عَلَی التَّحْدِیْثِ بِالْمَشْھُوْرِ وَھٰذَا اَصْلٌ کَبِیْرٌ فِی الْکَفِّ عَنْ بَثِّ الْاَشْیَاءِ الْوَاھِیَۃِ وَالْمُنْکَرَۃِ مِنَ الْاَحَادِیْثِ فِی الْفَضَائِلِ وَالْعَقَائِدِ وَالرَّقَائِقِ ؟

(۱) تذکرۃ الحفاظ ص۱۲ ج۱ للذہبیؒ تذکرہ حضرت علیؓ مطبوعہ حیدرآباد دکن

(۲) کنز العمّال ص۲۲۲ ج۵، طبع اوّل۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا فرمان ہے کہ معروف و مشہور چیزیں بیان کیا کرو اور منکر یعنی معروف و مشہور کے خلاف باتیں عوام میں نہ ذکر کیا کرو۔ کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تکذیب کی جائے؟ فاضل ذہبی اس مرتضوی قول کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ ہمارے امام و مقتدیٰ علی المرتضیٰ نے ہمیں شاذ و منکر روایات کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور مشہور و معروف چیزوں کے بیان کرنے میں رغبت دلائی ہے اور بے سروپا و بے اصل روایات کے پھیلانے اور تشہیر کرنے سے روکنے کے لیے یہ شاندار قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ یہ روایات خواہ عقائد سے تعلق رکھتی ہوں یا فضائل اور ترغیبات کے باب سے ہوں، سب کی خاطر یہ قانون ضروری اور لازمی ہے۔

شروع مقاصد

تمہیدات کے بعد اب مقاصد شروع کیے جاتے ہیں (بعونہٖ تعالیٰ)

اللہ جل وعلا شانہٗ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اہل ایمان کی صفاتِ حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے کہ ان میں اخوت و برادری قائم ہے۔ ان میں غمخواری و محبت کا رشتہ موجود ہے۔ ان کے قلوب میں نرمی و اُلفت پیدا کر دی گئی ہے۔ یہ باہمی ولایت و دوستی جیسے خصائل سے متصف ہیں۔ آپس میں رحمدلی و مہربانی کی شان ان میں ہمیشہ سے پائی جاتی ہے۔ رأفت و شفقت کے زیور سے آراستہ ہیں۔ خویشاوندی و یگانگت کے لباس سے مُزیّن ہیں۔ غمخواری و غمگساری کے خوگر ہیں۔ پاسداری و پاس خاطر کے عادی ہیں۔ خیر خواہی و ہمدردی ان کا وطیرہ ہے۔ مددگاری و رو۔۔۔ داری ان کا طریقِ کار ہے۔ حق شناسی و قدردانی ان کا شعار ہے۔ خوش روئی و خوش خلقی ان کا کام ہے۔

چنانچہ اِس چیز پر حسبِ ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

(آیتِ اوّل)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورۃ حُجُرات، پارہ ۲۶)

(ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہ) "جز ایں نیست مسلمانان برادران یک دیگر اند، پس صلح کنید میان دو برادر خویش و بترسید از خدا تا بر شما رحم کردہ شود۔"

(ترجمہ اُردو از شاہ رفیع الدین صاحبؒ دہلوی) "سوا اس کے نہیں کہ مسلمان بھائی ہیں پس اصلاح کرو درمیان دو بھائیوں اپنے کے اور ڈرو اللہ سے تو کہ تم رحم کیے جاؤ۔"

(آیت دوم)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا وَّكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۔ (پارہ چہارم پاؤ اول)

(ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہؒ) "و چنگ زنید بر سنِ خدا (بدین خدا) جمع آمدہ و پراگندہ مشوید و یاد کنید نعمتِ خدا را کہ بر شما ست چوں بودید دشمن یک دیگر پس اُلفت داد درمیانِ دلہائے شما، پس شدید بہ نعمتِ خدا برادر با یک دیگر و بودید بر کنارۂ مغاکے از آتش پس رہانید شما را از ان ہمچنیں بیان مے کند خدا برائے شما نشانہائے خود را تا باشد کہ راہ یابید" (یعنی تفرق در اصولِ دین حرام است کہ جمعے معتزلی باشند و جمعے شیعہ و علیٰ ہذا القیاس)۔

(ترجمہ اُردو از شاہ رفیع الدینؒ) "اور محکم پکڑو ساتھ رسی اللہ کے اکٹھے اور مت متفرق ہو اور یاد کرو نعمت اللہ کی اُوپر تمہارے جس وقت تھے تم دشمن پس اُلفت ڈالی درمیان دلوں تمہارے کے ۔پس ہو گئے تم ساتھ نعمت اُس کی کے بھائی اور تھے تم اوپر کنارے گڑھے کے آگ سے پس چھڑا دیا تم کو اُس سے ، اِس طرح بیان کرتا ہے اللہ واسطے تمہارے نشانیاں اپنی تو کہ تم راہ پاؤ۔"

شاہ عبدالقادرؒ موضح القرآن کے فوائد میں فرماتے ہیں ... حق تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار

کرتا ہے کہ نہ بہکو اور آپس کا اتفاق غنیمت سمجھو اور یہود کی طرح پھوٹ کر خراب نہ ہو (منہ)

(آیتِ سوم)

هُوَ الَّذِيٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (پارہ دہم۔ پاؤ اوّل)

(ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہؒ) "ہموست آنکہ قوت داد ترا بیاری دادن خود و بمسلمانان و ہموست آنکہ الفت داد میان دلہائے ایشاں۔ اگر خرچ میکردی آنچہ در زمین است ہمہ یکجا اُلفت نمی دادی میانِ دلہائے ایشاں ولیکن خدا اُلفت افگند میاں ایشاں۔ ہر آئینہ دے غالب باحکمت است۔"

(اردو ترجمہ از شاہ رفیع الدینؒ) "وہی ہے جس نے قوت دی تجھ کو ساتھ مدد اپنی کے اور ساتھ مسلمانوں کے اور اُلفت ڈالی درمیان دلوں اُن کے کے۔ اگر خرچ کرتا تو جو کچھ بیچ زمین کے ہے سب نہ اُلفت ڈالتا درمیان دلوں اُن کے کے ولیکن اللہ تعالیٰ نے اُلفت ڈالی درمیان ان کے تحقیق وہ غالب ہے حکمت والا"

شاہ عبدالقادرؒ نے مُوضح القرآن کے فوائد میں یہاں لکھا ہے کہ عرب کی قوم میں آگے ہمیشہ بَیر رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خُون کا پیاسا۔ پھر حضرتؐ کے سبب سب متفق اور دوست ہو گئے (منہ)

(آیت چہارم)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔

(پارہ دہم، پاؤ اوّل کا آخر)

(فارسی ترجمہ از شاہ ولی اللہؒ) "ہر آئینہ آنانکہ ایمان آوردند و ہجرت کردند و

جہاد نمودند بمالِ خود و جانِ خود در راہِ خدا و آنانکہ جاتے دادند و نصرت کردند این جماعت بعض ایشاں کارسازانِ بعض اند۔"

(ترجمہ اُردُو از شاہ رفیع الدینؒ) "تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے بیچ راہ اللہ کے اور جن لوگوں نے کہ جگہ دی اور مدد کی بعضے ان کے دوست بعض کے ہیں اور ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔"

(آیت پنجم)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔ (پارہ ۲۶۔ سورۂ فتح کا آخری رکوع)

(ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہؒ) "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغامبر است و آنانکہ ہمراہ اویند سخت اند بر کافراں مہربانند درمیانِ خود۔ می بینی ایشاں را رکوع کنندہ و سجدہ نمایندہ۔ می طلبند فضل را از خدا و خوشنودی را۔ نشانِ صلاحِ ایشاں در روے ایشاں ست از اثر سجدہ۔ آنچہ مذکور می شود داستانِ ایشاں ست در توریت و داستان ایشاں ست در انجیل۔ ایشاں مانند زراعتے ہستند کہ برآورد گیاہِ سبز خود را۔ پس قوی کرد آں را، پس سطبر شد پس بایستاد بر ساقہائے خود۔ بشگفت می آرد زراعت کنندگاں را۔ (عاقبت حال غلبہ اسلام آنست) کہ بخشم آرد خدائے تعالیٰ بسبب دیدن ایشاں کافراں را

وعدہ دادہ است خدا آنانرا کہ ایمان آوردہ اند و کارہائے شائستہ کردند ازیں اُمّت آمرزش و مزد بزرگ"۔ (فتح الرحمٰن)

(ترجمہ از شاہ رفیع الدینؒ) "محمد رسول اللہ کا ہے اور جو لوگ ساتھ اُس کے ہیں سخت ہیں اوپر کفار کے اور رحمدل ہیں درمیان اپنے۔ دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے۔ چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضامندی اس کی۔ نشانی ان کی بیچ مونہوں اُن کے کے ہے اثر سجدے کے سے۔ یہ صفت ان کی بیچ توراۃ کے اور صفت ان کی بیچ انجیل کے۔ جیسے کھیتی نکالے سوئی اپنی پس قوی کرے اس کو پس موٹی ہو جاوے، پس کھڑی ہو جاوے اوپر جڑ اپنی کے، خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والوں کو۔ تو کہ غصہ میں لاوے بہ سبب اون مسلمانوں کے کافروں کو۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے اُن لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کیے اچھے اون میں سے بخشش اور ثواب بڑا"۔

شاہ عبدالقادرؒ "فوائد موضح القرآن" میں فرماتے ہیں کہ جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ۔

اون کا بانا یعنی تہجد کی نمازوں سے صاف نیت سے چہرے پر ان کے نور ہے حضرت کے اصحاب لوگوں میں پہچانے پڑتے چہرے کے نور سے۔ اور کھیتی کی کہاوت یہ کہ اوّل ایک آدمی تھا اس دین پر پھر دو ہوئے، پھر قوت بڑھتی گئی حضرتؐ کے وقت اور خلیفوں کے وقت۔ اور یہ کہ وعدہ دیا ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور بھلے کام کرتے ہیں، حضرتؐ کے اصحاب سب ایسے ہی تھے مگر خاتمے کا اندیشہ رکھا، حق تعالیٰ بندوں کو ایسی خوشخبری نہیں دیتا کہ نڈر ہو جاویں مالک سے، اتنی شاباشی بھی غنیمت ہے"۔ (منہ)

(۱)

قرآن مجید میں اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں صرف ان پنجگانہ آیات کو یہاں ذکر

کیا گیا ہے ان کا مفہوم اپنی جگہ واضح ہے کہ ایمانداروں میں اخوت و برادری کا تعلق ہمیشہ سے قائم ہے اور اس رشتۂ خویشگی میں دواماً اصلاح رہنی چاہیے۔ یہ سب کچھ خشیت الٰہی کی وجہ سے ہو تاکہ رحمت خداوندی شامل حال رہے۔" (منہ)

(۲)

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی مل کر مضبوط طریقہ سے تھامنی چاہیے اور اس احسان خداوندی کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری دیرینہ دشمنیوں کو مالک کریم نے الفت سے بدل دیا اور قدیمی عداوتوں میں رفاقتوں کی صورت پیدا فرما دی ہے۔ اب سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی نظر آتے ہیں۔ اس رنجیدگی اور باہمی کشیدگی کا انجام آتش کا گڑھا ہوتا ہے۔ ارحم الراحمین نے اس سے بچا لیا ہے۔

(۳)

عام مومنوں کے متعلق یہ عنوان چل رہا تھا اب ذرا اس دائرہ کو خاص کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لانے والے مومنین کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اور احسان جتلایا جاتا ہے کہ اے پیغمبر ہم نے آپ کی خاص مدد کی اور ان مومنین کے ذریعہ تائید و نصرت کی ہے۔ ان مومنین کے دلوں میں الفت و شفقت ڈال دی ہے۔ اگر آپ زمین کی تمام چیزیں خرچ کر ڈالتے تب بھی یہ تالیف و رأفت و شفقت ان کے قلوب میں پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ مالک کریم نے اپنے غلبۂ قدرت و حکمت بالغہ کے ذریعے یہ مسئلہ حل کر دیا ہے۔

(۴)

اس کے بعد مزید تخصیص فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ یہ مومن جو مہاجر ہیں، مجاہد فی سبیل اللہ ہیں اپنی جان و مال راہ خدا میں لگا دینے والے ہیں اور یہ مومن جو مہاجرین کو ٹھکانہ دینے والے اور ان ہجرت کرنے والوں کی نصرت و امداد کرنے والے ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کے دوستدار اور کارساز اور رفیق زندگی ہیں۔ ان کی باہمی موالاۃ و مواساۃ و غمخواری کی شہادت

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تصریحاً بیان فرما دی ہے۔

(۵)

بعد ازاں آیتِ پنجم میں اس مضمون کو اور تفصیل کے ساتھ مالک کریم نے ارشاد فرمایا کہ حضور نبی کریم رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی معیت میں رہنے والے حضرات پاک باز و مقدس لوگوں کی جماعت ہے (۱) خدا کے دشمنوں کے حق میں سخت ہیں۔ ان سے دبنے والے نہیں ہیں (۲) باہم مہربان و نرم دل ہیں، ایک دوسرے سے کینہ و عداوت رکھنے والے نہیں ہیں (۳) عبادتِ خداوندی میں لگے رہتے ہیں۔ دنیاوی غرض و شہرت وغیرہ کے لیے نہیں بلکہ صرف رضائے الٰہی و خوشنودیٔ حق ان کا مقصود و مطلوب ہے۔ ان کی پہلی دو صفات اپنے اور پرائے کے معاملات کے متعلق ہیں۔ تیسری صفت (عبادت) ان کی ذات سے متعلق ہے یعنی بڑے پرہیزگار اور باخدا لوگ ہیں گویا صحابۂ کرامؓ کو بُری باتوں سے متہم کرنا بڑی بدباطنی کی دلیل ہے اور آیتِ قرآنی کی تکذیب ہے (۴) چوتھی صفت (سیماھم الخ) ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار و انوار چہروں پر نمایاں ہیں۔ شب خیز اور باخدا لوگوں کے چہروں میں جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ ریاکاروں اور بدباطنوں کے چہروں میں ہرگز نہیں ہوتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی مذکورہ صفاتِ کاملہ صرف قرآنِ مجید میں ہی مذکور نہیں ہوئی ہیں بلکہ ان کی یہ صفات سابقہ آسمانی کتب توراۃ و انجیل میں بھی درج چلی آتی ہیں پھر بطورِ تمثیل بیان فرمایا کہ دینِ اسلام کی ترقی اور اہلِ دین کا غلبہ اور ارتقاء بتدریج ہوگا اور ضرور ہوگا۔ پھر یہ تدریجی ترقی منتہائے کمال تک پہنچے بغیر نہ رُک سکے گی اور اسلام کا ارتقائی دور وقت کے اعتبار سے متصل بالزمان ہوگا۔ اس میں انفصال و انقطاع پیش نہ آئے گا۔ یہاں پیش کردہ مثال اور ممثل لہٗ کی مطابقت و موافقت ملحوظ رکھنے سے یہ مسائل حل ہو رہے ہیں۔ فافہم۔

آیۂ ہٰذا کے آخری حصّہ (وعد اللہ الذین آمنوا) میں اس جماعت کے حُسنِ مآل اور نیک سرانجامی کا ذکرِ خیر ہے اس طرح کہ پہلے اس عالمِ دنیا میں ترقی کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد اُخروی

انعامات اور آخرت کی کامیابی کا بیان کیا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان مومنین صالحین کے ساتھ وعدہ ہے کہ اگر خطا سرزد ہو جائے گی تو مغفرت کردی جائے گی اور نیک اعمال پر اجر ملے گا، گناہ معاف ہوں گے اور نیکیاں مقبول ہوں گی۔ گویا اس جماعتِ صحابۂ کرام کے حالات کا اجمالی نقشہ آیۂ ہٰذا میں اس طرح مذکور ہے کہ پہلے درجہ میں ان کے اِستکمالِ ایمان کا بیان ہے، پھر ان کی کمالِ عبادت کا ذکر ہے۔ پھر ان کی اخلاصِ نیت بتائی گئی ہے، پھر تدریجی ترقی کی وضاحت کی ہے۔ آخر میں اُن کی خیر انجامی و حُسنِ عاقبت کے متعلق وعدہ کی صورت میں اعلان کر دیا ہے۔ (ملخص از تفاسیر متعددہ)

(۱)

مُفسّرین اِس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

هٰذِهٖ صِفَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدُهُمْ شَدِيْدًا عَنِيْفًا عَلَى الْكُفَّارِ رَحِيْمًا بَرًّا بِالْاَخْيَارِ غَضُوْبًا عَبُوْسًا فِيْ وَجْهِ الْكَافِرِ ضَحُوْكًا بَشُوْشًا فِيْ وَجْهِ اَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً۔ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمّٰى وَالسَّهَرِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَشَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ۔ (تفسیر لابن کثیر تحت الآیۃ ھٰذا)

(۲)

وَهُمَا جَمْعًا شَدِيْدٍ وَرَحِيْمٍ وَنَحْوُهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ وَبَلَغَ مِنْ تَشَدُّدِهِمْ عَلَى الْكُفَّارِ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَتَحَرَّزُوْنَ مِنْ ثِيَابِهِمْ اَنْ تَلْزَقَ بِثِيَابِهِمْ وَمِنْ اَبْدَانِهِمْ اَنْ تَمَسَّ اَبْدَانَهُمْ وَبَلَغَ مِنْ تَرَحُّمِهِمْ فِيْمَا بَيْنَهُمْ

اِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا اِلَّا صَافَحَهٗ وَعَانَقَهٗ (تفسیر مدارک نسفی تحت الآیہ)

(۳)

وَفِیْ وَصْفِهِمْ بِالرَّحْمَةِ بَعْدَ وَصْفِهِمْ بِالشِّدَّةِ تَكْمِيْلٌ وَاحْتِرَاسٌ فَاِنَّهٗ لَوِ اكْتُفِیَ بِالْوَصْفِ الْاَوَّلِ لَرُبَّمَا تُوُهِّمَ اِنَّ مَفْهُوْمَ الْقَيْدِ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ فَيُتَوَهَّمُ الْفَظَاظَةُ وَالْغِلْظَةُ مُطْلَقًا فَدَفَعَ بِاِرْدَافِ الْوَصْفِ الثَّانِیْ وَمَآلُ ذٰلِكَ اَنَّهُمْ مَعَ كَوْنِهِمْ اَشِدَّاءَ عَلَى الْاَعْدَاءِ رُحَمَاءُ عَلَى الْاِخْوَانِ وَنَحْوُهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ (روح المعانی تحت الآیۃ)۔

(۴)

وَمِنْ حَقِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يُرَاعُوْا هٰذِهِ السُّنَّةَ اَبَدًا فَيَتَشَدَّدُوْا عَلٰى مُخَالِفِيْهِمْ وَيَتَرَحَّمُوْا اَهْلَ دِيْنِهِمْ (تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری تحت الآیۃ)

(۵)

وَالْمُرَادُ بِالَّذِيْنَ مَعَهٗ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ مَنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ وَقَالَ الْجُمْهُوْرُ جَمِيْعُ اَصْحَابِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ (تفسیر بحر المحیط و روح المعانی)

(۱)

خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر ایمان لانے والے اور حضورؐ کے ساتھ رہنے والے حضرات کی یہ خاص صفت ہے کہ منکرین اسلام پر بڑے سخت ہیں اور نیک لوگوں کے حق میں بڑے رحیم ... مان ہیں۔ کافروں کے ساتھ غضبناک اور چہرہ برافروختہ رکھتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں سے ... ساتھ خوش چہرہ اور خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام میں مومنوں کو حکم دیا ہے اپنے قریب والے کافروں کے ساتھ جنگ و قتال کرو اور وہ تم میں سختی اور شدّت معلوم کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ ایمانداروں کی آپس میں شفقت کے اعتبار سے ایسی مثال ہے کہ تمام مومن ایک جسم کی طرح ہیں جسم کے ایک بازو کو تکلیف ہو تو تمام بدن بے آرام ہو جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں ایک بنیاد کی طرح ہے۔ جس کا ایک حصّہ دوسرے حصّہ کو مضبوط کیے ہوئے ہوتا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر مومنوں کے آپس میں ارتباط اور یگانگت کو واضح فرمایا۔

(۲)

مُفسّرین لکھتے ہیں حضور علیہ السّلام کے صحابۂ کرام ہیں مومنوں سے کے ساتھ متواضع رہنے اور کافروں کے ساتھ سخت رہنے کی صفت اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ حضور علیہ السّلام کے دَور کے مومن لوگ کفّار کے کپڑوں کے ساتھ اپنا کپڑا لگ جانے سے احتراز اور بچاؤ کرتے تھے اور اپنے بدن کو ان کے بدن کے ساتھ مس ہو جانے سے اجتناب و پرہیز کرتے تھے۔ اور جب مومنین کی آپس میں میل ملاقات ہوتی تو ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے اور معانقہ کرتے یعنی بغل گیر ہوتے تھے۔

(۳)

مفسّرین کہتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ کی یہ صفت (کہ کُفّار پر سخت ہیں) ذکر کرنے کے بعد پھر ان کی یہ صفت ذکر کی کہ (آپس میں مہربان ہیں) اِس لیے کہ اگر صرف پہلی صفت پر اکتفا کر دیا جاتا کہ کافروں کے حق میں سخت ہیں تو خیال ہو سکتا تھا کہ ان میں صرف غلظہ و شدّت مطلقاً ہی پائی جاتی ہے تو اس وہم کو دُور کرنے کے لیے دوسری وصف ذکر کی ہے کہ پرائے کے حق میں شدید ہیں تو اپنے کے حق میں رفیق ہیں۔ اس طرح ان کے اوصافِ فاضلہ کی تکمیل ہو گئی۔

(۴)

نیز مفسّرین نے لکھا ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ صحابۂ کرامؓ کی اِس صفت پر عمل کرتے ہوئے مخالفینِ دین کے ساتھ سختی کا برتاؤ رکھیں اور اپنے مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور دوستداری کا سلوک کریں۔

(۵)

تفسیر بحر المحیط اور تفسیر رُوح المعانی میں واضح طور پر موجود ہے کہ جمہورِ عُلماء کے نزدیک وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے مراد صرف اہلِ حُدَیْبیہ ہی نہیں بلکہ جمیع صحابۂ کرام مُراد ہیں۔

آیت پنجم (وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ الخ) کی مختصر سی تشریح پیش کی گئی ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی صفاتِ کاملہ جو اس آیت مندرجہ میں مذکور ہیں ان میں سے ایک ایک وصف کے بیان کے لیے دفتروں کے دفتر تحریر کیے جا سکتے ہیں مگر ہمیں یہاں ان کے صرف ایک وصف (رحماء بینہم) کا مختصر سا بیان منظور و مطلوب ہے کہ سردارِ دو عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جماعت باہمی وصف رحمت کے ساتھ متصف ہے۔ اس ارحم الراحمین جل وعلا شانہٗ نے اپنے برگزیدہ پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کو سراپا رحمتِ دو عالم بنا کر بھیجا ہے تو ان کے خاص شاگردوں کو ان کے خاص خُدّام کو ان کے جاں نثاروں کو ان کے ہر وقت ہم ساتھ رہنے والوں کو ان کے ہر وقت کے حاضر باشوں کو بھی اس صفتِ رحمت و شفقت و الفت و محبّت و دوستی کے ساتھ متصف فرمایا ہے۔ یہ حضرات آپس میں رحیم ہیں، باہم شفیق ہیں ایک دوسرے کے دوست اور مُحب ہیں۔

یہ صفت دائمی تھی

پھر یہ صفت رحمت صرف چند ایک صحابہ کرامؓ کے لیے نہیں ہے بلکہ تمام صحابۂ کرامؓ کے لیے ہے اور وہ مدّت العمر اس خصوصی صفت پر قائم و دائم رہے ہیں۔ جس طرح یہ حضرات کُفّار کے حق میں ہمیشہ ہمیشہ شدید اور سخت رہے ہیں اور رکوع و سجود دائمًا کرتے رہتے ہیں۔ رُکّعًا

سُجّدًا کی صفت ان سے زائل نہیں ہوئی ۔ اور دیگر ایمانی صفات صوم، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاصِ نیت وغیرہ وغیرہ میں بھی ان سے فروگذاشت نہیں ہوئی، بلکہ ان خصالِ حمیدہ وصفاتِ برگزیدہ پر ہمیشہ کاربند اور عامل رہے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح باہمی شفقت و رحمت کی صفت پر بھی ان کا عمل درآمد وقتی نہیں ہوا ہے بلکہ دائمی رہا ہے۔

چنانچہ اس چیز کی تائید قرآن مجید میں موجود ہے۔ انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں فرمان ہوتا ہے کہ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (پارہ ۲۶ ۔ سورۂ فتح، رکوع ۳) "اور لازم کردی ان کو بات پرہیزگاری کی اور تھے وہ بہت حقدار اس کے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے": (ترجمہ از شاہ رفیع الدینؒ)

تحریرِ مُدّعا

اس کے بعد تحریرِ مدعا کے درجہ میں ہم ناظرینِ کرام پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مذکورہ صفت (رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) میں بے شک تمام صحابۂ کرامؓ شریک ہیں۔ مہاجر ہوں یا انصار، مکی ہوں یا مدنی، قریشی ہوں یا غیر قریشی ۔ اور ان تمام بزرگوں کی باہمی خوش خلقی وخیر خواہی و ہمدردی اور غمخواری کے واقعات سے اسلامی کتب لبریز ہیں ۔ اِس چیز میں کوئی خفاء اور اِشتباہ نہیں ہے لیکن ہم اس کتاب میں خصوصی طور پر خلفاءِ ثلاثہ (سیدنا ابوبکر الصدیقؓ و سیدنا عمرؓ بن الخطّاب و سیدنا عثمانؓ) اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان رحمت و شفقت و اُلفت و محبت کے واقعات مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات (یعنی خلفاءِ اربعہؓ اور اُن کے خاندانوں) کے درمیان خاص طور پر عداوت، نفرت، اختلاف، انتشار اور افتراق کو پبلک میں پھیلایا گیا ہے ۔ عوام الناس اور جاہل طبقہ میں تو بڑی کوشش سے یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ یہ سب حضرات آپس میں مخالف تھے، ان کی باہمی سخت عداوت تھی اور ایک دوسرے کے

حق میں جور وظلم کو روا رکھنے والے تھے اور اُنہوں نے ایک دوسرے کے جائز حقوق کو ضائع کر ڈالا ہے۔ خاندانِ نُبوّت پر انہوں نے بڑے بڑے مظالم ڈھائے ہیں جو زبانِ بیان سے بالاتر ہیں اور ردید و تنقید سے بلند تر ہیں۔ فلہٰذا اس صورتِ حال کی بنا پر ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ:

(۱) لوگ خلفائے اربعہؓ حضرات کی باہم دشمنی اور ناچاکی و غضبناکی بیان کیا کرتے ہیں ہم اُن کی آپس میں دوستی و صُلح و آشتی و رضامندی مدلّل طریقہ سے ذکر کریں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

(۲) لوگ ان بزرگوں کی آپس کی کشیدگی۔ رنجیدگی۔ آزردگی۔ آزُردہ دلی کے عجیب عجیب قصّے تصنیف کر کے شائع کرتے ہیں ہم ان کی باہمی خوشدلی و خورسندی اور نزدیکی (یعنی قرابتِ نسبی کے تعلقات) پیش کریں گے۔

(۳) دوست ان کی باہمی ناراضگی، خفگی، ناخوشگواری، ستیزگی اور چپقلش وغیرہ کے بیانات وضع کر کے نشر کیا کرتے ہیں۔ ہم ان کی باہم خیر خواہی، دوستداری، رحمدلی، پاسداری، نرم مزاجی، ہم نوائی اور خوشنودی کے واقعات منضبط کریں گے۔

(۴) خلاصہ یہ ہے کہ یہ مہربان ان خلفاء اربعہؓ کے مابین کینہ وری، خشمگینی، درشتگی، جور و ظلم و تعدی کے فرضی[1] قصّے گِن گِن کر ارشاد فرماتے اور سُناتے ہیں، ہم ان شاء اللہ العزیز اِن

---

[1] ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ اِس مقام پر مناسب تھا کہ عداوت و نفرت، ظلم و تعدی کے جو قصّے انہوں نے تراش و خراش کر کے تیار کیے ہوئے ہیں ان کا کچھ قلیل سا نمونہ ان دوستوں کی کلام میں سے من وعن پیش کیا جاتا لیکن تقاضائے وقت اس کے خلاف ہے۔ اِس پُر آشوب و پُرفتن دَور میں شدید ضرورت ہے کہ مُسلمانوں کے درمیان صلح و آشتی کی فضا پیدا کی جائے اور اُخوّت و برادری کی راہ ہموار کی جائے نہ کہ ان کے مابین اختلاف و انتشار کی آتش کو اور بھڑکایا جائے۔ اِن ملّی مفاد و قومی منافع و ملکی مصالح کے پیشِ نظر ہم نے ان حوالہ جات کو پیش کرنے سے قصداً گریز کیا ہے۔

اگر خواہ مخواہ کسی صاحب کو اس پُرخار گلزار کی سیر کرنے کا شوق ہے تو اس کو زیادہ ورق گردانی

پاک طینت بزرگوں کے متعلق باہم غم خواری، غم گساری، ہمدردی، عدل گستری، انصاف پسندی اور حقوق کی ادائیگی کے حالات اور واقعات چُن چُن کر قوم کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

اس کے بعد ہم اصل مُدّعا و مقصد کی متعلقہ بحثیں درج کرتے ہیں۔

جیسا کہ ابتدائے کتاب ہٰذا میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا ایک حصہ "صدّیقی" ہوگا۔ دوسرا حصّہ فاروقی" ہوگا۔ اور تیسرا حصّہ "عثمانی" ہوگا۔ اِس تقسیم کے موافق کتاب کا پہلا "حصہ صدّیقی" شروع کیا جاتا ہے۔ اس کے پانچ باب قائم کیے گئے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ) کرنے کی حاجت نہیں ہے، صرف ایک دُعا "صَنَمَیْ قریش" کو ملاحظہ فرما لینا ہی کافی ہے۔ دوستوں کے ہاں یہ دُعا بڑے بڑے مشکل مراحل حل کرنے کے لیے اکسیرِ اعظم ہے۔ حضرت علیؓ کی زبان سے اس کو جاری و ساری کیا گیا ہے۔ ان کی کتبِ مذہبی میں متداول چلی آتی ہے "صحیفہ علویہ" اور "اِحقاق الحق" (قاضی نوراللہ شوستری) وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں (القلیل یدُلّ علی الکثیر)۔ اس کے علاوہ یہ عرض کردینا بھی خالی از فائدہ نہیں ہے کہ دوستوں کی سابقہ کتب میں صحابہ کرامؓ کے مطاعن کے لیے الگ باب قائم ہوتے تھے اور اب کے دَور میں انہوں نے ترقی کرکے مطاعنِ صحابہؓ کی خاطر مستقل تصانیف علیحدہ شائع کرنی شروع کردی ہیں، مثلاً:

(۱) کتاب "حضرت عمرؓ" جلد ۲ از سید علی حیدر بن سیّد علی اظہر صاحب مدیر جریدہ "اصلاح" کھجوا۔ بہار (ہند)

(۲) "آئینہ مذہب سُنّی" از ڈاکٹر نور حسین صاحب جھنگوی۔

(۳) کتاب "ماہیتہ معاویہ" از مولوی احمد علی صاحب کربلائی۔

(۴) "کلیدِ مناظرہ" از گوشہ نشین برکت علی صاحب۔ وغیرہ (منہ)

حصّہ صدّیقی

حصّہ صدّیقی

باب اوّل

اِس باب میں حضور علیہ السّلام کی چوتھی صاحبزادی حضرت علی المرتضیٰ کی پہلی زوجہ محترمہ سیّدہ خاتونِ جنّت فاطمۃ الزہرار رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیّدنا ابوبکر الصدّیق رضی اللہ عنہ کے تعلقات اور روابط درج ہونگے مثلاً حضرت علیؓ کے ساتھ ساتھ سیّدہ فاطمہؓ کی شادی و نکاح اور صدّیقی خدمات، حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ دختر ابی بکر الصدّیقؓ کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کے تعلقات، مسئلہ فدک و آلِ رسولؐ کے مالی حقوق اور رضامندیٔ فاطمہؓ، بیماریٔ سیّدہ فاطمہؓ اور ابوبکر صدّیقؓ کی بیوی اسماءؓ بنتِ عُمیس کی تیمارداری و خدمتگزاری، وصایا سیّدہ فاطمہؓ، وفات سیّدہ فاطمہؓ اور جنازہ سیّدہ فاطمہؓ وغیرہ۔

یہ عنوانات جو اِس باب میں قائم کیے گئے ہیں ان سب میں صدّیق اکبرؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان خوشگوار تعلقات بصراحت موجود ہیں اور ان تمام مواقع میں صدّیق اکبرؓ اور حضرت فاطمہؓ کے مابین خوشتر مراسم پائے جاتے ہیں۔

——اب ہم ان تاریخی حقائق کو جو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے نکاح و شادی کے متعلق دستیاب ہوئے ہیں شیعہ حضرات کی کتابوں سے پہلے پیش کرنے ہیں پھر اپنی کتب سے بھی بطورِ تائید درج کریں گے۔ انشاء اللہ۔

خواستگاریٔ سیدہ فاطمہؓ کے لیے حضرت صدیق اکبرؓ و عمر فاروقؓ کا حضرت علی المرتضیٰؓ کو آمادہ کرنا

(۱)

مُلّا محمد باقر مجلسی نے اپنی تصنیف "جلاء العیون" (باب تزویج فاطمہؓ با امیر المومنین علیؓ) میں ذکر کیا ہے:

"روایت کردہ اند روزے ابوبکرؓ و عمرؓ و سعدؓ بن معاذ در مسجد حضرت رسولؐ نشستہ بودند و سخن مزاوجہ حضرت فاطمہؓ درمیان آوردند۔ پس ابوبکر گفت کہ اشرافِ قریش خواستگاری او ازاں حضرت نمودند۔ حضرت در جواب ایشاں فرمود کہ امر او بسوئے پروردگار اوست اگر خواہد کہ او را تزویج نماید خواہد نمود و علی بن ابی طالب دریں باب با حضرتؐ سخن نگفت و کسی نیز برائے آں حضرت سخن نگفت و گمان ندارم کہ چیزے مانع شدہ باشد او را مگر تنگدستی و آنچہ میدانم آنست کہ خدا و رسولؐ فاطمہؓ را نگاہ نداشتہ اند مگر از برائے او پس ابوبکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ برخیزید بنزد علی برویم و او را تکلیف نمائیم کہ خواستگاری فاطمہ بکند و اگر تنگدستی او را مانع شدہ باشد ما او را دریں باب مدد کنیم۔ سعد بن معاذ گفت کہ بسیار درست دیدۂ و برخاستند بخانۂ امیر المومنین رفتند۔ آنجناب را در خانہ نیافتند۔ درآں وقت حضرتؓ

شُتر خود را بُرده بُود در باغ یکے از انصار آب میکشید با جرت پس متوجه آں باغ شدند چوں بخدمت آں حضرت رسیدند فرمود کہ برائے چہ حاجت آمدہ اید۔ ابوبکر گفت (اے علیؑ) ہیچ خصلتے از خصال خیر نیست مگر آنکہ تو بر دیگراں در آں خصلت سبق گرفتہ و رابطہ میانِ تو و حضرت رسولؐ از جہت خویشی و مصاحبت دائمی . . . . پس چہ مانع است ترا؟ کہ خواستگاری نمی نمائی اورا زیرا کہ مرا گمان ست کہ خدا و رسول اورا برائے تو نگاہداشتہ اند و از دیگراں منع میکنند۔ چوں حضرت امیر المومنینؑ ایں سخناں را از ابوبکر شنید آب از دیدہ ہائے مبارکش فرو ریخت و فرمود کہ اندوہ مرا تازہ کردی و آرزوئے کہ در سینہ من پنہاں بُود بہیجان آوردی۔ کہ باشد کہ فاطمہ را نخواہد؟ ولیکن من باعتبار تنگدستی شرم میکنم از آنکہ ایں معنی را اظہار نمائیم۔ پس ایشاں بہر نحویکہ بود آں حضرت را راضی کردند کہ بخدمت حضرت رسولؐ رود و فاطمہ را ازاں حضرت خواستگاری نماید۔ حضرت شُتر خود را کشود و بخانہ خود آوردہ و لبست و نعلین خود را پوشیدہ و متوجہ خانۂ حضرت رسالت شُد۔"

(۱) جلاء العیون ملا باقر مجلسی صہ ۱۲۱/۱۲۲ باب تزویج فاطمہ با امیر المومنینؑ۔ طبع تہران (سن طباعت ۱۳۳۴ھ) ۔ (۲) بحار الانوار ملا باقر، جلد عاشر بحث تزویجہا بالعلیؑ صہ ۳۷/۳۸ ج ۱۰ ۔ طبع ایران ۔

(۲)

اسی مقصد کی خاطر ایک دوسری روایت امالی شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی میں مندرج ہے:

" قَالَ الضَّحَّاكُ بْنُ مُزَاحِمٍ ، سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ يَقُوْلُ اَتَانِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَا لَوْ اَتَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتَ لَهٗ فَاطِمَةَ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ فَلَمَّا رَاٰنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ ضَحِكَ

ثُمَّ قَالَ مَا جَاءَ بِكَ يَا عَلِيُّ وَمَا حَاجَتُكَ قَالَ فَذَكَرْتُ لَهُ قَرَابَتِيْ وَقِدَمِيْ فِي الْاِسْلَامِ وَنُصْرَتِيْ لَهُ وَجِهَادِيْ فَقَالَ يَا عَلِيُّ صَدَقْتَ فَاَنْتَ اَفْضَلُ مِمَّا تَذْكُرُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاطِمَةَ تُزَوِّجْنِيْهَا . . . .

(قَالَ) عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى اَخْرُجَ اِلَيْكَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَقَامَتْ اِلَيْهِ فَاَخَذَتْ رِدَاءَهُ وَنَزَعَتْ نَعْلَيْهِ وَاَتَتْهُ بِالْوَضُوْءِ فَوَضَّاَتْهُ بِيَدِهَا وَغَسَلَتْ رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَعَدَتْ فَقَالَ لَهَا يَا فَاطِمَةُ فَقَالَتْ لَبَّيْكَ حَاجَتُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ . . . قَدْ ذَكَرَ مِنْ اَمْرِكِ شَيْئًا فَمَا تَرَيْنَ فَسَكَتَتْ وَلَمْ تُوَلِّ وَجْهَهَا وَلَمْ يَرَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَرَاهَةً فَقَامَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُكُوْتُهَا اِقْرَارُهَا ؎

(کتاب الامالی[1] للشیخ ابی جعفر الطوسی ص۳۸ ج اول)

؎ واضح رہے کہ شیعوں کے نزدیک "امالی" شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی (المتوفی ۴۶۰ھ) بڑی معتبر و معتمد و مستند کتاب ہے اور حال ہی (۱۳۸۴ھ ۱۹۶۴ء) میں نجف اشرف عراق سے شیعی مکتبہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ ابو جعفر طوسی شیخ الطائفہ کے نام سے مشہور رہے اور تہذیب الاحکام۔ استبصار۔ تلخیص الشافی وغیرہ کتب کا مصنف و مولف ہے۔ گویا شیعوں کے "اصول اربعہ" کے مصنفین میں سے ہے اور اس کی ہر تصنیف بااسناد ہوتی ہے۔

"جلاء العیون" ملا محمد باقر مجلسی (المتوفی ۱۱۱۰ھ یا ۱۱۱۱ھ) کی تالیف ہے۔ اس کی توثیق کے متعلق فاضل مجلسی نے اس کتاب کے مقدمہ میں مندرجہ ذیل الفاظ درج کیے ہیں . . . " در ترجمہ الفاظ" روایات معتبرہ" اقتصار نمودہ متنبہ بحسن عبارات و تنوع استعارات نگردد و از غیر احادیث معتبرہ کہ از کتب افاضل محدثین امامیہ رضوان اللہ علیہم اخذ نمودہ چیزے نقل نماید۔ یعنی معتبر روایات کے بغیر کوئی چیز نقل نہ کی جائیگی۔

ملا باقر مجلسی کی تمام تصانیف بحار الانوار۔ حیات القلوب۔ مراۃ العقول شرح اصول۔ حق الیقین۔

امالی کی اسی روایت کا ترجمہ ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں مندرجۂ ذیل عبارت میں کیا ہے :۔

"شیخ طوسی بسند معتبر از حضرت امیر المومنین علیہ السلام روایت کردہ است کہ نزد من آمد ابو بکر و عمر و گفتند کہ چرا بہ نزد حضرت رسولؐ نمی روی کہ فاطمہؓ را خواستگاری نمائی؛ پس من رفتم بخدمت آن حضرت۔ چوں نظر مبارکش بر من افتاد خنداں شد و فرمود براستے چہ آمدہٗ ای ابو الحسن! حاجت خود را بیان کن۔ پس عرض کردم بخدمت آں حضرت .... گفتم یا رسول اللہ استدعا مینمائم کہ فاطمہؓ را بمن تزویج کنی .... فرمود باش تا بردم و بنزد تو برگردم؛ چوں حضرت رسولؐ بہ نزد فاطمہؓ رفت فاطمہؓ برخاست و ردائے مبارکش را برگرفت و نعلین را از پائے مبارکش کند آب وضو آورد و دست و پائیش را شست۔ پس در خدمت آنحضرتؐ نشست۔ حضرتؐ فرمود ای فاطمہ! عرض کرد لبیک، آیا حاجت داری یا رسول اللہ؟ حضرت فرمود ای فاطمہ میدانی قرابت علی بن ابی طالب و فضیلت او ....
.... در امر خواستگاری تو سخنی گفت پس چہ مصلحت میدانی؟ حضرت فاطمہؓ چوں ایں سخن را بشنید ساکت گردید ولیکن روئے خود را نگردانید و اظہار کراہت نفرمود۔ پس حضرت رسول برخاست و فرمود اللہ اکبر ساکت شدن او علامت راضی شدن اوست"۔ (جلاء العیون ملا باقر مجلسی صفحہ ۱۲۰۔ باب تزویج امیر المومنین و حضرت فاطمہ۔ مطبوعہ تہران۔ (سن طباعت ۱۳۳۴ھ)

(بقیہ حاشیہ) شیعہ علماء کے نزدیک مستند و معتمد ہیں۔ مزید توضیح کے لیے تراجم شیعی علماء کی جانب رجوع کرنے سے تسلی ہو سکتی ہے (مثلاً روضات الجنات خوانساری۔ فوائد الرضویہ و تتمۃ المنتہی شیخ عباس قمی وغیرہ)

(ا)

ترجمہ روایتِ اوّل

حاصل یہ ہے کہ ایک روز ابوبکرؓ و عمرؓ و سعدؓ بن معاذ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت فاطمہؓ کی شادی و نکاح کے متعلق بات چیت ہونے لگی۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ حضرت رسولؐ اللہ سے قریش کے شرفاء نے فاطمہؓ کی خواستگاری کے متعلق گفتگو کی ہے۔ حضورؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں فرمایا ہے کہ فاطمہؓ کا معاملہ اس کے پروردگار کے سپرد ہے جس کو چاہے گا اس کو تزویج کر دے گا اور علیؓ بن ابی طالب نے اس معاملہ میں نہ خود حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی بات کی ہے نہ اس کے لیے کسی نے حضورؐ سے کہا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ علیؓ بن ابی طالب کو خواستگاریِ فاطمہؓ سے تنگدستی کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ حضرتِ رسولؐ نے فاطمہؓ کا نکاح علیؓ بن ابی طالب کے لیے محفوظ کر رکھا ہے۔ پھر ابوبکرؓ نے عمرؓ اور سعدؓ کو کہا کہ اٹھو علیؓ بن ابی طالب کے پاس چلیں اور ان کو خواستگاریِ فاطمہؓ کے لیے تیار کریں۔ اگر ان کو تنگدستی مانع ہو تو ان کی مدد کریں۔ سعدؓ نے کہا کہ اے ابوبکرؓ آپ نے بالکل ٹھیک تجویز کی ہے۔ اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المومنینؑ کے گھر چلے گئے حضرت علیؓ اس وقت گھر میں موجود نہ تھے بلکہ اپنا اونٹ لے کر ایک انصاری کے باغ میں اُجرت پر آب کشی کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ تینوں حضرات اسی باغ میں علیؓ بن ابی طالب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، کیسے آنا ہوا؟ ابوبکر نے کہا آپ نیک خصلتوں میں دوسرے لوگوں سے سبقت کیے ہوئے ہیں اور حضرتِ رسولؐ کے ساتھ آپ کا نسبی رشتہ بھی قریب تر ہے۔ ہم نشینی بھی دائمی نصیب ہے۔ آپ کو خواستگاریِ فاطمہؓ سے کونسا امر مانع ہے؟ میرا گمان ہے کہ خدا و رسولؐ نے یہ رشتہ آپ کے لیے رکھا ہوا ہے۔ دوسروں کو اس سے منع کر دیا ہے۔ جب حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کی یہ بات سُنی تو

[illegible]

سینہ کی پوشیدہ آرزو کو برانگیختہ کر دیا۔ فرمایا کون شخص ہے جو اس خواستگاری کے لیے خواہاں

نہ ہو؛ لیکن تنگدستی کی وجہ سے مَیں اس چیز کے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہُوں پس ان تینوں (ابوبکرؓ و عُمرؓ و سعدؓ) نے حضرت علیؓ کو اس کام کے لیے آمادہ کیا اور حضرت رسُولؐ کی خدمت میں خواستگاری کی خاطر جانے کے لیے رضامند کر لیا۔ حضرت علیؓ نے اپنا اونٹ کھولا، باغ سے واپس گھر تشریف لائے، اُونٹ باندھ دیا اور پاپوش پہن کر حضرتِ رسالت مآبؐ کے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔"

(۲)

دوسری روایت جو امالی طوسی میں منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ضحاک بن مزاحم کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت علیؓ سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ میرے پاس ابوبکرؓ اور عُمرؓ آئے اور کہنے لگے یہ بات بڑی عمدہ تھی کہ آپ خواستگاری فاطمہؓ کے لیے رسُولِ خدا کے پاس تشریف لے جاتے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اس کے بعد میں حضرت رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا جب حضورؐ نے مجھے دیکھا تو ہنس کر فرمایا علی کس طرح آنا ہُوا؟ مَیں نے اپنی قرابتِ نسبی اور دیرینہ قبولیتِ اسلام اور نصرتِ دینی اور جہاد میں مساعی کا ذکر کیا۔ رسُولِ خدا نے فرمایا جو کچھ تُو نے کہا ہے تُو اس سے بھی بہتر ہے۔ پھر مَیں نے عرض کیا کہ فاطمہؓ کا نکاح میرے ساتھ کر دیں تو بہتر ہو گا ..... فرمایا اے علیؓ یہاں ٹھیریئے۔ مَیں گھر سے ہو کر آتا ہوں۔ آپؐ گھر تشریف لے گئے، حضور علیہ السلام کو تشریف لاتے دیکھ کر حضرت فاطمہ کھڑی ہو گئیں۔ حضور تشریف فرما ہُوتے۔ آپ کی چادر مبارک اور نعلین شریفین حضرت فاطمہؓ نے اُتار کر رکھیں پھر وضو کے لیے پانی لائیں اور اپنے ہاتھوں سے رسُولِ خدا کو وُضو کرایا اور آپؐ کے پاؤں مبارک دھوئے۔ پھر فاطمہ بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد رسولِؐ خدا نے فرمایا "اے فاطمہؓ"! انہوں نے عرض کیا "لبّیک یا رسُول اللہ، فرمایئے کیا ارشاد ہے"؟ فرمایا علیؓ بن ابی طالب نے تیرے نکاح کے متعلق ذکر کیا ہے، تیرا کیا خیال ہے؟ حضرت فاطمہؓ خاموش رہیں۔ لیکن چہرے پر کوئی ناپسندیدگی کا اظہار نہ فرمایا اور نہ ہی رُخ پھیرا۔ رسُولِؐ خدا "اللہ اکبر" فرماتے ہُوتے اُٹھ

کھڑے ہوتے اور فرمایا فاطمہؓ کا خاموش ہو جانا ہی اقرار اور رضامندی کی علامت ہے:

ایک توضیح

امالی شیخ طوسی کی عبارتِ مندرجۂ بالا کا جو ترجمہ جلاء العیون میں ملا باقر نے کیا ہے اس میں ملا باقر نے ایک تصرف کر دیا ہے۔ ہم وہ ناظرین کو تبلانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ "ثُمَّ دَعَتْ بِالْوَضُوْءِ فَوَضَّأَتْهُ بِیَدِهَا وَغَسَلَتْ رِجْلَیْهِ" کا ترجمہ صاف ہے کہ حضرت فاطمہؓ وضو کرنے کا پانی لائیں اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ہاتھ سے وضو کرایا۔ اور حضور علیہ السلام کے پاؤں خود دھلائے۔ اس روایت کی عبارت سے چونکہ وضو میں پاؤں کا دھونا ثابت ہو رہا ہے اس لیے ملا باقر نے ترجمہ میں اس مفہوم کو بدلنے کی مذموم کوشش کرتے ہوئے عبارت مندرجہ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "دست و پائش را شست"۔ یعنی صرف ہاتھ پاؤں کو دھویا۔ یہ اُن کی خیانت کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ہم نے اصل عربی عبارت و ترجمہ فارسی دونوں لکھ دیتے ہیں تاکہ ناظرینِ کرام خود فیصلہ کر سکیں۔

(۳)

امالی شیخ ابی جعفر الطوسی و جلاء العیون کی مذکورہ روایات میں یہ مسئلہ درج ہے کہ ابوبکر الصدیقؓ و عمرؓ بن الخطاب نے علی المرتضیٰ کو حضرت فاطمہؓ کے نکاح کی طلب گاری کے لیے آمادہ کر کے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس مسئلہ کو شیعہ کے بڑے بڑے مصنفین و علماء و شعراء نے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مرزا رفیع باذل ایرانی "حملہ حیدری" میں اسی داعیۂ خواستگاری و طلب گاری کو نظم میں مفصل ذکر کیا ہے۔ چند اشعار یہاں لکھے جاتے ہیں ؎

چو بگذشت چندے بدیں داوری¹ | یکے روز رفتند² نزد علیؑ!
ز یارانِ مخصوص او چند تن | بگفتند اے شمع آں انجمن

---

¹ ای معاملہ و قضیہ   ² ابوبکرؓ و عمرؓ

دریں کارِ خیر اولویت تراست | سکونت دریں خطبہ چندی چراست
رو از خدمتِ سیّدِ انبیاءؑ | بکن خواستگاریٔ خیر النساءؑ
بپاسخ چنیں گفت یعسوبِ[1] دیں | کہ دارم دو مانع براقدامِ ایں
نخست آنکہ شرم آیدم از نبی | دوم خاشم کردہ دستِ تہی
بگفتند یارانش ای شہریار | تو در خاطرِ خویش از یہا میار
ترا با نبی نسبتِ دیگراست | از و آنچہ خواہی کنی درخورست
ز دستِ تہی نیز بر خود مپیچ | نخواہد رسولِ کریم از تو ہیچ
بہ ترغیبِ یارانِ[3] علی ولی | بروزِ دگر رفت نزدِ نبی

(حملہ حیدری از میرزا رفیع باذل، جلد اول
صـ۶۱ ج ۱- ذکر خطبہ نمودن علی المرتضیٰ سیّد اوصیاءؑ
وحضرت خیر النساء فاطمۃ الزہراءؓ
تحت وقائع سال دوم مطبوعہ قدیم ۱۲۶۷ھ)

یہ چند حوالہ جات (امالی شیخ ابی جعفر طوسی و جلاء العیون و حملہ حیدری) سے مسئلہ خواستگاری و طلب نکاح سیدہ فاطمہؓ کے متعلق ہم نے نقل کیے ہیں ان سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں :

---

[1] جواب   [2] بزرگ تریں

[3] قولہ" یارانِ علی" اس سے مراد حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ ہیں۔ جیسا کہ اوپر سے مضمون کی روانگی آرہی ہے۔ ما قبل کے اشعار میں ابو بکر الصدیق اور عمرؓ دونوں کا نام موجود ہے۔ کلام کی طوالت کی وجہ سے تمام اشعار نقل نہیں کیے جا سکے۔ (منہ)

(۱)

حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ نے خواستگاری سیدہ فاطمہؓ کے لیے حضرت علیؓ کو سب سے پہلے مشورہ دیا جو ایک دوسرے کے حق میں خیرخواہی کی بیّن دلیل ہے۔

(۲)

پھر شادی و نکاح میں سرمایہ کی عدم موجودگی حارج و عارض ہوتی ہے تو اس کے متعلق دونوں حضرات نے تسلی دلائی ہے کہ اِس چیز کی فکر نہ کریں۔ یہ چیز بھی بجائے خود نشانِ مؤدّت و دوستی ہے۔

(۳)

یہ خیرخواہانہ مشورہ حضرت علی المرتضیٰؓ قبول کر کے اِس کارِ خیر کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی باہمی اخلاص اور قدردانی کی علامت ہے کیونکہ دشمنوں کے مشورے خواہ صحیح ہوں لائق تسلیم نہیں ہوتے۔

(۴)

یہ جملہ کہ سکوتہا اقرارہا (یعنی سیّدہؓ کا خاموش ہو جانا اس کی رضامندی کی علامت ہے) اس میں بھی باریک نکتہ اور قابلِ غور مفہوم موجود ہے "لَمْ تَتَكَلَّمْ حَتّٰى مَاتَتْ" کے جواب کے تحت اس کو بیان کرنا مناسب ہوگا۔ فافہم

---

(۲)

سیدہ فاطمہؓ کی شادی کے سامان اور جہیز کی تیاری میں صدیقیؓ و عثمانیؓ خدمات

اس سے قبل خواستگاری و طلبِ نکاح کی آمادگی کا عنوان زیرِ بحث تھا۔ اس میں صدیقِ اکبرؓ و فاروقِ اعظمؓ کے خیر خواہانہ کردار و ہمدردانہ طرزِ عمل کو مدلّل طریق سے پیش کیا گیا۔ اب اس بابرکت نکاح و شادی کے لیے سامان خریدنے اور جہیز تیار کرنے کی تفصیلات کا عنوان پیشِ نظر ہے۔ اِس ضمن میں صدیقی خدمات و عثمانی عطیّات کا بیان خاص اہمیت رکھتا ہے۔ امالی شیخ ابی جعفر الطوسی۔ مناقب خوارزمی۔ مناقب ابن شہر آشوب۔ کشف الغمۃ علی بن عیسیٰ اربلی۔ بحار الانوار باقر مجلسی۔ جلاء العیون مجلسی وغیرہ شیعی کتب میں یہ بیان تفصیلاً مندرج ہے۔ مندرجہ کتب میں سے زیادہ معتبر کتاب " امالی" ہے پہلے ہم اسی کو زیرِ بحث لاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الطائفہ (الطوسی) امام معصوم علی المرتضیٰؓ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

(۱)

... قَالَ عَلِیٌّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ بِعِ الدِّرْعَ فَقُمْتُ فَبِعْتُہٗ وَاَخَذْتُ الثَّمَنَ وَدَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ فَسَکَبْتُ الدَّرَاھِمَ فِیْ حِجْرِہٖ فَلَمْ یَسْأَلْنِیْ کَمْ ھِیَ؟ وَلَا اَنَا اَخْبَرْتُہٗ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَۃً وَدَعَا بِلَالًا فَاَعْطَاہُ وَقَالَ اِبْتَعْ لِفَاطِمَۃَ طِیْبًا ثُمَّ قَبَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مِنَ الدَّرَاھِمِ بِکِلْتَا یَدَیْہِ فَاَعْطَاھَا اَبَا بَکْرٍ وَقَالَ اِبْتَعْ لِفَاطِمَۃَ مَا یُصْلِحُھَا مِنْ ثِیَابٍ

وَبَنَاتِ الْبَيْتِ۔ اُرْدُفْهُ بِعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ وَبِعِدَّةٍ مِنْ اَصْحَابِهِ فَحَضَرُوا السُّوْقَ فَكَانُوْا يَعْرِضُوْنَ الشَّيْئَ مِمَّا يَصْلُحُ فَلَا يَشْتَرُوْنَهُ حَتّٰى يَعْرِضُوْهُ عَلٰى اَبِي بَكْرٍ فَاِنِ اسْتَصْلَحَهُ اِشْتَرَوْهُ فَكَانَ مِمَّا اشْتَرَوْهُ قَمِيْصٌ بِسَبْعَةِ دَرَاهِمَ وَخِمَارٌ بِاَرْبَعَةِ دَرَاهِمَ وَقَطِيْفَةٌ سَوْدَاءُ خَيْبَرِيَّةٌ۔ سَرِيْرٌ مُزَمَّلٌ بِشَرِيْطَةٍ وَفِرَاشَيْنِ مِنْ خَيْشٍ مِصْرَ حَشْوُ اَحَدِهِمَا لِيْفٌ وَحَشْوُ الْاٰخَرِ مِنْ جَزِّ الْغَنَمِ وَاَرْبَعُ مَرَافِقَ مِنْ اُدُمِ الطَّائِفِ حَشْوُهَا اِذْخَرٌ وَسِتْرُ صُوْفٍ سِقًى مِنْ اُدُمٍ قَعْبٌ لِلَّبَنِ وَجَرَّةٌ خَضْرَاءُ وَكِيْزَانُ خَزَفٍ حَتّٰى اِذَا اسْتَكْمَلَ الشِّرَاءُ حَمَلَ اَبُوْبَكْرٍ بَعْضَ الْمَتَاعِ وَحَمَلَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَهُ الْبَاقِيَ فَلَمَّا عَرَضُوا الْمَتَاعَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) جَعَلَ يُقَلِّبُهُ بِيَدِهِ وَيَقُوْلُ بَارَكَ اللّٰهُ لِاَهْلِ الْبَيْتِ۔۔۔" (کتاب الامالی للشیخ ابی جعفر الطوسی ص ۳۹ ج ۱ مطبوعہ جدید نجف اشرف عراق)

روایتِ بالا کا ترجمہ مُلّا باقر مجلسی نے اپنی تصنیف "جلاء العیون" میں مندرجہ ذیل عبارت میں کیا ہے۔ اس فارسی ترجمہ کو ہم اس مقام میں بطور تائید نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس روایت کا خلاصہ اُردو میں پیش کیا جائے گا تاکہ قارئین صدیقی و مرتضوی مراسم و تعلقات سے رُوشناس ہو سکیں۔

(۲)

"شیخ طوسی بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است ۔۔۔۔ امیر المومنین علیہ السلام فرمود کہ حضرت رسول مرا امر فرمود کہ یا علی برخیز و زرہ را بفروش پس برخاستم و زرہ را فروختم و قیمت آن گرفتم و بخدمت آنحضرتؐ آوردم۔ درہم ہا را در دامن آنحضرت ریختم۔ آنحضرتؐ

از من نہ پرسید کہ چند ست۔ من نیز نگفتم۔ پس یک کف از اں زر گرفت۔ بلال را طلبید، باو داد وگفت از برائے فاطمہ بوئے خوش بگیر۔ پس دو کف از اں دراہم برگرفت با ابوبکر داد فرمود برو بہ بازار و از برائے فاطمہ بگیر آنچہ او را درکار ست از جامہ و اثاث البیت۔ عمار بن یاسر و جمعی از صحابہ را از پئے او فرستاد۔ ہمگی ببازار در آمدند ہر یک از ایشاں چیزے را اختیار کردند با ابوبکر می نمودند و بمصلحت او می خریدند۔ پس پیراہنے خریدند بہفت درہم ۔ ۔ ۔ ۔ و مقنعہ بچہار درہم ۔ ۔ ۔ ۔ و حصیرے و دست آسیائے و ظرفے برائے آب خوردن از پوست۔ و کاسہ چوبیں از برائے شیر و مشکے از برائے آب و سبوئے سبزے و کوزہا از سفال۔ چوں ہمہ اسباب خریدند بعضے را ابوبکر برداشت و ہر یک از صحابہ بعضے را برداشتند بخدمت حضرت رسولؐ آوردند۔ حضرتؐ ہر یک از انہا را بدست میگرفت و ملاحظہ مے نمود و مے فرمود خداوندا مبارک گرداں ایں را بر اہل بیت من"

(جلاء العیون فارسی صفحہ ۱۲۶، بحث تزویج سیدہ فاطمہ با علی المرتضیٰ)

(۳)

یہاں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ امالی شیخ طوسی کی روایت مندرجہ بالا کو شیعوں کے مشہور فاضل محمد بن علی بن شہر آشوب مردی مازندرانی (متوفی ۵۸۸ھ) نے بھی اپنی مشہور تصنیف "مناقب ابن شہر آشوب" میں بالاختصار درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"وَاَنْفَذَ عَمَّارًا وَّاَبَا بَكْرٍ وَّبِلَالًا لِابْتِيَاعِ مَا يُصْلِحُهَا وَكَانَ مِمَّا اشْتَرَوْهُ قَمِيْصَةٌ بِسَبْعَةِ دَرَاهِمَ وَخِمَارٌ بِاَرْبَعَةِ دَرَاهِمَ وَقَطِيْفَةٌ سَوْدَاءُ خَيْبَرِيَّةٌ (مناقب ابن شہر آشوب صفحہ ۲۰ ج ۴ طبع ہند فصل فی تزویجہا بعلیؑ)

حاصلِ کلام

مندرجۂ بالا ہر سہ روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسُولِ خُدا (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے مجھے حکم فرمایا کہ اُٹھو اور مصارفِ شادی کے لیے اپنی زرہ بیچ ڈالو۔ مَیں نے جا کر زرہ بیچ دی اور دام لاکر حضور (علیہ السّلام) کے دامن میں ڈال دیے۔ نہ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کتنے ہیں؟ اور نہ مَیں نے خود بتلایا کہ اتنے درہم ہیں۔ پھر آپؐ نے بلالؓ کو بلا کر ایک مُٹھی بھر کر دی کہ فاطمہؓ کے لیے خوشبُو خرید کر لاتے پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے دونوں ہاتھ بھر کر ابوبکرؓ کو دام دیے کہ فاطمہؓ کے لیے مناسب کپڑے اور دیگر سامان جو درکار ہے وہ خرید کر لائیں۔ عمارؓ بن یاسر اور دیگر احباب کو ابوبکرؓ کے ساتھ روانہ کیا پھر سب حضرات بازار میں پہنچے۔ جس چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتے تھے پہلے ابوبکرؓ کے سامنے پیش کرتے اگر وہ اِس چیز کا خریدنا درست خیال کرتے تو اُسے خرید لیتے۔ پس انہوں نے جو چیزیں اُس وقت خریدیں وہ مندرجۂ ذیل تھیں:۔

سات درہم کا ایک قمیص، چار درہم کی ایک اوڑھنی۔ ایک خیبری سیاہ چادر۔ ایک بُنی ہوئی چارپائی۔ بستر کے دو گدّے، ایک گدّا کھجور کی چھال سے بھرا ہُوا تھا، دوسرے گدّے کی بھرائی بھیڑ کی اُون سے کی گئی تھی۔ ایک بالین تھا جس کی بھرائی اذخر (گھاس) سے کی ہوئی تھی۔ ایک صوف کا کپڑا تھا۔ ایک چمڑے کا مشکیزہ تھا۔ دودھ کے لیے ایک لکڑی کا پیالہ تھا سبز قسم کا ایک گھڑا تھا، مٹی کے کُوزے تھے۔ جب یہ تمام سامان خریدا گیا تو اس میں سے کچھ سامان خود ابوبکرؓ نے اُٹھایا۔ باقی چیزیں دوسرے احباب نے اٹھالیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی خدمت میں یہ سامان لاکر پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر ملاحظہ فرمایا اور دُعا کے لیے یہ کلمات ارشاد فرماتے تھے "اللہ تعالیٰ اس میں اہلِ بیت کے لیے برکت عطا فرمائے"۔

اِسی مضمون کی مزید وضاحت کے لیے ان حضرات کی کتب سے ہم ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔ اس میں اس چیز کی تفصیل آرہی ہے کہ حضرت علیؓ نے سامان جہیز کی خاطر اپنی

زرہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کی تھی حضرت عثمانؓ نے یہ زرہ خرید کر قیمت ادا کر دی اور پھر یہی زرہ حضرت علیؓ کو واپس کر دی۔ اِس ہمدردانہ طرزِ عمل پر حضور علیہ السّلام نے ان کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے۔ سابقہ روایات میں یہ مفہوم مجمل طور پر آیا تھا، اس روایت نے اِس اجمال کی تفصیل کر دی۔

ہم یہ روایت اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ) کے "مناقب" سے درج کرتے ہیں۔ اسی روایت کو "کشف الغمۃ" میں علی بن عیسیٰ اربلی (متوفی ۶۸۷ھ) نے پوری تفصیل سے من و عن نقل کیا ہے۔ پھر گیارھویں صدی کے مجتہد ملّا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "بحار الانوار" جلد دہم باب تزویج سیّدہ فاطمہؓ" میں اس کا اندراج کیا ہے۔ ان ہرسہ حوالہ جات کو ہم یہاں ثبت کرتے ہیں۔ ہم نے براہِ راست کتبِ مذکورہ سے یہ حوالہ جات اخذ کیے ہیں ان اقتباسات میں نقل در نقل کا شبہ نہ کیا جائے۔ صحتِ حوالہ کے ہم ذمّہ دار ہیں

مناقبِ خوارزمی

(۱) قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ اَقْبَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) فَقَالَ یَا اَبَا الْحَسَنِ اِنْطَلِقِ الْاٰنَ فَبِعْ دِرْعَكَ وَ اْتِنِیْ بِثَمَنِهَا حَتّٰی اُهَیِّئَ لَكَ وَ لِاِبْنَتِیْ فَاطِمَةَ مَا یُصْلِحُكُمَا قَالَ عَلِیٌّ (ع) فَاَخَذْتُ دِرْعِیْ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلَی السُّوْقِ فَبِعْتُهٗ بِاَرْبَعِمِائَةِ دِرْهَمٍ سُوْدٍ هَجَرِیَّةٍ مِّنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَلَمَّا قَبَضْتُ الدَّرَاهِمَ مِنْهُ وَ قَبَضَ الدِّرْعَ مِنِّیْ قَالَ یَا اَبَا الْحَسَنِ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِالدِّرْعِ مِنْكَ وَ اَنْتَ اَوْلٰی بِالدَّرَاهِمِ مِنِّیْ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ هٰذَا الدِّرْعَ هَدِیَّةٌ مِّنِّیْ اِلَیْكَ قَالَ فَاَخَذْتُ الدِّرْعَ وَ الدَّرَاهِمَ وَ اَقْبَلْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) فَطَرَحْتُ الدِّرْعَ وَ الدَّرَاهِمَ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَخْبَرْتُهٗ بِمَا كَانَ مِنْ اَمْرِ عُثْمَانَ فَدَعَا لَهُ النَّبِیُّ (ص) بِخَیْرٍ ثُمَّ قَبَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) قَبْضَةً وَ دَعَا بِاَبِیْ بَكْرٍ فَدَفَعَهَا اِلَیْهِ وَ قَالَ یَا اَبَا بَكْرٍ اِشْتَرِ بِهٰذِهٖ

الدَّرَاهِمِ لِابْنَتِي مَا يَصْلُحُ لَهَا فِي بَيْتِهَا وَبَعَثَ مَعَهُ سَلْمَانَ الْفَارِسِيَّ وَبِلَالَ بْنَ رَبَاحٍ لِيُعِينَاهُ عَلَى حَمْلِ مَا يَشْتَرِي بِهِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَتِ الدَّرَاهِمُ الَّتِي دَفَعَهَا إِلَيَّ ثَلَاثَةً وَسِتِّينَ دِرْهَمًا قَالَ فَانْطَلَقْتُ إِلَى السُّوقِ فَاشْتَرَيْتُ فِرَاشًا مِنْ خَيْشِ مِصْرَ مَحْشُوًّا بِالصُّوفِ وَنِطَعًا مِنْ أَدَمٍ وَوِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفُ النَّخْلِ وَعَبَاءَةً خَيْبَرِيَّةً وَقِرْبَةً لِلْمَاءِ ... وَكِيزَانًا وَجِرَارًا وَمِطْهَرَةً لِلْمَاءِ وَسِتْرَ صُوفٍ رَقِيقٍ وَحَمَلْتُ أَنَا بَعْضَهُ وَسَلْمَانُ بَعْضَهُ وَبِلَالٌ بَعْضَهُ وَأَقْبَلْنَا بِهِ فَوَضَعْنَاهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ (ص)"

(مناقب الاخطب خوارزمی (متوفی ۵۶۸ھ) الفصل العشرون فی تزویج رسول اللہ صلعم فاطمہ ص۲۵۲ و ص۲۵۳ مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق۔ سن طباعت ہذا ۱۹۶۵ء / ۱۳۸۵ھ)

کشف الغمہ

(۲) بعینہٖ و بلفظہٖ یہی روایت "کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" باب ذکر تزویجہ بسیدۃ النساء جلد اول ص۴۸۵ و ص۴۸۶ طبع جدید تہران میں منقول و مندرج ہے۔ یہ علی بن عیسیٰ اربلی (متوفی ۶۸۷ھ) کی تصنیف ہے تین جلدیں مع ترجمہ فارسی ۱۳۸۱ھ میں طبع ہو کر ایران سے آئی ہیں۔

"بحار الانوار"

(۳) نیز یہی روایت ٹھیک طریقہ سے ملا محمد باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد عاشر باب تزویجہا لعلیؑ ص۳۹-۴۰ قدیم طبع ایران میں نقل کی ہے۔ بحث مذکور ملاحظہ فرما کر اطمینان حاصل کیا جا سکتا ہے۔

مفہوم روایت ہذا

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ (ع) کہتے ہیں کہ رسول خدا نے میری طرف متوجہ ہو کر

مجھے حکم فرمایا کہ جا کر اپنی زرہ بیچ ڈالیے اور دام (جو حاصل ہوں) وہ میرے پاس لائیے تاکہ تمہارے اور فاطمہؓ کے لیے جو ضرورت کی چیزیں ہوں ان کی تیاری کی جاتے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے زرہ اٹھائی اور بازار (مدینہ میں) چلا گیا۔ یہ زرہ میں نے عثمانؓ بن عفان کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دی۔ جب میں نے یہ دام لے لیے اور عثمانؓ نے زرہ اپنے قبضہ میں لے لی۔ اس وقت عثمانؓ بن عفان نے مجھے کہا کہ اب زرہ ہذا کا میں آپ سے زیادہ حقدار ہوں اور ان دراہم کے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہو گئے۔ میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اس پر عثمانؓ بولے تو پھر یہ زرہ میری طرف سے آپ کے لیے ہدیہ ہے (آپ ہی لے جائیں) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اور دراہم دونوں چیزیں لے لیں حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ دونوں چیزیں (زرہ اور دراہم) آپ کے سامنے رکھ دیں اور سارا واقعہ حضرت کی خدمت میں بیان کیا۔ حضورؐ نے عثمانؓ کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے۔ پھر ابوبکرؓ کو بلا کر ان دراہم سے ایک مٹھی بھر کر عنایت فرمائی اور فرمایا کہ ان داموں کے عوض فاطمہ کے لیے خانگی ضرورت کی اشیاء خرید کر لاؤ اور سلمان فارسیؓ اور بلالؓ کو ابوبکرؓ کے ساتھ روانہ کیا کہ خرید شدہ چیزوں کو اٹھا کر لانے میں ان کی مدد کریں۔ ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ آپ نے جو دام مجھے عنایت فرمائے وہ ۶۳ تھے۔ پھر میں نے بازار جا کر مندرجہ اشیاء خرید کیں۔ ایک مصری بچھونا۔ ایک چمڑے کا گدا۔ ایک چمڑے کا بالین جو کھجور کی چھال سے پُر تھا۔ ایک خیبری قسم کی چادر۔ پانی کے لیے ایک مشکیزہ۔ کوزے، گھڑے۔ وضو کے پانی کے لیے ایک برتن۔ صوف کا ایک باریک کپڑا۔ ابوبکرؓ کہتے ہیں یہ سامان کچھ میں نے خود اٹھا لیا، کچھ سلمانؓ اور بلالؓ نے اٹھا لیا اور سب لا کر حضرت رسولِ خداؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔"

یہاں چند چیزیں توجہ کے قابل ہیں۔ ناظرین کرام التفات فرمائیں:۔

(۱)

مندرجہ بالا ہر سہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جہیز سیدہؓ کے لیے جو سامان خریدا گیا اس کی قیمت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کو بطور ہدیہ و تحفہ پیش کر دی

تھی۔ اِس ایثار و ہمدردی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر حضرت عثمانؓ کو دُعا دی اور ان کے حق میں برکت کے کلمات فرماتے۔ اس رقم سے شادی کے تمام اخراجات پُورے ہُوتے حضرت عثمانؓ اور حضرت علی المرتضیٰ کے مابین اُلفت و محبّت کا یہ زبردست ثبوت ہے جہاں باہم کدُورت و نفرت ہو وہاں ایسی قربانی نہیں ہو سکتی۔ نیز ان روایات میں حضرت ابوبکرؓ کی خدمات خریداریٔ سامان کے سلسلہ میں اظہر من الشمس ہیں۔ ان سے کون انکار کر سکتا ہے!

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ جن کتابوں سے ہم نے حوالہ جات نقل کیے ہیں وہ سب شیعی علماء میں معتبر و متداول ہیں۔ ان کے اعتماد میں کچھ شبہ نہیں۔ البتہ "مناقب اخطب خوارزم" کی روایت میں اگر یہ حضرات کلام کریں تو شاید عوام اور ناواقف لوگوں کے سامنے ایسی بات کہدیں جس میں اشتباہ ہونے لگے ورنہ اہلِ سُنّت کے واقف کار علماء کے ہاں اخطب خوارزم کا تشیّع مسلّمات میں سے ہے۔ نیز صاحبِ کشف الغمہ و صاحبِ بحار الانوار جیسے جیّد شیعی علماء کا بغیر کسی نقد و جرح کے ان واقعات کو قبول کر لینا اور اپنی تصنیفات میں بغیر ردّ و کد کے درج کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ شیعہ دنیا میں یہ روایات درست تصوّر ہوتی ہیں۔ عوام کے لیے یہاں اتنا عرض کرنا کافی ہے۔ البتہ ان اہلِ علم حضرات کی توجہ کے لیے جن کو ادھر التفات نہیں اس مقام پر ایک حاشیہ پیش کرنا مناسب ہے اس حاشیہ میں اخطب خوارزم کی وہ پوزیشن ذکر ہو گی جو اہلِ سُنّت کے ہاں معتبر ہے۔

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۵۴

اَخطَب خوارزم کا درجۂ اعتماد

اِس شخص کا نام دو طرح سے کتبِ تراجم میں پایا جاتا ہے: موفق بن احمد بن سعید ابوالمؤید یا احمد بن محمد موفق الدین الاخطب خوارزم (المتوفی ۵۶۸ھ یا ۵۷۱ھ وغیرہ) علاقہ خوارزم کا مشہور عالم ہے۔

ہم کو جب تک اس کی یہ تصنیف لطیف (یعنی "مناقب خوارزم") دستیاب نہیں ہوئی تھی اس وقت تک ہم حافظ ابن تیمیہؒ حرانی و شاہ عبدالعزیز دہلویؒ وغیرہما کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے اخطب کا شیعہ ہونا یقین کرتے تھے۔ اب جبکہ یہ کتاب (مناقبِ خوارزمی) حاصل ہو گئی ہے اور مطالعہ کا موقع مل گیا ہے تو یہ امر درجۂ حق الیقین تک پہنچ گیا ہے کہ صاحبِ تصنیف ہٰذا خالص شیعی غالی ہے اس بزرگ کو اہل السُّنۃ والجماعۃ میں وہی شخص شمار کر سکتا ہے جو اس کی تصنیفات سے بے خبر ہے اور اُس کے تلوّنِ طبع کی گوناگوں تصاویر سے نا آشنا ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے منہاج السُّنۃ جلد سوم ص ۱۰ میں اس اخطب خوارزم میں لکھا ہے کہ

"هذا له مصنف في هذا الباب فيه من الاحاديث المكذوبة ما لا يخفى كذبه على من له ادنى معرفة بالحديث فضلا عن علماء الحديث وليس هو من علماء الحديث ولا ممن يرجع اليه في هذا الشان البتة"

یعنی فضائل و مناقب میں اس کی ایک تصنیف ہے جس میں جعلی روایات ہیں جس کو فنِ حدیث کا علم ہے اس پر ان کا جھوٹا ہونا مخفی نہیں ۔۔۔۔ یہ شخص نہ علماء حدیث سے ہے نہ ان لوگوں میں ہے جن کی طرف اس باب میں رجوع کیا جاتا ہے۔"

اور شاہ عبدالعزیزؒ نے "تحفہ اثنا عشریہ" کے متعدد مقامات میں اس بزرگ کے بارہ میں اپنی

رائے لکھی ہے۔ چند مقامات بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں

(۱) "تحفہ" میں دوازدہ[۱۲] احادیثِ امامت میں سے حدیث نہم کے تحت اس کے حق میں فرمایا ہے کہ:

"اخطب خوارزم از غلاۃ زیدیہ است ...... و محدثین اہل السنۃ اجماع دارند کہ روایات اخطب زیدی ہمہ از مجاہیل و ضعفاء است و بسیارے از روایات او منکر و موضوع و ہرگز فقہائے اہل السنۃ بمرویاتِ او احتجاج نہ نمایند"

(تحفہ اثنا عشریہ، بحث امامۃ)

(۲) "تحفہ" ہشتاد و نہم کید کے تحت فرماتے ہیں کہ "آنکہ بعضے روایات موافق مذہب خود از کتاب مردے نقل کنند کہ در خیال مردم از اہل سنت می ماند حالانکہ فی الواقع چنیں نیست۔ چنانچہ ابن عقدہ کہ جارودی رافضی بود و ابن قتیبہ یعنی صاحب الامامۃ والسیاسۃ کہ شیعی غلیظ بود و اخطب خوارزم کہ زیدی غالی بود الخ"

(تحفہ اثنا عشریہ تحت کید ۸۱)

(۳) تحفہ کید بیست و سوم میں بیان فرمایا ہے کہ شیعہ علماء مندرجہ ذیل مصنفین و علماء کو سنی قرار دے کر ان کی مرویات کو نقل کر کے اہلِ سنت کے سامنے پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ چیز واقع کے خلاف ہے۔ یہ اہلِ سنت علماء نہیں ہیں۔ مثلاً زمخشری صاحب کشاف (و صاحب ربیع الابرار) کہ تفضیلی و معتزلی ست و اخطب خوارزم کہ زیدی غالی ست۔ و ابن قتیبہ ... کہ رافضی مفرطی ست و ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ کہ تشیع را با اعتزال جمع نمود و ہشام کلبی مفسر کہ رافضی غالی ست و ہمچنیں مسعودی صاحب مروج الذہب و ابو الفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی وعلیٰ ہذا القیاس الخ (تحفہ اثنا عشریہ کید ۲۳)

حافظ ابن تیمیہ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تصریحات کے بعد اب خود اس کی تصنیف "مناقب خوارزمی" مطبوعہ نجف اشرف عراق سے اس کا مخصوص مذہب ناظرین کے پیش خدمت ہے۔

(۱)

اِس ضمن میں ایک چیز لائقِ توجہ ہے کہ کتاب کے صفحۂ اوّل کے نشانات مذہب مخصوص کے مؤید معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ کتاب کا مقدمہ اور حواشی ایک شیعی فاضل محمد رضا موسوی خراسانی نے مرتب کیے ہیں اور مقدمہ میں مصنف کی بڑی توثیق و تصدیق کی ہے اور کتاب کے طابع و ناشر محمد کاظم شیعہ و محمد صادق شیعہ (مالکان مطبع حیدریہ و مکتبہ حیدریہ) نجف اشرف عراق کے ہیں۔ سنِ طباعت ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) ٹائیٹل پر درج ہے۔

اِن مندرجات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کتاب ان کے محبوب مقصد کے موافق ہے۔ اسی بنا پر ان کے علماء اور تاجروں نے بڑی محنت سے بارِ دوم شائع کی ہے۔ پہلی بار یہ کتاب ایران میں ۱۳۱۳ھ میں شائع کی گئی تھی۔ اور اب مصلحت کی خاطر ٹائیٹل پر مصنف کے نام کے ساتھ المکی الحنفی درج فرمایا ہے۔

(۲)

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ کتاب کے مقدمہ میں اخطب خوارزمی کی تصنیفات کی ایک فہرست دی گئی ہے وہ قابلِ دید و شنید ہے۔ (۱) پہلی کتاب "فضائلِ امیر المؤمنین علیہ السلام المسمّٰی بالمناقب"۔ (۲) کتاب الاربعین فی مناقب النبی الامین و وصیہ امیر المؤمنین۔ (۳) کتاب قضایا امیر المؤمنین علیہ السلام (۴) کتاب ردّ الشمس لامیر المؤمنین علیہ السلام۔ (۵) کتاب مقتل امیر المؤمنین علیہ السلام (۶) کتاب مقتل امام حسین علیہ السلام وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس نوع کی تصنیفات اور اس مطلب کی تالیفات ان بزرگوں کے ہی مقاصدِ زندگی میں داخل ہیں۔ سُنّی علماء کا یہ ذوقِ تصنیف نہیں ہے البتہ ایک کتاب (مناقب امام ابی حنیفہؒ) کے نام سے ان "تالیفات اخطب" میں شمار کی گئی ہے جو دائرۃ المعارف دکن سے شائع ہوتی ہے اس کے متعلق ہم عنقریب عرض کریں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ)

تیسری گذارش اِس ضمن میں یہ ہے کہ اس کتاب کی مرویات شیعہ نقطۂ نظر کے موافق فراہم

کی گئی ہیں بطورِ نمونہ دو ایک روایتیں ہم ناظرین کی ضیافتِ طبع کی خاطر نقل کرتے ہیں (القلیل یدل علی الکثیر) کے اعتبار سے یہی کافی ہونگی۔

(۱)۔ (طویل سند کے ساتھ) ابنِ عباس سے مرفوعًا مذکور ہے:

"عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لو ان الغیاض اقلام والبحر مداد والجن حسّاب والانس کتّاب ما احصوا فضائل علی علیہ السلام (ترجمہ) ابنِ عباسؓ کہتے ہیں حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ درخت قلمیں ہوں اور سمندر سیاہی ہوں، تمام جنّ شمار کرنے والے ہوں، تمام انسان لکھنے والے ہوں، علی بن ابی طالب کے مناقب شمار نہ کرسکیں گے۔" (مناقب خوارزمی ص۲ ذکر فضائل علی المرتضیٰ)

(۲) (بعض سند کے بعد) عن عبداللّٰہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ (ص) یا عبداللّٰہ اتانی ملک فقال یا محمد سل من ارسلنا من قبلک من رسلنا علیٰ ما بعثوا؟ قال قلت علیٰ ما بعثوا؟ قال علیٰ ولایتک وولایۃ علی بن ابی طالب۔" (ترجمہ) ابن مسعودؓ کو حضور علیہ السّلام نے فرمایا اے عبداللّٰہ میرے پاس خدا کا فرشتہ آیا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ میں سوال کروں کہ تمام انبیاء سابقین کس بنا پر مبعوث کیے گئے؟ اور کس کی خاطر ان کی بعثت ہوئی؟ تو میں نے اس چیز کو دریافت کیا (قدرت کی طرف سے) جواب ملا ہے کہ تمام رسل اور نبی تیری ولایت اور علی بن ابی طالب کی ولایت پر مبعوث کیے گئے۔"

(مناقب خوارزمی ص۲۲۱ فصل تاسع وعشر فی فضائل شتّی)

روایاتِ ہٰذا ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ صادر فرمائیں کہ اخطب خوارزم شیعی تھا یا نہیں۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ مناقب امام اعظم کے نام سے ان کی ایک ضخیم تصنیف دو جلدوں میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی ہے اس کے متعلق تھوڑی سی تفصیل درکار ہے اس کے معلوم کرلینے کے بعد پھر یہ مسئلہ خوش اسلوبی سے واضح ہوجائے گا کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے گا۔ عرض یہ ہے

کہ اس نوع کی تصنیفات اور اس قسم کے "مصنفین" کے متعلق عام طور پر پانچ صورتیں پیش آیا کرتی ہیں اکابر علماء کی تصریحات کی روشنی میں ہم یہاں اس کا اجمالی نقشہ سامنے لاتے ہیں۔

اوّل یہ صورت ہوتی ہے کہ ایک مسلّم سُنّی عالم دین کے نام پر بعض تصانیف چسپاں کر دی جاتی ہیں۔ درحقیقت وہ اُن کی تصنیف نہیں ہوتی۔ مثلاً کتاب "سرّ العالمین" امام غزالیؒ کی طرف منسوب ہے حالانکہ یہ ان کی تصنیف نہیں۔

دوم یہ صورت ہوتی ہے کہ ایک عالم فاضل معتبر ہوتا ہے پھر اس کا ہمنام ایک دوسرا شخص غیر معتبر، غیر معتمد اور غیر مستند ہوتا ہے۔ اس تشابہ اسمی کی وجہ سے اس غیر مقبول شخص کی تصنیف مقبول و معتبر عالم کی طرف منسوب کر کے چلا دی جاتی ہے۔ لوگ اس تشابہ و اختلاط اسم کی بنا پر غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ مثلاً ابنِ قُتَیبہ (صاحبِ "کتاب المعارف") اچھا عالم ہے "ادب الکاتب" اس کی تصنیف ہے لیکن کتاب "الامامۃ والسیاسۃ" اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ حالانکہ "الامامۃ والسیاسۃ" کا مصنّف ابنِ قتیبہ خالص شیعہ ہے۔ الامامۃ والسیاسۃ میں صحابہ کرامؓ کے حق میں اس نے سخت جرح و تنقیص کی چیزیں فراہم کر ڈالی ہیں ظاہر ہے کہ پہلے ابنِ قتیبہ کی یہ تصنیف نہیں۔

سوم، صورت یہ پائی جاتی ہے کہ تصنیف بھی صحیح ہوتی ہے اور مُصنّف بھی درست ہوتا ہے لیکن اس کی تصنیف میں تدسیس و تخلیط کر دی جاتی ہے جیسے شیخ اکبر ابنِ عربی کی تصانیف۔ (شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے اس چیز کو کتاب الیواقیت والجواہر کی الفصل الاوّل میں ابتدائے کتاب میں بیان کیا ہے) اور شیخ سید جمال الدین کی روضۃ الاحباب کے متعلق شاہ عبدالعزیزؒ نے کتاب عجالۂ نافعہ ص۱۸ طبع مجتبائی دہلی میں تحت اصطلاح "جامع" اس چیز کو بیان کیا ہے)۔

چہارم، یہ صورت پیش آتی ہے کہ صاحب تصنیف حاطب اللیل کے درجہ میں ہوتا ہے رطب و یابس ہر طرح کا مواد جمع کر دیتا ہے۔ صحیح و سقیم ضعیف و قوی ہر قسم کا مال فراہم کرتا ہے مثلاً "مسند الفردوس" دیلمی و بعض تصانیف ابنِ عساکر، و صاحب "معارج النبوّۃ" وغیرہ۔

پنجم، اس طرح ہوتا ہے کہ صاحب تصنیف متلون طبع بزرگ ہے تصنیفوں میں سنی شیعوں میں شیعہ۔ جیسے سبطِ ابن جوزی (اپنی تصانیف اور روایات کے اعتبار سے) اور جیسے واعظ کاشفی صاحبِ "روضۃ الشہداء"۔ اور جیسے میر خواند صاحب "روضۃ الصفا" وغیرہ - یا پھر مخلص شیعہ ہے لیکن عام لوگوں کو اس کے تشیّع کا علم نہیں ہوتا، لوگ اسے سُنی سمجھے ہوئے ہیں۔ مثلاً شیخ محمد بن یوسف گنجی صاحبِ "کفایۃ الطالب" اور شیخ سلیمان قندوزی بلخی، صاحبِ "ینابیع المودّۃ" اور احمد بن اعثم کوفی صاحب "تاریخ اعثم کوفی" اور مسعودی صاحبِ "مروج الذہب"۔ اور ابنِ عبد ربہ، صاحب "عقد الفرید" وغیرہ۔

ان معروضات کے بعد اہلِ علم حضرات خود فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ یا تو تشابہ اسمی اور اختلاطِ نام کی صورت یہاں کار فرما ہے۔ یعنی مناقب امام ابی حنیفہؒ کے مصنف ایک سُنی عالم ہیں (جیسا کہ ہماری بعض تراجم کی کتابوں میں اِس اخطب خوارزم کی تعدیل و توثیق موجود ہے) اُس کا نام اور اِس صاحب "مناقبِ خوارزمی" کا نام اتفاقاً متحد و مشترک ہے۔ یا پھر کسی شیعہ بزرگ نے یہ مرغوب تالیف فرما کر اس سُنی عالم کے نام منسوب کر دی ہے، ان دونوں باتوں سے خالی نہیں ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ "مناقبِ خوارزمی" کے مؤلف کے تشیّع و رفض میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ۱۲ (منہ)

(۳)

سیّدہ فاطمہؓ کے نکاح کی مجلس میں حضرت ابوبکرؓ و عُمرؓ و عثمانؓ کا شامل ہونا اور نکاح ہٰذا کا گواہ بننا

اس سے قبل عنوان میں اس مبارک شادی کے لیے جہیز کی خریداری و فراہمی کا ذکر تھا اس ضمن میں صدیقیؓ و عثمانی خدمات کا بیان ہوا ہے۔ اب یہاں تیسرا عنوان قائم کیا جاتا ہے۔ اس میں سیدنا ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ غنی کو نکاح ہٰذا کی بابرکت مجلس میں مدعو کر کے شامل کیا گیا ہے اور ان کو اس نکاح کا شاہد و گواہ بنایا گیا ہے۔ یہ چیز باہمی اخلاص اور رفاقت کا بیّن ثبوت ہے۔

اس عنوان کے اثبات کے لیے متعدد روایات شیعہ و سُنّی کتب میں موجود ہیں پہلے شیعی کتب سے دو قسم کی روایات درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد اہلِ سُنّۃ کی کتابوں سے تائید کے طور پر کچھ روایات ذکر کر دی جائیں گی۔

قسم اوّل

(۱) مناقبِ خوارزمی باب تزویج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ بعلیؓ ص۲۵۱، ۲۵۲ میں روایت مذکور ہے کہ:

قَالَ عَلِيٌّ خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا لَا اَعْقِلُ فَرَحًا وَسُرُوْرًا فَاسْتَقْبَلَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَقَالَا لِيْ مَاوَرَاءَكَ؟ فَقُلْتُ زَوَّجَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْنَتَهٗ فَاطِمَةَ وَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ زَوَّجَنِيْهَا مِنَ السَّمَآءِ وَهٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ فِيْ اَثَرِيْ لِيُظْهِرَ ذَالِكَ بِحَضْرَةٍ مِنَ النَّاسِ فَفَرِحَا بِذَالِكَ

فَرَحًا شَدِیْدًا وَرَجَعَا مَعِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَمَا تَوَسَّطْنَاهُ حَتّٰی لَحِقَ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِنَّ وَجْهَهٗ لَیَتَهَلَّلُ سُرُوْرًا وَفَرَحًا۔ فَقَالَ یَا بِلَالُ فَاَجَابَهٗ فَقَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِجْمَعْ اِلَیَّ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارَ فَجَمَعَهُمْ ثُمَّ رَقٰی دَرَجَةً مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ وَقَالَ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِیْنَ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ اَتَانِیْ اٰنِفًا فَاَخْبَرَنِیْ عَنْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ اَنَّهٗ جَمَعَ الْمَلَائِکَةَ عِنْدَ الْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ وَاَنَّهٗ اَشْهَدَهُمْ جَمِیْعًا اَنَّهٗ زَوَّجَ اَمَتَهٗ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلعم) مِنْ عَبْدِهٖ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اُزَوِّجَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاَشْهَدُکُمْ عَلٰی ذَالِکَ۔"

(۱) المناقب للخوارزمی ص ۲۵۱-۲۵۲۔ (۲) کشف الغمہ لاربلی طبع جدید ص ۴۸۳-۴۸۴ جلد اوّل۔ باب تزویجہ لسیدۃ النساء۔

(۳) بحار الانوار، ملا باقر مجلسی جلد عاشر ص ۳۸-۳۹۔ ج ۱۰۔ باب تزویجہا"

ان تین کتابوں کے باب تزویج سیدہ فاطمہؓ میں روایت ہذا کو شیعی علماء نے من وعن درج کیا ہے۔ اس کا حاصل ترجمہ پیش خدمت ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح فاطمہؓ کی گفتگو کرنے کے بعد، میں جب حضور علیہ السلام کے گھر سے باہر آیا تو فرحت و مسرت سے میں مسرور تھا۔ سامنے سے ابو بکرؓ اور عمر بن الخطاب آ رہے تھے ان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ تو میں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے کہ آسمانوں پر اللہ نے میرا نکاح فاطمہؓ کے ساتھ کر دیا ہے اور اب حضورؐ گھر سے باہر تشریف لا کر تمام لوگوں کے سامنے اس نکاح کا اعلان فرمانے والے ہیں۔ یہ خبر سن کر ابو بکرؓ اور عمرؓ نہایت خوش ہوئے اور میرے ساتھ ہو کر اسی وقت مسجد نبوی میں آ گئے۔ ابھی درمیانِ مسجد میں نہ پہنچے تھے کہ نبی کریم صلعم بھی انبساط و نشاط کی حالت میں پیچھے سے آ پہنچے۔ حضورؐ کا چہرۂ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔ پھر بلالؓ کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین و انصار کو

جمع کرلاؤ۔ بلالؓ نے اس پر عمل کیا۔ یہ حضرات جب جمع ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے مسلمانو! جبریلؑ میرے پاس ابھی آئے ہیں انہوں نے اطلاع دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کے پاس تمام فرشتوں کو جمع کر کے اس بات کا شاہد و گواہ بنایا ہے کہ میں نے فاطمہؓ بنتِ رسول کا اپنے بندے علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہؓ کا علیؓ کے ساتھ زمین میں نکاح کر دوں اور اس نکاح پر تم سب کو شاہد اور گواہ بناؤں۔"

(۴)

اسی روایت کو ملا باقر نے اپنی تصنیف "جلاء العیون" بحث تزویج فاطمہ با علی المرتضیٰؓ میں چند چیزوں کے اضافہ کے ساتھ درج کیا ہے۔ اضافہ جات ساتھ ملانے کا مقصد یہ ہے کہ واقعہ ہذا سے جو ان حضرات کا باہمی اخلاص اور دوستی اور آشنائی ثابت ہو رہی ہے وہ داغدار ہو جائے تاہم اس روایت کو ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لیے ملا باقر کے الفاظ میں فارسی ترجمہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے:

"در سائر کتب عامہ و خاصہ روایت کردہ اند (نبی کریم فرمود) اے ابوالحسن! بیروں رو کہ من از عقب تو مے آیم بسوئے مسجد در حضور مردم فاطمہ را بتو تزویج می نمایم و از فضیلتِ تو ذکر خواہم کرد۔ آنچہ باعثِ روشنی دیدۂ تو و دوستانِ تو گردد در دنیا و آخرت حضرت امیر المومنین فرمود کہ من از خدمت حضرت بیروں آمدہ بسرعت متوجہ مسجد شدم و مرا چنداں فرح و شادی او داده بود کہ وصف نتوانم کرد۔ چوں ابوبکرؓ و عمرؓ آں حضرت را برائے امتحاں فرستادہ بودند و انتظار بیروں آمدنِ آں حضرت را میکشیدند سر راہ بر آں حضرت گرفتہ پرسیدند کہ چہ خبر داری۔ حضرت فرمود کہ حضرت رسولؐ دخترِ خود فاطمہ را بمن تزویج کرد۔ مرا خبر داد کہ حق تعالیٰ در آسمان فاطمہ را بمن تزویج نمودہ است

اینک حضرتِ رسُولؐ بیروں می آید کہ در حضُور مردم فاطمہ را بمن تزویج کند۔ چوں ایشاں آں خبر را شنیدند بظاہر فرح و شادی کردند و بہ مسجد برگشتند و حضرت امیر فرمود کہ ما ہنوز بمیانِ مسجد نرسیدہ بودیم کہ حضرت رسول بما ملحق شد و از رُوئے مبارکش اثر خرمی وشادی ظاہر بود و بلال را امر فرمود کہ ندا کند مہاجر و انصار را کہ جمع شوند، چوں جمع شدند بر یک پایۂ منبر بالا رفت حمد و ثناءِ حق ادا کرد و فرمُود کہ اے گروہ مسلماناں دریں زُودی جبریل نزد من آمد و خبر داد مرا کہ پروردگار من ملائکہ را نزدِ بیت المعمور جمع کرد وہمہ را گواہ گرفت بر آنکہ تزویج کرد کنیز خود فاطمہؓ دختر رسُول را بہ بندۂ خود علی بن ابی طالب و مرا پروردگار امر کرد کہ فاطمہؓ را با و تزویج نمائیم در زمین و شما را گواہ می گیریم بریں۔“

(جلاء العیون“ صـ۱۲۵ باب تزویج سیّدہ با علی المرتضیٰؓ، طبع ایران

از ملا محمد باقر مجلسی مجتہد العصر۔ یعنی مجتہد صدی یازدہم “

قسم دوم

عنوان بالا کے اثبات کے لیے چار عدد مشہور شیعی تصانیف سے مذکورہ روایت پیش کی گئی ہے۔ اب اس عنوان کے ثابت کرنے کی خاطر دوسری قسم کی روایت شیعہ احباب کی مُسلّمہ تصانیف سے نقل کی جاتی ہے۔

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ از علی بن عیسیٰ الاربلی (متوفّٰی ۶۸۷ھ) فصل ذکر تزویجہ لسیّدۃ النساءؑ میں لکھا ہے کہ:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَغَشِیَہُ الْوَحْیُ فَلَمَّا اَفَاقَ قِیْلَ یَا اَنَسُ اَتَدْرِیْ مَا جَاءَنِیْ بِہٖ جِبْرِیْلُ مِنْ عِنْدِ صَاحِبِ الْعَرْشِ؟ قَالَ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَۃَ مِنْ عَلِیٍّ فَانْطَلِقْ فَادْعُ لِیْ اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیًّا وَطَلْحَۃَ

وَالزُّبَيْرَ وَبِعَدَدِهِمْ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ فَدَعَوْتُهُمْ لَهٗ فَلَمَّا اَنْ اَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الخ (یہ خطبہ طویل چلا گیا ہے) . . . ثُمَّ اِنِّیْ اُشْهِدُكُمْ اِنِّیْ قَدْ زَوَّجْتُ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِیٍّ عَلٰی اَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ الخ ۔

(کتاب کشف الغمہ للاربلی ص ۱،۳ - ۲،۴ جلد اول طبع جدید - باب ذکر تزویج فاطمہؓ، - تہران)

(۲) یہی روایت کتاب بحار الانوار ملا باقر مجلسی باب تزویجہا، ص ۲۷ - ۲۸ - جلد عاشر میں بغیر کسی نقد و جرح کے مندرج ہے ۔

(۳) یہ روایت مناقب خوارزمی ص۲۴۲ الفصل العشرون فی تزویج رسول اللہ صلعم فاطمہؓ میں بھی باسند درج ہے ۔

روایت ہٰذا کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کی خدمت میں موجود تھا ۔ نبی کریم صلعم پر وحی نازل ہوئی ۔ نزولِ وحی کے بعد حضور علیہ السلام نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے انس تو جانتا ہے کہ صاحب العرش کی طرف سے جبرئیل کیا پیغام لایا ہے ؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں ۔ فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ فاطمہؓ کو علی بن ابی طالب کے ساتھ تزویج کر دوں پس جاؤ میرے پاس ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ کو بلا کر لاؤ ۔ اور اتنی ہی تعداد میں انصار کو بھی بلاؤ ۔ انس کہتے ہیں کہ میں چلا گیا اور ان سب حضرات کو حضور علیہ السلام کے پاس بلا کر لایا ۔ جب حضورؐ کی خدمت میں یہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو حضورؐ علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا ۔ الحمد للہ الخ (اس خطبہ میں حمد و ثنا اور نکاح کی اہمیت بیان فرمائی) پھر فرمایا کہ میں سب حاضرین مجلس کو اس چیز کا گواہ اور شاہد قرار دیتا ہوں کہ میں نے فاطمہؓ کا علی بن ابی طالب کے ساتھ چار صد مثقال مہر کے عوض نکاح کر دیا ہے ۔"

مذکورہ بالا روایات سے یہ چیز ثابت ہو رہی ہے کہ:۔

(۱) سیدنا ابوبکر الصدیقؓ، سیدنا عمرؓ بن الخطاب، سیدنا عثمان غنیؓ کو سیدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے نکاح کی مجلس میں مدعو کر کے شامل کیا گیا۔

(۲) یہ حضرات ثلاثہؓ مع دیگر صحابہ کرام اس بابرکت نکاح کے گواہ اور شاہد قرار دیئے گئے۔ یہ دونوں چیزیں باہمی ارتباط و اتفاق و اتحاد کی درخشندہ نشانیاں ہیں۔

جن لوگوں کے ساتھ کشیدگی اور رنجیدگی اور عداوۃ ہو ان کو اپنی خصوصی تقریبات میں شامل رکھنا ہرگز گوارا نہیں ہوا کرتا۔

اہل السنۃ کی کتابوں سے عنوانِ بالا کی تائید ملاحظہ ہو

یہاں اہل السنۃ کی کتابوں سے اس مسئلہ کی تائید کے لیے چند حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ ہذا پوری طرح روشن ہو جائے۔

(۱) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یا انسُ اُخرُج، اُدعُ لِی اَبا بکرٍ و عمرَ بنَ الخطابِ و عثمانَ بنَ عفانَ و عبدَ الرحمٰنِ بنَ عوفٍ و سعدَ بنَ اَبی وقاصٍ و طلحۃَ والزبیرَ و بعدۃٍ من الانصارِ، قال فدعوتُھم فلما اجتمعوا عندہٗ کلُّھم و اخذوا مجالسَھم و کان علیٌّ غائبًا فی حاجۃٍ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم الحمدُ للہِ المحمودِ بنعمتہٖ المحمودِ بقدرتہٖ الخ .... ثم قال النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللہَ تعالٰی امرنی اَن اُزوِّجَ فاطمۃَ بنتَ خدیجۃَ من علیِّ بنِ اَبی طالبٍ فاشھدوا اَنِّی قد زوجتُہٗ علی اربعِ مائۃِ مثقالِ فضۃٍ اِن رضی بذالک علیُّ بنُ اَبی طالبٍ ثم دعا بطبقٍ من بسرٍ فوضعت بین ایدینا ثم قال انتھبوا فانتھبنا فبینا نحنُ

نَتَنَهَبُ إِذْ دَخَلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُزَوِّجَكَ فَاطِمَةَ عَلَى أَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ إِنْ رَضِيتَ بِذَالِكَ فَقَالَ قَدْ رَضِيتُ بِذَالِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ "

"ذخائر العقبیٰ" فی مناقب ذوی القربیٰ لمحب الدین الطبری (احمد بن عبداللہ) المتوفی ۶۹۴ھ، صفحہ ۳۰، باب ذکر ان تزویج فاطمہؓ علیاً کان بامر اللہ عزوجل و وحی منہ"

(۲) بعینہٖ یہی روایت مُحبّ الدین طَبَری اپنی دوسری تصنیف ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ"، جلد ثانی صفحہ ۲۴۱، باب تزویج فاطمہ من علی میں بحوالہ ابوالخیر القزوینی الحاکمی احمد بن اسماعیل بن یوسف لاتے ہیں۔

ذخائر العقبیٰ اور ریاض النضرۃ" کی ہر دو روایات کا ماحصل یہ ہے کہ انسؓ کہتے ہیں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری جانب سے جا کر ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص و طلحہؓ و زبیرؓ اور چند انصار کو بلا لاؤ۔ انسؓ ان تمام حضرات کو بلا لائے۔ جب یہ سب حضرات حاضر خدمت ہو کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ حضورؐ کے فرمان کے مطابق کسی کام کے لیے گھر سے باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ نکاح شروع فرمایا (الحمد للہ الخ .....) خطبۂ ہذا کے دوران فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؓ کا علی بن ابی طالب سے نکاح کر دوں۔ پس تم لوگ اس چیز کے گواہ اور شاہد ہو جاؤ کہ میں نے علیؓ کو فاطمہؓ نکاح کر کے دیدی ہے اور چہار صد مثقال مہر مقرر کیا ہے ...... پھر کھجور کا تھال منگا کر سب کے سامنے رکھدیا۔ پھر فرمایا کہ اس کو لوٹ لو! اور آپس میں جھپٹ کر کھاؤ تو ہم جھپٹ چھین کر کھانے لگے اسی اثنا میں علی المرتضیٰؓ (کام سے) واپس تشریف لاتے تو نبی کریم صلعم نے علیؓ کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور مسکرائے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؓ سے چار صد مثقال کے عوض تیرا نکاح کردوں اگر تم اس چیز پر راضی ہو تو حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں راضی ہوں اور یہ مجھے منظور ہے۔ الخ"

(۳) نیز مواہب اللدنیہ للقسطلانی بمع شرح زرقانی جلد ثانی ص۲ تا فصل ذکر تزویج علیؓ بفاطمۃ رضی اللہ عنہا میں حضرت فاطمہؓ کی شادی و نکاح ہذا کی تفصیلات درج ہیں۔ اس مقام میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا حضرت علیؓ کو نکاح ہذا کا مشورہ دینا، پھر حضرت علیؓ کا یہ مشورہ قبول کر کے حضور علیہ السلام کی خدمت میں جانا۔ پھر تیاری سامان کے لیے اپنی زرہ کا حضرت عثمانؓ کے پاس فروخت کرنا۔ پھر ان کا قیمت زرہ کی وصول کر کے علی المرتضیٰ کو قیمت اور زرہ دونوں چیزیں واپس کر دینا پھر سامان کی تیاری کے بعد مجلس نکاح کے انعقاد میں ابوبکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ کو بلا کر شامل کرنا اس کے بعد ان حضرات ثلاثہؓ کو نکاح ہذا کا شاہد و گواہ بنانا یہ تمام امور بالتفصیل مندرج ہیں۔ طوالت سے بچنے کی خاطر اور اختصار رسالہ ہذا کے مدنظر ان حوالہ جات کی عبارتیں نقل نہیں کی گئیں۔ صرف حوالہ بالا بیان کر دینا کافی سمجھا گیا ہے جو صاحب رجوع کرنا چاہیں وہ مواہب اللدنیہ بمع زرقانی کا اس مقام سے ملاحظہ و مطالعہ فرما دیں۔

"ایک یاد دہانی"

حضرت فاطمہؓ کے نکاح کی تفصیلات میں یہ چیز ذکر ہوئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَۃَ مِنْ عَلِیٍّ ... الخ یعنی مجھے حکم خداوندی ہوا ہے کہ فاطمہؓ کو علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کر دوں" اس مقام پر ہم ناظرین کرام کو وہ روایت بھی یاد دلانا مناسب خیال کرتے ہیں جس میں حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ ام کلثوم دختر رسولؐ کا نکاح کر دینا مذکور ہے وہاں بھی یہی الفاظ مروی ہیں۔ چنانچہ "تاریخ کبیر" امام بخاری جلد ثانی قسم اول ص۲۸۱ ق ا (مطبوعہ دکن) میں باسند مروی ہے ...... قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا زَوَّجْتُ اُمَّ کُلْثُوْمٍ مِنْ عُثْمَانَ اِلَّا بِوَحْیٍ مِنَ السَّمَآءِ"۔

یعنی" میں نے وحی آسمانی کی وجہ سے ہی اُمِ کلثوم دختر خویش، کا عثمان بن عفان سے نکاح کر دیا ہے" مقصد یہ ہے کہ جس طرح حضرت فاطمہؓ کا نکاح وحی آسمانی کی وجہ سے سرانجام پایا ٹھیک اسی طرح دخترِ رسولؐ اُمِ کلثوم کا نکاح بھی وحی آسمانی کی بنا پر حضرت عثمانؓ کے ساتھ کیا گیا۔ ان دونوں رشتوں کی درستگی اور بامر اللہ ہونے میں کچھ تفاوت نہیں۔ فافہم فانہ لطیف۔

---

(۴)

حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کے انتظامات کے سلسلہ میں حضرت عائشہؓ اور اُمِّ سلمہؓ کی قابلِ قدر کوششیں

نکاح ہٰذا کے متعلق سابقہ عنوانات میں حضرات ثلاثہؓ کی خدمات اور مساعی ذکر کی گئی ہیں۔ اور ان حضرات کا مجلسِ نکاح میں شامل ہو کر گواہ بننا بھی مدلل طریقہ سے ذکر کیا گیا ہے انعقادِ نکاح کے بعد اب حضرت فاطمہؓ کی رخصتی اور سکونتی مکان کا مرحلہ سامنے آتا ہے۔ اس کے متعلق یہ چیز شیعہ اور اہلِ سنت دونوں کی کتابوں میں درج ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ و ام المومنین اُمّ سلمہؓ کے ہاتھوں یہ سب انتظامات سرانجام پائے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کے لیے رہائشی مکان جو حضور علیہ السلام نے از خود عنایت فرمایا تھا اس کی لپائی صفائی اور دیگر متعلقہ سکونتی ضروریات یہ سب حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ نے مکمل کیں۔

چنانچہ اس عنوان کے اِتمام کے لیے ہم ذیل میں متعدد روایات (مع ترجمہ) دونوں حضرات کی کتابوں سے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ پہلی روایت مناقبِ خوارزمی میں منقول ہے، دوسری امالی شیخ طوسی میں مندرج ہے۔ تیسری روایت ابنِ ماجہ میں موجود ہے۔ علی الترتیب ملاحظہ ہوں:-

"خوارزمی کی روایت"

اُمّ ایمن روایت کرتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت علیؓ کو بلا لائی، وہ تشریف لاتے۔ پھر فرمایا: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَقُمْنَ أَزْوَاجُهُ

وَدَخَلْنَ الْبَيْتَ وَاَقْبَلْتُ وَجَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ مُطْرِقًا اِلَى الْاَرْضِ حَيَاءً مِنْهُ الخ (یعنی جب میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اُس وقت آنجناب حضرت عائشہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے (میرے آنے پر) ازواجِ مطہرات اُٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئیں۔ میں حضور علیہ السّلام کے سامنے حیاء کی وجہ سے سرنگوں بیٹھ گیا۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ تمہاری اہلیہ (سیّدہ فاطمہؓ) کو تمہارے ہاں رخصت کر دیں؟ تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں" درست ہے"۔ بڑی مہربانی اور نوازش ہوگی۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آج رات کو ہی بالکل رات ہم رخصتی کر دیں گے۔ اسی فرحت وسرور میں حضرت رسُولِ کریم کی خدمت سے میں واپس آنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی ازواجِ مطہرات کو ارشاد فرمایا کہ رخصتیٔ فاطمہؓ کی تیاری کریں۔ عمدہ لباس زیب تن کرائیں۔ خوشبو لگوائیں۔ فاطمہؓ کے لیے اُن کے رخصتی کے مکان میں بستر بنائیں"۔ پس ازواجِ مطہرات نے اس فرمانِ نبوی کے مطابق عمل درآمد کر دیا"۔

(کتاب مناقب خوارزمی صفحہ ۲۵۲ الفصل العشرون فی التزویج)

اسی عنوان کی مزید تشریح شیخ ابوجعفر طوسی کی "امالی" میں پائی جاتی ہے۔ روایت کی عبارت اس طرح ہے:

"فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) اِلَى النِّسَآءِ فَقَالَ مَنْ هٰهُنَا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اَنَا اُمُّ سَلَمَةَ وَهٰذِهٖ زَيْنَبُ وَهٰذِهٖ فُلَانَةُ[1] وَفُلَانَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ

---

[1] قولہ فلانۃ وفلانۃ الخ شیعہ رواۃ نے یہ الفاظ امّ المومنین عائشہ صدّیقہ وامّ المومنین حضرت حفصہؓ کے اسماء کی جگہ ذکر کیے ہیں تاکہ ان کا نام زبان پر ہی نہ لایا جائے۔ یہ کارروائی ان کے رواۃ کے قلبی عناد پر دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حسد و عناد کے مرض سے محفوظ فرمائے اور نبی کریم صلعم کے تمام خاندان کے ساتھ صحیح عقیدت نصیب فرما کر اتحاد و اتفاق کی دولت بخشے۔ (منہ)

اللہ (م) هَيِّئُوا لِابْنَتِي وَابْنِ عَمِّي فِي حُجْرَةٍ لِي بَيْتًا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فِي أَيِّ حُجْرَةٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ (م) قَالَ فِي حُجْرَتِكِ وَأَمَرَ نِسَاءَهُ أَنْ يُزَيِّنَّ وَيُصْلِحْنَ مِنْ شَانِهَا۔ الخ

(۲) امالی شیخ ابی جعفر الطوسی صن۲ ج ا، مطبوعہ عراق)

یعنی نبی کریم صلعم نے اپنی ازواجِ مطہرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کون کون یہاں موجود ہیں؟ تو اُمِّ سلمہؓ نے عرض کیا کہ مَیں اُمِّ سلمہؓ موجود ہوں، یہ زینبؓ ہیں۔ یہ فلاں و فلاں (یعنی عائشہؓ وحفصہؓ) بیٹھی ہیں (جو ارشاد ہو؟) فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہؓ اور چچا زاد برادر علیؓ کے لیے تیاری کریں۔ اُمِّ سلمہؓ نے عرض کیا کون سے حُجرہ میں (رخصتی کی تیاری کریں)؟ فرمایا تیرے مکان میں (یہ رخصتی کا انتظام ہو)۔ پھر ازواجِ مطہرات کو حکم دیا کہ جگہ مزیّن کریں اور ٹھیک طرح دیدہ زیب بنائیں۔"

اب ان ہر دو شیعی روایات کے بعد اہل السُّنّت کی کتاب ابن ماجہ "کتاب النکاح" باب الولیمہ والی روایت کو سامنے رکھیں تو عنوانِ بالا کا نقشہ پوری طرح واضح ہو جائے گا:

"عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ قَالَتَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُجَهِّزَ فَاطِمَةَ حَتّٰى نُدْخِلَهَا عَلٰى عَلِيٍّ فَعَمِدْنَا إِلَى الْبَيْتِ فَفَرَشْنَاهُ تُرَابًا لَيِّنًا مِنْ أَعْرَاضِ الْبَطْحَاءِ ثُمَّ حَشَوْنَا مِرْفَقَتَيْنِ لِيفًا فَنَفَشْنَاهُ بِأَيْدِينَا ثُمَّ أَطْعَمْنَا تَمْرًا وَزَبِيبًا وَسَقَيْنَا مَاءً عَذْبًا وَعَمَدْنَا إِلَى عُودٍ فَعَرَضْنَاهُ فِي الْبَيْتِ لِيُلْقٰى عَلَيْهِ الثَّوْبُ وَيُعَلَّقَ عَلَيْهِ السِّقَاءُ فَمَا رَأَيْنَا عُرْسًا أَحْسَنَ مِنْ عُرْسِ فَاطِمَةَ" (ابن ماجہ، کتاب النکاح۔ باب الولیمہ)

اس کا ترجمہ یہ ہے:

"جناب شعبی جناب مسروقؒ سے اور وہ حضرت عائشہؓ وام سلمہؓ سے روایت

کرتے ہیں کہ اُمّ المومنین عائشہؓ و اُمِّ سلمہؓ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں حکم فرمایا کہ علیؓ کی طرف فاطمہؓ کی رخصتی کی تم تیاری کرو۔ تو ہم نے وادئ بطحاء سے مٹی منگا کر رخصتی کے مکان کو لیپا پوچا، صاف کیا۔ پھر اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال ٹھیک کر کے دو گدّے تیار کیے۔ پھر کھجور اور منقّٰی سے خوراک تیار کی اور میٹھا پانی پینے کے لیے مہیا کیا۔ پھر اس مکان کے ایک کونہ میں لکڑی گاڑ دی تاکہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جا سکے۔ عائشہؓ و ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی"۔

اس عنوان کے آخر میں امالی طوسی کی وہ روایت درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس میں اِس نکاح کی تاریخ اور سن دریافت ہو سکے۔ طوسی لکھتے ہیں کہ

" رُوِیَ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ دَخَلَ بِفَاطِمَةَ عَلَیْہَا السَّلَامُ بَعْدَ وَفَاةِ اُخْتِہَا رُقَیَّةَ زَوْجَةِ عُثْمَانَ بِسِتَّةَ عَشَرَ یَوْمًا وَّ ذَالِکَ بَعْدَ رُجُوْعِہٖ مِنْ بَدْرٍ وَّذَالِکَ لِاَیَّامٍ خَلَتْ مِنْ شَوَّالٍ "

(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی، ج ۱ ص۲۲ طبع نجف اشرف عراق)

یعنی حضرت علیؓ کے ہاں حضرت فاطمہؓ کی رخصتی اُن کی بہن رقیہؓ (جو حضرت عثمانؓ کی زوجہ تھیں) کی وفات کے ۱۶ یوم بعد ہوئی۔ یہ رخصتی کا واقعہ جنگِ بدر کے بعد ہوا تھا اور شوال کے کچھ ایام گزر چکے تھے۔ (جنگ بدر ۲ھ میں پیش آئی تھی)

شیخ ابی جعفر الطوسی شیخ الطائفہ کی روایت ہٰذا نے مسئلہ واضح کر دیا کہ حضرت رقیہؓ نبی کریمؐ کی صاحبزادی جو حضرت فاطمہؓ کی بہن تھیں۔ یہ حضرت عثمان بن عفّان کی زوجہ تھیں، ان کا انتقال جنگِ بدر کے اختتام پر ہوا۔

مندرجات بالا کا ماحصل

مندرجہ بالا شیعہ سُنّی روایات کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) حضرت سیّدہ فاطمہؓ کی رخصتی کے انتظامات کے مشورے حضرت سیدہ عائشہؓ کے گھر میں طے ہوئے تھے۔

(۲) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عائشہؓ و اُمّ سلمہؓ کو ہی یہ انتظامات مکمّل کرنے کا فرمان دیا تھا۔

(۳) اس رخصتی کے متعلقہ انتظامات مثلاً اس مکان کی صفائی، لپائی، بستر کے گدّے تیار کرنا اور ان کی بھرائی کرنا۔ خوراک کے لیے کھجور و منقّیٰ کو مہیا کرنا پینے کے لیے میٹھے پانی کا انتظام کرنا۔ مکان میں کھونٹیوں کا نصب کرنا۔ یہ تمام کارکردگی حضرت عائشہؓ و اُمّ سلمہؓ کے ہاتھوں ہی مکمّل ہوئی۔ اور آخر میں انہوں نے اس مبارک تقریب پر تحسین و خوشنودی کا اظہار عمدہ ترین الفاظ میں کیا۔

ان تمام حالات و واقعات پر نظر ڈالنے سے (بشرطِ انصاف) واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان ابتدا سے ہی نہایت خوشگوار روابط اور تعلقات قائم تھے۔ ان کے مابین الفت و شفقت ہر مرحلہ پر ثابت رہی۔ اور ان کی آپس میں پیوستگی و ہمدردی ہر مقام پر موجود رہی۔ ان پاکدامن و پاک طینت بیبیوں کے درمیان کسی قسم کی عداوت و کشیدگی نہ تھی۔ ان کے باہمی انتشار و افتراق کی داستانیں بالکل بے اصل اور دروغ گوئی پر مبنی ہیں۔

حضرت سیّدہ عائشہ اور حضرتِ سیّدہ فاطمہؓ کے مزید تعلقات

اس ضمن میں چند واقعات حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کی شادی و نکاح کے بیان میں مذکور ہوئے۔ اب مزید چند چیزیں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو ان نیک فطرت بیبیوں کے باہمی اخلاص و عقیدت، روابط و مودّت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور لوگوں نے ان دو خانوادوں (گھرانۂ صدیقی و گھرانۂ مرتضوی) کے درمیان مشاجرت و

ومجادلت ومنافست ومنازعت کی جو تصویر کھینچی ہے اس کو بے بنیاد ثابت کرتی ہیں

(۱)

خاتونِ جنّت رضؓ کی تعریف حضرت عائشہ رضؓ کی زبانی

پہلے اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ دخترِ صدّیق اکبرؓ کی طرف سے حضرت سیّدہ خاتونِ جنت جنابِ فاطمہؓ کی عظیم مدح اور عمدہ تعریف ذکر کی جاتی ہے۔ یہ منقبت حضرت عائشہ رضؓ کی زبانی متعدد روایات میں موجود ہے لیکن ہم یہاں صرف چند ایک درج کرتے ہیں صاحب المستدرکؒ اور صاحب "الاستیعاب" لکھتے ہیں:

"...۔ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اِنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَشْبَهُ كَلَامًا وَحَدِيْثًا بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ وَكَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ اِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَرَحَّبَ بِهَا كَمَا كَانَتْ تَصْنَعُ هِيَ بِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

....عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ فَاطِمَةَ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ الَّذِيْ وَلَدَهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(۱) المستدرک للحاکم نیشاپوری، ج ۳۔ ص ۱۵۴۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱)

(۲) الاستیعاب لابن عبدالبر مع اصابہ لابن حجرؒ، تذکرہ فاطمہؓ)

یعنی اُمّ المومنین سیّدہ عائشہؓ ذکر کرتی ہیں کہ کلام و گفتگو کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فاطمہؓ سے زیادہ مشابہ میں نے کوئی نہیں دیکھا جب وہ نبی کریم صلعم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ فاطمہؓ کے لیے کھڑے ہو جاتے اس کو بوسہ دیتے اور مرحبا کہتے۔ اسی طرح فاطمہؓ بھی نبی کریم صلعم کے ساتھ اپنی آداب سے پیش آتی تھیں"

.... حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ سے زیادہ راست گو میں نے کوئی

آدمی نہیں دیکھا مگر ان کے والد شریف اس بات سے مستثنیٰ ہیں۔"

اِس روایت کے مطابق شیعی علماء نے بھی ایک روایت درج کی ہے جو حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اور شیخ عباس قمی شیعی نے "منتہی الآمال" جلد اول، دربیان فضائلِ حضرت فاطمہؓ میں تحریر کی ہے، لکھتے ہیں :-

"شیخ طوسی از عائشہؓ روایت کردہ است کہ می گفت ندیدم احدے را کہ در گفتار و سخن شبیہ تر باشد از فاطمہؓ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ چوں فاطمہؓ بہ نزد آنحضرت می آمد اورا مرحبا میگفت و دستہائے اورا می بوسید و در جائے خود می نشاند۔ چوں حضرت بخانۂ فاطمہؓ مے رفت برمیخاست و استقبال آنحضرت میکرد و مرحبا می گفت و دستہائے آں حضرت را مے بوسید۔"

(منتہی الآمال، جلد اول، باب فضائل فاطمہؓ ص۱۳۲ طبع تہران، شیخ عباس قمی نجفی خورد)

اسی طرح ابو نعیم اصفہانی نے "حلیۃ الاولیاء" جلد ثانی، تذکرہ سیّدہ فاطمہؓ میں حضرت عائشہؓ کا قول درج کیا ہے "قَالَتْ عَائِشَۃُ مَا رَأَیْتُ اَحَدًا قَطُّ اَصْدَقَ مِنْ فَاطِمَۃَ غَیْرَ اَبِیْھَا (حلیۃ الاولیاء، ج ۲ ص۴۲۔ تذکرہ فاطمہؓ)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہؓ سے زیادہ سچا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ البتہ ان کے والد شریف اس بات سے مستثنیٰ ہیں۔"

"مجمع الزوائد"، جلد تاسع، باب مناقبِ فاطمہؓ میں نور الدین ہیثمی نے اور حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ (تذکرۂ فاطمہؓ) جلد رابع میں عمرو بن دینار سے حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے

قَالَتْ عَائِشَۃُؓ مَا رَأَیْتُ قَطُّ اَحَدًا اَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَۃَ غَیْرَ اَبِیْھَا۔ اخرجہ الطبرانی فی ترجمۃ ابراھیم بن ھاشم من معجم الاوسط وسندہٗ صحیح علی شرط الشیخین الخ۔"

یعنی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فاطمہؓ سے بہتر اور افضل

میں نے کوئی آدمی نہیں دیکھا۔"

(۱) مجمع الزوائد، نور الدین ہیثمی، ج ۹، ص۲۰۱)

(۲) اصابہ لابن حجر معہ استیعاب، ج ۴، ص۳۶۶ (تذکرہ فاطمہؓ)

حضرت عائشہؓ کے ان اقوال پر نظر کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی ازواجِ مطہرات اور دخترانِ رسولِ خدا صلعم کے درمیان ایک دوسرے کے حق میں قدردانی کے جذبات موجود تھے اور باہمی احترام اور عقیدت پوری طرح موجود تھی۔

(۲)

زبانِ نبوت سے فاطمہؓ کو حُبِّ عائشہؓ کی تلقین

اب ہم ایک اور واقعہ ناظرین کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں جس میں اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہؓ اُمّ المومنین کے ساتھ محبت قائم رکھنے کی خصوصی تلقین فرمائی۔ یہ روایت امام مسلمؒ، مسلم شریف جلد دوم، باب فضائلِ عائشہؓ میں لائے ہیں۔ اس کی عبارت بمع ترجمہ درج کی جاتی ہے۔ نیز یہ روایت علامہ نسائی نے اپنی کتاب سُننِ نسائی، کتاب عشرۃ النساء، جلد ثانی ص۱۶۵ میں من وعن درج کی ہے بالکل قلیل سے لفظی تفاوت کے ساتھ۔

إِنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلعم فَاسْتَأْذَنَتْ عَلَيْهِ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ مَعِي فِي مِرْطِي فَأَذِنَ لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) إِنَّ أَزْوَاجَكَ أَرْسَلْنَنِي إِلَيْكَ يَسْأَلْنَكَ الْعَدْلَ فِي ابْنَةِ أَبِي قُحَافَةَ وَأَنَا سَاكِتَةٌ قَالَتْ فَقَالَ لَهَا أَيْ بُنَيَّةُ أَلَسْتِ تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ قَالَتْ بَلَى۔ قَالَ فَأَحِبِّي هٰذِهِ قَالَتْ فَقَامَتْ فَاطِمَةُ حِينَ سَمِعَتْ ذٰلِكَ مِنْ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَتْ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صلعم۔ فَاَخْبَرَتْھُنَّ بِالَّذِیْ قَالَتْ وَبِالَّذِیْ قَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ لَھَا مَا نَرَاكِ اَغْنَیْتِ عَنَّا مِنْ شَیْءٍ فَارْجِعِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُوْلِیْ لَہٗ اَنَّ اَزْوَاجَكَ یَنْشُدْنَكَ الْعَدْلَ فِیْ اِبْنَۃِ اَبِیْ قُحَافَۃَ فَقَالَتْ فَاطِمَۃُ وَاللّٰہِ لَا اُکَلِّمُہٗ[۱] فِیْھَا اَبَدًا ۔ الخ

(۱) مسلم شریف، ج ۲ ص ۲۸۵ (۲) سنن نسائی، جلد ۲ ص ۸۷)

واقعہ ہذا کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"اُمّ المومنین عائشہؓ ذکر کرتی ہیں کہ (ایک دفعہ) ازواجِ مطہرات نے فاطمہ بنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسولِ خدا صلعم کی خدمت میں بھیجا۔ فاطمہؓ تشریف لائیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کی حضرت نبی کریم صلعم میرے گھر میں استراحت فرما تھے۔ اجازت ہوئی، فاطمہؓ اندر تشریف لائیں۔ عرض کرنے لگیں کہ یا رسول اللہ! آپ کی ازواج نے مجھے آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ آپ ہمارے اور ابوبکرؓ کی دختر (عائشہؓ کے درمیان (اُلفت میں اور ہدایا وتحائف وغیرہ میں) مساوات وبرابری قائم رکھیں۔ عائشہ کہتی ہیں کہ میں خاموش سُن رہی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جواب میں فرمایا "اے پیاری بیٹی! جس سے میں محبت رکھتا ہوں تو اس سے محبّت نہیں رکھتی؟ فاطمۃ الزہراؓ نے عرض کیا، جی ہاں! (محبت رکھتی ہوں)، تو آپ نے فرمایا

---

[۱] قولہٗ لا اکلمہ فیہا ابدًا فلم تتکلم حتیٰ ماتت کا جملہ جو مطالبۂ فدک والی روایت میں پایا جاتا ہے اگر ظنِ راوی نہ بنایا جائے اور بالفرض اصل روایت کا ٹکڑا تسلیم کرلیا جائے تو اس کا محمل اس جملہ (و ﷲ لا اکلمہ فیہا ابدًا) کی روشنی میں متعین کیا جاسکتا ہے یعنی لم تتکلم فی ذالک الامر مراد ہے۔ فافہم (الحدیث یفسر بعضہ بعضًا) (منہ)

"عائشہؓ سے محبت رکھو"

عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب یہ جواب فاطمہؓ نے نبی کریم صلعم سے سُنا تو اُٹھ کر ازواج کی طرف واپس آگئیں اور تمام (سوال و جواب) ان کو سُنایا تو ازواج نے کہا کہ تم نے ہمارے فائدہ کی بات نہیں کی۔ تو پھر اس کام کے لیے نبی کریم کے پاس واپس جا۔ تو فاطمہؓ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم میں اِس چیز کے لیے پھر حضرتؐ کے پاس جا کر کبھی بھی کلام نہیں کروں گی"

اِس واقعہ نے صاف صاف تبلا دیا کہ جس طرح سابقہ روایات کی روشنی میں عائشہ صدّیقہ حضرت فاطمہؓ کے فضائل و مناقب کی صدق دل سے قائل اور مُقِر تھیں۔ اسی طرح سیّدہ فاطمہؓ بھی حضرت عائشہؓ سے پُوری طرح محبت والفت رکھتی تھیں۔ اُمّ المومنین و اُمّ المومنات ہونے کی وجہ سے تو حضرت عائشہؓ کا احترام سیّدہ فاطمہؓ کے لیے اپنی جگہ لازم تھا لیکن رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی تلقین اور فرمان کے تحت عائشہ صدّیقہ کی محبت کو دل میں جگہ دینا ان کے لیے اور واجب ہو گیا۔

محبوبۂ محبوبِ خدا کے ساتھ حضرت فاطمہؓ یقیناً دل سے مودّۃ و اخلاص رکھتی تھیں۔ اِس چیز میں کچھ اشتباہ نہیں۔

(۲۳)

سیّدہ عائشہؓ و سیّدہ فاطمہؓ کا باہمی اعتماد و اعتبار

اِسی سلسلہ میں مزید ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جس میں سیّدہ عائشہؓ اور سیّدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین اعتماد و اعتبار کا پُورا نمونہ دکھائی دیتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ استفسارِ مسائل میں یا پیش آمدہ واقعات کے ساتھ استدلال کرنے میں کوئی انقباض نہیں ہے۔

مُسند احمد، ج ۶، ص ۲۸۲، حدیثِ فاطمہؓ میں منقول ہے:۔

... قَالَتْ (اُمُّ سُلَيْمَانَ) دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهَا عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِیْ فَقَالَتْ قَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْهَا ثُمَّ رَخَّصَ فِیْهَا۔ قَدِمَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ مِنْ سَفَرٍ فَاَتَتْهُ فَاطِمَةُ بِلَحْمٍ مِنْ ضَحَایَاهَا فَقَالَ اَوَلَمْ یَنْهَ عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ اِنَّهٗ قَدْ رَخَّصَ فِیْهَا قَالَتْ فَدَخَلَ عَلِیٌّ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهٗ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ لَهٗ كُلْهَا مِنْ ذِی الْحِجَّةِ اِلٰی ذِی الْحِجَّةِ۔" (مسند احمد، احادیث فاطمہؓ، ج ۶، ص ۲۸۲، طبع مصری)

حاصل یہ ہے کہ "اُمّ سُلیمان کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ (اُمّ المومنین) کے پاس گئی میں نے اُن سے قربانیوں کے گوشت کے متعلق مسئلہ دریافت کیا تو اُمّ المومنین عائشہؓ نے کہا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے) ان سے منع کیا تھا، پھر ان کے استعمال کی اجازت دے دی۔ (وجہ یہ ہے) کہ علی بن ابی طالب سفر سے تشریف لاتے تو حضرت فاطمہؓ نے اپنی قربانیوں کا گوشت ان کی خدمت میں پیش کیا تو علیؓ کہنے لگے کہ حضرتؐ نے اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا تھا؟ تو فاطمہؓ نے کہا کہ (اب) حضرتؐ نے رخصت دے دی ہے۔ پس علی المرتضیٰؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور قربانی کے گوشت کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اس کو ہمیشہ استعمال کر سکتے ہو (رخصت ہو گئی ہے)۔"

نتیجہ یہ ہے کہ قربانیوں کے گوشت کے مسئلہ کی خاطر حضرت عائشہؓ نے واقعہ مذکورۂ بالا کو بطورِ استدلال پیش کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان بزرگوں میں باہمی کسی قسم کا اجتناب و افتراق نہ تھا بلکہ ایک دوسرے کے حق میں کامل اعتماد و اعتبار رکھتے تھے اور مخلصانہ طریقہ سے ان کے درمیان صدق معاملہ جاری و ساری رہتا تھا۔

اس واقعہ کے ساتھ ایک اور روایت ملاحظہ کر لی جائے جس میں ان حضرات کی

باہمی صاف دلی اور عدم کدورت عمدہ طریقہ سے واضح ہو رہی ہے۔ روایت ہذا مسند ابی داؤد طیالسی اور بخاری شریف میں مذکور ہے۔

"قَالَ (ابْنُ اَبِیْ لَیْلٰی) حَدَّثَنَا عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اِنَّ فَاطِمَۃَ اشْتَکَتْ مَا تَلْقٰی مِنْ اَثَرِ الرَّحٰی فِیْ یَدِھَا فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَتْ فَلَمْ تَجِدْہُ وَلَقِیَتْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا فَاَخْبَرَتْھَا فَلَمَّا جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْہُ عَائِشَۃُ بِمَجِیْءِ فَاطِمَۃَ اِلَیْہِ فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَھَبْنَا نَقُوْمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی مَکَانِکُمَا فَقَعَدَ بَیْنَنَا حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَیْہِ عَلٰی صَدْرِیْ فَقَالَ اَلَا اُعَلِّمُکُمَا خَیْرًا مِمَّا سَاَلْتُمَا اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَکُمَا اَنْ تُکَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ وَتُسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَتَحْمَدَاہُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمَا مِنْ خَادِمٍ"

(۱) مسند ابی داؤد الطیالسی، جلد اول ص۱۶ ۔ احادیث علی بن ابی طالب۔

(۲) بخاری شریف، ج ۱ ص۴۳۹ ۔ باب الدلیل علی ان الخمس لنوائب۔

(۳) بخاری شریف جلد ثانی ص۸۰۶، ۸۰۸ ۔ باب عمل المرأۃ فی بیت زوجہا۔

"ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ مجھے علی المرتضیٰؓ نے بیان کیا کہ فاطمہؓ کو چکی پیستے پیستے ہاتھوں پر آبلے ہو گئے (یا گھٹے پڑ گئے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (ضرورت پیش کرنے کے لیے) آئیں تو حضرت گھر موجود نہ تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت عائشہؓ سے مل کر اپنی ضرورت ذکر کی (کہ میں اس کام کی خاطر آئی تھی) جب نبی کریم صلعم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے بتلایا کہ فاطمہؓ اس ضرورت کے لیے آئی تھیں (یہ پیغام ملنے پر) نبی کریمؐ فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت ہم سو رہے تھے، آپؐ کی تشریف آوری پر ہم اٹھنے لگے۔ آپ نے فرمایا

کہ اپنی اپنی جگہ لیٹے رہو اور ہمارے درمیان میں آکر حضورؐ تشریف فرما ہوئے۔ آپؐ کے پاؤں مبارک میرے سینے کو چھو رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس چیز (یعنی خادم کا) تم نے مطالبہ کیا ہے اس سے بہتر چیز تم کو تعلیم کرتا ہوں جس وقت اپنے بستر پر آرام کرنے لگو اس وقت چونتیس ۳۴ بار اللہ اکبر اور تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ اور تینتیس ۳۳ بار الحمد للہ پڑھا کرو (یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر چیز ہے)۔"

اس روایت نے صاف بتلا دیا کہ ان نیک فطرت ہستیوں میں ایک دوسرے کے ساتھ کدورت اور منافرت بالکل نہیں تھی اور ان کا آپس میں انقباض واجتناب ہرگز نہیں تھا۔ تہاجر اور تعاند کی میل سے ان کے دل کا آئینہ صاف تھا۔ تکدر اور تنفر کی دبا سے ان کا ضمیر محفوظ تھا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس ورد کا نام "تسبیحِ فاطمہؓ" ہے اور سعادتمند مسلمان اس وظیفہ کو جاری رکھتے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاک گھرانہ کے یہ اَوراد اُمت میں جاری وساری رہنے چاہییں تاکہ ان کی برکات سے ہمیشہ ہمیشہ نفع ہوتا رہے۔ نیز علماء نے اس ورد کی ایک ظاہری تاثیر بھی ذکر کی ہے کہ اگر رات کو سوتے وقت وردِ مذکور اخلاص کے ساتھ پڑھ لیا جائے تو تمام دن بھر کی بدنی کوفت زائل ہو جاتی ہے۔

---

(۴)

سیدہ فاطمہؓ کا حضرت عائشہؓ کو اہم رازدارانہ گفتگو سے مطلع کرنا

یہاں ہم وہ روایت ذکر کرتے ہیں جس میں یہ مضمون مروی ہے کہ سیدہ فاطمہؓ نے حضرت عائشہؓ کو ایک اہم مخفی چیز کی اطلاع کی تھی اور پھر حضرت عائشہؓ کے ذریعہ تمام اُمت اس مخفی نعمت سے آگاہ ہوئی۔ مسلم شریف۔ باب فضائلِ فاطمہؓ جلد ثانی میں یہ حدیث حضرت

عائشہ صدیقہ ام المومنین رضؓ سے مروی ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهٗ لَمْ يُغَادِرْ مِنْهُنَّ وَاحِدَةٌ فَاَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِيْ مَا تُخْطِئُ مِشْيَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَلَمَّا رَاٰهَا رَحَّبَ بِهَا فَقَالَ مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهٖ اَوْ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا فَلَمَّا رَاٰى جَزَعَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ لَهَا خَصَّكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهٖ بِالسِّرَارِ ثُمَّ اَنْتِ تَبْكِيْنَ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا كُنْتُ اُفْشِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم سِرَّهٗ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِيْ عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَّا حَدَّثْتِنِيْ مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَمَّا الْاٰنَ فَنَعَمْ! اَمَّا حِيْنَ سَارَّنِيْ فِي الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ وَاَنَّهٗ عَارَضَهُ الْاٰنَ مَرَّتَيْنِ وَاِنِّيْ لَا اَرَى الْاَجَلَ اِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ فَاِنَّهٗ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَكِ قَالَتْ فَبَكَيْتُ بُكَائِيَ الَّذِيْ رَاَيْتِ فَلَمَّا رَاٰى جَزَعِيْ سَارَّنِي الثَّانِيَةَ فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَالَتْ فَضَحِكْتُ ضَحِكِيَ الَّذِيْ رَاَيْتِ"

(۱) مسلم شریف، جلد ثانی، ج ۲ ص ۲۹۰ ۔ باب فضائل فاطمہ

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر، ص ۳۶۳ ۔ ۳۶۴ مطبوعہ جلد ۴ ۔ تذکرہ فاطمہ

(۳) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، ص ۳۹ ۔ ۴۰، جلد ثانی، تذکرہ فاطمہ

اِس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ:

"جناب مسروقؒ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ (ایک دفعہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمام ازواجِ مطہرات موجود تھیں۔ حضرت فاطمۃؓ تشریف لائیں۔ آپ کی چال اپنے والد شریف کی رفتار کے عین مطابق تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آتے دیکھا تو مرحبا فرمایا اور اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ پھر ان کے کان میں آہستہ سے ایک بات بیان فرمائی، وہ بے ساختہ رونے لگیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کی پریشانی دیکھ کر دوبارہ سرگوشی فرمائی تو آپ ہنسنے لگیں۔ (حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ) مَیں نے فاطمۃؓ کو کہا کہ حضرت نے مخفی بات کے لیے تجھے تمام اَزواج کے مقابلہ میں مختص فرمایا ہے پھر آپ روتی ہیں؟

جب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (وہاں مجلس سے) تشریف لے گئے تو مَیں نے فاطمۃؓ کو کہا کہ وہ کیا بات تھی جو حضرتؐ نے آپ کو مخفی طور پر کان میں کہی۔ فاطمہؓ نے جواب دیا کہ حضرتؐ کے راز کو مَیں افشا و اظہار کرنا پسند نہیں کرتی۔ جب حضرت نبی کریمؐ کا انتقال ہو گیا تو (عائشہؓ فرماتی ہیں کہ) مَیں نے فاطمہؓ کو کہا کہ اس حق کی بنا پر جو میرا تجھ پر ہے (یعنی مَیں تیری ماں ہُوں) تجھے قسم دے کر دریافت کرتی ہوں کہ نبی کریمؐ نے وہ کونسی چیز بطور سرگوشی تجھے ذکر فرمائی تھی؟ فاطمہؓ نے جواب دیا کہ ہاں اب میں بیان کروں تو کوئی حرج نہیں۔ (حضرت فاطمۃؓ فرماتی ہیں کہ) جب پہلی دفعہ سرگوشی کی تو فرمایا جبریلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ میری وفات قریب آ گئی (اے فاطمہؓ) صبر کرنا اور اللہ سے ڈرنا۔ مَیں تیرے لیے عمدہ پیش رو ہُوں۔ یہ سُن کر مَیں رونے لگی جیسا کہ تم نے مجھے دیکھا۔ پھر میری بے قراری و پریشانی دیکھ کر دوسری بار فرمایا اَے فاطمہؓ کیا تو اِس چیز پر خوش نہیں کہ تو تمام مومن عورتوں کی سردار بنے؟ اس پر مَیں ہنسنے لگی جیسا کہ تم نے

مشاہدہ کیا۔"

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ حضرت فاطمہؓ کی عظیم فضیلت کی یہ روایت جو حضرت عائشہؓ کے ذریعہ سے مروی ہے، یہ شیعہ مصنفین اور شیعی علماء معتبرین و مجتہدین نے بھی اپنی معتبر تصانیف میں درج کی ہے۔ الفاظِ روایت میں قلیل سا فرق پایا جاتا ہے۔ اصل مضمون موافق و مطابق ہے۔ خوفِ طوالت کی وجہ سے یہاں تمام عبارات نقل کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔ صرف حوالہ جات پیش کر دینے پر اکتفا کی گئی ہے۔ یہ روایت نقل کرنے کے بعد شیعی مجتہدین نے اس پر کوئی نقد و جرح نہیں کی جو قبولیت کی دلیل ہے (۱) اوّل یہ روایت شیخ ابو جعفر (محمد بن حسن) الطوسی متوفی ۴۶۰ھ نے اپنی باسند کتاب "امالی شیخ طوسی، جلد ثانی ص۱۴ پر درج کی ہے۔ (۲) دوسرے ابن شہر آشوب متوفی ۵۸۸ھ نے اپنے مناقب، جلد رابع، فصل فی وفاتہا (زہراء) ص۲۵ میں ذکر کی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر شیعہ علماء نے بھی اپنی کتب میں اس کا ذکر کیا ہے

نتیجۂ کلام

اس مُسلّمہ بین الفریقین واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور آپؐ کی ازواجِ مطہرات میں ایک دوسرے کے ہاں جیسے نبی کریم صلعم کے مقدس دور میں آمد و رفت جاری رہتی تھی ویسے ہی حضورؐ کے بعد بھی باہمی نشست و برخاست جاری رہی۔ یہ چیز آپس کی خوش خلقی و خوشگواری پر دال ہے۔

(۲) جس طرح ان پاکدامنوں میں ایک دوسرے کا احترام اور اعزاز و اکرام حضورؐ کے سامنے تھا انتقالِ نبوی کے بعد بھی ویسا ہی قائم رہا۔

(۳) سیدہ فاطمہؓ اور نبی کریم صلعم کی رازدارانہ گفتگو کی حضرت عائشہؓ کے ہاں اتنی قدر و منزلت تھی کہ وصالِ نبوی کے بعد بھی فاطمہؓ سے قسمیں دلا کر دریافت کیا اور فاطمہؓ کی اس عظیم فضیلت کو تمام اُمّت کے سامنے قیامت تک منتشر و مشتہر کر دیا

(۹) پوری اُمت میں سیدہ فاطمہ کی اس شانِ فضیلت کی تشہیر و تبلیغ کرنے والی صرف سیدہ عائشہ صدیقہ ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان دونوں پاک بیبیوں کے درمیان آشنائی، ہم نشینی، دوستداری، غمخواری اور قدردانی جیسی بہترین صفات ہمیشہ قائم و دائم رہیں اور انہی اوصاف پر ان کا اختتام نیک سرانجام ہوا۔

حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عائشہؓ کا باہمی علمی اعتماد

گذشتہ صفحات میں اُمّ المومنین سیدہ عائشہؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے باہمی روابط و تعلقات کے کئی واقعات پیش کیے گئے ہیں جو ان کے باہمی حُسنِ سلوک اور صدق معاملہ کے آئینہ دار ہیں۔

اب سیدہ عائشہؓ اُمّ المومنین اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کے آپس میں علمی اعتماد، وثوق اور ارتباط پر دلالت کرنے والے چند واقعات تحریر کیے جاتے ہیں۔

(۱)

امام احمد نے مُسند احمد جلد اول مُسنداتِ مرتضوی میں متعدد مقامات پر واقعہ ہذا درج کیا ہے۔ اور امام مُسلم نے مُسلم شریف جلد اول، باب التوقیت فی المسح میں یہ ذکر کیا ہے کہ:

"عَنْ شُرَیْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ سَلْ عَلِيًّا فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِهٰذَا مِنِّي كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَسَأَلْتُ عَلِيًّا فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ"

(۱) مُسند امام احمد ج ۱ ص ۹۶، مسندات علیؓ (۲) مُسلم شریف ج ۱ ص ۱۳۵

(۳) المصنف لعبد الرزاق، جلد اوّل ص ۲۰۳۔

حاصل یہ ہے کہ:

"شریح نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مسح خفّین کا مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ علی المرتضیٰؓ سے جا کر پوچھیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ وہ سفر کیا کرتے تھے۔ اس مسئلہ میں وہ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ پھر میں نے علی المرتضیٰ سے یہی مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ مسافر کے لیے تین دن رات موزوں پر مسح کرنا درست ہے اور مقیم (گھر میں رہنے والے) کے لیے ایک دن رات صحیح ہے۔"

(۲)

دوسرا مسئلہ عاشوراء کے روزہ کا پیش آیا۔ اس طرح کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے عاشوراء کے صوم کا حکم بیان کیا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا یہ حکم کس نے بیان کیا ہے؟ لوگوں نے کہا علی المرتضیٰؓ نے، اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا وہ سنتِ نبوی کو لوگوں میں سب سے بہتر جاننے والے ہیں۔ اس مفہوم کو ناظرین کرام مندرجہ ذیل دو حوالہ جات میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ عربی عبارات من وعن نقل کی گئی ہیں:

(۱) استیعاب لابن عبدالبر ترجمہ علی بن ابی طالب میں مذکور ہے:

"عَنْ جُبَیْرٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَنْ اَفْتَاکُمْ بِصَوْمِ عَاشُوْرَاءَ قَالُوْا عَلِیٌّ، قَالَتْ عَلِیٌّ؟ اَمَا اَنَّهٗ لَاَعْلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّةِ۔"

(الاستیعاب، ج ۳، ص۴۲ تذکرہ علی المرتضیٰ معہ الاصابہ)

(۲) کنز العمال میں ہے:

"عَنْ جَسْرَةَ بِنْتِ دُجَاجَةَ قَالَتْ قِیْلَ لِعَائِشَةَ اَنَّ عَلِیًّا اَمَرَ بِصِیَامِ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ قَالَتْ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ بَقِیَ بِالسُّنَّةِ۔"

(کنز العمال، ج ۴ ص۳۴۳ بحوالہ ابن جریر، طبع اول تختی کلاں۔

اِن واقعات سے معلوم ہوا کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنتِ صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے درمیان کسی قسم کی کشیدگی اور رنجیدگی نہ تھی۔ انہیں ایک دوسرے کا احترام واعزاز ملحوظِ خاطر رہتا تھا۔ اگر خاندانِ صدیق اور خانوادہ مرتضوی کے درمیان منازعت ومنافشت قائم ودائم ہوتی جیسا کہ شیعہ دوستوں نے مشہور کر رکھا ہے تو ان کے درمیان اس نوع کے اتحاد وارتباط کے مواقع کیسے پیش آسکتے تھے۔

ناظرینِ کرام پر واضح رہے کہ مصنف عبدالرزاق، ج ۳، ص ۱۲۸ میں عورت کے لیے نماز میں کس قدر تستر اور پردہ کی ضرورت ہے؟ یہ سوال بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچایا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصدیق کی۔

خوشتر مراسم کا ایک اور واقعہ

حضرت علی المرتضیٰؓ کی والدہ محترمہ کے دفنانے میں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمات

قبل ازیں حضرت علیؓ کی اہلیہ محترمہؓ کے متعلقہ واقعات ذکر کیے گئے ہیں اب حضرت علیؓ کی والدہ صاحبہ کے آخری اوقات کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

شیر خدا کی والدہ مکرمہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے ایمان کی دولت سے مشرف ہوئیں ہجرت کی سعادت بھی ان کو نصیب ہوئی۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔

واقعہ وفات میں جہاں اور صحابہ کرامؓ نے خدمات سرانجام دیں وہاں حضرت عمرؓ و ابوبکرؓ صدیق نے بھی رفاقت کا ثبوت پیش کیا۔ محدث طبرانی نے اپنی تصنیف معجم الکبیر و اوسط میں اس موقعہ کے حالات کو ذیل کی روایت میں درج کیا ہے۔ چنانچہ طبرانی سے صاحب "مجمع الزوائد" (ہیثمی) اور صاحب "جمع الفوائد" نے نقل کیا ہے:

عَنْ اَنَسٍ لَمَّا تُوُفِّيَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَسَدٍ (ام علی) دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا فَقَالَ رَحِمَكِ اللّٰهُ يَا اُمِّي كُنْتِ اُمِّي بَعْدَ اُمِّي .... ثُمَّ خَلَعَ قَمِيْصَهٗ فَاَلْبَسَهَا اِيَّاهُ وَكَفَّنَهَا بِبُرْدٍ فَوْقَهٗ ثُمَّ دَعَا اُسَامَةَ وَاَبَا اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيَّ وَعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَغُلَامًا اَسْوَدَ يَحْفِرُوْنَ فَحَفَرُوْهَا فَلَمَّا بَلَغَ اللَّحْدَ حَفَرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَاَخْرَجَ تُرَابَهٗ بِيَدِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ دَخَلَ فَاضْطَجَعَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمِّي فَاطِمَةَ بِنْتِ

اَسَدٍ وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مُدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْاَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ قَبْلِيْ فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَكَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا وَاَدْخَلَهَا اللَّحْدَ هُوَ وَالْعَبَّاسُ وَاَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ "

(۱) مجمع الزوائد لنورالدین الہیثمی جلد تاسع، ص ۲۵۶-۲۵۷۔ باب مناقب فاطمہ بنت اسد)

(۲) جمع الفوائد لمحمد بن سلیمان الفاسی المغربی جلد ثانی، ص ۴۰۸۔ طبع جدید لائل پور)

(حاصل یہ ہے) "انسؓ کہتے ہیں کہ علی المرتضیٰ کی والدہ مسماۃ فاطمہ بنت اسد کا جب انتقال ہوا تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر اس کے سر کی جانب بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ اے فاطمہؓ بنت اسد آپ میرے لیے میری والدہ کے بعد والدہ کے قائم مقام تھیں .... (جب غسل دینے کے بعد کفنانے کا موقعہ آیا) تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنا قمیص مبارک اُتار کر دیا اور کفن کے ساتھ اس کو پہنایا گیا پھر آپؐ نے اُسامہؓ و ابو ایوبؓ انصاری و عمر بن الخطاب اور غلام اسود کو بلا کر قبر کھودنے کے لیے ارشاد فرمایا ان حضرات نے قبر کھودی۔ جب لحد بنانے لگے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے ہاتھ شریف سے لحد تراش کر کے اس کی مٹی نکالی۔ جب قبر تیار ہو گئی تو حضور علیہ السلام قبر میں (تھوڑی دیر کے لیے) اُتر کر لیٹ گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرتے ہیں مارتے ہیں، خود زندہ ہیں ان پر موت نہیں آتی۔ اے اللہ! فاطمہ بنتِ اسد کی مغفرت فرما دیجیے اس کو صحیح جواب سمجھا دیجیے اور اس کی قبر کو فراخ فرمائیے میرے وسیلہ سے اور سابقہ انبیاء کرام کے توسل سے۔ تو ارحم الراحمین ہے۔ اور فاطمہ بنت اسد پر چہار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی۔ پھر لحد میں خود نبی کریمؐ اور عباسؓ بن عبدالمطلب اور ابوبکر الصدیقؓ نے اتارا۔"

فوائدِ روایت

(۱) فاطمہؓ بنت اسد کا جنازہ نبی اقدس صلعم نے چہار تکبیروں کے ساتھ ادا فرمایا اور خلفاءِ اربعہ اس میں شامل تھے۔

(۲) حضرت علیؓ کی والدہ کی قبر کھودنے میں حضرت عمرؓ شریک تھے۔

(۳) اور ان کو لحد میں اتارنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ساتھ تھے۔

یہ تمام چیزیں باہم بہترین مراسم کی خاطر درخشندہ نشانات ہیں اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے لیے علامات ہیں۔

ایک تنبیہ

جن لوگوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور حضور علیہ السّلام کے قریبی رشتہ داروں میں منازعت، منافشت، مقاطعت، مخاصمت جیسی مذموم صفات کے ساتھ مکدّر فضا دکھلانا منظورِ خاطر ہوتا ہے، ان کے سامنے جس قدر ذخیرۂ روایات ہے وہ مندرجۂ ذیل کیفیات سے خالی نہیں۔

۱ - وہ روایات از رُوئے اسنادِ مُحدّثین کے نزدیک صحیح نہیں ہوتیں۔ ان کے راوی کذّاب، دروغ گو، شیعہ، ضعیف، متروک، مُنکر الحدیث، اور گوناگوں جرح کے ساتھ مجروح ہوتے ہیں۔

۲ - بالفرض اگر وہ روایت سنداً صحیح ہوتی ہے تو اس کے الفاظ و عبارت کا مطلب و مقصد کچھ ہوتا ہے اور یہ لوگ قلبی عناد کی وجہ سے حق سے انحراف کرتے ہوئے اس سے دوسرا مفہوم اخذ کر لیتے ہیں۔ اس وقت یہ مثال صادق آتی ہے " کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِہِ الْبَاطِلُ "۔ یا یوں کہیے کہ " تَوْجِیْہُ الْقَوْلِ بِمَا لَا یَرْضٰی بِہٖ قَائِلُہٗ "۔

۳ - تیسری یہ صورت ہوتی ہے کہ سنداً روایت درست ہے۔ اصل روایت کا متن بھی ٹھیک ہے لیکن متنِ روایت میں رُواۃ کی طرف سے کچھ ملاوٹ اور تخلیط کر دی گئی ہے۔ اس اصل روایت میں اختلاط کو اِس فن کا واقف کار ہی معلوم کر سکتا ہے، ہر شخص کا کام نہیں ہوتا۔ اس متن میں آمیخت کی وجہ سے اصل مضمون میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور بعض اوقات اس وجہ سے روایت قابلِ تسلیم نہیں رہتی۔

اِن معروضات کے بعد ہم ناظرین با تمکین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ:

مشاجرات اور مطاعن کی وہ روایات جو ناقدینِ صحابہؓ کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں اور مسلمانوں میں پھیلائی جاتی ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر اور دیکھ سُن کر ردّ و قبول میں جلد بازی نہ کریں اور پریشان خاطر نہ ہوں۔ وہ روایات مندرجۂ بالا اقسام کی ہوتی ہیں۔ خدا کا کلام سچا ہے۔ علیمٌ بذاتِ الصُّدور کا فرمانِ مقدّس ہے کہ "حضور علیہ السلام کی تمام جماعت آپس میں مہربان ہے" اِس قسم کی اخبار آحاد اور مذکورہ نوعیت کی تاریخی روایات نصِ قطعی کے مقابلہ میں قابلِ التفات نہیں قرار دی جا سکتیں۔

حضرت عائشہؓ کی جانب سے حضرت علیؓ کے حق میں دعا و ثنا کے کلمات

—— حضرت عائشہ صدیقہؓ بنتِ صدیقؓ نے ایک خاص موقعہ پر حضرت علیؓ کے متعلق مدح و ثنا کے کلمات ارشاد فرماتے تھے۔ روایتِ ذیل میں وہ مذکور ہیں ان کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ مسند احمد میں حضرت علیؓ کے مسندات کے تحت لکھا ہے:۔

.. قَالَتْ فَمَا قَوْلُ عَلِيٍّ حِيْنَ قَامَ عَلَيْهِ لِمَا يَزْعَمُ اَهْلُ الْعِرَاقِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَتْ هَلْ سَمِعْتَ مِنْهُ اَنَّهُ قَالَ غَيْرَ ذَالِكَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَا ! قَالَتْ اَجَلْ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ يَرْحَمُ اللّٰهُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّهُ كَانَ مِنْ كَلَامِهِ لَا يَرٰى شَيْئًا يُعْجِبُهُ اِلَّا قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، فَيَذْهَبُ اَهْلُ الْعِرَاقِ يَكْذِبُوْنَ عَلَيْهِ وَيَزِيْدُوْنَ عَلَيْهِ فِي الْحَدِيْثِ ۔

(مسند احمد ص ۸۶-۸۷ جلد اول تحت مسندات علی المرتضیٰؓ)

حاصل کلام یہ ہے کہ روایت کنندہ کہتا ہے کہ عبداللہ بن شداد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا ہم دیگر حاضرین بھی موجود تھے وہ عراق سے ان ایام میں آیا تھا جب حضرت علیؓ شہید کر دیئے گئے تھے۔ صدیقہ بنت صدیقؓ نے ابن شداد کو فرمایا کہ جس قوم کے حالات کے متعلق (جن کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا) تم سے میں دریافت کروں تو تو ٹھیک ٹھیک بیان کر دیگا تو عبداللہ نے کہا کہ کیوں نہیں! ضرور صحیح بیان کروں گا حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ان کے واقعات بیان کیجیے۔ ابن شداد نے کہا کہ جب حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ سے مصالحت و صلح کی گفتگو کی اور متنازعہ فیہ معاملہ میں دو حَکَم (یعنی فیصلہ کنندگان) تسلیم کر لیے تو لوگوں میں سے آٹھ ہزار آدمی (قراء) حضرت علیؓ کے خلاف ہو گئے اور کوفہ کے ایک طرف حروراء کے مقام میں مدمقابل بن کر سامنے آگئے۔ قتل و قتال تک نوبت پہنچی۔ (غیرہ من التفصیلات

ذکر کیں۔

حضرت عائشہؓ نے ابن شداد سے دریافت کیا کہ اہل عراق (نماری) جب علیؓ کے مقابل ہو گئے تو علیؓ بن ابی طالب کیا کلام کرتے تھے تو عبداللہ نے کہا کہ میں نے سنا آپؓ فرماتے تھے صدق اللہ و رسولہ (اللہ اور اسکے رسولؐ نے سچ فرمایا) حضرت عائشہؓ پھر بات کو پختہ کرنے کیلئے ابن شداد کو کہا کہ تو نے خود سنا حضرت علیؓ بن ابی طالب یہی کلمہ کہتے تھے ؟ اس نے کہا (صدق اللہ و رسولہ) کلمہ کے بغیر میں نے نہیں سنا۔ اس وقت حضرت صدیقہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علیؓ سے راضی ہوں اور ان پر رحم فرمادیں ان کا تکیہ کلام تھا کہ جب کوئی عجیب و انوکھی چیز دیکھتے تو صدق اللہ و رسولہ کا کلمہ فرمایا کرتے تھے۔ اب عراقی (کوفی) لوگ علی بن ابی طالب پر جھوٹ باندھنے لگ گئے ہیں اور ان کے خلاف بات کو بڑھا دیتے ہیں"۔

——— روایت ہذا نے حضرت علیؓ کے حق میں حضرت عائشہؓ کے اخلاص و عقیدت کو خوب واضح کر دیا اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جس وقت جمل و صفین کے قتال ہو چکے تھے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے درمیان ایک دوسرے کے حق میں کوئی کدورت نہ تھی اور باہم کوئی رنجش اور میل نہیں رکھتے تھے آپس میں سینہ صاف تھا عداوت و بغاوت مفقود تھی۔

عبداللہ بن عباسؓ کی جانب سے حضرت عائشہؓ کو خوشخبری

عبداللہ بن عباسؓ، حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی ہیں اور ہاشمیوں میں بڑے پایہ کی نامور شخصیت ہیں انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مرض الوفات میں حاضری دی اور ان کو بڑی قیمتی خوشخبری سنائی و فضیلت بیان کی۔ اس پر حضرت صدیقہؓ نے ان کو دعائیں دیں۔ مندرجہ ذیل روایت میں یہ چیز مذکور ہے:

"... عن ابن عباسؓ انہ استأذن علی عائشۃ فی مرضہا فارسلت الیہ انی اجد غما و کربا فانصرف فقال للرسول ما انا بالذی ینصرف حتی ادخل فاذنت لہ فقالت انی لہذہ غما و کربا وھو مشفقۃ مما خاف ان یہجم علیہ فقال لہا ابن عباسؓ فو اللہ لقد سمعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یقول عائشۃ زوجتی فی الجنۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اکرم علی اللہ اَنْ یُّزَوِّجَہ جَمْرَۃً من جمر جہنم قالت فَرّجتَ عَنّی فرج اللہ عنک:

(۱) جامع مسانید الامام الاعظمؒ الباب الثالث فی الایمان الفصل الرابع فی الفضائل، ج ۱، ص ۲۱۵ - طبع دائرۃ المعارف دکن۔

(۲) مسند الامام ابی حنیفہ عند اختتام باب الفضائل والشمائل ص ۱۹۰، طبع حلب۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدّیقہ کے مرض الوفات میں عبداللہ بن عباسؓ (عیادت) کے لیے تشریف لائے اور حاضری کی اجازت طلب کی۔ حضرت صدّیقہؓ نے کہلا بھیجا کہ بیماری کی پریشانی و مغمومی ہے۔ آپ واپس چلے جائیں! ابن عباس نے پیغام رساں کو کہا کہ میں تو واپس جانا نہیں چاہتا، حاضری کا اذن ملنا چاہیے۔ حضرت صدّیقہؓ نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ (ابن عباسؓ حاضر ہوئے)۔

——— حضرت صدّیقہؓ فرمانے لگیں بہت پریشان اور مغموم ہوں اور خائف ہوں کہ موت کے بعد کیا ہوگا۔ (اطمینان دلاتے ہوئے) ابن عباسؓ نے فرمایا: میں سرورِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا تھا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ "عائشہؓ جنّت میں میری زوجہ ہوگی" اور ابنِ عباسؓ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے خداوند تعالیٰ کے ہاں اِس بات سے بلند و بالا ہیں کہ جہنّم کے ایک پارۂ آتش کو ان کی زوجیت میں دیا جائے۔ یہ سُن کر اُمّ المومنین عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ نے میری پریشانی کو زائل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تکالیف کو رفع فرمائے:

——— یہ واقعہ جنگِ جمل کے بعد کا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ہاشمی حضرات اور حضرت صدّیقہ کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم تھے اور ایک دوسرے کے فضائل و مناقب کا پُورا پُورا اعتراف کرتے تھے۔

———————

خلافتِ صدیقؓ میں آلِ رسول (صلعم) کے "مالی حقوق کا تحفظ"

اب ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں صدیق اکبرؓ اور آلِ رسولؐ و اہلِ بیتِ نبوّت کے درمیان تعلقات و روابط کو ذرا زیادہ واضح کیا جاتے سابقہ ابواب میں جو مراسم ذکر کیے گئے وہ صدیقی دَور خلافت سے پہلے کے ہیں۔ اب خصوصاً صدیقی دَور کے واقعات پیش کرنا ملحوظِ خاطر ہے۔ اس کی خصوصی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں اس دَور کے متعلق کثرت سے تشہیر کی گئی ہے کہ اہلِ بیتِ نبوّت اور آلِ رسولؐ کے ساتھ خلیفۂ اوّل و خلیفۂ ثانی کی طرف سے بڑے بڑے مظالم ڈھائے گئے، اُن کے مالی حقوق غصب کیے گئے اور ان کی جائز مراعاۃ سلب کر لی گئیں، بلکہ ان کے ساتھ مکمل دشمنی و عداوت کا برتاؤ روا رکھا گیا۔ ان پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دی گئی۔

ہمیں ان حالات و ضروریات کی بنا پر یہی بہتر معلوم ہوا کہ خلافتِ صدیقی میں جو جو مراحل موجبِ نزاع و مستوجبِ اعتراض سمجھے جاتے ہیں اُن کو تعلقات کی خوشگوار فضا میں پیش کیا جائے اور اصل حقیقت کو واضح کیا جائے، تاکہ مطاعن کے شکوک و شبہات خود بخود زائل ہو سکیں۔

پہلے ہم "مالی حقوق" کا مسئلہ زیر بحث لانا چاہتے ہیں جس طرح حضور علیہ السّلام اپنے اقارب اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے اور اپنے اہلِ بیت کی مالی اعانت فرماتے تھے اسی طرح صدیقی خلافت میں ان تمام مراعاۃ اور مالی حقوق کی ادائیگی میں سرِ مُو فرق نہیں آنے پایا۔

دوست کا دوست اپنا دوست ہوتا ہے مخلص دوست اپنے اخلاص کے پیشِ نظر نسبتوں تک دیرینہ تعلقات کو قائم رکھتے ہیں اور ان کی تکمیل کو اپنے عملی لوازمات میں شمار کرتے ہیں چنانچہ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے بھی حضور علیہ السّلام کے خاندان کے ساتھ نبوی مراسم و روابط کو کماحقہٗ ملحوظ رکھا

اور ان کا ایک ایک حق ادا کیا۔ یہی ان کے کمالِ اخلاص اور مودّت کا بہترین نمونہ ہے۔

اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ذیل میں ہم چند روایات پیش کرتے ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں۔ قرابتِ نبوی کا احترام و اکرام جو صدیقِ اکبرؓ کی نظروں میں ہے وہ ان میں عمدہ طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اور ان کے مالی حقوق کا اعتراف اور اس کی ادائیگی بہتر طور پر ذکر کی گئی ہے۔ روایات ملاحظہ ہوں:۔

روایتِ اوّل

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ (بْنِ الْعَوَّامِ) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيْرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكٍ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ يَعْنِيْ مَالَ اللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَّزِيْدُوْا عَلَى الْمَاْكَلِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهَا فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ ثُمَّ قَالَ اِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا اَبَابَكْرٍ فَضِيْلَتَكَ وَذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ وَتَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ۔

(صحیح بخاری جلد اوّل ص ۵۲۶ کتاب المناقب باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

روایتِ دوم

...... اِنَّ فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ اَتَيَا اَبَابَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيْرَاثَهُمَا اَرْضَهُ

مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فِيْ هٰذَا الْمَالِ وَاللّٰهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ "

(بخاری شریف جلد ثانی، ص ۵۷۶۔ کتاب المغازی

باب حدیث بنی نضیر۔ طبع نور محمدی دہلی)

روایت سوم

۔ اِنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيْرَاثَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَاطِمَةَ حِيْنَئِذٍ تَطْلُبُ صَدَقَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّا لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ (صلعم) فِيْ هٰذَا الْمَالِ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِيْ ذَالِكَ بِمَا عَمِلَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ ۔ (شرح معانی الآثار المعروف طحاوی شریف

جلد اوّل، ص ۲۹۰۔ کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقۃ علی بنی ہاشم طبع دہلی)

حاصل ترجمہ

ہر سہ روایات مندرجہ بالا کا خلاصہ اور ما حصل یکجا درج کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ:

(۱) حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) روایت کرتی ہیں کہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے

اور حضرت عباس بن عبد المطلب نے ابوبکر صدیقؓ (خلیفۂ اول) کی خدمت میں مدینہ کے صدقات اور فدک کی آمدنی اور خیبر کے خُمس (ان تینوں چیزوں میں اپنے مالی حقوق) کا مطالبہ بطورِ میراث پیش کیا تو ابوبکر صدیقؓ نے (مطالبۂ میراث کے جواب میں) کہا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان ہے کہ "ہم انبیاء (علیہم السلام) کی وراثت (مالی) جاری نہیں ہوتی جو کچھ چھوڑ کر ہم رخصت ہوتے ہیں وہ (اللہ کی راہ میں وقف اور) صدقہ ہوتا ہے"

(اس مطالبۂ میراث کے جواب کے بعد آلِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے مالی اخراجات نان نفقہ، خوراک و پوشاک وغیرہ کے سلسلہ میں) ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ مذکورۂ بالا اموال میں سے آلِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً خرچہ خوراک، نان نفقہ حاصل کرتی رہے گی اور جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دَورِ اقدس میں (مالی اخراجات) آلِ رسول کے لیے اِن اموالِ مذکورہ سے جاری رہتے تھے، ٹھیک اسی طرح ہم بھی اس پر عمل درآمد جاری رکھیں گے۔ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کریں گے (یعنی مالی مصارف کے حصول کے علاوہ تقسیم میراث کا تقاضا آپ کے لیے ٹھیک نہیں)، پھر حضرت علیؓ تشریف لائے انہوں نے شہادتِ توحید و رسالت کے بعد کہا کہ اے ابوبکرؓ، ہم آپ کی فضیلت و شرافت کا اعتراف کرتے ہیں اور (ابوبکرؓ کی جو رشتہ داری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اس کا ذکر کیا اور ان کے حقوق کا بھی ذکر کیا۔ اس کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے حضور علیہ السلام کی رشتہ داری و قرابت کا لحاظ مجھے اپنی قرابتداری سے زیادہ محبوب اور مقدم ہے"

نتیجۂ روایات

۱۔ ایک تو یہ ثابت ہوا کہ صدیقی خلافت میں آلِ رسُول و رشتہ دارانِ نبوی کو ان اموال

(مدینہ، فدک، خمس خیبر) سے اپنا حق ملتا تھا۔ البتہ تقسیم میراث ان اموال میں ان حضرات کے لیے فرمانِ نبوی کی وجہ سے نہیں جاری ہوئی۔

۲۔ دوسرا یہ امر واضح ہوا کہ ان حضرات میں ان کے مالی حق کو صدیق اکبرؓ اپنی صوابدید کے مطابق نہیں تقسیم کرتے تھے بلکہ نبوی دور کے عمل درآمد کے موافق تقسیم کرتے تھے یعنی غصب نہیں کرتے تھے، خورد برد نہیں کرتے تھے، بلکہ ان بزرگوں کے حقوق تقسیمِ عہدِ رسالت کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کرتے تھے۔

۳۔ تیسرا مسئلہ یہ عیاں ہوا کہ صدیق اکبرؓ کے سامنے اپنے قبیلہ کی بہ نسبت ہر مرحلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ساتھ صلۂ رحمی، وفاداری، حُسنِ سلوک، ادائیگی حقوق، بہر حال مقدم تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ اس چیز کو حلف اور قسم کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ اس میں وہ سَو فیصد صادق اور سچے ہیں۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کے اہلِ بیت کی اپنوں سے زیادہ قدر دانی کی۔ ان کے حقوق کو کامل طریقہ سے ادا کیا۔ یہ ان کی دوستی اور غمخواری کا درخشندہ نشان اور باہمی موالاۃ اور خیر خواہی کا زبردست ثبوت ہے جس سے دنیائے انصاف میں انکار نہیں کیا جا سکتا۔

صدیقی دورِ خلافت میں سہمِ ذوی القربیٰ یا حقِ خُمس کے حصُول کا بیان

مذکورہ بالا روایات میں اگرچہ یہ مسئلہ (خُمس) بھی آگیا ہے مگر دوسرے اموالِ فے کے ضمن میں مذکور ہوا۔ اب ہم علیحدہ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ رشتہ دارانِ رسُول کا خُمس میں جو حق تھا وہ خلافتِ صدیقی و فاروقی میں بنی ہاشم کو باقاعدہ ملتا تھا اور حضرت علیؓ کے ہاتھوں تقسیم ہوتا تھا۔ خُمس میں حق تلفی کی داستان صحیح نہیں۔ اس مسئلہ کو حضرت علی المرتضیٰؓ خود بیان

فرماتے ہیں:

".... اِجْتَمَعْتُ اَنَا وَالْعَبَّاسُ وَفَاطِمَةُ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ رَأَيْتَ اَنْ تُوَلِّيَنِيْ حَقَّنَا مِنْ هٰذَا الْخُمُسِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاَقْسِمُهُ حَيَاتَكَ كَيْلَا يُنَازِعَنِيْ اَحَدٌ بَعْدَكَ فَافْعَلْ قَالَ فَفَعَلَ ذَالِكَ قَالَ فَقَسَمْتُهُ حَيَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَلَّانِيْهِ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى اِذَا كَانَتْ آخِرُ سَنَةٍ مِنْ سِنِيْ عُمَرَ فَاِنَّهُ اَتَاهُ مَالٌ كَثِيْرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقُلْتُ بِنَا عَنْهُ الْعَامَ غِنًى وَبِالْمُسْلِمِيْنَ اِلَيْهِ حَاجَةٌ فَارْدُدْهُ عَلَيْهِمْ فَرَدَّهُ عَلَيْهِمْ"

(۱) ابوداؤد، کتاب الخراج، باب بیان مواضع قسم الخمس، جلد دوم، ص ۶۱۔

(۲) مسند امام احمد، جلد اول ص ۸۴-۸۵۔ مسندات علیؓ ابن ابی طالب۔

نیز حضرت علیؓ سے ایک روایت اسی مسئلہ خمس کے متعلق کتاب الخراج امام ابی یوسفؒ میں بھی مروی ہے۔ عبدالرحمٰن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ:

"سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اِنْ رَأَيْتَ اَنْ تُوَلِّيَنِيْ حَقَّنَا مِنَ الْخُمُسِ فَاَقْسِمُهُ فِيْ حَيَاتِكَ كَيْ لَا يُنَازِعَنَاهُ اَحَدٌ بَعْدَكَ فَافْعَلْ قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَوَلَّانِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمْتُهُ فِيْ حَيَاتِهٖ ثُمَّ وَلَّانِيْهِ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَسَمْتُهُ فِيْ حَيَاتِهٖ ثُمَّ وَلَّانِيْهِ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَسَمْتُهُ فِيْ حَيَاتِهٖ حَتّٰى اِذَا كَانَ اٰخِرُ سَنَةٍ مِنْ سِنِيْ عُمَرَ فَاَتَاهُ مَالٌ كَثِيْرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ خُذْهُ فَاقْسِمْهُ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِنَا عَنْهُ الْعَامَ غِنًى وَبِالْمُسْلِمِيْنَ اِلَيْهِ حَاجَةٌ فَرَدَّهُ عَلَيْهِمْ"

(۱) کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ، باب فی قسمۃ الغنائم، ص ۲۰ (طبع مصر)

روایاتِ ہٰذا کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے :

" حضرت علیؓ المرتضیٰ فرماتے ہیں مَیں نے (عباسؓ و فاطمہؓ و زیدؓ بن حارثہ کی موجودگی میں) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ ہم قرابتداران رسولؐ کا جو حصّہ خمس میں ہے اس کی تقسیم کی ذمہ داری اگر جناب اپنی زندگی میں میرے سپرد فرما دیں تو بہتر ہوگا تاکہ جناب کے بعد کوئی شخص ہمارے ساتھ اس معاملہ میں نزاع نہ پیدا کر سکے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں حضور علیہ السلام نے مجھے اس کام کا متوّلی بنا دیا۔ نبوی دَور میں مَیں اس خمس کے حصّہ کو (بنی ہاشم) میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابوبکرؓ نے مجھے اس خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو مَیں صدیقی دَور میں بھی اس کو (بنی ہاشم میں) تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھے عمرؓ بن الخطاب نے اس خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو عہد فاروقی میں بھی مَیں نے اس کو (بنی ہاشم میں) تقسیم کیا، حتیٰ کہ جب فاروقی خلافت کے آخری سال ہوئے تو عمرؓ بن الخطاب کے پاس بہت سا مالِ غنیمت آیا۔ پس اس نے ہم لوگوں کا حق خمس الگ کر کے میری طرف آدمی ارسال کیا اور فرمایا کہ آپ اس مال کو لے کر حسبِ دستور سابق تقسیم کر دیں۔ اس وقت مَیں نے جواب میں ذکر کیا کہ اے امیر المومنین! ہم لوگ (یعنی بنی ہاشم) اب مستغنی ہیں (ہماری معاشی حالت بہتر ہے) اور دوسرے مسلمانوں کو احتیاج ہے اور وہ ضرورت مند ہیں۔ تب عمرؓ بن الخطاب نے (وہ مال) محتاج مسلمانوں کے لیے بیت المال میں واپس کر دیا۔"

نتیجۂ روایات

۱ - ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ صدیقی خلافت و فاروقی خلافت کے ایّام میں بنی ہاشم اور آلِ رسولؐ کو غنائم کے خمس سے اپنا حصّہ باقاعدہ ملتا تھا۔ ان کا حق کسی نے غصب

نہیں کیا، دبا نہیں رکھا۔ خورد برد نہیں کیا اور ضائع نہیں کیا۔

۲ - دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ ہاشمی حضرات و آلِ نبوت کو یہ حق خمس حضرت علیؓ کے ہاتھوں تقسیم ہو کر ملتا تھا کسی دوسرے صاحب کے ذریعہ نہیں پہنچایا جاتا تھا تاکہ اہلِ بیت کے ساتھ ناروا سلوک و ناانصافی و ناقدری کا گمان ہی نہ رہے۔

۳ - تیسری یہ چیز بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ہاشمی حضرات میں خمس تقسیم کرنے کے مسئلہ میں احتیاج و فقر کو بھی ملحوظ رکھا جاتا تھا، جیسا کہ فقہائے کرام نے اِس مسئلہ میں تفصیل سے بحث کی ہے فقہاء کا مستدل یہی حضرت علیؓ کا قول و عمل ہے۔ ملاحظہ ہو ہدایہ جلد ثانی کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ۔ المبسوط للسرخسی، جلد عاشر کتاب السیر ص ۹-۱۰-۱۱۔

۴ - چوتھی یہ چیز برآمد ہوتی ہے کہ ان حضرات کا آپس میں لین دین، اخذ و قبول، باہمی مودّۃ و اخوّۃ، شفقت و رفاقت کے علامات میں سے ہے جہاں آپس میں بغض و عداوت و خصومت و نفرت ہو وہاں اس نوع کے تعلقات و مراسم ہرگز قائم نہیں رہ سکتے۔

مالِ فئے اور آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خلفاء ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) کے ایام میں

تقسیم کی بحث کے بعد مالِ فئے کے متعلق مختصر سی وضاحت پیش کرنا ضروری ہے۔

قارئین کے فائدہ کے لیے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ "مالِ غنیمت وہ مال ہے جو کفار کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اِس مالِ غنیمت سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکالا جاتا ہے جو اپنی جگہ پھر پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

اور مالِ فئے وہ مال ہے جو کفار سے جنگ و قتال کیے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ لگے پھر مالِ فئے کے بہت سے حصے کیے جاتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا

حصّہ۔ رشتہ داران رسول کا حصّہ۔ یتامیٰ کا حصّہ۔ مساکین کا حصّہ۔ مسافر کا حصّہ وغیرہ (جیسا کہ سورۃ حشر، پارہ اٹھائیسویں میں حصص کی تفصیل مذکور ہے)۔

موقعہ ہذا کی روایات واحادیث میں جہاں "اموالِ مدینہ" کا ذکر آتا ہے وہاں عموماً بنی نضیر وغیرہ کے مال کا ذکر ہوتا ہے (یہ اموال مدینہ طیبہ کے قرب وجوار میں تھے)۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد ناظرین کی خدمت میں گذارش ہے کہ جیسے رشتہ دارانِ رسول کے حصہ (خمسِ خیبر بشمولیتِ فدک) کے متعلق تفصیل سے یہ بات پیش کی گئی ہے کہ آل رسول (صلعم) کا حصۂ خمس ان کو خلافتِ صدیقیؓ کے ایام میں صحیح طریقہ سے ملتا تھا اور حضرت علیؓ کی نگرانی (و تولیت) میں تقسیم ہو کر ملتا تھا۔

ٹھیک اسی طرح مالِ فئے میں جو آلِ رسول (صلعم) کا حق تھا وہ بھی حضرت علیؓ اور ان کی اولاد شریف کے ہاتھ میں دے دیا گیا تھا۔ ہاشمی حضرات مالِ فئے میں سے اپنے حصّہ کو آپس میں خود تقسیم کرتے تھے۔ مسند ابی عوانہ اسفرائینی اور صحیح بخاری اور السنن الکبریٰ بیہقی، وفاء الوفاء نور الدین السمہودی میں یہ روایت طوالت مفصّل مذکور ہے۔ روایت ہذا کے آخر میں یہ مضمون ذکر کیا گیا ہے کہ اموالِ فئے میں سے جو حق ان کو ملتا تھا اس کی تولیت اور نگرانی خود ان حضرات کے ہاتھ میں دے دی گئی تھی۔ عبارت درج ذیل ہے

وَطَالَتْ[۱] فِيْهِ خُصُوْمَتُهُمَا فَأَبٰى عُمَرُ اَنْ يَقْسِمَهَا بَيْنَهُمَا حَتّٰى اَخَذَ

---

[۱] قولہ وطالت فیہ خصومتہما الخ ہم نے جو روایت کا حصّہ نقل کیا ہے یہ آخری حصّہ روایت کا ہے۔ یہاں روایت طویلہ مذکورہ ختم ہو رہی ہے۔ اوپر روایت ہذا میں یہ مسئلہ چل رہا ہے کہ اموالِ فئے واموالِ بنی نضیر وغیرہا میں سے جو حصّہ ان ہاشمی بزرگوں کو ملتا تھا اسی میں ان حضرات کا آپس میں اختلاف رہتا ہوتا تھا۔ ایک فریق حضرت علیؓ تھے، دوسرا فریق عمِ نبوی حضرت عباسؓ تھے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ ان بزرگوں کا باہمی نزاع اموالِ ہذا کی آمدنی میں تصرفات اور خرچ اخراجات کی کمی بیشی کی نوعیت کا تھا

عَنْهَا عَبَّاسٌ فَكَانَتْ هٰذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ ثُمَّ كَانَتْ بَعْدَ عَلِيٍّ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ كِلَاهُمَا كَانَا يَتَدَاوَلَانِهَا ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا ـ"

(۱) صحیح بخاری جلد دوم ص ۵۷۶ - باب حدیث بنی نضیر (۲) مسند ابی عوانہ للحافظ ابی یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی، جلد ۴ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن - (۳) السنن الکبریٰ، جلد ۶ ص ۲۹۹ - باب بیان مصرف اربعۃ اخماس الفئ (۴) وفاء الوفاء لنور الدین السمہودی - الباب السادس الفصل الثانی فی صدقاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وما غرسہ بیدہ الشریفۃ

(بقیہ حاشیہ) پھر یہ معاملہ خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش ہوا اور متعدد بار پیش ہوا - ان ہاشمی بزرگوں کی رائے یہ تھی کہ جن رقبہ جات کی آمدنی ہمیں حاصل ہوا کرتی ہے وہ زمین کے قطعات ہمارے درمیان الگ الگ تقسیم کر دیئے جائیں - اس صورت سے ہمارا تنازعہ ختم ہو سکتا ہے - حضرت عمرؓ نے اس طرح رقبہ جات کی تقسیم کر دینے سے انکار کر دیا - اور فرمایا کہ سابقہ طریقہ نبوی کے موافق اور خلیفۂ اول کے طریقہ کے مطابق جس طرح آپ لوگوں کو آمدنی پہنچتی رہتی ہے اسی طرح اب بھی یہ آمدنی جاری رہے گی لیکن حصول کے سابقہ طریقہ کو بدل کر ہم ان میں تقسیمِ رقبہ کی صورت نہیں پیدا کریں گے - اور خلیفۂ ثانی کی جانب سے اس معاملہ میں تقسیمِ رقبہ نہ جاری کرنے کی حکمت و مصلحت محدثین نے یہ ذکر کی ہے کہ اگر ان رقبہ جات کی تقسیم ان حضرات میں کر دی جائے تو بظاہر اس طرح کرنا ہو گا کہ نصف حضرت علی والے فریق کو دے دیا جاتے اور نصف حصہ عباسؓ کے فریق کے حوالہ کیا جاتے تو ایک ظاہر بین انسان کے سامنے یہ چیز آئے گی کہ یہ ترکۂ نبوی کی تقسیم کی گئی ہے ½ نصف حصہ ایک لڑکی کی میراث کی بنا پر اس کے خاوند (علی المرتضیٰؓ) کو ملا ہے اور ازواجِ مطہرات کا ثمن ⅛ دیگر باقی حصہ چچا کو بطور عصبہ ہونے کے حاصل ہوا ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی مالی میراث اپنے اقرباء میں نہیں تقسیم ہوا کرتی - ان کا ترکہ مسلمانوں پر وقف (اور صدقہ) ہوتا ہے تو اس اشتباہ سے بچانے کی خاطر حضرت عمرؓ نے ان اموال میں تقسیم کا طریقہ جاری نہ رکھا - خلاصہ یہ ہے کہ ان اموال میں رقبہ جات کی تقسیم روا نہیں رکھی گئی تاکہ میراث کی تقسیم کا شبہ نہ ہو لیکن انکی ... ... ملتی تھی اس پر ہم مزید شواہد پیش کرنیوالے ہیں - انتظار فرما دیں (منہ)

حاصلِ مطلب

بخاری و اسفرائینی و بیہقی و سمہودی کی مندرجہ بالا روایت کا مفہوم یہ ہے کہ:

"مدینہ کے اموال بنی نضیر وغیرہ میں بنی ہاشم و آلِ رسول (صلعم) کا حصہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے دستِ تصرف میں تھا۔

ان اموال کے متعلق حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ چچا بھتیجہ کے درمیان ایک اختلافِ رائے چل رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے (ان ہر دو کے تقاضا کے تحت) ان اموال کو تقسیم کر دینے سے انکار کر دیا۔ یہ چیز دیکھ کر حضرت عباسؓ نے اس تنازعہ سے دستبرداری اختیار کر لی

پھر یہ حضرت علیؓ کے بعد امام حسن بن علیؓ کے ہاتھ میں تھا پھر امام حسین بن علیؓ کے ہاتھ میں تھا پھر امام زین العابدین کے ہاتھ میں تھا پھر حسن بن امام حسنؓ کے ہاتھ میں تھا۔ پھر زید بن حسن کے ہاتھ میں تھا۔ یقیناً یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہی صدقات تھے"

نیز مالِ فئے کی آمدن اور وصولی کے مسئلہ کو شیعہ علماء نے بھی ان کے زیرِ تصرف ہونا تسلیم کر کے ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی۔ ابن ابی الحدید شیعی نے شرح نہج البلاغہ میں فدک کی بحث مفصل ذکر کی ہے۔ عثمان بن حنیف حضرت علیؓ کی طرف سے بصرہ کا عامل تھا اس کو حضرت علیؓ نے ایک خط لکھا۔ اس کے الفاظ ہیں "بلی کانت فی ایدینا فدک" اس متن کے تحت ابن ابی الحدید نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں فدک کے لیے تین فصل قائم کی ہیں اور فصل الاول میں الجوہری سے بہت سی باسند روایات ذکر کی ہیں۔

یہاں فصل اول میں متعدد دفعہ اس نے یہ مسئلہ تسلیم کیا ہے کہ اموال فئے کی آمدن خود حضرت علیؓ اور ان کی اولاد شریف کے زیرِ تصرف تھی وہاں سے ایک مقام کی عبارت ملاحظہ فرمادیں

…… فغلب علیٌّ عباسًا علیہا فکانت بید علیٍّ ثم کانت بید الحسن ثم

کی قسم جس نے اپنا قرآن تمام عالم کے نذیر کی ذات پر نازل فرمایا۔ ان دونوں نے ہمارے حقوق میں ایک حبّہ کے برابر بھی ظلم روا نہیں رکھا۔"

شہادتِ دوم

علامہ نورالدین السمہودی نے اپنی تصنیف وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ الجزء الثالث میں بھی امام محمد باقرؒ کا یہ قول ابن شبّہ کی روایت سے ذکر کیا ہے۔ یہ روایت ابوطالب عشاری کی روایت مندرجہ بالا سے قدرے مفصّل ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

"رَوٰی ابنُ شَبَّۃَ اَیضًا عَن کَثِیرِ النَّوَّاءِ قَالَ قُلتُ لِاَبِی جَعفَرٍ مُحَمَّدِ بنِ عَلِیٍّ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاکَ اَرَأَیتَ اَبَا بَکرٍ وَعُمَرَ ھَل ظَلَمَاکُم مِن حَقِّکُم شَیئًا اَوقَالَ ذَھَبَا بِہٖ مِن حَقِّکُم فَقَالَ لَا وَالَّذِی اَنزَلَ القُراٰنَ عَلٰی عَبدِہٖ لِیَکُونَ لِلعٰلَمِینَ نَذِیرًا مَا ظَلَمَانَا مِن حَقِّنَا مِثقَالَ حَبَّۃٍ مِن خَردَلٍ قُلتُ جَعَلَتُ فِدَاکَ اَفَاَتَوَلَّاھُمَا؟ قَالَ نَعَم! وَیحَکَ تَوَلَّھُمَا فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃِ وَمَا اَصَابَکَ فَفِی عُنُقِی ثُمَّ قَالَ فَعَلَ اللّٰہُ بِالمُغِیرَۃِ وَبَنَانٍ فَاِنَّھُمَا کَذَبَا عَلَینَا اَھلَ البَیتِ۔"

(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ لنورالدین السمہودی۔ الجزء الثالث، فصل فی صدقاتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۰۰۱۔ جدید طبع مصری)

یعنی کثیر النواء کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر کو کہا کہ اللہ مجھے آپ پر قربان ہونے کی توفیق دے، فرمایئے! کیا ابوبکرؓ و عمرؓ نے تمہارے حقوق میں کچھ ظلم جائز رکھا تھا؟ یا تمہارے حقوق کو ضائع کر دیا تھا؟ تو امام نے جواب دیا کہ نہیں! اُس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے تمام عالم کے نذیر پر قرآن مجید اُتارا ہے، ہمارے حقوق کے متعلق ان دونوں نے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم نہیں کیا۔

پھر میں نے عرض کی، میں آپ پر قربان جاؤں کیا میں ان دونوں کے ساتھ

دوستی رکھوں؟ فرمایا کہ ہاں! تو ان دونوں کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی و محبت رکھ! اور (بالفرض) اس پر کوئی وبال پیش آئے تو وہ میری گردن پر ہوگا (یعنی تو بے فکر ہوکر یہی راہ اختیار کر)۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ مغیرہ و بنان دونوں کے ساتھ وہی معاملہ فرمائے جس کے وہ اہل ہیں۔ اس لیے کہ ان دونوں (مغیرہ و بنان) نے ہم اہل بیت پر جھوٹ تصنیف کر کے چسپاں کر دیئے ہیں اور دروغ بنا بنا کر ہماری جانب منسوب کر دیئے ہیں"

سُنی علماء کی کتابوں سے دو عدد حوالے پیش کرنے کے بعد اب یہی قول شیعی تصنیف سے ذکر کیا جاتا ہے۔ ابن ابی الحدید شیعی نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں جہاں بحث فدک مفصّل ذکر کی ہے وہاں، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، تین فصلیں ذکر کی ہیں ان میں الفصل الاوّل میں محمد باقرؒ کا یہ قول بھی درج کیا ہے اور باسند درج کیا ہے اور یہ ابوبکر جوہریؒ[1] کی روایات میں جو خالص و مخلص شیعہ ہے۔ یہاں جوہری کی تمام روایات اس نے باسند ذکر کی ہیں۔

امام محمد باقر کا فرمان

قَالَ اَبُوْبَکْرٍ الجَوْهَرِیّ) وَاَخْبَرَنَا اَبُوْ زَیْد قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ الْمُتَوَکِّلِ اَبُوْعَقِیْلٍ عَنْ کَثِیْرِ النَّوَّاءِ قَالَ قُلْتُ

---

[1] ناظرین کرام پر منکشف ہو کہ ابن ابی الحدید شیعی نے اپنی تصنیف ہذا میں ابوبکر الجوہری کی روایات کا بے شمار ذخیرہ جمع کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے اور یہ بزرگ یعنی جوہری صاحب پڑا پختہ شیعہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے تشیع کے اثبات میں ہم عنقریب مفصّل کلام کریں گے۔ عام طور پر علماء کو اس سر بستہ راز کی طرف توجہ نہیں تھی بفضلہ تعالیٰ اب یہ مسئلہ حل ہوگیا ہے۔ (منہ)

لِاَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاکَ اَرَأَیْتَ اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ ھَلْ ظَلَمَاکُمْ مِنْ حَقِّکُمْ شَیْئًا اَوْ قَالَ ذَھَبَا مِنْ حَقِّکُمْ بِشَیْئٍ فَقَالَ لَا وَالَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا مَا ظُلِمْنَا مِنْ حَقِّنَا مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاکَ اَفَاَتَوَلَّاھُمَا؟ قَالَ نَعَمْ! وَیْحَکَ تَوَلَّھُمَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَا اَصَابَکَ فَفِیْ عُنُقِیْ ثُمَّ قَالَ فَعَلَ اللّٰہُ بِالْمُغِیْرَۃِ وَبَنَانَ فَاِنَّھُمَا کَذِبَا اَھْلَ الْبَیْتِ۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی المتوفی ۶۵۶ھ، جلد ۴ ص ۱۱۳۔ مطبوعہ بیروت و شام۔ سن طباعت جلد ہذا ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء۔ الفصل الاول بحث فدک)

"حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقرؒ کا یہ قول سنی علماء نے اور شیعہ علماء نے اپنی اپنی سندات کے ساتھ کتابوں میں ذکر کیا ہے اس میں کچھ اشتباہ نہیں ہے۔

امام کے فرمان کے فوائد اور نتائج

۱۔ امام محمد باقرؒ کے جواب نے مسئلہ صاف کر دیا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے آلِ رسول پر کوئی ظلم روا نہیں رکھا۔

۲۔ خلیفۂ اوّل و خلیفۂ ثانیؓ نے آلِ نبی کے تمام حقوق کو ادا کیا اور کوئی ایک حق ذرہ برابر بھی ضائع نہیں کیا۔

۳۔ دونوں ہستیوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے ساتھ دوستی و مودّت کے سوال پر تلقین فرمائی کہ اس عالم اور اُس عالم دونوں جہان میں شیخینؓ کے ساتھ دوستی رکھنی لازم ہے۔

۴۔ آلِ نبی پر ظلم و ستم کی داستانیں اور ان کی حق تلفی کے قصہ جات مغیرہ بن سعید اور بنانؔ

ؔ مغیرہ و بنان البیان الخ اہلِ علم کی آگاہی کے لیے قلیل رہنمائی کافی ہوتی ہے شیعی علماءِ تراجم و رجال

(یا تبان) جیسے وضاع و کذاب لوگوں کی تصنیفات ہیں اور اہل بیت پر سراسر جھوٹ تجویز کیے گئے ہیں۔

۵ - اور یہ چیز بھی ثابت ہوئی کہ شیخین کے درمیان اور آلِ رسول میں کوئی چپقلش و پرخاش دائمی نہ تھی ورنہ ان کے ساتھ مودّۃ و دوستی کی تلقین امام موصوف کیسے فرما سکتے تھے

شہادت (۲)

امام محمد باقرؒ کی شہادت کے بعد اب ان کے برادر حقیقی امام زید الشہید بن امام زین العابدین کی شہادت پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اِس لیے کہ جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک اِن بزرگوں کی صداقت، امانت، دیانت، راست گوئی، راست بازی پر پورا اعتماد ہے۔ اس خاندان کے افراد جو چیز بیان کریں گے وہ نفس الامر میں صحیح ہوگی۔ جھوٹ بولنا ان کا شیوہ نہیں۔ دھوکہ دینا ان کی روایات کے خلاف ہے جو زبان پر لائیں گے، وہی بات دل میں ہوگی۔ دل میں کچھ ہو

(بقیہ حاشیہ) نے مغیرہ بن سعید و بنان ہذا پر ائمہ کی طرف سے لعنت ذکر کی ہے اس کی وجہ یہی ذکر کی ہے یہ دونوں ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جھوٹ باندھتے تھے۔ افترا پردازی ان کا شیوہ بن گیا تھا چنانچہ "رجال کشی طبع بمبئی" تذکرہ مقلاص بن ابی خطاب میں ائمہ کی زبانی ان کا ملعون ہونا درج ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰہُ بَنَّانَ الْبیان اِنَّ بَنَّانًا لَعَنَ اللّٰہُ کَانَ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِی الخ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰہُ الْمُغِیْرَۃَ بْنَ سَعِیْدٍ اِنَّہٗ کَانَ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِی الخ اسی طرح بہت سے مقامات پر ان دونوں پر ائمہ کی لعنت کی بارش ہو رہی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیعہ و سُنّی علماء تسلیم کر رہے ہیں کہ اس قسم کے کذاب لوگوں نے اہلِ بیت و آلِ نبی کی حق تلفی و ضیاع حقوق کی کہانیاں قوم میں پھیلادی ہیں۔

(نوٹ) بنظر اختصار ہم نے صرف "رجال کشی" کا حوالہ دے دیا ہے۔ مغیرہ و بنان کی لعنت کا تذکرہ باقی بہت سی شیعی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً جامع الرواۃ محمد بن علی الاردبیلی۔ مجمع الرجال القہپائی۔ منتہی المقال در رجال ابی علی (وغیرہ۔ (منہ)

اور زبان سے کچھ کہیں۔ یہ ان کے اتقاء و پرہیزگاری کے بالکل برخلاف ہے اور مومن صادق کی شان کے برعکس ہے " آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی" ہوتا ہے۔ اللہ کے شیروں کو روباہی نہیں آیا کرتی جو زبان سے صادر ہوتا ہے وہ سو فیصد درست ہوتا ہے دفع الوقتی کا وہاں نام ونشان نہیں ہوتا۔ یہ بزرگ صادق القول وراست گو ہیں، کاذب نہیں۔ متقی و پرہیزگار ہیں، فاسق نہیں، دیانت دار ہیں خائن نہیں۔ عالم باعمل ہیں ناواقف نہیں۔ راشد رہنما ہیں، گمراہ نہیں۔ ایسی بزرگ ہستی کی (فدک کے بارہ میں) رائے یقیناً وزنی ہے اور سو فیصدی درست ہے۔ پس ان میں سے امام زید شہیدؒ نے مالی حقوق کے مسائل میں سے خصوصی طور پر فدک کے مسئلہ کی وضاحت اس طرح بیان فرما دی ہے اور ایسے طریقہ سے اس بحث کو مختصر لفظوں میں طے کر دیا ہے کہ اگر ذرہ بھر انصاف سے کام لیا جائے تو اس مرحلہ کے تمام تنازعات ہی ختم ہو جاتے ہیں اور ادائیگی حقوق کا مسئلہ خود بخود طے ہو جاتا ہے۔

امام محمد باقرؒ کے فرمان نے یہ بات صاف کر دی تھی کہ خلفاء حضرات نے آلِ رسولؐ کا کوئی حق ضائع نہیں کیا اور ان پر کوئی ظلم روا نہیں رکھا۔ اب امام زید شہیدؒ مسئلہ فدک کو اس طرح سلجھا رہے ہیں کہ فدک کے بارے میں ابوبکر الصدیقؓ کا فیصلہ بالکل درست اور صحیح تھا۔ چنانچہ بیہقی نے اپنی تصانیف میں اور حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" جلد خامس میں ذکر کیا ہے کہ۔

وقد اعترف علماء اھلِ البیت بصحۃ ما حکم بہ ابوبکرؓ فی ذالک

قال الحافظ البیھقی انبأنا محمد بن عبد اللہ الحافظ حدثنا ابو عبد اللہ الصفّار حدثنا اسماعیل بن اسحٰق القاضی حدثنا نصر بن علی حدثنا ابن داؤد عن نضیل بن مرزوق قال قال زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب اما انا فلو کنت مکان ابی بکرؓ لحکمت بمثل ما حکم بہ ابوبکرؓ فی فدک "

(۱) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی، ص۱۸۱، طبع مصر

(۲) السنن الکبریٰ بیہقی جلد ۶ ص ۳۰۲۔ بحث بیان مصرف اربعۃ اخماس الفئ بعد رسول اللہؐ)

(۳) البدایہ لابن کثیر جلد ۵ ص ۲۹۰۔ طبع مصری۔

یعنی اہلِ بیت کے علماء نے اس چیز کا اعتراف کیا ہے کہ مسئلہ فدک کے بارے میں جو حکم ابوبکرؓ نے صادر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے ۔۔۔ (اس سند کے ساتھ بیہقی نے فضیل بن مرزوق کا قول ذکر کیا ہے) کہ فضیل کہتا ہے کہ امام زید شہیدؒ نے فرمایا کہ اگر ابوبکرؓ کی جگہ اس وقت والی اور حاکم ہوتا تو میں بھی فدک کے بارہ میں وہی حکم کرتا جو ابوبکرؓ نے صادر کیا"۔

ناظرین پر واضح رہے کہ امام زید شہیدؒ کا یہ قول صرف ہمارے علماء نے ہی ذکر نہیں کیا بلکہ شیعی علماء بھی ذکر کر رہے ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح نہج البلاغۃ میں ان الفاظ کے ساتھ امام زیدؒ کے فیصلہ ہٰذا کو لکھا ہے۔"قال زید بن علی بن الحسینؓ) وایم اللہ لو رجع الامر الیّ لقضیت فیہ بقضاء ابی بکر"۔ یعنی امام فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہے اگر یہ معاملہ (فدک) میری طرف لوٹ کر آتا تو میں بھی اس کا وہی فیصلہ کرتا جو ابوبکر نے فیصلہ کیا"۔

(حدیدی شرح نہج البلاغہ جلد ۴، ص ۱۱۳۔ بحث فی الاخبار الواردۃ فی فدک

بحوالہ ابی بکر الجوہری۔ طبع بیروت شام۔ سن طباعۃ جلد ہٰذا ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء)

امام زید شہیدؒ کے فرمان کے فوائد

(۱)

اہلِ بیت کے علماء کے فرمان سے ایک چیز تو یہ ثابت ہوئی کہ معاملہ "فدک" کے متعلق جو طرز و طریق ابوبکر الصدیق نے اختیار کیا تھا (یعنی فدک کی آمدن تو آلِ رسولؐ کو ملتی رہے گی، جیسے حضور علیہ السلام عنایت فرماتے تھے لیکن وراثت کی صورت میں تقسیم ہو کر نہیں دیا جائے گا) وہ بالکل درست تھا اور اس مسئلہ میں ابوبکر الصدیقؓ مصیب تھے، خطا کار نہیں تھے۔

(۲)

نیز یہ بھی ثابت ہُوا کہ جب فدک جیسی اہم آمدن کی ادائیگی میں ابوبکر الصدیقؓ نے کوئی کوتاہی نہیں کی اور نہ خطا کی بلکہ صحیح طور پر اس حق کو ادا کیا تو معلوم ہُوا کہ دوسرے مالی حقوق (ذوی القربیٰ کا حصہ۔ آلِ رسُول کا خمس۔ مالِ فے وغیرہ میں حصّے) کے ادا کرنے میں بھی سیدنا صدیق اکبرؓ خلیفۂ اوّل نے کوئی کمی وقصور نہیں کیا اور نہ ہی ان کا کوئی حق ضائع کیا ہے بلکہ ان بزرگوں یعنی آلِ رسولؐ کے تمام حقوق اپنے اپنے مواقع میں ٹھیک ٹھیک ادا کیے۔

(۳)

تیسری یہ چیز عیاں ہو رہی ہے کہ اولادِ علی و آلِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے دل میں خلیفۂ اوّل ابوبکر الصدیقؓ کے متعلق کسی قسم کا حسد وکینہ وعداوت وبغض وعناد وغیرہ نہ تھا ورنہ ابوبکر الصدیق کے فیصلہ کی وہ کسی مرحلہ پر بھی تصدیق وتصویب وتائید نہ کر سکتے تھے جہاں آپس میں عناد وتضاد ہوتا ہے وہاں ہر ایک فریق دوسرے کی تنقیص وتغلیط وتردید کے درپے رہتا ہے اس پر حالاتِ زمانہ گواہ ہیں۔

مزید مؤیّدات

مذکورہ شواہد کے بعد اس مسئلہ کے متعلق کہ آلِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے مالی حقوق ادا کیے جاتے تھے اور خصوصاً فدک کی آمد سے آلِ رسُول (صلعم) کا حصّہ باقاعدہ طور پر سیدہ فاطمہ اور ان کی اولاد کو ابوبکر صدیقؓ ادا کرتے تھے۔ ہم اس کی مزید تائیدات تحریر کرنا چاہتے ہیں جو شیعہ مجتہدین و شیعہ مصنّفین نے اپنی تصانیف میں درج کی ہیں۔ سر دست یہ چار عدد مؤیّدات پیش خدمت ہیں۔ ایک منصف طبع انسان ان مندرجات پر مطلع ہونے کے بعد خود بخود نتائج برآمد کر سکتا ہے اور بڑی سہولت سے فوائد مرتب کر سکتا ہے۔

اوّل

ابن ابی الحدید[1] نے شرح نہج البلاغہ میں اِس مسئلہ کو عبارتِ ذیل میں پیش کیا ہے اور باسند روایت لکھی ہے۔ اس میں یہ تصریح ہے ۔۔۔۔۔۔ "کان ابوبکر یأخذ غلتها فیدفع الیهم منها ما یکفیهم ویقسم الباقی وکان عمرؓ کذالك ثم کان عثمانؓ کذالك ثم کان علی کذالك۔"

یعنی ابوبکر فدک کا غلّہ لے کر جس قدر اہل بیتِ نبوی کی ضرورت کو کافی ہوتا ان کی طرف بھجوایا کرتے تھے اور باقی آمدن کو دوسرے ضرورت مندوں و حقداروں میں تقسیم کرتے تھے اور عمرؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے۔ پھر عثمانؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے۔ پھر علیؓ المرتضیٰ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے۔

(حدیدی شرح نہج البلاغہ، ج ۲ ص۲۹۶ جزء شانزدہم۔ نسخی کلاں طبع قدیمی ایرانی)

(حدیدی شرح نہج البلاغہ طبع بیروت و شام، ج ۴ ص۱۱۱، بحث فیما ورد من الاخبار والسیر فی فدک الفصل الاول)

دوم

ابن میثم بحرانی شیعی[2] نے بھی شرح نہج البلاغہ میں روایت درج کی ہے جس میں یہ مسئلہ مذکور ہے:

وکان (ابوبکر) یأخذ غلتها فیدفع الیهم منها ما یکفیهم ثم فعلت الخلفاء بعدہٗ کذالك"

---

[1] قولہ ابن ابی الحدید، اس کا مکمل نام یہ ہے: بہاءالدین محمد بن محمد بن الحسین ابی الحدید المدائنی۔ اس کی ولادت ۵۸۶ھ میں ہے۔ اس نے شرح نہج البلاغہ ۶۴۲ھ میں تحریر کی ہے اور اس کی وفات ۶۵۶ھ میں ہے شیعی معتزلی عالم ہے اس کی کل عمر ستر برس ہوتی ہے اس نے شرح ہذا ابن علقمی شیعہ وزیر کی خاطر تحریر کرکے پیش کی تھی اس پر ابن علقمی شیعی نے بہت اس کو انعام و اکرام کیا۔ اس واقعہ کی تفصیلات شیعی تراجم کی کتب میں ملاحظہ ہوں مثلاً روضات الجنات خوانساری وغیرہ۔ باب العین ص۴۰۲ (عبدالحمید) (منہ)

[2] قولہ ابن میثم بحرانی متوفی ۶۷۹ھ نے شرح ہذا میں عامل بصرہ عثمان بن حنیف کی طرف جو حضرت علیؓ کی کتاب یا مکتوب ہے اس کی وضاحت و تشریح میں اٹھارہ عدد مفاسد بیان کیے ہیں وہاں آٹھویں مفسد میں یہ

یعنی ابوبکر فدک کی آمدن سے کر آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بھیجتے تھے جس قدر ان کو کافی ہوتی تھی۔ پھر ابوبکرؓ کے بعد بھی خلفاء نے اسی طرح عمل درآمد جاری رکھا۔"

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی شیعی المتوفی ۶۷۶ھ ۔ سن تالیف شرح ہذا ۶۷۷ھ ۔ جزء ۳۵ ص ۵۴۳ طبع قدیمی ایرانی ۔ ج ۵ ص ۱۰۷ طبع جدید تہرانی)

سوم

تیسری تائید شیخ ابراہیم بن حاجی الحسین بن علی بن الغفار الدنبلی کی شرح نہج البلاغہ (درۂ نجفیہ) میں مذکور ہے۔ عثمان بن حنیف عاملِ بصرہ کی طرف جو حضرت علیؓ کا مکتوب لکھا گیا ہے اس خطبہ کی عبارت کی تشریح کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"وکان یاخذ غلتہا فیدفع الیہم منہا ما یکفیہم ثم فعلت الخلفاء بعدہ کذالک"

"یعنی فدک کی آمدن (غلہ) آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف ابوبکر بھیجا کرتے تھے جتنی مقدار ان کو کافی ہوتا تھا۔ پھر ابوبکر (خلیفۂ اول) کے بعد کے خلفاء نے اس کے موافق عمل درآمد کیا۔"

(تنبیہ حاشیہ) روایت لکھی ہے جس کے الفاظ بعینہٖ ہم نے نقل کیے ہیں۔ اہلِ علم پر واضح رہے کہ اس روایت کے اندراج کے بعد صاحبِ کتاب ہذا نے اس پر کوئی جرح و نقد نہیں کیا نہ اس کو رد کیا ہے۔ یہ روایت ان کے علماء میں جاری و ساری ہے مگر اس کو لوگوں کے سامنے لانے سے پوری طرح پرہیز کرتے ہیں۔ اس کتمان و پوشیدگی و تستر میں بڑے بڑے مصالح و منافع ہیں۔ فافہم۔ اور اگر بالفرض اہل السنۃ کی یہ روایت ہوتی تو انہوں نے یہ رہنمائی ضروری کر دینی تھی اس مصنف محدث کا نام اور اس کی تصنیف کا نام یقیناً بیان کر دیتے۔ مگر ایسا نہیں کیا اور ان حضرات کی عادت ہے کہ اس قسم کی چیز جو ان کے خلاف ان کے ذخیرہ جات میں پائی جائے تو اس کا وزن گھٹانے کے لیے قیلَ کے لفظ سے یا رُوِیَ کے لفظ سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ (منہ)

(کتاب الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ لابراہیم بن الحاجی حسین۔ تاریخ تالیف ہذا ۱۲۹۱ھ۔ مطبوعہ ایرانی طبع قدیم) ص۳۳۲

چہارم

چوتھی تائید اس سدی کے شیعی عالم و مجتہد سید علی نقی فیض الاسلام نے اپنی فارسی شرح نہج البلاغہ میں تحریر کی ہے لکھتے ہیں کہ خلاصہ "ابوبکر غلہ و سود آں گرفتہ بقدر کفایت باہل بیت علیہم السلام میداد و خلفاء بعد از وہم برآں اسلوب رفتار نمودند۔"

حاصل یہ ہے کہ فدک کی آمدن (غلہ وغیرہ) بقدر کفایت اہل بیت کو ابوبکرؓ دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد کے خلفاء نے بھی اسی کے موافق عمل درآمد جاری رکھا۔"

(ترجمہ و شرح فارسی نہج البلاغہ از فیض الاسلام علی نقی، ج ۵ ص۹۶۰ طبع طہرانی۔

عبارت بلی کانت فی ایدینا فدک من کل ما اظلتہ السماء کے تحت شرح میں یہ درج ہے)

تائیدات کے فوائد و نتائج

(۱)

اب تو یہ چیز عیاں ہو کر سامنے آگئی ہے کہ اہل بیت و آل رسول (صلعم) کے مالی حقوق ابوبکر صدیقؓ نے صحیح طور پر ادا کیے ہیں اور خاصکر فدک کی آمد بھی ابوبکر الصدیقؓ ان حقداروں کو پہنچاتے رہے ہیں۔ جیسا کہ شیعی علماء و شیعی مصنفین نے بھی اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے کہ ان حضرات اہل بیت کی ضروریات کے موافق ان کے اخراجات خلیفہ اول کی طرف سے فدک کی آمد سے ہی پورے کیے جاتے تھے۔

(۲)

حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ چاروں خلفاء کی کارکردگی مسئلہ فدک کے متعلق ایک طرح کی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی (جیسا کہ ان دوستوں نے مشہور کر رکھا ہے)۔

(۳)

جب مندرجہ چیزیں ثابت ہیں تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ابوبکر خلیفۂ اوّل نہ ظالم تھے نہ جابر تھے۔ نہ غاصب تھے نہ خائن تھے نہ غادر تھے، بلکہ حقداروں کے حق ادا کرنے والے تھے اور اہلِ بیت کے حقوق کی کماحقہٗ رعایت رکھنے والے تھے۔ آلِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلقہ وعدوں کو ایفا کرنے والے تھے۔ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم، کے متعلق معاشرتی امُور میں پوُری پاسداری کرنے والے تھے۔ جہاں خلیفۂ اوّل نے تمام مسلمانوں کے ساتھ حُسنِ سلوک، روا داری اور خدمت گذاری کا حق ادا کیا ہے وہاں اس نے حضور علیہ السلام کے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی بہترین خدمت سرانجام دی ہے۔ (جزاہ اللہ احسن الجزاء)

(۴)

ان تمام مندرجات سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ خلیفۂ اوّل (ابوبکر الصدّیق) کے درمیان اور آلِ رسول (صلعم) کے مابین مساعدت تھی، موافقت تھی، مراعات تھی مواسات تھی۔ مواساۃ و مواخاۃ تھی۔ تب ہی تو آپس میں یہ لین دین اور اخذ و قبول جاری تھا۔ خمس کا حق ان کو ملتا تھا۔ مالِ فَے سے ان کو حق ملتا تھا اور سہم ذوی القربیٰ ان کو باصل ہوتا تھا۔ فدک کی آمدن ان کو پہنچتی تھی (جیسا کہ فریقین کی کتابوں سے اس پر شواہد و مؤیدات پیش کیے گئے ہیں)۔

اور اگر بالفرض والتقدیر آل رسُول (صلی اللہ علیہ اللہ وسلم) اور خلیفۂ اوّل و ثانی کے درمیان منافرت و مخالفت اور معادات و مخاصمت و معاندت ہے تو مذکورہ مراسم و روابط کیسے قائم و دائم رہ سکتے تھے؟ خمسِ غنائم کیسے لے سکتے تھے؟ مالِ فَے کے متولّی کیسے بن سکتے تھے؟ فدک کی آمدن کیسے قبول کر سکتے تھے؟ فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

ایک جائز سوال اور مناسب جواب

"آلِ رسول صلعم اور مالی حقوق" کے عنوان کے تحت فریقین کی کتابوں سے جو حوالہ جات

آپ نے درج کیے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر الصدیقؓ نے آل رسول (صلعم) کے ان حقوق کو ادا کیا ہے اور خصوصاً "فدک" کی آمدن سے آل نبی (صلعم) کے تمام اخراجات کو پورا کرتے تھے۔ ساتھ ہی صحاح کی انہی بعض روایات میں لکھا ہے فَاَبیٰ ابوبکر علیہما ذالک یا فَاَبیٰ ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ منہا شیئاً وغیرھا (یعنی جب حضرت فاطمہ نے ابوبکر الصدیقؓ سے اپنے حق کا مطالبہ کیا ہے تو ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کا مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا) تو یہ چیز اس ثابت شدہ امر کے بالکل برخلاف ہے وہاں ادائیگی حق کا اقرار ہے اور اس جملہ میں حق ادا کرنے سے بالکل صاف انکار ہے۔ اس تضاد بیانی اور تعارضِ روایت کا کیا حل ہے؟

الجواب

جن روایات میں حضرت فاطمہؓ نے خلیفۂ اول ابوبکر الصدیقؓ سے متروکہ مال نبوی کا مطالبہ کیا ہے۔ اس نوع کی سب روایات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ کو مخصوص نوعیت یعنی توریث کی شکل میں ادا کرنے سے ابوبکر صدیق نے انکار کیا ہے مطلقاً حق ادا کرنے سے انکار نہیں کیا۔ آسان لفظوں میں اس طرح ہے کہ فاطمہؓ اپنے خیال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکہ مال میں سے بطورِ وراثت اپنا حق طلب کرتی تھیں اور خلیفہ اوّل صدیقِ اکبرؓ نے اس فرمانِ نبوی کو (کہ ہمارے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ اور وقف ہوتا ہے) پیش کر کے بطورِ وراثت تقسیم کر دینے سے انکار کیا ہے۔ سرے سے ان کو حق ادا کرنے سے منع نہیں کیا۔ (رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) (گلستان بین المرتبتین)

اس چیز پر قرائن و شواہد خود روایت میں موجود ہیں جو غور کرنے سے معلوم ہو رہے ہیں۔

۱۔ پہلا یہ ہے کہ روایاتِ ہذا میں درج ہے کہ صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ انما یاکل آل محمد من ھذا المال الخ (ضرور بر ضرور آل محمدؐ اس مطلوبہ مال سے کھاتی رہے گی۔

۲۔ دوسرا یہ کہ صدیق اکبرؓ کہتے ہیں کہ میں ان اموال میں نبی کریم صلعم جیسا عمل درآمد یقیناً جاری

رکھونگا۔ (لا عملنّ فیما یما عمل فیہا رسول اللہ صلعم الخ)

اور مسلّم چیز ہے کہ حضور علیہ السّلام کا عمل درآمد حق ادا کرنے کا عمل تھا نہ کہ حق کو روکنا اور منع کرنا تھا۔

۳۔ تیسرا صدّیق اکبرؓ حلف و قسم کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ نبی کی قرابت و رشتہ داری مجھے اپنی رشتہ داری سے زیادہ محبوب ہے (واللہ لقرابتہ رسول اللہ صلعم احبّ الیّ من قرابتی) اور ظاہر ہے کہ رسول (صلعم) کے رشتہ داروں کو حقوق ادا کرنے کی صورت میں یہ اپنی قسم میں بار ا ور صادق ہو سکتے ہیں نہ کہ دوسروں کا حق ضائع کر دینے میں سچے ہو سکتے ہیں۔

اسلامی دنیا تسلیم کرتی ہے کہ ابوبکر الصدّیقؓ اپنے اقوال میں اعمال میں وعدہ کے وفا کرنے میں سچے و صادق تھے۔ تب ہی تو آپ کو صدّیق کا لقب عطا ہُوا ہے۔

اب ان قرائن مندرجہ میں غور کرنے سے ایک منصف طبع انسان آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے جو شخص ان ہر سہ امور بالا کو تسلیم کر رہا ہے یا ان کا اقرار کر رہا ہے وہ حق ادا کرنے سے کیسے انکار کر سکتا ہے؟

بہرکیف حضرت صدیق اکبرؓ نے جو وعدے کیے ہیں وہ یقیناً پُورے کیے ہیں اور آلِ رسول (صلعم) کے حقوق ٹھیک ادا کیے ہیں اور آلِ رسول کو ادائیگی حقوق کے لحاظ سے ہر مرحلہ پر مقدم رکھا ہے۔ اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔ اور جہاں ابوبکر الصدیق کی طرف سے انکار کا ذکر ہے وہاں تقسیم وراثت کی صورت میں انکار کیا ہے۔ مطلقاً حق کو نہ ادا کرنا یا ضائع کر دینا ہرگز مراد نہیں۔ فافہم واستقم۔

مزید برآں

یہ چیز عرض کی جاتی ہے کہ الجواب کے تحت بالا عبارت میں ہم نے واضح کر دیا ہے کہ صدیق اکبرؓ نے آلِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے حقوق کی ادائیگی میں انکار کس صورت میں کیا ہے؛

اور اقرار کس صورت میں کیا ہے ؟ یعنی حقداروں کے درمیان اراضی تقسیم کر دینے سے انکار کیا تھا اور آمدن اراضی انہا کی تقسیم پر عمل درآمد کیا کرتا تھا ؛ یہ عمل درآمد تمام خلفاء ثلاثہؓ کے دور میں جاری رہا۔ حتیٰ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ کا دورِ خلافت آیا ہے اس وقت بھی فدک کے بارہ میں وہی سابق عمل درآمد چلتا رہا جس کو خلفائے ثلاثہ جاری کیے ہوئے تھے۔

جب حضرت علی المرتضیٰؓ سے بعض لوگوں نے فدک کی واپسی کے متعلق کلام کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے میں اس چیز کو لوٹا دوں جس کو ابو بکرؓ نے منع کیا تھا اور عمرؓ نے اس حکم کو جاری رکھا۔ عبارتِ ذیل میں یہ مفہوم موجود ہے:

.... فَلَمَّا وَصَلَ الْاَمْرُ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ کُلِّمَ فِیْ رَدِّ فَدَکَ فَقَالَ اِنِّیْ لَاَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰہِ اَنْ اَرُدَّ شَیْئًا مَنَعَ مِنْہُ اَبُوْبَکْرٍ وَ اَمْضَاہُ عُمَرُ؛

(۱) الشافی فی الامامۃ از سید مرتضیٰ علم الہدیٰ طبع قدیم ص ۲۳۱-۲۳۱ فصل فی تتبع کلامہ علی الطاعن علی ابی بکر و ما اجابہ بہ الخ - (۲) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد رابع - طبع بیروت شام ص ۱۳۰ - بحث فدک - الفصل الثانی)

خلاصہ یہ ہے کہ سید مرتضیٰ نے اور ابن ابی الحدید دونوں شیعی علماء نے یہ حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے اس میں صاف ثابت ہو رہا ہے کہ شیخینؓ نے فدک کے بارے میں جو شکل اختیار کی تھی وہ حضرت علیؓ کے نزدیک صحیح اور درست تھی، ناجائز اور ناروا نہیں تھی۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں اسی پر عمل جاری رکھا گیا۔ گویا صدیق اکبرؓ کی صداقت کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت علیؓ کا قول اور عمل ان کا مؤید و مصدق ہے۔ ایک منصف مزاج اور حق پسند کے لیے اس سے بڑھ کر کونسی شہادت کی ضرورت ہے؟

ایک معقول سوال

ماقبل میں جو چیزیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے رشتہ داروں اور ابوبکر الصدیق ؓ کے درمیان معاملات بہت بہتر تھے۔ ایک دوسرے کے قدردان تھے، ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والے اور وعدہ وفا تھے جو ان کے مابین حُسنِ سلوک کا بہترین ثبوت ہے۔

لیکن آپ کی حدیث کی کتابوں (بخاری شریف و دیگر کتب) میں پایا جاتا ہے کہ جب ابوبکر الصدیق ؓ نے حضرت فاطمہ ؓ کو حقِ وراثت دینے سے انکار کیا تو "فَغَضِبَتْ فَاطِمَۃُ فَھَجَرَتْہُ فَلَمْ تُکَلِّمْہُ حَتّٰی تُوُفِّیَتْ"۔ یعنی فاطمہ غضبناک ہوگئیں اور وفات تک ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور پھر کوئی کلام نہ کی"

سو معلوم ہوا کہ آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خصوصاً سیدہ فاطمہ ؓ اور ابوبکر الصدیق کے درمیان سخت ناچاکی واقع ہوگئی تھی اور باہمی ناراضگی آگئی تھی۔ اور ان کی یہ چیز مدۃ العمر چلی گئی۔

یہ بات آپ کے سابقہ بیانات اور پیش کردہ روایات و حسنِ معاملات سب کی تغلیط و تردید کر رہی ہے لہٰذا اس معمہ کو حل کیا جائے۔ کیونکہ تعلقات کے تمام سابقہ واقعات اس روایت نے مشتبہ کر ڈالے ہیں جب زندگی کے آخری لمحات میں کشیدگی و رنجیدگی پائی جاتی ہے تو گذشتہ مراسم و تعلقات کا کیا فائدہ ہوا۔ وہ تو خود بخود کالعدم متصور ہو کر رہ گئے۔ بنا بریں آپ اس مسئلہ کو صاف کریں۔

مرغوب جواب

سوال مندرجہ کا جواب پیش کرنے سے پہلے یہ لکھنا مفید ہے کہ

(۱)۔ مسئلہ فدک کی یہ نازک اور اہم بحث ہے۔ اس پر علماء نے اپنے اپنے دور میں عمدہ کلام کیا ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ چودھویں صدی ہجری کا آخری دور جا رہا ہے یعنی اس وقت ۱۳۹۱ھ شروع ہے۔ مسئلہ فدک پر ہمارے استاذِ محترم حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب

بخاری مرحوم و مغفور نے ایک کتاب "تحقیقِ فدک"[1] کے نام سے ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء میں تحریر فرمائی تھی۔ جو اس بحث کے متداول پہلوؤں پر مشتمل لاجواب کتاب ہے۔ عوام و خواص کو اس کتاب سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ہم نے بھی "تحقیقِ فدک" کے فوائد سے استفادہ کیا ہے۔ جن مسائل کی حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بنیاد قائم کی تھی ان کی تکمیل کرنے میں ہم نے اپنے مقدور کے موافق سعی کی ہے۔ مالک کریم منظور فرمائے تو اس کی نوازش ہوگی۔

(۲) دوسری یہ چیز مفید معلوم ہوتی ہے کہ اس جواب کے دو حصے کر دیئے جائیں۔ ایک تو عوام کے لیے یہاں متن میں ہی درج کیا جائے جس میں ان کے معیارِ لیاقت کے مطابق کلام لکھا جائے اور اہلِ علم حضرات کے لیے یہاں حاشیہ میں ان کے مذاق کے موافق ذرا تشریح کے ساتھ ان کی تسلی کا سامان پیش کیا جائے فلہٰذا اہلِ فہم و علم کے لیے یہاں ایک ضروری حاشیہ کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ امید ہے باذوق اور تحقیق پسند حضرات ہماری معروضات کی قدر دانی فرمائیں گے اور اگر پیش کردہ علمی چیز میں کوئی خامی اور نقص ہوا تو اس کی اصلاح فرمائیں گے۔

ان معروضات کے بعد واضح ہو کہ حضرت فاطمہؓ کے مطالبۂ فدک و خمس وغیرہ کے جواب میں ابوبکر الصدیقؓ نے ان کے والد شریف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان پیش کیا کہ لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ یعنی "ہم جماعتِ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو ترکہ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ (اور مسلمانوں پر وقف) ہوتا ہے۔" او کما قال علیہ السلام۔

غور و فکر کی یہاں یہ چیز ہے کہ صدیقِ اکبرؓ کے اس جواب میں خاتونِ جنت کے لیے ناراضگی کا کوئی پہلو نکل سکتا ہے ؟

(۱)

۔ اول تو حدیثِ نبوی سن کر ناراض ہو جانا نقل کے برخلاف ہے۔ قرآن مجید کی ذیل کی

---

[1] تحقیقِ فدک، کتاب ہذا ضمیمہ جات کے ساتھ اضافہ ہو کر دوبارہ بلکہ سہ بارہ بھی طبع ہو چکی ہے اور پتہ ذیل سے دستیاب ہو سکتی ہے :

سرگودھا شہر، بشیر کالونی، "مسجد ثانی اثنین" مولوی محمد قاسم شاہ صاحب ابن حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب قبلہ مرحوم۔ (منہ)

آیات کا حکم ملاحظہ ہو:۔

(۱) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا۔ (پ۲۲)

(یعنی اللہ اور اس کا رسول جس بات کا فیصلہ فرما دیں تو مومن مرد و مومنہ عورت کے لیے اپنا اختیار باقی نہیں رہتا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ واضح طور پر گمراہ ہو گیا اور بھٹک گیا۔)

(۲) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (پ۵)

"یعنی تیرے رب کی قسم ہے وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان واقع ہو۔ پھر نہ پا دیں اپنے جی میں کسی قسم کی تنگی تمہارے فیصلہ سے اور تسلیم کر لیں۔"

(۲)

دوسرا عقل و اصول کے متضاد یہ چیز ہے کہ جو ارشاد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں اسے آپ کی اولاد شریف سن کر تسلیم نہ کرے اور چیں بجبیں ہونے لگے۔ اس کو عقل سلیم باور نہیں کر سکتی۔

جب عقل و نقل کے اعتبار سے یہی صحیح ہے کہ حضور علیہ السلام کے فرمان کو تسلیم کرنا ہر ایک کے لیے فرض منصبی ہے اور امت مسلمہ میں سے کوئی ایک فرد بھی اس مسئلہ سے مستثنیٰ نہیں ہے تو حضرت فاطمہؓ بھی انہی اصول کے ماتحت شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پابند ہیں اور اس پر کاربند ہیں۔ بنا بریں یقیناً یہ درست ہے جب ابوبکر الصدیقؓ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ میراث کے جواب میں مذکورہ بالا فرمان نبوی پیش کیا تو سیدہ فاطمہؓ

نے مسئلہ ہٰذا کی صحیح پوزیشن معلوم کر لینے کے بعد خاموشی اختیار کر لی اور صدیق اکبرؓ کے پیش کردہ مسئلہ کو صحیح طور پر تسلیم کر لیا اور کسی قسم کی ناراضگی کی روش نہیں اختیار کی۔ اور اس چیز پر ہم انشاء اللہ شواہد قرائن پیش کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اس سے قبل ان روایات کا مطلب اور حل بیان کر دینا لازمی ہے جن میں ابوبکر الصدیقؓ کا جواب سن کر فاطمہؓ کے غضبناک ہو جانے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کرام کی وہ پریشانی زائل ہو سکے جو ان روایات کے ملاحظہ کرنے کے بعد ایک ظاہر بین آدمی کے لیے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے اوّلاً ہم ان روایات کا حل سامنے رکھتے ہیں، اس کے بعد ہم اصل مسئلہ کی طرف عود کر کے یہ ثابت کریں گے کہ ان دونوں بزرگ ہستیوں (ابوبکر الصدیقؓ و سیدہ فاطمہؓ) کے درمیان کسی قسم کی ناراضگی اور رنجیدگی نہ تھی اور ان کے مابین تعلقات صحیح اور درست تھے۔ ان شاء اللہ الرحمٰن۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

حلِ روایات

محدثین کے ہاں ایک مسئلہ کسی روایت سے معلوم کرنا ہو تو اس کے متعلق طریقہ یہ ہے کہ اس نوع کی تمام روایات کو پیشِ نظر لانے کے بعد مسئلہ کو مستنبط کیا جاتا ہے۔ اس طرز کے اختیار کرنے سے اس مسئلہ کے جمیع جوانب و اطراف سامنے آجاتے ہیں اور اگر بالفرض رواۃ کی طرف سے کوئی اس متن میں کمی و بیشی ہو گئی ہو یا راویوں کی تعبیر میں فرق پیدا ہو گیا ہو یا ناقلینِ روایت کی طرف سے الفاظ میں تغیر و تبدل واقع ہو گیا ہو تو وہ آسانی سے دریافت ہو سکتا ہے۔

قدیم علماء میں حدیث سے مسئلہ کے اثبات کے لیے یہی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے اہلِ علم اس چیز کو بخوبی جانتے ہیں، عوام ناظرین کے لیے یہ چیز بطورِ تمہید بیان کر دی گئی ہے اس تمہیدی امر کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ :-

(۱)

جن روایات میں ابوبکر الصدیقؓ کا جواب سن لینے کے بعد فاطمہؓ کا غضبناک ہو جانا، ناراض ہو جانا، ابوبکرؓ کو چھوڑ دینا، کلام نہ کرنا وغیرہ مذکور ہے ان روایات کو ہم نے اپنے مقدور کے موافق سنن حدیث کی متداول کتب سے تلاش کیا ہے۔ تقریباً سولہ عدد مقامات متون حدیث و تاریخ میں سے دستیاب ہوئے ہیں جہاں یہ مذکورہ مضمون مروی ہے۔ ان تمام مقاماتِ مذکورہ میں ابن شہاب الزہری ہی اس روایت کا راوی ہے۔ کوئی ایک مقام بھی اس روایت کے متعلق اب تک ایسا نہیں مل سکا جہاں حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی و ہجران کا ذکر پایا جاتے اور وہ روایت ابن شہاب زہری کے بغیر کسی دوسرے راوی سے مروی ہو۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ کی روایات جہاں جہاں محدثین نے اپنی پوری سند کے ساتھ ذکر کی ہیں ان جمیع مقامات پر نظر غائر کرنے سے یہ دریافت ہوا ہے کہ ابن شہاب زہری (محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری) کے بغیر کسی راوی نے بھی سیدہ فاطمہؓ کی غضبناکی ہجران وغیرہ کا روایت ہذا میں ذکر نہیں کیا۔ فاطمۃ الزہراءؓ کی طرف سے مناقشانہ گفتگو صرف اس ایک (زہری) نے ہی نقل کی ہے اور کسی راوی نے بالکل نہیں نقل کی۔

(۲)

نیز ان سب روایات میں (جن میں ناراضگی کے کلمات وغیرہ کا ذکر ہے) تدبر و تفکر کرنے سے یہ چیز بھی دستیاب ہوتی ہے کہ ابوبکر الصدیقؓ نے جب مطالبہ ہذا کے جواب میں فرمانِ نبوی (لا نورث ما ترکنا صدقۃ) ذکر کیا اور کہا کہ انما یاکل آل محمدؐ من ھذا المال الخ تو ابوبکر الصدیقؓ کے جواب ہذا مکمل ہونے کے بعد اس روایت میں اس طرح درج ہے کہ قَالَ فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى مَاتَتْ یعنی اس مرد

روایت کرنے والے نے کہا کہ (فاطمہؓ نے ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور کلام تک نہ کی حتیٰ کہ وفات پائی ۔)

مطلب یہ ہے کہ لفظ قَالَ کے بعد یہ ناراضگی وغیرہ کا ذکر پایا جاتا ہے اور یہ قَالَ کا مقولہ ہے، سابقہ روایت جو حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اس کا یہ حصّہ نہیں ہے بلکہ اس سے خارج ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس قَالَ کا فاعل کون مرد مذکر ہے؟ عورت کا قول تو نہیں ہے تاکہ کہا جاسکتا کہ اوپر واقعہ ہٰذا حضرت عائشہؓ نے نقل کیا ہے یہ کلام بھی ان کا قول ہوگا اس لیے کہ حضرت عائشہؓ کا قول ہو تو عربی زبان کے قواعد کے اعتبار سے لفظ قَالَتْ (صیغۂ واحد مؤنث غائب کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا جانا چاہیے تھا، مگر اس طرح نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ لفظ قَالَ (جو صیغۂ واحد مذکر غائب ہے) کا فاعل دوسرا مذکر شخص ہے وہ ابن شہاب الزہری ہے، اس لیے کہ (جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے) ان کلماتِ مناقشہ کو نقل کرنے والا اس کے بغیر اور کوئی شخص نہیں۔

(۳)

تیسری چیز یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے مطالبہ کے جواب میں جب ابوبکر الصدیقؓ کا مذکورہ جواب تسلی بخش اور اطمینان دہ پایا تو اس مسئلہ کے متعلق خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اصل واقعہ اتنا ہی ہے جیسا کہ حافظ ابنِ کثیرؒ نے البدایہ جلد ۵ ص ۲۸۹ پر یہ چیز بڑے عمدہ الفاظ میں درج فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"وقد روينا ان فاطمة رضى الله عنها احتجت اوّلا بالقياس وبالعموم فى الاٰية الكريمة فاجابها الصديق بالنص على الخصوص بالمنع فى حق النبى وانها سلمت له ما قال وهٰذا المظنون بها رضى الله عنها۔"

یعنی روایات بتلاتی ہیں کہ خاتونِ جنّت نے پہلے پہلے اپنے قیاس اور آیتِ

وراثت کے عموم کے ساتھ استدلال پکڑا تھا۔ پھر ابوبکر الصدیقؓ نے جواب دیا کہ اس وراثت کے عمومی مسئلہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خارج ہیں اور ان کے لیے حکم مخصوص ہے۔ پس ابوبکر الصدیقؓ نے جو جواب دیا اس کو خاتونِ جنت نے تسلیم کر لیا۔ حضرت فاطمہؓ کے متعلق ہمارا یہی حسنِ ظن ہے۔"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۵، ص ۲۸۹، بیان روایۃ الجماعۃ لما رواہ الصدیقؓ وموافقتہم علیٰ ذالک)

لیکن راوی (زُہری) نے جو عُروہ سے اور وہ عائشہؓ سے ناقل ہے۔ اپنے زعم میں سیدہ فاطمہؓ کی خاموشی اختیار کرنے کو ناراضگی اور غضبناکی پر محمول کر کے یہ الفاظ ذکر کر دیئے۔ حالانکہ کسی چیز کے متعلق سکوت و خاموشی اختیار کر لینا ہمیشہ رنجیدگی کی وجہ سے ہی نہیں ہوتا۔ خاموشی نیم رضا بھی ہوا کرتی ہے (جیسا کہ عوام میں بطور منقولہ مشہور ہے)۔ اور اس بات کے متعلق اطمینان ہو جانے کی صورت میں بھی انسان سکوت اختیار کر لیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ علم کی اصطلاح میں اس کو ظنِ راوی (یعنی راوی کا گمان) کہا جاتا ہے۔ روایت ہذا میں راوی کا اپنا ظن و گمان ہے وہ راوی ابنِ شہاب زہری ہیں۔ (دعافاد اللہ تعالیٰ)

ان تمام مقدمات میں جہاں یہ الفاظ غضبت، وجدت، ھجرت وغیرہ پائے گئے ہیں ظنِ راوی ہے پھر ان سولہ مواضع میں سے چھ مقامات میں قَالَ کا لفظ روایت میں مذکور ہے[1] اور باقی مقامات میں زہری کے بعض شاگردوں نے قَالَ کے لفظ کو ساقط کر دیا ہے[1] اور عموماً مشاجرہ کے الفاظ قَالَ کے بعد مذکور پائے جاتے ہیں (جہاں قَالَ موجود ہوتا ہے)۔ اہلِ علم کے اطمینان کے لیے اس مقام کے حاشیہ میں ہم نے مقاماتِ مذکورہ کی نشان دہی کر دی ہے عوام کو اس کی حاجت نہ تھی اس لیے یہاں نہیں ذکر کیے۔

مختصر یہ ہے کہ سوال مذکور کا جواب اس طرح اختتام پذیر ہوا ہے کہ ابوبکر الصدیقؓ کے جواب باصواب پر حضرت فاطمہؓ بالکل ناراض نہیں ہوئی ہیں (جیسا کہ مفصلاً عرض ہو چکا ہے)۔ بلکہ جواب مطمئن حاصل ہونے پر خاموشی اختیار کی۔ اس روایت میں جو ان کی رنجیدگی کا ذکر کہیں کہیں پایا جاتا ہے وہ سراسر راوی کا اپنا وہم اور خیال ہے جو روایت میں ملا دیا گیا ہے اور لوگوں کے لیے غلط فہمی کا موجب بن گیا۔

اب روایت ہٰذا ملاحظہ کرتے وقت آپ کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ باعثِ اشکال نہ ہوگا۔ بلکہ موجبِ اطمینان ہوگا۔ (بفضلہٖ تعالیٰ)

مسئلہ کی تکمیل

حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ کے مطالبۂ میراث کے جواب میں جب حدیث (نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ) پیش کی تو حضرت فاطمہؓ اس مسئلہ کا صحیح جواب پاکر خاموش ہوگئی تھیں

اس مقام میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اس چیز پر ہمارے پاس شواہد موجود ہیں اور قرائن پیش کیے جا سکتے ہیں کہ ہماری گذارش درست ہے۔ فلہٰذا اب مسند امام احمد سے ایک روایت ہم تحریر کرتے ہیں جو ہمارے معروضات کی تائید کرتی ہے۔

مسنداتِ فاطمہؓ میں امام احمدؒ نے اپنی سند کے ساتھ ذیل کی روایت تخریج کی ہے:-

.... حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّۃَ قَالَ دَخَلَتْ فَاطِمَۃُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَتْ اَخْبَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَوَّلُ اَہْلِہٖ لُحُوْقًا بِہٖ۔ (مسند احمد، ج ۶ ص ۲۸۳ - احادیثِ فاطمہؓ)

یعنی .... حضرت فاطمہؓ ابوبکر الصدیقؓ کے پاس تشریف لے گئیں اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپؐ کے گھر والوں میں سے

سب سے پہلے میں آپ سے جا کر ملوں گی"۔

روایت ہٰذا کے فوائد و نتائج

——— ان دونوں بزرگ ہستیوں کے درمیان عداوت اور منافشت ہرگز نہیں۔ ورنہ ایک دوسرے کے پاس تشریف لے جانے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

——— دوسری یہ چیز ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکرؓ الصدیقؓ کے ہاں جا کر عام گفتگو نہیں کی بلکہ حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جا کر سنائی ہے۔ نبی کریمؐ کی حدیث ایک دوسرے کو سنانا مستقل ثواب اور خیر و برکت کی چیز شمار ہوتی تھی۔ یہ معمولی بات چیت کے درجہ میں نہیں تھی۔ یہ مؤانست اور موافقت کی علامات میں سے ہے۔

——— تیسرا یہ امر واضح ہوا کہ حضور علیہ السّلام نے ایک رازدار چیز فاطمہؓ کو بطورِ پیشینگوئی بیان کی ہوئی تھی۔ وہ راز انہوں نے صدّیقِ اکبرؓ کو جا کر بتایا ہے جو خوشخبری کے درجہ میں تھا۔ دوست دوستوں کا راز سُن کر مسرور اور خوش ہُوا کرتے ہیں۔ اسی بنا پر حضرت فاطمہؓ نے محبّت کے انداز میں محبوب کی چیز محبوب کے محبوب کو جا کر سنائی۔ (فسبحان اللہ علیٰ حُسنِ سلوکہم)

——— نیز یہ بھی ثابت ہُوا کہ فلم تتکلم حتّٰی ماتت کا جملہ اپنے اطلاق پر چھوڑا جائے تو راویوں کا محض اپنا خیال شریف ہے اور صرف اپنا ظنِ منیف ہے اور بالکل اپنا گمانِ لطیف ہے اور واقعات کے سراسر خلاف ہے۔ یہاں تو ان حضرات کی ملاقات برابر جاری ہے۔ گفتگو ہوتی ہے، آمد و رفت رہتی ہے۔ دینی مسائل آپس میں سُنے سنائے جاتے ہیں۔ تا وفات نہ کلام کرنا کیسے صحیح ہُوا؟ (اہلِ فکر غور کریں)

مُطالبہ کی روایت کے متعلق ایک حاشیہ

عرض یہ ہے کہ بخاری شریف کی ایک روایت جس کا مفہوم یہ ہے (غضبت فاطمۃ فھجرتہ فلم تزل مھاجرتہ حتّٰی ماتت الخ) سے مخالفینِ صحابہ کرامؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی باہمی دائمی رنجیدگی و ناراضگی ثابت کرتے ہیں اور اولادِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حق تلفی کی بنیاد اس پر قائم کرتے ہیں

اس روایت کی وجہ سے مخالف دوستوں کی طرف سے ملک بھر میں اس قدر انتشار و خلفشار، افتراق و انشقاق پیدا کر دیا گیا ہے جس کی نظیر نہیں۔ اس لیے اس کے جواب میں کچھ تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

چند چیزیں یہاں اہلِ علم کے لیے ذکر کرنا مناسب ہیں پسند خاطر ہوں تو قبول فرمائیں ورنہ ترک کر دیں۔

(۱)

(ظنِّ راوی کا بیان)

——— اوّلاً عرض ہے کہ اس روایت میں غضب و وجد و ہجران و عدمِ تکلم وغیرہ اشیاء اصل روایت کا جزء نہیں بلکہ یہ ظنِّ راوی سے ہے۔

چنانچہ بعض علماء نے یہ توجیہ ذکر کر دی ہے۔ ایک تو شیخ العلماء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر لامع الدراری علیٰ جامع البخاری جلد ثانی میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

قولہ نغضبت فاطمۃ الخ ھذا ظن من الراوی حیث استنبط من عدم تکلمھا ایاہ انما غضبت علیہ الخ

(لامع الدراری علی جامع البخاری، جلد ثانی، ص ۵۰۰۔

کتاب الجہاد۔ باب فرض الخمس طبع سہارنپور، یوپی)

دوسرا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ امدادیہ۔ جلد چہارم کتاب المناظرۃ میں اس روایت کی توجیہ اس طرح تحریر کی ہے کہ:۔

"علماء محققین لم تتکلم را بر معنی لم تتکلم فی ہذا الامر محمول کردہ اند۔ ولو سلمنا کہ لم تتکلم بر معنی تمیا در محمول باشد تاہم چہ دلیل کہ ایں ہجران از ملالت بود واگر بروایتے تصریح ہم برآید ممکن کہ ظن راوی باشد" الخ۔

(فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم، کتاب المناظرۃ

ص ۱۳۲۔ طبع قدیم مجتبائی، دہلی)

اس کے بعد یہ مسئلہ پیش آئے گا کہ آیا "صحیحین" میں ظنِ راوی جاری ہو سکتا ہے؟ تو اس کے متعلق اکابر علماء نے ذکر کیا ہے کہ "صحیحین" بیشتر صحیح ہیں لیکن کہیں کہیں وہم راوی پایا جاتا ہے۔

چنانچہ فیض الباری علی صحیح البخاری (از علامہ کبیر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ) جلد چہارم، کتاب بدأ الخلق میں مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

"وای اعتماد بہ (بالتاریخ) اذا لم یخلص الصحیحان عن الاوہام حتی صنفوا فیہا کتبًا عدیدۃً فاین التاریخ الذی یدوّن بافواہ الناس وظنون المؤرخین لا سند لہا ولا مدد۔ الخ"

(فیض الباری حاشیہ بخاری، ج ۴ ص ۷۷، جلد رابع،

باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حاصل یہ ہے کہ صحیح روایت میں جب وہم راوی کی گنجائش ہے اور خاص اس روایت

ہیں علماء کبار ظنِ راوی کا قول بھی کر رہے ہیں تو آسانی سے جواب مرتب ہو گیا کہ کشیدگی پر دلالت کرنے والے یہ الفاظ سب کے سب وہمِ راوی ہیں اور اصل روایت سے خارج ہیں۔

—— بعد ازاں یہ صاف کرنے کا معاملہ ہے کہ وہ کون بزرگ ہیں؟ جن کا یہ ظن اور گمان ہے۔

ہماری جستجو اور تلاش کے موافق اس سند کے رواۃ میں سے ابنِ شہاب زہریؒ ہیں، یہ سب الفاظ ان کے گمان کی پیداوار ہیں۔

اس چیز پر قرینہ یہ ہے کہ مذکورہ چیزیں (غضب و عدمِ تکلّم وغیرہ) صرف ابن شہاب زہری کی مرویات میں ہی دستیاب ہوتی ہیں۔ مطالبہ (فدکؔ و خمسؔ و توریثؔ) کی روایت جہاں بھی ابن شہاب زہری کے ماسوا کسی سند سے پائی گئی ہے تو وہاں مذکورہ الفاظ بالکل ندارد ہیں۔ ہم نے اپنی ناقص تلاش کے موافق مسئلہ ہٰذا کو اسی طرح پایا ہے۔ آپ حضرات بھی تحقیق فرمالیں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ چیز درست ثابت ہو گی۔

(۲)

(ادراجِ راوی کا بیان)

—— سوال مذکور کے جواب میں "وہم راوی" کے بجائے اس طرح بھی آپ تعبیر کر سکتے ہیں کہ (مطالبہ والی) "روایت مدرج" ہے اور راوی کی طرف سے روایت ہٰذا میں ادراج پایا گیا ہے وہ اس طرح کہ اس روایت کے بعض مواضع میں "قَالَ" کا لفظ پایا جاتا ہے اور "قَالَ" کے بعد (ھجرتہ فلم تکلمہ حتی ماتت) وغیرہ الفاظ مذکور ہیں۔ یہ کلمات "قَالَ" کا مقولہ ہیں یعنی عائشہ صدیقہؓ کی اصل روایت سے یہ الفاظ خارج ہیں۔ اور راوی کی جانب سے روایت میں بطورِ ادراج مذکور ہوتے ہیں۔

پھر یہ چیز قابلِ توجہ ہو گی کہ کن کن مواقع میں لفظ "قَالَ" پایا جاتا ہے؟ جس کو آپ نے

اِدراج فی الروایۃ کا قرینہ قرار دیا ہے اور کن محدثین و مؤرخین نے اس روایت کو تخریج کیا ہے!

تو اس کے متعلق (مطالبہ کی روایات کا) ہم ایک اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں جو ہم کو اس بحث کے مطالعہ کے تحت حاصل ہوا ہے۔ اس کے ملاحظہ کرنے سے ناظرین کو ایک گونہ رہنمائی حاصل ہو سکے گی۔ مزید برآں آپ تتبّع و تعمّق فرما کر مسئلہ ہٰذا کو پایۂ تحقیق تک پہنچا سکتے ہیں۔ (اعاننا اللہ تعالیٰ وایاکم)

تعدادِ مرویات کا اجمالی نقشہ

—— سیدہ فاطمہؓ کی طرف سے سیدنا ابوبکر الصدیقؓ سے مطالبہ کی روایت احادیث و روایات و تاریخ کی مندرجہ ذیل باسند کتب سے قریباً چھتیس ۳۶ مواضع سے دریافت ہوئی ہے۔

اَسماءِ کُتُب

(۱) المصنّف لعبد الرزاق میں (ایک عدد) (۲) بخاری شریف میں (۵ عدد)

(۳) مُسلم شریف میں (۲ عدد) (۴) مُسند امام احمد میں (۵ عدد)

(۵) طبقات ابن سعد میں (۲ عدد) (۶) مُسند ابی عوانہ اسفرائینی میں (۳ عدد)

(۷) ترمذی شریف میں (۲ عدد) (۸) ابوداؤد شریف میں (۴ عدد)

(۹) نسائی شریف میں (ایک عدد) (۱۰) المنتقٰی لابن جارود میں (ایک عدد)

(۱۱) شرح معانی الآثار طحاوی میں (ایک عدد) (۱۲) مشکل الآثار طحاوی میں (ایک عدد)

(۱۳) السنن الکبریٰ للبیہقی میں (۶ عدد) (۱۴) تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری (ایک عدد)

(۱۵) فتوح البلدان بلاذری میں (ایک عدد)

—— ان مقامات میں مذکورہ روایت بعض جگہ مفصل ہے اور بعض مواضع میں مجمل ہے اور تفحّص و تفکّر سے واضح ہوا ہے کہ مندرجہ چھتیس ۳۶ مواضع میں قریباً گیارہ عدد مطالبہ ہٰذا کی

وہ روایات ہیں (جن کی سند میں ابنِ شہاب زہری نہیں ہے) اور دیگر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابوہریرہؓ۔ ابوالطفیل عامر بن واثلہ امِّ ہانی وغیرہم سے مروی ہیں یعنی حضرت عائشہؓ سے منقول نہیں۔ یہاں کسی ایک مقام میں بھی رنجیدگی و کشیدگی کا نام و نشان نہیں۔

ان کے ماسوا پچیس[۲۵] مقامات (جن کی سند میں زہری موجود ہے) دو طرح پائے گئے ہیں:

ایک صورت یہ ہے کہ سند میں زہری موجود ہونے کے باوجود مناقشہ نما الفاظ بالکل مفقود ہیں اور کشیدگی سیّدہؓ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ ایسے مواضع قریباً نو[۹] عدد ہیں۔

دوسری شکل یہ ہے کہ اس روایت میں وجد و عدمِ تکلم وغیرہا یہ چیزیں منقول ہیں۔ ان مقامات کی ہر سند میں زہری موجود ہے (زہری سے کوئی ایک سند بھی خالی نہیں) قریباً یہ سولہ[۱۶] مواضع ہیں۔

لفظ "قال" کی دریافت

مذکورہ سولہ[۱۶] مقامات میں (جہاں مناقشانہ کلمات پائے جاتے ہیں) تدبر کرنے سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ الفاظ مندرجہ ذیل مواضع میں قَالَ کے بعد مذکور ہوئے ہیں۔ یعنی قَالَ کا مقولہ ہیں قَالَتْ کا مقولہ نہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی کلام سے خارج ہیں۔

اس قَالَ کا قائل زہری کا کوئی شاگرد ہے، معمر بن راشد یا کوئی دوسرا آدمی۔ اور قَالَ کا فاعل خود ابنِ شہاب زہری ہے اور کشیدگی کے مذکورہ کلمات اس کے اپنے فرمودات میں سے ہیں جو اصل روایت میں آمیخت کر دیئے گئے ہیں۔

قَالَ کے مواقع

ہمارے محترم حضرات کو انتظار ہوگی کہ مطالبہ کی روایت میں قَالَ کن مواضع میں دستیاب ہُوا ہے؟

اس کے متعلق عرض ہے کہ ایک ناقص جستجو کے موافق مندرجہ ذیل مقامات میں قَالَ کا لفظ روایت میں پایا گیا ہے۔

(۱)

حافظ کبیر ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام المتوفی سنہ ۲۱۱ھ کے "المصنّف" جلد خامس میں روایت ہٰذا منقول ہے:

۹۷۷۴۔ اخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن عروة عن عائشةؓ ان فاطمةؓ والعباسؓ اتيا ابا بكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما حينئذٍ يطلبان ارضه من فدك وسهمه من خيبر فقال لهما ابو بكرؓ سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا نُورث ما تركنا صدقة انما يأكل آل محمد صلى الله عليه وسلم من هٰذا المال واني والله لا ادع امراً رأيتُ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يصنعه الا صنعتهٗ قال فهجرته فاطمه فلم تكلّم في ذالك حتى ماتت فدفنها عليؓ ليلاً ولم يؤذن بها ابا بكرؓ الخ

(المُصنّف لعبد الرزاق ص ۴۷۲-۴۷۳ جلد خامس تحت عنوان خصومة عليؓ والعباسؓ مطبوعہ مجلس علمی کراچی وذا الجبل طبع بیروت)

(۲)

امام محمد بن اسماعیل البخاری نے بخاری جلد ثانی کتاب الفرائض میں روایت ہٰذا ذکر کی ہے:-

حدثني عبد الله بن محمد قال حدثنا هشام (بن يوسف اليماني) قال اخبرنا معمر عن الزهري عن عروة عن عائشةؓ ان فاطمة والعباس اتيا ابا بكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما يومئذٍ يطلبان ارضيهما من فدك وسهمه

من خیبر فقال لہما ابوبکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم
یقول لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یأکل آل محمد من ھٰذا المال
قال ابوبکرؓ واللہ لا ادع امرًا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم
یصنعہٗ فیہ الّا صنعتہ" قال فہجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ حتّی
ماتت"۔

(الصحیح للبخاری المجلّد الثانی، کتاب الفرائض، باب
قول النبی صلی اللہ علیہ وسلّم لا نورث ما ترکنا صدقۃ
ص ۹۹۶ طبع مجتبائی۔ نور محمدی دہلی)

(۳)

مُسند ابی عوانہ جلد رابع میں منقول ہے:

.... حدثنا الدبری عن عبد الرزاق عن معمر عن الزھری
عن عروۃ عن عائشۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ان فاطمۃؓ والعباسؓ
اتیا ابا بکرؓ یلتمسان میراثہما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلّم وھما حینئذٍ یطلبان ارضہ من فدک وسہمہ من خیبر
فقال لہما ابوبکرؓ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم
لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یأکل آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم)
من ھٰذا المال وانی واللہ لا ادع امرًا رأیت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلّم یصنعہٗ الّا صنعتہ" قال" فہجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ
فی ذالک حتّی ماتت فدفنہا علیؓ لیلًا ولم یؤذن ابا بکرؓ الخ"۔

(مسند ابی عوانہ، جلد رابع ص ۱۴۵-۱۴۶ - باب اخبار الدالۃ
علی الاباحۃ ان یعمل فی اموال من لم یوجف علیہ الخیل - طبع
دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)

(۴)

علامہ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی نے اپنی تصنیف مشہور السنن الکبریٰ جلد سادس میں اس روایت کو درج کیا ہے:

اخبرنا ابو محمد عبد اللہ بن یحییٰ بن عبد الجبار بغداد انا اسماعیل بن محمد الصفار ثنا احمد بن منصور ثنا عبد الرزاق انا معمر عن الزهری عن عروة عن عائشةؓ ان فاطمة والعباس اتیا ابا بکرؓ یلتمسان میراثهما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهما حینئذٍ یطلبان ارضهٗ من فدك وسهمه من خیبر فقال لهما ابو بکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا نورث ما ترکنا صدقة انما یاکل اٰل محمدؐ من هذا المال واللہ انی لا ادع امرًا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنعه بعد الاصنعته

"قال" فغضبت فاطمة رضی اللہ عنہا فهجرته فلم تکلمه حتّٰی ماتت فدفنها علی لیلاً ولم یؤذن بها ابا بکر الخ"

(السنن الکبریٰ" بیہقی جلد سادس، ص ۳۰۰۔
کتاب قسم الفئ والغنیمہ الخ)

(۵)

مسلم شریف میں مذکور ہے:

۔۔۔۔ عن ابن الشہاب (الزهری) عن عروة عن عائشة ۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ (مطالبہ کی تمام سابقہ روایات کی طرح درج ہے اگرچہ رواۃ کی جانب سے تصرف و تغیر پایا گیا ہے تاہم اس میں عبارت ہذا موجود ہے) ۔۔۔۔ قال فهجرته فلم تکلمه حتّٰی توفیت الخ"

(مسلم شریف، جلد ثانی، ص ۹۱-۹۲ - باب حکم الفئی، طبع نور محمدی دہلی)

(۶)

تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ میں ہے:

حدثنا ابو صالح الضراری قال حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة ان فاطمة والعباس اتیا ابابکر یطلبان میراثهما من رسول الله صلی الله علیه وسلم وهما حینئذٍ یطلبان ارضه من فدك وسهمه من خیبر فقال لهما ابوبکرؓ اما انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا نورث ما ترکنا صدقة انما یاکل آل محمد (ص) فی هذا المال وانی والله لا ادع امراً رایت رسول الله (صلی الله علیه وسلم) یصنعه الا صنعته قال: فهجرته فاطمة فلم تکلمه فی ذالك حتی ماتت فدفنها علیٌ لیلاً ولم یؤذن بها ابابکر الخ"

(تاریخ ابن جریر طبری، ص ۲۰۱، ۲۰۲، جلد ثالث، تحت حدیث السقیفہ (السنۃ الحادی عشرۃ)

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے البدایہ جلد خامس ص۲۸۵ و ص۲۸۶ باب بیان انہ علیہ السلام قال لا نورث" میں یہ روایت بخاری سے نقل کی ہے وہاں روایت میں اسی طرح لفظ درج ہیں کہ۔۔۔

۔۔قال فهجرته فاطمة فلم تکلمه حتی ماتت"، یعنی کشیدگی کے الفاظ بعد از قال روایت میں مندرج پائے گئے ہیں۔ اور سند ہذا میں زہری موجود ہے۔

(۷) سابقہ حوالہ جات ذالک کے متعلق اہل سنت کی کتابوں میں سے نقل کیے ہیں۔ اب یہ ایک حوالہ شیعی کتب سے بھی بطورِ تائید مسئلہ یا بطورِ الزام تحریر کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمادیں:

ابن ابی الحدید شیعی معتزلی ان کے مشہور عالم ہیں اور نہج البلاغہ کے قدیمی شارح ہیں۔ انہوں نے

اپنی شرح ہٰذا میں فدک کے لیے ایک طویل بحث کی ہے، تین فصلیں قائم کی ہیں۔ الفصل الاوّل میں ابوبکر الجوہری سے مکمل سند کے ساتھ مطالبۂ فدک کی روایت ذکر کی ہے وہاں لفظ قَالَ روایت میں موجود ہے اور بعد از قَالَ الفاظ وہی منقول پائے گئے ہیں جو سابقہ حوالہ جات میں درج ہیں۔ تمام روایت ملاحظہ ہو:

قال ابوبکر (الجوھری) اخبرنا ابو زید قال حدثنا اسحاق بن ادریس قال حدّثنا محمد بن احمد عن معمر عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ والعباس اتیا ابابکر یلتمسان میراثھما من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وھما حینئذٍ یطلبان ارضہ بفدک وسھمہ بخیبر فقال لھما ابوبکر انی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ یقول لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل آل محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ من ھٰذا المال وانی واللّٰہ لا اغیّر امراً رأیتُ رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ یصنعہ الاصنعتہ قال فھجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ حتّٰی ماتت۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی جلد رابع ص ۱۱۲ بحث فی ذکر ماجری علی فدک بعد رسول اللّٰہ صلعم الخ طبع بیروت شام درچہار جلد کلاں)

اگر بعض لوگ یہ خیال کریں کہ یہ سُنّیوں کی روایت ہے (جو ابھی ابوبکر جوہری کی سند سے نقل ہُوئی ہے) اور جوہری ہٰذا سُنّی ہے اس سے ان پر الزام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟؟

تو اس کا مختصر و معقول جواب یہ ہے کہ

ابوبکر الجوہری کا مقام

(۱) کتاب شرح نہج البلاغہ حدیدی ابوبکر جوہری کی روایات سے مملو ہے۔ اوّل، اوسط، آخر کتاب میں سب جگہ ابن ابی الحدید نے اس کی روایات اپنی تائید میں مدوّن کی ہیں اور حدیدی کے جس مقام سے ہم نے روایت مندرجہ نقل کی ہے وہاں حدیدی نے بحث فدک کے لیے تین فصل

قائم کیے ہیں وہاں بحث ہٰذا کی ابتدا میں تصریح کر دی ہے کہ وجمیع ما نوردہٗ فی ھٰذا الفصل من کتاب ابی بکر احمد بن عبد العزیز الجوھری فی السقیفۃ وفدک وما وقع من الاختلاف والاضطراب عقب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(۲) دوسری یہ عرض ہے کہ جوہری بزرگ نے ایک مستقل کتاب بنام کتاب السقیفہ تصنیف کی ہے۔ یہ چیز اس کے تشیّع کی قوی علامت ہے۔ اہلِ سُنّت کو اس واقعہ کے لیے (یعنی سقیفہ کے لیے) الگ کتاب مُرتّب کرنے کی حاجت نہیں ہے جس طرح خمِ غدیر کے واقعہ کے لیے یہ لوگ بڑی بڑی تصانیف مُرتّب کرتے ہیں، اہلِ سُنّت کو اس میں الگ الگ کتاب مُرتّب کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح یہ بھی ہے۔

(۳) تیسری یہ چیز ہے کہ ابوبکر جوہری ان کی معتبر کتاب "فروع کافی" جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ باب السجود والتسبیح ص ۱۹۱ طبع نول کشور لکھنؤ میں سند میں موجود ہے۔ اور اصولِ اربعہ کے لیے معتبر راوی ہے۔ اسی طرح اصُولِ اربعہ کی کتاب "تہذیب الاحکام" باب کیفیۃ الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۲ طبع ایرانی قدیم طبع تختی کلاں کی سند میں موجود ہے ثقہ راوی ہے علیٰ ہٰذا القیاس ان کی اصولِ اربعہ میں یہ بہت جگہ راوی ہے۔

(۴) چوتھی یہ گذارش ہے کہ شیعی تراجم کی معتبر کتابوں میں اس کا تذکرہ دریافت کیا گیا ہے وہاں اس کی توثیق موجود ہے اس پر کچھ رد نہیں کیا گیا۔ اگر یہ شخص قابلِ رد ہوتا تو اس کے ترجمہ میں اس کو رد کر دیتے ہیں اور اس کی تنقیص واضح کر دیتے۔ کسی جرح کا نہ پایا جانا ہی اس کے عندالشیعہ مقبول ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ عباراتِ ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) ——— "جامع الرواۃ" محمد بن علی الاردبیلی، ج ۱ ص ۵۲ میں درج ہے:

احمد بن عبد العزیز (ق ست) الجوھری لہٗ کتاب السقیفۃ الکوفی الخ۔"

(۲) ——— "روضات الجنات" خوانساری الموسوی (میرزا محمد باقر) ص ۱۱۱ پر درج ہے کہ

" منھم الشیخ المتقدم البارع احمد بن عبد العزیز الجوھری صاحب کتاب السقیفۃ

الذی یعتمد علی النقل عنہ ابن ابی الحدید وغیرہ۔"

(۳)———"مجمع الرجال" (مولیٰ عنایت اللہ علی القہپائی) ج ۱ ص ۱۲۳ پر درج ہے (ست) احمد بن عبد العزیز الجوہری لہ کتاب السقیفہ۔"

نوٹ۔ لفظ (ست) سے مراد "فہرست" شیخ ابی جعفر طوسی "شیخ الطائفہ" ہے یعنی اس میں یہ جوہری بزرگ مندرج و مذکور ہے۔

حاصل یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ جوہری صاحب دوستوں کے فریق کے یگانہ فرد ہیں اور ان کے مذہب کے خاص آدمی ہیں فلہٰذا ان کی روایات و مرویات اہل سنت کی روایات نہیں ہو سکتیں۔ ان گذارشات کے بعد اصل مسئلہ کی طرف عود کرتے ہوئے لکھا جاتا ہے بہر کیف روایت ہٰذا میں لفظ قَالَ کے ساتھ راوی کا ادراج اس مقام میں مسلّم و متیقّن ہے۔ قریباً چھ مقامات و مواضع میں لفظ قَالَ کا پایا جانا کوئی اتفاقی امر نہیں ہے بلکہ واقع میں یہ اضافہ فی الروایۃ ہے۔ اُمّید ہے کہ حق پسند طبائع اور حمایتِ حق کرنے والے عُلماء اِس کو شرفِ قبولیت بخشیں گے۔

بعد ازاں یہ چیز مزید قابلِ وضاحت باقی ہے آیا قَالَ کے ساتھ جو ادراج فی الروایۃ کا مسئلہ ثابت کیا گیا ہے یہ فاضل زہری سے صادر ہوا ہے؟ یا کہ قَالَ کا فاعل کوئی دوسرا راوی ہے؟

تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہمارا پختہ خیال ہے کہ یہ ادراج زُہری کی ہی طرف سے ہے۔ اِس چیز کے ثبوت کے لیے ہمارے پاس قرائن و شواہد موجود ہیں۔ بلا دلیل اور سینہ زوری سے یہ مسئلہ نہیں طے کیا گیا۔ آئندہ سطور میں ہم اس چیز کے متعلقات پیش کرتے ہیں۔ بنظرِ غائر ملاحظہ فرما کر حق بات کی حمایت فرما دیں۔

مُحدِّث زُہری کے متعلقہ کوائف

ان کا پُورا نام ابوبکر محمد بن مُسلم بن عبد اللہ بن شہاب الزہری (المتوفی ۱۲۴ھ) ہے۔

پہلی یہ گذارش ہے کہ ہمارے تراجم و رجال کی کتابوں میں ان کی بڑی توثیق موجود ہے۔ بڑے پایہ کے محدث اور فاضل ہیں جو چیزیں ہم آئندہ سطور میں درج کر رہے ہیں ان کی اتنی حیثیت ہی آپ تصور کرلیں کہ ان کی تصویر کا دوسرا رُخ یہ بھی ہے جو ہم نے مختلف مواضعات سے فراہم کر کے پیش کر دیا ہے۔

— ایک چیز تو اِس مقام میں وہی ہے جو سابقاً ہم نے ذکر کر دی ہے یعنی مطالبۂ فدک و خمسِ خیبر وغیرہ کی روایات میں جہاں کہیں کشیدگی و رنجیدگی کے الفاظ (مثلاً غضبناک ہونا۔ ہجران۔ عدمِ تکلّم۔ عدمِ اطلاع وفاتِ فاطمہ وغیرہ وغیرہ) دستیاب ہوئے ہیں وہاں سند میں ابنِ شہاب زہری ضرور موجود ہے۔ زُہری سے خالی سند تا حال نہیں ملی۔ یہ امر اس بات کا مستقل قرینہ ہے کہ قَالَ کا فاعل ان مقاماتِ مذکورہ میں یہی ابنِ شہاب زُہری ہے دوسرا شخص نہیں ہے۔

نیز ابنِ شہاب زُہری کے متعلق بعض کتابوں میں یہ چیز ملتی ہے کہ یہ صاحب بعض اوقات روایات کی وضاحت کے لیے از خود تفسیر کر دیتے تھے پھر اس مُفسّرانہ کلام کے تفسیری حروف و اداۃ کو بعض مواضع میں ساقط بھی کر دیتے تھے۔ اِس طریقہ سے روایت کے اصل الفاظ اور تفسیری الفاظ میں فرق نہیں ہو سکتا تھا بلکہ نفس الامر میں اختلاط ہو جاتا تھا۔

زُہری کے اِس طریقۂ کار کو علاّمہ سخاوی نے اپنی کتاب فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث العراقی بحث مُدرج میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے اپنی تصنیف "النکت" میں لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ:

"کذا کان الزھری یفسر الاحادیث کثیراً وربما اسقط اداۃ التفسیر فکان بعض اقرانہ دائمًا یقول لہ افصل کلامک من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی غیر ذالک من الحکایات"

(۱) النکت علی کتاب ابن صلاح و الفیۃ العراقی لابن حجر عسقلانی تحت النوع العشرون (المدرج) قلمی در کتب خانہ پیر جھنڈا (سندھ)

(۲) فتح المغیث سخاوی، ص ۱۰۲، بحث مدرج مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ طبع قدیم۔

اب اس چیز کی مزید وضاحت کے لیے (ابن شہاب) کے متعلق چند ایک حوالہ جات ناظرینِ کرام کی خدمت میں ہم پیش کرتے ہیں کہ جن سے بعض روایات میں ان کا طریق کار مزید روشن ہو جائے گا اور بعض اقران جو زہری کو بطورِ نصیحت افہام و تفہیم کر رہے ہیں وہ بھی متعین ہو سکیں گے۔

ایک تو امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ کبیر جلد ثانی قسم اوّل ص ۲۶۲ تذکرہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن (ربیعۃ الرأی) میں امام مالکؒ کے حوالہ سے زہری کے حق میں ربیعہ مذا کا قول ذکر کیا ہے وہ ملاحظہ فرماویں۔

.... قال عبدالعزیز بن عبداللہ حدثنا مالک کان ربیعۃ یقول لابن شہاب ان حالتی لیس تشبہ حالک انا اقول برأیی من شاء اخذہ وانت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتحفظ“ الخ

(تاریخ کبیر، ج ۲، ق ۱، ص ۲۶۲)

دوسرا خطیب بغدادی نے اپنی کتاب ”الفقیہ والمتفقہ“ باب ذکر اخلاق الفقیہ وادبہ وما یلزمہ استعمالہ مع تلامیذہ واصحابہ“ میں دو روایتیں اپنی مکمل سند کے ساتھ درج کی ہیں وہ ملاحظہ فرماویں، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد زہری کا طریق کار (بعض روایات میں) آپ پر پوری طرح منکشف ہو جائے۔ یہاں ان کے ہم عصر ربیعہ مذکور اور زہری صاحب ان دونوں کی باہمی گفتگو ہو رہی ہے۔

(۱) اخبرنا عثمان بن محمد بن یوسف العلاف انبأنا محمد بن عبداللہ الشافعی حدثنا ابو اسماعیل الترمذی حدثنی ابن بکیر حدثنا اللیث قال قال ربیعۃ لابن شہاب یا ابا بکر اذا حدثت الناس برأیک فاخبرھم بانہ رأیک واذا حدثت الناس بشیء من السنۃ

فاخبرهم انه سُنَّةٌ لا يظنّون انهٗ رأيك "۔

۲۔ اخبرنا محمد بن الحسن بن الفضل القطان اخبرنا عبد الله بن جعفر بن درستویہ حدثنا یعقوب بن سفیان ثنا محمد بن ابی زکریا انبأنا ابن وهب قال حدثنی مالک قال قال ربیعہ لابن شہاب اذا اخبرت الناس بشیءٍ من رایك فاخبرهم انهٗ رایك "۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ" للخطیب البغدادی۔ باب ذکر اخلاق الفقیہ وادبہ الخ ص ۱۷۸۔ طبع مکہ شریف)

تیسرا حافظ شمس الدین الذہبیؒ نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر والاعلام میں بعبارت ذیل ربیعہ مذکور کی کلام ذکر کی ہے جو علامہ زُہری کے ساتھ ہوئی۔

"... قال الاویسی قال مالك كان ربيعة يقول للزهری انّ حالی ليست تشبّه حالك قال وكيف؟ قال انا اقول برأيٍ من شاء اخذهٗ ومن شاء ترك وانت تحدث عن النبی صلی الله عليه وسلم فيحفظ "۔

(تاریخ اسلام ذہبی جلد خامس، ص ۲۴۸ تذکرہ ربیعۃ الرائی طبع مصر)

حاصل یہ ہے کہ فاضل سخاوی کی عبارت میں بعض اقران جو مذکور ہے اس سے مُراد ربیعۃ الرأی ہے۔ ربیعہ علامہ زُہری کو نصیحت کرتے ہیں کہ جب لوگوں کو آپ روایت بیان کریں تو اپنی رائے اور روایت میں فرق قائم رکھا کریں تاکہ لوگوں کو آپ کی رائے میں اور روایت میں مفارقت معلوم ہو سکے، دونوں میں تخلیط نہ رہے۔

ناظرین باتمکین پر عیاں ہو گیا کہ ابنِ شہاب زُہری اپنی مرویات میں اختلاط و تخلیط فرمایا کرتے تھے اِس وجہ سے ان کے ہم عصر حضرات کو اس گفتگو اور اس مکالمہ کی ضرورت پیش آئی۔

——— نیز اہلِ علم کے اطمینان کے لیے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ علّامہ ابنِ شہاب زہری کے ادراجات فی الروایات بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بہت سے اکابر علماء مثلاً دار قطنیؒ، طحاویؒ، ابن عبدالبر، بیہقیؒ، ابوبکر الحازمیؒ، امام نوویؒ، جمال الدین الزیلعیؒ، ابن کثیرؒ، ابن حجر عسقلانی، جلال الدین سیوطیؒ اور ملّا علی قاری وغیرہم نے زہری کے ادراجات کو تصریحاً ذکر کیا ہے اور ان کی عبارات کو ہم نے جمع کیا ہے۔

اندریں حالات اگر مطالبۂ فدک کی مذکورہ (معہودہ) روایت میں مناقشانہ الفاظ کا اضافہ (جو قَالَ کے بعد مذکور ہے) ابنِ شہاب زُہری کی طرف سے "مدرج" تسلیم کر لیا جاتے اور زُہری کا "ظن" قرار دیا جائے تو اس چیز میں کوئی امر مانع نہ ہوگا اور قیاس کے موافق و واقع کے مطابق ہوگا۔

حضرت الاستاذ مولانا سیّد احمد شاہ صاحب (اچھالوی وچوکیروی) مرحوم و مغفور نے اپنی کتاب "تحقیقِ فدک" میں اس مسئلہ کی ابتدا فرمائی تھی۔ ہم نے اپنی حقیر تلاش کی رو سے اس کے مزید مواقع و مواضع فراہم کر کے علماء کرام کی خدمت میں پیش کیے ہیں جن کی حمایت کرنے والے علماء عظام اُمید ہے اس کی تائید فرمائیں گے اور اگر کوئی خامی نظر آتے گی تو اس کی اصلاح فرمائیں گے۔

ماحصل بحث یہ ہے کہ جن کلمات پر اعتراضات کی بنیاد قائم کی جاتی ہے وہ اصل روایت میں نہیں بلکہ رُواۃ کی جانب سے درج شدہ الفاظ ہیں۔"

(منہ)

سوال مذکور کا الزامی جواب

اس سوال کا اصل جواب تو عرض کر دیا ہے الحجج الالزامیۃ شائعۃ فی الکتب کے تحت اب الزامی جواب پیش خدمت ہے جس طرح اِس روایت میں فاطمہؓ کا صدیق اکبرؓ پر ناراض ہونا اور رنجیدہ خاطر ہونا مذکور ہے بعینہٖ اسی طرح حضرت فاطمہؓ کا علی المرتضیٰؓ کے ساتھ متعدد بار ناراض ہونا اور رنجیدہ دل ہونا شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں میں درج ہے (ما ھو جوابکم فھو جوابنا) یعنی ان واقعات کے متعلق جو جواب آپ پیش کرینگے ہم بھی اس روایت کا وہی جواب عرض کریں گے۔

اب سیدہ فاطمہؓ کی رنجیدگی و کشیدگی جو حضرت علیؓ کے ساتھ پیش آتی رہی ہے اس کے واقعات ملاحظہ ہوں:-

پہلا واقعہ

شیعہ کے مشہور و معروف عالم شیخ صدوق اپنی تصنیف علل الشرائع میں لکھتے ہیں کہ:-

"ایک بار کا ذکر ہے کہ ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ میں اور علی المرتضیٰ کے بھائی جعفر بن ابی طالب ہجرتِ حبشہ سے واپس ہوئے تو اس وقت جعفر نے علی المرتضیٰ کو ایک خادمہ (لونڈی) ہدیہ کے طور پر دے دی (یہ خادمہ حضرت جعفرؓ کو بھی بطورِ ہدیہ ملی تھی اور اس کی قیمت چار ہزار درہم تھی)۔

یہ خادمہ حضرت علیؓ کی اسی گھر میں خدمت کرتی تھی جس میں فاطمۃ الزہراؓ بھی رہتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کو اس خادمہ کے ساتھ بے تکلفی کی حالت میں (سر کو گود میں رکھے ہوئے دیکھ لیا) اسی وقت (غیرت کی وجہ سے) علی المرتضیٰؓ سے رنجیدہ ہو کر کہنے لگیں "یہ کام آپ نے کیا ہے مجھے

اجازت دے دو میں اپنے والد شریف کے گھر جاتی ہوں"۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ جا سکتی ہیں۔ فاطمہؓ اپنی چادر لے کر اور برقعہ اوڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں جانے لگیں۔ ادھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں جبرئیلؑ نازل ہوئے کہ علی المرتضیٰؓ کے خلاف فاطمہؓ شکوہ و شکایت و ناراضگی لے کر آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلام فرماتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ علیؓ کے حق میں جو شکوہ شکایت، ناراضگی وغیرہ یہ ظاہر کریں اس کو قبول نہ کرنا الخ (یہ بڑی طویل روایت ہے) مختصر یہ کہ حضرت فاطمہؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بفرمانِ خداوندی علی المرتضیٰؓ کے گھر واپس کر دیا اور حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کی پاسِ خاطر کے لیے اِس خادمہ مذکورہ کو آزاد کر دیا اور ساتھ ہی چار صد درہم اہلِ مدینہ پر صدقہ کیا۔ اس طرح یہ تمام معاملہ سلجھایا گیا۔"

(۱) علل الشرائع باب نمبر ۱۳۰ ص ۱۶۳-۱۶۴ طبع جدید نجف اشرف۔ عراق

(۲) بحار الانوار ملا باقر مجلسی جلد عاشر ص ۴۳-۴۴۔ باب کیفیۃ معاشرتہا مع علیؓ

رنجیدگی کا دوسرا واقعہ

بحار الانوار ملا باقر مجلسی جلد عاشر (دہم) میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ایک روز صبح کی نماز ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے پڑھائی چہرۂ مبارک غمناک تھا (بعد از نماز) فاطمہؓ کے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔ ہم ساتھ تھے۔ فاطمۃ الزہراءؓ کے دروازہ پر پہنچ کر دیکھتے ہیں کہ علی المرتضیٰؓ دروازہ کے سامنے زمین پر لیٹے ہوئے ہیں۔ نبی کریم صلعم تشریف فرما ہو کر علی المرتضیٰؓ کی پشت سے اپنے ہاتھ مبارک سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرما رہے تھے: "قُم یا ابا تراب (اے ابو تراب کھڑے ہو جائیے)۔ پھر یہ دونوں حضرات فاطمہؓ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ کچھ دیر ہم لوگ دروازہ پر ٹھہرے رہے۔ کچھ دیر کے بعد حضور نبی کریم

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خوش چہرہ کے ساتھ منزلِ فاطمہؓ سے باہر تشریف لے آئے ۔ ہم نے عرض کیا کہ جناب غمناک حالت میں داخلِ خانہ ہوئے تھے ۔ اب مسرت و خوشنودی کے آثار نمایاں ہیں ۔ فرمایا کہ کَیْفَ لَا اَفْرَحُ وَقَدْ اَصْلَحْتُ بَیْنَ اثْنَیْنِ اَحَبَّ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلٰی اَهْلِ السَّمَآءِ یعنی میں کس طرح نہ خوش ہوں حالانکہ میں نے ایسی دو ہستیوں کے درمیان صلح و مصالحت کرادی ہے جو آسمان والوں کے ہاں زمین والوں سے زیادہ پسندیدہ ہیں ۔"

(بحار الانوار ملّا باقر مجلسی جلد عاشر باب کیفیتہ معاشرتہا مع علی ، ص ۴۳ ، ۴۴)

(نوٹ) یہ ظاہر بات ہے کہ پہلے ان دونوں کے درمیان ناراضگی و رنجیدگی تھی تب ہی تو مصالحۃ کرا کے آپ خوش ہو رہے ہیں ۔

ناراضگی کا تیسرا واقعہ

حضرت فاطمہؓ جب ابوبکر الصدیقؓ کے ہاں سے فدک نہ ملنے کی بنا پر واپس ہوئی ہیں تو اُس وقت سخت پریشانی و غضبناکی کی حالت میں حضرت فاطمہؓ نے علی المرتضیٰؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اشْتَمَلْتَ مَشِیْمَةَ الْجَنِیْنِ وَقَعَدْتَّ حُجْرَةَ الظَّنِیْنِ الخ یعنی اے ابوطالب کے فرزند آپ پردہ میں چھپ گئے ہیں گویا رحم کے اندر بچہ چھپا ہوا ہو اور آپ لوگوں سے پوشیدہ ہو کر بیٹھ گئے ہیں جیسے تہمتناک آدمی پوشیدہ بیٹھ جاتا ہے الخ

(۱) الامالی للشیخ الطوسی ابی جعفر الجزء الثانی ص ۲۹۵ ۔ ۲۹۶ ۔ طبع جدید نجف اشرف عراق

(۲) احتجاج للطبرسی ص ۵۹ طبع قدیمی احتجاج فاطمہ علی القوم لما منعوها فدک ۔

(۳) ناسخ التواریخ لسان الملک میرزا تقی جلد چہارم از کتاب دوم ص ۱۲۹ ۔ ۱۳۰ ۔

(۴) بحار الانوار مجلسی جلد دہم (عاشر) ص ۴۳ ۔ ۴۴ ۔ باب کیفیتہ معاشرتہا مع علی

نوٹ ۔ سیدہ فاطمہؓ کی ناراضگی کا تیسرا واقعہ ملا باقر کی عبارت میں ذرا مفصل درج ہے

جب فاطمہؓ ابوبکر الصدیقؓ کے پاس سے واپس ہوئی ہیں اس وقت کا کلام ہے لکھتے ہیں:

"پس حضرت فاطمہؓ بجانب خانہ برگردید و حضرت امیر المؤمنینؑ انتظار معاودۂ او می کشید چوں بمنزل شریف قرار گرفت ... خطابہائے درشت باسید اوصیاء نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائناں در خانہ گریختہ بعد از آنکہ شجاعان دہر را برخاک ہلاک افگندی مغلوب ایں نامرداں گردیدہ اینک پسر ابوقحافہ بظلم و جبر بخشیدۂ پدر مرا و معیشت فرزندانم از من می گیرد و بہ آواز بلند با من مخاصمہ و لجاج میکند و انصار مرا یاری نمی کنند و مہاجران خود را بکنار کشیدہ اند و سائر مردم دیدہ ہا را پوشیدہ اند نہ دافعے دارم نہ مانعے و نہ یاورے دارم نہ شافعے۔ خشمناک بیروں رفتم و غمناک برگشتم۔ خود را ذلیل کردی در روزیکہ دست از سطوت خود برداشتی گرگان می درند و می برند و تو از جائے خود حرکت نمی کنی۔ کاش ازیں پیش مذلت و خواری مردہ بودم وائے برمن در ہر صبحی و شامی محل اعتماد من مرد و یاور من سست شد شکایت من بسوئے پدر من ست و مخاصمہ من بسوئے پروردگار من ست الخ۔

(حق الیقین ملا باقر مجلسی اصفہانی بحث کلام جناب سیدہ در طلب فدک (ص ۱۲۵ - طبع لکھنؤ، ص ۲۰۳ - ۲۰۴ - طبع ایرانی جدید)

یعنی حضرت فاطمہؓ گھر کی جانب واپس آئیں علی المرتضیٰ ان کی واپسی کی انتظار کر رہے تھے جب فاطمہؓ گھر میں پہنچی ہیں ... تو حضرت علیؓ کو سخت الفاظ کے ساتھ خطاب کرنے لگیں کہ جیسے رحمِ مادر میں بچہ ہوتا ہے اس طرح تم پردہ نشین ہو کر بیٹھ گئے ہو۔ خائب و خاسر لوگوں کی طرح گھر میں بھاگ کر آگئے ہو۔ زمانہ کے بڑے بہادر لوگوں کو آپ نے پچھاڑ دیا لیکن نامرادوں سے مغلوب ہو گئے ہو۔ میرے باپ کی بخشش کو اور میرے فرزندوں

کی معیشت و گذران کو مجھ سے ابو قحافہ کا بیٹا (ابوبکرؓ) چھین رہا ہے اور بلند آواز سے میرے ساتھ لڑائی جھگڑا کر رہا ہے ۔ انصار میری مدد نہیں کر رہے اور مہاجر لوگ کنارہ کشی کر چکے ہیں تمام آدمیوں نے چشم پوشی اختیار کر لی ہے ۔ نہ ہمارا کوئی جنگ کرنے والا ہے نہ مددگار ہے نہ سفارشی ہے ۔ غصّہ کی حالت میں باہر گئی تھی غمناک حالت میں واپس ہوئی ہوں جس روز سے آپ نے سطوت و دبدبہ سے ہاتھ کھینچ لیا اُس روز سے اپنے آپ کو ذلیل کر دیا ہے ۔ بھیڑیئے پھاڑ رہے ہیں (درندے کھا رہے ہیں) آپ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے ۔ کاش کہ اِس ذلّت و خواری سے قبل مَیں مرجاتی ۔ افسوس کہ ہر صبح و شام میرے اعتماد کا مقام ختم ہو گیا اور میرا معاون سُست ہو گیا ۔ اب میری شکایت میرے والد کی خدمت میں ہے اور میرا تنازعہ میرے پروردگار کے حوالہ ہے ۔ الخ "

(حق الیقین ص ۱۲۵ ۔ طبع قدیم لکھنؤ ۔

" " ص ۲۰۳ ۔ ۲۰۴ ، طبع ایران جدید طبع

کلامِ فاطمہؓ در طلب فدک الخ)

ناراضگی کا چوتھا واقعہ

ان کے شیخ صدوق ابن بابویہ القمی نے علل الشرائع باب نمبر ۱۴۸ ص ۱۸۵ ۔ ۱۸۶ طبع جدید میں یہ واقعہ تفصیلاً نقل کیا ہے اس کا خلاصہ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں ۔

" ایک بدبخت شخص نے حضرت فاطمہؓ کو آکر اطلاع دی کہ علی المرتضیٰؓ ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ نکاح و شادی کرنا چاہتے ہیں ۔ خطبہ (منگنی) انہوں نے کر لی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں میں فطرۃً غیرت پیدا کی ہے اس وجہ سے فاطمہؓ بڑی غمناک ہوئیں اسی پریشانی و رنجیدگی کی حالت میں سارا دن گذار کر شام کو حسن و حسین و اُمّ کلثوم کو ساتھ لے کر اپنے والد شریف کے گھر آگئیں ۔ حضرت علیؓ جب اپنے گھر آئے تو نہ تو بنت و بال بچوں کو گھر

میں نہ پایا بڑے فکرمند ہوتے اور ان پر یہ بات سخت ناگوار گذری ۔ پھر مسجد میں جا کر لیٹ گئے ۔

ادھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب فاطمہؓ سے یہ واقعہ معلوم کیا اور فاطمہؓ کی غمناکی و بیقراری دیکھی تو کپڑے زیب تن کر کے مسجد میں تشریف لائے اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور دُعا کی ، یا اللہ ان کی آپس میں غضبناکی و رنجیدگی دُور فرما ۔ اس کے بعد بال بچوں کو ساتھ لے کر علیؓ کے پاس تشریف لے گئے ۔ وہ سوتے ہوئے تھے ان کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیدار کیا فرمایا قُم یا اباتُراب ! آرام کرنے والوں کو تو نے بے قرار کر دیا ہے جاؤ ابوبکرؓ کو ، عمرؓ کو ، اور طلحہؓ کو بلا لاؤ ۔ علی المرتضیٰ ان ہر سہ کو بلا لائے ۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ سب جمع ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے علی المرتضیٰ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ یَا عَلِیُّ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ فَاطِمَةَ بِضْعَةٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهَا فَمَنْ اٰذَاهَا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ . . . فَقَالَ عَلِیٌّ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ یعنی اے علیؓ ! آپ کو معلوم نہیں ہے کہ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے میری نسل سے ہے جس نے اس کو دُکھایا اس نے مجھے دکھ دیا جس نے مجھے دُکھایا اس نے اللہ کو دُکھایا ! . . .

تو علی المرتضیٰؓ نے عرض کیا ، جی ہاں یا رسول اللہ درست ہے ۔ الخ

پھر اس کے بعد حضرت علیؓ نے معذرت کی کہ میں نے یہ ارادہ نہیں کیا ہے ۔ (اس طرح یہ ناراضگی ختم ہوئی) روایت طویل چل رہی ہے " ۔

(۱) علل الشرائع ص ۱۸۵-۱۸۶ ، نمبر باب ۱۴۸ ، طبع جدید عراق ۔

(۲) جلاء العیون ص ۱۶۳-۱۶۴ ، بیان فتنہ منافقین درباره امیر المومنین ۔

تنبیہ

یاد رہے کہ ابوجہل کی لڑکی کے ساتھ علی المرتضیٰؓ کی منگنی و خطبہ کرنے کا واقعہ ہماری محدثین کی کتابوں میں بھی درج ہے ۔ ان دوستوں نے تو واقعہ ہذا کو بڑے اضافہ جات کے ساتھ طول طویل

کر دیا ہے۔ ہمارے ہاں اصل واقعہ اتنا ہی پایا جاتا ہے کہ اطلاع مذکور ملنے پر حضرت فاطمہؓ راضی ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلی گئیں حضور علیہ السلام کو اس چیز کی وجہ سے بڑا رنج ہوا۔ آپؐ نے منبر پر خطبہ دے کر فرمایا کہ میں اس چیز کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔ اگر علیؓ وہاں نکاح کرنا چاہتے ہیں تو میری لڑکی کو طلاق دے دیں۔ اللہ کے دشمن کی لڑکی (ابوجہل کی لڑکی) اور اللہ کے رسول کی لڑکی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو بات اس کو بُری لگتی ہے وہ مجھے بھی بُری معلوم ہوتی ہے اور جو چیز اس کو دکھ دیتی ہے وہ مجھے بھی دکھ دیتی ہے"۔ فَاِنَّمَا هِیَ بِضْعَةٌ مِنِّیْ یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَهَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاهَا۔

(بخاری شریف جلد ثانی ص ۷۸۷، و جلد اول ص ۵۲۸)۔

اس وعید اور زجر کے فرمان سننے کے بعد علی المرتضیٰ نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

——— حاصل یہ ہے کہ ان متعدد واقعات نے روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ حضرت علی پر حضرت فاطمہؓ کئی دفعہ غضبناک ہوئی ہیں اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہوئے۔ اس قسم کے تمام واقعات کا جو جواب پیش کیا جاتا ہے وہی جواب ابوبکر الصدیق پر ناراضگی کا پیشِ خدمت ہے۔ اس الزام کو اب اس مصرعہ پر ہم ختم کرتے ہیں۔

ع ایں گناہیست کہ در شہرِ شما نیز کنند

ایک لطیفۂ عجیبہ

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ جو وعید اور تنبیہ کے کلمات مذکورہ (اِنَّمَا هِیَ بِضْعَةٌ مِنِّیْ وَمَنْ اٰذَاهَا فَقَدْ اٰذَانِیْ وغیرہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ کو رنجیدہ ہو کر فرمائے تھے وہ کلمات یار لوگوں نے حضرت ابوبکر الصدیق کے حق میں وارد کر دیئے ہیں۔ دوستوں کی تالیفات و تصنیفات کو دیکھ لیں ان کے وعظ کی مجالس کو سن لیں، ان میں یہی عجیب و غریب کارروائی آپ کو دکھائی دے گی پیغمبر علیہ السلام کی زبان وحی ترجمان سے

یہ وعید علی المرتضیٰ کے حق میں صادر ہوئی ہے اور اس کا مورد و محمل ابوبکر الصدیق کو بنا دیا گیا ہے (سُبْحَانَ اللّٰہِ عَلٰی حُسْنِ مَکْرِھِمْ وَنُدْرَۃِ تَدْبِیْرِھِمْ وَکَمَالِ حَذَاقَتِہِمْ)

اہل علم حضرات کے لیے یہ مضمون بعبارت ذیل مذکور ہے۔ ملاحظہ فرما دیں:

"فان کان ھٰذا وعیدا لاحقا بفاعلہ لزم ان یلحق ھٰذا الوعید علی بن ابی طالبؓ وان لم یکن وعیدا لاحقا بفاعلہ کان ابو بکرؓ ابعد عن الوعید من علیؓ"

(المنتقیٰ (مختصر منہاج السنہ) للحافظ ابی عبداللہ محمد بن عثمان الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ ص ۲۰۶-۲۰۷ طبع مصر، سن طباعت ۱۳۷۴ھ۔ بحواشی محب الدین الخطیب)

علیٰ سبیل التنزّل جواب

ماقبل میں ایک "معقول سوال" کے عنوان سے مخالفینِ صحابہ کرامؓ کی جانب سے ایک اعتراض ذکر کیا تھا اس کا اصل جواب ذکر ہو چکا ہے۔ پھر اس کا الزامی جواب بھی پیش کیا گیا ہے اب اس بحث کے آخر میں علیٰ سبیل التنزّل اور بالفرض والتقدیر کے درجہ میں ہم ایک جواب ذکر کرنا مناسب خیال کرتے ہیں وہ اس طرح ہے کہ بالفرض تھوڑی دیر کے لیے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اختلاف رائے کی بنا پر ایک وقت میں حضرت فاطمہؓ، حضرت ابوبکر الصدیقؓ سے ناراض ہو گئی تھیں تو ساتھ ہی ان کی باہمی رضامندی کی روایات بھی موجود ہیں جو دونوں فریق کی کتابوں میں مروی ہیں اس وجہ سے بھی ان دونوں ہستیوں کی باہمی رنجش ختم ہو کر اصل مودت و محبت قائم ہے جو کمال ایمان کا تقاضا ہے اور اتقاء و پرہیزگاری کا نشان ہے۔ اب رضامندی کی روایات درج کی جاتی ہیں جو ہماری معروضات کی تائید کرتی ہیں پہلے اپنی کتابوں سے نقل کی جائیں گی اس کے بعد دوستوں کی کتابوں سے بھی اس کی توثیق نقل ہو گی

طبقات ابنِ سعد کی روایت

اخبرنا عبد اللہ بن نمیر ثنا اسماعیل عن عامر قال جآءَ اَبُوْبَکْرٍ اِلٰی فَاطِمَۃَ حِیْنَ مَرِضَتْ فَاسْتَاْذَنَ فَقَالَ عَلِیٌّ ھٰذَا اَبُوْبَکْرٍ عَلَی الْبَابِ فَاِنْ شِئْتِ اَنْ تَاْذَنِیْ لَہٗ قَالَتْ وَ ذَالِکَ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ نَعَمْ فَدَخَلَ عَلَیْھَا وَ اعْتَذَرَ اِلَیْھَا وَکَلَّمَھَا فَرَضِیَتْ عَنْہُ۔

یعنی عامر (شعبی) کہتے ہیں جب فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو ان کے ہاں ابوبکرؓ نے تشریف لا کر حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو علی المرتضیٰ نے کہا اے فاطمہؓ ابوبکرؓ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں (اگر اجازت ہو) تو فاطمہؓ نے کہا کہ ان کی آمد آپ کو پسند ہے حضرت علیؓ نے کہا کہ ہاں! (پس اجازت ہوئی) ابوبکرؓ فاطمہؓ کے ہاں داخل ہوئے اور ان سے عذر و معذرت ذکر کی پس فاطمہؓ ابوبکرؓ سے راضی ہو گئیں۔

(۱) طبقات ابن سعدؒ ج ۸ ص ۱۷ تذکرہ فاطمہؓ طبع یورپ لیبن طبع بیروت جدید، ص ۲۷۔

(۲) سیرت حلبیہ، جلد سوم، ص ۳۹۹ تحت حالات بعد از وفات نبوی

ل محمد بن سعد ۲۳۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ علامہ شعبی سے یہ مرسل روایت نقل کی ہے۔ پھر ابن سعد سے بے شمار لوگوں نے اس مرسل کو روایت کیا ہے۔ اور یہ روایت ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد اول ص ۱۵۶ باب ذکر ان فاطمۃ لم تمت الا راضیۃ عن ابی بکر میں بھی مذکور ہے اور صاحب "ریاض النضرۃ" ابوجعفر المحب الطبری (المتوفی ۶۹۴ھ) نے کتاب "الموافقۃ بین اہل البیت والصحابۃ" للشیخ اسماعیل بن علی بن الحسن بن زنجویہ الرازی البصری المتوفی ۴۴۵ھ میں سے یہ روایت اخذ کی ہے۔ یہ چیز اہل علم کے رجوع کرنے کے لیے برائے اطمینان ذکر کی ہے۔ (منہ)

السنن الکبریٰ البیہقی کی روایت

..... حدثنا ابو حمزة عن اسماعیل بن ابی خالد عن الشعبی قَالَ لَمَّا مَرِضَتْ فَاطِمَةُ اَتَاهَا اَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ فَاسْتَاْذَنَ عَلَيْهَا فَقَالَ عَلِيٌّؓ يَا فَاطِمَةُ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ عَلَيْكِ فَقَالَتْ اَتُحِبُّ اَنْ اٰذَنَ لَهُ قَالَ نَعَمْ فَاَذِنَتْ لَهُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَتَرَضَّاهَا وَقَالَ وَاللهِ مَا تَرَكْتُ الدَّارَ وَالْمَالَ وَالْاَهْلَ وَالْعَشِيْرَةَ اِلَّا ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللهِ وَمَرْضَاةِ رَسُوْلِهِ وَمَرْضَاتِكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ثُمَّ تَرَضَّاهَا حَتّٰى رَضِيَتْ۔ ھذا مرسل حسن باسناد صحیح۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب فاطمہؓ بیمار ہوئی ہیں تو ابوبکر الصدیقؓ ان کے ہاں آئے (در آمد کی اجازت طلب کی۔ علی المرتضیٰؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ ابوبکرؓ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ فاطمہؓ نے کہا آپ کو پسند ہو تو ان کو اجازت دے دی جائے۔ علی المرتضیٰؓ نے کہا کہ مجھے پسند ہے۔ اجازت ہوئی۔ ابوبکرؓ اندر تشریف لائے اور رضامندی حاصل کرنے کی خاطر کلام کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم خدا تعالیٰ اور رسول اللہ کی رضا کی خاطر اور تمہاری خوشنودی کے لیے ہم نے اپنا گھر بار، مال، دولت، خویش و اقربار کو چھوڑا۔ (اس طرح کی) کلام جاری رہی حتیٰ کہ فاطمہ (ابوبکرؓ سے) رضامند ہو گئیں۔

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی مع الجوہر النقی جلد ۶ ص ۳۰۱ مطبوعہ حیدر آباد دکن۔

(۲) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۱۔ طبع مصر۔

لہ قولہ السنن الکبریٰ: بیہقی نے خود بھی اس مرسل کی توثیق کی ہے اور مندرجہ ذیل علماء نے بھی بیہقی کی اس مرسل روایت کو نقل کرنے کے بعد بعبارات ذیل تصدیق و تائید کی ہے (۱) حافظ ابن کثیر دمشقی عماد الدینؒ متوفی ۷۷۴ھ (باقی ص ۱۴۹ پر)

علامہ اَوزاعی کی روایت

قبل ازیں شعبی کی درضامندی والی روایت) متعدد کتب سے درج کی گئی ہے۔ اب علامہ اَوزاعی کی روایت پیش کی جاتی ہے جو شیخ ابن السمان نے "کتاب الموافقۃ" میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔ یہ کتاب ہمیں حاصل نہیں ہے لیکن ساتویں صدی کے مشہور مصنّف ابوجعفر محب الطبری نے اپنی کتاب "ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ" میں کتاب الموافقت

(بقیہ حاشیہ) نے البدایہ ج ۵ ص ۲۸۹ میں لکھا ہے کہ "ھٰذا اسناد جیّد قوی والظاھر ان عامر الشعبی سمعہ من علی او ممن سمعہ من علی" اسی طرح البدایہ ج ۶ ص ۳۳۳ میں لکھا ہے کہ "ھٰذا مرسل حسن باسناد صحیح"

(۲) اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے فتح الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۱۵۱ کتاب فرض الخمس میں تحت حدیث الثانی لکھا ہے کہ "وھو وان کان مرسلاً فاسنادہ الی الشعبی صحیح"

(۳) اور حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح بخاری باب فرض الخمس تحت حدیث ثانی ج ۱۵ ص ۲۰ میں اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ "وھٰذا اقوی جیّد والظاھر ان الشعبی سمعہ من علی رضی اللہ عنہ او ممن سمعہ من علی"

اور حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے شعبی کی روایت ہٰذا مذکورہ الفاظ کے ساتھ اپنی تصنیف "سیر اعلام النبلاء" جلد ثانی ص ۹۴ - ۸۹ طبع جدید مصری میں ذکر کی ہے۔ اس روایت کے ارسال کنندہ عامر بن شرحبیل شعبی ثقہ تابعی مشہور آدمی ہیں اور ان کی ملاقات حضرت علیؓ کے ساتھ علماء کے نزدیک ثابت ہے چنانچہ مستدرک حاکم جلد رابع ص ۳۶۵ کی عبارت اس چیز کی تصدیق کرتی ہے کہ ملاقات ثابت ہے۔

اور یہ بھی مسلم الطرفین امر ہے کہ ثقہ آدمی کی مرسل روایت معتمد و معتبر ہوتی ہے اور قابلِ استدلال ہوتی ہے۔
خلاصۃ المرام یہ ہے کہ مندرجات بالا کی روشنی میں روایت ہٰذا کو درست تسلیم کرنا قرین قیاس ہے اور قواعد کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔ (منہ)

سے اخذ کر کے عبارت ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

—— وَعَنِ الْاَوْزَاعِیِّ قَالَ فَخَرَجَ اَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی قَامَ عَلٰی بَابِہَا فِیْ یَوْمٍ حَارٍّ ثُمَّ قَالَ لَا اَبْرَحُ مَکَانِیْ حَتّٰی تَرْضٰی عَنِّیْ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَیْہَا عَلِیٌّ فَاَقْسَمَ عَلَیْہَا لِتَرْضٰی فَرَضِیَتْ۔ خرجہ ابن السمان فی الموافقۃ۔

(۱) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ، جلد اول ص ۱۵۶-۱۵۷

باب ذکر ان فاطمۃ لم تمت الا راضیۃ عن ابی بکرؓ۔

(۲) تحفہ[له] اثنا عشریہ فارسی، جواب طعن سیزدہم۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔ باب مطاعن ابی بکر۔

خلاصہ یہ ہے کہ فاضل اوزاعی (ابو عمرو عبدالرحمٰن بن عمرو الدمشقی) سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ فاطمہؓ کے دروازہ پر گرمی کے ٹائم میں پہنچے اور کہنے لگے کہ میں یہاں سے

له تحفہ اثنا عشریہ فارسی میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل اوزاعی کی روایت کو "کتاب الموافقۃ" سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "و ابن السمان "درکتاب الموافقۃ" از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیروں آمد ابوبکرؓ بہ در فاطمہؓ در روز گرم و گفت نمی روم از اینجا ناراضی نگردد از من بنت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پس درآمد بروی علیؓ پس سوگند داد بر فاطمہؓ کہ راضی شو پس راضی شد"۔

(تحفہ اثنا عشریہ باب مطاعن ابی بکر در جواب طعن سیزدہم ذکر نمودہ)

مطلب یہ ہے کہ یہ روایت ابن السمان نے اوزاعی سے باسند نقل کی ہے۔ پھر کتاب الموافقۃ سے صاحب ریاض النضرۃ نے نقل کی ہے اور شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی کتاب الموافقۃ لابن السمان سے یہ روایت نقل کی ہے۔ علماء میں اس طرح یہ متداول روایت ہے۔ اس روایت کے اصل مآخذ یہ ہیں باقی ناقلین ہیں جن کا کوئی شمار و حساب نہیں ہے۔ (منہ)

نہیں ہٹوں گا جب تک کہ فاطمہؓ مجھ سے رضامند نہ ہو جائیں۔ پھر علی المرتضیٰؓ فاطمہؓ کے پاس آئے اور ان کو قسم دی کہ آپ ابوبکرؓ سے رضامند ہو جائیں پس فاطمہؓ راضی ہو گئیں"۔

حاصلِ روایات

یہ ہے کہ مندرجہ روایات جو حضرت فاطمہؓ کی رضامندی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان سب پر نظر کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بتقاضائے بشریت بالفرض اگر کسی وقت حضرت فاطمہؓ کو ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ رنجش ہو گئی تھی تو بعد میں رفع ہو چکی ہے اور وہ معاملہ باہمی صلح و آشتی پر اختتام پذیر ہو چکا ہے۔ ان ہر دو بزرگ ہستیوں کے درمیان بحمد اللہ کسی قسم کی کدورت باقی نہیں رہی، جیسا کہ متقی لوگوں کی شان ہے۔

اس کے بعد ہمارے کرم فرما کہہ سکتے ہیں کہ رضامندی کی روایات اگرچہ آپ نے اپنی کتابوں سے پیش کر دی ہیں مگر ہمارے لیے کیسے قابلِ تسلیم ہو سکتی ہیں؟ تو اس کے لیے عرض ہے کہ ضد اور ہٹ دھرمی کا تو کوئی علاج نہیں ہے البتہ تھوڑی سی مقدار انصاف لے لیا جائے اور قلیل سی خشیتِ الٰہی ساتھ ملا لی جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان دونوں کی آمیزش و ملاوٹ کر لینے سے مقصد حل ہو جائے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ انہی رضامندی کی روایات کو "شیعی تصانیف" میں تلاش کر لیں۔ اگر شیعہ علماء و شیعہ مصنفین رضامندی فاطمہؓ کی روایت کو ذکر کر دیں اور اس پر کوئی ردّ و نقد نہ کریں تو مسئلہ بہت جلد صاف ہو جائے گا اور فاطمہؓ کی ناراضگی کی بحثیں جو اپنی پہنائیوں اور طوالتوں کے ساتھ نشر کی ہوئی ہیں وہ سب کی سب ختم ہو کر رہ جائیں گی۔

رضامندی کی روایات

بنا بریں اب ہم حضرت فاطمہؓ کی رضامندی کی روایت شیعہ کتب سے پیش کرتے ہیں

اُمید ہے موجبِ اطمینان ہو سکے گی۔ مشہور شیعہ فاضل ابن میثم بحرانی نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں مندرجہ ذیل روایت درج کی ہے اس میں حضرت ابوبکر الصدیق اور حضرت فاطمہؓ کی گفتگو مذکور ہے۔ ابوبکر الصدیقؓ جنابِ فاطمہؓ کو کہتے ہیں کہ

(۱) فَاَنَّ اِنَّ لَکِ مَا لِاَبِیْکِ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْخُذُ مِنْ فَدَکَ قُوْتَکُمْ وَیَقْسِمُ الْبَاقِیَ وَیَحْمِلُ مِنْہُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَکِ عَلَی اللّٰہِ اَنْ اَصْنَعَ بِہَا کَمَا کَانَ یَصْنَعُ فَرَضِیَتْ بِذٰلِکَ وَاَخَذَتِ الْعَہْدَ عَلَیْہِ بِہٖ الخ

یعنی ابوبکر الصدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ کو کہا کہ آپ کے لیے حقوق وہی ہیں جو آپ کے والد شریفؐ کے لیے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم "فدک" کی آمدن سے تمہارا خرچہ خوراک الگ کر لیتے تھے اور باقی ماندہ کو اہلِ حاجت میں تقسیم فرما دیتے تھے اور اس سے اللہ کی راہ میں سواری (وغیرہ) مہیا فرماتے تھے اور رضائے الٰہی کے لیے آپ کا مجھ پر حق ہے۔ فدک کے معاملہ میں مَیں وہی عمل درآمد کروں گا جو خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ جاری رکھتے تھے پس اس چیز پر فاطمہؓ راضی اور خوشنود ہو گئیں اور اس پر انہوں نے ابوبکر سے پختہ وعدہ اور اقرار لے لیا۔ الخ

شرح نہج البلاغۃ لابن میثم بحرانی طبع قدیم، ج ۵ ص ۵۴۳، اور طبع جدید طہرانی، ج ۵ ص ۱۰۷۔ جلد پنجم

ے یہاں چند چیزیں قابلِ وضاحت ہیں:

(۱) نہج البلاغہ کے اس شارح کا مکمل نام کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی ہے اور اس کا سنِ وفات ۶۷۹ھ ہے

(۲) اس شرح کو مصنف مذکور نے ۶۷۷ھ میں تالیف کیا ہے۔ یہ شرح متعدد بار طبع ہوئی ہے قدیم طبع

(۲) .... وذالك انّ لك ما لابيك كان رسول الله صلّى الله عليه وآله يأخذ من فدك قوتكم ويقسم الباقي ويحمل منه في سبيل الله ولك على الله ان اصنع بها كما كان يصنع فرضيت بذالك واخذت العهد عليه به الخ

یعنی ابوبکر الصدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ کو (اس مسئلہ میں اطمینان دلاتے ہوئے) کہا کہ آپ کے والد محترم کے لیے جو حق تھا وہی حق آپ کے لیے ثابت ہے۔

---

۴ - ایک ہی ضخیم جلد میں تقریباً ۲۵ اجزاء کے ساتھ مدوّن و مرتّب ہے اس حوالہ مندرجہ بالا کے لیے قدیم طبع کا جزء ۴ ص ۵۴۳ ہے اور جدید طبع ۱۳۸۴ھ میں طہران میں پھر طبع ہوئی ہے۔ پانچ جلدوں میں ہے، جدید طبع کا ج ۵ ص ۱۰۷ ہے۔ اور بقول صاحب "کشف الظنون" اس شرح کا نام "مصباح السالکین" ہے تحفہ اثنا عشریہ میں ناقلین کے تصرّف قلمی کی وجہ سے مجاج السالکین لکھا گیا ہے۔ واللہ اعلم (ملاحظہ ہو کشف الظنون تحت نہج البلاغہ)۔

(۳) یہاں شارح نے تفصیلی کلام کیا ہے۔ یعنی نہج البلاغہ کی شرح میں یہاں اٹھارہ مقاصد بیان کیے ہیں ان میں مقصد ثامن میں یہ روایت طویلہ لائے ہیں اصل حضرت علیؓ کا ایک طولانی خطبہ ہے جو انہوں نے عثمان بن حنیف الانصاری (البصرہ کے عامل) کو لکھا ہے اس کی تشریح میں یہ بحث چلائی گئی ہے۔

(۴) نیز یہ بھی معلوم رہے کہ خالص و مخلص شیعوں کی یہ روایت ہے (البتہ عوام تک اس کو پہنچنے نہیں دیتے تاکہ اختلاف و انتشار کی گرم بازاری قائم و دائم رہے اور کہیں سرد نہ ہونے پائے) اگر سنّیوں کی یہ روایت ہوتی تو فوراً شیعی علماء اس کا انتساب بیان کر دیتے اور سنّی مصنّف اور اس کی تصنیف کی بلا تاخیر نشان دہی کر دیتے اگر ایسا ہوتا تو یہ بزرگ معاف کرنے والے نہیں تھے۔

(۵) نیز ایک یہ چیز بھی اہل علم کے نوٹس میں لانی مفید تر ہے کہ اس روایت کا ذکر کرنے کے بعد اس روایت پر ان کے سابق مصنّفین و گذشتہ مجتہدین نے کوئی تنقید و تنقیص نہیں کی اور نہ ہی اس کی تردید کی ہے۔ فافہم فانہ لطیف۔ گویا یہ چیز اس روایت کی مقبولیت کی بڑی عمدہ تائید ہے اور قابل قبول ہونے کے قرائن میں سے ایک قرینہ ہے (منہ)

حضور علیہ السلام "فدک" کی آمد سے تمہارے اخراجات لے لیتے تھے اور باقی کو ضرورتمند لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور اللہ کے راستہ میں اس سے سواری وغیرہ تیار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر مجھ پر آپ کا حق ہے کہ فدک کے متعلق میں وہی طریق کار جاری رکھوں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاری رکھتے تھے پس اس معاملۂ فدک کے متعلق فاطمہؓ راضی اور خوش ہو گئیں اور اس چیز پر فاطمہؓ نے ابوبکرؓ سے پختہ وعدہ اور عہد لے لیا۔"

(درہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ ص ۳۳۱-۳۳۲ تالیف ابراہیم بن حاجی حسین بن علی بن الغفار الدنبلی تاریخ تصنیف ہذا ۱۲۹۱ھ طبع ایران)

نتیجہ روایات

ناظرین با انصاف کی خدمت میں گزارش ہے کہ مندرجہ شیعی حوالہ جات سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ:

(۱) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر الصدیق سے فدک کے بارے میں راضی ہو گئی تھیں اور صدیقی دور کا عمل درآمد ان کو پسند تھا اور اس پر مطمئن اور خوش ہو گئی تھیں۔

(۲) دوسری یہ چیز واضح ہو گئی کہ فدک کے معاملہ میں نبوی طرزِ عمل اور صدیقِ اکبرؓ کے طرزِ عمل میں کوئی فرق نہیں تھا۔

(۳) تیسری یہ چیز بھی عیاں ہو کر سامنے آگئی کہ ابوبکر الصدیق، اہلِ بیت کے سالانہ خانگی اخراجات فدک کی آمدن سے پورا کیا کرتے تھے۔

یہ تمام تر معاملات بآوازِ بلند پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ اور تمام اہلِ بیت ابوبکر الصدیق کے ساتھ راضی اور خوش تھے، ان کے درمیان کوئی رنجش اور کدورت باقی نہ تھی۔

الحمد للہ کہ مذکور معقول سوال جو بخاری شریف کی عبارت سے پیدا ہوتا تھا، کے جوابات

اب مکمل ہو گئے ہیں۔ اصل جواب بھی عرض کیا گیا۔ پھر الزامی جواب لکھا گیا پھر اب علی سبیل التنزل جواب کو پورا کر کے جوابات کے سلسلہ کو ختم کیا جاتا ہے، اور پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا جاتا ہے۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

زوجۂ صدیق اکبرؓ (اسماء بنت عُمَیسؓ)

اور حضرت فاطمہؓ

گذشتہ اوراق میں حضور علیہ السلام کے رشتہ داروں کے "مالی حقوق" کا مسئلہ زیرِ تحریر رہا، خواہ وہ از قسم خمس تھا یا از قسم مالِ فئے تھا یا سہمِ ذوی القربیٰ کے متعلق تھا۔ ان تمام مالی حقوق کی تفصیلات کو منصفانہ انداز میں ہم نے پیش کر دیا ہے۔ منصف طبائع و حقائق پسند حضرات امید ہے اس حقیر کوشش کی قدر دانی کرینگے اور دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

اس کے بعد سابق مضمون کے موافق ہم تعلقات کا عنوان چلانا چاہتے ہیں حضرت فاطمہؓ اور خاندانِ صدیق اکبرؓ کے خوش اسلوبی کے واقعات میں یہ چیز بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ حضرت خاتونِ جنت (سیدہ فاطمہؓ) کی زندگی کے آخری لمحات میں بھی صدیقِ اکبرؓ کی بیوی اسماء بنتِ عمیسؓ نے تمام خدمات سرانجام دی ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری و عیادت و بعد از وفات غسل وغیرہ سب چیزیں صدیق اکبرؓ کی بیوی کے ہاتھوں اتمام پذیر ہوئیں اس سے بڑھ کر ہر دو خاندانوں کے مابین مودّۃ اور دوستی کا نشان اور کیا ہو سکتا ہے؟ گویا دوستوں نے اپنی دوستی کا ثبوت آخری دم تک پیش کر دیا۔

اسماء بنتِ عُمَیس (صدیق اکبرؓ کی بیوی) کی ان خدمات کو جو حضرت فاطمہؓ کے متعلق ہیں حوالہ جات کی شکل میں پیش کرنے سے قبل خود اسماء مذکورہ کا بنی ہاشم کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق بیان کرنا بہت مناسب ہے۔ لہٰذا اسماء کا مختصر سا بیان پہلے پیش کیا جاتا ہے:۔

اَسماء کا اجمالی تعارف و رشتہ داری کا تعلّق

——— ان کا نام اَسماء بنتِ عُمَیس ہے۔ قبیلہ بنی خثعم سے ہیں۔

— نہایت شریف، دیندار اور خدمت گزار عورتوں میں سے تھیں۔ ابتداء میں ہی نعمتِ اسلام سے مشرّف ہوئیں۔

——— علمائے انساب بیان کرتے ہیں کہ اَسماء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس بن عبد المطلب عمّ النبی کی بیویوں کی بہن تھیں۔ یعنی اُمّ المؤمنین میمونہ بنت الحارث کی ماں جائی بہن (اُخت لِاُمّ) تھیں۔ اسی طرح اُمّ الفضل زوجۂ عباس کی بھی ماں جائی بہن (اخت لاُمّ) تھیں۔ دوسرے لفظوں میں اسماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت عباسؓ کی سالی تھیں اور نبی کریمؐ و حضرت عباسؓ و ابوبکر الصدیق یہ تینوں ہم زُلف تھے۔ یہ نو عدد ماں جائی بہنیں تھیں، ان کی ماں کا نام ہند بنتِ عوف تھا۔

اَسماء بنتِ عُمَیس حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی بھی سالی تھیں۔ اسماء کی بہن سلمٰی بنت عُمَیس حمزہ کے گھر تھیں (کذا فی اسد الغابہ ج ۵، ص ۳۹۶)۔

——— پہلے اس کا نکاح اور شادی حضرت علی المرتضیٰؓ کے برادر حقیقی حضرت جعفر طیارؓ بن ابی طالب سے ہوئی تھی۔ پھر میاں بیوی دونوں کو دیگر مسلمانوں کے ساتھ ہجرتِ حبشہ نصیب ہوئی۔ ہجرتِ حبشہ کا نصیب ہونا اسلام میں بہت بڑی فضیلت تھی۔ پھر دونوں میاں بیوی حبشہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ مسلمانوں کو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔

جعفر طیارؓ سے اسماء کی اَولاد ہوئی ہے۔ دو لڑکے مشہور ہیں۔ عبد اللہ و محمد ان کے نام تھے۔

جب ۸ھ میں غزوہ موتہ پیش آیا، اس میں جعفر طیارؓ شہید ہو گئے۔ کچھ ایام کے بعد اسماء بنت عُمَیس کا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح ہُوا۔ جعفر طیارؓ کی بیوہ کا

ابوبکر الصدیقؓ کے نکاح میں آنا یہ دونوں خاندانوں کے درمیان صلح و آشتی کے آثار و نشانات پر دلالت کرتا ہے۔

پھر ابوبکر الصدیقؓ سے اسماء بنت عُمیس کی اولاد بھی ہوئی ہے۔ اس کے لڑکے کا نام محمد بن ابی بکرؓ ہے۔ (۱) کتاب المحبر ص ۴۴۲۔ (۲) الاستیعاب مع الاصابہ، ج ۴ ص ۲۳۱۔ تذکرہ اسماء۔ (۳) اُسد الغابہ، ج ۵ ص ۳۹۵ تذکرہ اسماء)۔

اَسماء کے متعلقہ اس مختصر بیان کے بعد اب وہ واقعات خدمات کی صورت میں پیشِ خدمت ہیں جو اسماء زوجۂ صدیق نے حضرت فاطمہؓ کے آخری اوقاتِ زندگی میں سرانجام دیئے۔

اَسماء کی آخری خدمات

صدیقِ اکبرؓ کی زوجۂ محترمہ اسماء بنت عُمیس حضرت فاطمہؓ کی ہمیشہ دریافت خیریت و مزاج پُرسی کیا کرتی تھیں۔ آخری اوقات میں اور مشکل ترین ایام میں بھی اَسماء نے حضرت فاطمہؓ کی پُوری پوری خدمت کی۔ جب سیدہ خاتونِ جنت بیمار ہوئیں اس وقت کا واقعہ امام زین العابدینؒ نے ابن عباس سے نقل فرمایا ہے کہ

(۱)

حضرت فاطمہؓ سخت بیمار ہوگئیں (اسماء ابوبکر الصدیقؓ کی زوجہ تیمار دار تھیں) اَسماء کو فرمانے لگیں کہ تم معلوم کر رہی ہو کہ یہ میرے آخری اوقات ہیں، میرے جنازہ کو اس طرح بلا پردہ اٹھایا جائے گا؟ تو اَسماء بولیں کہ بالکل نہیں! لیکن آپ کے لیے ایک باپردہ چارپائی تیار کرتی ہوں جیسا کہ حبشہ کے علاقہ میں مَیں نے طریقہ دیکھا ہے تو فاطمہؓ نے فرمایا مجھے اس طرح بنا کر دکھاؤ تو اَسماء نے کھجُور کی تازہ چھڑیاں اسواف (یعنی حرمِ مدینہ) سے کٹوا کر منگوائیں اور چارپائی پر چھپر کھٹ کی طرح تیار کر دی۔ وہ پہلی باپردہ چارپائی تیار ہوئی تھی۔ دیکھ کر حضرت فاطمہؓ متبسم ہوئیں۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد صرف اس دن آپ نے

تبسّم فرمایا۔ (اس سے قبل اس طرح نہیں دیکھا گیا)۔
پھر ان کی وفات کے بعد ان کو ہم نے (اسی طرح باپردہ) اُٹھایا اور رات کو دفن کر دیا۔"

(۱) مستدرک للحاکم جلد ثالث، ج ۳ ص ۱۶۲، طبع دکن۔
(۲) طبقات ابن سعد تذکرہ اسماءؓ ج ۸ ص ۱۸، طبع لیدن یورپ)

(۲)

اس کے بعد ناظرین کرام پر واضح ہو کہ شیعہ مُصنّفین نے بھی اسماء (زوجہ ابوبکر الصّدیقؓ) کا تیمار داری کرنا اور علالتِ فاطمہؓ کے دوران شریکِ خدمت رہنا بڑی صراحت سے ذکر کیا ہے عباراتِ ذیل ملاحظہ فرما کر تسلّی کریں۔ امالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی، ج ۱ ص ۱۰۷ پر درج ہے ۔ ۔ ۔ ۔ وکان (علیؓ) یمرّضها بنفسه وتعینه علی ذالك اسماء بنت عمیس رحمهما الله علی استمرار بذالك الخ

ملّا باقر مجلسی نے بھی جلاء العیون میں اسی چیز کو بالفاظ ذیل بیان کیا ہے ۔ ۔ ۔ "پس حضرت بوصیت او عمل نمودہ خود متوجہ تیمار داری او بود اسماء بنت عُمیس آں حضرت را درایں امور معاونت می کرد۔"

(جلاء العیون ص ۲۰۱ طبع جدید در بیان پیغام عبّاس با امیر المومنینؓ)

—— نیز واضح ہو کہ حضرت فاطمہؓ کی چارپائی کو باپردہ بنانے کا واقعہ جو ہم نے ابن عباسؓ کی روایت سے اپنی کتابوں سے درج کیا ہے یہی واقعہ ذرا مفصل انداز میں امام جعفر صادق کی روایت سے شیعی علما نے بھی عبارت ذیل میں لکھا ہے۔ ہم اصل مسئلہ کی تائید کی خاطر یہ واقعات شیعی حوالہ جات کے ذریعہ بھی درج کر رہے ہیں عموماً اُردو میں ترجمہ لکھنے کی حاجت نہیں ہے۔ واقعہ وہی ہے جو مستدرک حاکم سے نقل کیا گیا ہے۔

—— ملّا باقر مجلسی لکھتا ہے:

"شیخ طوسی بسند معتبر از آں حضرت صادق علیہ السّلام روایت کردہ ست، اوّل نعشے کہ در اسلام ساختند نعشِ فاطمہؓ بود و سببش آں بود کہ

چوں حضرت فاطمہؓ بیمار شُد بآں بیماری کہ از دنیا رحلت کرد، با اسماء بنت عُمَیس گفت ای اسماء من ضعیف و نحیف شدہ ام و گوشت از بدنِ من رفتہ ست آیا چیزے از برائے من راست نمی کنی کہ بدن مرا از مرداں بپوشاند اسماء گفت کہ من چوں در بلادِ حبشہ بودم۔ دیدم کہ ایشاں کارے می کردند اگر خواہی برائے تو بکنم فرمود کہ بلے پس اسماء تختے آورد و سرنگوں گذاشت و جرید ہائے خرما طلبید و بر پا ہائے آں بست پس جامہ بر روئے آں کشید و گفت کہ ایں روش دیدم کہ می کردند حضرت فرمود کہ چنیں چیزے از برائے من بساز و بدن مرا از مردان بپوشان تا خدا بدن ترا از آتشِ دوزخ بپوشاند۔"

(۱) جلاء العیون ملا باقر ص ۱۷۵۔ طبع جدید ایرانی۔ در بیان ساختن اسماء صورت نعش برائے فاطمہؓ۔

(۲) کتاب ترجمۃ جعفریات او الاشعثیات۔ باب ابتداء النعش کیف کان الخ ص ۲۰۵۔ طبع ایران، مطبوعہ مع قرب الاسناد عبد اللہ بن جعفر الحمیری)

(۴)

اس کے بعد حضرت فاطمہؓ کی عین وفات کے وقت کا ایک واقعہ جس میں جنت کی کافور کا تین حصوں میں منقسم ہونا درج ہے اس میں بھی اسماء (زوجہ ابی بکر الصدیقؓ) کے ساتھ آخری کلام کرنا و وصیت کرنا مذکور ہے۔ پھر اس وصیت پر عمل در آمد کرنا اس کے بعد حسنین شریفین کا گھر آنا اور اسماء کا حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع کرنا یہ سب حالات و واقعات آخری ٹائم میں پیش آتے ہیں ان کو صاحب "اخبار ماتم" شیعوں کے معتبر عالم نے دوسری مجلس وفات بتول علیہا السلام، ص ۱۰۱ (مطبوعہ مطبع حسینی رامپور

سنِ طباعت ۱۲۸۵ھ) میں مفصل درج کیا ہے۔ رجوع کرنے والوں کے لیے ہم نے حوالہ عرض کر دیا ہے، رجوع فرمالیں۔ اور شیعہ کی مشہور کتاب کشف الغمہ ج ۲، ص ۶۲، طبع جدید ایرانی بمع ترجمۃ المناقب باب ذکر وفاتہا و ما قبل ذالک من ذکر مرضہا و وصیتہا علیہا السلام میں بھی یہ واقعہ مفصلاً موجود ہے ملاحظہ فرمادیں۔

(۴)

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد غسلِ سیدہ کا مسئلہ پیش آیا جیسا کہ اسلامی شریعت کا حکم ہے کہ میّت کو پہلے غسل دیا جاتے۔ پھر جنازہ پڑھا جاتے، پھر دفن کیا جاتے۔ اس مرحلہ میں بھی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء بنتِ عمیس ان خدمات میں برابر شریک تھیں۔ ان مواقع میں میّت کے خاص تعلقات والے خاندان اور افرادِ شریک کار رہا کرتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے نہلانے اور آخری غسل دینے کا انتظام تین افراد نے کیا ہے۔ ایک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے، دو عورتیں ان کے ساتھ اِس سعادت میں شریکِ کار تھیں۔ ایک ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء بنتِ عمیس تھیں۔ دوسری عورت سلمیٰ تھی (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع کی بیوی تھی) ان حضرات نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غسل تمام کیا۔ ملاحظہ ہو:

(۱) الاستیعاب لابن عبدالبر مع اصابہ ج ۴ ص ۳۲۲ تذکرہ سلمیٰ

(۲) اسد الغابہ لابن اثیر جزری، ج ۵، ص ۴۷۸ ۔ تذکرہ سلمیٰ۔

(۳) المصنّف لعبد الرزاق، ج ۳ ص ۴۱۰ ۔ طبع مجلسِ علمی کراچی۔

اور شیعی علماء نے اپنی معتبر کتابوں میں اسماء مذکورہ کا غسلِ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں شریک ہونا درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (۱) کتاب "مناقب" ابن شہر آشوب جلد رابع فصل فی وفاتہا۔ (۲) اور کتاب کشف الغمہ، ج ۲ ص ۶۱ ۔ طبع جدید ایرانی میں یہ مسئلہ بصراحت مندرج ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ابوبکر الصدیق کی بیوی اسماء کا ان خدمات میں شریک رہنا مسلّم بین الفریقین ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

ان کا اختصار مندرجہ ذیل عبارت میں درج کیا جاتا ہے :-

(۱) سیّدہ فاطمہؓ کی خواہش کے مطابق چارپائی کو باپردہ تیار کرنا۔ یہ رسم اہلِ اسلام میں فوت شدہ عورتوں کے لیے اسماء کے ذریعہ جاری ہوئی جو اب تک مسلمانوں میں جاری و ساری ہے۔

(۲) سیّدہ فاطمہؓ کی علالت کے دوران تیمارداری کی خدمات اسماء کے ہاتھوں مکمل ہوئیں۔

(۳) حضرت فاطمہؓ کے آخری وصایا کی تکمیل بھی ابوبکر الصدیقؓ کی زوجہ اسماء کے ذریعہ ہی ہوئی، جیسا کہ "اخبار ماتم" کے حوالہ میں تصریح ہے۔

(۴) بعد از وفاتِ فاطمہؓ ابوبکر الصدیقؓ کی بیوی ان کے غسل کی آخری خدمت میں برابر شریک کار رہی۔

اِن تمام تر واقعات پر نظرِ انصاف ڈالنے سے صاف معلوم ہوا کہ خاندانِ صدیقِ اکبرؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے درمیان کسی قسم کی عداوت و کشیدگی وغیرہ ہرگز نہیں تھی بلکہ ان دونوں گھرانوں کے مابین پوری طرح دوستی اور یگانگت تھی تب ہی تو تکلیف اور ضرورت کے وقت ایک کے اہلِ خانہ نے دوسرے کے گھر جا کر ہر کام میں امداد اور معاونت کی۔

پھر کوئی خام خیال آدمی یہ تصوّر قائم کرنے لگے کہ اسماء باوجودیکہ ابوبکر الصدیقؓ کی بیوی تھیں لیکن یہ از خود حضرت علیؓ کے گھر جا کر یہ خدمات سر انجام دیتی تھیں۔ یا تو بغیر خلیفۂ وقت ابوبکر الصدیقؓ کو اطلاع کرنے و اذن لینے کے بغیر صدیقؓ کے گھر سے باہر چلی جاتی تھیں یا اذن لے کر و اطلاع دے کر جاتی تھیں مگر کسی اور کام کا بہانہ بنا کر ادھر حضرت علیؓ کے گھر میں پہنچ کر فاطمہؓ کی خدمت میں لگ جاتی تھیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ یہ خدمات چند گھنٹوں کی نہ

بات نہیں ہے، کئی ایام یعنی شب و روز اس طرح خدمات میں صرف ہوئے تھے۔ کیا ان تمام ایام میں خلیفۂ وقت کی بیوی نے اپنے خاوند کو دھوکے اور فریب میں ڈالے رکھا تھا یا ان دنوں میں اپنے شوہر کے لیے ناشزہ اور نافرمان بن گئی تھیں؟

ان تمام شبہات و تمام خیالیوں کا جواب صحیح العقل اور سلیم الفطرت انسان خود دے سکتا ہے" اہم علماء کبار نے یہاں ایک جملہ حضرت اسماء بنت عُمَیس (ابوبکر الصدیقؓ کی بیوی) کے حق میں لکھا ہے جو تمام سوالات کا ایک جواب ہے۔ بشرطِ انصاف سب شبہات ختم ہو جاتے ہیں، صرف خدا کا خوف اور اس کی ہدایت درکار ہے اور بس!!

علامہ ترکمانی فرماتے ہیں کہ وَرَعُ اَسْمَاءَ یَمْنَعُهَا اَنْ لَا تَسْتَأْذِنَهٗ"

یعنی اسماء کا تقویٰ اور پرہیزگاری اس کو مانع ہے کہ ابوبکر الصدیق سے اجازت حاصل نہ کرے (اور ویسے ہی گھر سے باہر چلی جائے)"

(الجوہر النقی علی السنن للبیہقی جلد ثالث، ج ۳ ص ۳۹۶-
مطبوعہ حیدر آباد دکن)

حاصل یہ ہے کہ یہ تمام تر حالات بطورِ شاہد اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان ہر دو خاندانوں کے درمیان اور حضرت فاطمہؓ اور صدیقِ اکبرؓ کے درمیان عداوۃ و بغاوۃ کا کوئی شائبہ نہیں نہ ناراضگی ہے نہ رنجیدگی ہے نہ کشیدگی ہے۔ ان بزرگانِ دین میں باہمی صلح و آشتی تھی، معاونت و موافقت تھی، مودّت و محبّت تھی، پیوستگی اور وابستگی تھی۔ اور دیندار و پرہیزگار لوگوں کا طریقِ زندگی اسی طرح ہوتا ہے۔

اب اسماء بنت عُمَیس کا ایک اور واقعہ ذکر کر کے اِس بحث کو ہم ختم کرنا چاہتے ہیں اس میں صدیقِ اکبرؓ کی فضیلت واضح ہو رہی ہے اور حضرت علیؓ کی صدیقِ اکبرؓ کے حق میں عقیدتمندی بھی نمایاں ہو رہی ہے جو باہمی حُسنِ سلوک کی علامت ہے۔

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد

اسماء بنت عُمَیس نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ نکاح کیا۔ پھر ان کی اولاد بھی ہوئی۔ اسماء سے جو حضرت علیؓ کا لڑکا ہوا ہے اس کا نام یحییٰ بن علیؓ المرتضیٰ ہے۔

ایک روز کا واقعہ ہے جو علامہ ابن السکن نے صحیح سند کے ساتھ شعبی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ اور اسماء اور ان کے بیٹے محمد بن جعفر طیارؓ اور محمد بن ابی بکر الصدیقؓ یہ سب حضرات گھر میں تشریف فرما تھے۔ محمد بن جعفر اور محمد بن ابی بکر ہر ایک آپس میں بطورِ فخر کہنے لگے کہ میں تجھ سے زیادہ باعزت ہوں اور میرا والد تیرے والد سے زیادہ بہتر ہے (یہ سُن کر) حضرت علیؓ (اپنی بیوی اسماء) کو فرمانے لگے کہ تو ہی ان کے درمیان فیصلہ کر دے تو اس وقت اسماء بنت عُمَیس نے (فیصلہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ جعفرؓ بن ابی طالب سے بہتر میں نے کوئی جوان نہیں دیکھا اور (ابوبکرؓ) سے بہتر میں نے ادھیڑ (یعنی پختہ عمر) کا آدمی نہیں دیکھا۔ (یہ سنجیدہ جواب سُن کر) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تو نے ہمارے لیے تو کچھ چھوڑا ہی نہیں!

——— اہلِ علم احباب کی ضیافتِ طبع کی خاطر بلفظہٖ عبارت بھی درج کی جاتی ہے۔ بڑے بڑے مشاہیر علماء نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے:

وَاَخْرَجَ ابْنُ السَّکَنِ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ تَزَوَّجَ عَلِیٌّ اَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَیْسٍ فَتَفَاخَرَ ابْنَاھُمَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ کُلٌّ مِّنْھُمَا اَنَا اَکْرَمُ مِنْکَ وَاَبِیْ خَیْرٌ مِّنْ اَبِیْکَ فَقَالَ لَھَا عَلِیٌّ اقْضِیْ بَیْنَھُمَا فَقَالَتْ مَا رَاَیْتُ شَابًّا خَیْرًا مِّنْ جَعْفَرٍ وَلَا کَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ لَھَا عَلِیٌّ فَمَا اَبْقَیْتِ لَنَا ؟

(۱) طبقات ابن سعد تذکرہ اسماء، ج ص ۲۰۸ جلد ہشتم

(۲) حلیۃ الاولیاء تذکرہ اسماء بنت عُمَیس لابی نعیم اصفہانی جلد دوم ص ۷۵-۷۶

(۳) سیر اعلام النُّبَلاء ذہبی جلد اول ص ۱۵۲ تحت جعفر بن ابی طالب۔

(۴) الاصابہ مع استیعاب ج ۴ص ۲۲۶ تحت تذکرہ اسماءؓ بنت عمیس۔

نوٹ۔ حضرت علیؓ کا جوابی جملہ فاضل ذہبی نے سیر اعلام النبلاء، ج ۱ص ۱۵۲ میں بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے:

"فقال لہا علیؓ ما ترکت لنا شیئًا ولو قلت غیر ہذا لمقتّک"

"یعنی میں تجھے ناپسند جانتا اگر تو یہ جواب نہ دیتی۔"

مختصر یہ ہے کہ انبساطِ طبع کے واقعات ان کے باہمی اخلاص اور مودّت پر دلالت کرنے والے بے شمار پائے جاتے ہیں۔ ایک واقعہ ہم نے بھی عرضِ خدمت کر دیا ہے۔ قبول فرمادیں۔

سیّدہ فاطمہؓ کے آخری لمحات اور بعض وصایا

سابقہ اوراق میں حضرت فاطمہؓ اور اسماءؓ مذکورہ کے متعلقات درج ہوتے ہیں اب آخری لمحات کی مزید چند ایک چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱)

حضرت فاطمہؓ نے اپنے انتقال سے پہلے حضرت علیؓ کو ایک یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ میری وفات کے بعد اگر آپ نکاح کرنا چاہیں تو میری خواہر زادی یعنی زینبؓ کی بیٹی امامہ بنت ابی العاص کے ساتھ نکاح کرنا، کیونکہ یہ میری اولاد کے حق میں میری طرح (معاون و خیر خواہ) ہو گی۔

(۱) اصابہ لابن حجر و الاستیعاب لابن عبد البرّ (تذکرہ امامہ بنت ابی العاص)

اس وصیت کو شیعی علماء نے بھی درج کیا ہے۔ چنانچہ یہاں صرف ایک کتاب کا حوالہ ذکر کر دینا ہم مناسب خیال کرتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی یہ وصیت حضرت علیؓ کے

بیلیے باین الفاظ مذکور ہے :

"وَ اَنَا اُوْصِیْكَ اَنْ تَتَزَوَّجَ بِنْتَ اُخْتِیْ[1] زَیْنَبَ تَكُوْنُ لِوُلْدِیْ مِثْلِیْ"

"یعنی میں آپ سے وصیت کرتی ہوں کہ میری بہن زینب کی لڑکی کو نکاح میں لانا یہ میری اولاد کے حق میں میری مثل ہوگی"

(کتاب سلیم بن قیس الہلالی العامری الکوفی الشیعی ص۲۲۶ مطبوعہ مطبعہ حیدریہ نجف اشرف۔ عراق)

---

[1] قولہ اُختی زینب الخ — چند چیزیں یہاں قابلِ ذکر ہیں:

(۱) زینب حضور علیہ السلام کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی حقیقی بڑی بہن ہیں اور حضرت علیؓ کی سالی ہیں۔ زینب ابوالعاص بن ربیع کی زوجہ تھیں۔ ابوالعاص کا نسب چوتھی پشت میں حضور علیہ السلام سے اور حضرت علیؓ سے جا کر مل جاتا ہے۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے: ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزّٰی بن عبدشمس بن عبدمناف۔ اور مادری تعلق اس طرح ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کا ابوالعاص حقیقی بیٹا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حضرت خدیجہؓ ام المومنین کا خواہرزادہ ہے اور زینبؓ اور فاطمہؓ کے لیے خالہ زاد بھائی ہے۔ ابوالعاص مذکور کو اللہ کریم نے یہ عزت بخشی ہے کہ دامادِ نبیؐ اور ہم زلفِ علیؓ ہے پھر بعد از وفات فاطمہؓ خسرِ علی بھی ہے اور علیؓ اس کے داماد بھی ہوتے ہیں۔ یہ سب شرافتیں ان کو نصیب ہوئی ہیں (اسد الغابہ الاستیعاب)

(۲) اور علماء نے لکھا ہے کہ "وسار مع علیؓ الی الیمن فاستخلفہ علیؓ علی الیمن لما رجع ثم کان ابوالعاص مع علی یوم بویع ابوبکر" یعنی حضرت علیؓ جس وقت یمن کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ ابوالعاص ساتھ گیا تھا اور جب واپس ہوئے ہیں تو ابوالعاص کو اپنا قائم مقام بنا کر آئے تھے اور جس روز ابوبکر الصدیقؓ کی حضرت علیؓ نے بیعت کی ہے اس روز ابوالعاص حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ (اصابہ مع استیعاب باب کنیۃ ابی العاص ج ۴ ص۱۲۲ تذکرہ ابی العاص۔

(۳) علماء فرماتے ہیں کہ ابوالعاص کا نام لقیط ہے، بعض نے کہا ہے مقسم ہے وغیرہ۔ اور

(۲)

نیز شیعہ علماء نے لکھا ہے جن ایام میں حضرت فاطمہؓ آخری مرض میں بیمار تھیں اور حضرت علی المرتضیٰ پنجگانہ نماز میں مسجد نبوی میں تشریف لایا کرتے تھے تو اس وقت ابوبکر الصدیق و عمر فاروقؓ، حضرت فاطمہؓ کی بیماری کا حال احوال بھی حضرت علیؓ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے خاص شاگرد سلیم بن قیس الہلالی العامری شیعی سے یہ واقعات ان کی کتاب سلیم بن قیس میں نقل کیے گئے ہیں۔ عبارت ملاحظہ فرماویں۔

——— وَكَانَ عَلِيٌّ (ع) يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ الصَّلٰوٰتِ الْخَمْسَ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ لَهُ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ كَيْفَ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اِلٰى اَنْ ثَقُلَتْ فَسَأَلَا عَنْهَا الخ

(کتاب سلیم بن قیس ص ۲۲۴-۲۲۵ مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف عراق)

۴۔ زینب دختر نبوی سے اس کی ایک لڑکی ہوئی تھی جس کا نام امامہ تھا جس کے حق میں وصیت گزری ہے اور ایک لڑکا ہوا تھا جس کا نام علی تھا، وہ قریب البلوغ ہو کر فوت ہو گیا تھا۔

(۳) ایک یہ چیز بھی یہاں قابلِ وضاحت ہے کہ حضرت زینبؓ دختر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ربیبۃ النبیؐ (یعنی خدیجہؓ کے سابق خاوند کی بیٹی) ہونے کا شبہ مخالفین کی جانب سے بعض عبارات سے پیش کیا جاتا ہے وہاں الفاظ اس طرح ہیں کہ زینب ربیبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان ظاہر الفاظ کو لیکر اپنا غلط مطلب برآمد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ دوسرے مقامات میں علماء انساب نے اس اجمال کو بالکل صاف کر کے بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ کتاب اسد الغابہ لابن اثیر جزری جلد پنجم ص ۴۶۸ میں زینب کا تذکرہ کرتے ہوئے تصریح کر دی ہے کہ زینب ربیبۃ النبی وہ ہے جو ام سلمہؓ (ام المومنین) کی لڑکی ہے۔ اس کا والد ابو سلمہؓ ہے۔ وہ زینب نبی کریم کی ربیبہ ہے اور حضرت زینب جو صاحبزادی ہے وہ دوسری زینب ہے، اس کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہے حضورؐ کی حقیقی صاحبزادی ہے۔" اس تفصیل و تصریح کے بعد اب مخالفین کا دھوکہ نہ چل سکے گا۔ (منہ)

یعنی حضرت علیؓ پانچوں نمازیں مسجد نبوی میں پڑھا کرتے تھے جب نماز پڑھ چکے تو ابوبکرؓ اور عمرؓ نے علی المرتضیٰؓ کو کہا کہ حضور علیہ السلام کی صاحبزادی کا کیا حال ہے؟ کیسے مزاج ہیں؟

تنبیہ: اگرچہ شیعہ بزرگوں نے اس مقام میں بہت کچھ تصرفات کر کے منافرت و عداوت کی چیزیں ملا کر واقعہ ہذا بیان کیا ہے مگر اتنی بات تو بہر کیف ثابت ہو گئی کہ حضرت علیؓ پنجگانہ نماز مسجد میں باقی صحابہؓ سے مل کر ابوبکر الصدیقؓ کے پیچھے پڑھتے تھے۔ دوسری یہ چیز معلوم ہو گئی کہ حضرت فاطمہؓ کی بیماری کا ان حضرات کو علم تھا، ان کی عیادت و بیمار پرسی کیا کرتے تھے۔ تیسری یہ بات واضح ہوئی کہ ان حضرات کی آپس میں تکلم کلام کرنا حال احوال دریافت کرنا خانگی خیر خیریت دریافت کرنا جاری رہتا تھا کسی قسم کا مقاطعہ اور بائیکاٹ باہمی نہ تھا۔

(۳)

اور شیعہ علماء نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جس روز حضرت فاطمہؓ فوت ہوتی ہیں اس روز مدینہ میں بڑی قیامت برپا ہوئی، اس دن بھی ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں حضرت علیؓ کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور جنازہ سیدہ کا ذکر بھی ہوا۔ عبارت ملاحظہ فرما دیں۔ ابن عباس کی یہ روایت ہے، لکھتے ہیں:

" قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قُبِضَتْ فَاطِمَةُ مِنْ يَوْمِهَا فَارْتَجَّتِ الْمَدِينَةُ بِالْبُكَاءِ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَدَهِشَ النَّاسُ كَيَوْمٍ قُبِضَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ فَأَقْبَلَ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ تُعَزِّيَانِ عَلِيًّا وَيَقُولُونَ لَهُ يَا أَبَا الْحَسَنِ لَا تَسْبِقْنَا بِالصَّلٰوةِ عَلَى ابْنَةِ رَسُولِ اللهِ ... الخ

حاصل یہ ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں فاطمہ جس دن فوت ہوئی ہیں، مدینہ کے تمام مرد اور عورتیں رونے لگے۔ لوگوں پر اس طرح حیرانی و دہشت

طاری ہوئی جس طرح حضور علیہ السلام کے انتقال کے روز تحیر و پریشانی چھائی تھی۔ پس ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں نے علی المرتضیٰؓ کے پاس آکر تعزیت اور اظہارِ افسوس کیا اور ان کو کہنے لگے کہ ابوالحسن فاطمہ بنت رسول اللہ کی نماز جنازہ کے لیے سبقت نہ کرنا ... الخ

(کتاب سلیم بن قیس الہلالی العامری ص ۲۲۶ -
مطبع حیدریہ - نجف اشرف عراق)

روایاتِ ہٰذا کے فوائد

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ، حضرت فاطمہؓ کی حقیقی بہن تھی، ربیبہ نہیں تھی۔ زینبؓ کے ساتھ اور اس کی اولاد کے ساتھ خاتون جنت کو خصوصی محبت تھی۔ اسی طرح ہم ایمانداروں کو فاطمہؓ کی بہنوں کے ساتھ عقیدت رکھنی لازم ہے۔

(۲) حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ آخری دم تک تعلقِ نبوی کا لحاظ و احترام قائم رکھا۔ ان کی بیمار پرسی و عیادت آخری مرض کے دوران میں بھی کرتے رہے اور حضرت علیؓ کے ذریعہ بار بار مزاج پرسی کرتے تھے۔ نیز حضرت علیؓ ان حضرات کے ساتھ مل کر مسجدِ نبوی میں نمازیں ادا کرتے تھے۔ کوئی باہمی عداوۃ اور منافرۃ نہ تھی۔

(۳) حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع ملنے پر ابوبکر الصدیقؓ اور عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ سے جا کر تعزیت کی اور جنازہ ہٰذا میں پڑھنے کی استدعا کی تاکہ جنازہ سے رہ نہ جائیں۔

یہ تمام امور دونوں خاندانوں کے خوشگوار تعلقات کے درخشندہ نشانات ہیں، اگرچہ مخالفین احباب اِن واقعات کو موڑ توڑ کر باہمی عداوۃ اور بغاوۃ کے کیس تیار کیا کرتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

باب غزوہ خیبر ص ۱۷۰۱ ـ صحیح بخاری جلد ثانی

سیّدہ فاطمہؓ کے جنازہ کا مسئلہ

—— سابقہ اوراق میں حضرت فاطمہؓ کے آخری مرض میں پیش آمدہ بعض واقعات پیشِ خدمت کیے گئے ہیں اور ساتھ ساتھ صدیقِ اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلقات بھی ذکر کیے ہیں جن سے ان حضرات کا باہمی تعلق معلوم ہو سکتا ہے۔

اب سیّدہ فاطمہؓ کی وفات کے بعد ان کے جنازہ کا مسئلہ درپیش ہے۔ اس کے متعلقات اپنی کوشش و بساط کے موافق یکجا کر کے حاضرِ خدمت کیے جاتے ہیں۔ اُمید ہے ناظرینِ کرام منظور فرما کر دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

لوگوں میں مشہور کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر الصدیقؓ سے سخت ناراض تھیں، انہوں نے آخری وقت میں حضرت علیؓ کو وصیّت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ میں وہ نہ شریک ہوں تو حضرت علیؓ نے رات کو ہی فاطمہؓ کا جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ ابوبکرؓ کو ان کی اطلاع ہی نہ کی۔ (کذا فی بعض الروایات)[۱]

مسئلہ ہٰذا کو بعض روایات کی بنا پر بہت اہمیت دی گئی ہے۔ خلاف پروپیگنڈا کرنے والے دوستوں نے اِس مسئلہ کو مخالفت کا اور عناد کا زبردست ثبوت بنا کر ناواقف عوام میں پھیلا دیا ہے۔ بنا بریں ضرورت ہوئی کہ اِس مسئلہ کو بڑے عُمدہ انداز سے صاف کر دیا جائے اور صدیقؓ کا فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل ہونا دوستی و آشنائی کا مستقل نشان ہے۔ اس کو حقائق کی روشنی میں قوم کے سامنے رکھا جائے۔ اور اس دوران میں کچھ طوالت آجائے تو امید ہے کہ ناظرینِ کرام گرانی محسوس نہیں فرمائیں گے۔ جو کچھ معروض ہوگا وہ ضرورت کے تحت ہوگا۔

---- اس بحث کو مدوّن کرنے کی ترتیب یہ تجویز کی گئی ہے کہ سب سے پہلے اصل مسئلہ کے لیے مثبت روایات سامنے رکھی جائیں گی۔ پھر اس مسئلہ کے مؤید قواعد شرعی ذکر ہوں گے۔ پھر اس پر تاریخی شواہد پیش کیے جائیں گے جن سے بنی ہاشم کا تواترِ عملی واضح ہو سکے گا۔ اس کے بعد ازالۂ شبہات کے لیے مزید قابلِ ذکر امور درج ہوں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

(۱)

اصل مسئلہ کے لیے روایات

(۱) صاحب طبقات نے اپنی تصنیف طبقات ابن سعد میں اپنی مکمل سند کے ساتھ مندرجہ ذیل روایت ذکر کی ہے۔

"... عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ قَالَ صَلّٰى اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا۔"

"یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ ابوبکر الصدیقؓ نے فاطمہؓ دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔"

(طبقات ابن سعد جلد ثامن، ص ۱۹۔ تذکرہ فاطمہؓ مطبوعہ لیدن (یورپ))

(۲) —— اسی طبقات ابن سعد میں اسی مسئلہ کے لیے دوسری روایت ملاحظہ ہو:

"... عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ صَلّٰى عَلَيْهَا اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهَا۔"

"یعنی شعبی کہتے ہیں کہ فاطمہؓ پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی۔"

(طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۱۹۔ تذکرہ فاطمہ، طبع لیدن، یورپ)

(۳) تیسری روایت مسئلہ ہذا کے لیے بیہقی سے اپنی سند کے ساتھ منقول ہے۔ لکھتے ہیں:-

"۔۔۔۔ ثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ ثنا عون بن سلام ثنا سوار بن مصعب عن مجالد عن الشعبی اِنَّ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا لَمَّا مَاتَتْ دَفَنَہَا عَلِیٌّ لَیْلًا وَاَخَذَ بِضَبْعَیْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَدَّمَہٗ یَعْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَیْہَا۔"

"یعنی جب فاطمہؓ فوت ہوئیں تو حضرت علیؓ نے ان کو رات میں دفن کیا اور (جنازہ کے موقعہ پر) حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کے دونوں بازو پکڑ کر جنازہ پڑھانے کے لیے مقدم کیا۔"

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی مع الجوہر النقی، جلد ۴، ص ۲۹۔ کتاب الجنائز۔

(۲) کنز العمال جلد ۷، ص ۱۱۴، بحوالہ بیہقی۔ کتاب الفضائل (فضائل فاطمہ) ۔ طبع اول، تحتی کلاں)

(۴) امام محمد باقر سے مروی روایت صاحب کنز العمال علی المتقی الہندی نے بحوالہ خطیب ذکر کی ہے۔ عبارت روایت یہ ہے:

"عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ مَاتَتْ فَاطِمَۃُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ لِیُصَلُّوْا فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ تَقَدَّمْ فَقَالَ مَا کُنْتُ لِاَتَقَدَّمَ وَاَنْتَ خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ اَبُوْبَکْرٍ وَصَلّٰی عَلَیْہَا۔"

"یعنی امام جعفر صادق امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ دختر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئیں تو ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں

نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لائے۔ ابوبکرؓ نے علی المرتضیٰؓ کو (جنازہ پڑھانے کے لیے) کہا کہ آگے تشریف لائیے! تو علی المرتضیٰ نے جواب دیا کہ آپ خلیفۂ رسول ہیں، مَیں آپ سے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ پس ابوبکرؓ نے مقدم ہو کر نماز جنازہ پڑھائی"۔

(کنز العمال (خطفی رواۃ مالکؒ) جلد ۶ ص ۳۱۸ طبع قدیم۔ روایت ۵۲۹۹۔ باب فضائل الصحابہ فضل الصدیق۔ مسنداتِ علیؓ، تحتی کلاں)

(۵) اب امام زین العابدین کی ایک روایت حاضرِ خدمت ہے۔ اس مسئلہ کو اس روایت نے بڑی وضاحت کے ساتھ صاف کر دیا ہے۔ محب الطبری نے ریاض النضرۃ میں اس کو نقل کیا ہے:

"عن مالك عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده علي بن حسين قال

مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَحَضَرَهَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَ الزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَلَمَّا وُضِعَتْ لِيُصَلَّىٰ عَلَيْهَا قَالَ عَلِيٌّ تَقَدَّمْ يَا اَبَا بَكْرٍ قَالَ وَاَنْتَ شَاهِدٌ يَا اَبَا الْحَسَنِ؟ قَالَ نَعَمْ! تَقَدَّمْ! فَوَاللّٰهِ لَا يُصَلِّيْ عَلَيْهَا غَيْرُكَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ وَدُفِنَتْ لَيْلًا۔ خَرَّجَهُ البصري وخَرَّجَهُ ابن السمان في الموافقة۔

"حاصل یہ ہے کہ جعفر صادقؒ اپنے والد محمد باقرؒ سے اور وہ اپنے والد زین العابدین سے روایت کرتے ہیں کہ مغرب اور عشاء کے درمیان فاطمۃ الزہراؓ کی وفات ہوئی (ان کی وفات پر) ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و زبیرؓ و عبدالرحمٰنؓ بن عوف (حضرات) حاضر ہوئے۔ جب نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جنازہ (سامنے) رکھا گیا تو حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کو کہا کہ اے ابوبکر! (نماز پڑھانے کے لیے) آگے تشریف لائیے۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! آپ

کی موجودگی میں ؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ! آپ آگے تشریف لائیے اللہ کی قسم آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہؓ پر نماز جنازہ نہیں پڑھائے گا ۔ پس ابوبکرؓ نے فاطمہؓ پر نمازِ جنازہ پڑھائی اور رات کو دفن کی گئیں "

(ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ لمحب الطبری ج ۱، ص ۱۵۶ ۔ باب وفات فاطمہ)

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ (مطاعن صدیقی) میں طعن ۱۴ کے آخر میں "فصل الخطاب" سے نقل کرتے ہوئے مذکورہ مندرجہ روایت کے قریب قریب ذکر کی ہے ۔ ناظرین کے فائدہ کے لیے ریاض النضرۃ کی مذکورہ روایت کی تائید میں یہ درج کی جاتی ہے :-

" در فصل الخطاب آوردہ کہ ابوبکر صدیق و عثمان و عبدالرحمٰن بن عوف و زبیر بن عوام وقت نماز عشاء حاضر شدند و رحلت حضرت فاطمہؓ درمیان مغرب و عشاء شب سہ شنبہ سوم ماہ رمضان (سنہ ۱۱ھ) بعد از شش ماہ از واقعہ سرور جہان بوقوع آمدہ بود و سنین عمرش بست و ہشت بود و ابوبکر بموجب گفتۂ علی مرتضیٰ پیش امام شد و نماز بروے گذاشت و چہار تکبیر برآورد "

(تحفہ اثنا عشریہ، مطاعن صدیقی، آخر طعن ۱۴ ص ۴۴۵ ۔ طبع نول کشور لکھنؤ)

روایت ہذا کا خلاصہ یہ ہے کہ "فصل الخطاب" کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ و عثمانؓ و عبدالرحمٰنؓ بن عوف و زبیرؓ بن عوام تمام حضرات عشاء کی نماز کے وقت حاضر ہوئے اور سیدہ فاطمہؓ کی رحلت مغرب اور عشاء کے درمیان ہوئی تھی ۔ منگل کی رات تیسری رمضان شریف تھی ۔ حضور علیہ السّلام کے بعد چھ ماہ بعد فاطمہؓ کا انتقال ہوا ۔ اس وقت فاطمہؓ کی عمر اٹھائیس برس تھی ۔ علی المرتضیٰؓ کے فرمان کے مطابق ابوبکر الصدیقؓ نماز جنازہ

کے امام بنے اور چہار تکبیروں کے ساتھ اس پر نماز گذاری[1]"

(۶) حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں اپنی مکمل سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے جنازہ کی روایت نقل کی ہے:۔

"عن میمون بن مہران عن عبد اللہ بن عباس ان النبی صلی اللہ

---

[1] "سلیت جنازۃ الزہراء بامامۃ الصدیقؓ باصرار علیؓ ھذا ھو الصحیح روایۃً ودرایۃً" (مولانا شمس الحق افغانی)

ایک تنبیہ

نوٹ:۔ روایات ہذا کے اندراج کے بعد ضروری اشیاء ذکر کرنے سے قبل دوستوں کے دفع وہم کے لیے ان کو ایک اطلاع کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، اور چیزیں بعد میں ذکر ہوتی رہیں گی۔ وہ یہ ہے کہ ان کے مشہور معتمد عالم و مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے کتاب الشافی میں کتاب المغنی کا رد کرتے ہوئے حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کے مسئلہ میں لکھا ہے کہ "فھو شئ ما سمع الامنك وان كنت تلقيته من غيرك فمن يجرى مجراك فى العصبية والا فالروايات المشهورة وكتب الآثار و السير خالية من ذالك الخ" (کتاب الشافی، ص ۲۴۹ مع تلخیص، طبع قدیم)

خلاصہ یہ ہے کہ (ابوبکر الصدیق کا فاطمہؓ کے جنازہ کو چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھنا) یہ چیز صرف آپ سے ہی سنی جا رہی ہے اگر تم نے کسی دوسرے سے اخذ کی ہے تو وہ بھی آپ جیسا متعصب ہے ورنہ مشہور روایات و سیرت و آثار کی تمام کتابیں اس ذکر سے خالی ہیں" اور یہ شافی کی عبارت شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید میں بحث فدک فصل ثالث میں بھی منقول ہے۔ شافیؒ اور شرح نہج حدیدیؒ کی ہر دو عبارات ہذا پیش کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ اتنی مُرسل و مُسند روایتیں با اسناد لوگوں سے ہم نے جمع کر کے پیش کی ہیں اور بھی ذخیرہ روایات سے دستیاب ہونے کی توقع ہے۔ پھر اس مسئلہ کے حق میں یہ تحریر کرنا کہ کتب سیرت و آثار اس سے خالی ہیں کہاں تک دیانتدارانہ تحقیق ہے؟ اور اکابر مجتہدین شیعہ کا فرمان کس حد تک درست ہے؟ ناظرین کرام انصاف فرمائیں اور ان کی محققانہ رائے زنی کی داد دیں۔ (منہ)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَصَلّٰى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا وَقَالَ كَبَّرَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى اٰدَمَ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَكَبَّرَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰى فَاطِمَةَ اَرْبَعًا وَكَبَّرَ عُمَرُ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَرْبَعًا وَكَبَّرَ صُهَيْبٌ عَلٰى عُمَرَ اَرْبَعًا ۔

یعنی ابن عباسؓ ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا۔ آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور چہار تکبیریں کہیں اور فرمایا کہ ملائکہ نے آدم علیہ السلام پر چہار تکبیریں کہیں تھیں۔ اور (ابن عباس کہتے ہیں کہ) ابوبکر الصدیقؓ نے فاطمہؓ (کے جنازہ کے موقعہ) پر چہار تکبیریں کہیں۔ اور عمرؓ نے ابوبکرؓ پر چہار تکبیریں کہیں۔ اور صہیبؓ نے عمرؓ پر چہار تکبیریں کہیں"

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی، ج ۴ ص ۹۶ -
تذکرہ میمون بن مہران)

مندرجہ روایات کے فوائد و نتائج

قریباً چھ سات عدد روایات اس مسئلہ کے لیے آپ کے سامنے پیش کی ہیں ان میں تین عدد روایات غیر ہاشمی حضرات کی ہیں اور تین عدد خود ہاشمی بزرگوں (یعنی امام محمد باقرؒ، امام زین العابدینؒ اور عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب) کی روایت کردہ ہیں ان تمام مرویات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ :

(۱) حضرت فاطمہؓ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ان بڑے بڑے اکابر صحابہ کرام سب کو ہوگئی تھی (خصوصاً صدیق اکبرؓ کو تو اپنی زوجہ اسماء بنت عمیس کے ذریعہ بھی خاتونِ جنت کے تمام احوال کی خبر یقیناً ہوتی رہتی تھی اور وفات کی اطلاعات نہ ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ اس نہایت اندوہناک واقعہ کی خبر ان کو بالیقین حاصل تھی ...

(۲) دوسری چیز ان روایات نے بتلائی کہ اطلاع وفات کے بعد جنازہ کے

لیے تمام حضرات بمع ابوبکر الصدیقؓ و عمر فاروقؓ کے تشریف لائے اور حضرت علیؓ سے تکلم و کلام بات چیت ہوئی ہے۔ خاص طور پر یہ تذکرہ ہوا کہ جنازہ پڑھانے کی کون سعادت حاصل کرے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی باہمی گفتگو کے بعد علی المرتضیٰؓ کے فیصلہ کے مطابق یہ طے ہوا کہ خلیفۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ ہیں۔ فلہٰذا جنازہ کی امامت کے بھی حقدار ہیں۔

گویا اکابر صحابہ کرامؓ اور ہاشمی بزرگوں کی موجودگی میں یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ مسلمانوں کے خلیفۂ وقت کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص امامت کا حقدار نہیں ہوتا۔ پنجگانہ نماز ہو یا جنازہ کی نماز ہو ان میں ایک ہی حکم ہے۔

(۳) تیسری یہ بات واضح ہوئی کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے یہ جنازہ پڑھایا اور چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھایا یعنی پانچ تکبیروں کے ساتھ یہ جنازہ نہیں پڑھایا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آخری نمازوں پر صرف چہار تکبیریں کہیں تھیں اور آدم علیہ السلام کا جنازہ جو فرشتوں نے پڑھا تھا وہ بھی چار تکبیرات کے ساتھ ہوا تھا۔ اور ابوبکر الصدیقؓ کا جنازہ عمر فاروقؓ نے پڑھایا تھا وہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھا گیا تھا۔ اور حضرت صہیبؓ رومی صحابی رسول نے جب عمر فاروقؓ کا جنازہ پڑھایا وہ بھی چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھا گیا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ناظرین کرام کو یاد رہنی چاہیے کہ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ جب علی المرتضیٰؓ کی شہادت ہوئی ہے تو اس وقت امام حسنؓ نے جنازہ پڑھایا اور چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھایا تھا (ملاحظہ ہو مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۴۳)، اور حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہؓ بنتِ اسد کا جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہار تکبیرات کے ساتھ ادا فرمایا (ملاحظہ ہو مجمع الفوائد، ج ۲ ص ۴۰۸ بحوالہ طبرانی کبیر و اوسط)۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ان تمام حضرات کے جنازے حضرت علیؓ کے جنازے تک سب چہار تکبیروں کے ساتھ مروی ہیں

اور اسی پر عمل کرنا صحیح ہے۔ پانچ تکبیروں پر عمل کرنا متروک ہے۔

(۴) چوتھی یہ چیز مذکور ہوتی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو جنازہ کرنے کے بعد رات کو ہی دفن کر دیا تھا۔ یہ چیز عام روایات میں مذکور ہے۔ ایک تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شرع اسلامی کا قاعدہ ہے کہ وفات کے بعد میت کو زیادہ دیر نہ روکا جائے بلکہ جلد تر اس کے کفن و دفن کا انتظام کیا جائے۔ اور حضرت فاطمہؓ کی وفات مغرب کے بعد اور عشاء سے قبل ہوئی تھی۔ اس بنا پر بھی رات کو ہی دفنانے کا انتظام جلد تر مناسب تھا۔ دوسری یہ چیز ہے کہ رات کے اندر دفنانے میں پوری طرح پردہ داری رہتی ہے۔ خاتونِ جنت کے جنازہ میں ان کی وصیت کے مطابق تستّر و پردہ داری ہی مطلوب تھی، اس وجہ سے بھی رات کو ہی دفن کرنا درست تھا۔ شب کے اندر دفنانے میں یہ ہرگز مقصود نہیں تھا کہ ابو بکر الصدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل ہونے سے پرہیز کیا جائے اور ان کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے۔ یہ چیز سراسر واقعات کے خلاف تیار کر لی گئی ہے اس کے متعلق ازالۂ شبہات کے درجہ میں ہم عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ کلام چلائیں گے۔

(۵) ہمارا اصل مسئلہ باہمی مودّت و دوستی اور خوشگوار تعلقات کا جاری تھا۔ روایات مندرجہ بالا سے جہاں اور مسائل ثابت ہو رہے ہیں وہاں علی المرتضیٰؓ و فاطمہؓ اور صدیق اکبرؓ کے باہمی مراسم اور خوشتر تعلقات بھی نمایاں ہو رہے ہیں لیکن مخالفینِ صحابہ کرام ان واقعات صحیحہ اور حقائقِ صریحہ کو قطع و برید کر کے اور غیر واقعی چیزوں کی آمیخت و ملاوٹ کر کے منافرت کی وبا اور مخالفت کی ہوا پھیلانے کو اپنا فریضہ منصبی خیال کرتے ہیں۔ نصوص صریحہ اور مسلّمہ واقعات کے خلاف کرنے میں ذرہ بھر بھی خدا کا خوف نہیں کرتے۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

(۴)

امامتِ نماز کے متعلق اسلامی دستور

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ کی بحث میں پہلے اگر اسلام کا قاعدہ اور قانون معلوم کر لیا جائے تو بڑی آسانی سے یہ مسئلہ سمجھ میں آسکتا ہے۔

شرع اسلامی میں پنجگانہ نماز ہو یا نماز جنازہ ہو، کے متعلق دستور ہے کہ مسلمانوں کا امیر اور خلیفۂ وقت نمازکی امامت کا اصل حقدار ہوتا ہے۔ اگر وہ خود موجود نہ ہو یا کوئی عذر ہو تو امیر المومنین کی طرف سے جو آدمی مقرر ہو وہ امامت کا مستحق ہوتا ہے۔

ہر دو فریق کے تمام مسلمان اس مسئلہ کو بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں اور اسلامی کتابیں اور اسلامی تاریخ اس مسئلہ پر شاہد و گواہ ہے۔

ناظرین کرام اور احباب کی تسلی کے لیے چند ایک حوالہ جات ان کی اپنی روایات و مسلّمات سے پیش کرنے کا خیال ہے۔ امید ہے منظورِ خاطر ہو سکیں گے۔

اِس مسلّمہ دستور کے ثبوت کے لیے اپنی کتابوں کے کسی حوالہ کی حاجت نہیں ہے۔ فقہ کی کتابوں میں باب الامامۃ اٹھا کر ملاحظہ کریں، تسلی ہو جائے گی۔

البتہ احباب کے اطمینان کی خاطر ان کی شیعی کتابوں سے چند ایک معتبر حوالہ جات سپردِ قلم کیے جاتے ہیں۔ بغور مطالعہ فرمانے سے مقصد بر آری ہو سکے گی۔

(۱) لوگوں نے امام جعفر صادقؒ سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا تو امام نے جو جواب فرمایا ہے وہ فروع کافی جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ "باب من احق ان یؤم القوم" میں مروی ہے:

"فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ قَالَ یَتَقَدَّمُ الْقَوْمَ اَقْرَأُھُمْ لِلْقُرْاٰنِ فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاءَۃِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً فَاِنْ کَانُوْا فِی الْھِجْرَۃِ سَوَاءً فَاَکْبَرُھُمْ سِنًّا۔" (فروع کافی جلد اوّل، کتاب الصلوٰۃ باب،،

من احق ان یؤم القوم، ج ۱ ص ۲۲۵، طبع نولکشور لکھنؤ)۔

(۲) ... وَاَوْلَی النَّاسِ بِالتَّقَدُّمِ فِی جَمَاعَۃٍ اَقْرَاُھُمْ لِلْقُرْآنِ فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقُرْاٰنِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً فَاِنْ کَانُوْا فِی الْھِجْرَۃِ سَوَاءً فَاَسَنُّھُمْ۔

(امالی الشیخ الصدوق ص ۲۴۲، المجلس الثالث والستون)

ان ہر دو حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کا فرمان ہے جو شخص دوسرے لوگوں میں سے قرآن مجید کا زیادہ قاری ہو وہ قوم کی امامت کرائے۔ اگر حاضرین قرأت کے اعتبار سے مساوی ہوں تو جو شخص ہجرت میں مقدم ہو وہ امامت کرائے اور اگر ہجرت میں مساوی ہوں تو ان میں سے جو عمر رسیدہ ہو وہ جماعت کرائے۔"

(۳) شیعہ مجتہدین نے اس مسئلہ میں اپنا مفتیٰ بہ فیصلہ یوں تحریر کیا ہے:

"فَاِنْ تَسَاوَوْا فِی الْفِقْہِ وَالْقِرَاءَۃِ فَالْاَقْدَمُ ھِجْرَۃً مِّنْ دَارِ الْحَرْبِ اِلٰی دَارِ الْاِسْلَامِ .... فَاِنْ تَسَاوَوْا فِی ذَالِکَ فَالْاَسَنُّ مُطْلَقًا ..... وَالْاِمَامُ الرَّاتِبُ فِی مَسْجِدٍ مَخْصُوْصٍ اَوْلٰی مِنَ الْجَمِیْعِ لَوِ اجْتَمَعُوْا وَکَذَا صَاحِبُ الْمَنْزِلِ اَوْلٰی مِنْھُمْ وَمِنَ الرَّاتِبِ وَصَاحِبُ الْاِمَارَۃِ فِی اِمَارَتِہٖ اَوْلٰی مِنْ جَمِیْعِ مَنْ ذُکِرَ اَیْضًا۔"

(شرح لمعہ، ج ۱ ص ۱۰۱۔ کتاب الصلوٰۃ۔ فصل الحادی عشر فی الجماعۃ۔ طبع تبریز۔ طبع جدید)

"خلاصہ یہ ہے کہ اگر (حاضرین نماز) علم فقہ و قرأۃ میں برابر ہوں تو دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرۃ کرتے میں جو شخص مقدم ہو وہ امامت کے لیے زیادہ حقدار ہے ... اگر (حاضرین) اس فضیلت ہجرۃ میں برابر ہوں تو ان میں سے جو عمر رسیدہ ہوگا وہ مطلقاً زیادہ مستحق ہے اور مقرر امام جو مسجد

مخصوص کے لیے متعین ہو وہ دیگر سب لوگوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے

اسی طرح "صاحب خانہ" باقی لوگوں سے امامت کا زیادہ حق رکھتا ہے اور

امیر المومنین اور خلیفۂ وقت تو تمام مذکور لوگوں سے امامت کا زیادہ حقدار

ہوتا ہے۔"

(۴) آخری حوالہ امام جعفر صادقؒ کا قول ہے ملاحظہ فرمائیں:۔

... عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا حَضَرَ الْاِمَامُ الْجَنَازَةَ

فَهُوَ اَحَقُّ النَّاسِ بِالصَّلٰوةِ عَلَیْهَا"

یعنی امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ جب وقت کا امیر جنازہ کے موقعہ

پر موجود ہو تو وہ تمام لوگوں سے نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار اور زیادہ مستحق ہے۔

(فروع کافی جلد اول کتاب الجنائز، ص ۹۴ طبع نول کشور لکھنؤ

باب اولی الناس بالصلوٰۃ علی المیّت)

(۵) خود حضرت علیؓ سے اس طرح مروی ہے کہ

قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَلْوَالِیْ اَحَقُّ بِالصَّلٰوةِ عَلَی الْجَنَازَةِ مِنْ

وَلِیِّهَا۔

"یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ والی (حاکم وقت) نماز جنازہ کا زیادہ حقدار

رشتہ داران میّت سے ہوتا ہے۔ (قرب الاسناد مع الاشعثیات ص ۲۱۔ باب من

احق بالصلوٰۃ علی المیت)۔

ان تمام شیعی حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ امام المسلمین خلیفۃ المومنین کے ہوتے

ہوئے کسی دوسرے مومن مسلمان کو امامتِ نماز کی اجازت نہیں ہے۔ امامت کرنا

صرف اسی کا حق ہے نماز پنجگانہ کی امامت ہو یا نماز جنازہ کی امامت ہو۔

ائمہ کرام کے فرمودات معلوم کر لینے کے بعد آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ امامت

کے شرائط کس شخص میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں ان کے ائمہ اور بزرگوں نے فرمان دیا ہے کہ مسلمانوں کی حاضر جماعت میں سے اگر تمام حاضرین فقہ دینی اور قرأۃ قرآنی میں برابر ہوں تو پھر اس شخص کو نماز کا امام بنائیں جو ہجرت کرنے میں متقدم اور سابق ہو اور اگر حاضرین اس ہجرت میں مساوی ہوں تو امام اس کو بنائیں جو شخص عمر رسیدہ ہو اور معمر ہو۔ پھر اس کے بعد محلہ کی مسجد کا مخصوص امام امامت کا زیادہ حقدار ہے اور پھر اس کے بعد امام وقت و خلیفۂ مسلمین کا درجہ امامت کرانے میں سب سے فائق ہوتا ہے۔ جہاں خلیفۂ وقت اور مسلمانوں کا امیر ہو وہاں کسی کو بھی امامت کرانے کا حق نہیں ہے صرف اسی کو حق ہے۔

اب مہربانی فرما کر اصل مسئلہ (یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ) کے متعلق توجہ فرمائیے کہ ان قواعدِ مندرجہ بالا کی رُو سے اِس چیز کا حقدار کون ہو سکتا ہے؛

خدا کی قدرت یہ ہے کہ جو اس وقت حضرات جنازۂ ہذا کے لیے موجود تھے ان میں سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ (۱) ہجرت اسلامی میں سب سے مقدم و سابق تھے۔ (۲) اور دوسرا ان حضرات میں ابوبکر الصدیق عمر رسیدہ تھے۔ (تیسرا یہ کہ حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے محلہ کی مسجد (یعنی مسجد نبوی) کے امام بھی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ (۴) چوتھی چیز یہ ہے جو نہایت ہی اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت کے تمام مسلمانوں امیر و خلیفۂ وقت و امام المسلمین بھی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر یہ چیز بھی قابلِ لحاظ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تاریخِ وفات پر ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں موجود اور حاضر ہیں، کہیں غائب نہیں نہ کہیں سفر میں ہیں۔ پھر ان کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی اطلاع بھی ہوئی اور جنازہ پر تشریف لے گئے۔ قدرت کی طرف سے اتفاق ہی ایسا ہے کہ تمام بالا اوصاف و شرائط ان میں بطریقِ اتم موجود تھیں۔

ان معروضات کے بعد انصاف ناظرین پر چھوڑ دیا جاتا ہے خود فیصلہ فرمالیں

جنازہ ہذا کا حقدار کون ہے؟ اور کس نے پڑھایا؟ مندرجہ بالا کوائف کی روشنی میں انصافاً یہی کہنا پڑتا ہے کہ وہ خلیفۂ رسولِ خدا صدیقِ اکبرؓ ہی ہیں جنہوں نے سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ پڑھایا اور رفاقت کا حق ادا کیا۔

(۳)

مسئلہ ہذا کی تائید و تصدیق میں تاریخی شواہد

قارئین کرام خیال فرما دیں کہ پہلے ہم نے اس مسئلہ کے اثبات کے لیے چھ عدد روایات پیش کی ہیں۔ اس کے بعد ہم نے اس مسئلہ کو اسلامی قانون و دستور کی صورت میں (جو فریقین میں مسلّم ہے) پیش کیا ہے اور اس دستور کے متعلقہ حوالہ جات بھی حاضر کر دیئے ہیں۔

اب ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اس شرعی قانون و قاعدہ پر (کہ نمازِ جنازہ پڑھانا امیر المومنین کا حق ہوتا ہے) بنی ہاشم حضرات کا کہاں تک عمل درآمد رہا ہے؟ اور میدانِ عمل میں ہاشمیوں نے اس کو قابلِ عمل سمجھا ہے یا نہیں؟ یہ ایک تاریخ کا مسئلہ ہے۔ تاریخی واقعات کی رُو سے اس کو ثابت کرنا اور مکمل کرنا مناسب ہے۔ اِس سلسلہ میں ہم نے قلیل سی جستجو کی ہے جو ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں پیش کردہ واقعات کی روشنی میں آسانی کے ساتھ مسئلہ ہذا کی تائید دستیاب ہو سکے گی اور واضح ہو جائے گا کہ بنی ہاشم حضرات کے جنازے ہمیشہ خلفائے وقت اور مسلمانوں کے امیر پڑھاتے رہے ہیں یا کوئی اور صاحب پڑھاتا تھا۔ مسئلہ ہذا کو تاریخی شواہد کی صورت میں پیش کرنے کی خاطر چند ہاشمی حضرات کے جنازے اسلامی تاریخ سے ذکر کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرما دیں۔

(۱)

جنازہ اوّل

ہاشمی بزرگوں میں سے نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں ان کی وفات

سنہ ۱۵ھ میں مدینہ شریف میں ہوئی حضرت عمرؓ خلیفہ وقت تھے حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

وَتُوُفِّيَ نَوْفَلُ بْنُ الْحَارِثِ بَعْدَ اَنِ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِسَنَةٍ وَثَلَاثَةِ اَشْهُرٍ فَصَلّٰى عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ تَبِعَهُ اِلَى الْبَقِيْعِ حَتّٰى دُفِنَ هُنَاكَ "یعنی نوفل حضرت عمرؓ کی خلافت کے ایک سال تین ماہ بعد سنہ ۱۵ھ میں فوت ہوئے۔ ان پر حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر بقیع تک ساتھ گئے اور وہاں دفن ہوئے۔" (طبقات ابن سعد ص ۳۱-۳۲۔ جلد ثانی قسم اول تذکرہ نوفلؓ)

(۲)

جنازہ دوم

دوسرے ہاشمی بزرگ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ ابوسفیان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں حلیمہ سعدیہؓ دونوں کی رضاعی ماں ہے ان کے متعلق لکھا ہے:

وَتُوُفِّيَ اَبُوْسُفْيَانَ سَنَةَ عِشْرِيْنَ وَصَلّٰى عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَقِيْلَ مَاتَ بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ اَخِيْهِ نَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ بِاَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ الخ

"یعنی یہ ابوسفیانؓ سنہ ۲۰ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے اور ان پر حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ اپنے بھائی نوفل سے چار ماہ بعد فوت ہوئے۔"

(اسد الغابہ لابن اثیر الجزری جلد خامس ص ۲۱۴-۲۱۵۔ طبع تہران۔ ذکر ابی سفیان)

(۳)

جنازہ سوم

تیسرا موقعہ حضرت عباس بن عبدالمطلب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا ہے۔ ان کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ:

"توفی العباس بالمدینۃ یوم الجمعۃ (سنہ ۳۲ھ) قبل قتل عثمان بسنتین وصلی علیہ عثمان رضی اللہ عنہ ودفن بالبقیع وھو ابن ثمان وثمانین سنۃ"

مطلب یہ ہے کہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا انتقال جمعہ کے روز مدینہ شریف میں ۳۲ھ میں ہوا تھا۔ اور حضرت عثمانؓ بن عفان کی شہادت سے دو سال قبل ہوا۔ حضرت عثمان خلیفہ وقت نے ان کا جنازہ پڑھایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر اٹھاسی سال تھی۔"

(۱) الاستیعاب لابن عبدالبر معہ اصابہ: تذکرہ عباس بن عبدالمطلب جلد ثالث ص ۱۰۰-۱۰۱ (۲) البدایۃ ج ۷ ص ۱۶۲)

تنبیہ: مذکورہ بالا تینوں جنازوں کے موقع پر مدینہ شریف میں حضرت علی المرتضیٰؓ خود موجود تھے اور تینوں جنازے خلفاء و امراء وقت نے پڑھائے ہیں

(۴)

جنازہ چہارم

اس مسئلہ میں چوتھا جنازہ امام حسنؓ کا ہے۔ ان کا انتقال بھی مدینہ شریف میں ہوا۔ اس وقت (نزد بعض علماء) ۵۰ھ (پچاس) ہجری تھا خلیفہ و امیر وقت امیر معاویہؓ

تھے، لیکن وہ شام میں تھے۔ ان کی جانب سے امیرِ مدینہ سعید بن العاص اموی تھا۔ حضرت امام حسین بہ نفسِ نفیس خود موجود تھے۔ جنازہ کے لیے سعید مذکور کو امام حسین نے مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ سُنّت نہ ہوتی تو میں آپ کو مقدم نہ کرتا۔

"وَقَدَّمَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلصَّلٰوةِ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ وَقَالَ تَقَدَّمْ فَلَوْلَا اَنَّهَا سُنَّةٌ لَمَا قَدَّمْتُكَ۔"

(ترجمہ) "امام حُسینؓ نے امام حسنؓ کے جنازہ پر سعید بن العاص کو جو اُس وقت امیرِ مدینہ تھا فرمایا کہ آگے ہو کر جنازہ پڑھایئے۔ اگر یہ سُنّت اسلام کی نہ ہوتی تو میں آپ کو مقدم نہ کرتا۔"

(۱) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی جلد رابع ص ۵
طبع بیروتی۔ ذکر موت الحسن و دفنہؓ)

(۲) مقاتل الطالبین لابی الفرج علی بن الحسین بن محمد الاصفہانی الشیعی المتوفی ۳۵۶ھ جزء اوّل۔ آخر تذکرہ امام حسنؓ ج ۱ ص ۵۱ طبع بیروت)

(فوٹ) شیعی علماء مجتہدین نے امام حسینؓ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ اب یہ جملہ جو امام حُسین نے امام حسنؓ کے جنازہ پر ارشاد فرمایا۔ اہلِ سُنّت کی کتابوں سے بھی آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ صرف حوالہ دے دینا کافی سمجھا گیا ہے۔ پُوری عبارتیں نقل کرنا مُوجبِ طوالت تھا اس لیے ترک کر دی ہیں۔ ذیل مقامات میں الفاظ وہی موجود ہیں کہ "لولا انّھا السُّنَّۃ لما قدمتک"

(۱) تاریخ صغیر امام بخاری، ص ۵۴۔ طبع الٰہ آباد، الہند۔

(۲) الاستیعاب معہ اصابہ جلد اول ص ۳۷۲ تذکرہ امام حسنؓ

(۳) کنزالعمّال، ج ۸ ص ۱۱۴۔ (بحوالہ طب۔ ابونعیم۔ کر۔) طبع قدیم تختی کلاں

(۴) السنن الکُبریٰ للبیہقی، جلد ۴۔ کتاب الجنائز، ص ۲۹

(۵) المصنف لعبدالرزاق، ج ۳ ص ۴۷۲۔ طبع مجلس علمی)

(نوٹ) امام حسینؓ کے جملۂ مذکورہ کے تحت شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفۂ اثنا عشریہ میں ایک توضیحی فقرہ ذکر کیا ہے۔ اہلِ علم کے لیے ہم بھی اس کو نقل کرتے ہیں:

"پس معلوم شد کہ حضرت زہراءؓ بنا بر پاس نماز ابوبکر این وصیت نہ فرمودہ بودند والا حضرت امام حسینؓ خلافِ وصیت زہراء چہ قسم بعمل می آورد وظاہر ست کہ سعید بن العاص بہزار مرتبہ از ابوبکرؓ کمتر بود در لیاقت امامتِ نماز۔"

(تحفہ اثنا عشریہ، باب المطاعن طعن صدیقی ۱۲، ص ۲۴۵ فارسی طبع نول کشور لکھنؤ)

(۵)

جنازہ پنجم

عبداللہ بن جعفر طیارؓ کا جنازہ

——— وَعَلَيْهِ اَكْثَرُهُمْ اَنَّهُ تُوُفِّيَ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ (سنہ ۸۰ھ) وَصَلّٰى عَلَيْهِ اَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ وَذَالِكَ العام يعرف بعام الجحاف" الخ

"یعنی اکثر لوگ اس طرف ہیں کہ عبداللہ بن جعفر طیار سنہ ۸۰ھ میں فوت ہوئے اور اُس وقت (عبدالملک بن مروان کی طرف سے) امیر مدینہ ابان بن عثمان غنی تھے۔ انہوں نے عبداللہ پر نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ وہ سال تھا جس کو عام الجحاف کہتے تھے (یعنی سیلاب کا سال)۔"

(۱) کتاب نسب قریش ص ۸۲: تذکرہ ولد جعفرؓ بن ابی طالب

(۲) الاستیعاب مع اصابہ، ج ۲ ص ۲۶۷: تذکرہ عبداللہ بن جعفر طیار

(۳) اُسد الغابہ لابن اثیر، ج ۳ ص ۱۳۵: تذکرہ عبداللہ مذکور۔

تنبیہ - اور شیعہ علماء نے بھی اس مسئلہ کو (عبداللہ کے جنازہ کو) عبارت ذیل میں ذکر کیا ہے:

"وَمَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بِالْمَدِيْنَةِ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَصَلّٰى عَلَيْهِ اَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَدُفِنَ بِالْبَقِيْعِ -

"منتہی الآمال" شیخ عباس قمی میں ہے کہ "در عمدۃ الطالب ست کہ عبداللہ بن جعفر در سنہ ۸۰ ہجری در مدینہ وفات یافت ابان بن عثمان بن عفان بر وے نماز گذاشت۔"

(۱) عمدہ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۳۸ بحث عقب جعفر طیار طبع جدید

(۲) منتہی الآمال ج ۱ ص ۲۰۵ فصل ہفتم ذکر عبداللہ بن جعفر طیار)

(۶)

جنازہ ششم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن حنفیہ ۸۱ھ میں فوت ہوتے ہیں جب ان کا جنازہ لایا گیا تو محمد بن حنفیہ کے لڑکوں نے ابان بن عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو (یہ اس وقت عبدالملک بن مروان کی طرف سے امیر مدینہ شریف تھے) خطاب کر کے کہا کہ:

"نَحْنُ نَعْلَمُ اَنَّ الْاِمَامَ اَوْلٰى بِالصَّلٰوةِ وَلَوْلَا ذٰلِكَ مَا قَدَّمْنَاكَ . . . . فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ "

"یعنی ہم یقیناً جانتے ہیں کہ امام وقت اور امیر وقت نماز کے لیے زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ اگر یہ دستور شرعی نہ ہوتا تو ہم آپ کو مقدم نہ کرتے . . . . پھر ابان آگے ہوئے اور جنازہ پڑھایا"

(طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۸۶، تذکرہ محمد بن حنفیہ - طبع لیدن، یورپ)

(۷)

جنازہ ہفتم

ایک جنازہ یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے جو شیعہ عالم ابو علی محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی نے اس طرح نقل کیا ہے کہ :

"عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ لَمَّا تُوُفِّيَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ وَهُوَ اَمِيْرُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْلَا السُّنَّةُ مَا تَرَكْتُهُ يُصَلِّيْ عَلَيْهَا ۔"

"یعنی امام جعفر صادق امام محمد باقر سے ذکر کرتے ہیں جب حضرت علی المرتضیٰؓ کی لڑکی اُم کلثومؓ فوت ہوئی تھیں تو اس وقت امیرِ مدینہ مروان بن حکم تھا وہ جنازہ کے لیے نکل کر آیا تو امام حسینؓ نے فرمایا اگر یہ سُنّت نہ ہوتی تو مَیں مروان کو نماز پڑھانے کی اجازت نہ دیتا۔"

(کتاب الجعفریات ص ۲۱۰ - باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت ۔
طبع ایران سن طباعۃ محرّم الحرام ۱۳۷۰ھ مطبوعہ مع قرب الاسناد حمیری ۔

(نوٹ) مندرجہ روایت شیعہ بزرگوں کی ہے ۔ ہمارے ہاں اس جنازہ میں مختلف اقوال ہیں ۔ بہرکیف دوستوں کی تسلّی کے لیے ان کی اپنی روایات کے اعتبار سے یہ جنازہ بھی پیش کر دیا جائے تو اُمّید ہے ان کے لیے موجبِ اطمینان ہو سکے گا ۔

آخر میں عرض ہے کہ اس طرح تلاش جاری رکھی جائے تو بہت سے ہاشمی حضرات کے جنازے تاریخِ اسلامی میں دستیاب ہو سکتے ہیں ۔ مثلاً حضرت عباس بن مطلب کی اولاد فضل ابنِ عباس قثم بن عباس عبید اللہ بن عباس وغیرہم کے جنازے اگر تلاش کیے جائیں تو

یقیناً وہ اسی طرح ملیں گے کہ خلفاء و اُمراءِ وقت کے حکم کے تحت ہی ادا ہوتے ہوں گے۔ خلاصہ یہ ہے اس اسلامی دستور و قاعدہ کو بنی ہاشم نے ہمیشہ تسلیم کیا ہے اور اس پر عمل درآمد جاری رکھا ہے۔

ناظرین حضرات! اس قلیل سی جستجو و تلاش کی بنا پر بنی ہاشم بزرگوں کے چند ایک جنازے ہم نے ذکر کر دیئے ہیں۔ ان تاریخی واقعات پر غور و فکر کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسئلہ ہذا کی حقانیت پر بنی ہاشم کے بزرگوں کے عمل نے مُہرِ تصدیق ثبت کر دی اور اپنے تواترِ عملی کو اس مسئلہ کی صداقت پر انہوں نے شاہد و گواہ بنا دیا ہے۔ اب روزِ روشن کی طرح یہ چیز صاف ہو گئی کہ امامتِ نماز کا حق خلیفۃ المسلمین و امامِ زمان و امیرِ وقت کو ہی حاصل ہوتا ہے یا جس کو وہ اجازت دے وہ کرا سکتا ہے۔

اس کے بعد حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ کے متعلق اُمید ہے قارئین کرام کسی دوسری تشریح و توضیح کے محتاج نہ ہوں گے۔ کیونکہ اس موقع پر امام المسلمین، خلیفۃ المومنین، حاکمِ وقت، مسجدِ مخصوص (یعنی مسجدِ نبوی) کے امام صرف سیّدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ فلہٰذا ہر لحاظ سے اس نمازِ جنازہ کے حقدار یہی "یارِ غار" ہیں اور دوسرا شخص مستحق نہیں اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ انہوں نے پڑھایا ہے۔

چند قابلِ ذکر اُمور
اہلِ علم کی توجّہ کے لیے

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی بحث کے آخر میں چند چیزیں قابلِ وضاحت ہیں۔ اگر یہ ذکر نہ کی جائیں تو یہ بحث ناقص رہے گی۔ اس لیے ان کا بیان کرنا مفید معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ امور عوام ناظرین کی لیاقت سے شاید کچھ بلند ہوں تو وہ حضرات ملال نہ فرما دیں۔ ہماری کوشش یہ ہو گی کہ سہل عبارت میں بیان ہو۔ اہلِ علم فہم

کی توجہ کی خاطر ذکر کیے جاتے ہیں اگر منظورِ خاطر ہو سکیں تو مہربانی ہو گی۔

پہلی عرض تو یہ ہے کہ جن حضرات کی روایات پر نظر وسیع ہے وہ ہماری سابقہ بیان کردہ اشیاء (ساتھ عدد روایات، پھر ائمہؒ نماز کے قواعد، پھر بنی ہاشمؓ کا عملی تواتر) ملاحظہ کرنے کے بعد خود بخود متقاضی ہوں گے کہ یہ چیزیں فلاں روایت کے برخلاف آپ نے ذکر کی ہیں۔ لہٰذا اس کو صاف کیا جائے"

تو اس کے متعلق گذارش ہے کہ جس روایت سے تعارض و تخالف کا شبہ پیدا کیا جاتا ہے وہ صحاح و غیر صحاح دونوں جگہ میں اس مفہوم کے ساتھ مروی ہے وَدَفَنَهَا زَوجُهَا عَلِیٌّ لَیلاً وَلَم یُؤذِن بِهَا اَبَابَکرٍ وَصَلّٰی عَلَیهَا" یعنی فاطمہؓ کو اس کے زوج علیؓ نے رات کو دفن کر دیا اور ابوبکرؓ کو جنازہ کی اطلاع نہیں کی اور اس پر علیؓ نے نماز پڑھی"

اس مسئلہ میں ان کی جانب سے یہ انتہائی روایت ہے۔ اور اس روایت سے تین چیزیں مرتب کی جاتی ہیں۔ ایک تو فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کیا گیا۔ دوسرا ابوبکر الصدیقؓ کو علی المرتضیٰؓ نے اس سانحہ کی اطلاع نہ کی۔ تیسرا فاطمہؓ کو خود علیؓ نے نماز پڑھ کر دفن کر دیا"

گویا ان حضرات کے درمیان آخر تک منافشت و مخالفت قائم و دائم رہی۔

—— اب اس کے متعلق چند معروضات پیشِ خدمت ہیں۔

تفرّد و ادراجِ زُہری

(۱) ایک تو یہ عرض ہے کہ جہاں جہاں یہ روایت ہم نے تلاش کی ہے اس کی ایک فہرست ہمارے سامنے ہے۔ ان تمام مقامات کی سند ابن شہاب زُہری سے مروی ہے۔ اِس روایت کی کوئی ایک سند بھی ہماری جستجو کے موافق تاحال اس سے خالی نہیں مل سکی۔ یہ واقعہ دوسرے رواۃ بھی اپنی جگہ ذکر کرتے ہیں۔ اس میں اس قسم کی کشیدگی کی چیزیں نہیں ملتیں۔ لیکن ابنِ شہاب کی روایات میں منافشہ نما چیزیں دستیاب ہوتی ہیں (فیہ ما فیہ)۔ چنانچہ ناظرین صاحبان دیکھ چکے ہیں کہ جہاں حضرت فاطمہؓ کے مطالبۂ فدک وغیرہ کا مسئلہ پیش آیا تھا وہاں

بھی غضب ۔ وجد ۔ ہجران، عدمِ تکلم وغیرہ منفرد اشیاء صرف اسی زُہری کی روایت میں منقول تھیں ۔ اب جنازۂ فاطمہؓ کا موقعہ ہے تو یہاں بھی ابن شہاب زُہری کی مرویات میں ہی یہ مسئلہ میسر ہو رہا ہے ۔ اسی طرح آئندہ بھی مقامات آ رہے ہیں جہاں فاضل زُہریؒ کی روایات میں ہی یہ اشیاء آپ کو مترشح ہوتی نظر آئیں گی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بھی ہم اِس بزرگ کے تفردؒ و اِدراج کی نشان دہی کر دیں گے ۔ اس لیئے یہ چیز اہلِ علم و فن کی خاص توجہ کے قابل ہے کہ جب یہی واقعات ابنِ شہاب زُہری کے ماسوا رُواۃ سے آپ تلاش کریں تو وہی واقعات ملتے ہیں اور کتابوں میں درج ہیں مگر زُہری کی روایت والے کلمات وہاں نہیں پائے جاتے ۔ مالک تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ زُہری سے یہ منفرد و مُدرج اشیاء دانستہ صادر ہوتی ہیں یا نادانستہ صادر ہوئیں ۔ ایک سطحی نظر ڈالنے والے آدمی کے لیے ان کی مرویات موجب شبہات بن سکتی ہیں ۔ مالک کریم ان کو معاف فرمائیں اور ہم کو ان مشتبہ چیزوں کے داغِ شبہات سے محفوظ فرما دیں ۔ مبادا کہ یہ چیزیں صحابۂ کرامؓ کے حق میں سُوءِ ظنی پیدا ہونے کا باعث بننے لگیں ۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ)

توجیہِ روایت

(۲) دوسری یہ عرض ہے کہ یہ تین چیزیں جو روایتِ مندرجہ سے بظاہر پیدا ہو سکتی ہیں ان کو شراحِ حدیث نے قبل ازیں توجیہ روایات کے طور پر بڑے عمدہ طریقہ سے بیان کر دیا ہے ۔ چنانچہ "فتح الباری" میں حافظ ابنِ حجرؒ نے اس روایت کی مندرجہ ذیل توجیہ کر دی ہے ۔ فرماتے ہیں کہ :

"وکان ذالک (الدفن فی اللیل) بوصیۃ منھا لارادۃ الزیادۃ فی التستر و لعلّہ لم یعلم ابابکر بموتھا لانّہ ظنّ انّ ذالک لایخفی عنہ و لیس فی الخبر ما یدلّ علی انّ ابابکر لم یعلم بموتھا ولا صلّی علیھا ۔"

"یعنی حضرت فاطمہؓ نے زیادتِ تستّر اور پردہ پوشی کے ارادہ پر رات میں دفن کر دینے کی وصیّت کی تھی اور علی المرتضیٰؓ نے وفاتِ فاطمہؓ کی اطلاع ابوبکر الصدّیقؓ کو شاید اس لیے نہیں کی ہو گی کہ یہ بات ان پر کوئی مخفی رہنے والی نہیں تھی۔ روایتِ مذکورہ میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ابوبکر الصدّیقؓ کو وفاتِ فاطمہؓ کی خبر معلوم نہ ہو سکی اور نہ انہوں نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی۔"

(فتح الباری، ج ۷ ص ۳۹۷ - آخر غزوۂ خیبر - طبع مصری)

تنبیہ - دوسرے لفظوں میں آپ اسکو یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ علی المرتضیٰؓ کو ابوبکر الصدّیقؓ کی طرف اِس سانحہ کی اطلاع کرنے کی حاجت ہی نہیں ہوئی۔ ان کو اپنی زوجہ اسماءؓ بنت عُمَیس کے ذریعہ سے یہ تمام احوال و کوائف معلوم تھے۔ نیز یہ چیز بھی ہے کہ حضرت علیؓ کا نمازِ جنازہ پڑھنا ابوبکر الصدّیق کی نماز کی نفی نہیں کر سکتا۔ پس ان پیش کردہ توجیہات کے بعد ان چند روایات کے ساتھ جو ہم نے ابوبکر الصدّیقؓ کے متعلق فاطمہؓ کے جنازہ پڑھانے کے بارے درج کی ہیں۔ کوئی تعارض و تخالف و تضاد باقی نہیں رہ جاتا بشرطیکہ کچھ قلیل مقدار انصاف و دیانت کی آمیزش کر لی جائے اور دونوں کو ملا کر کام لیا جائے۔

ترجیحِ روایت

(۳) تیسری یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ روایات و اخبارِ آحاد کے ردّ و قبول اور اخذ و ترک اور راجح و مرجوح معلوم کرنے کے لیے ماہرینِ فن نے قوانین و قواعد مُرتّب و مدوّن کر دیئے ہیں۔ اہلِ علم و فہم حضرات ان ضوابط کو خوب جانتے ہیں۔

اب ہم ان قواعد کی طرف صرف توجہ دلاتے ہیں اور ان پر عمل کی درخواست کرتے ہیں۔ اصولِ حدیث و اصولِ فقہ کی کتابوں میں یہ اپنی تفصیلات کے ساتھ مندرج ہیں التفات فرما دیں۔

(۱)

خطیب بغدادی کی "کتاب الکفایہ" سے ایک دو قاعدہ کی عبارت پیش خدمت ہے لکھتے ہیں کہ:

"لَا يُقْبَلُ خَبَرُ الْوَاحِدِ فِي مُنَافَاةِ حُكْمِ الْعَقْلِ وَحُكْمِ الْقُرْآنِ الثَّابِتِ الْمُحْكَمِ وَالسُّنَّةِ الْمَعْلُوْمَةِ وَالْفِعْلِ الْجَارِي مَجْرَى السُّنَّةِ وَكُلِّ دَلِيْلٍ مَقْطُوْعٍ بِهِ"

(کتاب الکفایہ ص ۴۳۲ - باب ذکر ما یقبل فیہ خبر الواحد وما لا یقبل فیہ از خطیب بغدادی - طبع دکن -

یعنی جو خبر واحد عقل کے حکم کے منافی ہو اور قرآن محکم کے حکم کے خلاف ہو اور سنتِ معلومہ و مشہورہ کے برخلاف ہو اور جو سنت کے مقام میں فعل جاری ہے۔ اس کے مخالف ہو اور جو یقینی دلیل ہے اس کے برخلاف ہو، ان سب صورتوں میں خبر واحد کو قبول نہ کیا جائے گا۔"

(۲)

پھر دوسرا قاعدہ باب القول فی ترجیح الاخبار میں خطیب نے بیان کیا ہے کہ

"وَكُلُّ خَبَرٍ وَاحِدٍ دَلَّ الْعَقْلُ أَوْ نَصُّ الْكِتَابِ أَوِ الثَّابِتُ مِنَ الْأَخْبَارِ أَوِ الْإِجْمَاعُ أَوِ الْأَدِلَّةُ الثَّابِتَةُ الْمَعْلُوْمَةُ عَلَى صِحَّتِهِ وَجَدَ خَبَرٌ آخَرُ يُعَارِضُهُ فَإِنَّهُ يَجِبُ اِطِّرَاحُ ذَالِكَ الْمُعَارِضِ وَالْعَمَلُ بِالثَّابِتِ الصَّحِيْحِ اللَّازِمِ لِأَنَّ الْعَمَلَ بِالْمَعْلُوْمِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ حَالٍ"

(کتاب الکفایہ للخطیب بغدادی ص ۴۳۴ طبع حیدرآباد دکن باب القول فی ترجیح الاخبار -)

یعنی "ہر وہ خبر واحد جس کی صحت اور ثبوت پر عقل دلالت کرے یا کتاب اللہ

کی نص دلالت کرے یا جو چیز اخبار سے ثابت ہے وہ دلالت کرے یا اجماع اس کی صحت پر دلالت کرے یا یقینی دلائل اس کی صحت و ثبوت پر دلالت کریں۔ اِس خبرِ واحد کے خلاف ایک دوسری خبرِ واحد دستیاب ہو جو اس (پہلی کی) معارض و مخالف ہو تو ایسی صورت میں اس معارض خبرِ واحد کو ترک کر دینا واجب ہے اور صحیح ثابت (پہلی خبر) پر عمل کرنا بہر حال لازم ہوگا :

ان "ترجیح" کے قوانین ملاحظہ کرنے کے بعد مسئلہ ہٰذا (جنازہ سیدہ فاطمہؓ) کے متعلق دو قسم کی روایات اہلِ علم و نظر کے سامنے آگئی ہیں۔ ایک وہ روایات چھ عدد ہیں جو ہم نے اوپر مع حوالہ بیان کر دی ہیں (ان میں صدیقِ اکبرؓ کا علی المرتضیٰ کے حکم سے یہ جنازہ پڑھانا اور شامل ہونا بیان کیا گیا ہے)۔ دوسری وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ وَلَمْ يُؤْذِنْ اَبَا بَكْرٍ وَصَلّٰى عَلَيْهَا" یعنی حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کو ابو بکر الصدیقؓ کو اطلاع کیے بغیر جنازہ پڑھ کر رات کو ہی دفن کر دیا۔

اب قواعدِ مذکورہ کی روشنی میں بڑی آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں قسم اور دو نوع کی روایات میں سے "سُنّتِ معلومہ و مشہورہ" کے موافق و مطابق جو روایت ہے وہ قابلِ عمل ہو گی اور جو روایت طریقہ مشہورہ (سُنّتِ معلومہ) کے برخلاف ہے وہ لائقِ ترک ہو گی۔ سُنّتِ جاریہ اور تواترِ عملی اور اُس دورِ مقدس کا طرزِ عمل یہ بتلاتا ہے کہ جنازہ کا حق مسلمانوں کے خلیفہ اور مسلمانوں کے حاکم کو ہے یا جس کو وہ اجازت دے۔ لہٰذا وہ روایات قابلِ قبول ہیں جن میں اس کے موافق بیان مذکور ہے اور جس روایت میں اس طرح نہیں بلکہ اس کے خلاف واقعہ ذکر کیا گیا ہے وہ مرجوح و متروک ہو گی۔

ان قوانین و اصول کے اعتبار سے بھی واضح ہو گیا کہ امیر المومنین سیدنا ابو بکر الصدیقؓ تھے۔ لہٰذا سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ پڑھانا انہی کا حق تھا۔ انہوں نے پڑھایا ہے اور آخری دم تک اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے ساتھ حُسنِ سلوک و نیک اسلوب کا معاملہ

مکمل کیا ہے۔ (فسبحان اللہ علی حسن رفاقتہم)

(۳)

نیز ترجیح قواعد کے سلسلہ میں یہ امر بھی قابلِ التفات ہے کہ سیدہؓ کے جنازہ کی تثبیت روایات مذکورہ مندرجہ اگرچہ اخبار آحاد ہیں (جو مفید الظن ہوتی ہیں) لیکن جب ان کے ساتھ تعامل صحابہ کرام، تعاملِ اُمت (خصوصاً تعاملِ بنی ہاشم بھی) مؤید و مُصدِّق ثابت ہو جائے (جیسا کہ ہم نے وضاحت سے عرض کر دیا ہے) تو پھر یہ درجہ ظن میں نہیں رہتیں بلکہ درجہ شہرت کی قوت میں پہنچ کر مفید للیقین ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا مذکورہ الفاظ دَفَنَہا زَوجُہا عَلِیٌّ لَیلاً الخ وغیرہ سے جو بظاہر اشکال متصور ہو سکتا تھا اس کے ازالہ کا سامان فراہم کر دیا گیا ہے۔ مذکورہ معروضات پر تدبر فرمائیں۔

(۴)

چوتھی یہ چیز قابلِ توجہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں صدیق اکبر کے نہ شریک ہونے اور غیر مطلع ہونے کا قول زہری کا اپنا قول اور اپنا گمان ہے کسی صحابی کی طرف منسوب نہیں اور جو صحابہؓ اس وقت موجود تھے ان کا شرکتِ جنازہ کا بیان (جیسا کہ ابن عباس سے منقول ہے) اس کے مقابلہ میں راجح اور مقبول ہوگا اور قولِ زہری مرجوح اور غیر مقبول ہوگا۔

(۲)

عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کی اہمیت

دوسرا یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں ابوبکر الصدیقؓ کے شامل ہونے اور جنازہ پڑھانے کی روایات چھ عدد ہم نے پیش کی ہیں۔ ایک ابراہیم نخعی کی مرسل روایت ہے پھر عامر الشعبی کی دو عدد مرسل روایتیں ہیں۔ یہ دونوں تابعین ثقہ و معتمد و معتبر بزرگ ہیں۔ ان کی مرسلات بھی مسندات کے حکم میں معتبر شمار کی جاتی ہیں۔ (بلکہ اصول فقہ میں تو یہ قول بھی ملتا ہے کہ (المرسل فوق المسند) مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات ثقہ کی

مرسل روایت مسند روایت سے بھی فائق ہو سکتی ہے۔ نیز قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ عامر شعبی مذکور کی ملاقات حضرت علیؓ سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو مستدرک حاکم ج ۴ ص ۳۶۵۔ لہٰذا اس مرسل کو اور تقویت ہو گئی۔ پھر ہم نے امام محمد باقرؒ کی مرسل روایت ذکر کی ہے۔ پھر اس کے بعد امام زین العابدین کی مرسل روایت درج کی ہے۔ یہ دونوں حضرات اہل السنّت و شیعہ دونوں کے ہاں مُستند و معتمد و مُسلّم بزرگ ہیں۔ ان کی روایت تو تمام کے نزدیک مسلمات میں سے ہے۔

اس کے بعد آخر میں ہم نے عبد اللہ بن عباسؓ بن عبد المطلب کی مسند روایت مسئلہ ہٰذا کے اثبات و تائید میں پیش کی ہے اور باسند کتاب حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی جلد رابع تذکرہ میمون بن مہران سے نقل کی ہے۔ پوری سند آپ وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہاں صرف عن میمون بن مہران عن ابن عباس کے الفاظ کے ساتھ ذکر کر دی ہے۔ یہ روایت مسند ہے و متّصل السند ہے۔

جب تک ابن عباس کی یہ مُسند روایت ہمیں دستیاب نہیں تھی اس وقت تک مذکور ثقہ لوگوں کے مرسلات پر ہم صرف اعتماد کیے ہوئے تھے۔ اب اس مسند و متصل روایت (ابن عباس) حاصل ہو جانے سے مسئلہ ہٰذا کو بڑی تقویت و تائید پہنچ گئی ہے اور مذکورہ مرسل روایات اس مُسند روایت کے ذریعہ موثق و مؤید ہو گئی ہیں۔

اس میں چند چیزیں توجہ کے لائق ہیں۔

۱۔ ایک تو ابن عباس (چچا زاد برادر) اور صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس وقت قریب پندرہ برس کی عمر کے نوخیز جوان تھے۔

۲۔ یہ قبیلہ بنی ہاشم کے چشم و چراغ ہیں۔ صحابی ہونا ہی اعتماد کے لیے کافی ہوتا ہے۔ مزید یہ ہاشمی صحابی ہیں جس قبیلہ کا واقعہ ہے ان کو بہ نسبت اور لوگوں کے زیادہ علم ہونا قرین قیاس ہے۔

۳ - پھر یہ عرض ہے کہ شیعہ دوستوں کی معتبر تصانیف و معتمد تالیفات میں ابن عباسؓ کے علم و دیانت و ثقاہت پر پورا پورا اعتماد کیا گیا ہے۔ مخالف اہلِ بیت ہونے کا الزام دے کر غیر معتمد نہیں بنایا جا سکتا۔

اس چیز کی پیش بندی کے لیے مندرجہ ذیل حوالے بطور نمونہ تحریر کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ابن عباسؓ کا علمی و دینی مقام دوستوں کے ہاں بھی واضح ہو سکے گا۔

(۱) ان کے شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی نے اپنی سند کے ساتھ آمالی میں ذکر کیا ہے:

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَلَمْ اَزَلْ لَهٗ (لِعَلِیٍّؓ) کَمَا اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ وَصَّانِیْ بِمُوَدَّتِهٖ وَ اِنَّهٗ الْاَکْبَرُ عَمَلِیْ عِنْدِیْ۔"

"یعنی ابن عباسؓ بن عبد المطلبؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مجھے جیسے حکم تھا اسی کے موافق میں حضرت علیؓ کے ساتھ رہا ہوں اور نبی کریم (صلعم) نے حضرت علیؓ کی دوستی و مودّت کے متعلق مجھے وصیت کی تھی۔ یہی میرے نزدیک زندگی کا بڑا عمل ہے۔"

(امالی شیخ طوسی، ج اص ۱۰۴۔ طبع نجف اشرف عراق)

(۲) (قال ابن عباس) عَلِیٌّؓ عَلَّمَنِیْ وَ کَانَ عِلْمُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عِلْمُهٗ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهٖ فَعِلْمُ النَّبِیِّ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ) مِنَ اللّٰهِ وَ عِلْمُ عَلِیٍّ مِنَ النَّبِیِّ وَ عِلْمِیْ مِنْ عِلْمِ عَلِیٍّؓ۔"

"یعنی عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مجھے تعلیم دی ہے اور علیؓ کا علم رسول اللہ (صلعم) کے علم سے آیا ہے اور رسول اللہ کا علم عرش سے اوپر سے آیا ہے پس نبی کا علم اللہ کی جانب سے ہے اور علیؓ کا علم نبی کی طرف سے ہے اور میرا علم علیؓ کے علم سے ماخوذ ہے۔"

(امالی شیخ طوسی ج اص ۱۱)

اِن معروضات کے بعد مزید کسی تسدیق کی اُمید ہے حاجت نہ ہو گی ۔ ابن عباس رض فریقین کے مسلّم بزرگ و معتمد ہیں ۔ ان سے میمون بن مہران نے خود سُنا ہے ۔ یہ سماع ثابت ہے ۔ چنانچہ ہماری کتابوں میں سے تاریخ کبیر امام بخاری جلد رابع تذکرہ میمون دیکھنے سے ہماری بات کی تائید ہو جائے گی ۔ اور اگر شیعہ احباب کو میمون اور ابن عباس کے مابین روایت حاصل کرنے کے متعلق کچھ تردُّد ہو تو وہ اپنی معتبر کتاب امالی شیخ طوسی ہذا جلد ثانی ص ۴۰ ملاحظہ فرما دیں وہاں متعدّد اسانید مروی ہیں جن میں میمون ابن عباس رض سے روایت کر ... یہ تمام مرویات ان میں مقبول و منظور ہیں یعنی مجروح یا مردود نہیں ۔

تنبیہ :۔ ابن عباس رض و میمون مذکور کی متعلقہ چیزیں اس لیے یہاں ذکر کر دی ہیں تاکہ دونوں فریق کو تسلّی ہو جائے اور جواب الجواب کی تکلیف ہی نہ کرنی پڑے (فافہم)

خدا کا شکر ہے کہ اس مسئلہ کے متعلقہ امور بیان کرنے کی ہمیں توفیق نصیب ہوئی ۔ یہ حضرت فاطمہ رض کے جنازہ کا مسئلہ باب اوّل کے آخری مسائل میں سے تھا یہ پُورا کر دیا گیا ہے یہاں تک صدیق اکبر رض اور سیدہ فاطمہ رض کے متعلقات کی چیدہ چیدہ فراہم شدہ اشیاء عرض خدمت کر دی ہیں ۔ اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ باب دوم شروع ہو گا ۔ مالک کریم اِتمام و تکمیل کی توفیق نصیب فرمائیں ۔

باب دوم

——— صدیقی حصہ کے باب اوّل میں زیادہ تر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تعلقات درج کیے گئے ہیں۔ اب باب دوم میں دو مسئلہ ذکر کرنے کا قصد ہے۔

——— ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت کی تھی جس طرح دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صدیق اکبرؓ کو خلیفۂ رسولؐ تسلیم کر لیا تھا۔ اور بیعت کر لی تھی۔ ٹھیک اسی طرح علیؓ المرتضیٰ نے بھی ابوبکر الصدیقؓ کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا صحیح جانشین اور خلیفہ تسلیم کر لیا تھا اور جلدی ہی بیعت کر لی تھی۔

——— دوسرا مسئلہ اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ صدیق اکبرؓ کی اِقتدا میں ان کے پیچھے پانچوں وقت مل کر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت علیؓ الگ نمازیں نہیں پڑھتے تھے یا الگ جماعت نہیں قائم کرتے تھے۔ ایک ہی نماز ایک ہی جماعت کی صورت میں متحداً ومتفقاً صرف مسجد نبوی میں پڑھی جاتی تھی اور امام ابوبکر الصدیقؓ ہوتے تھے۔

——— ان دو چیزوں کو ذکر کرنے کے بعد "فوائد و نتائج" کے نام سے ایک عنوان قائم کیا جائے گا جو اس باب کے لیے ثمرہ و خلاصہ کا درجہ رکھتا ہے اس پر باب دوم ختم کر دیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

——— یہ دونوں مسئلے اس چیز کا واضح اور بیّن ثبوت ہیں کہ یہ بزرگانِ دین آپس میں متفق تھے، متحد تھے۔ ایک دوسرے کے معاون و مددگار تھے۔ ان حضرات میں کسی قسم کا دائمی انشقاق و اختلاف نہ تھا۔ "رحماء بینہم" کا صحیح مصداق اور بہترین محمل یہ حضرات تھے۔ خدا کا کلام سچا ہے کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ رہنے والے آپس میں رحمدل اور مہربان ہیں۔ اور

باہم بھائی ہیں۔

مسئلہ اوّل

حضرت علیؓ کا صدیقِ اکبرؓ کے ساتھ بیعت کرنا

مسئلہ اوّل بیان کرنے کے لیے چند فصلیں مرتّب ہوں گی ان میں مسئلہ ہٰذا کو صاف کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

فصل اوّل (اثباتِ بیعت کے لیے روایات)

حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر الصدّیقؓ کے ساتھ انتقالِ نبوی کے بعد جلد بیعت کرلی تھی اور دو تین روز کے اندر ہی یہ بیعت ہوگئی تھی اور یہ بات درست نہیں ہے کہ:

(۱) حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت نہیں کی تھی۔

(۲) یا بیعت کی مگر شش ماہ کے بعد جاکر کی تھی، یعنی حضرت فاطمہؓ کی زندگی تک بیعت نہیں کی۔

(۳) یا لوگوں کے جبر و قہر کرنے کی وجہ سے اُوپر اُوپر سے بیعت کرلی تھی لیکن دل سے بیعت نہیں کی تھی۔

——— یہ تینوں چیزیں صحیح نہیں ہیں۔ واقعات کے بالکل برخلاف ہیں۔ یہ چیزیں اولیاں کی کرم نوازیوں میں سے ہیں۔ پھر ان کو پھیلانے والوں نے بڑا دیدہ زیب بنا کر قوم میں نشر کردیا ہے۔

اب ہم آپ کی خدمت میں روایات پیش کرتے ہیں جو احادیث و تاریخ اسلامی کی کتابوں میں موجود ہیں۔ علماء کرام نے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے ان کو بطورِ استدلال

ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی مشہور کتاب "البدایہ" جلد خامس و سادس میں متعدد مقامات پر روایات ہذا کو ایک ترتیب سے پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"قَدِ اتَّفَقَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَلٰى بَيْعَةِ الصِّدِّيقِ فِي ذَالِكَ الْوَقْتِ حَتّٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَ الزُّبَيْرِ وَ الدَّلِيلُ عَلٰى ذَالِكَ مَا رَوَاهُ۔

اوّل (۱) البیہقی حیث قال۔۔۔۔ حدثنا وھیب ثنا داؤد بن ابی ھند ثنا ابونضرۃ عن ابی سعید الخدریؓ قَالَ تُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْتَمَعَ النَّاسُ فِي دَارِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ وَ فِيهِمْ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ قَالَ وَقَامَ خَطِيبُ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَنَحْنُ كُنَّا أَنْصَارَ رَسُولِ اللّٰهِ فَنَحْنُ أَنْصَارُ خَلِيفَتِهِ كَمَا كُنَّا أَنْصَارَهُ قَالَ فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ صَدَقَ قَائِلُكُمْ أَمَّا لَوْ قُلْتُمْ غَيْرَ هٰذَا لَمْ نُبَايِعْكُمْ فَأَخَذَ بِيَدِ أَبِي بَكْرٍ وَقَالَ هٰذَا صَاحِبُكُمْ فَبَايِعُوهُ فَبَايَعَهُ عُمَرُ وَبَايَعَهُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَقَالَ فَصَعِدَ أَبُوبَكْرٍ الْمِنْبَرَ فَنَظَرَ فِي وُجُوهِ الْقَوْمِ فَلَمْ يَرَ الزُّبَيْرَ قَالَ فَدَعَا الزُّبَيْرَ فَجَاءَ قَالَ قُلْتُ ابْنَ عَمَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ حَوَارِيَّهُ أَرَدْتَ أَنْ تَشُقَّ عَصَا الْمُسْلِمِينَ؟ قَالَ لَا تَثْرِيبَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ فَقَامَ فَبَايَعَهُ ثُمَّ نَظَرَ فِي وُجُوهِ الْقَوْمِ فَلَمْ يَرَ عَلِيًّا فَدَعَا بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قُلْتُ ابْنَ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَتَنَهُ عَلٰى ابْنَتِهِ أَرَدْتَ أَنْ تَشُقَّ عَصَا الْمُسْلِمِينَ؟ قَالَ لَا تَثْرِيبَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَهُ أَوْ مَعْنَاهُ۔

۔۔۔ حاصل یہ ہے کہ (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد)

حضرت علیؓ و حضرت زبیرؓ سمیت تمام صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی بیعت پر اتفاق کر لیا۔ اِس چیز پر مندرجۂ ذیل روایات اور تصریحات بطورِ ثبوت پیش کی جاتی ہیں۔

ایک تو بیہقیؒ نے مندرجہ ہذا اسناد کے ساتھ داؤد بن ابی ہند سے اس نے ابونضرہ (منذر بن مالک بن قطعتہ) سے اس نے ابوسعید (سعد بن مالک بن سنان المنذری) الخدریؓ سے ذکر کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد سعد بن عبادہ کے مکان (سقیفہ بنی ساعدہ) پر لوگ جمع ہوئے۔ اِن حضرات میں ابوبکر الصدیق اور عمر فاروقؓ موجود تھے انصار کے ایک خطیب (زید بن ثابتؓ انصاری) کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ تم حضرات کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اور ہم ہمیشہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار یعنی معاون و مددگار بنے رہے (اب جو خلیفہ ہوگا) اس کے بھی ہم انصار و مددگار رہیں گے جیسا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاون تھے۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ تمہارے خطیب نے درست کہا اگر اس چیز کے بغیر کوئی اور صورت پیش کر دیتے تو ہم تمہارے ساتھ موافقت نہ کر سکتے۔ پھر ابوبکر الصدیقؓ کا ہاتھ پکڑ کر عمر فاروق نے کہا اَے حاضرین، تم سب کے یہ امیر ہیں ان کی بیعت کی جائے خود عمرؓ نے اور تمام مہاجرین و انصار (جو موجود تھے) سب نے ابوبکر الصدیقؓ کی بیعت کی۔ پھر (مسجدِ نبوی میں تشریف لا کر) ابوبکر الصدیقؓ ممبر پر بیٹھے اور (حمد و ثنا کے بعد) حاضرین کی طرف نظر اٹھائی تو زبیرؓ بن عوام نہیں نظر آئے تو ان کو بلا بھیجا (ان کے پہنچنے کے بعد) فرمایا کہ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی کے بیٹے ہیں اور حواری ہیں۔ آپ مسلمانوں کے اتفاق کی لٹھ کو توڑنا چاہتے ہیں؟ تو زبیرؓ نے جواب میں کہا کہ اَے خلیفۂ رسولؐ مجھ پر کوئی الزام (یا عتاب) نہ ہونا چاہیے (اس لیے کہ میں آپ کے ساتھ متفق ہوتا ہوں)۔ پس یہ اُٹھے اور ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کر لی۔

پھر ابوبکر الصدیقؓ نے مجمع کی طرف توجہ کی تو علیؓ المرتضیٰ کو موجود نہ پایا تو ان کو بلوایا۔ علیؓ کے پہنچنے پر ان کو ابوبکر الصدیقؓ نے کہا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور داماد ہیں! آپ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی لکڑی کو ریزہ ریزہ اور پارہ پارہ دیکھنا چاہتے ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اے خلیفۂ رسولؐ! میرے حق میں کوئی سرزنش نہیں ہونی چاہیے۔ پھر حضرت علیؓ نے بیعت کی۔"

(۱) السنن الکبریٰ بیہقی جلد ۸ ص ۱۴۳۔ باب قتال اہل البغی۔

(۲) الاعتقاد علی مذہب السلف بیہقی۔ ص ۱۷۸

(۳) البدایہ لابن کثیر، ج ۵ ص ۲۴۹۔ (۴) کنز العمال طبع اول ج ۳ ص ۱۴۰۔

دوم (۲) قَالَ اَبُوْعَلِیِّ الْحَافِظُ النَّیْسَابُوْرِیُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحَاقَ بْنَ خُزَیْمَۃَ یَقُوْلُ جَاءَنِیْ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ (اَلْقُشَیْرِیُّ) فَسَاَلَنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ فَکَتَبْتُهٗ لَهٗ فِیْ وَرَقَةٍ (رُقْعَةٍ) وَقَرَاْتُ عَلَیْهِ فَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ یُسَاوِیْ بَدَنَةً فَقُلْتُ بَلْ هٰذَا یُسَوِّیْ بَدْرَةً۔

"خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں کہ میں نے ابن خزیمہ سے سنا وہ کہتے تھے (ایک دفعہ) امام مسلم بن الحجاج (قشیری) میرے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ میں (اپنی سند کے ساتھ) ان کو یہ روایت (سابقہ مندرجہ) تحریر کر دوں۔ پس میں نے ان کو (ابی سعید خدری) کی روایت ایک کاغذ پر

تنبیہ:۔ تعبیر راویوں میں روایت بالمعنیٰ ہونے کی وجہ سے قلیل سا فرق پایا جاتا ہے۔ لہٰذا بیہقی کی روایت (سنن کبریٰ) میں اور البدایہ کی منقولہ روایت میں جو قلیل سا فرق پایا جاتا ہے وہ قابل اعتنا نہیں۔ اصل مفہوم روایت ایک ہی ہے۔ اسی طرح مستدرک حاکم میں بھی روایت ہذا آ رہی ہے۔ اس میں بھی الفاظ کا تھوڑا سا تفاوت ہوگا لیکن اصل روایت درست ہے۔ روایت بالمعنیٰ میں اس طرح ہو جاتا ہے۔

لکھ کر دی اور پڑھ کر سنائی تو وہ کہنے لگے کہ یہ روایت تو بدنہ (یعنی قربانی کی گائے یا اونٹ) کے برابر قیمتی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ تو بدرہ (یعنی ایک ہزار کی تھیلی کے) مساوی قیمت رکھتی ہے۔

(۱) السنن الکبریٰ بیہقی، ج ۸ ص ۱۴۳ - (۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۵ ص ۲۴۹)

سوم (۳) — وقد رواہ الامام احمدؒ عن الثقۃ عن وھیب مختصراً

"اور اس روایت کو امام احمدؒ نے وہیب سے اختصاراً ذکر کیا ہے (زیادہ تفصیل نہیں پائی گئی)

((۱) مسند احمد جلد ۵ مسندات زید بن ثابت۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۵، ص ۲۴۹)

چہارم (۴) واخرجہ الحاکم فی مستدرکہ من طریق عفان بن مسلم عن وھیب مطولاً کنحو ما تقدم۔

((۱) البدایہ، ج ۶، ص ۳۰۲)

(۲) البدایہ، ج ۵، ص ۲۴۶)

یہ روایت تلاش کرنے سے مستدرک جلد ثالث ج ۳ ص ۷۶، کتاب معرفۃ الصحابہ میں دستیاب ہو گئی ہے۔ بنابریں اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ اہلِ علم اصل کتاب سے رجوع فرمائیں۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو خطباء انصار کھڑے ہو گئے اور ایک شخص ان میں سے کہنے لگا اے قوم مہاجرین جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں میں سے کسی کو عامل مقرر فرما کر روانہ کیا کرتے تھے تو ہماری قوم انصار سے بھی ایک شخص ساتھ ملا دیتے تھے تو اسی طرح اس امر (خلافت) میں بھی دو شخص والی اور امیر مقرر ہونے چاہییں ایک والی ہم میں سے ہونا چاہیے اور ایک تم

لوگوں کی جانب سے۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ اسی طرح لگاتار انصار کے خطباء اس امر میں گفتگو کرتے رہے۔
پھر زید بن ثابت اُٹھے، انہوں نے کہا کہ بے شک حضور علیہ السّلام مہاجرین میں سے تھے اور امام مہاجرین سے ہونا چاہیے اور ہم اس کے انصار (یعنی مددگار و معاون) ہونگے جیسا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے انصار (و مددگار) ہُوا کرتے تھے۔ اب ابوبکر الصدیقؓ اُٹھے اور فرمایا کہ اَے جماعت انصار! جزاکم اللہ خیراً (اللہ تمہیں اچھی جزا دے)۔ تمہارے خطیب (زید بن ثابت) نے ٹھیک بات کہی۔ نیز کہا کہ اگر تم اس کے خلاف کوئی تجویز کرتے تو ہم صلح و مصالحت کے لیے آمادہ نہ ہو سکتے۔ پھر زید (مذکورہ) ہی نے اُٹھ کر ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی اور کہا کہ یہ تمہارا صاحب (امر) ہے یعنی حاکم ہے، سب اس کی بیعت کرو۔

(پھر بیعت کے بعد اپنی اپنی سرو ریات کی طرف) اُٹھ کھڑے ہوئے۔

(اس کے بعد) جب ابوبکر الصدیقؓ منبر پر تشریف فرما ہوتے ہیں تو حاضرین مجلس میں علی المرتضیٰؓ کو نہ پایا تو اُن کے متعلق دریافت کیا (اس اثنا میں) بعض انصار علی المرتضیٰؓ کے ہاں گئے اور ان کو ساتھ لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ کو کہا کہ آپ ابنِ عمِ رسُولؐ (یعنی چچا کے بیٹے) ہیں اور دخترِ رسولؐ کے شوہر ہیں کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی (متحدہ) جماعت میں اختلاف رونما ہو جاتے؟ اور پھوٹ پڑ جاتے؟ تو علی المرتضیٰؓ نے جواب دیا کہ اَے خلیفۂ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) مجھ پر کوئی سرزنش اور الزام نہیں (یعنی میں حاضر ہو گیا ہوں) ہمیں اِس چیز میں آپ سے کوئی اختلاف نہیں)۔

پھر اسی طرح زبیر بن عوام کی عدم موجودگی پر ابوبکر الصدیقؓ نے دریافت کیا تو ان کو بھی لوگ جا کر لے آتے۔ ابوبکر الصدیقؓ نے ان کو بھی کہا کہ آپ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پھوپھی کے بیٹے ہیں اور حوارِیِ رسُول ہیں! آپ مسلمانوں کے جماعتی اتفاق کو پارہ پارہ

کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے بھی یہ کہا کہ مجھ پر کچھ الزام و عتاب نہ ہونا چاہیے اے خلیفہ رسولؐ!
اور دونوں حضرات نے ابوبکر الصدیقؓ سے بیعت کر لی۔"

(۱) مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۷۶، کتاب معرفۃ الصحابہ۔

(۲) السنن الکبریٰ بیہقی، ج ۸ ص ۱۴۳، باب قتال اہل البغی۔ الائمۃ من القریش۔

(۳) کنز العمال، ج ۳ ص ۱۳۱۔ طبع اول تحتی کلاں۔

پنجم (۵) ورویناً من طریق المحاملی عن القاسم بن سعید بن المسیّب عن علی بن عاصم عن الجریری عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدریؓ فذکرہ مثلہ فی مبایعۃ علیؓ والزبیرؓ یومئذٍ۔"

(کنز العمال جلد ثالث، ص ۱۴۷ طبع قدیم، حیدر آباد دکن)

یعنی ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت ہمیں محاملی کے ذریعہ سے پہنچی اس نے قاسم بن سعید بن مسیّب سے اس نے علی بن عاصم سے، اس نے الجریری سے۔ اس نے ابو نضرہ سے اس نے ابو سعید خدریؓ سے سابقہ روایت کی طرح نقل کی کہ اسی روز علی المرتضیٰؓ اور زبیرؓ بن عوام نے ابوبکر الصدیقؓ کی بیعت کر لی تھی۔" (البدایہ لابن کثیر، ج ۶ ص ۳۰۲)

(قال ابن کثیر) هذا اسناد صحیح محفوظ من حدیث ابی نضرۃ المنذر بن مالک بن قطعۃ عن ابی سعید سعد بن مالک بن سنان المنذری وفیہ فائدۃ جلیلۃ وھی مبایعۃ علی بن ابی طالب إما فی اول الیوم أو فی الیوم الثانی من الوفاۃ وھذا حق فانّ علی بن ابی طالب لم یفارق الصدیق فی وقت من الاوقات ولم ینقطع فی صلاۃ من الصلوات خلفہ کما سنذکرہ وخرج معہ الی ذی القصۃ لما خرج الصدیق شاھراً سیفہ یرید قتال اھل الردۃ کما

سَنْبَيِّنُهُ قَرِيبًا ۔"

"یعنی یہ مجاملی کا اسناد) صحیح ہے اور محفوظ طریقہ سے ہے۔ ابو نسرہ نے ابو سعید سے نقل کیا ہے اور اس سے بڑی مفید چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی بیعت حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے ساتھ انتقال نبوی کے بعد اول روز میں یا دوسرے روز ہوئی اور یہی بات حق اور صحیح ہے کیونکہ حضرت علیؓ حضرت ابو بکرؓ سے کسی وقت میں کبھی جدا نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی کسی ایک نماز کے تمام ان سے پیچھے رہے ہیں (جیسا کہ عنقریب یہ بحث آئے گی)۔ اور جب ابو بکر الصدیقؓ تیغ برہنہ لے کر ذی القصہ کے مقام کی طرف مرتدوں کے ساتھ جنگ و جدال کے لیے نکلے تو حضرت علیؓ بھی ان کے معاون بن کر ان کے ساتھ نکلے تھے (اس کا واقعہ بیان میں آئے گا)۔

البدایہ لابن کثیر ص ۲۴۸-۲۴۹ جلد ۲ سادس)

ششم (۶) قَالَ مُوسٰی بْنُ عُقْبَةَ فِي مَغَازِيهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي اَبِي اِنَّ اَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ كَانَ مَعَ عُمَرَ وَاِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ كَسَرَ سَيْفَ الزُّبَيْرِ ثُمَّ خَطَبَ اَبُوبَكْرٍ وَاعْتَذَرَ اِلَى النَّاسِ وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ حَرِيصًا عَلَى الْاِمَارَةِ يَوْمًا وَّلَا لَيْلَةً وَلَا سَاَلْتُهَا فِي سِرٍّ وَّلَا عَلَانِيَةٍ فَقَبِلَ الْمُهَاجِرُونَ مَقَالَتَهُ وَقَالَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ مَا غَضِبْنَا اِلَّا لِاَنَّا اُخِّرْنَا عَنِ الْمَشُورَةِ وَاِنَّا نَرٰى اِنَّ اَبَا بَكْرٍ

(ایک توضیح)

لہ قولہٗ مَا غَضِبْنَا اِلَّا اُخِّرْنَا عَنِ الْمَشُوْرَةِ الخ

یہ روایت جہاں جہاں مروی ہے ان مقامات میں یہ مذکورہ الفاظ بظاہر ذرا سخت معلوم ہوتے

اَحَقُّ النَّاسِ بِهَا اِنَّهٗ لَصَاحِبُ الْغَارِ وَثَانِیُ اثْنَیْنِ وَاِنَّا لَنَعْرِفُ شَرَفَهٗ

۴۔ ہیں اور اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ انتقالِ نبوی کے بعد ان حضرات کے درمیان کوئی بڑا ہنگامہ یا سخت تنازعہ رونما ہوا تھا جس کی وجہ سے یہ لوگ باہمی بڑے غضبناک ہوئے تو اس کے متعلق مختصر سی گذارش ہے کہ جو حضرات ایک مضمون کی روایت کو مختلف طرق سے مروی شدہ کو یکجا کر کے ملاحظہ فرمانے کے عادی ہیں۔ ان پر مخفی نہیں ہے کہ ایک واقعہ ذکر کرنے میں رواۃ میں سے راوی کی تعبیر کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ ایک ہی بات کو معبّر سخت الفاظ سے بھی تعبیر کر دیتا ہے اور نرم الفاظ سے بھی ادا کر سکتا ہے۔ لہٰذا خدریؓ کی اس روایت میں بھی یہی صورت واقع ہوئی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اس روایت کے ماسوا روایات جو اس موقعہ کی ابوسعید خدریؓ سے مروی ہیں یا دوسرے کسی صحابی سے منقول ہیں (بشرطیکہ صحیح و معتبر ہوں) ان میں مَا غَضِبْنَا والے الفاظ نہیں پائے جاتے تو معلوم ہوا کہ کسی راوی نے اس بات کو ان الفاظ کے ساتھ تعبیر کر دیا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اس موقعہ پر سقیفہ والے پہلے اجتماع میں حضرت علیؓ حاضر و شامل نہ تھے وہاں خلیفہ کا انتخاب ہو گیا۔ حضرت علی یا بعض دیگر حضرات جو اس وقت موجود نہ تھے ان کو اگر اوّل اوّل عدمِ شمولیت کا افسوس ہوا ہو تو یہ کچھ بعید نہیں۔ یہ جو کچھ اس موقعہ پر اختلاف معلوم ہوتا ہے یہ تمام تر وقتی طور پر اختلاف رائے کے درجہ میں ہے اور کسی مسئلہ میں اختلاف رائے کا پایا جانا اہلِ عقل اور اہلِ فہم کے نزدیک معیوب نہیں اور اس کو کوئی بُرا نہیں جانتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس موقعہ کے وقتی اختلاف رائے کو (جو ان بزرگوں نے ایک دو روز کے اندر ہی بیعت کر کے ختم کر دی تھی) رواۃ نے غضب وغیرہ کے الفاظ میں نقل کر دیا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کیونکہ خود انہی روایات میں مندرج ہے کہ حضرت علیؓ ابوبکر الصدیقؓ کو اس خلافت و امارت کا زیادہ حقدار تسلیم کر رہے ہیں اور ان کی اس اہلیت کے متعلق فضائل و دلائل پیش فرما رہے ہیں۔ یہ سب چیزیں اس بات کا قرینہ ہیں کہ مشورہ کا یہ اختلاف بالکل عارضی اور وقتی تھا۔ قلبی عناد نہیں رکھتے تھے اور کوئی دلی عداوت ان کے درمیان نہیں تھی۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔[۲۴]

وَخَيْرُهُ وَلَقَدْ اَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلٰوةِ بِالنَّاسِ وَهُوَ حَيٌّ ۔ اِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ ۔

(۱) مُستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ج ۳ ص ۶۶ ۔

(۲) السنن الکبریٰ بیہقی، باب قتال اہل البغی جلد ۸ ص ۱۵۲۔۱۵۴

(۳) الاعتقاد علیٰ مذہب السلف للبیہقی ص ۱۷۹۔ طبع مصر

(۴) البدایہ لابن کثیر، جلد خامس ص ۲۵۰ ۔ ج ۶ ص ۳۰۲ ۔

وھٰذا الائق لعلی رضی اللّٰہ عنہ والذی یدلّ علیہ الآثار من شھودہٖ معہٗ الصلوات وخروجہٖ معہٗ الیٰ ذی القصّۃ بعد موت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کما سنوردہٗ وبذلہ لہ النصیحۃ

---

۴۴ ۔ نیز مذکورہ قابلِ اعتراض کلمہ کے متعلق اہلِ فہم اور اہلِ دانش فرمایا کرتے ہیں کہ باہمی رنج اور آپس میں رنجیدگی عموماً دو وجہ سے ہوتی ہے ۔ گاہے بوجہ عداوۃ اور دشمنی کے ہوتی ہے اور کبھی محبت کی بناء پر ہوتی ہے ۔ پھر عداوۃ کی وجہ سے تو ظاہر ہے کہ دشمن کو دشمن کے ساتھ رنج ہوتا ہے اور محبت کی وجہ سے رنجیدگی اس طرح ہوتی ہے کہ دوست دوست کی مرضی کے خلاف یا خلافِ توقع کام کر ڈالتا ہے تو یہ رنج فقط محبت و تعلق کی بنا پر ہوتا ہے ۔ اگر باہمی تعلق نہ ہوتا تو یہ دکھ بھی نہ ہوتا ۔

واقعہ بیعت میں بھی یہی صورت پیش آئی ۔ حضرت علی المرتضیٰؓ و حضرت زبیرؓ بن العوام کو اگر کچھ رنجیدگی پیش آئی تو اسی باہمی تعلق کی بنا پر تھی ۔ اپنوں سے امید کے برخلاف ایک کام صادر ہو جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ انسان کو وقتی طور پر ناگوار معلوم ہوتا ہے اور اس ناگواری کی بنا آپس کا تعلق وارتباط اور محبت ہی ہوتی ہے ۔ لہٰذا ما غضبنا الا اخرنا عن المشورۃ کا جملہ اگر رواۃ کی طرف سے روایت میں مدرج و مخلوط نہیں تو اس کا صادر ہونا بھی اسی مذکورہ شکل میں ہے ۔ یعنی یہ کہیے کہ برادرانہ شکوہ ان کلمات کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے ۔ (منہ)

وَالْمَشُوْرَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ۔ (البدایہ لابن کثیر جلد سادس، ص ۳۰۲۔)

(تحت سنۃ احدیٰ عشرۃ، خلافۃ الصدیق وماکان فی ایامہ)

حاصل یہ ہے کہ:

"حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں مذکور اسناد کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف سے (واقعہ بیعت کو) نقل کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور محمد بن مَسلمہ (انصاری) عمر بن الخطابؓ کے ساتھ تھے۔ محمد بن مَسلمہ نے (اس خوف سے کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو جائے)۔ زبیرؓ سے تلوار لے کر توڑ ڈالی۔ اس کے بعد ابوبکر الصدیقؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اپنی معذرت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے اس امارۃ وخلافت کی خاطر رات دن میں کبھی حرص نہیں ہوئی اور نہ میں نے پوشیدہ یا علانیہ کبھی اس کی طلب کی۔ پس مہاجرین نے ان کی معذرت کو بجا قرار دیا۔ اور حضرت علیؓ اور زبیرؓ نے (اپنا اظہارِ خیال فرماتے ہوئے) فرمایا کہ ہماری (وقتی) شکر رنجی اور (عارضی) کشیدگی کی صرف وجہ یہ ہوئی ہے کہ ہم (اوّل موقعہ پر) مشورہ میں شامل نہیں رکھے گئے۔ بے شک ہم ابوبکر کو (خلافت کیلئے) سب لوگوں سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں۔ یقیناً یہ صاحبِ غار ہیں (جن کا لقب "ثانی اثنین" ہے)۔ ہم ان کی شرافت وبزرگی کے معترف ہیں۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی حیات میں ان کو تمام لوگوں کی نماز کا امام مقرر فرمایا تھا۔"

اس روایت کی سند عمدہ ہے۔

—— پھر ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ علی المرتضیٰؓ کے شایانِ شان بھی یہی چیز ہے اور اس چیز پر روایات دلالت کرتی ہیں کہ:

(۱) حضرت علیؓ ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ تمام نمازوں میں حاضر اور شامل رہتے تھے۔

(۲) اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (قتالِ مرتدین کے لیے) حضرت علیؓ ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ مل کر (مدینہ سے باہر) نکلے تھے۔

(۳) اور ابوبکر الصدیقؓ کے حق میں حضرت علیؓ ہمیشہ خیر خواہی و نصیحت کے ساتھ پیش آتے رہے اور مشورہ میں شریکِ کار رہے۔ (البدایۃ لابن کثیر جلد ۶ ص ۳۰۲)۔

(۷)

مذکورہ روایات کے بعد احمد بن یحییٰ الشہیر بلاذری (المتوفی ۲۷۹ھ) کی ایک روایت انساب الاشراف سے پیش کی جاتی ہے۔ جو تعجیلِ بیعت کے مسئلہ کو صاف طور پر بیان کرتی ہے اور مندرجہ بالا روایات کی مکمل تائید کرتی ہے۔

... ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَنْبَأَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ قَالَ لَمَّا بَايَعَ النَّاسُ اَبَا بَكْرٍ اِعْتَزَلَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ فَبَعَثَ اِلَيْهِمَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَاَتَيَا مَنْزِلَ عَلِيٍّ فَقَرَعَا الْبَابَ فَنَظَرَ الزُّبَيْرُ مِنْ فَتْرَةٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَ هٰذَانِ رَجُلَانِ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَلَيْسَ لَنَا اَنْ نُقَاتِلَهُمَا قَالَ اَفْتَحْ لَهُمَا ثُمَّ خَرَجَا مَعَهُمَا حَتّٰى اَتَيَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا عَلِيُّ اَنْتَ ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَصِهْرُهُ (صلعم) فَتَقُوْلُ اِنِّيْ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ۔ لَا هَا اللّٰهِ لَاَنَا اَحَقُّ بِهٖ مِنْكَ۔ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلعم) اُبْسُطْ يَدَكَ اُبَايِعُكَ فَبَسَطَ يَدَهٗ فَبَايَعَهٗ۔ ثُمَّ قَالَ لِلزُّبَيْرِ (بْنِ عَوَّامٍ) تَقُوْلُ اَنَا ابْنُ عَمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَحَوَارِيُّهٗ وَفَارِسُهٗ وَاَنَا اَحَقُّ بِالْاَمْرِ۔ لَا هَا اللّٰهِ اَنَا اَحَقُّ بِهٖ مِنْكَ فَقَالَ لَا تَثْرِيْبَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُبْسُطْ يَدَكَ فَبَسَطَ يَدَهٗ فَبَايَعَهٗ۔

(انساب الاشراف بلاذری ص ۵۸۵ جلد اول طبع مصری۔ جدید طبع سن طباعت ۱۹۵۹ء)

حاصل روایت یہ ہے کہ جب لوگوں نے ابوبکرؓ سے بیعت کی تو (اُس وقت) علی المرتضیٰ اور زُبیر بن عوام (بیعت سے الگ رہے) پس ابوبکر الصدّیقؓ نے ان دونوں کی طرف عُمر بن الخطابؓ اور زیدؓ بن ثابت انصاری کو بھیجا۔ حضرت علیؓ کے مکان پر پہنچ کر دستک کی۔ زُبیرؓ نے (اُس وقت) دروازہ کی طرف نگاہ ڈالی اور لوٹ کر حضرت علیؓ کو کہنے لگے کہ یہ دونوں بزرگ بہشتی لوگوں میں سے ہیں۔ ان سے ہمارا جھگڑا کھڑا کرنا درست نہیں۔ پھر علی المرتضیٰؓ کے کہنے پر دروازہ کھول دیا اور باہر تشریف لاکر ان دونوں کے ساتھ ہولیے حتیٰ کہ دونوں حضرات ابوبکر الصدّیقؓ کے پاس پہنچے۔ ابوبکرؓ کہنے لگے کہ اے علیؓ، آپ رسُولِ خدا کے چچازاد بھائی ہیں اور دامادِ نبویؐ ہیں۔ آپ اس معاملہ (خلافت) میں اپنے آپ کو زیادہ حقدار خیال کرتے ہیں۔ (واقع میں) مَیں زیادہ مستحق ہُوں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اے خلیفۂ رسولِ خدا، کوئی سرزنش نہیں ہونی چاہیے، ہاتھ پھیلائیے مَیں بیعت کرتا ہُوں۔ ابوبکرؓ نے ہاتھ آگے کیا اور حضرت علیؓ نے بیعت کی۔

پھر ابوبکر الصدّیقؓ نے زبیر بن عوّام کو اسی طرح کہا کہ اَے زُبیر! آپ حضور علیہ السّلام کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اور حواریٔ رسُول ہیں اور شاہ سوار ہیں۔ آپ اپنے متعلق خیال رکھتے ہیں کہ اس کام کے آپ زیادہ مستحق ہیں (حالانکہ مَیں زیادہ حق رکھتا ہُوں تو زُبیر بن عوام نے کہا کہ اَے خلیفۂ رسُولِ خدا عتاب وملامت نہیں ہونی چاہیے۔ اپنا ہاتھ دراز کیجیے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور زُبیرؓ نے بیعت کر لی۔"

ان تمام روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علیؓ نے صدّیقِ اکبرؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت کر لی تھی۔ ششں ماہ تاخیر کرنے کا مسئلہ راویوں کا اپنا گمان وخیال ہے (اور حقیقت

کے خلاف ہے) جس کو اصل روایات میں ملا دیا گیا ہے۔تعجیل کی روایات کے اسانید میں ابنِ شہاب زُہری راوی نہیں۔ زہری کے ماسوا راویوں کی یہ روایات ہیں جن میں تاخیر بیعت کا کوئی ذکر نہیں اور تاخیرِ بیعت کی مرویات میں ابنِ شہاب زُہری راوی ہر جگہ موجود ہے۔ اِس چیز کو ناظرین کرام اچھی طرح ملحوظ رکھیں۔ عنقریب اس امر کی تحقیق و تفصیل آرہی ہے۔

قارئینِ کرام کی معلومات میں اضافہ کے لیے اور افادہ کی خاطر درج کیا جاتا ہے کہ مذکورہ روایات میں جو روایت موسیٰ بن عقبہ کے مغازی سے منقول ہے اس کو شیعہ علماء نے بھی اپنی کتابوں میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس پر کوئی نقد و جرح نہیں کی۔ چنانچہ نہج البلاغہ کے مشہور شارح ابن ابی الحدید شیعی نے اپنی شرح نہج میں اِس روایت کو نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

قَالَ عَلِیٌّ وَالزُّبَیْرُ مَا غَضِبْنَا اِلَّا فِی الْمَشُوْرَۃِ وَ اِنَّا لَنَرٰی اَبَا بَکْرٍ اَحَقَّ النَّاسِ بِہَا اِنَّہٗ صَاحِبُ الْغَارِ وَ اِنَّا لَنَعْرِفُ لَہٗ سِنَّہٗ ......
وَ اَمَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِالصَّلٰوۃِ وَھُوَ حَیٌّ "

(شرح نہج البلاغہ حدیدی بحث بقیۃ السقیفۃ و اختلاف آراء الناس بعد النبیؐ)

جلد اول، ص ۴۵ احلد اوّل طبع بیروت در چہار جلد کلاں)

(خلاصہ یہ ہے) کہ:

حضرت علیؓ اور زبیرؓ بن عوام دونوں نے کہا کہ ہماری یہ (عارضی) رنجیدگی صرف مشورہ میں نہ شامل ہو سکنے کی وجہ سے ہوئی۔ (حالانکہ) ہم ابوبکرؓ کو اور لوگوں سے خلافت کا زیادہ حقدار جانتے ہیں۔ اور غار کی صحبت کی فضیلت ان کو حاصل ہے (یعنی ثانی اثنین کا لقب رکھتے ہیں) ہم ان کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہیں، اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کو اپنی زندگی میں (مسلمانوں کی) نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔"

اب ان تمام پیش کردہ روایات کا حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ السّلام کے انتقال کے بعد ایک دو روز کے اندر جلد ہی حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت کر لی تھی اور ان کے مسلمہ فضائل و مناقب کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو خلیفہ برحق تسلیم کر لیا تھا۔ ششماہ کی تاخیر قطعاً بیعت میں واقع نہیں ہوئی۔

چند دیگر روایات

مسئلہ بیعت کے سلسلہ میں مزید روایات بھی ملتی ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں بیعت کے لیے ابوبکر الصدیقؓ بیٹھ گئے ہیں تو اسی وقت تشریف لا کر بیعت کر لی، کوئی تاخیر نہیں کی۔

البتہ بعض دوسری روایات میں تھوڑا سا مؤخر ہونے کا ذکر پایا گیا ہے لیکن وہ بھی دو روز کے اندر کی بات ہے اس سے زیادہ نہیں۔

اب ہم آپ کے سامنے دونوں نوع کی روایات مختصراً بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔

پہلی نوع کی روایت ابن جریر طبری نے تاریخ طبری باب حدیث السقیفہ میں ذکر کی ہے۔

"..... عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ فِيْ بَيْتِهٖ اِذَا اُتِيَ فَقِيْلَ لَهٗ قَدْ جَلَسَ اَبُوْبَكْرٍ لِلْبَيْعَةِ فَخَرَجَ فِيْ قَمِيْصٍ مَا عَلَيْهِ اِزَارٌ وَّلَا رِدَاءٌ عَجَلًا كَرَاهِيَةً اَنْ يُّبْطِئَ عَنْهَا حَتّٰى بَايَعَهٗ ثُمَّ جَلَسَ اِلَيْهِ وَبَعَثَ اِلٰى ثَوْبِهٖ فَاَتَاهُ فَتَجَلَّلَهٗ وَلَزِمَ مَجْلِسَهٗ"

"یعنی حبیب بن ابی ثابت روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اپنے گھر تشریف رکھتے تھے، اطلاع ملی کہ حضرت ابوبکرؓ بیعت (خلافت) کے لیے مسجد میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو حضرت علیؓ بلا تاخیر فوراً ضروری لباس میں گھر سے باہر تشریف لاتے اور مجلس بیعت میں پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ

بیعت کی اور اس جگہ ان کی خدمت میں بیٹھ گئے - وہاں سے آدمی بھیج کر گھر سے اوپر اوڑھنے کی چادر وغیرہ منگائی اور مجلس ہذا میں شامل رہے۔"

(تاریخ ابن جریر طبری ج ۳ ص ۲۰۱ - تحت السنۃ الحادی عشر - باب حدیث السقیفہ)

اس روایت سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علیؓ نے ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کی۔

دوسرے نوع کی وہ روایات ہیں جن میں حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد قرآن مجید جمع کرنے کا پروگرام ذکر کیا ہے۔ استیعاب ابن عبدالبر وغیرہ میں ہے کہ:

... لَمَّا بُويِعَ اَبُوبَكْرِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَبْطَأَ عَلِيٌّ عَنْ بَيْعَتِهٖ وَجَلَسَ فِيْ بَيْتِهٖ فَبَعَثَ اِلَيْهِ اَبُوبَكْرٍ مَا اَبْطَاَ بِكَ عَنِّيْ اَكَرِهْتَ اَمَارَتِيْ؟ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا كَرِهْتُ اَمَارَتَكَ وَلٰكِنِّيْ اٰلَيْتُ اَنْ لَا اَرْتَدِيْ رِدَائِيْ اِلَّا اِلٰى صَلٰوةٍ حَتّٰى اَجْمَعَ الْقُرْاٰنَ[1]

---

[1] قولہ اجمع القرآن - خاص صاحبِ علم حضرات کی توجہ کے لیے عرض کیا جاتا ہے کہ اثباتِ بیعت کے لیے ہم نے متعدد روایات پیش کی ہیں۔ اس کے بعد یہ روایات جن میں جمع قرآن مجید کا ذکر موجود ہے بظاہر سابقہ پیش کردہ روایات کے خلاف نظر آتی ہیں۔ ان کی توفیق کے لیے ایک توجیہ ہم نے عرض کر دی ہے اور قواعد کے اعتبار سے یہ معروض ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کا یہ مذکورہ اثر عام طور پر محمد بن سیرین (مشہور تابعی) سے منقول پایا جاتا ہے اور بعض مواضع میں عکرمہ (تابعی) سے بھی مذکور ہے۔ اس کے متعلق فاضل سیوطیؒ نے اپنی تصنیف "اتقان" میں حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ:

(باقی ص۲۱۸ پر)

"حاصل یہ ہے کہ جب ابوبکر الصدیقؓ سے لوگوں نے بیعت کی تو علی المرتضیٰؓ نے اِس بیعت سے تاخیر کی اور اندرونِ خانہ بیٹھے رہے پس ابوبکر الصدیقؓ نے ان کی طرف آدمی بھیج کر دریافت کیا کہ آپ (بیعت کے معاملہ میں) مؤخر کیوں ہوتے ہیں؟ کیا آپ ہمارے امیر بننے کو ناپسند کرتے ہیں؟ تو علی المرتضیٰؓ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی امارت کو ناپسند نہیں کیا لیکن مَیں نے قسم کھا رکھی ہے کہ مَیں اپنے اوپر چادر

(بقیہ حاشیہ ص ۲۱۷) قال ابن حجر هٰذا الاثر ضعيف لانقطاعه وبتقدير صحته فمراده بجمعه حفظه في صدره۔"

(الاتقان للسیوطی جلد اول ص ۵۷۔ النوع الثامن عشر فی جمعہ و ترتیبہ)

"یعنی اثر منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے (متصل السند نہیں) اور بالفرض اس کی صحت تسلیم کرلی جائے تو جمع کرنے کا مطلب اپنے سینہ میں محفوظ کرلینا اور یاد داشت میں کرلینا مقصود ہے۔"

نتیجہ یہ ہوا کہ ان اکابر علماء کے نزدیک بھی جمع قرآن کی روایات تعجیلِ بیعت کی روایات کے خلاف نہیں ہیں۔ فافہم۔

تنبیہ۔ اہلِ علم کی توجہ کے لیے مزید عرض ہے کہ بعض مقام میں جمع قرآن والی روایت جو عکرمہ سے مروی ہے یعنی عکرمہ حضرت علیؓ سے ذکر کرتا ہے تو یہ بھی مُرسل ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم رازی نے اپنی کتاب کتاب المراسیل میں تصریح کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ "قال ابو زرعہ عکرمة عن علیؓ مرسل"

(کتاب المراسیل ص ۱۰۱۔ مطبوعہ مکتبۃ المثنیٰ بغداد)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب میں بھی ابی زرعہ کا قول روایت کے مرسل ہونے کے متعلق درج کیا ہے جہاں عکرمہ (مولیٰ ابن عباسؓ) کا ترجمہ تمام کیا ہے وہاں مذکور ہے رجوع فرمالیں۔ فلہٰذا مسئلہ بیعت میں جو روایات صحیح اور متصل السند ہیں ان کو ترجیح ہوگی اور جو روایات ان کے مقابلہ میں مُرسل و منقطع ہوں وہ مرجوح قرار پائیں گی۔ (منہ)

نہیں اوڑھوں گا۔ مگر نماز پڑھنے کے لیے، حتیٰ کہ میں قرآن مجید کو (مختلف مواضع) سے جمع کر لوں"۔

(الاستیعاب جلد ثانی معہ اصابہ ج ۲ ص ۲۴۴۔ تذکرہ صدیق)

تو اس سے معلوم ہوا کہ پہلے قرآن مجید کو جمع کرنے کا کام شروع فرمایا ہے پھر بیعت کی ہے۔

اب گذارش یہ ہے کہ جمع قرآن والی روایات کو اگر بالفرض والتقدیر درست تسلیم کر لیا جائے تب بھی ان کو سابقہ روایات کے ساتھ اس طرح مطابق بنایا جاسکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ کی اول اول یہ رائے قائم ہوئی تھی کہ قرآن مجید کو جمع کرنا سب سے مقدم کام ہے مگر بعد میں رائے تبدیل ہوئی کہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ مسئلہ بیعت کو سب سے مقدم سرانجام دینا چاہیے۔ اس لیے سبقت فرماتے ہوئے تمام صحابہ کرام (مہاجرین و انصار) کے ساتھ اسلام کے اس اہم مسئلہ میں موافقت کرتے ہوئے بیعت کر لی اور اپنے سابقہ پروگرام کو دوسرے وقت کے لیے ذرا مؤخر کر دیا (جیسا کہ بعض مرویات میں ثُمَّ خَرَجَ فَبَايَعَهُ کے الفاظ اس کی تائید کرتے ہیں)، اس طریقہ سے یہ روایات مفہوماً ایک دوسرے کے قریب ہو سکتی ہیں۔ اللہ اعلم بالصواب۔

فصل ثانی (برائے جوابات)

گذارش ہے کہ اس فصل میں مسئلہ بیعت کی متعلقہ روایات میں توجیہ و تطبیق و ترجیح و تحقیق وغیرہ اختصاراً بیان کرنے کا ارادہ ہے فلہٰذا اس میں علمی مصطلحات و اطلاقات ذکر ہونگے جو عوام قارئینِ کرام کی لیاقت سے بالاتر ہونگے۔ بنا بریں عرض ہے کہ اُمید ہے عوام حضرات اس بات پر ملال نہیں فرمائیں گے۔ گویا یہ فصل صرف اہلِ علم کے مناسب ہے۔ نیز عرض ہے کہ اگر کوئی چیز خلافِ تحقیق معلوم ہو اور قابلِ اصلاح نظر آئے تو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ البتہ الحق احق ان یتبع کا قول بھی پیشِ نظر رکھیں اور دعائے خیر سے یاد فرماویں۔

گذشتہ فصل میں حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت کرنا ثابت کیا گیا ہے۔ اور سُننِ کبریٰ بیہقی، مُستدرک حاکم، ابن جریر طبری، البدایہ بن کثیرؒ وغیرہ سے چند روایات ہم نے نقل کر دی ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں مسئلہ ہٰذا کے اثبات کی خاطر روایات کا ایک ذخیرہ ہے جس میں سے چند ایک روایات ہم نے یہاں درج کی ہیں۔ یہ مسئلہ ہٰذا کا مثبت پہلو ہے۔ اس کی دوسری جانب یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایک مدت تک بیعت نہیں کی۔ یہ اس مسئلہ کا منفی پہلو ہے۔ منفی مضمون کی روایات بھی کتبِ حدیث و تاریخ میں پائی جاتی ہیں۔ اب معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ کونسی چیز درست ہے؟ منفی مضمون کی روایات صحیح ہیں یا غیر صحیح؟ اگر غیر صحیح ہیں تو قابلِ توجہ ہی نہ ہونگی اور متروک العمل ہونگی اور اگر سنداً صحیح ہیں تو پھر ان کا کیا محمل ہے؟ ان کی کیا توجیہ ہے؟ قواعد کے اعتبار سے ان کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟

فلہٰذا اکابر علماء و مشہور مصنّفین کے بیانات کی روشنی میں چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔
اُمید ہے کہ ان کے ملاحظہ کے بعد مسئلہ ہذا اٹری عمدگی سے صاف ہو سکے گا۔ (بعونہ تعالیٰ)

——— تعجیلاً بیعت کی نفی کنندہ روایات میں سب سے اہم وہ مرویات ہیں جن میں مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد جب تک حضرت فاطمہؓ حیات میں تھیں (یعنی شش ماہ تک) حضرت علیؓ نے ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت نہیں کی تھی بلکہ بعض مواضع میں مذکور ہے کہ بنی ہاشم میں سے کسی ایک نے بھی اس مدت تک بیعت نہیں کی تھی فلہٰذا اوّلاً ان کے متعلقات ذکر کرنے مناسب ہیں۔

(۱)

گذارش ہے کہ ایک عام تفحص و جستجو کے مطابق شش ماہی والی روایت بخاری جلد ثانی مسلم جلد ثانی، مسند ابی عوانہ جلد رابع، سُنن کبریٰ بیہقی۔ تاریخ ابن جریر طبری (بحث السقیفہ) جلد ثالث، کتاب نساب الاشراف بلاذری جلد اوّل وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔

ان تلاش شدہ مقامات کی سند میں سب مواضع میں ابن شہاب زہری موجود ہیں اور اس روایت میں غور و فکر کرنے سے دریافت ہوا کہ تمام روایت غلط نہیں بلکہ اس جگہ اصل روایت صحیحہ میں تخلیط اور راوی کی جانب سے اِدراج ہے۔ ان مخلوط شدہ اشیاء میں سے ایک یہ چیز بھی ہے کہ مدتِ حیاتِ فاطمہؓ میں یعنی شش ماہ تک حضرتِ علیؓ نے بیعت نہیں کی۔ اور بعض جگہ یہ مزید اضافہ ہے کسی ایک بنی ہاشم نے بھی بیعت نہیں کی تھی۔

چنانچہ اس موقع کی روایت کے مدرج الفاظ اِس طرح پائے جاتے ہیں:۔

۱/۲ "فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ (فَاطِمَۃُ) اِسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوْهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَۃَ اَبِيْ بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْاَشْهُرَ الخ

(۱) بخاری شریف، جلد ثانی۔ آخر غزوہ خیبر۔
(۲) مُسلم، جلد ثانی، باب حکم الفئ

(۳) ۔۔۔۔۔ لَمْ يُبَايِعْ عَلِيٌّ اَبَا بَكْرٍ حَتّٰى مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَلَمَّا مَاتَتْ ضَرَعَ اِلٰى صُلْحِ اَبِيْ بَكْرٍ الخ ۔۔۔۔

(۳) انساب الاشراف بلاذری جلد اوّل، ص ۵۸۶ ۔

(۴)
(۵) فَقَالَ رَجُلٌ لِلزُّهْرِيِّ اَفَلَمْ يُبَايِعْهُ عَلِيٌّ سِتَّةَ اَشْهُرٍ قَالَ لَا وَلَا اَحَدٌ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ حَتّٰى بَايَعَهُ عَلِيٌّ الخ

(۴) تاریخ ابن جریر طبری بحث السقیفہ)

(۵) مسند ابی عوانہ جلد ۴، ص ۱۴۶)

(۶) قَالَ مَعْمَرٌ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ كَمْ مَكَثَتْ فَاطِمَةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فَقَالَ رَجُلٌ لِلزُّهْرِيِّ فَلَمْ يُبَايِعْهُ عَلِيٌّ حَتّٰى مَاتَتْ فَاطِمَةُ قَالَ وَلَا اَحَدٌ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ ۔

(السنن الکبریٰ، ج ۶ ص ۳۰۰ ۔ کتاب قسم الفئ والغنیمۃ)

جملہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ مصالحۃ وصلح کر کے بیعت کر لی اور حضرت فاطمہؓ کا ششماہ کے بعد انتقال ہُوا ۔ ان چھ ماہ تک نہ حضرت علیؓ نے بیعت کی اور نہ بنی ہاشم میں سے کسی ایک نے بیعت کی ۔

——— پیش کردہ حوالہ جات کے الفاظ میں تدبّر فرمادیں ۔ یہ حضرت عائشہ کی روایت کا ایک درمیانی حصہ ہیں ۔ ایک شخص مردِ مذکر زہری صاحب کو کہتا ہے، پھر زہری خود جواب دیتے ہیں کہ نہ حضرت علیؓ نے شش ماہ بیعت کی نہ کسی فردِ بنی ہاشم نے ابوبکر الصدیقؓ سے بیعت کی ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا کلام یہ ہرگز نہیں ۔ یہ اس راوی کا اپنا ظنِ لطیف اور زعمِ شریف ہے ۔ قَالَ و قَالَتْ کے مقولہ میں بدیہی فرق ہر ایک ذی علم خوب جانتا ہے وہ یہاں موجود ہے ۔ ان سے مافوق کون سے قرینہ کی حاجت

باقی ہے؟

بس اتنی چیز ہے کہ بخاری و مسلم کی عبارت میں راوی کی طرف سے اختصاراً
وجہ سے قال رجل للزھری یا قلت للزھری وغیرہ اس موقعہ کے کلمات ع
سے ساقط ہیں اور تاریخ طبری، مسند ابی عوانہ، سُننِ کبریٰ بیہقی وغیرہ میں یہ کلمات
واصالۃً موجود ہیں جو اصل واقعہ کو صاف صاف بیان کر رہے ہیں کہ مضموا
جناب ابنِ شہاب زہری کی جانب سے روایت میں مدرج و مخلوط ہے۔ (
یا اُولی الابصار)۔

مسلم شریف جلد ثانی میں چند ایک چیزیں علامہ ابنِ شہاب زہریؒ کے متعا
ہوتی ہیں۔ یہاں ان کا ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

(۱)

مسلم شریف کتاب الوصیۃ کی چھٹی حدیث میں زہری کی طرف سے اِدراج
موجود ہے۔ اس روایت کا اِسناد اِس طرح ہے:

" حدثنا یحییٰ بن یحییٰ التمیمی قال انا ابراھیم بن سعد
عن ابن شھاب (الزھری) عن عامر بن سعد عن ابیہ قال
عادلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم . . . . ."

(اس روایت کے آخر میں یہ لفظ ہے کہ "قال رثیٰ لہٗ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من ان توفیٰ بمکۃ"

آخری جملہ کے متعلق امام نوَوِی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ "ھٰذا ھو
کلام الراوی ولیس ھو من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

بعدازاں اختلاف ذکر کیا ہے کہ یہ کس راوی کا کلام ہے؟ پھر فرمایا ہے:
" قال القاضی (العیاض) واکثر ما جاء انہ من کلام الزھری . . . .

(مسلم شریف ج ۲ ص ۴۰۔ کتاب الوصیۃ ۔طبع نور محمدی)

روایت ہذا میں ثابت ہوا اور علماء نے تصریح کر دی کہ یہ ادراج ابنِ شہاب زہری کی طرف سے ہے۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ امام مسلم بن حجاج نے مسلم شریف جلد ثانی کتاب الایمان و النذور میں ابنِ شہاب زہری کے متعلق لکھا ہے کہ ابن شہاب زہری بعض دفعہ عمدہ اسانید کے ساتھ روایات ذکر کر دیتے ہیں، ان کے نقل کرنے میں وہ متفرد ہوتے ہیں اور کوئی راوی ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتا۔ امام مسلم کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"قال ابو الحسین (مسلم بن حجاج القشیری) ھذا الحرف (قولہ تعالیٰ اقامرك فلیتصدق) لا یرویہ احد غیر الزھری قال وللزھری نحوا من تسعین حرفا یرویہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یشارکہ فیہ احد باسانید جیاد"

(مسلم شریف جلد ثانی ۔کتاب الایمان والنذور۔ النہی عن الحلف لغیر اللہ)

(۳)

تیسری یہ چیز معروض ہے کہ مسلم شریف جلد ثانی. کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت ہے:۔

".... سُفیانُ بنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھرِی سَمِعَ جُبَیرَ بنَ مُطعِمٍ عَنْ اَبِیہِ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا اَحمَدُ وَاَنَا المَاحِی الَّذِی یُمحٰی بِیَ الکُفرُ وَاَنَا الحَاشِرُ الَّذِی یُحشَرُ النَّاسُ عَلٰی عَقِبِی وَاَنَا العَاقِبُ وَالعَاقِبُ الَّذِی لَیسَ بَعدَہٗ نَبِیٌّ"

اِس کے بعد اسی باب کی تیسری سند میں مذکور ہے کہ وفی حدیث معمر قال قلتُ للزهری وَمَا العَاقِبُ؟ قَالَ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ"

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۱ کتاب الفضائل باب فی اسمائہ)

عاقب کی یہ تفسیر زُہری نے کی ہے۔ اس کو عُلماء نے اِدراج فی الروایۃ کہا ہے۔ چنانچہ علّامہ سیوطیؒ نے تنویر الحوالک شرح مؤطّا امام مالک جلد ثالث کے آخر میں مذکور حدیث (وَ اَنَا العَاقِبُ) کے تحت ذکر کیا ہے کہ:

"زَادَ مُسْلِمٌ وَغَیْرُہٗ مِنْ طَرِیْقِ ابْنِ عُیَیْنَۃَ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ وَھُوَ مُدْرَجٌ مِنْ تَفْسِیْرِ الزُّھْرِیْ"

(تنویر الحوالک شرح مؤطّا مالکؒ۔ ج ۳ ص ۱۶۳ آخر جلد ثالث۔ طبع مصری)

یہ چند چیزیں صرف مسلم شریف سے نقل کی گئی ہیں۔ بخاری شریف میں بھی زہریؒ کے اِدراج کو بعض علماء نے ذکر کیا ہے۔

اور مزید تسلّی کرنا مطلوب ہو تو اس کتاب کی بحث فدک کے حواشی کی طرف رجوع فرماویں۔ وہاں تاریخ کبیر امام بخاری اور فتح المغیث سخاوی اور الفقیہ والمتفقہ خطیب بغدادی وغیرہ سے چند اشیاء زہری کے متعلق جمع کی ہیں وہ ملاحظہ فرماویں۔

۔۔۔ ان تمام محولہ مقامات کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ چیز بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ شش ماہ تک تاخیرِ بیعت کی روایات میں رواۃ کی طرف سے اِدراج فی الروایۃ پایا گیا ہے (اگرچہ وہ روایات صحاح ستّہ میں پائی جاتی ہیں) اور اِدراج کرنے والے بزرگ علامہ ابن شہاب زُہری ہیں۔

اس کے بعد یہ مرحلہ باقی ہے کہ محدّث زُہریؒ کے اس قول کو (یا ان کے اِ[illegible] ظن [illegible] گا ان کو) اکابر علماء محدثین نے آیا تسلیم کر لیا ہے؟ یا اس کو ردّ کیا ہے؟ یا اس کے [illegible]لق

کوئی جرح و تنقید کی ہے؟ یا اس پر کچھ کلام کیا ہے؟

اب اس چیز کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ ناظرین با انصاف سے امید ہے کہ مندرجہ ذیل معروضات کو معاینہ و ملاحظہ فرما کر حق و انصاف کا ساتھ دینگے۔ (وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ)۔

محدّث زہریؒ کا قول علماء کی نظروں میں

حضرت علیؓ کی تاخیر بیعت کے متعلق جو (ابن شہاب) زہریؒ کا قول روایات میں مذکور پایا گیا ہے۔ اس کو بہت سے جید علماء نے مرجوح و متروک و ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان علماء کی تحقیقات اس مسئلہ کے متعلق ہم ایک ترتیب سے پیش کرتے ہیں۔

(۱)

فاضل بیہقی نے اپنی مشہور تصنیف السنن الکبریٰ جلد سادس میں فرمایا ہے کہ

"وَقَوْلُ الزُّهْرِيِّ فِيْ قُعُوْدِ عَلِيٍّ عَنْ بَيْعَةِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ فَاطِمَةُ مُنْقَطِعٌ وَحَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فِيْ مُبَايَعَتِهِ اِيَّاهُ حَتّٰى بُوْيِعَ بَيْعَةُ الْعَامَّةِ بَعْدَ السَّقِيْفَةِ اَصَحُّ الخ"

"زہریؒ (جو تابعین میں سے ہے) کا یہ قول کہ علی المرتضیٰؓ ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت کرنے سے فاطمۃ الزہراؓ کی وفات تک رکے رہے تھے (سنداً) منقطع ہے اور ابوسعید خدری (صحابی)، کی وہ روایت جس میں سقیفہ کے بعد متصلاً بیعت کرنا مروی ہے جبکہ عامۃ المسلمین نے بیعت کی تھی وہ (روایت متصل) اصح ہے"۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۳۰۰ جلد ۶ کتاب قسم الفیٔ والغنیمۃ)

تنبیہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی وہی روایت مراد ہے جو اوپر فصل اوّل

میں البدایہ و مستدرک حاکم وغیرہ [illegible] بیان کی گئی ہے جس کو امام مسلم و ابن خزیمہ وغیرہ محدثین نے صحیح فرمایا ہے۔

دوسری یہ عرض ہے کہ علامہ بیہقی نے اپنی دوسری تصنیف "الاعتقاد" میں واشگاف الفاظ میں اس مسئلہ کو مزید صاف کر دیا کہ حضرت علیؓ کی تاخیر بیعت کا مسئلہ محدث ابن شہاب زہریؒ کا اپنا قول منقطع ہے۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان نہیں ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

والذی روی ان علیاً لم یبایع ابابکرؓ ستة اشهر لیس من قول عائشةؓ انما هو من قول الزهری فادرجه بعض الرواة فی الحدیث عن عائشةؓ فی قصة فاطمةؓ وحفظه معمر بن راشد فرواه مفصلاً وجعله من قول الزهری منقطعاً من الحدیث وقد روینا فی الحدیث الموصول عن ابی سعید الخدریؓ ومن تابعه من اهل المغازی ان علیاً بایعه فی بیعة العامة بعد البیعة التی جرت فی السقیفة۔"

(الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۰ طبع مصر)

(۲)

حافظ ابن حجرؒ عسقلانی شرح بخاری فتح الباری جلد سابع آخر غزوۂ خیبر میں مسئلہ بیعت کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"وقد صحح ابن حبان وغیرہ من حدیث ابی سعید الخدری وغیرہ

"الفائدہ"

لہ قوله من حدیث ابی سعید الخدریؓ

قول ابی سعید ان علیاً بایع الصدیق وقت بیعة العامة اصح

(۱) لانه متصل وقول الزهری منقطع والمتصل راجح علی المنقطع۔ ۴۴

انّ علیاً بایع ابابکرؓ فی اوّل الامر و امّا ما وقع فی مسلم عن الزھری انّ رجلًا قال لہ لم یبایع علیٌ ابابکر حتّی ماتت فاطمۃ قال لا! ولا احد من بنی ھاشم فقد ضعفہ البیہقی بان الزھری لم یسندہ وانّ الروایۃ الموصولۃ اصح۔" (فتح الباری لابن حجر، ج ۷ ص ۳۹۹)

یعنی ابن حبّان اور دیگر علماء نے ابوسعید خدریؓ وغیرہ کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس میں علی المرتضیٰؓ کا ابوبکر الصدّیقؓ کے ساتھ اوّلاً ہی بیعت کر لینا مذکور ہے۔ اور جو مسلم شریف میں آیا ہے کہ زہری سے کسی صاحب نے دریافت کیا کہ ابوبکر الصدّیقؓ کے ساتھ علی المرتضیٰؓ نے وفات فاطمہؓ تک بیعت نہیں کی تھی؟ تو زہریؒ نے جواب دیا کہ وفاتِ فاطمہؓ تک بنی ہاشم میں سے کسی ایک نے بھی بیعت نہیں کی تھی۔ زہری کے اس قول کو فاضل بیہقیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس وجہ سے کہ زہری کا یہ قول مسند و متصل نہیں ہے اور ابوسعید خدری کی روایت موصول و متصل السند ہے فلہٰذا وہ قول زہری سے زیادہ صحیح ہے۔

(۳)

فاضل قسطلانی نے اپنی شرح بخاری مسمّٰی ارشاد الساری جلد ۸ ص ۱۵۸، آخر غزوۂ

---

۴۴ (۲) ولانہ قول الصحابی والزھری من صغار التابعین وقول الصحابی ارجح۔

(۳) ولان علیاً قبِلَ امامۃ الصدّیق فی الصلوٰۃ بامر النبی صلی اللہ علیہ وسلّم من غیر تاخیرٍ فکیف یتأخر فی بیعۃ الخلافۃ۔

(۴) ولانہ لم یقبل الخلافۃ بعد قتل عثمان الّا کرھًا لدفع الفتنۃ مع انّہ لم یکن حینئذٍ من یدانیہ فضلًا عمن یساویہ فکیف یتأمّل فی البیعۃ عند وجود الصدّیق۔

(من جانب العلّامہ مولانا شمس الحق افغانی)

خیبر میں فتح الباری مذکور کے حوالہ سے وہی سابق تنقیح و تحقیق درج کی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:۔

و قد صحح ابن حبان وغیرہ من حدیث ابی سعید الخدریؓ ان علیاً بایع ابابکرؓ فی اول الامر واما ما فی مسلم عن الزہری ان رجلاً قال لہ لم یبایع علی ابابکر حتی ماتت فاطمۃ قال و لا احد من بنی ہاشم فقد ضعفہ البیہقی بان الزہری لم یسندہ وان الروایۃ الموصولۃ عن ابی سعید اصح "

(ارشاد الساری شرح بخاری جلد ہشتم ص ۵۸ للقسطلانی)

(ترجمہ سابق کافی ہے) گویا حافظ ابن حجر کی تحقیق کی فاضل قسطلانی نے حرف بحرف تصدیق کر دی۔ یعنی بیہقی اس تحقیق میں منفرد نہیں رہے بلکہ بعد کے علماء اس کی تائید و تصویب کر رہے ہیں۔

اس کے بعد مولانا حیدر علی فیض آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تالیف "منتہی الکلام" میں اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) ۔ ۔ ۔ پس احادیث اصحاب رضی اللہ عنہم کہ شریک واقعہ (بیعت) باشند بمقتضائے حدیث لیس الخبر کالمعاینۃ بر حدیث ام المومنین مسلمؓ کہ حضور او دراں مجامع ۔ ۔ ۔ ہرگز ثابت نیست رجحانے داشتہ باشد

(۲) چہ جائے آنکہ محصلش نفی بیعت تا شش ماہ بود و محصول روایات اصحاب بیعت مرتضوی قریب وفات جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باشد کہ اسہل از نفی مذکور است و قد ثبت ان الاثبات مقدم علی النفی۔

(۳) در روایت معرفت امام یعنی من لم یعرف امام زمانہ مات میتۃً جاہلیۃً و مانند آن کہ در کتب معتمدہ مندرج است مؤید ہمیں ست کہ طول مکث در بیعت واقع نشدہ " (کتاب منتہی الکلام ص ۵۲ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ از مولانا حیدر علیؒ طبع قدیم)

(۴) پھر اس بحث کو تمام کرتے ہوئے شرح بخاری کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ:

"میتوانم گفت کہ ایں روایت کہ دال بر تاخیر بیعت ست بہ سبب عدم اتصال اسناد زہری ضعیف ست وغیر مقبول و روایت ابی سعید کہ متلوّن آں بیعت امیر المؤمنین و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما روز اول ست مسند و موصول پس ایں البتہ اصح خواہد بود و بحمد اللہ کہ طریق تطبیق و دفع اختلاف روایات عقلاً و نقلاً آشکارا شد و ضرورتے بداں نماند کہ گویم بیعت اولیٰ نوعی باختفاء و ثانیہ باعلانیہ واقع شدہ"

(کتاب منتہی الکلام ص ۵، مطبوعہ قدیمی ۱۲۸۲ھ نول کشور لکھنؤ)

حاصل کلام یہ ہے کہ کتاب منتہی الکلام میں چار چیزیں یہاں مذکور ہوتی ہیں۔

(۱)

ایک تو یہ ہے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ کے موافق جو حضرات صحابہ کرامؓ واقعہ ہذا میں شریک و شامل تھے ان کی روایات امّ المومنین کی روایت کے بہ نسبت راجح ہونگی اس لیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کا ان بیعت کی مجالس میں شامل و شریک ہونا ہرگز ثابت نہیں۔

تنبیہ۔ (یہ توجیہات اس تقدیر پر ہیں کہ تمام روایات کو حضرت عائشہ کا مقولہ فرض کر لیا جائے)۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ ششماہ والی روایت کا حاصل بیعت کی نفی کرنا ہے۔ اور دیگر اصحاب کی روایات کا ما حاصل اثباتِ بیعت ہے جو کہ نفی سے زیادہ آسان ہے اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے یعنی مثبت روایات اخذ کی جاتی ہیں اور نفی کنندہ ترک کی جاتی ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر نے بھی البدایہ میں مسئلہ ہذا کے تحت یہی قاعدہ (دا المثبت مقدم

علی الثانی) درج کیا ہے"۔

مولانا حیدر علیؒ اس قاعدہ کو پیش کرنے میں منفرد نہیں ہیں۔ ابن کثیرؒ جیسے کبار علماء نے اس قاعدہ کو اس موقعہ پر درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (البدایہ جلد پنجم ص ۲۸۶)

(۳)

تیسرا یہ کہ روایات میں مذکور ہے، زمانہ کے امام کی معرفت و تصدیق ضروری امر ہے تو یہ چیز بھی اس کی مؤید ہے کہ حضرت علیؓ نے بیعت کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کی (تاکہ وعید کا مصداق نہ بن سکیں)۔

(۴)

چوتھی یہ چیز ہے کہ تاخیر بیعت کی روایت جو ابن شہاب زہریؒ کے ذریعہ مروی ہے وہ اسناد غیر متصل (اور منقطع) ہونے کی وجہ سے ضعیف اور غیر مقبول ہے اور ابو سعید (وغیرہ) کی روایت جس سے حضرت علیؓ و زبیرؓ کی تعجیلاً بیعت ثابت ہوتی ہے وہ مسند و موصول ہے پس یہ روایت صحیح تر ہو گی۔ اب اس طرح تطبیق و توجیہ کی وجہ سے اس قول کی حاجت نہیں رہی کہ دو بار بیعت ہوئی تھی ایک خفیہ ہوئی تھی، دوسری علانیہ ہوئی تھی۔

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ ابن شہاب زہریؒ کے قول ہٰذا کے متعلق اکابر علماء کی آراء اور تبصرے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ آخر میں اصول و قواعد کے پیش نظر یہی عرض کیا جاتا ہے کہ محدث زہری کا یہ قول کسی صحابی کی طرف منسوب نہیں۔ یہ ان کا اپنا بیان ہے اور خود شرکاء واقعہ صحابۂ کرام کا بیان اس کے مقابلہ میں راجح اور مقبول ہو گا اور زہریؒ کا اپنا قول مرجوح اور متروک ہو گا"۔

حافظ ابن کثیرؒ کی تحقیق

مندرجہ بالا تحقیقاتِ علماء کے آخر میں حافظ ابن کثیر عماد الدین الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا

ایک قول اسی مسئلہ بیعت کے متعلق پیش کرنا ضروری ہے وہ ملاحظہ فرمادیں۔ اس نے مسئلہ ہذا کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ اگرچہ ابن کثیرؒ کا یہ قول قبل ازیں بھی درج ہو چکا ہے تاہم بطور یاددہانی کے بحث ہذا کے آخر میں درج کرنا مناسب ہے۔

هِيَ مُبَايَعَةُ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اِمَّا فِيْ اَوَّلِ الْيَوْمِ اَوْفِي الْيَوْمِ الثَّانِي مِنَ الْوَفَاةِ وَهٰذَا حَقٌّ فَاِنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ اِنَّهٗ لَمْ يُفَارِقِ الصِّدِّيْقَ فِيْ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ وَلَمْ يَنْقَطِعْ فِيْ صَلٰوةٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ خَلْفَهٗ كَمَا سَنَذْكُرُهٗ وَخَرَجَ مَعَهٗ اِلٰى ذِي الْقَصَّةِ لَمَّا خَرَجَ الصِّدِّيْقُ شَاهِرًا سَيْفَهٗ يُرِيْدُ قِتَالَ اَهْلِ الرِّدَّةِ "

(البدایہ جلد پنجم بحث یوم السقیفہ، ج ۵، ص ۲۴۸-۲۴۹)

یعنی علی المرتضیٰؓ کا ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت کرنا وفاتِ نبوی کے پہلے روز یا دوسرے روز میں ہی ثابت ہے اور یہی بات حق ہے۔ اس لیے کہ

(۱) حضرت علیؓ ابوبکر الصدیقؓ سے کسی وقت میں بھی جدا نہیں ہوئے (مشورہ و مشاورہ میں بھی ساتھ رہتے تھے)۔

(۲) اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھنا منقطع نہیں کیا۔ ہر نماز باجماعت ان کی اقتدا میں ادا کرتے تھے۔

(۳) جب ابوبکر الصدیقؓ مرتدین کے قتال اور جنگ کے لیے تیغ برہنہ (یعنی ننگی تلوار) لے کر نکلے ہیں تو علی المرتضیٰؓ بھی ان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے تھے۔

یہ تمام اشیاء اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ حضرت علیؓ کی بیعت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ تعجیلاً وابتداءً ہی واقعہ ہوئی۔ اس میں کوئی تاخیر نہیں پیش آئی۔

اور اگر حضرت علی المرتضیٰؓ نے صدیق اکبرؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت نہیں کی تھی تو بعض قبائل کے ارتداد کے موقعہ پر ان کے ساتھ جنگ و قتال کے لیے حضرت علیؓ بغیر بیعت کرنے

کے صدیقِ اکبرؓ کے ساتھ کیسے شامل و شریک ہو گئے (اہلِ فہم غور فرمادیں)۔

ایک تائیدی روایت

تاخیرِ بیعت کی ششماہ والی روایت کے جواب میں اکابر محدثین و مشاہیر علماء کی تحقیقات اور اقوال پیش کیے گئے ہیں۔

اب تعجیلِ بیعت کی تائید میں سعید بن زید صحابی کا ایک بیان ذکر کیا جاتا ہے جس میں بالتصریح منقول ہے کہ بیعت صدیقی میں کسی صحابی نے تاخیر نہیں کی تھی۔ حضرت سعید کا یہ قول ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ طبری بحث السقیفہ میں باسند نقل کیا ہے۔

.... قَالَ عمرو بن حریث لسعید بن زید أَشَهِدْتَّ وَفَاةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ!! قَالَ فَمَتٰی بُوْیِعَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ یَوْمَ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَرِھُوْا اَنْ یَبْقَوْا بَعْضَ یَوْمٍ وَلَیْسُوْا فِیْ جَمَاعَۃٍ قَالَ فَخَالَفَ عَلَیْہِ اَحَدٌ؟ قَالَ لَا! اِلَّا مُرْتَدٌّ اَوْمَنْ قَدْ کَادَ اَنْ یَرْتَدَّ لَوْلَا اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُنْقِذُھُمْ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَھَلْ قَعَدَ اَحَدٌ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ قَالَ لَا! تَتَابَعَ الْمُھَاجِرُوْنَ عَلٰی بَیْعَتِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَدْعُوْھُمْ۔

(تاریخ ابن جریر طبری جلد ۳ ص ۲۰۱ - جلد ثالث تحت السقیفہ)

فوائد روایت ھذا

(۱) سعید بن زید صحابی وفات نبوی کے موقعہ میں حاضر و موجود تھے۔

(۲) صدیقِ اکبرؓ کے ہاتھ صحابہ کرامؓ نے اسی روز بیعت کی تھی۔ اس میں کوئی تاخیر واقع نہیں ہوئی

(۳) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بغیر امیر و بغیر جماعت کے ایک یومِ سالم گذارنا بھی ناگوار معلوم ہُوا (چہ جائیکہ کئی ماہ تاخیر کرتے)۔

(۴) مرتدوں کے بغیر کسی نے اس امر میں مخالفت نہ کی۔

(۵) افتراق سے اللہ نے انصار کو بچالیا۔

(۶) مہاجرین نے تعجیلاً بیعت کرلی اور ان میں سے بیعت کے معاملہ میں کوئی فرد متخلف نہیں رہا۔

(۷) سعید بن زید کے اِس بیان کے ذریعہ ابو سعید خدریؓ کی روایت کی تصدیق و تائید و تصحیح ہُوئی جس میں تعجیلِ بیعت مذکور ہے۔ (الحمد للہ)

قابلِ تنقیح چند دیگر روایات

اب چند دوسری روایات جو اس موقعہ سے متعلق ہیں صحاح ستّہ کے ماسوا (غیر صحاح) کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان روایات سے اِحراق باب فاطمہؓ کا طعن بڑی تندو مد سے تجویز کیا جاتا ہے ان کے متعلق چند معروضات پیش کرنے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ اس بحث پر فصل ثانی ختم کر دیا جائے گا۔ پہلے یہ روایت بطور نمونہ اپنے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔ پھر اس پر کلام پیش خدمت ہو گا۔

.... اتی عمر بن الخطاب منزل علی وفیہ طلحۃ والزبیر و رجال من المهاجرین فقال واللہ لا حرقن علیکم او لتخرجن الی البیعۃ فخرج علیہ الزبیر مصلتا بالسیف فعثر فسقط السیف من یدہ فوثبوا علیہ فاخذوہ ۔

اس نوع کی روایات کے متعلق اصل چیز تو وہی درست ہے جو مولانا حیدر علی صاحب منتہی الکلام نے اپنی تصنیف ہذا میں بعبارت ذیل درج کی ہے کہ:

"این ہمہ تہمتہائے صنادید یہود صنعاء و مجوس ایران ست کہ زخمہائے نمکین از دست فاروق در جگر داشتند و تخمہائے ضغائن دیرینہ در مزرع سینہ می کاشتند و عنقریب بروایات معتمدہ خواہی دانست کہ چوں صدیق خواست کہ برائے تنبیہ مانعین زکوٰۃ پرداز فاروق بحمایت شاں برخواست و حق کلمہ گوئی آنہا بیاد آورد فما ظنک فی اہل البیت الطاہرین عند نصب افضل الصدیقین"

(منتہی الکلام، ص ۵۳) از مولانا حیدر علی، طبع قدیمی نول کشور لکھنؤ)

مولانا حیدر علی مرحوم کا کلام ہذا روایاتِ متعلقہ مطاعن کے لیے صحیح ہے۔ مزید براں یہ تحریر ہے۔

(۱) مندرجہ بالا قسم کی روایات عموماً متناً شاذ و سنداً منقطع پائی گئی ہیں جو متصل السند روایات کے مقابلہ میں متروک ہیں۔ زید بن اسلم اور اس کا والد اسلم یا زیاد بن کلیب وغیرہ، یہ لوگ خود واقعہ ہذا میں شامل نہ تھے۔ ھذا ہو الانقطاع۔

خصوصاً مندرجہ روایت کا راوی (ابن حمید) کذاب تھا اور جھوٹ بولنے میں ماہر تھا اس وجہ سے یہ مردود ہے۔

(۲) اس موقعہ کی روایات صحیحہ کے خلاف اور معارض یہ روایت پائی گئی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ کل خبر واحد دل العقل او نص الکتاب او الثابت من الاخبار او الاجماع او الادلۃ الثابتۃ المعلومۃ علی صحتہ وُجِدَ خبرٌ آخر یعارضہ فانہٗ یجبُ اِطراحُ ذٰلک المُعارِضِ"

(کتاب الکفایۃ للخطیب البغدادی، ص ۴۳۴۔

مطبوعہ حیدر آباد دکن دائرۃ المعارف)۔

(۳) مندرجہ بالا قسم کی روایات خبر آحاد ہیں جن سے مطاعن تجویز کیے جاتے ہیں اور

اس مقام کا قاعدہ یہ ہے جو علامہ فخرالدین رازی نے کتاب الاربعین میں درج فرمایا ہے:

"إِنَّ مَا ذَكَرْنَاهُ مِنَ الدَّلَائِلِ عَلَىٰ إِمَامَةِ أَبِي بَكْرٍ دَلَائِلُ يَقِينِيَّةٌ وَمَا ذَكَرْتُمُوهُ مِنَ الْمَطَاعِنِ مُحْتَمَلٌ وَالْمُحْتَمَلُ لَا يُعَارِضُ الْيَقِينَ"

(کتاب الاربعین ص ۴۶۴ - از امام فخرالدین رازی - مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن)

(۴) نیز گذارش ہے کہ کبار علماء نے اس نوع کی روایات کے متعلق (جو مناقشہ انگیز اور منافرت خیز ہوں) یہ ضابطہ بھی بطور نصیحت ذکر کیا ہے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں ابن دقیق العید سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"قال ابن دقیق العید فی عقیدته وما نقل فیما شجر بینهم و اختلفوا فیه فمنه ما هو باطل وکذب فلا یلتفت الیه - وما کان صحیحا اولناه تاویلا حسنا لان الثناء علیهم من الله سابق وما نقل من الکلام اللاحق محتمل للتاویل - والمشکوک والموهوم لا یبطل الْمُحَقَّقَ وَالْمَعْلُومَ (هذا)"

(شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری ص ۸۶ - ۸۷ - مطبوعہ مطبع مجیدی کانپوری تحت المتن ولا نذکر الصحابۃ الا بخیر الخ)

ان معروضات پر اب اکتفاء کرتے ہوئے فصل ثانی جو روایات کے جوابات کے لیے مخصوص تھی تمام کی جاتی ہے۔

فصل سوم

اثباتِ بیعت کی تائیدی روایات

مسئلہ اوّل کی دو فصل تمام ہو چکے ہیں۔ اب تیسری فصل میں ان روایات کو درج کرنے کا ارادہ ہے جو فصل اوّل میں مندرجہ روایات کی مؤید اور مصدق ہیں۔ ان مرویات میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال و اعمال و احوال کے ذریعہ روز روشن کی طرح مسئلہ ہذا واضح ہو جائے گا کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے ساتھ بخوشی و رضامندی ان دنوں میں ہی بیعت کر لی تھی اور کوئی زیادہ تاخیر نہیں ہوئی تھی۔ یہ ان کی دیانت، امانت و تقویٰ، باہمی حسن سلوک اور خوش معاملگی کی بیّن دلیل ہے۔

اب ہم ہر ایک روایت کو مع ترجمہ ذکر کر دیں گے۔ زیادہ تشریح و توضیح کی حاجت نہیں ہو گی۔

۔۔۔ حفص بن سفیان عن اسماعیل بن اُمیّة عن سعید بن المسیّب قال خرج علی بن ابی طالبؓ لبیعة ابی بکر فسمع مقالة الانصار قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَیُّکُمْ یُؤَخِّرُ مَنْ قَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ فَجَاءَ عَلِیٌّ بِکَلِمَۃٍ لَمْ یَأْتِ بِھَا اَحَدٌ مِّنْھُمْ۔"

"حاصل یہ ہے کہ حضرتِ علیؓ صدیقِ اکبرؓ کی بیعت کے لیے گھر سے باہر تشریف لائے پس راستہ میں بعض انصار سے بیعت کے متعلق کچھ کلام سُنی تو

فرمانے لگے لوگو! جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے مقدم فرما دیا اس کو کون مؤخر کر سکتا ہے؟ سعید مذکور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایسی (وزنی) بات فرمائی ہے کہ کوئی شخص بھی ایسی بات نہیں کہہ سکا۔"

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری، ص ۵ مطبوعہ منجانب مکتبۃ الدینیۃ السلفیہ، ملتان

(۲) کنز العمال، ج ۴ ص ۱۴۱ بحوالہ العشاری واللالکائی والاصبہانی فی الحجۃ۔ روایت ۲۲۴۲ طبع قدیم دکن)

(۲)

ابن عبد البر قرطبی نے مندرجۂ ذیل روایت اور اس کی ہم معنی روایات کو کتاب التمہید (علی معانی الموطا للمالک) میں مفصل بیان کیا ہے۔ افسوس ہے کہ تا حال ہمیں کتاب التمہید کامل دستیاب نہیں ہوسکی۔ صرف الاستیعاب سے اس کے نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ:

"۔۔۔ روی الحسن البصری عن قیس بن عبادۃ قال قال لی علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرِضَ لَیَالِیَ وَاَیَّامًا یُنَادِیْ بِالصَّلٰوۃِ فَیَقُوْلُ مُرُوْا اَبَابَکْرٍ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ۔ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَظَرْتُ فَاِذَا الصَّلٰوۃُ عَلَمُ الْاِسْلَامِ وَقِوَامُ الدِّیْنِ فَرَضِیْنَا لِدُنْیَانَا مَنْ رَضِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِدِیْنِنَا فَبَایَعْنَا اَبَا بَکْرٍ وقد ذکرنا ھذا الخبر وکثیرا مثلہ فی معناہ عند قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مروا ابابکر فلیصل بالناس) واوضحنا ذالک فی التمہید والحمد للہ۔" (الاستیعاب لابن عبد البر مع اصابہ

ج ۲، ص ۲۴۲ - جلد ثانی، تذکرہ عبداللہ بن ابی قحافہ (ابوبکرؓ)

"خلاصہ یہ ہے کہ قیس کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری ایام میں کئی روز بیمار رہے اور فرمان دیتے رہے کہ لوگوں کو ابوبکر نماز پڑھایا کریں (چنانچہ ایام مرض میں ابوبکر نمازیں پڑھاتے رہے) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو میں نے بات میں غور وفکر کیا کہ "نماز اسلام کا نشان" ہے اور "دین کے قیام کا ذریعہ" ہے۔ پس دین کے اس اہم کام کے لیے جس شخص کو نبی اقدس صلعم نے ہمارے لیے پسند فرمایا تو ہم نے دنیاوی امور (خلافت) کے لیے بھی اسی شخص کو پسند کیا اور اس پر راضی ہو گئے۔ پس ہم نے ابوبکر کے ساتھ بیعت کی۔"

(۱) استیعاب، ج ۲ ص ۲۴۲ - ذکر ابوبکر الصدیقؓ -

(۲) ریاض النضرہ لمحب الطبری، ج ۱ ص ۱۹۶ - مصری طبع)

(۳)

.... عن ابی الجحاف قَالَ لَمَّا بُوِیعَ اَبُوبَکرٍ وَبَایَعَهُ النَّاسُ قَامَ یُنَادِی ثَلَاثًا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ اقلتکم بیعتکم فقال علیؓ واللہِ لا نقیلک ولا نستقیلک قدمك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوۃ فمن ذا یؤخرك ؟

"یعنی ابوالجحاف کہتا ہے کہ جب ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ لوگوں نے بیعت کی۔ اس کے بعد ابوبکر الصدیقؓ نے (ایک بار) کھڑے ہو کر (مجمع کے سامنے تین بار آواز دے کر فرمایا کہ لوگو! میں تمہاری بیعت واپس کرتا ہوں (یعنی کسی دوسرے صاحب کو خلیفہ تجویز کر لو) اس وقت حضرت علی المرتضیٰ نے جواب میں فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی قسم نہ ہم از خود بیعت کو واپس کرتے ہیں اور نہ آپ سے بیعت

کی واپسی کی خواہش کرتے ہیں۔ آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں مقدم فرما دیا۔ اب کونسی ہستی، آپ کو مؤخر کر سکتی ہے؟

(۱) انساب الاشراف بلاذری، ج ۱ ص ۵۸۷ طبع جدید مصری

(۲) ریاض النضرۃ لمحب الطبری: ج ۱، ص ۲۲۶۔

(۴)

"عن زید بن علی عن آبائہ قال قام ابوبکر علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال هل من کارہ فاقیلہ ثلاثا یقول ذالک فعند ذالک یقوم علی بن ابی طالب فیقول لا! واللہ لا نقیلک ولا نستقیلک من ذا الذی یؤخرک وقد قدمک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟"

"مطلب یہ ہے کہ امام زید بن علی اپنے آباء کرام سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابوبکر منبر نبوی پر تشریف فرما ہوتے فرمانے لگے کہ کوئی شخص میری (اس بیعت) کو ناپسند کرتا ہو تو میں اقالہ (واپسی بیعت) کے لیے تیار ہوں۔ تین مرتبہ ان کلمات کو دہراتے رہے۔ جواب میں حضرت علی المرتضی فرمانے لگے کہ اللہ کی قسم نہ ہم خود اقالہ (واپسی بیعت) کرتے ہیں اور نہ آپ سے بیعت کی واپسی کی خواہش کرتے ہیں۔ آپ کو رسول خدا نے مقدم فرما دیا۔ دوسرا کون مؤخر کر سکتا ہے؟"

(کنز العمال بحوالہ ابن النجار، جلد ثالث ص ۱۴۰ طبع اول قدیمی، دکن)

(۵)

ابو طالب عشاری نے اپنے فضائل میں باسند روایت درج کی ہے کہ . . .

"حدثنا ابو عوانۃ عن خالد الحذاء عن عبد الرحمن بن ابی بکرۃ قال اتانی علی بن ابی طالب عائدا فقال توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَبَایَعَ النَّاسُ اَبَا بَکْرٍ فَبَایَعْتُ وَرَضِیْتُ۔ ثُمَّ تُوُفِّیَ اَبُوْبَکْرٍ فَاسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَبَایَعْتُ وَرَضِیْتُ۔ ثُمَّ تُوُفِّیَ عُمَرُ فَجَعَلَهَا شُوْرٰی فَبَایَعُوْا عُثْمَانَ فَبَایَعْتُ وَرَضِیْتُ۔"

حاصل یہ ہے کہ "عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ ذکر کرتے ہیں کہ علی المرتضیٰؓ میری بیمار پرسی کی خاطر تشریف لاتے۔ اس موقعہ پر ذکر فرمایا کہ حضور نبی کریم کی وفات ہوئی تو لوگوں نے ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کی، میں نے بھی بیعت کی اور اس پر رضامند ہوا۔ پھر ابوبکرؓ فوت ہوئے اور عمر بن الخطابؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو میں نے بیعت کی اور رضامند ہوا۔ پھر عمر فوت ہوئے تو انہوں نے ایک مجلس مشاورۃ مقرر کردی۔ پس لوگوں نے (اس صورۃ میں) عثمان کے ساتھ بیعت کی، پس میں نے ان سے بیعت کی اور رضامند ہوا۔"

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص۵)

"۔۔۔ عن قیس بن عباد قال قال علی بن ابی طالبؓ وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّۃَ وَبَرَءَ النَّسْمَۃَ لَوْعَهِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَهْدًا لَجَاهَدْتُ عَلَیْهِ وَلَمْ اَتْرُكْ اِبْنَ قُحَافَۃَ یَرْقٰی دَرَجَۃً وَاحِدَۃً مِّنْ مِنْبَرِهٖ۔"

یعنی قیس بن عبادہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم ہے جس نے دانہ کو اگایا اور روح کو پیدا کیا۔ اگر سرور کائنات نے میرے لیے کوئی عہد و پیمان (خلافتِ متصلہ کے بارے میں) فرمایا ہوتا تو اس پر میں قوت اور زور سے قائم رہتا اور میں ابوبکر کو منبر نبوی کی ایک سیڑھی پر بھی نہ چڑھنے دیتا۔"

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق، ابوطالب عشاری ص ۵۔

(۲) کنز العمال علی متقی ہندی جلد ثالث ص ۱۴۱ (طبع قدیم)

گذشتہ روایات ملاحظہ کرنے کے بعد اب مزید واقعہ جمل کے دور کی روایات کا بھی مطا

... عن علیؓ اَنَّہٗ قَالَ یَوْمَ الْجَمَلِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَعْہَدْ اِلَیْنَا عَہْدًا نَاْخُذُ بِہٖ فِی الْاِمَارَۃِ وَلٰکِنَّہٗ شَیْئٌ رَاَیْنَاہُ مِنْ قِبَلِ اَنْفُسِنَا فَاِنْ یَکُ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰہِ ثُمَّ اسْتُخْلِفَ اَبُوْبَکْرٍ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَاَقَامَ وَاسْتَقَامَ ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی عُمَرَ فَاَقَامَ وَ اسْتَقَامَ حَتّٰی ضَرَبَ الدِّیْنُ بِجِرَانِہٖ ۔" (۱) مسند احمد، ج ۱ ص ۱۱۴، مسندات مرتضوی (۲) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۴ طبع مصر۔ (۳) کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۱۔ عن فی الدلائل

" یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ جنگ جمل کے روز انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امارت و خلافت کے بارہ میں ہمیں کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی اور نہ ہی کوئی عہد و پیمان لیا تھا لیکن یہ ہمارا اپنا خیال تھا کہ (ہم بھی حقدار ہیں) اگر یہ بات درست ہو تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ پھر ابوبکر خلیفہ ہوئے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، انہوں نے (دین کو) درست کیا اور خود بھی (دین پر) ٹھیک طریقہ سے قائم رہے۔ پھر عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ انہوں نے (دین کو) قائم کیا۔ اور (دین پر) مستقیم رہے حتیٰ کہ دین نے خوب قرار پایا ۔"

(۸)

" حدثنی مالک عن الزہری حدثنی سعید بن المسیب حدثنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال لَمَّا وَلِیَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ لَہٗ رَجُلٌ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ کَیْفَ تَخَطَّاکَ الْمُہَاجِرُوْنَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاَنْتَ اَکْرَمُ مَنْقَبَۃً وَاَقْدَمُ سَابِقَۃً فَقَالَ لَہٗ لَوْلَا اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِذَہُ اللّٰہِ لَقَتَلْتُکَ وَلَئِنْ بَقِیْتَ لَتَاْتِیَنَّکَ رَوْعَۃٌ حَصْرًا وَیْحَکَ

اِنَّ اَبَا بَکْرٍ سَبَقَنِیْ اِلٰی اَرْبَعٍ لَمْ اُوْتِهِنَّ وَلَمْ اَعْتَضْ مِنْهُنَّ بِشَیْءٍ اِلٰی مُرَافَقَةِ الْغَارِ وَاِلٰی تَقَدُّمِ الْهِجْرَةِ وَاِنِّیْ اٰمَنْتُ کَبِیْرًا وَاٰمَنَ صَغِیْرًا وَاِلٰی اِقَامِ الصَّلٰوةِ"

"حاصل یہ ہے کہ جب علی المرتضیٰؓ خلافت کے والی ہوئے تو ایک شخص نے آپ کو کہا کہ مہاجرین و انصار نے انتخاب میں آپ کو چھوڑ کر ابوبکرؓ کی طرف کس طرح قدم اٹھایا حالانکہ آپ عزت میں زیادہ مکرم ہیں اور ابتدائی احوال میں بیشتر مقدّم ہیں تو جواب میں فرمانے لگے اگر امیر المومنینؓ (یعنی خود حضرت علیؓ) کو اللہ تعالیٰ نے تیرے قتل سے نہ بچایا ہوتا تو وہ تجھے قتل کر دیتا۔ اگر تو زندہ رہا تو تجھے میری جانب سے خوف لاحق ہو گا (جو تجھے اس غلط نظریہ سے روک دیگا) اور بیچارے تم جانتے ہو کہ ابوبکرؓ نے چار چیزوں میں مجھ سے سبقت کی۔ میں نہ ان کو کر سکا ہوں اور نہ ان کے عوض میں کوئی کام کیا۔ ایک تو غار کی رفاقت نبوی۔ دوسرا ہجرت میں تقدم اور معیت تیسرا میرا کم سنی میں ایمان لانا اور ان کا عمر رسیدہ ہو کر ایمان لانا۔ چوتھا (بطور نیابت) نماز قائم کرنے کے لیے ان کو ہی مقرر کیا گیا۔

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص ۴۔
مطبوعہ مع ثلاثیات البخاری مکتبہ اسلامیہ سلفیہ ملتان)

(۹)

عن الحسن قال لما قدم علی البصرۃ فی امر طلحۃ واصحابہ قام عبد اللہ بن الکواء وابن عباد فقال یا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَخْبِرْنَا عَنْ مَسِیْرِکَ هٰذَا اَوَصِیَّةٌ اَوْصَاکَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمْ عَهْدٌ عَهِدَهٗ اَمْ رَاْیٌ رَاَیْتَهٗ حِیْنَ تَفَرَّقَتِ الْاُمَّةُ وَاخْتَلَفَتْ

كلمتها فقال ما أكون أول من كذب عليه والله ما مات رسول الله
صلى الله عليه وسلم موتا فجاءة ولا قتل قتلا ولقد مكث في مرضه
كل ذلك يأتيه المؤذن فيؤذنه بالصلوة فيقول مروا أبا بكر
فليصل بالناس ولقد تركني وهو يرى مكاني ولو عهد إلي شيئا
لقمت به . . . . فلما قبض رسول الله صلى الله
عليه وسلم نظر المسلمون في أمرهم فإذا رسول الله صلى الله
عليه وسلم قد ولى أبا بكر أمر دينهم فولوه أمر دنياهم فبايعه
المسلمون وبايعته معهم فكنت أغزو إذا أغزاني وآخذ إذا
أعطاني وكنت سوطا بين يديه في إقامة الحدود فلو كانت محاباة
عند حضور موته لجعلها في ولده فأشار لعمر ولم يأل فبايعه
المسلمون وبايعته معهم فكنت أغزو إذا أغزاني وآخذ
إذا أعطاني وكنت سوطا بين يديه في إقامة الحدود وكانت
محاباة عند حضور موته لجعلها في ولده وكره أن يتخير منا معشر
قريش رجلا فيوليه أمر الأمة فلا تكون منه إساءة لمن بعده
إلا لحقت عمر في قبره فاختار منا ستة أنا فيهم لنختار للأمة
رجلا فلما اجتمعنا وثب عبد الرحمن بن عوف فوهب لنا
نصيبه منها على أن نعطيه مواثيقنا على أن يختار من الخمسة
رجلا فيوليه أمر الأمة فأعطيناه مواثيقنا فأخذ بيد عثمان
فبايعه ولقد عرض في نفسي عند ذلك فلما نظرت في أمري فإذا
عهدي قد سبق بيعتي فبايعت وسلمت وكنت أغزو إذا أغزاني
وآخذ إذا أعطاني وكنت سوطا بين يديه في إقامة الحدود

فقل عثمان نظرت فی امری فاذا الموتقتة التی کانت فی عنقی لابی بکر وعمر قد انحلت واذا العهد الذی لعثمان قد وفیتہ بہ الخ۔"

(۱) (الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۹۳-۱۹۴ طبع مصر)

(۲) کنز العمال (بحوالہ ابن راہویہ وصحح) ج ۶ ص ۸۲ جلد سادس طبع قدیم۔ کتاب الفتن تحت واقعۃ الجمل۔)

خلاصہ یہ ہے کہ حسنؓ سے روایت ہے جب طلحہؓ اور اس کی جماعت کے معاملہ میں حضرت علیؓ بصرہ تشریف لائے تو عبداللہ بن کواء وابن عباد حضرت علیؓ کی خدمت میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے امیرالمومنین آپ اس سفر کے متعلق فرمائیے؟ کیا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس کی وصیت فرمائی تھی؟ یا عہد و پیمان لیا تھا؟ یا آپ کی رائے ہے؟ جبکہ اُمت منتشر ہو رہی ہے اور کلمہ اتفاق منفرق ہو رہا ہے تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ میں حضور علیہ السلام کی جانب دروغ اور جھوٹ کی نسبت نہیں کر سکتا اللہ کی قسم سرور کائنات صلعم کی وفات کوئی اچانک و ناگہانی نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی نے آپ کو شہید کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض میں مریض رہے ہیں جب مؤذن آکر نماز کی اطلاع دیتا تو آپؐ فرماتے کہ ابوبکرؓ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں مجھے آپ چھوڑ کر (ان کو حکم فرماتے) حالانکہ میرے مقام کو آپ دیکھ رہے تھے۔ اگر کسی چیز کا عہد و پیمان میرے حق میں فرماتے تو میں اس کے (اتمام و تکمیل کے لیے) کھڑا ہو جاتا . . . .

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو مسلمانوں نے اپنے اس معاملہ میں نظر و فکر کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دین کے مسئلہ میں ابوبکرؓ

کو مقدم فرما دیا تھا تو مسلمانوں نے دنیاوی معاملات میں بھی ابوبکرؓ کو ہی متولی اور والی بنایا۔ اور مسلمانوں نے ان کی بیعت کی، مَیں نے بھی ان کے ساتھ ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ پس وہ جب جہاد کے لیے مجھے تیار کرتے مَیں ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتا اور جب ابوبکرؓ مجھے عطیات و ہدیات دیتے تو مَیں انہیں قبول کرتا اور مَیں ابوبکرؓ کے سامنے شرعی حدیں قائم کرنے میں شریک اور عملیلا رہتا تھا پھر ابوبکرؓ کی وفات کے وقت اگر وہ طرف داری اور اختصاص سے کام لیتے تو اپنی اولاد میں مخصوص کر دیتے لیکن انہوں نے عمر بن الخطابؓ کے حق میں اشارہ کر دیا اور اس مسئلہ میں ابوبکرؓ نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔

پھر مسلمانوں نے عمرؓ سے بیعت کی اور مَیں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ عمرؓ کی بیعت کی۔ جب وہ جہاد کے لیے مجھے آمادہ کرتے پس میں جہاد کرتا اور جب وہ تحفہ اور ہدیہ دیا کرتے تو اس کو مَیں حاصل کرتا اور اللہ کی حدیں جاری کرنے میں ان کا ذریعہ بنتا اور شریک کار رہتا۔

پھر عمر بن الخطابؓ اپنی موت کے وقت اگر اختصاص و جانبداری سے کام لیتے تو اس چیز کو اپنے قبیلہ میں (اولاد میں) مختص کر دیتے ——— انہوں نے کسی ایک آدمی قریشی کو منتخب کرنا ناپسند کیا۔ . . . .

. . . اور ہم میں سے چھ آدمیوں کی (ایک سب کمیٹی) انہوں نے مقرر کر دی۔ ان چھ نفر میں مَیں بھی شامل تھا تا کہ ہم ایک آدمی کو امت کے لیے نامزد کر دیں (مختصر یہ ہے) کہ ہم نے عبدالرحمن بن عوف کو اختیار دیا کہ جس کو وہ ان پانچ افراد میں سے پسند کریں امت کا متولی اور حاکم مقرر کر دیں۔ پس انہوں نے عثمان بن عفان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور بیعت کر دی۔ اس وقت مَیں اپنے دل میں غور کرنے لگا تو مَیں نے اس طرح فکر کیا کہ میرا عہد

میری بیعت سے سبقت کر چکا ہے پس میں نے عثمانؓ سے بیعت کی اور (معاملہ) ان کے سپرد کر دیا۔ جب وہ مجھے غزا اور جہاد کے لیے کہتے تو میں ان کے ساتھ تیار ہو جاتا اور جب وہ مجھے ہدایا و عطیات پیش کرتے تو میں ان کو وصول کرتا اور اللہ کے حدود قائم رکھنے میں میں ان کا وسیلہ اور ذریعہ بنا رہا۔ جب عثمانؓ قتل ہو گئے تو میں نے اس امر میں تدبّر و تفکّر کر کے خیال کیا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق جو پیمان و وعدہ تھا وہ میں نے پورا کر دیا اور جو عثمانؓ کے حق میں وعدہ تھا وہ بھی تمام کر دیا ہے (اس لیے میں اب اس کام کے لیے زیادہ حقدار ہوں) الخ۔

(کنز العمال ص۸۲ بحوالہ ابن راہویہ، جلد ۶، طبع اوّل قدیم)

ان روایات کے مختصر فوائد

۱۔ ابوبکر الصدیقؓ کے حق میں نماز میں تقدم جو حضور علیہ السلام کی جانب سے کی گئی تھی اسی کا لحاظ رکھتے ہوئے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان کو اب کون مؤخر کر سکتا ہے؟

۲۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ابوبکر الصدیقؓ کو جب ہمارے نبیؐ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرما لیا تو ہم دنیاوی معاملات میں بھی ان کو پسند کرتے ہیں، یعنی اپنا امیر و حاکم تسلیم کرتے ہیں۔

۳۔ ابوبکر الصدیقؓ نے جب اپنی انکساری و تواضع کے پیش نظر بیعت لہذا کی واپسی کی تجویز پیش کی تو حضرت علی المرتضیٰ نے یہ تجویز مسترد کر دی۔

۴۔ ان مندرجات میں تصریح آگئی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے تینوں خلفاء کرام سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا فاروق اعظمؓ، سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کے ساتھ بخوشی و رضامندی بیعت کی تھی۔ کوئی جبر و اکراہ و قہر و تشدد ہرگز واقع نہیں ہوا۔ سچ ہے کہ خ

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

۵ - اور روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت علیؓ تینوں خلفائے عظام رضی اللہ عنہم کے کارہائے خلافت میں ہمیشہ مددگار رہتے تھے شریک کار اور مشیر کار رہتے تھے۔ اور ان کے دورِ خلافت میں دین کے استحکام اور اسلام کی مضبوطی کی شہادت حضرت علیؓ نے اپنے قول و فعل سے دے دی جو ان کی حقانیت کی زبردست دلیل ہے۔ (فسبحان اللہ علی احسن اخلاصہم و مودتہم بین قلوبہم الصافیۃ)

شیعہ دوستوں کی کتابوں سے بیعت ابتدا کی تائید

تیسری فصل کے آخر میں مسئلہ بیعت کی تائیدی مرویات اب شیعہ کتب سے درج کرنے کا خیال ہے تاکہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا صدیق اکبرؓ کے ساتھ بیعت کرنے کا مسئلہ پوری طرح منقح اور واضح ہو جائے۔ ہم اہل السنۃ والجماعۃ حضرات تو پہلے ہی اس بیعت کو تعجیلاً صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اب شیعہ احباب کی کتابوں سے بھی ناظرین کرام اس کی مکمل تائید ملاحظہ فرماویں۔

اوّل - گذارش ہے کہ شیعہ اکابرین نے جہاں جہاں اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے ان مواقع میں نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ (۱) کبھی تو وہ فرماتے ہیں کہ جبر و اکراہ، مجبوری و اضطرار کی صورت میں حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کی تھی۔

دوم - گاہے ارشاد ہوتا ہے کہ فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے اور دفعِ شر کی خاطر بیعت کر لی تھی۔

سوم - بعض اوقات فرماتے ہیں کہ وقتی مصائب اور احداث یعنی بدید واقعات پیش آنے کی وجہ سے بیعت کی گئی تھی۔

چہارم - کسی وقت ارشاد فرماتے ہیں کہ ایفائے عہد اور وعدہ کے اتمام کے لیے یہ بیعت

ہوئی تھی۔

(پنجم) اس طرح بھی فرمان عالی شان صادر ہوا ہے کہ بیعت لہٰذا اس لیے کی تھی کہ مسلمانوں میں تفریق و انتشار نہ پیدا ہو جاتے اور مسلمانوں کا باہمی اتفاق نہ ٹوٹ جائے۔

اس کے بعد ان کے ائمہ و مجتہدین کی اصل عبارات درج کی جاتی ہیں تاکہ قارئین کے لیے موجب اطمینان ہو جائے اور مسئلہ کا اصل مفہوم سمجھنے کے لیے راستہ آسان ہو جائے۔

(۱)

...... (امام محمد باقر فرماتے ہیں) .... وَاَبَوْا اَنْ يُّبَايِعُوْا حَتّٰى جَاؤُوْا بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُكْرَهًا فَبَايَعَ "

(۱) فروع کافی ج ۳ ص ۱۱۵۔ کتاب الروضۃ طبع نول کشور لکھنؤ۔ از محمد بن یعقوب کلینی رازی۔

(۲) کتاب الروضہ من الکافی، ج ۲ ص ۸۵ طبع جدید تہرانی بمع شرح فارسی۔

(۳) رجال کشی ابوعمرو کشی مطبوعہ بمبئی ص۲ مطبوعہ تہران ص ۱۲۔ تذکرہ سلمان فارسی۔

(ان عبارات کا) حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے حمایت کرنے والے لوگوں نے بیعت ابوبکرؓ سے انکار کر دیا حتیٰ کہ امیر المومنین علیؓ کو مجبور کر کے لائے۔ انہوں نے بیعت کی تب ان لوگوں نے بھی بیعت کی)۔

(۲)

.... فَلِذَالِكَ كَتَمَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمْرَهٗ وَبَايَعَ مُكْرَهًا حَيْثُ لَمْ يَجِدْ[1] اَعْوَانًا "

---

[1] قولہ حیث لم یجد اعوانا یہاں خواندہ حضرات کے لیے یہ اطلاع کر دینا مناسب معلوم ہوا ہے

(۱) فروع کافی، جلد ۳ ص ۱۲۹۔ کتاب الروضہ طبع لکھنؤ۔
کتاب الروضہ من الکافی، ج ۲ ص ۱۰۹ طبع جدید تہرانی مع شرح فارسی۔

۴۴۔ کہاں بزرگوں کا یہ فرمان کہاں تک صحیح ہے کہ جب کہ اعوان و مددگار حضرت علیؓ نے نہ پائے تو مجبور ہو کر بیعت کی تھی" الخ۔ یاد رہے کہ ان کی تاریخ تراجم و رجال کی کتابوں میں تھوڑی سی غور و فکر کی جائے تو مندرجہ ذیل حضرات حضرت علیؓ کے خاص حمایتی اور طرف دار شمار کر کے دکھائے گئے ہیں۔

"ہاشمی حضرات" تو خود اپنے ہی ہیں، ان کی ایک اجمالی فہرست سامنے رکھتے ہیں:

(۱) عقیل بن ابی طالب (۲) عباس بن عبدالمطلب (۳) فضل بن عباس بن عبدالمطلب۔
(۴) ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ (۵) ابوسفیان (مغیرہ) بن حارث بن عبدالمطلب
(۶) نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب (۷) سعید بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

ان کے ماسوا بھی ہاشمی حضرات موجود تھے۔ یہ چند اسماء بطور نمونہ پیش کر دیئے ہیں

غیر ہاشمی حضرات:۔

(۱) ابوذر غفاری۔ (۲) مقداد بن الاسود (۳) عمار بن یاسر (۴) سلمان فارسی (۵) اسامہ بن زید (۶) ابوالعاص بن ربیع (۷) خالد بن سعید بن العاص اموی۔ (۸) بریدہ بن حصیب اسلمی (۹) زبیر بن عوام (۱۰) براء بن عازب (۱۱) ابی بن کعب، وغیرہ۔

ان کی اپنی کتابوں کے بیانات کے مطابق اتنی ایک ناسی جماعت حضرت علیؓ کی ہواخواہ اور خیر خواہ موجود تھی۔ پھر یہ قول کہ حیث لم یجد اعوانا (جب کہ اپنے امدادی لوگ نہ مل سکے) کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ یہ جملہ تاریخی واقعات کے قطعاً برخلاف ہے۔ اہل علم "مجالس المؤمنین مجلس سوم وغیرہ کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ اور "تاریخ یعقوبی شیعی" ج ۲ ص ۱۲۴ (بحث خبر سقیفہ بنی ساعدہ و بیعۃ ابی بکر) بھی قابل مطالعہ ہے۔

(۱۰۳)

یعنی اسی بنا پر علی المرتضیٰؓ نے اپنے معاملہ کو چھپا رکھا تھا اور مجبور ہو کر بیعت کی جبکہ معاونین کو نہ پایا۔

(۳)

شیعی مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی ایک تصنیف کتاب الشافی لکھی ہے۔ پھر اس کی تلخیص شیخ الطائفہ شیخ ابوجعفر الطوسی نے کی ہے۔ تلخیص میں شیخ الطائفہ نے ذکر فرمایا ہے کہ ثُمَّ مَدَّ یَدَہٗ فَبَایَعَہٗ (ص ۲۹۸-۲۹۹۔ کتاب تلخیص الشافی طبع قدیم)۔

حاصل یہ ہے کہ حالات سے مجبور ہو کر پھر حضرت علیؓ نے ہاتھ بڑھایا اور ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کی۔

(۴)

ان کے مشہور مجتہد شیخ ابومنصور احمد بن علی الطبرسی نے اپنی مسلمہ کتاب "احتجاج طبرسی" میں امام محمد باقر کی روایت درج کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"فَلَمَّا وَرَدَتِ الْکِتَابُ عَلٰی اُسَامَۃَ اِنْصَرَفَ بِمَنْ مَعَہٗ حَتّٰی دَخَلَ الْمَدِیْنَۃَ فَلَمَّا رَاٰی اجْتِمَاعَ الْخَلْقِ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اِنْطَلَقَ اِلٰی عَلِیِّ ابْنِ طَالِبٍ فَقَالَ مَا ھٰذَا؟ قَالَ لَہٗ عَلِیٌّ ھٰذَا مَا تَرٰی قَالَ اُسَامَۃُ فَھَلْ بَایَعْتَہٗ؟ فَقَالَ نَعَمْ" (احتجاج للطبرسی ص ۵۰ مطبوعہ مشہد عراق ۱۳۰۲ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جب اُسامہ بن زیدؓ کے پاس چٹھی پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ شریف میں واپس آگئے اور دیکھا کہ بیعت کے لیے ابوبکرؓ کے پاس لوگ جمع ہو چکے ہیں تو اُسامہؓ حضرت علیؓ کے پاس چلے گئے اور دریافت کرنے لگے کہ یہ کیا بات ہے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں وُہی تو ہے۔ پھر اُسامہؓ نے پُوچھا کہ کیا آپ نے ابوبکرؓ (الصدیق) سے بیعت کر لی ہے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاں کر لی ہے"!

(۵)

قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مجلس سوم خالد بن سعید کے تذکرہ میں ذکر کرتا ہے کہ

...." حضرت امیرؑ و سائر بنی ہاشم از روئے اکراہ با ابی بکر بظاہر بیعت کردند و دست بر دست او زدند، خالد و برادرانش بمتابعت ایشاں بیعت کردند" (کتاب مجالس المومنین مجلس سوم تذکرہ خالد بن سعید)

مجتہد اعظم شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری کہتا ہے کہ حضرت علی اور باقی تمام بنی ہاشم نے مجبور ہو کر ابوبکرؓ کے ساتھ بظاہر بیعت کر لی اور اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ دیا۔ (اس وقت) خالد بن سعید بن العاص (اموی) اور اس کے بھائیوں نے بھی ان کی تابعداری میں بیعت کر دی۔"

(۶)

ان کے مشہور و مسلّم مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اپنی معتبر کتاب الشافی میں مسئلہ بیعت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

" فالظاهر الذی لا اشکال فیه انه علیه السلام بایع مستدفعاً للشر و فراراً من الفتنة الخ"

(کتاب الشافی للسید مرتضیٰ ص ۲۰۹ (المتوفی ۴۳۶ھ) طبع قدیم مطبوعہ ۱۳۰۱ھ)

یعنی ظاہر بات جس میں کوئی اشکال نہیں ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کے ساتھ شر کو دفع کرنے کے لیے اور فتنہ سے گریز کرنے کی خاطر بیعت کی تھی۔

(۷)

شیعہ احباب کا ایک مشہور مؤرخ مرزا محمد تقی لسان الملک گذرا ہے اس نے اپنی مستند کتاب ناسخ التواریخ جلد سوم از کتاب دوم (در وقائع اقالیم سبعہ) ص ۲۳۵ میں ایک حضرت علیؓ کا مکتوب نقل کیا ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

"... فَمَشَيْتُ عِنْدَ ذَالِكَ اِلٰى اَبِی بَكْرٍ فَبَايَعْتُهُ وَنَهَضْتُ فِیْ تِلْكَ الْاَحْدَاثِ حَتّٰى زَاغَ الْبَاطِلُ وَزَهَقَ وَكَانَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْيَا وَلَوْكَرِهَ الْكَافِرُوْنَ فَتَوَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ تِلْكَ الْاُمُوْرَ وَسَدَّدَ وَيَسَّرَ وَقَارَبَ وَاقْتَصَدَ فَصَحِبْتُهُ مُنَاصِحًا وَاَطَعْتُهُ فِيْمَا اَطَاعَ اللّٰهَ فِيْهِ جَاهِدًا؛"

ترجمہ ازکتاب مذکور، لاجرم نزدیک ابوبکر رفتم و با او بیعت کردم و در دفع ایں احداث او را نصرت فرمودم و باطل را از بیخ بزدم" الخ۔

(۱) ناسخ التواریخ جلد سوم کتاب دوم ص ۳۲ طبع قدیم ایران۔

(۲) منار الہدیٰ للشیخ علی البحرانی ص ۳۷۳ طویل خطبہ امیر المومنین علیہ السلام

(خلاصہ یہ ہے) کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ (ان مصائب کے وقت) میں ابوبکرؓ کے پاس چلا گیا اور میں نے بیعت کی اور ان حوادثات کے دفع کرنے کی خاطر میں ان کی نصرت کے لیے اٹھا حتیٰ کہ باطل چلا گیا اور اللہ کا کلمہ بلند ہو گیا اگرچہ یہ کفار کو ناپسند تھا۔ پس ابوبکر امور (خلافت) کا متولّی ہوا۔ اس نے ان حالات کو درست کیا اور آسانی پیدا کر دی اور حق بات کے قریب ہوا اور اس نے میانہ روی اختیار کی پس میں ابوبکر کا (ان مسائل میں) مصاحب و ہم نشین رہا اور میں نے کوشش سے ابوبکر کی اطاعت و تابعداری کی جن امور میں اس نے خدا کی فرماں برداری کی۔"

(۸)

نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کا کلام اس مسئلہ کو واضح کرتا ہے۔ اب وہ درج کیا جاتا ہے پہلے اصل عبارت و ترجمہ ملاحظہ فرمادیں۔ پھر فوائدِ کلام پیش خدمت کیے جائیں گے۔

رَضِيْنَا عَنِ اللّٰهِ قَضَاءَهُ وَسَلَّمْنَا لِلّٰهِ اَمْرَهُ اَتَرَانِیْ اَكْذِبُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاللّٰهِ لَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ فَلَا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِيْ اَمْرِيْ فَاِذَا طَاعَتِيْ سَبَقَتْ بَيْعَتِيْ وَاِذَا الْمِيْثَاقُ فِيْ عُنُقِيْ لِغَيْرِيْ "

(۱) نہج البلاغہ مصری طبع، ج ۱ ص ۸۹۔ من کلام لہٗ علیہ السلام
یجری مجری الخطبۃ۔ خطبہ ۳۶۔

(۲) شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی، طبع جدید، ج ۲ ص ۹۲ و
ج ۱۰ ص ۱۵۶، جزء عاشر طبع قدیم ایرانی تحت کلام مذکور

(۳) درّہ نجفیہ، شرح نہج البلاغہ، ص ۹۹ طبع قدیم ایرانی تحت کلام مذکور

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی تقدیر و قضا پر ہم اللہ کے لیے راضی ہوگئے۔ اور ہم نے اللہ کے لیے اس کے امر کو تسلیم کر لیا۔ (اے مخاطب) تو میرے متعلق خیال کرتا ہے کہ میں رسول اللہ کے خلاف کہہ دونگا حالانکہ میں پہلے پہل تصدیق کنندگان میں سے ہوں۔ پس رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف میں پہلا جھوٹ کہنے والا نہیں ہو سکتا۔ پس میں نے اپنے معاملہ (خلافت) میں نظر و فکر کی تو اس مسئلہ میں میرا تابعداری کرنا میرے بیعت کرنے سے سبقت کر چکا ہے۔ اور میرے غیر یعنی ابوبکرؓ کے حق میں میری گردن میں عہد و پیمان لازم ہو چکا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ بیعت کے متعلق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے میرا پختہ عہد و پیمان غیر کے حق میں ہو چکا تھا۔ وہ غیر ابوبکر ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ الکریم اذا وعد وفا (شرفا جب وعدہ کر لیتے ہیں تو پورا کیا کرتے ہیں)۔ پس اب ان کی بیعت کر لینے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا فلہٰذا میں نے ان کی بیعت کرنے سے امتناع و انقباض نہیں اختیار کیا)۔

فوائدِ روایت

(۱) ایک تو ثابت ہوا کہ بیعت کے مسئلہ میں حضرت علیؓ کی طرف سے تسلیم و رضامندی پائی گئی ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ جبر و قہر کی جو بے شمار داستانیں تیار شدہ ہیں وہ اس کلام نے کالعدم قرار دے دیں۔

(۳)۔ نیز تاخیرِ بیعت کے لیے جو مدتِ کثیرہ تجویز کی جاتی ہے وہ بالکل صحیح نہیں۔ کیونکہ جب تابعداری بیعت سے سبقت کر چکی ہے، پھر تاخیر کا کوئی مطلب ہی نہیں۔"

(۴) اور واضح ہو گیا کہ حضرت علیؓ نے عہدِ نبویؐ کے ایفاء کے پیشِ نظر یہ بیعت کر لی تھی، کوئی دوسرا امر اجبار و اضطرار وغیرہ بالکل سامنے نہ تھا (لا سبیل الی الامتناع منہا کا یہی مفہوم ہے)

(۹)

نہج البلاغہ کے اس حوالہ کے بعد ایک اور وضاحتی بیان حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرف سے مسئلہ بیعت کے متعلق دستیاب ہوا ہے وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ یہ اپنے مفہوم میں اتنا واضح تر ہے کہ کسی خارجی تشریح کا محتاج ہی نہیں ہے۔ پہلے اس کا صرف محمل و محل و موقع معلوم کر لینا کافی ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ

"جنگِ جمل میں شکست خوردہ پارٹی اپنی جگہ جمع ہوئی اور ان کو اپنی کوتاہی و غلطی کا احساس ہوا۔ پھر اس وقت معذرت خواہی کے لیے حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش ہو کر انہوں نے اپنا کچھ بیان ذکر کرنا چاہا۔ اندریں حالات ان کے متکلم کو حضرت علیؓ نے روک کر ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

.... قال (علیؓ) فبایعتم ابابکر وعدلتم عنی فبایعتُ ابابکرٍ کما بایعتموہُ وکرھت ان اشق عصا المسلمین وان افرق جماعتھم ثم ان ابابکر جعلھا لعمر من بعدہٖ وانتم تعلمون انی اولی الناس برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وبالناس من بعدہٖ فبایعتُ عمرَ کما بایعتموہُ فوفیت لہٗ ببیعتہٖ حتی لمّا قُتِلَ جعلنی سادس

سِتَّةٍ فَقَدْ خَلَتْ حِيْنَ اَدْخَلَنِيْ وَكَرِهْتُ اَنْ اُفَرِّقَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ
اَشُقَّ عَصَاهُمْ فَبَايَعْتُمْ عُثْمَانَ فَبَايَعْتُهُ وَاَنَا جَالِسٌ فِيْ بَيْتِيْ ثُمَّ
اَتَيْتُمُوْنِيْ غَيْرَ دَاعٍ لَّكُمْ وَلَا مُسْتَكْرِهٍ لِاَحَدٍ مِّنْكُمْ فَبَايَعْتُمُوْنِيْ كَمَا بَايَعْتُمْ
اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ۔ فَمَا جَعَلَكُمْ اَحَقَّ اَنْ تَفُوْا لِاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَ
عُثْمَانَ بِبَيْعَتِهِمْ مِّنْكُمْ بِبَيْعَتِيْ قَالُوْا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ كُنْ كَمَا قَالَ
الْعَبْدُ الصَّالِحُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ
الرَّاحِمِيْنَ فَقَالَ كَذَالِكَ اَقُوْلُ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ
الرَّاحِمِيْنَ"

یعنی حضرت علیؓ مخاطبین کو فرماتے ہیں کہ تم نے ابوبکرؓ سے بیعت کی اور تم مجھ سے منحرف ہو گئے اور پھر گئے۔ پس جس طرح تم نے ابوبکرؓ سے بیعت کی تھی اسی طرح میں نے بھی ان سے بیعت کی اور میں نے مسلمانوں کے اتفاق کی لاٹھی توڑنے کو مکروہ جانا اور ان کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے کو ناپسند کیا۔

پھر ابوبکرؓ نے (خلافت) کو اپنے بعد عمر کے لیے تجویز کر دیا اور تم کو معلوم ہے کہ میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ آپ کے بعد زیادہ حق رکھتا تھا۔ پس میں نے عمر کی بیعت کی جیسا کہ تم لوگوں نے ان کی بیعت کی اور اس بیعت کے حقوق کو میں نے پورا کیا۔ حتیٰ کہ جب عمر پر قاتلانہ حملہ ہوا تو عمرؓ نے مجھے چھ آدمیوں (کی سب کمیٹی) میں ایک چھٹا ممبر قرار دے کر شامل کیا۔ پس میں نے ان کا شامل کرنا قبول کر لیا اور میں نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کو برا مانا اور ان کی اتفاق کی لاٹھی کو توڑ ڈالنا ناپسند کیا۔

اس کے بعد تم نے عثمان سے بیعت کی پس میں نے بھی ان سے بیعت

کی۔ اور میں (شہادت عثمانی کے بعد) اپنے گھر بیٹھا ہوا تھا۔ نہ میں نے تمہیں بلا بھیجا اور نہ مجبور کیا پس تم میرے پاس آئے اور تم نے میری بیعت کی جیسا کہ تم نے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے ساتھ بیعت کی تھی پس کیا وجہ ہے کہ ان حضرات ثلاثہؓ سے جو تم نے بیعت کی تھی اس کی وفا اور ایفا کرنا میری بیعت کی ایفاء کرنے سے زیادہ سزاوار ہے؟ (یعنی ان ہر دو میں کوئی فرق نہ ہونا چاہیے)

اس وقت تمام مخاطبین و سامعین نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین آپ کو اب اس طرح فرمان جاری کرنا چاہیے جس طرح خدا کے صالح بندے (یوسف علیہ السلام) نے اپنے معذرت خواہوں کے حق میں ارشاد فرمایا تھا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (آج تم پر کچھ الزام و سرزنش نہیں۔ اللہ تم کو معاف کر دے وہ سب سے بڑا مہربان ہے)۔ پس حضرت علیؓ نے عذر و معذرت قبول کرتے ہوئے اسی طرح فرمان دے دیا کہ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔

(امالی شیخ طوسی، ج ۲ ص ۱۲۱۔ طبع نجف اشرف عراق)

اس روایت کے منافع

(۱) بایعتہ کما بایعتموہ کے جملہ نے صاف صاف لفظوں میں خلفاء کرام ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی اپنی زبانی حضرت علیؓ کی بیعت کو ثابت کر دیا ہے۔ یہ کسی دوسرے امام کا قول نہیں ہے کسی مجتہد کا قول نہیں ہے۔ یہ شیر خدا کا اپنا کلام ہے کہ میں نے ان بزرگوں سے بیعت کی۔

(۲) دوسری یہ چیز واضح ہوئی کہ اپنی بیعت کو سامعین کی بیعت کے ساتھ تشبیہ دیکر فرماتے ہیں جیسے تم نے بیعت کی اسی طرح میں نے بھی بیعت کی۔ ان لوگوں نے تو کسی جبر و اکراہ

و مجبوری و مقہوری سے بیعت نہیں کی تھی فلہذا حضرت علیؓ نے بھی بغیر کسی اضطرار و اجبار و اکراہ کے یہ بیعت کی تھی۔ یہ مسئلہ لفظ کَمَا کے ذریعہ صاف ہو رہا ہے انصاف درکار ہے۔"

(۳) جعلنی سادس ستۃ الخ یعنی مجھے (سب کمیٹی) کے شش افراد میں حضرت عمرؓ نے شامل کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ کی ذات پر دوسرے پانچ ممبروں کی طرح کامل اعتماد و وثوق تام تھا تب ہی تو ان کو اس اہم کمیٹی کا ممبر منتخب کیا۔ پھر علی المرتضیٰؓ کا اس انتخاب و شمول کو قبول کر لینا یہ باہمی ارتباط و تعلقات کی واضح تر علامت ہے۔ جن لوگوں کے درمیان اندرونی خلفشار و قلبی منافقات دائمی ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کی اس قسم کی جسیم ذمہ داریاں ہرگز قبول نہیں کیا کرتے اور نہ ہی انکی سپرد کردہ اشیاء میں حصہ لیا کرتے ہیں فافہم

(۱۰)

یاد رہے کہ اس مسئلہ کے اثبات کے لیے شیعی کتب میں بے شمار حوالہ جات پائے جاتے ہیں لیکن ہم سردست ان دس عدد حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ آخری حوالہ مندرجہ ذیل کتاب سے منقول ہے۔

شیعہ علماء میں ایک علامہ نوبختی (ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی) تیسری صدی کے مشاہیر شیعی علماء میں سے گزرا ہے۔ اس کی تصنیف "فرق الشیعہ" ہے یعنی تیسری صدی ہجری تک جو شیعوں میں فرقے بن چکے تھے وہ اس نے ضروری تفصیلات کے ساتھ اس میں درج کیے ہیں۔ ان فرقوں میں شیعہ کا ایک "بتریہ" فرقہ ہوا ہے ان کا جو عقیدہ و نظریہ اس مسئلہ کے متعلق ہے وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

"قالت ان علیاً کان اولی الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ بالناس لفضلہ وسابقتہ وعلمہ وھو افضل الناس کلھم بعدہ واشجعھم واسخاھم واورعھم وازھدھم واجازوا مع ذالک امامۃ ابی بکر و عمر وعدوھما اھلاً لذالک المکان والمقام وذکروا ان علیاً علیہ

سلما لهما الامر ورضى بذالك وبايعهما طائعا غير مكروهٍ
وترك حقه لهما نحن راضون كما رضى الله المسلمين له و
لمن بايع لا يحل لنا غير ذالك ولا يسع منا احدًا الا ذالك وان ولاية
ابی بکر صارت رشدًا وهدًی لتسليم علیؓ ورضاه ولولا رضاه وتسليمه
لكان ابوبكر مخطئا ضالًا هالكا "

(کتاب فرق الشیعہ تصنیف ابو محمد الحسن بن موسیٰ نوبختی
من اعلام القرن الثالث للهجرة ص ۲۱ طبع نجف اشرف عراق)

حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد حضرت علیؓ اپنی فضیلت واپنے تقدم و
اپنے علم کی بنا پر لوگوں کے لیے زیادہ حق رکھنے والے تھے اور رسول خدا کے بعد
وہ سب لوگوں سے زیادہ افضل اور زیادہ بہادر، زیادہ سخی، زیادہ پرہیزگار،
زیادہ زاہد تھے۔ اس کے باوجود اس وقت کے لوگوں نے ابوبکر وعمر کے لیے
امامت و ولایت جائز رکھی اور دونوں کو اس مقام و مرتبہ کا اہل قرار دیا۔ اور
یہ بھی انہوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے ان دونوں (ابوبکرؓ وعمرؓ) کو امر خلافت و
ولایت سپرد کر دیا اور اس چیز پر علی المرتضیٰ راضی ہو گئے اور ان دونوں کے ساتھ
خوشی سے بغیر مجبوری کے بیعت کی تھی اور اپنا حق ان دونوں کی خاطر ترک
فرما دیا۔

پس ہم اس طرح راضی ہیں جس طرح اللہ راضی ہو مسلمین سے ان کے لیے
اور جنہوں نے (ان سے) بیعت کی۔ اس کے ماسوا ہمارے لیے حلال نہیں ہے
اور نہ ہی ہمارے لیے اس کے بغیر گنجائش ہے۔

اور حضرت علیؓ کی رضامندی وتسلیم کی وجہ سے تحقیق ابوبکر کی ولایت (خلافت)
رشد وہدایت تھی۔ اگر علی المرتضیٰ کی رضامندی وتسلیم نہ ہوتی تو ابوبکرؓ خاطی اور

بھٹکنے والے ہلاک ہوتے"۔ (فرق الشیعہ ص ۲۴ نوبختی)

خلاصہ یہ ہے کہ

ان کی اس روایت سے یہ چیز عیاں ہوگئی کہ تمام شیعہ بزرگ ابوبکر الصدیقؓ کی بیعت کے بطلان کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کے بعض طبقے حضرت علیؓ کی بیعت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ اس پر علی المرتضیٰ رضامند ہوگئے تھے فلہذا یہ بیعت بالکل ٹھیک ہے اور ہم کو اس چیز پر رضامندی کا اظہار کرنا چاہیے۔

آخری بحث

مسئلہ بیعت کو ذرا تفصیل کے ساتھ لکھنا مناسب تھا۔ اس لیے باوجود اختصار کی کوشش کے کچھ طوالت ہی ہوگئی ہے۔ اب آخر میں صرف دفع وہم کے درجہ میں ایک چیز عرض کرنی ہے تاکہ ہمارے "مہربانوں" کو کسی جواب کی تکلیف کی زحمت گوارا نہ کرنی پڑے۔

وہ اس طرح ہے کہ جب ہر دو فریق کی بے شمار کتب سے یہ مسئلہ (یعنی حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت کرنا) ثابت کر دیا جاتا ہے تو اس وقت یہ دوست فرمایا کرتے ہیں کہ "یہ ٹھیک ہے کہ بیعت ابتداً ہوئی ہے لیکن اوپر اوپر سے حضرت علیؓ نے بیعت کی تھی۔ دل سے بیعت نہیں کی تھی"۔ جیسا کہ ہم نے باب ابتدا کے فصل اوّل کی ابتدا میں نمبر ۳ کے تحت یہ ان کی تاویل ذکر کی تھی۔

(۱) اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ پہلے تو ہم نے یہی سنا ہوا تھا اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ (سینے کی باتوں کو جاننے والی ایک ذات وحدہ لاشریک ہے) مگر اب ان لوگوں کی کلام سے پتہ چلا کہ یہ لوگ بھی عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ہونے کے مدعی ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ حضرت علیؓ کا یہ کام اوپر اوپر سے ادا کیا جا رہا ہے اور ان کا یہ فعل دل سے سرانجام پا رہا ہے۔ علی المرتضیٰ کا اصلی فعل اور نقلی فعل اور ان کا

ظاہری کام اور باطنی کام ان کا حقیقی عمل اور غیر حقیقی عمل حتیٰ کہ ان کا ہر قول، ان کا ہر فعل، ان کا ہر عمل اگر اس طرح منقسم ہو جائے تو کس کو صحیح اور درست تسلیم کیا جائے گا اور کس چیز کو ظاہرداری یا دفع وقتی کے طور تصور کیا جائے گا۔ اس راہ کے اختیار کرنے سے تو حضرت علیؓ کی تمام زندگی کے اعمال کے مخدوش ہونے کا باب مفتوح ہو جاتا ہے اس لیے ہم اس تاویل کو کسی قیمت پر صحیح و درست نہیں تسلیم کر سکتے۔ ایسی بدگمانی سے اللہ تمام مسلمانوں کو محفوظ فرمائے اور دوستوں کو اس جواب کے غلط نتائج سے آگاہی نصیب فرمائے:

(۲) دوسری عرض یہ ہے کہ اس سوال کا جواب خود حضرت علیؓ کی کلام نہج البلاغہ میں موجود ہے۔ دُور جانے کی حاجت نہیں۔ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے زبیرؓ بن العوام کو ان کی بیعت توڑ ڈالنے کے جواب میں فرمایا کہ "زبیرؓ یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے صرف ہاتھ سے میری بیعت کر دی تھی، دل سے میری بیعت نہیں کی تھی، یہ بھی تو اقرار بیعت ہے"

اس مقام کی نہج البلاغہ کی اصل عبارت اس طرح ہے، ملاحظہ فرما دیں:

"یزعم انہ قد بایع بیدہ ولم یبایع بقلبہ فقد اقر بالبیعۃ وادعی الولیجۃ فلیأت علیہا بامر یعرف والا فلیدخل فیما خرج منہ"

(نہج البلاغۃ طبع مصری، ج ا ص ۴۲ جزء اول، من کلام لہٗ فی دعوی الزبیر انہ لم یبایع بقلبہ)

عبارت ہذا کی تشریح و ترجمہ فارسی میں فیض الاسلام سید علی نقی نے (یہ اسی صدی کا مشہور شیعی مجتہد و عالم ہے) کیا ہے وہ نقل کر دینا کافی ہے:

"چوں زبیر نقض عہد کردہ در صدد جنگ با آنحضرت برآمد آنجناب یاد فرمود تو با من بیعت کردہ واجب ست مرا پیروی کنی در پاسخ (جواب) گفت ہنگام بیعت تو توریہ نمودم۔ یعنی بہ زبان اقرار و در دل خلاف آنرا

قصد کردم حضرت می فرماید)

زُبیر گمان می کند بدست بیعت کردہ و در دل مخالف بودہ بہ بیعت خود مقر است و ادّعا دارد کہ در باطن خلاف آنرا پنہان داشتہ بنا بریں باید کہ حجت و دلیل بیاورد (تا راستی گفتار او معلوم شود) و اگر دلیلے نداشت بیعت او بحال خود باقی ست باید کہ مطیع و فرمانبردار باشند"

(ترجمہ و تشریح فارسی از فیض الاسلام سید علی نقی

ج ۱، ص ۱۵ ۔ جزء اول طبع تہران ۔ ایران)

اِس عبارت سے مذکورہ توجیہ کا جواب تمام ہو گیا۔ صرف قلیل سا انصاف ساتھ آمیخت فرما دیں اور بس۔ اس کے بعد اب اس باب کا مسئلہ دوم شروع کیا جاتا ہے۔ وہ ان شاء اللہ مختصر عبارات میں پیش کر کے جلد تمام کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مسئلہ دوم

یعنی حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی اقتدا میں نماز پڑھنا

باب دوم میں دو عدد مسئلے ذکر کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اوّل مسئلہ بیعت تو ذکر کر دیا گیا۔ اب دوسرا مسئلہ نماز عرض کرنے کا ارادہ ہے۔

اس میں گذارش ہے کہ ہم اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مسئلہ ہذا یعنی ابوبکر الصدیقؓ کی اقتدا میں نماز پڑھنا مسلمات میں سے ہے۔ تمام علماء اہل السنۃ والجماعۃ حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے پیچھے حضرت علیؓ کے نماز پڑھنے کو صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں۔ یہ امر کسی خاص دلیل اور حجت پیش کرنے کا محتاج نہیں۔ ہر دور کے علماء میں یہ مسئلہ مسلّم چلا آیا ہے۔ واقعات اور تاریخی شواہد اس پر دال ہیں۔ مخاطبین و ناظرین کی تسلی و اطمینان کے لیے حافظ ابن کثیر کی عبارت البدایہ سے پیش کر دینے کو اپنی کتابوں سے کافی سمجھتے ہیں۔

(۱) قال ابن کثیر "وَهٰذَا حَقٌّ فَإِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ لَمْ يُفَارِقِ الصِّدِّيقَ فِي وَقْتٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ وَلَمْ يَنْقَطِعْ فِي صَلَاةٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ خَلْفَهُ"

(البدایہ، جلد خامس، ص ۲۴۹)

(۲) وَهٰذَا اللَّائِقُ بِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالَّذِي يَدُلُّ عَلَيْهِ الْآثَارُ مِنْ شُهُودِهِ مَعَهُ الصَّلَوَاتِ وَخُرُوجِهِ مَعَهُ إِلٰى ذِي الْقَصَّةِ الخ

(البدایہ، جلد ۶ ص ۳۰۲)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ صدیق اکبرؓ سے کسی وقت بھی اوقاتِ نماز میں سے جدا نہیں ہوتے۔ تمام نمازوں میں حاضر و شامل رہتے تھے اور مقام ذوالقصہ

کی طرف جہاد کی مہم میں شریک ہو کر نکلے تھے"۔

احباب کی کتابوں سے

اس کے بعد شیعہ حضرات نے بھی اس مسئلہ کو اپنی تصانیف میں بہت مواقع میں ذکر کیا ہے۔ ذیل میں چند ایک حوالہ جات ان کی معتبر کتابوں سے ناظرین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں تاکہ طرفین کی کتابوں سے مسئلہ ثابت ہو کر مدلل طریقہ سے بیان ہو جائے۔

(۱)

مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی شیعی نے ترجمۃ القرآن اور حواشی لکھے ہیں۔ ان کا ایک ضمیمہ مطبوعہ ہے۔ اس کے صفحہ ۲۹۵ پر لکھا ہے:

"پھر وہ (علیؓ شیر خدا) اُٹھے اور نماز کے قصد سے وضو فرما کر مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز میں کھڑے ہو گئے"۔

(۲)

میرزا رفیع باذل ایرانی نے اپنی مشہور تصنیف "حملہ حیدری" میں اس مضمون کو نظم کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ: ؎

کشیدند صف اہلِ دین از قفا

دراں صف ہم استاد شیرِ خدا

یعنی" ابوبکرؓ کے پیچھے جب اہلِ دین نے نماز کے لیے صف تیار کی تو اس صف میں حضرت علیؓ شیرِ خدا بھی شریک ہو کر کھڑے ہوئے"۔

(حملہ حیدری جلد دوم، ص ۲۵۹۔ ذکر اعزاز نمودن ابوبکر و عمر، خالد بن ولید را بر قصد قتلِ شاہ اولیاء۔ طبع قدیمی ایرانی۔)

(۳)

گیارھویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی اصفہانی نے اپنی تصنیف "مرآۃ العقول شرح اصول" میں صراحت کے ساتھ یہ مسئلہ درج کیا ہے کہ "حضر المسجد وصلی خلف ابی بکر" یعنی حضرت علیؓ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز ادا کی"

(مرآۃ العقول شرح اصول ص ۳۸۸ طبع قدیم ایرانی بحث فی الاشارۃ الی بعض مناقب فاطمہ وقصۃ فدک۔ سن طباعت ۱۳۲۱ھ)

(۴)

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَوَقَفَ خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ وَصَلّٰی لِنَفْسِهٖ "

پھر حضرت علیؓ اٹھے اور نماز کی تیاری کی اور مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور ابوبکرؓ کے پیچھے قیام فرما کر اپنی نماز ادا کی"

(تفسیر قمی لعلی بن ابراہیم القمی، ص ۲۹۵ سن طباعت ۱۳۱۵ھ تحت آیت فَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ۔ پارہ بست ویکم، سورۃ روم)

(۵)

احتجاج طبرسی میں مندرج ہے ... قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلّٰی خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ" یعنی حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور نماز کے لیے تیاری کی۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز ادا کی"

(احتجاج طبرسی ص۵۳ طبع ۱۳۰۲ھ، طہرانی طبع۔ بحث احتجاج امیر المومنین علیؓ، ابی بکرؓ و عمرؓ)

تلخیص الشافی میں شیخ الطائفہ شیخ طوسی نے بھی اس مسئلہ کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے "وان ادعی صلٰوۃ مظھر للاقتداء فذالک مسلم لانہ الظاھر" یعنی حضرت علیؓ کا

ابوبکر الصدیقؓ کی ظاہر اقتداء میں نماز ادا کرتے رہنا مسلمات میں سے ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے
(تلخیص الشافی ص ۳۵۴ - طبع قدیم)

(۷)

کتاب سلیم بن قیس میں مروی ہے کہ "وکان علی علیہ السلام یصلی فی المسجد الصلوات الخمس :" حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ پنجگانہ نمازیں مسجد نبوی میں پڑھا کرتے تھے :
(کتاب سلیم بن قیس العامری الہلالی الکوفی ص ۲۲۶
مطبوعہ حیدریہ - نجف اشرف - عراق)

لفظ کان ولفظ الخمس کے ذریعہ یہ مسئلہ بڑے عمدہ طریقہ سے صاف ہو گیا کہ ہمیشہ پانچ وقت کی نماز حضرت علیؓ مسجد نبوی میں ہی ادا فرمایا کرتے تھے :

دوسری یہ چیز عرض ہے کہ حضرت علیؓ کا دولت خانہ مسجد نبوی کے بالکل متصل تھا دیوار کی غربی جانب میں مسجد نبوی تھی اور اسی کی شرقی جانب جناب مرتضیٰ کا دولت کدہ تھا حضرت علیؓ کی تمام نمازیں جو آپ نے مدینہ طیبہ میں پڑھی ہیں خواہ وہ صدیقی دور میں ادا کی ہیں خواہ فاروقی دور میں پڑھی ہیں، چاہے عثمانی خلافت کے زمانہ میں پڑھی ہیں، یہ سب مسجد نبوی میں باجماعت ادا کیں بغیر کسی شرعی عذر کے وہ جماعت کے بغیر نماز نہیں ادا فرماتے تھے لہٰذا کتاب سلیم بن قیس میں کان یصلی کے لفظ کے ساتھ جو مضمون مروی ہے وہ واقعات کے موافق ہے اور بالکل صحیح ہے -

ایک شبہ کا ازالہ

دوستوں کی جانب سے یہاں بھی یہی جواب ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اوپر اوپر سے ابوبکرؓ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیتے تھے اور دل سے اور اندر سے ان کی اقتداء نہیں کرتے تھے - خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے

امام ابوبکر الصدیقؓ، پھر عمر فاروقؓ، پھر عثمان غنیؓ کی اقتداء کا ارادہ کر کے نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ مسلمانوں سے الگ ہو کر اس دور کی تمام عمر (جو چوبیس ۲۴ سال سے زائد ہوتی ہے) نماز پڑھتے رہے۔

(۱) اس اشتباہ و تلبیس کا جواب وہی ہے جو قبل ازیں بیعت کے مسئلہ میں عرض کیا ہے۔ یہ آپ کو کس فرشتہ نے آکر تبلا دیا کہ حضرت علیؓ ظاہر داری کے طور پر مسلمانوں کے ساتھ صف بنا کر اہل اسلام کے امام کے پیچھے دکھلاوے کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ دل سے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مل کر نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

دوستو! شریعت تو ظاہر ہے اور ظاہر پر ہی احکام جاری ہوا کرتے ہیں۔ ضمیر کے خفیہ ارادوں پر تو احکام نہیں لگائے جا سکتے۔ فلہذا جو کچھ مسلمانوں کے سامنے ظاہراً حضرت علیؓ کا فعل و عمل پایا گیا ہے اس پر ہی حکم لگایا جائے گا۔ علیم بذات الصدور کے بغیر دل کی بات کس کو معلوم ہو سکتی ہے؟

(۲) اگر آپ صاحبان یہ فرمان دیں کہ اِقْتَدَیْتُ بِھٰذَا الْاِمَامِ کے الفاظ تو نہیں مذکور ہوئے، ابوبکرؓ کی اقتداء کرنے کے الفاظ تلاش کر کے پیش کریں۔

جواباً عرض ہے کہ اس چیستان اور پہیلی کی کیا حاجت ہے؟ قلبی عناد و اندرونی نشاد دور فرما کر مندرجہ ذیل معروضات میں قلیل سا تفکر فرمائیں تو مسئلہ صاف ہو جائے گا۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ پنجگانہ نمازوں کو جو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں (قریباً چوبیس سال سے زائد) پڑھتے رہے۔ یا تو ان کو گھر تشریف لے جا کر دروازہ بند کر کے لوٹاتے اور ان کا اعادہ فرماتے تھے۔ اگرچہ ظاہر داری کے لیے مسجد نبوی میں بھی ان کو پڑھ چکے ہوتے تھے۔ اگر یہ اعادہ اسی طرح ہوتا رہا ہے تو اس کے لیے ثبوت درکار ہے۔ بغیر دلیل کے کسی چیز کا تسلیم کر لینا درست نہیں۔

۱۔ اور اگر دولت خانہ میں اعادہ تو نہیں کرتے تھے لیکن ہر ٹائم کی نماز کے لیے اپنا ۔ب ارادہ کر لیتے تھے اور امام کی اقتداء کا قصد ہی نہیں کرتے تھے۔ اس تجویز کردہ احتمال پر بھی شواہد و دلائل درکار ہیں اور خود حضرت علیؓ کا اپنا فرمان چاہیے جس میں اس کی تصریح دستیاب ہو جائے کہ ان ائمہ کے اقتداء کا ارادہ نماز با جماعت ادا کرنے میں میں نے کبھی نہیں کیا تھا جبتک حضرت علیؓ کا اپنا قول اس مسئلہ میں بالوضاحت نہ پایا جائے تب تک صرف اپنے احتمالات پیدا کرنے سے یہ فیصلہ نہ ہو سکے گا۔ خود صاحبِ عمل کے فرمان کے بغیر دوسرے شخص کی جانب سے جو کلام پائی جائے وہ تاویل ہو گی جو کہ مقصود و مدعیٰ کے اثبات میں کام نہیں دے سکتی۔

(۳) علاوہ ازیں یہ خرابی پیش آئے گی (جیسے سابق عرض کیا ہے) کہ حضرت علیؓ کے اعمال و اقوال و افعال پر اعتماد کیسے رہے گا؟ کیا معلوم کونسا عمل خالص نیت سے ادا ہو رہا ہے، کونسا عمل دفع وقتی، ریاکاری، ظاہرداری، جہاں داری کی خاطر کیا جا رہا ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کی ذات گرامی پر یہ بہت بڑا افتراء ہو گا۔ اس لیے ہم تو دوستوں کو یہی مشورہ دیں گے کہ ظاہری عمل اور اندرونی عمل کی تاویل حضرت شیرِ خدا کے احوالِ زندگی میں ہرگز پیدا نہ کریں۔ کوئی دوسرا جواب جو چاہیں آپ پیدا کرتے رہیں لیکن دورخی پالیسی دورنگی چال کا انتساب حضرت موصوف کی ذات والا صفات کی طرف نہ ہونے دیں۔ امید ہے یہ مخلصانہ گذارش منظور ہو گی۔

(۴) نیز یہ خرابی مزید برآں ہو گی کہ اتنی مدتِ دراز (جو قریباً چوبیس سال سے زائد بنتی ہے) گویا حضرت علیؓ نماز جماعت کے بغیر ادا کرتے رہے۔ اور قصداً جماعت کے بغیر نماز پڑھنے کی تمام وعیدیں حضرت علیؓ کے اس کردار کی طرف متوجہ ہوں گی۔ اس قسم کے لوازمات آپ حضرات کی اس پیوند کردہ تاویل کی وجہ سے پیش آئیں گے جس کو آپ لوگوں نے "تقیۂ مرضیہ" کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔

(۵) ساتھ یہ بھی خیال فرمالیں کہ اگر اتنی مدّتِ دراز نمازمیں "تقیّہ شریفیہ" کارفرما رہا ہے تو حضرت علیؓ کے باقی ارکانِ اسلام (کلمۂ شہادۃ، کلمۂ توحید، صومِ رمضان، حج مبارک، صدقات، جہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر وغیرہ) واجباتِ اسلام کا کیا حشر ہوگا؟ کیا ان تمام چیزوں میں تقیہ ہی چلتا رہا؟ خود خیال فرمادیں۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ نستغفر اللہ العظیم۔ ونعوذ باللہ من ھٰذہ المفاسد والشرور والفتن۔

فوائد و نتائج

باب دوم میں دو مسئلہ بیان کرنے کا وعدہ تھا۔ ایک یہ کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ جلدی ہی بیعت کرلی تھی اور اپنا خلیفہ وحاکم تسلیم کرلیا تھا۔ دوسرا یہ مسئلہ عرض کرنا تھا کہ دین اسلام کا بنیادی رکن نماز ہے۔ یہ خداوندی فریضہ حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ مل کر ادا کرتے تھے۔ الگ نمازیں نہیں ادا کرتے تھے۔

ان دونوں مسائل کو فریقین کی کتابوں سے پیش خدمت کیا گیا۔ اسلام کے ان اہم مسائل میں ان بزرگانِ دین کا اتفاق و اتحاد قائم رکھنا اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ مندرجہ ذیل اشیاء میں بھی یہ اکابر متفق و متحد تھے۔ ان میں "اخوّتِ دینی" کا جذبہ ہر مرحلہ میں کارفرما تھا۔ احیائے دین کے ہر کام میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار تھے چنانچہ مندرجۂ بالا حالات اس چیز پر شاہد ہیں کہ:

(۱) ان حضرات ثلاثہؓ (ابوبکر الصدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنی ذوالنورینؓ) اور حضرت علی المرتضیٰؓ کا ایک مذہب تھا، ان کے دو مذہب نہیں تھے۔

(۲) ان بزرگوں کا ایک عقیدہ تھا، جدا جدا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔

(۳) ان کے اعمال و افعال ایک تھے۔ الگ الگ عمل نہیں تھے۔

(۴) ان کا کلمۂ طیبہ ایک تھا۔ کوئی دوسرا کلمہ جاری نہیں کیے ہوتے تھے۔
(یعنی علی ولی اللہ وغیرہ کلمات کا اضافہ نہیں کیے ہوتے تھے)

(۵) ان بزرگانِ دین کا قرآن مجید ایک ہی تھا جس کو تمام اُمت پڑھتی تھی اور اس پر عمل کرتی تھی کوئی دوسرا قرآن (اصلی یا نقلی) ان میں سے کسی کے پاس نہ تھا۔

(۶) اِن اکابر کے دَورِ مقدس میں ایک وضو ہی جاری تھا جس میں پاؤں کا دھونا ہوتا تھا۔ پاؤں پر مسح والا وضو اس دَور میں نہ تھا۔

(۷) اس مبارک دَور میں ایک ہی اذان مسجد نبوی میں ہوتی تھی، اور جس اذان میں شہادتین کے بعد تیسری شہادت وغیرہ کے کلمات جو اضافہ کیے گئے ہیں بالکل نہ تھے۔

(۸) ان تمام حضرات کی ایک نماز تھی جو دست بستہ ہوتی تھی۔ قیام میں کھلے ہاتھوں نماز کا طریقہ ان بزرگوں میں مروّج نہ تھا۔

(۹) اس بابرکت دَور میں چہار تکبیروں کے ساتھ یہ چاروں بزرگ نماز جنازہ پڑھاتے تھے اس کے سوا جنازہ کا طریقہ جاری نہ تھا۔

(۱۰) ان کے مقدس ایام میں دُرود شریف ایک ہی طرح کا پڑھا جاتا تھا۔ یعنی بارک وسلّم کے الفاظ کے ساتھ دُرود جاری تھا۔ اِن دو لفظوں کو چھوڑ کر درُود نہیں پڑھا جاتا تھا۔

(۱۱) اور افطارئ روزہ کی تعجیل کے ساتھ یعنی جلدی ہوتی تھی۔ اس میں تاخیر کرنا مروّج نہ تھا۔

(۱۲) ان بزرگوں کے عمدہ ایام میں (جو امّت کے لیے بعد از پیغمبر علیہ السّلام بہترین دَور تھا) طریقۂ نکاح ایک طرح کا جاری و ساری تھا (جو سُنّتِ نبوی کے موافق و مطابق تھا) یعنی مُتعہ کا طریقہ مشروع نہ تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ چاروں بزرگوں کے دَورِ مقدس میں دین کے امور ایک ہی طریقہ

مسنونہ جاری رہتا تھا۔ ان اُمور میں کسی دوسرے طریقہ پر عمل درآمد نہیں ہوتا تھا۔
یہ چیز ان حضرات کے آپس میں مودّۃ و اخلاص و صدقِ معاملہ و رأفت و شفقت و رِفاقت و اُلفت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ کریم (جل مجدہٗ) ان پاک طینت ہستیوں کے طفیل ہم کو بھی دین و اسلام کے مسائل میں اتحاد و اتفاق و ائتلاف و اقتراب نصیب فرمائے جو اصل سرمایۂ مذہب ہے۔

یہاں باب دوم ختم کیا جاتا ہے۔

باب سوم

اس باب میں چند عنوانات مرتب کیے گئے ہیں جو ان حضرات (خصوصاً سیدنا ابوبکر الصدیق اور سیدنا علی المرتضیٰ) کے درمیان عمدہ مراسم و خوش تر تعلقات پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ واقعات فریقین کی کتابوں میں متفرق اوراق میں پائے جاتے ہیں۔ ہم نے قلیل سی محنت کر کے ان کے بعض اجزا جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے ناظرین کرام انصاف کی نظر ڈالتے ہوئے ان کو قبول فرمائیں گے۔

(۱)

ایک چیز تو یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت میں فقہی مسائل بیان کرنے اور فتویٰ دینے میں حضرت علیؓ، دیگر صحابہ کرام کے ساتھ شامل رہتے تھے۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ حضرت علیؓ جنگی معاملات کے مشوروں میں اور فوجی نگرانیوں میں نیز دیگر ملکی، حفاظتی تدابیر میں عملاً شریک رہتے تھے۔

(۳)

تیسری یہ چیز ہے کہ خلیفۂ وقت کی جانب سے مالی عطیات و ہدایا و غنائم وغیرہ کے قبول و وصول کرنے میں حضرت علیؓ باقی صحابہؓ کی طرح شامل و شریک تھے۔

(۴)

چوتھی یہ چیز ہے کہ خلافت صدیقی و خلافتِ فاروقی میں حدود اللہ (یعنی خدائی احکام)

جاری کرنے میں حضرت علی المرتضیٰؓ خلفائے کرام کے ساتھ دستِ راست کی حیثیت رکھتے تھے۔ نیز ملک میں اور قوم میں خدا کے احکام نافذ کرنے میں عملاً ان کے معاون و مددگار رہے۔

یہ چار چیزیں ان بزرگانِ دین کے باہمی اتحاد و اتفاق و ارتباط کے لیے کھلے نشانات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اب نمبر وار ہر ایک کی مختصر سی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔ امید ہے موجبِ اطمینان و باعثِ ایقان ہو سکے گی۔

پہلی چیز

یہ ہے کہ خلافتِ صدیقی و خلافتِ فاروقی میں حضرت علی المرتضیٰؓ کا شمار ان حضرات میں تھا جن کی طرف دین کے مسائل دریافت کرنے اور فتویٰ حاصل کرنے میں رجوع کیا جاتا تھا۔ چنانچہ طبقات ابن سعد میں یہ مسئلہ موجود ہے، ملاحظہ فرمادیں۔

عن عبد الرحمن بن القاسم عن ابیہ ان ابا بکر الصدیق کان اِذَا نَزَلَ بِهٖ اَمْرٌ يُرِيْدُ فِيْهِ مُشَاوَرَةَ اَهْلِ الرَّاْيِ وَاَهْلِ الْفِقْهِ دَعَا رِجَالًا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، دَعَا عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَاُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَكُلُّ هٰؤُلَاءِ يُفْتِيْ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَاِنَّمَا تَصِيْرُ فَتْوَى النَّاسِ اِلٰى هٰؤُلَاءِ فَمَضٰى اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى ذَالِكَ ثُمَّ وَلِيَ عُمَرُ فَكَانَ يَدْعُوْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرَ الخ

یعنی عبد الرحمٰن بن القاسم اپنے باپ قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر الصدیقؓ کو جب صاحبِ رائے اور صاحبِ فہم لوگوں کے مشورہ کی ضرورت پیش آتی تھی تو مہاجرین و انصار اور بالخصوص عمر بن الخطابؓ، عثمانؓ بن عفان، علیؓ بن ابی طالب، عبد الرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، ابیؓ بن کعب، زیدؓ بن ثابت

(رضی اللہ تعالیٰ) کو بُلاتے تھے اور یہ تمام بزرگ دورِ خلافت کے مُفتیوں میں سے تھے۔ فتویٰ حاصل کرنے میں لوگ ان حضرات کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ابوبکر الصدیقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں یہ طریقہ کار جاری رکھا۔ پھر عمر بن الخطابؓ خلیفہ بنائے گئے وہ بھی مشورہ کی خاطر انہی بزرگوں کو مدعو کرتے تھے۔"

(طبقات ابن سعد جلد ثانی قسم ثانی ص ۱۰۹۔ باب اہل العلم و الفتویٰ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبع لیدن یورپ)

اسی طرح شیعی مؤرخین نے بھی ذکر کیا ہے کہ ابوبکر الصدیقؓ کے ایامِ خلافت و امارت میں حضرت علی المرتضیٰ کا شمار فقیہوں و مفتیوں میں تھا۔ لکھتے ہیں کہ

"وَكَانَ مَنْ يُؤْخَذُ عَنْهُ الْفِقْهُ فِيْ اَيَّامِ اَبِيْ بَكْرٍ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ"

خلاصہ یہ ہے کہ ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں مندرجہ ذیل حضرات سے فقہی مسائل دریافت کیے جاتے تھے۔ علیؓ بن ابی طالب عمرؓ بن الخطاب۔ معاذؓ بن جبل۔ اُبیؓ بن کعب۔ زیدؓ بن ثابت۔ عبداللہ بن مسعود۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(تاریخ یعقوبی از احمد بن ابی یعقوب بن جعفر العباسی الشیعی ج ۲ ص ۱۳۸ طبع جدید بیروت۔ آخر ایام ابی بکرؓ)

مندرجاتِ بالا کے فوائد

امُور کے لیے مشورہ حاصل کرنے کی عادت تھی۔ خلافت کے

ی کا رویہ نہیں رکھتے تھے۔

(۲) اکابر مہاجرین و انصار کے ساتھ خلیفہ اسلام کا باعزت سلوک جاری رہتا تھا۔

(۳) جن اہل الرأی و صاحب مشورہ و صاحب فتویٰ حضرات کو مدعو کیا جاتا تھا ان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اہم مقام مقرر و متعین تھا۔

(۴) نیز ثابت ہوا کہ "صدیقی دورِ خلافت" و فاروقی دورِ خلافت" کے مدبروں، مشیروں اور مفتیوں میں حضرت علیؓ شامل تھے۔

یہ تمام حالات اس امر کے گواہ و شاہد ہیں کہ خلیفہ اول (صدیق اکبرؓ) اور علی المرتضیٰ کا باہمی اعتماد تھا۔ آپس میں عمدہ سلوک تھا۔ ایک دوسرے کے ساتھ خوش معاملہ تھے۔ دوستانہ طرزِ معاشرت رکھتے تھے اور ان میں بہترین تعلقات قائم دائم تھے۔

دُوسری چیز

یہ ہے کہ خلافتِ صدیقی میں جب جنگی اُمور کا سامنا ہوتا تھا تو اس وقت حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ کرام کے ساتھ مشاورت فرمایا کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان معاملات میں ہر مرحلہ پر ہم آہنگ اور ہم نوا رہتے تھے۔ خاص کر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان تمام اُمور میں خلیفہ اول کے ساتھ شریکِ کار رہتے تھے۔ اس مقصد کے متعلق ہم چند ایک تاریخی واقعات ذیل میں پیش کرتے ہیں جو ہماری گزارشات کے حق میں مؤید و مثبت ہیں۔

(۱)

حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری متوفی ۶۹۴ھ نے اپنی تصنیف ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ص ۹۷، باب ذکر اتباعہ لسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ابن السمان کے حوالہ سے واقعہ درج کیا ہے کہ

.... عَنْ عَلِيٍّ وَقَدْ شَاوَرَهُ اَبُوْبَكْرٍ فِيْ قِتَالِ اَهْلِ الرِّدَّةِ بَعْدَ اَنْ

شَاوَرَ الصَّحَابَةَ فَاخْتَلَفُوا عَلَيْهِ فَقَالَ مَا تَقُوْلُ يَا اَبَا الْحَسَنِ فَقَالَ اِنْ تَرَكْتَ شَيْئًا مِمَّا اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ فَاَنْتَ عَلٰى خِلَافِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا لَئِنْ قُلْتَ ذٰلِكَ لَاُقَاتِلَنَّهُمْ وَلَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالًا (اخرجہ ابن السمان)

یعنی ابن السمان نے "کتاب الموافقۃ" میں ذکر کیا ہے کہ ابوبکر الصدیقؓ نے مرتدین کے قتال کے بارے میں دیگر صحابہؓ سے مشورہ کرنے کے بعد علی المرتضیٰ سے رائے لینے کے لیے سوال کیا کہ اے ابوالحسن آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ (مرتدین و مانعین زکوٰۃ وغیرہ سے) جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصول فرمایا کرتے تھے اس سے آپ اگر کچھ بھی چھوڑ دیں تو آپ نے پیغمبر خدا کا خلاف کر ڈالا۔ یہ سن کر حضرت صدیقؓ نے کہا کہ آپ نے چونکہ یہ مشورہ دیا ہے تو اگر ہم سے وہ اونٹ کی ایک رسی بھی روک رکھیں گے تو میں ان سے ضرور قتال اور جنگ کروں گا۔"

(ذخائر العقبیٰ ص ۹۷ لمحب الطبری)

(۲)

نیز ریاض النضرہ" میں محب الطبری مذکور نے اور البدایہ میں حافظ ابن کثیرؒ نے اور کنز العمال میں علی متقی ہندی نے ایک واقعہ لکھا ہے اور منقول عنہ مصادر و مخارج بھی ساتھ ذکر کیے ہیں:-

۔۔۔عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت خَرَجَ اَبِیْ شَاهِرًا سَيْفَهٗ رَاكِبًا عَلٰى رَاحِلَتِهٖ اِلٰى ذِی الْقَصَّةِ فَجَاءَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَاَخَذَ بِزِمَامِ رَاحِلَتِهٖ وَقَالَ اِلٰى اَیْنَ یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟ اَقُوْلُ لَكَ مَا قَالَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ

شَمِّ سَیفَکَ وَلَا تَفْجَعنَا بِنَفْسِکَ فَوَاللہِ لَئِنْ اُصِبْنَا بِکَ لَا یَکُوْنُ لِلْاِسْلَامِ بَعْدَکَ نِظَامٌ اَبَدًا فَرَجَعَ وَاَمْضَی الْجَیْشَ"۔

(۱) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ج ۱ ص ۱۴۰ بحوالہ الخلعی۔ وابن السمان فی الموافقۃ۔ والفضائلی۔ باب شدۃ باسہ لما ارتدت العرب بعد وفاۃ النبی صلعم۔

(۲) البدایہ والنہایہ ص ۳۱۵ جلد ۶، لابن کثیر دمشقی۔

(۳) کنز العمال ص ۱۴۲-۱۴۳، جلد ۳۔ بحوالہ زکریا الساجی

(۴) الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی۔ الباب الاوّل، الفصل الثالث، طبع جدید، ص ۱۵)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرے والد ابو بکر صدیق مقام ذی القصہ کی طرف اپنی سواری پر سوار ہو کر برہنہ تیغ (یعنی ننگی تلوار لیکر) نکلے تو حضرت علیؓ تشریف لاتے اور اس سواری کی باگ تھام کر فرمانے لگے اے رسولِ خداؐ کے خلیفہ!! آپ (بہ نفس نفیس) کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟ اب میں آپ کو وہی بات کہتا ہوں جو اُحد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمائی تھی۔ آپ اپنی تلوار نیام میں کیجیے اور اپنی ذات کے متعلق ہمیں پریشانی میں نہ ڈالیے پس اللہ کی قسم اگر ہم آپ کی ذات کے حق میں کوئی مصیبت پہنچاتے گئے تو آپ کے بعد اسلام کا یہ نظام درست نہ رہ سکے گا (پس یہ مشورہ قبول کرتے ہوئے) ابو بکر الصدیقؓ خود واپس تشریف لائے اور لشکر (مجوزہ) کو روانہ کر دیا"۔

(۳)

اور شیعہ علماء نے بھی حضرت علیؓ کا کلام نقل کیا ہے جس میں ابو بکر الصدیقؓ کے ابتدائی

دورِ خلافت میں پیش آمدہ اہم واقعات میں حضرت علیؓ کے شریک ہونے کا اقرار پایا گیا ہے اور علی المرتضیٰ کی جانب سے یہ تصریح بھی مذکور ہے کہ ہم لوگوں نے اس موقع پر دین کے مخالفین کا متحد ہو کر مقابلہ کیا حتیٰ کہ اسلام اطمینان کے ساتھ قائم ہو گیا اور دین سکون کے ساتھ قرار پکڑنے لگا۔

نہج البلاغہ (بمع شروح کے) مذکور ہے :

—— فَنَهَضْتُ فِي تِلْكَ الْاَحْدَاثِ حَتّٰى زَاحَ الْبَاطِلُ وَزَهَقَ وَ اطْمَأَنَّ الدِّيْنُ وَتَنَهْنَهَ۔" (نہج البلاغہ)

—— تِلْكَ الْاَحْدَاثُ الَّتِيْ وَقَعَتْ مِنَ الْعَرَبِ اِلٰى غَايَةِ زُهُوْقِ الْبَاطِلِ وَاسْتِقْرَارِ الدِّيْنِ وَانْتِشَارِهٖ۔" (ابن میثم بحرانی، تحت متن مذکور)

—— فَكَانَ الدِّيْنُ كَانَ مُتَحَرِّكًا مُضْطَرِبًا فَسَكَنَ وَكَفَّ عَنْ ذَالِكَ الْاِضْطِرَابِ (درہ نجفیہ، تحت متن مذکور)

(ان عبارات کا) حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں (رسول اللہ صلعم کے بعد مرتدینِ عرب) کی سرکوبی کے لیے میں اُٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ یہ فتنے ختم ہو گئے اور دینِ اسلام آرام کرنے لگا۔

—— گویا دین (فتنوں کی وجہ سے کمزور ہو کر) متحرک و مضطرب ہو گیا تھا۔

تب ہماری بروقت مساعی کی بنا پر) اضطراب و پریشانی سے پُرسکون ہو گیا اور اس نے استقرار پکڑا۔" (نہج البلاغۃ، ج ۲ ص ۱۱۹۔ من کتاب لہٗ علیہ السّلام الی اہلِ مصر مع مالک الاشتر الخ، طبع مصری دو جلد میں)

—— اب اور شیعی فاضل مترجم و شارح نہج البلاغہ ملا فتح اللہ قاشانی المتوفی ۹۸۸ھ کی تشریح اس مکتوب کے تحت پائی گئی ہے وہ بھی ناظرین ملاحظہ فرمالیں مضمون بالا کی تائید میں بڑی مفید ہے۔ مکتوب مرتضوی مذکور کے تحت اس نے لکھا ہے کہ :

"بدانکہ درزمانِ خلافتِ ابی بکر بسیارے از عرب برگشتند از دین و مرتد شدند و اصحاب درآن امر عاجز و حیران شدند۔ چوں آنحضرتؑ آں امر را چناں دید۔ اصحاب را دلداری کردہ بزورِ بازوئے حیدری اہلِ ارتداد را بسقر فرستادہ باز امر دین را انتظام داد"

(ترجمہ و شرح نہج البلاغہ از ملّا فتح اللہ کاشانی[1] تحت مکتوب جناب امیر علیہ السلام بسوئے اہالیانِ مصر بائے اشتر والی مصر مطبوعہ ایرانی قدیمی طبع)

اِس سے ثابت ہُوا کہ

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے حق میں حضرت علی حامی و مددگار تھے اور خلافتِ صدیقی دینِ حق کے برخلاف قائم نہ تھی۔ اگر یہ خلافت باغیانہ و غاصبانہ ہوتی تو حضرت علیؓ اس کو بزورِ بازو اپنے تصرّف اور نگرانی میں لے سکتے تھے جیسا کہ بازوئے حیدری کی قوت نے اس مشکل وقت میں امرِ دین کا انتظام درست کر دیا۔

—— نیز اِس مشکل وقت میں حضرت علیؓ نے بزورِ شمشیر امداد کی ہے جو ان کے ساتھ اِخلاص کی علامت ہے۔

—— اور معلوم ہُوا کہ ان خلفاء کے ساتھ حضرت علیؓ کو بہت ارتباط و اتحاد و اتفاق تھا لیکن بعد والے لوگوں نے ان تمام چیزوں کو اختلاف و انشقاق و نفاق کی شکل میں پیش

---

[1] ملّا فتح اللہ کاشانی ۹۸۸ھ کی یہ شرح نہج البلاغہ فارسی زبان میں ہے۔ اس کا نام تنبیہ الغافلین و تذکیر العارفین ہے۔ اور تفسیر منہج الصادقین اور اس کا خلاصہ منہج یہ دونوں تصانیف ملّا فتح اللہ صاحب کاشانی کی ہیں۔ یہ شیعہ کے کبار علماء میں سے ہے۔

(روضات الجنّت ص ۴۸۶ طبع قدیم ایران)

کر دیا ہے۔

(۴)

اسی طرح دونوں فریق کی کتابوں میں غزوۂ روم و شام کے متعلق بشارت پر مشتمل ایک مشورہ مذکور ہے وہ بھی ناظرین تمکین کی ضیافتِ طبع کی خاطر حاضرِ خدمت کیا جاتا ہے۔ اہلِ فہم و اہلِ انصاف حضرات اس سے فوائد خود مرتب فرما سکیں گے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن اوفیٰ سے منقول ہے کہ جب ابوبکر الصدیقؓ نے غزوۂ روم کا ارادہ کیا تو اکابر مہاجرین و انصار (خصوصاً) بدریوں کو مدعو کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص و سعیدؓ بن زید و ابو عبیدہ وغیرہم حضرات تشریف لائے۔ غزوۂ مذکورہ کے متعلق خلیفۂ اول نے مشورہ طلب کیا (ان اکابرین نے اپنے اپنے مشورے پیش کیے):-

وَعَلِیٌّ فِی الْقَوْمِ لَا یَتَکَلَّمُ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ مَا ذَا تَرٰی یَا اَبَا الْحَسَنِ! فَقَالَ اَرٰی اَنَّکَ اِنْ سِرْتَ اِلَیْہِمْ بِنَفْسِکَ اَوْ بَعَثْتَ اِلَیْہِمْ نُصِرْتَ عَلَیْہِمْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ فَقَالَ بَشَّرَکَ اللّٰہُ بِخَیْرٍ وَمِنْ اَیْنَ عَلِمْتَ ذَالِکَ؟ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَزَالُ ھٰذَا الدِّیْنُ ظَاھِرًا عَلٰی کُلِّ مَنْ نَاوَاہُ حَتّٰی یَقُوْمَ الدِّیْنُ وَاَھْلُہٗ ظَاھِرُوْنَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَحْسَنَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ لَقَدْ سَرَّرْتَنِیْ سَرَّکَ اللّٰہُ۔"

مدعا حاصل یہ ہے کہ علی المرتضیٰؓ قوم میں خاموش بیٹھے ہیں۔ کوئی کلام نہیں کی، صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا اے ابوالحسن آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمائیے؟ تو حضرت علیؓ نے اپنا اظہارِ خیال کیا کہ آپ بہ نفسِ نفیس لشکر کی معیت میں تشریف لے جائیں یا اس غزوہ میں صرف فوج ارسال کر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ

آپ کے تو ہیں فتح ہو گی۔ ابو بکر الصدیق کہنے لگے اللہ آپ کو امرِ خیر کی خوشخبری سنائے یہ چیز آپ نے کہاں سے معلوم کی تو علی المرتضیٰؓ نے بتلایا کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سنا تھا، جناب نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص اس دین کے معارضہ (مقابلہ) کا ارادہ کرے گا اس پر یہ دین غالب آ کر رہے گا اور اہلِ دین بھی غالب آجائیں گے۔ جو شخص اس دین کے مٹانے کا قصد کریگا اس کے خلاف یہ دین ہمیشہ غالب آتا رہے گا۔ حتیٰ کہ یہ دین اسلام اپنے پاؤں پر قائم ہو جائے گا اور (اہلِ دین مخالفین پر) غلبہ پالیں گے"

حضرت علیؓ سے یہ روایت سُنکر صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا کہ سبحان اللہ یہ کیا عمدہ فرمانِ نبوی ہے۔ اے علیؓ آپ نے ہمیں خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و مسرور فرمائے"

(کنز العمال علی متقی ہندی ص ۱۴۳-۱۴۴۔ جلد سوم۔ کتاب الخلافۃ مع الامارۃ (بعث الروم) بحوالہ ابن عساکر۔ طبع اول قدیمی)

پھر شیعہ احباب نے بھی اس واقعہ کو مختصراً اپنی کتابوں میں اپنے اپنے الفاظ میں درج کیا ہے۔ ان کے دو عدد حوالہ جات ملاحظہ فرماویں۔

(۱) ——— احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن الواضح الکاتب العباسی نے اپنی مشہور تاریخ یعقوبی میں ایامِ ابی بکر کے تحت لکھا ہے کہ

"اَرَادَ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَّغْزُوَ الرُّوْمَ فَشَاوَرَ جَمَاعَۃً مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَقَدَّمُوْا وَ اَخَّرُوْا فَاسْتَشَارَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَاَشَارَ اَنْ یَّفْعَلَ فَقَالَ اِنْ فَعَلْتَ ظَفَرْتَ فَقَالَ بَشَّرْتَ بِخَیْرٍ"

خلاصہ یہ ہے کہ ابو بکرؓ نے غزوۂ روم کا قصد کیا تو اصحابِ رسول کی جماعت سے اس معاملہ میں مشورہ طلب کیا تو انہوں نے (اپنے اپنے خیال کے موافق)

تقدیم وتاخیر ذکر کی۔ پس ابوبکرؓ نے علی بن ابی طالب سے رائے طلب کی تو انہوں نے اس کام کے کرنے کا اشارہ فرمایا اور کہا کہ اگر آپ اس کام کو کرینگے تو فتح مندی پائیں گے تو ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ نے بڑی خیر وخوبی کی خوشخبری دی ہے۔"

(تاریخ الیعقوبی، ص ۱۳۲ طبع جدید بیروتی۔ تحت ایّام ابی بکر۔ احمد بن ابی یعقوب الکاتب العباسی شیعی۔ سن تالیف کتاب ہذا ۲۵۰ھ ۲۵۹ھ)

(۲) ـــــ صاحب ناسخ التواریخ مرزا محمد تقی لسان الملک نے بھی یہ واقعہ اپنی تاریخ ہذا میں نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ

... ابوبکر روبعلی کرد وگفت یا ابا الحسن توچہ فرمائی؟ علی فرمود چہ تو راہ خود برگیری وچہ سپاہ تبازی ظفر تراست۔ ابوبکر گفت بشّرک اللہ یا ابا الحسن از کجا گوئی؟ فرمود از رسولِ خدا۔ ابوبکر گفت بدیں حدیث مرا شاد کردی اے مسلمانان علی وارث علم پیغمبر ست ہر کہ درد شک کند کافر ست الخ

حاصل یہ ہے کہ (غزوہ روم وشام کی مشاورۃ کے موقعہ پر) ابوبکرؓ نے علی المرتضیٰ کی طرف رُخ کیا اور کہا کہ اے ابوالحسن! آپ اس کے حق میں کیا مشورہ دیتے ہیں۔ علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ آپ خود تشریف لے جائیں یا صرف لشکر ارسال کر دیں، فتح ونصرت آپ کے لیے ہوگی (یہ سن کر) ابوبکرؓ نے کہا کہ اے ابوالحسن آپ کو اللہ تعالیٰ خوشخبری سنائے۔ یہ بشارت آپ کہاں سے دے رہے ہیں تو علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا کہ یہ فتح مندی کا ارشاد رسولِ خدا کی جانب سے مجھے موصول ہوا ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ نے اس ارشاد سے مجھے شاد کر دیا۔ مسلمانو! علی پیغمبر کے علم کے وارث ہیں جو اس بات میں شک کرے وہ کافر ہے۔" (ناسخ التواریخ جلد دوم، کتاب دوم ص ۱۵۸ تحت عنوان تصمیم عزم ابی بکر بہ تسخیر ممالک شام وقتال مسلمین با ابطال لشکر روم در سال سیزدہم طبع قدیم تختی کلاں۔)

"خلافتِ صدیقی" میں ایک دفعہ دشمنانِ اسلام کی طرف سے مدینہ شریف پر حملہ کر دینے کا خطرہ لاحق ہوا۔ اس مشکل ٹائم میں مدینہ طیبہ کی حفاظت کے لیے فوجی نگرانی کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت بھی حضرت علی المرتضیٰ نے حفاظتی دستہ میں خود شامل ہو کر مدینہ کی نگرانی کی۔ یہ سب تدابیر صدیق اکبرؓ کے فرمان کے تحت عمل میں لائی گئیں۔ اور ان مواضع میں حضرت علیؓ نے عملاً شریک ہو کر پورا پورا حصہ لیا۔ ذیل میں عبارات بعینہٖ ملاحظہ فرماویں۔

... وَجَعَلَ اَبُوْبَکْرٍ بَعْدَ مَا اَخْرَجَ الْوَفْدَ عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَۃِ نَفَرًا عَلِیًّا وَالزُّبَیْرَ وَطَلْحَۃَ وَعَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ وَاَخَذَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ بِحُضُوْرِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ لَھُمْ اِنَّ الْاَرْضَ کَافِرَۃٌ وَقَدْ رَأٰی وَفْدُھُمْ مِنْکُمْ قِلَّۃً وَاِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَلَیْلًا تُؤْتَوْنَ اَمْ نَھَارًا وَاَدْنَاھُمْ مِنْکُمْ عَلٰی بَرِیْدٍ۔

(۱) تاریخ ابن جریر الطبری جلد ثالث تحت احوال السنۃ الحادی عشرۃ ص ۲۲۳ - ج ۳ - طبع قدیم مصری۔

(۲) شرح نہج البلاغۃ، حدیدی شیعی، ج ۴ ص ۲۲۸ - طبع تبریزی)

اس کا حاصل یہ ہے کہ ابوبکر الصدیقؓ نے مدینہ شریف کی گذرگاہوں اور راستوں پر نگرانی کے لیے لشکر اور جیش روانہ کیے اور ان حفاظتی دستوں پر علی بن ابی طالب۔ زبیر بن عوام۔ طلحہ۔ عبداللہ بن مسعود کو نگران و محافظ مقرر فرمایا اور باقی اہل المدینہ کو مسجد مدینہ میں جمع کیا اور ابوبکر الصدیقؓ نے ان کو فرمایا کہ اے مسلمانو! (علاقہ کے لوگ) دین سے برگشتہ ہو رہے ہیں ان کے وفد نے تم کو (اپنے خیال میں) قلیل تصور کر رکھا ہے۔ تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ وہ تمہارے پاس کسی وقت رات کو یا دن کو آپہنچیں ان کی قریبی جماعتیں تم سے

ایک برید کی مسافت (یعنی ۱۲-۱۴ میل) پر موجود ہیں۔

اسی واقعہ کو تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ) و تاریخ ابن خلدون میں بھی آپ بعبارت ذیل ملاحظہ فرما سکتے ہیں :-

فَجَعَلَ الصِّدِّيْقُ عَلٰى اَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ حَرَّاسًا يَبِيْتُوْنَ بِالْجُيُوْشِ حَوْلَهَا فَمِنْ اُمَرَاءِ الْحَرَسِ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَالزُّبَيْرُ بْنُ عَوَّامٍ وَطَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ۔

یعنی ابوبکر الصدیق نے مدینہ کی گذرگاہوں اور راستوں پر محافظ و نگران مقرر کر دیئے جو مدینہ کے گرداگرد فوجی دستوں کے ساتھ رات گزارتے تھے۔ ان نگرانی کرنے والوں اور محافظوں میں یہ حضرات شامل تھے۔ علیؓ بن ابی طالب اور زبیرؓ اور طلحہؓ۔ سعدؓ بن ابی وقاص۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ۔ ابن مسعودؓ۔

(۳) البدایہ لابن کثیر ص ۳۱۱۔ جلد ۶ فصل فی تصدی الصدیق لقتال اہل الردہ

(۴) تاریخ ابن خلدون، ج ۲ ص ۸۵۸ جلد ثانی تحت عنوان الخلافۃ الاسلامیہ)

مندرجات ہذا کے ثمرات

(۱) صدیقی خلافت میں اہم ملکی معاملات کی خاطر جو مشورے ہوتے تھے ان میں حضرت علیؓ شریک ہوتے تھے اور جو مشورہ مرتضیٰ شیرِ خدا دیتے تھے۔ اس کی بڑی قدر ہوتی تھی اور اس کے موافق عمل درآمد کیا جاتا تھا۔ حاصل یہ ہے کہ یہ مشورہ دینا بھی آپس کی خیر خواہی پر دال ہے اور مشورہ قبول کرنا بھی ایک دوسرے کے حق میں اخلاص و مودّۃ اور قدردانی پر شاہد عادل ہے۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰ صدیق اکبرؓ کو خلیفۂ رسول کے الفاظ سے بھی یاد کرتے تھے اور

ان کے براہِ راست جنگ میں شامل و شریک ہونے کو خطرہ کا باعث تصور کرتے تھے۔ یعنی خلیفۂ اوّل کی تکلیف کو گویا تمام مسلمانوں اور اہلِ اسلام کے حق میں مصیبت گمان کرتے تھے۔

(۳) صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حضرت علیؓ کا فتح مندی و کامیابی کی بشارتیں بیان کرنا اور جانبین کا اس پر مسرت و فرحت محسوس کرنا باہمی عقیدت و اعتماد و تعلقات کا بہترین ثبوت ہے۔

(۴) پھر مشکل اوقات میں حفاظتی تدابیر و فوجی نگرانیوں میں حضرت علیؓ کا بذاتِ خود شمولیت کرنا ایک دوسرے کے ساتھ دوستی و جاں نثاری کا نہایت شاندار کارنامہ ہے۔

(۵) نیز واضح ہوا کہ اس دور کی ضروری مہموں میں حضرت علیؓ ہمیشہ شریکِ کار رہتے تھے اور صدیقی خلافت کی حقانیت و صداقت حضرت علی المرتضیٰؓ کے نزدیک مسلّم و معتبر تھی۔

بالفرض اگر صدیقی خلافت باطل ہوتی تو مخالفین کے ساتھ جنگ و قتال کی بجائے خود اس کی سرکوبی واجب اور مقدم تھی اور اس کو مضبوط کرنے کی بجائے اس سرچشمۂ باطل کو ختم کر دینا لازم تھا۔ اور واقعات سراسر اس کے برخلاف و برعکس پائے گئے ہیں۔ کیونکہ یہاں ہر مرحلہ پر ہر قدم پر، ہر موقعہ پر خلیفۂ اوّل صدیق اکبرؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی نصرت شامل ہے اور نصیحت شریک ہے۔ معیت پائی جاتی ہے۔ رفاقت ثابت ہے۔ موافقت موجود ہے۔ معاونت جاری ہے۔ اہلِ انصاف و اہلِ فہم کی اصطلاح میں ان چیزوں کو "اتفاق و اتحاد" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (ہٰذا ھو الحق)

تیسری چیز

یہ ہے کہ حدیث و تاریخ کی کتابیں بتلاتی ہیں کہ سیّدنا ابوبکر الصدّیق رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ کو مالی عطیات عنایت فرمایا کرتے تھے اور وہ بخوشی قبول کیا کرتے تھے (یہ عطا فرمودہ

چیزیں خواہ خمس و غنائم سے تعلق رکھتی ہوں خواہ از قسم مالِ فئے ہوں یا ہدایا و تحائف میں سے ہوں) بہر کیف ابوبکر الصدیق کی جانب سے یہ مالی حقوق ادا کرنا اور شیرِ خدا کی طرف سے ان کو وصول کرنا یہ دونوں امور ان حضرات کے باہمی خوشگوار مراسم و عمدہ تعلقات پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم چند واقعات کو ایک ترتیب سے ذکر کرتے ہیں۔ امید ہے ناظرین بانمکین اس تجویز کو پسند فرمائیں گے۔ سُنن کبریٰ بیہقی میں مذکور ہے:

(۱) . . . . عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا ؓ یَقُوْلُ وَلَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُمُسَ الْخُمُسِ فَوَضَعْتُہٗ مَوَاضِعَہٗ حَیَاۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَیَاۃَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ . . . . . . فَاُتِیَ بِمَالٍ فَدَعَانِیْ فَقَالَ خُذْہُ فَقُلْتُ لَا اُرِیْدُہٗ قَالَ خُذْہُ فَاَنْتُمْ اَحَقُّ بِہٖ قُلْتُ قَدِ اسْتَغْنَیْنَا عَنْہُ فَجَعَلَہٗ فِیْ بَیْتِ الْمَالِ۔

(السنن الکبریٰ بیہقی، ج ۶ ص ۳۴۳ - باب سہم ذوی القربٰی من الخمس)

اور مسندات علیؓ میں امام احمدؒ کے مُسند میں مذکور ہے کہ:

. . . . فَوَلَّانِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَسَمْتُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ ثُمَّ وَلَّانِیْہِ اَبُوْبَکْرٍ فَقَسَمْتُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ ثُمَّ وَلَّانِیْہِ عُمَرُ فَقَسَمْتُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ حَتّٰی کَانَتْ اٰخِرُ سَنَۃٍ مِنْ سِنِیْ عُمَرَ فَاِنَّہٗ اَتَاہُ مَالٌ کَثِیْرٌ۔ (مُسند امام احمد، ج ۱ ص ۸۴ جلد اول، مسندات علیؓ معہ منتخب کنز العمال مصری طبع)

ان دونوں روایات کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت مرتضیٰ شیرِ خدا فرماتے ہیں کہ ہم رشتہ داران رسول اللہ صلعم کا جو خمس میں حصہ تھا اس کی تقسیم کا متولی جناب سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بنایا۔ پس میں حضور صلعم کے عہدِ مقدس میں اور ابوبکرؓ کے دور میں اور عُمر

بن الخطّاب کے زمانہ میں خمس کے حصّہ کو اس کے مواضع (یعنی حقداروں میں) تقسیم کرتا رہا۔ پھر عمر بن الخطّاب کی خلافت کے آخری سالوں میں ان کے پاس کثیر مال پہنچا تو انہوں نے مجھے بلا کر فرمایا کہ یہ مال اتنا مقدار آپ لوگوں کا حق ہے اس کو آپ تحویل میں کر لیں۔ مَیں نے ان کو جواب دیا کہ ہمارا ارادہ لینے کا نہیں ہے۔ پھر عمرؓ نے فرمایا کہ آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس وقت مَیں نے جواباً عرض کیا کہ اب ہم اس مال سے مستغنی ہیں، محتاج نہیں ہیں (فلہٰذا اور محتاجوں کو دے دیں)۔ پس عمر بن الخطّاب نے اس مال کو مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دیا۔"

قبل ازیں باب اوّل میں بھی ہم نے ذکر کیا ہے کہ علیؓ المرتضیٰ کے خاندان والے جب آسودہ حال ہو گئے اور فقر و فاقہ کی صورت نہ رہی تو وہ حضرات اس مال کے وصول کرنے سے خود بخود دست بردار ہو گئے۔ خلیفۂ اوّل و خلیفۂ ثانی دونوں کی جانب سے ان کی ادائیگی کے حق میں کوئی کوتاہی واقع نہیں ہوئی۔

نیز یہ بھی عیاں ہو گیا کہ فاروق اعظمؓ نے یہ مال نہ خود کھایا نہ خورد بُرد کیا، نہ غصب کیا۔ بلکہ ان کی دست برداری کے بعد بیت المال میں داخل کرا دیا تاکہ دیگر مسلمان اس مال سے منتفع ہوتے رہیں۔

(۲) دوسری عرض یہ ہے کہ مالِ خمس و مالِ فئے کا طریقۂ تقسیم جو صدیق اکبرؓ کے ایامِ خلافت میں جاری تھا۔ اسی طریقۂ کار کو حضرت علیؓ کا اپنی خلافت میں قائم رکھنا یہ اس بات کی مستقل شہادت ہے کہ صدیقی خلافت ان کے نزدیک برحق تھی۔ اس کا تقسیمِ عمل اور کارکردگی بالکل صحیح اور درست تھی۔

ابن عبد البر نے استیعاب میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ:

. . . . وَكَانَ عَلِيٌّ يَسِيْرُ فِي الْفَيْءِ مَسِيْرَةَ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ فِي الْقَسْمِ وَإِذَا وَرَدَ عَلَيْهِ مَالٌ لَمْ يُبْقِ مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا قَسَمَهُ وَلَا يَتْرُكُ فِيْ

بَیۡتِ الۡمَالِ منہ اِلَّا ما یعجز عن قسمتہٖ فی یومہٖ ذالک "

(الاستیعاب معہ اصابہ، ج ۳ ص ۴۷، تذکرہ حضرت علیؓ)

یعنی مالِ فئے کی تقسیم میں حضرت علیؓ وہی طریقہ اختیار کرتے تھے جو ابو بکر الصدیقؓ اپنے دورِ خلافت میں جاری کیے ہوئے تھے جب علیؓ المرتضیٰ کے پاس مالِ غنیمت و فئے پہنچتا تو آپ اس مال سے کچھ باقی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اسی موقع پر اس کو تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور بیت المال میں وہی مال رہ جاتا تھا جو اس روز تقسیم ہو جانے سے رہ گیا ہو "

(۳) نیز واضح ہو کہ حضرت علی شیرِ خدا کو صدیقی خلافت کے ایام میں خلیفۂ اوّل کے حکم سے مالِ غنیمت میں سے جواری (یعنی لونڈیاں و خادمہ) ملنے کے متعدد واقعات تاریخِ اسلامی میں موجود ہیں۔ چنانچہ ہم یہاں چند حوالہ جات قارئینِ کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرما دیں۔

ایک واقعہ

ایک واقعہ تو کنز العمال میں مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے بعبارتِ ذیل درج ہے:-

عَنۡ اَبِیۡ جَعۡفَرٍ قَالَ اَعۡطٰی اَبُوۡبَکۡرٍ عَلِیًّا جَارِیَۃً فَدَخَلَتۡ اُمُّ اَیۡمَنَ عَلٰی فَاطِمَۃَ فَرَاَتۡ فِیۡھَا شَیۡئًا فَکَرِھَتۡہُ فَقَالَتۡ مَالَکِ فَلَمۡ تُخۡبِرۡھَا فَقَالَتۡ مَالَکِ فَوَاللّٰہِ مَا کَانَ اَبُوۡکِ یَکۡتُمُنِیۡ شَیۡئًا فَقَالَتۡ جَارِیَۃٌ اُعۡطِیَھَا اَبُو الۡحَسَنِ فَخَرَجَتۡ اُمُّ اَیۡمَنَ فَنَادَتۡ عَلٰی بَابِ الۡبَیۡتِ الَّذِیۡ فِیۡہِ عَلِیٌّ بِاَعۡلٰی صَوۡتِھَا اَمَا رَسُوۡلُ اللّٰہِ فَیَحۡفَظُ فِیۡ اَھۡلِہٖ فَقَالَ عَلِیٌّ وَمَا ذَاکَ فَقَالَتۡ جَارِیَۃٌ بَعَثَ بِھَا اِلَیۡکَ اَبُوۡبَکۡرٍ فَقَالَ عَلِیٌّ اَلۡجَارِیَۃُ لِفَاطِمَۃَ "

(۱) مصنف عبدالرزاق قلمی، باب الغیرۃ ص ۱۳۸ ایربع الثالث۔ کتاب خانہ پیر جھنڈا (سندھ)

(۲) المصنف لعبدالرزاق مطبوعہ مجلس علمی ص ۳۰۲-۳۰۴، جلد ۷، طبع بیروت۔

(۳) کنز العمال، جلد سابع، فضائل فاطمہؓ ص ۱۱۲، طبع قدیم۔ حیدرآباد دکن

بحوالہ (عب)

یعنی ابوجعفر نے کہا کہ حضرت علیؓ کو حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک جاریہ (لونڈی) عطا فرمائی (اور فاطمۃ الزہراء کو یہ ناگوار گزرا) اُمّ ایمن فاطمہؓ کے پاس آئیں تو ان کو ناخوش گوار حالت میں پایا۔ ام ایمنؓ فاطمہؓ کو کہنے لگیں کیا بات ہے؟ فاطمہؓ نے کوئی جواب نہ دیا تو ام ایمن بولیں اللہ کی قسم آپ کے والد شریف تو مجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھتے تھے۔ یہ سُنکر فاطمہؓ نے بتلایا کہ ایک لونڈی (خادمہ) ابوالحسن علی المرتضیٰ کو ملی ہے (یعنی یہ چیز مجھے ناگوار ہے) تو ام ایمن باہر تشریف لائیں۔ جس مکان میں علی المرتضیٰ تھے اس کے پاس آکر بلند آواز سے (کنایۃً) یہ الفاظ کہے کہ رسولِ خدا صلعم تو اپنے اہل و عیال کی حفاظت و نگرانی فرماتے تھے تو علی المرتضیٰؓ نے کہا کہ کیا بات ہے؟ تو ام ایمنؓ نے یہ تمام چیز بیان کی تو حضرت علیؓ نے (یہ صورت حالات دیکھ کر) کہا کہ یہ جاریہ ہم نے فاطمہؓ کے لیے دیدی۔"

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ جس میں حضرت علیؓ کو خلیفۂ اوّل کی جانب سے ایک خادمہ (لونڈی) غنائم سے ملی۔ وہ اس طرح ہے کہ حضرت صدیقؓ کی طرف سے خالد بن ولید کو قبائل بنی تغلب کی طرف فوج دے کر روانہ کیا گیا۔ وہاں بنی تغلب وغیرہ قبائل سے جو غنائم حاصل ہوئے ان میں لونڈیاں بھی تھیں۔ قید شدہ لونڈیوں میں سے ایک لونڈی یعنی خادمہ حضرت علیؓ کو خلیفۂ اوّل کی طرف سے عنایت کی گئی۔ یہ واقعہ مؤرخین و صاحبِ انساب و صاحبِ طبقات لوگوں نے درج کیا ہے۔ چند عبارتیں ملاحظہ فرما کر تسلی کر سکتے ہیں اور شیعہ بزرگوں

نے بھی خادمہ (جس کا نام الصہباء ہے) کے حصول کرنے وقبول کرنے کو درست تسلیم کیا ہے مگر ساتھ ایک تاویل تحریر کر دی ہے جیسا کہ ان حضرات کا طریقہ کار ہے۔ یاد رہے کہ الصہباء سے حضرت علیؓ کا لڑکا عمر بن علی ہوا ہے۔ اور ایک رقیّہ نامی لڑکی بھی ہے۔ عمر بن علی ورقیّہ بنت علی دونوں کی ماں الصہباء تھی اور دونوں توأم تھے۔ یہ واقعہ پہلے اپنی کتابوں سے عرض خدمت ہے۔ پھر شیعوں کا حوالہ بھی درج ہوگا تاکہ دوستوں کے لیے مزید اطمینان کا باعث ہو سکے۔

(۱)

طبقات ابن سعد میں عمر الاکبر بن علی بن ابی طالب کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ

عمر الاکبر بن علی بن ابی طالبؓ و امّہ الصہباء وھی ام حبیب بنت ربیعۃ .... وکانت سبیۃ اصابھا خالد بن الولید حیث اغار علی بنی تغلب بناحیۃ عین التمر۔

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۸۶ تذکرہ عمر مذکور۔ طبع قدیم لیدن)

(۲)

ابو عبداللہ مصعب الزبیری نے کتاب "نسب قریش" الجزء الثانی میں علی المرتضیٰ کی اولاد کی تفصیل کے تحت ذکر کیا ہے کہ

عَمَرُ بْنُ عَلِیٍّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَرُقَیَّۃُ وَھُمَا تَوأَمٌ اُمُّھُمَا الصَّھْبَاءُ یُقَالُ اِسْمُھَا اُمُّ حَبِیْبٍ بِنْتُ رَبِیْعَۃَ مِنْ بَنِیْ تَغْلِبَ مِنْ سَبْیِ خَالِدِ بْنِ وَلِیْدٍ وَکَانَ عُمَرُ بْنُ عَلِیٍّ اٰخِرَ وَلَدِ عَلِیٍّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ۔

(۲) کتاب نسب قریش لابی عبداللہ مصعب الزبیری ص ۴۲
الجزء الثانی تحت اولاد علی۔ مطبوعہ مصر)

(۳)

خلیفہ ابن خیاط نے اپنی تصنیف کتاب الطبقات" میں درج کیا ہے کہ :

وعمر بن علیؓ بن ابی طالب امّہ الصہباء بنت عباد من بنی تغلب سباھا خالد بن ولید فی الردّۃ توفیؒ سنۃ سبع وستّین قتِل مع مصعب ایام المختار"۔

(۳) کتاب الطبقات ص ۲۳۰ لابی عمرو خلیفہ ابن خیاط متوفی ۲۴۰ھ)

(۴)

"۔۔۔ بلغ خالداً ان جمعا لبنی تغلب بن وائل بالمضیح والحصید مرتدین علیہم ربیعۃ بن بجیر فاتاھم فقاتلوہ فھزمھم وسبی وغنم وبعث بالسبی الیٰ ابی بکرؓ فکانت منہم ام حبیب الصہباء بنت حبیب بن بجیر وھی ام عمر بن علی بن ابی طالب"۔

(فتوح البلدان بلاذری، ص ۱۱۷ تحت ذکر شخوص خالد بن ولید الی الشام وما فتح فی طریقہ)

خلاصۃُ المرام

ان چاروں حوالہ جات کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت مرتضیٰؓ کے لڑکے عمر بن علی اور اس کی بہن رقیّہ بنت علی ان دونوں کی ماں کا نام الصہباء ام حبیب بنت ربیعہ تھا جو قبیلہ بنی تغلب سے صدّیقِ اکبرؓ کے ایامِ خلافت میں قید ہو کر آئی اور خالدؓ بن ولید اس وقت امیر فوج تھے۔ ان کی ماتحتی میں یہ مہم سر ہوئی تھی۔ پھر صدّیقِ اکبرؓ کے اذن سے یہ لونڈی (خادمہ) حضرت علی المرتضیٰ کو عطا ہوئی۔ نیز الصہباء کی یہ اولاد توأم پیدا ہوئی تھی اور آخری اولاد تھی۔

نیز شیعہ علماء نے اس واقعہ کو تسلیم کیا اور اپنے اپنے الفاظ میں اس کو ذکر کیا ہے

چنانچہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ

(۱) "واما عمر ورقیہ فامہما مسبیۃ من تغلب یقال لہا الصہباء سبیت فی خلافۃ ابی بکر وامارۃ خالد بن ولید بعین التمر"

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ص ۷۱۸، جلد ثانی طبع بیروتی تحت تفصیل اولاد علیؓ بن ابی طالب)

(۲) "عمدۃ الطالب" لابن عنبۃ میں بھی اس امر کو تسلیم کر کے درج کیا ہے:

"امہ الصہباء التغلبیۃ وقیل من سبی خالد بن ولید من عین التمر"

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب لابن عنبۃ متوفی ۸۲۸ھ ص ۳۶۱ الفصل الخامس طبع نجف اشرف۔ عراق)

تنبیہ۔ حوالہ جات مندرجہ بالا میں المضیح والحصید، عین التمر الفاظ پائے گئے ہیں یہ اس علاقہ میں مقامات کے نام ہیں۔

تیسرا واقعہ

خادمہ کے وصول کرنے کا تیسرا واقعہ یہ ہے جب جنگ یمامہ پیش آئی تو اس کی فتوحات میں خولہ بنت جعفر بن قیس قید ہو کر آئی، خالدؓ بن ولید امیر فوج تھے پھر یہ خادمہ مسماۃ (خولہ) خلیفہ اول کی طرف سے علی المرتضیٰ کو ہدیۃً دی گئی۔ یہ محمد بن حنفیہ (یعنی صاحبزادہ علی المرتضیٰؓ) کی ماں تھی اور حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ تھی۔

اس پر چند حوالہ جات پہلے اپنی کتابوں سے ملاحظہ فرما دیں، اس کے بعد شیعہ مورخین علماء مجتہدین کی تائیدات پیش ہونگی۔

(۱) طبقات ابن سعد (تذکرہ محمد بن حنفیہ) میں لکھتے ہیں کہ (یقال بل کانت امہ من سبی الیمامۃ فصارت الی علی بن ابی طالب . . . .

اور دوسری سند کے ساتھ یوں مذکور ہے کہ "رأیت ابا بکر اعطی علیاً ام محمد بن حنفیۃ"

(طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۶۶ تذکرہ محمد بن حنفیہ صاحبزادہ علی المرتضیٰ۔
طبع قدیم، مطبوعہ یورپ (لیڈن)

(۲) ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری "المعارف" میں لکھتے ہیں کہ:

ھی خولۃ بنت جعفر بن قیس یقال بل کانت امۃ من سبی
الیمامۃ فصارت الی علی بن ابی طالب وانما کانت امۃ لبنی حنیفۃ
ولم تکن من انفسہم وانما صالحہم خالد بن ولید علی الرقیق
لم یصالحہم علی انفسہم "

(۲) المعارف لابن قتیبۃ ص۹۱ طبع مصری باب خلافۃ علی بن ابی طالب)

(۳) ابن خلکان مشہور مؤرخ ہیں، اپنی تاریخ ابن خلکان تذکرہ محمد بن حنفیہ میں درج کرتے ہیں کہ "تسری علیؓ جاریۃ من سبی بنی حنیفۃ فولدت لہ محمد بن علیؓ الذی یدعی محمد بن حنفیۃ۔۔۔ الخ

(۳) تاریخ ابن خلکان جلد اول، ج ا ص ۴۴۹ تذکرہ محمد بن حنفیہ، طبع قدیم۔
مجلد بدو جلد)

(۴) "البدایہ والنہایہ" میں حافظ ابن کثیر نے حضرت علیؓ کی ازواج اور اولاد کے باب میں لکھا ہے "واما ابنہ محمد الاکبر فھو ابن الحنفیۃ وھی خولۃ بنت جعفر بن قیس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سباہ خالد ایام اھل الردۃ من بنی حنیفۃ فصارت لعلی بن ابی طالب فولدت لہ محمداً ھذا "

(۴) البدایہ لابن کثیر، جلد سابع، ص ۳۳۱)

خلاصۃ المرام

مندرجہ بالا عبارات کا حاصل یہ ہے کہ خولہ بنت جعفر قبیلہ بنو حنیفہ سے تھی۔ اس

قبیلہ کے لوگوں کو خالد بن ولید غلام بنا کر اور قید کر کے لائے تھے۔ پھر خولہ صدیقِ اکبرؓ کی طرف سے حضرت علیؓ کو عنایت کی گئی۔ انہوں نے اس کو ام ولد قرار دیا اور اس سے جو اولاد ہوئی تھی اس میں محمد بن حنفیہ مشہور و معروف اہل علم و اہلِ فضل ہیں۔

تائید از کتب شیعہ

مذکورہ اندراجات کے بعد اب دوسروں کی کتابوں سے اس کی تائید عرض کی جاتی ہے۔

(۱) کتاب "عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب" میں شیعوں کے مشہور نسابہ جمال الدین (ابن عنبۃ (متوفی ۸۲۸ھ) نے الفصل الثالث ص ۳۵۲ پر درج کیا ہے۔

وهو المشهور محمد بن الحنفية وامه خولة بنت جعفر بن قيس

...... وهي من سبي اهل الردة وبها يعرف اينها ونسب اليها

كذا رواه الشيخ الشرف ابو الحسن محمد بن ابي جعفر العبيدلي عن

ابي النصر البخاري ..... (یہاں قلیل سا اختلاف بیان کرنے کے بعد ترجیحاً یہ ذکر کیا ہے) کہ والاشهر هو الاول المروي عن الشيخ الشرف"۔

(عمدۃ الطالب الفصل الثالث ص ۳۵۲-۳۵۳)

یعنی حضرت علیؓ کے صاحبزادے جو محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں ان کی ماں خولہ بنت جعفر بن قیس تھی اور وہ مرتدین قبائل سے قید ہو کر آئی تھی اس ماں کی طرف ان کا لڑکا محمد بن حنفیہ منسوب ہے۔ اور یہ مسئلہ شیخ شرف عبیدلی نے ابونصر بخاری سے نقل کیا ہے اور مشہور تر یہی ہے جو شیخ شرف سے مروی ہے"۔

(۲) ملا محمد باقر مجلسی شیعی اصفہانی مجتہد صدی یازدہم اپنی کتاب "حق الیقین" میں لکھتے ہیں کہ:

"در روایات شیعہ وارد شدہ است کہ چوں اسیراں را بہ نزد ابوبکرؓ

آوردند مادر محمد بن حنفیہ درمیان آنہا بود "

یعنی شیعہ روایات میں وارد ہے کہ جب ابوبکرؓ کے پاس قیدیوں کو لایا گیا تو ان میں محمد بن حنفیہؒ کی ماں موجود تھی"

(حق الیقین" باب مطاعن ابی بکر در طعن ششم مذکور شدہ)

صدّیقی عطیہ

(۴) حضرت علیؓ کے صاحبزادے سیدنا حسینؓ بن علی کو سیدنا صدیقِ اکبرؓ کی جانب سے ایک بیش قیمت طیلسان کپڑے کی چادر عنایت کی گئی۔ اس واقعہ کو فاضل بلاذری نے فتوح البلدان میں ذکر کیا ہے۔ عبارتِ ذیل ملاحظہ ہو۔

" ووجّہ (خالد بن ولید) الی ابی بکر بالطیلسان مع مال الحیرۃ وبالالف درہم فوھب الطیلسان للحسین بن علی رضی اللہ عنہما "

یعنی حیرہ کا مقام جب خالد بن ولید کی نگرانی میں مفتوح ہوا تو خالد بن ولید نے ابوبکر الصدیقؓ کی خدمت میں طیلسان کی چادریں اور نقدی ہزار درہم ارسال کیا پس ابوبکرؓ نے حسین بن علی کو طیلسان کی ایک قیمتی چادر عنایت فرمائی "

(فتوح البلدان احمد بن یحییٰ البلاذری متوفی ۲۷۷ھ / ۲۷۹ ص ۲۵۴ تحت فتوح السواد فی خلافۃ ابی بکرؓ)

نتائج مندرجات ہٰذا

خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) حضرت علی المرتضیٰؓ کا شیخینؓ کی عہدِ خلافت میں تقسیمِ خمس کا خود متولی رہنا۔

(۲) اموالِ فئے کی تقسیم میں ان بزرگوں کا اپنی خلافت میں متحدہ طریق کار جاری رکھنا۔

(۳) حضرت علیؓ کو صدیقِ اکبرؓ کی طرف سے متعدد لونڈیوں اور خادمات کا ملنا اور ان کا قبول کرنا۔

(۴) سیدنا حسینؓ کو چادروں کے عطایا و ہدایا کا حاصل ہونا۔

ان تمام چیزوں کو بغور ملاحظہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ (مرتضیٰ و صدیقؓ) دونوں حضرات کے مابین نہایت پختہ روابط اور عمدہ مراسم دائماً جاری تھے۔ یہ ان کی دوستی اور مودّت کی درخشندہ علامات ہیں اور ان کے درمیان کسی قسم کی عداوۃ و رنجش نہ تھی۔

چوتھی یہ چیز ہے

کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت میں خدائی احکام (یعنی حدود اللہ) جاری کرنے میں خلفائے عظام، صحابہ کرام کے ساتھ حضرت علیؓ شامل و شریک ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ اس مسئلہ پر بہت سے واقعات گواہ اور شاہد ہیں۔ چند ایک یہاں بھی درج کیے جاتے ہیں:۔

یکم

.... عن محمد بن المنکدر ان خالد بن الولید کتب الی ابی بکر انہ وجد رجلًا فی بعض نواحی العرب ینکح کما تنکح المرأۃ فجمع لذالک ابوبکر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہم علی بن ابی طالبؓ فقال ان ہذا ذنب لم تعمل بہ امۃ الا امۃ واحدۃ ففعل اللہ بہم ما قد علمتم اری ان نحرقہ بالنار فاجتمع رأی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یحرق بالنار فحرقہ خالد۔[1]

---

[1] ۔ لم تحرقہ خالد الخ ہذا جائز فی التعزیرات بہذا الاجماع و بحدیث العرنیین فی الصحیحین من امرار المسامیر المحماۃ بالنار فی حبیبہم۔ و حدیث لا تعذبوا بعذاب اللہ فی الغزو والجہاد دون التعزیرات فاجتمعت الروایات۔ (مولانا شمس الحق ...)

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۸ ص ۲۳۲ کتاب الحدود، باب ماجاء فی حد اللوطی
(۲) الترغیب و الترہیب لحافظ زکی الدین المنذری، عبد العظیم۔ کتاب الحدود
باب الترہیب من اللواط و اتیان البہیمہ۔
(۳) کنز العمال للمتقی الہندی بحوالہ ابن ابی الدنیا فی ذم الملاحی و ابن المنذر
و ابن بشران۔ جلد ثالث۔ طبع قدیم۔ ج ۳، ص ۹۹۔
(۴) الزواجر عن اقتراف الکبائر لابن حجر مکی ہیتمی۔ ج ۲ ص ۱۱۹ کبیرہ نمبر ۳۵۹/۳۶۰

حاصلِ ترجمہ

ابن ابی الدنیا و بیہقی وغیرہم نے محمد بن منکدر سے روایت نقل کی ہے کہ خالد بن ولید نے خلیفۂ وقت ابو بکر الصدیق کی خدمت میں لکھا کہ عرب کے بعض مواضعات میں یہ رسم قبیح جاری ہے کہ جس طرح لڑکی نکاح کر کے رخصت کی جاتی ہے اسی طرح لڑکے کو نکاح کر دیتے ہیں۔ اس مسئلہ میں مشورہ کے لیے ابو بکر الصدیق رضؓ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابۂ کرام کو جمع کیا۔ ان حضرات میں علی المرتضیٰ بھی موجود تھے (مذکورہ معاملہ میں مشورہ ہوا) تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ قبیح کام پہلے ایک اُمت کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ ان کا انجام آپ کو معلوم ہے۔ جو معاملہ ان کے ساتھ اللہ نے کیا میری رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں جلایا جائے۔ باقی صحابہ نے بھی آتش میں جلانے کے مشورہ پر اتفاق کیا پھر ابو بکر الصدیقؓ نے خالد بن ولید کو لکھا کہ ایسے شخص کو آگ میں جلا دیا جائے پس خالد نے اس پر عملدر آمد کیا۔"

تنبیہ:۔ اہلِ علم کی تسلی کے لیے عرض ہے کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ "والاحراق بالنار وان نھی عنہ کما ذکرہ ابن عباسؓ لکن جوّز للتشدید بالکفار والمبالغۃ فی النکایۃ والنکال کالمثلۃ الخ" (مرقاۃ، ج ۷، ص ۱۰۴، طبع ملتان)

دوم

امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب الخراج باب الحدود علی اہل الخبایات میں حضرت علیؓ کا عمل شراب کی حد لگانے کے سلسلہ میں درج کیا ہے جس سے ان بزرگوں کا آپس میں تعامل کا واحد ہونا واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ ذکر کرتے ہیں کہ:

عن حصین عن علی کرم اللہ وجہہٗ قال جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعین وابوبکر الصدیق اربعین وکملہا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ثمانین وکل سنۃ یعنی فی الخمر۔

(۱) کتاب الخراج، ص ۶۵) ۔طبع مصری۔

(۲) المصنف لعبد الرزاق، ج، ص ۳۷۹ جلد سابع)

یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ارتکاب شراب) کی صورت میں چالیس دُرّے لگائے۔ ابوبکر الصدیقؓ نے بھی اس مسئلہ میں چالیس کوڑے لگائے اور عمرؓ بن خطاب نے اس صورت میں (حد کو مکمل کرتے ہوئے) اَسّی دُرّے لگائے اور یہ سب صورتیں سُنّت طریقہ ہیں۔"

نیز حضرت مرتضیٰؓ نے بھی اپنے دَورِ خلافت میں شراب کی حد اور سزا اسّی دُرّے ہی جاری رکھی تھی۔ اس طریقہ سے بھی عملی تائید پائی گئی جو آپس کے اتحاد و اتفاق کی تین دلیل ہے۔

احباب کو اگر مزید تسلّی کی ضرورت ہو تو فروع کافی کتاب الحدود (فصل الحد لشارب الخمر) ج ۳، ص ۱۱۷ طبع لکھنؤ ملاحظہ فرماویں، وہاں فرمان درج ہے کہ "ان فی کتاب علی صلوات اللہ علیہ یضرب شارب الخمر ثمانین۔" یعنی حضرت علیؓ کے مکتوب میں فرمان لکھا ہے کہ شراب خور کو اسّی دُرّے لگائے جائیں۔

خلاصہ یہ ہے

کہ حضرت ابوبکر الصدّیقؓ و دیگر صحابۂ کرام کے ساتھ حضرت علیؓ کا ان تمام اعمال میں شریکِ کار رہونا جہاں ان بزرگوں کی باہمی مودّت و محبّت پر دلالت کرتا ہے ٹھیک اسی طرح خلافتِ صدّیقی کی صداقت و حقانیت پر بھی شہادت دیتا ہے اور یہ چیزیں بتلا رہی ہیں کہ صدّیقِ اکبرؓ کی امامت صحیح اور ان کی خلافت برحق تھی۔ ان کی امارت درست تھی یہاں کوئی غصب نہیں تھا۔ اثم و گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا۔ عُدوان اور تعدّی یا ظلم نہیں پایا گیا۔

اگر خلافتِ صدّیقی ناحق تھی، بغاوت پر مبنی تھی، سراسر ظلم و تعدّی پر اس کی بنیاد تھی تو حضرت علیؓ فرمانِ خداوندی کے خلاف دربرعکس اس خلافت کی تائید اور اس کی حمایت اور اس کا تعاون مدۃ العمر کیسے کرتے رہے ہیں؟ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (پ ۶) یعنی نیکی اور تقویٰ کی چیز میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ و ظلم و تعدّی کی بات میں ایک دوسرے کا تعاون و امداد نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سخت سزا دینے والے ہیں۔" منصف مزاج انسان اور خدا سے خوف کھانے والے مسلمان کے لیے غور و فکر کرنے کا یہ مقام ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ۔

ایک واقعہ

مسئلۂ اجراءِ حدود و احکام کے اختتام پر "ایفاءِ عہد" کا ایک واقعہ ہم درج کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ یہ قصہ شیعی عُلماء و سُنّی علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ شیخ الطائفہ شیخ ابوجعفر الطوسی شیعی نے اپنی کتاب "امالی" جلد اوّل ص ۶۶ - ۶۷ پر باسند ذکر کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمادیں :-

... عن حبشی بن جنادة قال کنت جالساً عند ابی بکر فاتاہ رجل فقال یا خلیفة رسولِ اللہ اِنَّ رسولَ اللہِ وَعَدَنِی ان یحثولی ثلاث حَثَیاتٍ مِن تَمرٍ فقال ابوبکر اُدعُوا الی عَلیّاً فجاءہ علیؑ فقال ابوبکرؓ یَا ابا الحَسَنِ ان ھٰذا یذکر انّ رسولَ اللہِ وَعَدَہٗ ان یحثوله ثلاث حثیاتٍ من تمرٍ فَاَحثِہا له فحثالہ ثلاث حثیاتٍ من تمرٍ فقال ابوبکر عدّوھا فوجدوا فی کل حثیةٍ سِتّینَ تمرةٍ فقال ابوبکر صَدَقَ رسولُ اللہ سمِعتُہٗ لَیلَةَ الہجرة ونحن خارجون من مکّةَ الی المدینةِ یقول یا ابابکر کفّی وکفُّ علیٍّ فی العدلِ سواءٌ۔

(۱) ریاض النضرة فی مناقب العشرة لمحب الطبری جلد ثانی باب مناقب علی، ص ج ۲، ص ۲۱۷۔

(۲) امالی للشیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی، جلد اول، ص ۶۷۔۶۶ طبع نجف اشرف، عراق۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ (حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے حق میں اس کو کھجور عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ سردارِ دو عالم کا انتقال ہو گیا) وہ شخص ابوبکرؓ (خلیفۂ رسولؐ) کے پاس آکر اس وعدۂ نبوی کے ایفاء کا خواہاں ہوا۔ اس وقت صدیق اکبرؓ نے حضرت علیؓ کو طلب کیا اور فرمایا کہ آپ اس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کے موافق تین مٹھیاں (سہ مشت) برابر دے دو۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے تین بار ہر دو مشت بھر کر اس کو دے دیں۔ اس کے بعد ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ ایک دفعہ ڈالی ہوئی ہر دو مشت کے کھجور کے دانے شمار کرو۔ چنانچہ شمار کیا گیا تو وہ ساٹھ عدد ہوئیں۔ اس وقت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ رسولِ خدا نے سچ فرمایا تھا۔ وہ اس طرح کہ ہجرت کی رات جب ہم مکّہ سے نکل کر مدینہ جا رہے

تھے۔ اس وقت نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ میری ہتھیلی اور علیؓ بن ابی طالب کی ہتھیلی عدل میں برابر ہے۔"

واقعہ مندرجہ کے فوائد

(۱) صدیقِ اکبرؓ رضی اللہ عنہ وعدہ ہائے نبوت پورا کرتے تھے۔ اور نبوت کے وعدوں کا ایفاء کرنا ان کا فرضِ منصبی تھا۔

(۲) ہجرت مشہورہ (جو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہوئی تھی)، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس مبارک سفر میں اپنے آقا و مولا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفیقِ سفر تھے۔

(۳) خلافتِ صدیقی کے دوران امورِ خلافت سرانجام دینے میں حضرت علیؓ شامل رہتے تھے۔

(۴) ان بزرگانِ دین اور پیشوایانِ اُمت کے قلوب میں باہمی محبت و سلوک تھا کسی قسم کی عداوۃ و بغاوت و تنفر ہرگز نہ تھا۔ یہ واقعات اور یہ حالات جو ہم پیش کر رہے ہیں، اس دعویٰ پر بیّن ثبوت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور معتبر کتابوں میں موجود ہیں۔

(۵) یہاں سے نیز یہ چیز بھی عیاں ہوئی کہ جبکہ ایک عام مسلمان کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وعدوں اور عہدوں کو ابوبکر الصدیقؓ پورا کرنے کا اہتمام کرتے تھے تو یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے حق میں کیے ہوئے وعدوں کو بھی پورا پورا ادا کرتے تھے اور ان کے لیے فرمائی ہوئی وصیتوں کو بھی تمام فرماتے تھے۔ اولادِ نبوی کے حقوق کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہیں کیا کرتے تھے۔

اہلِ فہم و صاحبِ فکر حضرات ان واقعات سے یہ مسائل خود بخود حل فرما سکتے ہیں۔ ہم نے صرف اشارہ کے طور پر چند چیزیں پیش کر دی ہیں۔

یہاں یہ باب سوم ختم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد باب چہارم شروع ہوگا۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

ؔ

زاتفاقِ مگس شہد مے شود پیدا
خدا چہ لذّتِ شیریں در اتفاق نہاد

~~~ ۞ ~~~
~~~

باب چہارم

فضائلِ سیدنا ابوبکر الصدیق رضؓ اور سیدنا عمر فاروق رضؓ

حضرتِ مرتضیٰ کی زبانی

باب چہارم میں شیخین رضؓ کی مختلف قسم کی فضیلتیں اور گوناگون مدائح و مناقب" جو حضرت مرتضیٰ سے مروی ہیں اور ہماری کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کے ذکر کرنے کا ارادہ ہے اور شیعہ احباب کی کتابوں سے بھی جو تائید دستیاب ہو سکے گی اس کو ساتھ درج کرنا مناسب خیال کیا ہے۔ اس باب میں مذکور ہونے والے حوالہ جات غالباً بارہ انواع میں تمام ہونگے (ان شاء اللہ)

یہ تمام منقولات اور جمیع مندرجات اس چیز کے شاہدِ عادل ہیں کہ ان بزرگانِ دین اور پیشوایانِ اسلام کے درمیان مودّۃ کے آثار اور محبت کے علامات ہر دور میں ہر مقام و مرحلہ میں دستیاب ہیں۔

ناظرین کرام مندرجہ عنوانات پر منصفانہ نظر کرتے ہوئے غور و فکر کے ساتھ معائنہ فرمادیں۔

(۱)

شیخین رضؓ کی منقبت میں چند مرفوع و غیر مرفوع روایات

(۱) طبقات ابن سعد میں حضرت علی المرتضیٰ رضؓ سے مروی ہے کہ:

. . . . عن ابی سریحۃ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ عَلَی الْمِنْبَرِ اِلَا اِنَّ اَبَابَکْرٍ

اوّاہ منیبٌ اَلَا ان عمر ناصح اللہ فنصحہ "۔

یعنی ابو سریحہ کہتا ہے حضرت علیؓ سے مَیں نے سنا کہ منبر پر تشریف رکھتے ہوئے فرما رہے تھے کہ لوگو! یقیناً ابوبکرؓ بڑے دردمند، نرم دل اور خدا کی طرف رجوع رکھنے والے تھے اور خبردار! عمر بن الخطاب اللہ کے دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے۔ پس اللہ نے ان کی خیر خواہی کی "۔

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۲۱۔ جلد ثالث: تذکرہ صدیق اکبرؓ
طبع قدیم یورپ لیدن)

(۲) نیز طبقات ابن سعد میں ہے کہ:

. . . . عبید اللہ بن موسیٰ قال ابو عقیل عن رجلٍ قال سُئل علیؓ عن ابی بکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ فقال کانا امامی ھدًی راشدین مصلحین منجحین خرجا من الدنیا خمیصین "۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ وہ دونوں (امّت کے لیے) ہدایت کے امام اور رہنما تھے۔ (قوم کی) اصلاح کرنے والے تھے۔ (مقاصد خیر میں) کامیاب و کامران تھے۔ دنیا سے بھوکے اور گرسنہ رخصت ہوئے (یعنی طمع و لالچ کی خاطر مال فراہم نہیں کیا) "۔

(طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۱۴۹ قسم اول تذکرہ ابی بکرؓ)

(۳)

(۳) "مسند احمد" مسنداتِ مرتضوی میں عبداللہ بن ملیل نے حضرت علیؓ کا فرمان نقل کیا ہے کہ

قَالَ سَمِعْتُ علیاً رضی اللہ عنہ یقول اُعطیٰ کل نبیٍ سبعۃ نجباء من امّتہ واعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ عشر نجیبًا من

اُمَّتِہٖ مِنْهُمْ اَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔"

"یعنی عبداللہ کہتا ہے میں نے حضرت علیؓ سے سُنا وہ فرما رہے تھے کہ ہر نبی کو اس کی امّت میں سے سات عدد نجیب یعنی شریف و مخلص عطا کیے جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی اُمّت میں سے چودہ عدد نجیب و شریف الاصل عطا کیے گئے ہیں۔ ان میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔"

(۱) مُسند احمد، ج ۱، ص ۱۴۲ ۔ مسندات علیؓ۔

(۲) حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، ج ۱، ص ۱۲۸ ۔ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ)

(۴)

(۴) ابن اثیر جزری نے اُسد الغابہ، جلد رابع میں ابن مردویہ کے حوالہ سے باسند حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے :-

. . . . عن عبد خیر عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ اَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ حُجَّةً عَلٰى مَنْ بَعْدِهِمَا مِنَ الْوُلَاةِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَسَبَقَا وَاللّٰهِ سَبْقًا بَعِيْدًا وَاَتْعَبَا وَاللّٰهِ مَنْ بَعْدِهِمَا اِتْعَابًا شَدِيْدًا ...الخ"

(حاصل یہ ہے) عبدِ خیر کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ قیامت تک بعد میں آنے والے تمام والیوں اور حکام پر اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کو حجۃ اور دلیل بنا دیا۔ پس اللہ کی قسم یہ دونوں سبقتِ کاملہ لے گئے اور ان دونوں نے بعد میں آنے والوں کو اخلاص و تقویٰ کے اعتبار سے مشقت میں ڈال دیا۔"

(اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد رابع، ص ۶۴

طبع جدید طہران ۔ تذکرہ عمر فاروقؓ)

(۵)

(۵) تاریخ الخلفاء میں فاضل سیوطیؒ نے محدّث بزار و ابن عساکر کے حوالہ سے صدیق اکبرؓ کی

فضیلت حضرت علیؓ سے نقل کی ہے اور شیعہ مفسرین نے بھی اس کو اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے:۔

واخرج البزار وابن عساکر عن اسید بن صفوان وکانت لہٗ صحبۃ قال قال علی والذی جاء بالحق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وصدق بہ ابوبکر الصدیقؓ ۔

"یعنی اسید بن صفوان صحابی نے کہا کہ حضرت علیؓ نے آیت (ہٰذا) وَالَّذِیْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ بِہٖ) کی تشریح و توضیح اس طرح کی ہے کہ (دین) حق کو لانے والے سیدنا محمد رسول اللہ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے ابوبکرؓ ہیں"۔

(۱) تاریخ الخلفاء سیوطی طبع مجتبائی دہلی ص ۳۷ فصل فی ما انزل من الآیات فی مدحہ ... الخ ۔

(۲) تفسیر مجمع البیان للشیخ ابی علی الطبرسی الشیعی، ص ۴۹۱ طبع قدیم تحت آیۃ والذی جاء بالصدق وصدق بہ ... الخ (طہران)

(۶)

(۶) ۔ علی متقی ہندی شیخ علاء الدین نے کنز العمال جلد سادس میں متعدد محدثین سے نقل کیا ہے کہ:

عن ابی المعتمر قال سُئِل علی ابی طالب عن ابی بکرؓ و عمرؓ فقال انہما لفی الوفد السبعین الذین یقدمون الی اللہ عزوجل یوم القیامۃ مع محمد صلی اللہ علیہ وسلم و لقد سألہما موسیٰ علیہ السلام فاعطیہما محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔

"ابوالمعتمر کہتا ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق حضرت علی المرتضیٰؓ سے سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ دونوں بزرگ ستر آدمیوں کے اس وفد میں شامل ہیں جو قیامت کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر اللہ کی جناب

میں پہنچے گا۔ اور ان دونوں حضرات کو (عالمِ ارواح) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے طلب کیا تھا لیکن یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے گئے۔"

(کنز العمال جلد ششم، طبع اول، ص ۳۶۶ بحوالہ ابن المنذر و ابن ابی حاتم وحسنہ فی فضائل الصحابہ والدینوری وابوطالب العشاری فی فضائل الصدیقؓ وابن مردویہ")

(۷)

(۷) متعدد محدثین نے حضرت علیؓ سے صدیقِ اکبرؓ کی ایک عجیب فضیلت ذکر کی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:-

"عن ابی اسحاق عن الحارث عن علیؓ بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکرؓ یا ابابکر ان اللہ اعطانی ثواب من آمن بہ منذ خلق اللہ آدم الی ان تقوم الساعۃ وان اللہ اعطاک یا ابابکر ثواب من آمن بی منذ بعثنی اللہ الی ان تقوم الساعۃ"

[(۱) کتاب فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب محمد بن علی بن الفتح الحربی العشاریؒ مطبوعہ مصری ص ۶، مع شرح ثلاثیات البخاری وغیرہ۔"

(۲) تاریخ بغداد خطیب بغدادی، ج ۴، ص ۲۵۶ تحت تذکرہ احمد بن عبد العزیز۔

(۳) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ لمحب الطبری، ج ۱ ص ۱۲۷، بحوالہ الخلعی والملاء وغیرہما۔

(۴) کنز العمال، ج ۶ ص ۱۴۸، بحوالہ الدینوری فی المجالسۃ والعشاری فی الفضائل والخلعی وخط وغیرہم۔]

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ علی المرتضیٰؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

میں نے سُنا وہ ابوبکرؓ کو فرما رہے تھے کہ اے ابوبکرؓ آدمؑ سے لے کر قیامت تک جو لوگ میرے ساتھ ایمان لائیں گے ان سب کا ثواب مجھ کو اللہ نے عطا کیا اور میری بعثت سے لیکر قیامت تک جو لوگ ایمان لائیں گے ان سب کا ثواب اللہ نے تجھے فرما دیا۔"

(۸) اور الشیخ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی (المتوفی ۳۱۰ھ) نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الکنیٰ والاسماء" جلد اول میں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے" ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" کے دو مقام میں حضرت علیؓ المرتضیٰ سے نقل کیا ہے کہ شیخینؓ تمام اُمت سے پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ ذیل میں اصل عبارت ملاحظہ فرما دیں:

"... عن عبد خیر صاحب لواء علیؓ عن علیؓ قال ان اول من ید خل الجنۃ من ھٰذہٖ الامّۃ ابوبکرؓ و عمرؓ فقال رجل یا امیر المؤمنین ید خلا نہا قبلک؟ قال ای والذی خلق الحبۃ وبرأ النسمۃ لیدخلانہا قبلی الخ"

[(۱) کتاب الکنیٰ للشیخ الدولابی، ج ۱ص ۱۲۰ تحت کنیت ابی بکر من التابعین ومن بعدھم۔

(۲) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء بحوالہ الفاضل ابی القاسم فارسی کامل طبع قدیمی ج ۱، ص ۶۸، ج ۱، ص ۳۱۷ طبع اول مطبع صدیقی بریلی)]

عبارت ہٰذا کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شیر خدا نے فرمایا کہ اس اُمت میں سے اولین جنت میں داخل ہونے والے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ایک شخص نے کہا امیر المومنین؟ آپ سے بھی قبل یہ حضرات جنت میں تشریف لے جائیں گے؟ تو جواباً فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس نے ایک ایک دانہ کو پیدا کیا اور ہر ایک رُوح کو تخلیق کیا یقیناً ابوبکرؓ و عمرؓ مجھ سے قبل جنت میں داخل ہونگے۔"

تنبیہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) رضی اللہ تعالیٰ

کے حق میں مختلف مناقب، میں سے فضیلت کی ایک نوع اختصاراً درج کی گئی ہے بقایا چیزیں بالترتیب پیش خدمت ہو رہی ہیں۔ ان مندرجات میں سے (بقول سیدنا علیؓ) مندرجہ ذیل چیزیں مستنبط و مستخرج ہو رہی ہیں یعنی شیخین حضرات اُمتِ مُسلمہ کے حق میں

(۱)۔ دردمند، نرم دل، اور دین کے خیر خواہ تھے۔

(۲)۔ قوم مُسلم کے رہنما اور ہادی، اور اُمت کی اصلاح کرنے والے تھے،

(۳)۔ امتِ ہٰذا میں بلند مرتبہ کے شریف الاصل اور نجیب تھے،

(۴) اللہ کے دین کی حُجت اور دلیل تھے،

(۵) دین و اسلام کے حق میں ابتدا سے تصدیق کنندہ تھے۔

(۶) اللہ جل مجدہ کے دربار میں باعزت اور باوقار وفد کی صورت میں حاضر ہوں گے،

(۷) ان کی نیکیاں بے شمار و بے حساب ہیں کیونکہ لاتعداد مخلوق کے لیے ذریعۂ ہدایت اور وسیلۂ نجات قرار پائے،

(۸) اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے مقام (جنت الفردوس کے دخول میں) ان کو سبقت و تقدیم حاصل ہوگی۔ (فسبحان اللہ علیٰ علوّ مقامھم)۔

حضرت علیؓ کا ایک خط

فضیلتِ شیخینؓ حضرت علیؓ کی تحریر میں

باب چہارم کی نوع اوّل کی روایات کے مناسب شیعہ دوستوں کی کتابوں میں بھی حضرت علیؓ کی تحریریں دستیاب ہوتی ہیں جن میں حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی شانِ فضیلت نہایت احسن طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔

ذیل میں حضرت علیؓ کا ایک خط نقل کیا جاتا ہے جو اُنہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی طرف

تحریر کر کے روانہ کیا تھا۔ اس خط کو شیعی علماء یعنی شارحین نہج البلاغہ نے اپنی شرح میں درج کیا ہے۔ علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ

وَكَانَ اَفْضَلَهُمْ فِي الْاِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتَ وَاَنْصَحَهُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ اَلْخَلِيْفَةُ الصِّدِّيْقُ وَخَلِيْفَةُ الْخَلِيْفَةِ الْفَارُوْقُ وَلَعَمْرِيْ اِنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْاِسْلَامِ لَعَظِيْمٌ وَاِنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجُرْحٌ فِي الْاِسْلَامِ شَدِيْدٌ يَرْحَمُهُمَا اللّٰهُ وَجَزَاهُمَا بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا۔

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم البحرانی ص ۴۸۶ جزء ۳ طبع قدیم ایران و ج ۴ ص ۳۶۲ مطبع حیدریہ طہران۔ طبع جدید)

"یعنی اسلام میں سب لوگوں سے افضل جیسا کہ تم نے کہا ہے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ سب سے زیادہ اخلاص رکھنے والے "خلیفہ صدیق" تھے اور خلیفہ کے خلیفہ "فاروقؓ" تھے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم یقیناً اسلام میں ان دونوں (خلفاء) کا مقام بہت عظیم ہے اور ان کو (موت کی) مصیبت پہنچ جانا اسلام کے لیے شدید زخم تھا اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے اور ان دونوں کو ان کے بہترین اعمال کے موافق جزائے خیر عطا فرمائے۔"

روایت ہٰذا سے ثبوتِ فضائل و فوائد

۱۔ شیخینؓ اپنے دور کے سب سے افضل مومن تھے۔ نیز خدا و رسول کے زیادہ خیر خواہ تھے۔

۲۔ اسلام میں ان کا مرتبہ بہت عظیم اور عالی مقام تھا۔

۳۔ ان حضرات کو مصیبت کا پہنچ جانا اہلِ اسلام کے حق میں شدید ستم تھا۔

۴۔ حضرت مرتضیٰ ان کے حق میں ترحّم کے کلمات فرمایا کرتے اور جزائے خیر طلب کیا

کرتے تھے۔

۵۔ کَمَا زَعَمْتَ کے الفاظ سے مخاطب کے گمان کے موافق کلام کو قرار دینا اور الزامی تجویز کرنا ہرگز درست نہیں، اس لیے کہ آئندہ الفاظ اس توجیہ کی بالکلیہ تغلیط کر رہے ہیں (لعمری ان مکانہما ... الخ) یہاں اپنی زندگی کا حلف اٹھا کر کلام شروع کی گئی اور لفظ انّ لگا کر مزید توثیق کی گئی۔ گویا دگنی تاکیدات سے کلام کو پختہ کر دیا تاکہ کوئی اس کلام کے الزامی ہونے کا شبہ نہ کر سکے۔

(۲)

صدّیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ کا درجہ

فرمانِ مرتضٰیؓ کی روشنی میں!

حضرت علیؓ شیرِ خدا کرّم اللہ وجہہ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ عوام الناس کے سامنے ایک خطبہ دیا، اس میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد صدّیق کا مقام تھا۔ پھر حضرت فاروق کا درجہ تھا۔ عبارت روایت ملاحظہ ہو۔

... عن قیس الخارقی قال سَمِعتُ عَلِیًّا (کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ) یَقُوْلُ عَلٰی ھٰذَا الْمِنْبَرِ سَبَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَثَنّٰی اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَثَلَّثَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ خَبَطَتْنَا فِتْنَۃٌ اَوْ اَصَابَتْنَا فِتْنَۃٌ فَکَانَ مَاشَاءَ اللّٰہُ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قیس خارقی کہتا ہے کہ حضرت علیؓ سے میں نے سنا وہ اس منبر پر فرما رہے تھے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہم میں سے انتقال میں سبقت فرمائی، پھر دوسرے مقام پر ابوبکرؓ تشریف لائے۔ پھر

تیسرے نمبر پر عمرؓ بن الخطاب تشریف لائے پھر ہم کو کئی قسم کے فتنوں نے حیران و پریشان کیا یا (دوسرے لفظوں میں) ہم پر فتنے آ پہنچے پس جو اللہ تعالیٰ نے چاہا سو ہوا۔"

(۱) مسند امام احمد، ج ۱ ص ۱۰۷، ۱۲۴ مسندات سیدنا علیؓ مطبوعہ مصر معہ منتخب کنز العمال۔

(۲) طبقات ابن سعد، ج ۶ ص ۸۶ تذکرہ قیس مطبوعہ لیدن طبع اول

(۳) غریب الحدیث لابی عبید القاسم بن سلام ج ۳ ص ۴۵۸ تحت احادیث علی المرتضیٰ مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن۔

(۴) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۶-۱۸۷ طبع مصر

(۵) التاریخ الکبیر لامام البخاری جلد ۴ ق ۱ ص ۳۰۷ تحت القاسم بن کثیر طبع دکن۔

(۶) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، ج ۵ ص ۴، مطبوعہ مصر

(۷) ازالۃ الخفاء (شاہ ولی اللہؒ) ج ۱ ص ۶۷ تحت مسندات علیؓ من موقوفہ مطبوعہ قدیم جزء اول مطبع صدیقی بریلی

(۳) ہر امر میں سبقت کنندہ ابوبکر الصدیقؓ ہیں

اس نوع کی متعدد روایات حضرت علی المرتضیٰؓ سے مروی ہیں، علی متقی ہندی نے کنز العمال میں اور فاضل سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور محب الطبری نے ریاض النضرۃ میں صاحب تخریج علماء کے حوالہ سے نقل کی ہیں ان میں سے چند ایک ہم یہاں ذکر کرتے ہیں

(۱) عن ابی الزناد قال قال رجل لعلیؓ یا امیر المومنین ما بال المہاجرین والانصار قدموا ابابکر وانت اوفی منہ منقبۃ واقدم منہ سلماً واسبق سابقۃ قال ان کنت قرشیاً فاحسبک من عائذۃ قال نعم! قال لولا ان المومن عائذ اللہ لقتلتک ولئن بقیت

لَتَاَ تِيَنَّكَ مِنِّى رَوْعَةٌ حَصْرَاءُ - وَيْحَكَ اِنَّ اَبَابَكْرٍ سَبَقَنِىْ اِلٰى اَرْبَعٍ سَبَقَنِىْ اِلَى الْاِمَامَةِ وَتَقْدِيْمِ الْاِمَامَةِ وَتَقْدِيْمِ الْهِجْرَةِ وَاِلَى الْغَارِ وَاِفْشَاءِ الْاِسْلَامِ وَيْحَكَ اِنَّ اللّٰهَ ذَمَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ وَمَدَحَ اَبَابَكْرٍ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ الخ (کنز العمال جلد سادس، ص ۳۱۸ - بحوالہ خیثمہ و ابن عساکر)-

حاصل یہ ہے کہ ابو الزناد روایت کرتا ہے کہ ایک شخص نے (حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں) ان سے دریافت کیا کہ اے امیر المومنین مہاجرین وانصار نے (آپ پر) ابوبکرؓ کو کس طرح مقدم کر دیا حالانکہ منقبت میں آپ زیادہ فائق ہیں اور اسلام لانے میں اور صلح جوئی میں آپ پیش پیش ہیں اور سبقت لے جانے والے اعمال میں آپ مقدم ہیں - تو علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ (اے شخص) اگر تو قریشی ہے تو خیال یہ ہے تو (قبیلہ) عائذہ سے ہوگا - اُس نے کہا کہ ہاں! پھر فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ مومن کو (نا جائز عمل) سے بچا لیتا ہے تو میں تجھے قتل کر دیتا - اگر تو زندہ رہا تو تجھے میری طرف سے ایسا اندیشہ اور خوف لاحق ہوگا جو تجھے (اس غلط نظریہ سے) روک ڈالے گا -

اے بیچارے! (تم جانتے نہیں ؟) کہ مجھ سے ابوبکر چار چیزوں میں سبقت لے گئے - (ایک تو) نماز کی امامت اور (قوم کی پیشوائی) میں - (دوسرا) ہجرت کرنے میں - (تیسرا) غار کی رفاقتِ نبوی میں - (چوتھا) اسلام کے اظہار اور اس کی اشاعت میں -

[illegible]ے! (تم نہیں جانتے ؟) کہ تمام لوگوں کی اللہ نے مذمت کی

اور ابوبکرؓ کی مدح کی ہے :- اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ الخ

(۲)۔ پھر اسی قسم کی دوسری ایک روایت طبرانی اوسط سے منقول ہے جو صاحب کنز العمال نے اور صاحبِ تاریخ الخلفاء نے ذکر کی ہے اس میں بھی یہی مسئلہ (امرِ خیر میں سبقت لے جانے کا) درج ہے۔

عن صلۃ بن نضر قال کان علیؓ اذا ذُکِرَ عِنْدَہٗ ابوبکرٍ قال السبّاق یذکرون السبّاق یذکرون والّذی نفسی بیدہ ما استبقنا الی خیر قطّ الّا سبقنا الیہ ابوبکر۔" (کنز العمال، ج ۶ ص ۳۱۸ بحوالہ طس)

۔۔۔ واخرج الطبرانی فی الاوسط عن علیؓ قال والذی نفسی بیدہ ما استبقنا الی خیر قطّ الا سبقنا الیہ ابوبکر۔" (ریاض النضرۃ، ج ۱ ص ۱۵۶ بحوالہ ابن السمان فی الموافقۃ و تاریخ الخلفاء ص ۴۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

" خلاصہ یہ ہے کہ صلہ بن نضر سے مروی ہے کہ علی مرتضیٰؓ کے ہاں جب ابوبکرؓ کا ذکر ہوتا تھا تو فرماتے کہ بہت سبقت لے جانے والے کا ذکر ہو رہا ہے، بہت سبقت لے جانے والے کا ذکر ہو رہا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ہم نے جب بھی کسی کارِ خیر کی طرف پیش قدمی اور سبقت کرنے کا ارادہ کیا تو ابوبکرؓ اس معاملہ میں ہم سے سبقت لے گئے۔"

یعنی علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم کسی نیک کام کی طرف سبقت نہیں کر سکے مگر ابوبکرؓ اس میں ہم سے بڑھ گئے (یا یوں کہہ لیا جائے) کہ ہر کارِ خیر میں ہم سے

ابو بکرؓ پیش پیش رہتے تھے۔

(۳) ابنِ عساکر کے حوالہ سے سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہ مسئلہ بھی درج کیا ہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے (یا اسلام میں داخل ہونے والے) ابو بکر الصدیقؓ ہیں۔ عبارت اس طرح ہے:

.... واخرج ابن عساکر من طریق الحارث عن علیؓ قال اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ اَبُوْبَکْرٍؓ۔

(تاریخ الخلفاء سیوطی فصل فی اسلامہ، ص ۲۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں مَردوں میں سے اوّل اوّل اسلام ابو بکرؓ لائے۔

خلاصۃ المرام

نمبر تین (۳) میں مذکور ہونے والی روایات کا ماحصل یہ ہے کہ فرمانِ مرتضوی کی روشنی میں:-

۱- ہر کارِ خیر میں تمام مسلمانوں سے گوئے سبقت لے جانے والے ابو بکر الصدیق ہیں۔

۲- خصوصاً چار چیزوں (مذکورہ میں) ان کی پیش قدمی مسلمات میں سے ہے۔

۳- اور اسلام لانے میں بھی ابو بکر الصدیقؓ تمام مردوں سے پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ گویا "السابقون الاوّلون" کے مقدس گروہ کے یہ بزرگ سرخیل اور پیش رو ہیں۔

(۴)

سفرِ ہجرت کی معیتِ صدیقی اور امدادِ ملائکہ کا بیان

۱- .... عن علیؓ کرم اللہ وجہہٗ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِجِبْرَئِیْلَ مَنْ یُّھَاجِرُ مَعِیْ؟ قال ابو بکر الصدیقؓ۔

(المستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۵۔ کنز العمال، ج ۸، ص ۳۳۱ طبع دکن)

. . . عن علیؓ قال جاء جبریل علیہ السّلام الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ من یہاجر معی؟ فقال ابوبکر وھو الصدیق۔ اخرجہ ابن السمان فی الموافقۃ۔

(ریاض النضرہ لمحب الطبری، ج ۱ ص ۸۹ الفصل الثامن فی ہجرتہ)

"ان کا حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ کو فرمایا کہ ہجرت میں میرے ساتھ کون ہوگا؟ تو اس نے کہا کہ ابوبکرؓ ہوگا (جس کا لقب) صدّیق ہے۔"

۲۔ . . . عن علی رضی اللہ عنہ قال قال لی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ولابی بکر مع احدکما جبرائیل ومع الآخر میکائیل۔ واسرافیل ملک عظیم یشہد القتال ویکون فی الصف۔

(۱) مستدرک حاکم، باب فضیلۃ الشیخین من لسان علی، ج ۳ ص ۶۸۔
(۲) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ج ۴ ص ۳۶۷ تذکرہ ابو صالح حنفی ماہان
(۳) حلیۃ الاولیاء " " ج ۵ ص ۶۳ تذکرہ حبیب بن ابی ثابت)

۳۔ . . . عن علی کرم اللہ وجہہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر لی ولابی بکرؓ علی یمین احدکما جبرائیل والآخر میکائیل واسرافیل ملک عظیم یشہد القتال ویکون فی الصف۔

[حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، ج ۷ ص ۲۲۴ تذکرہ مسعر بن کدام]

خلاصہ یہ ہے کہ علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اور ابوبکرؓ کے لیے ارشاد فرمایا کہ (مواقع جنگ میں) تم میں سے ایک کے ساتھ جبرئیل ہوتے ہیں اور دوسرے کے ساتھ میکائیل اور اسرافیل بہت بڑا فرشتہ ہے، جنگی مواقع میں پہنچتا ہے اور جنگی صفوں میں

شامل رہتا ہے۔"

تنبیہ۔ ان روایات میں جو مدائح و مناقب صدیقی مذکور ہوئے، یہ تمام حضرت علیؓ کے ذریعہ اُمّتِ مسلمہ کو موصول ہوئے۔ یہ چیزیں ان کی باہمی دوستی اور اخلاص کے درخشندہ عنوانات ہیں، جن کی قدر دانی چشمِ بصیرت ہی کر سکتی ہے۔

(۵)

"اوّل اوّل قرآن مجید کو جمع کرنے والے ابوبکر الصدیقؓ ہیں"

اس مسئلہ کے لیے مندرجہ ذیل روایات ذکر کی جاتی ہیں۔ طبقات ابن سعد اور استیعاب لابن عبدالبر وغیرہ میں علماء نے اس کو ذکر کیا ہے، حوالہ جات ملاحظہ فرما دیں۔

(۱) ۔ ۔ ۔ عن عبد خیر عن علی رضی اللہ عنہ قال یرحم اللّٰہُ اَبابکرٍ ھُوَ اَوّلُ مَنْ جَمَعَ اللَّوحَین۔ (طبقات)

(۲) ۔ ۔ ۔ قَالَ عَبْدُ خَیرٍ سمعتُ علیاً کرم اللہ وجھہ یَقُوْلُ رَحِمَ اللّٰہُ اَبابکرٍ کَانَ اَوّلَ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ اللَّوحَیْن۔ (الاستیعاب)

(۳) ۔ ۔ ۔ عن علیؓ قال اعظم الناس فی المصاحف اجراً ابوبکر ان اوّل من جمع بین اللوحین (فی لفظٍ اوّل من جمع کتاب اللہ)۔

(ریاض النضرۃ)

(۴) اخرجہ ابن ابی داؤد فی المصاحف باسنادٍ حسنٍ عن عبد خیر قال سمعتُ علیاً یقولُ اعظم الناس فی المصاحف اجراً ابوبکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر ھو اوّل من جمع کتاب اللہ۔

(فتح الباری)

روایتِ اوّل و ثانی ہر دو کا ماحصل یہ ہے کہ عبدِ خیر کہتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو دو تختیوں یعنی (دو دستینوں) کے درمیان جمع کر دیا۔

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۳۷ ق اوّل طبع لیدن یورپ تذکرہ ابی بکرؓ

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر مع اصابہ، ج ۲ ص ۲۴۳ تذکرہ ابی بکر الصدیقؓ

اور روایت سوم و چہارم مندرجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ قرآن مجید کے جمع کرنے اور ترتیب دینے میں تمام لوگوں سے زیادہ اجر پانے والے ابوبکر الصدیقؓ ہیں۔ ابوبکرؓ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو دو دستینوں و تختیوں کے درمیان جمع فرمایا اور مدوّن کیا۔"

(۳) ریاض النضرۃ لمحب الطبری، ج ۱ ص ۹۴ بحوالہ ابن حرب الطائی و صاحب الصفوۃ)

(۴) فتح الباری شرح بخاری لحافظ ابن حجر عسقلانی، ج ۹ ص ۹۔ باب جمع القرآن تحت حدیث زید بن ثابتؓ)

(۵) کنز العمال جلد اوّل ص ۲۷۹ بحوالہ ابن سعد و ابی نعیم و خثیمہ)

(۶)

پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ابوبکرؓ و عمرؓ ہوں گے

یہاں وہ مرویات پیش کی جا رہی ہیں جن میں مذکور ہے کہ جنت میں شیخین حضرات کو ایک خاص اعزاز نصیب ہوگا وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ماسوا پختہ عمر (یا عمر رسیدہ) آدمیوں کے سردار جنت میں سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا فاروق اعظمؓ ہوں گے۔

یہ اعزاز بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح حسنین شریفین کے لیے جنت میں جوانانِ جنت کا سردار ہونا احادیث میں آیا ہے۔ شیخین کا یہ رتبہ اور یہ مقام حضرت نبی کریم

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بیان فرمایا۔ پھر حضرت علیؓ اور دیگر صحابۂ کرامؓ کے ذریعہ تمام اُمّت کو اِس چیز کی اطلاع ہوئی۔

مندرجۂ ذیل روایات میں یہ مسئلہ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ... عن الشعبی عن الحارث عن علیؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلّم قال ابوبکرؓ و عمرؓ سید اکہول اہل الجنّۃ من الاوّلین والآخرین ما خلا النبیّین والمرسلین لا تخبرھما یا علیّ!

(ترمذی باب مناقب ابی بکرؓ، جلد ثانی)

۲۔ ... عن الزھری عن علی بن الحسین عن علیؓ بن ابی طالب قال کنتُ مع رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ طَلَعَ اَبُوبکرؓ و عُمرؓ فقال رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھٰذانِ سَیّدَا کہولِ اَھلِ الجنّۃ من الاوّلین والآخرین الا النبیّین والمرسَلین یا علیُّ لا تخبرھما۔"

(ترمذی شریف جلد ثانی باب مناقب ابی بکرؓ)

۳۔ ... عن الحسن بن زید بن حسن حدّثنی ابی عن ابیہ عن علیّ رضی اللہ عنہ قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فَاَقْبَلَ ابوبکرؓ و عمرؓ فقال ھٰذانِ سَیّدِ اکہولِ اھلِ الجنّۃ .... بعد النبیّین والمرسلین۔" (مُسند امام احمد، مُسنداتِ علیؓ)

۴۔ عن الشعبی عن الحارث عن علی قال قال رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ابوبکرؓ و عمرؓ سَیّدِ اکہول اہل الجنۃ من الاوّلین والآخرین اِلّا النبیّین والمُرسلین۔ لا تخبرھما یا علیؓ ما داما حیّین۔"

(سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الخ)

۵۔ ... قال حدثنی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان

عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالساً لیس عندہٗ غیرہٗ
اذ اقبل ابوبکرؓ و عمرؓ فقال یا علیؓ ھٰذان سیّد اکھول اھل الجنۃ
الا النبیّین والمرسلین ۔

(موضح اوہام الجمع والتفریق للخطیب البغدادی جلد ثانی ص ۱۲۸-۱۲۹
تذکرہ طاہر بن عمر بن ربیع ۔ مطبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)

(۶) . . . . عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہٖ عن علیؓ بن ابی طالب قال
بینما انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ طلع ابو بکرؓ و عمرؓ
فقال یا علیؓ ھٰذان سیّد اکھول اھل الجنۃ ما خلا النبیین والمرسلین
ممن مضیٰ فی سالف الدھر ومن بقی فی غابرہ یا علی لا تخبرھما
بمقالتی ما عاشا قال علیؓ فلمّا ماتا حدثت الناس بذالک ۔

(فضائل ابی بکر الصدّیقؓ لابی طالب العشاری ص ۷ ، طبع مصری
بمع رسالہ انعام الباری علیٰ ثلاثیات البخاری)

(۷) عن سلیمان بن یزید عن ھرم عن علی قال کنت جالساً عند النبی صلی
اللہ علیہ وسلم و فخذہٗ علی فخذی اذ طلع ابوبکر و عمر من مؤخر المسجد
فنظر الیھما نظراً شدیداً فصاعد نظرہٗ فیھما و صوّب فالتفت الیّ وقال
والذی نفسی بیدہٖ انھما لسیّدا کھول اھل الجنۃ من الاوّلین
والآخرین الّا النبیّین والمرسلین الخ (ابوبکر فی الغیلانیات)

(کنز العمّال ، ج ۶ ص ۳۶۶ ۔ طبع قدیم ۔ دکن)

۸ ۔ . . . . عن زر بن حبیش عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر سیّدا کھول اھل الجنۃ من الاوّلین
والآخرین الا النبیین والمرسلین لا تخبرھما یا علی ما عاشا ۔

(۱) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۶۶ - بحوالہ ابی بکر - طبع قدیم نخنی کلاں -
(۲) کنز العمال، ج ۶ ص ۱۴۲ - طبع قدیم طبع اول - بحوالہ النسباء فی التحارۃ
عن انس و طس من جابر و ابی سعید)

روایات ھـٰذا کا خلاصہ

علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں موجود تھا (اور ابوبکرؓ و عمرؓ جناب نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے) تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نظر فرما کر مجھے مخاطب کیا اور فرمایا کہ نبیوں اور رسولوں کے علاوہ تمام پختہ عمر کے جنتی لوگوں کے سردار ابوبکرؓ و عمرؓ ہوں گے - اے علیؓ! تم اس چیز کی فی الحال، ان کو اطلاع نہ کرنا (یعنی اگر مناسب ہوا تو بعد میں میں خود ان کو اطلاع کر دوں گا) - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے وصیت کے مطابق حضرت علیؓ نے شیخین کی یہ فضیلت اور بشارت شیخین کی وفات کے بعد لوگوں میں ذکر کی -

(فائدہ)

شیخینؓ کی یہ فضیلت بعض دوسرے صحابہ کرام سے بھی مروی ہے مثلاً :

(۱) - ترمذی شریف باب مناقب ابی بکر الصدیقؓ میں انس بن مالک اور ابن عباس سے مروی ہے -

(۲) - اور ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیق ص ۱۱ طبع دہلی میں ابو جحیفہ سے مرفوعاً یہ روایت مروی ہے -

(۳) - اور ابن عمرؓ سے تاریخ جرجان ص ۷۷ (معرفۃ علماء اہل جرجان لابی القاسم حمزہ بن یوسف السہمی (المتوفی ۴۲۷ھ) مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن، میں یہ روایت باسند کامل مروی ہے - اہل علم کے لیے بطور اشارہ عرض کر دیا ہے -

چونکہ ہمارے سامنے صرف حضرت علیؓ کی روایات پیش کرنا مطلوب تھیں اس لیے دوسری روایات قصداً جمع ہی نہیں کیں، صرف اشارہ کرنے پر اکتفاء کر دیا گیا۔

(۷)

قبولِ روایت کا مسئلہ

ذیل میں حضرت مرتضیٰؓ سے منقول شدہ وہ روایت درج کی جاتی ہے جس میں صدیقِ اکبرؓ کے بیان پر حضرت علیؓ نے پورا اعتماد و کامل یقین فرماتے ہوئے قبول کیا، اس لیے کہ ان کی روایت سراسر صداقت پر محمول تھی۔

ہم ایک ترتیب سے چند ایک مرویات باسند محدثین و علما سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرما دیں:-

(۱) . . . . . عن ابی سعید المقبری انه سمع علیاً ابن ابی طالب یقول ما حَدِّثْتُ حَدِیثاً لم اسمعهُ انا من رسول الله صلی الله علیه وسلّم الا اَمَرتُهُ ان یقسم بالله اَنّهُ سمعهُ من رسول الله صلی الله علیه وسلّم الّا ابوبکر فانّهُ کان لایکذب فحدثنی ابوبکر انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلّم یقول ما ذکر عبدٌ ذَنْباً اَذْنَبَهُ فقام حِینَ یذکر ذنبهُ ذالك فیتوضّأ فَاَحسَنَ وَضُوئَهُ ثُمّ صلّی رَکعتَینِ ثُمّ استغفر الله بِذَنبِهِ ذالك اِلّاغُفِرَ لَهُ۔

(مُسند الحُمیدی جلد اوّل، ص ۴، ۵۔ احادیث ابی بکر الصدیقؓ۔ مطبوعہ مجلس علمی کراچی و ڈابھیل۔ طبع اوّل۔ از الامام الحافظ ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحُمیدیؒ، المتوفی ۲۱۹ھ (استاذ البخاریؒ)

(۲) . . . . . اسماء بن حکم الفزاری عن علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ

عنہ الخ (المصنف لابن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ جلد ۲ ص ۳۸۷۔
کتاب الصلوات باب فیما یکفر بہ الذنوب مطبوعہ حیدر آباد دکن)

(۳) ۔عن اسماء بن الحکم الفزاری انّہٗ سَمِعَ عَلِیّاً یقول کنتُ اذا سمعتُ
من رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثاً نفعنی اللہ بما شاء ان
ینفعنی منہ وکانَ اذا حدّثنی غیرہٗ استحلفتہٗ واذا حلف صدّقتہٗ
وحدثنی ابوبکر وصدق ابوبکر قال سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول ما مِنْ عَبْدٍ مسلمٍ یذنب ذنباً ثم یتوضّأ ثم یصلّی
رکعتین ثم یستغفر اللہ الا غفر اللہ لہٗ ۔

(۳) مُسند امام احمد جلد اوّل ، مسانید صدیقی ص ۲ و ۹ مطبوعہ
مصری معہ منتخب کنز العمّال ۔ (المتوفی ۲۴۱ھ)

(۴) سُنن ابی داؤد السجستانی جلد اوّل، کتاب الصلوٰۃ ۔باب
الاستغفار ص ۲۲۰ طبع مجتبائی دہلی (المتوفی ۲۷۵ھ)

(۵) المدخل فی اصول الحدیث ص ۴۳ طبع حلب للحاکم النیسابوری
المتوفی (۴۰۵ھ)

(۶) "اخبار اصفہانی" لابی نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی، المتوفی
۴۳۰ھ ۔جلد اوّل ۔طبع لیدن ، ج ۱، ص ۱۴۲ ۔

(۷) کتاب فضائل ابی بکر الصدّیق لابی طالب محمد علی بن الفتح الحربی
العشاری المتوفی ۴۴۶ھ ص ۷ معہ رسائل انعام الباری وغیرہ)

(۸) ... عن ابی سعید المقبری عن علیؓ بن ابی طالب الخ
(موضح اوہام الجمع والتفریق لابی بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی
المتوفی ۴۶۳ھ ، جلد ثانی ص ۱۱۳-۱۱۴ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)

نوٹ۔ اس کے ماسوا مُحدّثین مثلاً ترمذی و ابنِ ماجہ وغیرہم نے بھی روایت ہٰذا کو حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے۔ اور مُسند بزار میں بھی مسانید ابی بکر الصدیقؓ کے تحت حضرت علیؓ کی یہ روایت درج ہے۔

(خلاصہ روایات)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے تھے کہ جو روایت مَیں نے سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہ سُنی ہوتی اور کوئی مجھے بیان کرتا تو مَیں اُس شخص (ناقل) سے پہلے قسم دے کر دریافت کر لیتا کہ آیا تو نے یہ چیز حضور علیہ السلام سے سُنی ہے۔؟

مگر (یہ معاملہ) ابوبکرؓ کے سوا تھا (اس قانون سے میرے نزدیک وہ مستثنیٰ تھے)۔ یقیناً ابوبکر دروغ گو نہ تھے بلکہ صادق تھے۔ پس ابوبکرؓ نے مجھے یہ روایت بیان کی (اور سچ کہا) کہ انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سُنا۔ جناب نے فرمایا جب کبھی کسی مسلمان سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے پھر وہ اس گناہ اور معصیت کے بعد اُٹھ کر اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر دو رکعت نماز (توبہ) ادا کرتا ہے اور استغفار کرتا ہے تو اللہ اس کو معافی دے دیتے ہیں۔

فوائد و نتائج

مندرجات بالا نے بتلایا کہ

(۱) یہ حضرات ایک دوسرے سے علمی استفادہ جاری رکھتے تھے جو ان کے باہمی اخلاص اور مودّت کی بیّن دلیل ہے۔

(۲) حضرت مرتضیٰؓ کو صدیقِ اکبرؓ کی دیانتداری و صداقتِ لسانی پر کامل اعتماد اور پُورا وثوق تھا کہ کسی اہم ترین مسئلہ میں بھی ان سے حلف لینے کی حاجت نہ ہوتی۔ گویا ان کی

روایت علی الاطلاق مقبول و منظور تھی نہ کہ دوسرے لوگوں کی طرح۔

(۳) نیز یہ معلوم ہوا کہ صدیق رضؓ کے بیان کردہ مسائل بنی ہاشم کے نزدیک قطعی و یقینی ہوتے تھے۔ ظنی اور مشتبہ اور مشکوک نہیں ہوتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں تمام اُمت سے زیادہ راست گو اور صادق القول اکابرین بنی ہاشم کے نزدیک بھی یہ ذات گرامی تھی جس کا لقب مبارک ہی صدیق ہے۔ پھر اگر یہ ذات والا صفات حضور علیہ السلام سے یہ قول نقل فرمائے کہ "نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ" یعنی ہم انبیاء کی جماعت ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو چیز ہم چھوڑ جائیں وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے" تو اس نقل میں بھی کوئی شک اور شبہ نہ ہوگا کہ یقیناً یہ فرمانِ نبوت ہے۔ (فافہم) اللہ کریم ایمان و یقین کی دولت نصیب فرما دیں تو بہت سے مسائل جلد تر حل ہو سکتے ہیں۔"

(تکمیل فوائد)

فوائد ہذا کی تکمیل کے طور پر یہ چیز تحریر کی جاتی ہے کہ قبولِ روایت کا دارومدار اس شخص کی صداقت اور سچائی پر ہوتا ہے جس قدر اس کی صداقت و سچائی کامل ہوگی اسی قدر اس کی زبان پر اعتماد کلی اور اعتبار تام ہوگا۔ یہاں سیدنا ابوبکر رضؓ کی روایت ان کی صداقتِ تامہ کی بنا پر علی الاطلاق تسلیم کی جا رہی ہے اور ابوبکر صدیق کا لقب "صدیق" جو ان کی امتیازی شان کا مظہر ہے۔ یہ عظیم القدر لقب بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرما کر نبوت کی زبان فیض ترجمان سے جاری فرمایا ہے یہ بھی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی وساطت سے ہم کو معلوم ہوا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تائید کے لیے چند مرتضوی روایات معروضِ خدمت ہیں۔ امید ہے آپ کے اطمینان کا باعث ہو سکیں گی (ان شاء اللہ تعالیٰ) اور ان کی باہمی عقیدتمندی کے بیان کا موجب ہونگی۔

(۱) ... عن ابی یحییٰ قال سمعت علیاً یحلف باللہ لا نزل اللہ

اسم ابی بکر من السماءؔ الصدیقؔ"

(التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۱-ق ا ص ۹۹-طبع دکن

تحت تذکرہ محمد بن سلیمان العبدی)

(۲) ـ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عن عمران بن ظبیان عن ابی یحییٰ قال سمعت علیاً یحلفُ

لَا نزَلَ اللہ اِسْمُ ابی بکر من السماءؔ الصدیق"۔

(کتاب فضائل ابی بکر الصدیق لامام ابی طالب محمد بن علی بن الفتح الغشاری

ص ۴ - معہ رسالہ انعام الباری وغیرہ)

(۳) ـ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ کان یحلف باللہ ان اللہ تعالیٰ

انزل اسمَ ابی بکر من السمآءِ الصدیقُ"۔ خرّجہ السمرقندی۔ صاحب

الصفوۃ ۔

(الریاض النضرہ لمحب الطبری۔ باب ذکر اسمہ الصدیق۔ ج ۱ ص ۶۸)

(۴) ـ عن علیؓ قال ان اللہ ھو الذی سمّٰی ابا بکر علی لسانِ رسول اللہ صلّی

اللہ علیہ وسلّم صِدِّیقاً ۔

(کنز العمّال ج ۶ ص ۳۱۴ بحوالہ ابی نعیم فی المعرفۃ

طبع اوّل قدیم - حیدر آباد دکن)

(۵) ـ حضرت علیؓ کی روایت ہٰذا کنز العمّال میں مندرجۂ ذیل حوالہ جات کے ذریعہ بھی منقول

ہے۔ (کنز العمال بحوالہ طب - ک - و ابو الحسن البغدادی فی فضائل

ابی بکرؓ و عمرؓ ج ۶ ص ۳۱۴ - طبع اوّل)

حاصل مطلب یہ ہے کہ

" ابو یحییٰ نے کہا کہ میں نے حضرت علیؓ سے سُنا کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر فرما رہے

تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کا نام "الصدّیقؓ" آسمان سے نازل فرمایا "۔

نیز یاد رہے کہ سیدنا محمد باقر رحمہ اللہ نے بھی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو الصدیق کے لقب سے بڑے اصرار ذکر سے یاد کیا ہے۔ جیسا کہ حلیہ السیف والی روایت میں مذکور ہے۔ وہ انشاء اللہ عنقریب باب پنجم میں اپنے مقام پر مذکور ہو گی۔ یہاں صرف بطور تائید اس کی یاد دہانی کرا دی گئی ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اس نام ولقب کی تصدیق و تائید میں شیعہ و سنی تمام حضرات متفق ہیں۔

(۱) ۔۔۔ السیف از حلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصفہانی ج ۳ ص ۱۸۵ تذکرہ محمد باقر رح۔

(۲) روایت حلیۃ السیف از کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ از علی بن عیسیٰ الاربلی الشیعی۔ ج ۲ ص ۳۶۰ طبع جدید تبریز ایران معہ ترجمہ فارسی،

(۸)

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی تقدیم اور پیشوائی پر دین و دنیا دونوں اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ خوشنود اور راضی تھے

اس مضمون کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی بیان فرمودہ بعض روایات پیش کی جا رہی ہیں ان کو ناظرین کرام بہ نظر غائر ملاحظہ فرما دیں اور دونوں بزرگوں کے مابین تقرب و تعلق اور تعاون و تراضی کا خود اندازہ لگائیں۔ مزید کسی تشریح و توضیح کی حاجت نہیں۔

(۱) ۔۔۔ عن ابی بکر الھذلی عن الحسن قال قال علی رضی اللہ عنہ لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظرنا فی امرنا فوجدنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد قدم ابا بکر فی الصلوٰۃ فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فقدمنا ابا بکر۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ ابی بکرؓ ج ۳ ص ۱۳۰ ق اوّل طبع لیدن)

مطلب یہ ہے کہ

"ابوبکر ہذلی حسن سے ذکر کرتا ہے اس نے کہا کہ علی المرتضیٰؓ نے فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو ہم نے اپنے (دینی معاملہ میں) غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ابوبکرؓ کو (باقی لوگوں سے) مقدم کیا پس ہم اپنے دنیاوی اُمور کے لیے اسی شخص پر رضامند ہو گئے جس کو رسولِ خدا نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا، تو ہم نے ابوبکرؓ کو مقدم کیا۔"

(۲) .... عن الضحاک عن نزال بن سبرۃ قال وافقنا من علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ذات یوم طیب نفسٍ فقلنا یا امیرالمؤمنین اَخبِرنا عن ابی بکر بن ابی قحافۃ قال ذالک امرأ سمّاہ اللہ الصدیق علی لسان جبریلؑ ولسانِ محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم کان خلیفۃ رسولِ اللہ علی الصلوٰۃ رضیہ لدیننا فرضیناہ لدنیانا۔"

(کتاب فضائل ابی بکر الصدیق للعشاری المتوفی سنۃ ۴۵۱ھ ص ۲۶ طبع مصر)

(۳) ...... عن النزال بن سبرۃ الہلالی قال وافقنا من علیؓ طیب نفسٍ ومزاحٍ فقلنا یا امیرالمؤمنین حدثنا عن اَصحابک قال کلُّ اَصحاب رسولِ اللہ اصحابی فقلنا حدثنا عن اصحاب رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سلونی قلنا حدثنا عن ابی بکرٍ قال ذاک امرأ سمّاہ اللہ الصدیق علی لسان جبریل ولِسانِ محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم کان خلیفۃ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الصلوٰۃ رضیہ لدیننا فرضیناہ لدنیانا۔"

(اُسد الغابہ لابن اثیر الجزری المتوفی سنہ ۶۳۰ھ، جلد ثالث ص ۲۱۶ تذکرہ ابی بکر الصدیقؓ۔ مطبوعہ طہران۔)

(۴) ۔عن نزال بن السبرۃ قال وافقت من علیؓ الخ (تمام روایت سابقہ کے موافق ہے) قالوا اخبرنا عن ابی بکر بن ابی قحافۃ قال ذاک اِمْرَأٌ سَمَّاہُ اللہ الصدیق علی لسانِ جِبْرِیل علیہ السّلام وَعَلیٰ لِسَانِ مُحمدٍ صَلّی اللہُ عَلَیْہِ وسلّم کَانَ خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہ صلّی اللہ علیہ وسلم رَضِیَہٗ لِدِیْنِنَا فرضینا ہُ لِدُنْیَانَا ۔ خرّجہ الخلعی وابن السمان فی الموافقۃ ۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ لمحب الطبری متوفّٰی ۶۹۴ھ باب ذکر اسمہ الصدّیق ،ج ۱ص ۶۸ ۔طبع مصری)

نمبر (۲ ۔۳ ۔۴) میں مندرجات کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ

نزال بن سبرۃ ہلالی نے کہا کہ علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی خوش مزاجی کی حالت میں ہم ان سے ملے ،ہم نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اپنے اصحاب کے متعلق فرمایئے تو آپ نے فرمایا کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے تمام اصحاب و رفقاء میرے رفیق اور ساتھی ہیں پھر ہم نے عرض کی ان کے متعلق بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا دریافت کرو ہم نے گذارش کی کہ ابوبکرؓ کے مقام و منزلت کے متعلق ارشاد فرمایئے تو حضرت علیؓ فرمانے لگے کہ یہ وہ شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ و رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم دونوں کی زبان پر ان کا نام "صدیق" رکھا ہے ۔اور وہ نماز میں رسولِ خدا صلعم کا خلیفہ اور قائم مقام ٹھہرے۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمارے دین کے لیے جب ان کو پسند کرلیا تو ہم اپنے دنیاوی معاملات کے لیے بھی ان پر رضامند ہوگئے "

(۵) ۔ ۔۔۔ ۔عن الحسن البصری عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال قدّم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکرؓ فصلّٰی بالناس وانی لشاھدٌ

غَیْرُ غَائِبٍ وَاِنِّیْ صَحِیْحٌ غَیْرُ مَرِیْضٍ وَلَوْشَآءَ اَنْ یُّقَدِّمَنِیْ لَقَدَّمَنِیْ
فرضینا لِدُنْیَا نا مَنْ رَضِیَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ لِدِیْنِنَا ۔

(اُسد الغابہ لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۲۲۱ -
تذکرہ ابی بکر الصدیق - طبع طہرانی -

یعنی حسن بصری حضرت علیؓ سے ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو مقدم کیا۔ پس انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی، (حالانکہ) میں حاضر و موجود تھا، غائب نہیں تھا۔ اور میں تندرست و صحت مند تھا کوئی مریض نہیں تھا (اور نہ ہی معذور تھا) اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مقدم فرمانا چاہتے تو مقدم فرما سکتے تھے۔ پس اللہ اور رسولؐ نے جس شخص کو ہمارے دین کے لیے اختیار اور پسند فرمایا تو ہم اپنے دنیاوی اُمور میں بھی اس پر راضی اور خوشنود ہو گئے۔"

مُرتضویؓ مَروِیّات کے فوائد

(۱) مرضِ وفاتِ نبوی کی آخری نمازیں پڑھانے والے صدیقِ اکبرؓ تھے اور ان کی یہ قائم مقامی فرمانِ نبوّت کی وجہ سے تھی، اتفاقیہ امامِ نماز نہیں بن گئے تھے بلکہ رسولِ خدا صلعم کے فرمان نے بنائے تھے۔

(۲) حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی نماز میں پیشوائی و تقدم کو بمع حضرت علیؓ کے سب صحابۂ کرامؓ نے ان کی خلافت میں پیشوائی کے لیے حجّت و دلیل قرار دیا۔ یعنی ان حضرات کے مشورہ، تدبّر، تفکّر کے بعد یہی نتیجہ برآمد ہوا کہ پنجگانہ نمازوں میں ابوبکرؓ کا امام بننا ان کے امیر و خلیفہ بننے کی اہلیّت و صلاحیّت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

(۳) نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ صدّیقِ اکبرؓ کی خلافت و امارت میں پیشوائی و پیش قدمی پر

یہ سب حضرات راضی اور خوش تھے نہ کسی کو مجبور کیا گیا نہ کسی پر قہر کیا گیا، نہ کسی پر دباؤ ڈالا گیا۔ اور اس کے برعکس جو تشدّد و تجبّر کی داستانیں اس موقعہ پر لوگ بیان کرتے ہیں حضرت علی المرتضیٰؓ کے ان بیانات نے اور ان کے عمل و تعاون نے ان کی تردید کر دی ہے۔

مزید برآں یہ چیز ہے کہ جبر و قہر بیان کرنے والی روایات حضرت علی المرتضیٰؓ کی شانِ شجاعت و قوتِ حیدری کی تنقیص کرتی ہیں فلہٰذا وہ روایات قابلِ ردّ و لائقِ ترک ہیں۔

احباب کی جانب سے ایک روایت

مندرجۂ بالا مرویات کے بعد حضرت علیؓ کی ایک روایت شیعہ کتب سے بھی یہاں ذکر کر دینا ہم مناسب خیال کرتے ہیں۔ حضرت مرتضیٰ کے اس قول میں یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار صدیق اکبرؓ ہیں۔ "یارِ غار" ہیں، ان کا لقب "ثانی اثنین" ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی زندگی مبارک میں ان کو نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا تھا۔ ابوبکر (احمد بن عبد العزیز) الجوہری شیعی کی یہ باسند روایت ہے جو ابن ابی الحدید شیعی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں دو مقام میں درج کی ہے۔ سیّدنا علی اور زبیر بن العوام نے ابوبکر الصدیق کی فضیلت و عظمت کا اقرار کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرما دیں طویل کلام میں سے یہ چند جملے درج کیے جاتے ہیں:۔

۔ ۔ ۔ ۔ وَ اِنَّا نرٰی ابابکر احق الناس بہا "انہ لَصاحب الغار" و"ثانی اثنین" وانا لنعرف لہ سنّہٗ" ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ وھو حیّ"۔

"یعنی (علیؓ و زبیرؓ) فرماتے ہیں کہ تحقیق ہم ابوبکرؓ کو (خلافت کے لیے سب

لوگوں سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں، یقیناً صاحبِ غار ہیں، ان کا لقب ثانی اثنین ہے۔ ہم ان کی بزرگی و شرافت کے معترف ہیں حضور نبی مقدس علیہ السلام نے اپنی حیات میں ان کو تمام لوگوں کی نماز کا امام مقرر فرمایا۔"

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی، جلد اوّل جزء ششم ص ۲۹۴ تحت ذکر اخبار السقیفہ۔

(شرح نہج البلاغہ ج ا ص ۱۵۴، ج ۲، ص ۲۸ - طبع بیروتی)

تنبیہ

ہم قبل ازیں بیعت کی بحث میں اس روایت کو اپنی کتابوں سے بھی پیش کر چکے ہیں۔ اب صدیقی فضائل کے اعتراف کے درجہ میں شیعی علماء کی طرف سے بطورِ تائید ذکر کر دی گئی۔

(۹)

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اظہارِ تأسف کے کلمات اور اقرارِ فضیلت کے بیانات

علامہ سیوطیؒ نے حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے تاریخ الخلفاء میں روایت نقل کی ہے وہ ذکر کی جاتی ہے:

(۱) واخرج ابن عساکر عن علیؓ انہ دخل علی ابی بکر وھو مسجّی الخ

"یعنی ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے روایت تخریج کی ہے کہ ابوبکرؓ کی وفات کے موقعہ پر در آنحالیکہ ان پر چادر ڈالی ہوئی تھی حضرت علی المرتضیٰؓ

تشریف لاتے ۔" (تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۴۴، طبع مجتبائی دہلی فصل فیما ورد من کلام الصحابہ فی فضلہ)

(۲) لغت حدیث کی کتاب "الفائق" میں جار اللہ زمخشری نے روایت لکھی ہے کہ:۔

لما مات (ابوبکرؓ) قام علی بن ابی طالبؓ علیٰ باب البیتِ الذی هو مسجّی فیہ فقال کُنْتَ واللہ للدِّیْنِ یعسوباً اَوَّلاً حین نفرانناسُ عنہ وآخراً حِیْنَ فَیَلُّوا .... کُنْتَ کَالجبلِ لاتحرّکہ العَوَاصِف ولا تُزِیلُہ القوَاصِف ۔

"خلاصۂ کلام یہ ہے جب ابوبکر الصدیق فوت ہوتے ہیں تو حضرت علیؓ اس مکان کے دروازہ پر جس میں صدیق اکبرؓ کی نعش پر چادر ڈالی ہوئی تھی، تشریف لاکر کھڑے ہوتے اور (صدیق اکبرؓ کو خطاب کرکے) فرمانے لگے کہ اللہ جل شانہٗ کی قسم آپ دین کے لیے ابتدائی مراحل میں سبقت کرنے والے اور پیشرو تھے جس دور میں دین سے لوگ متنفر تھے اور آخر دور میں بھی آپ (پیش قدم) رہے جبکہ لوگ ضعیف اور بزدل ہو رہے تھے اور (اپنی رائے کو انہوں نے کمزور سمجھا تھا) آپ دین کے معاملات میں اس پہاڑ کی طرح مضبوط رہے جس کو سخت تر ہوائیں متحرک نہ کرسکیں اور اور توڑ ڈالنے والی آندھیاں اپنی جگہ سے زائل نہ کرسکیں" (یعنی انتقالِ نبوی کے بعد فتنۂ ارتداد میں آپ ثابت قدم و راسخ عمل رہے "

(کتاب "الفائق" جار اللہ زمخشری جلد اول (سین مع الجیم) ج ا ص ۲۸۴ سن تالیف ہذا ۵۱۶ھ طبع حیدر آباد دکن)

(۳)۔ اس مقام کی تیسری وہ روایت ہے جو اسید بن صفوان سے منقول ہے روایت

کافی طویل ہے۔ ہم مختصراً اس کے چند کلمات یہاں نقل کرتے ہیں جو دوسری روایات کے ذریعہ مؤید و موثق ہیں۔ ابن عبد البرؒ نے استیعاب میں اور جزری نے اسد الغابہ میں، محب الطبری نے ریاض النضرہ میں اور علی متقی نے کنز العمال میں درج کی ہے اور منقول عنہ مآخذ کا حوالہ ساتھ دیدیا ہے۔

..... عن اسید بن صفوان وکانت لہ صحبۃ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما توفی ابوبکر رضی اللہ عنہ ورجّت المدینۃ بالبکاء ودھش الناس کیوم قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاء علی بن ابی طالب مسرعًا باکیًا مسترجعًا وھو یقول الیوم انقطعت خلافۃ النبوۃ حتّٰی وقف علی باب البیت الذی فیہ ابوبکرؓ ثم قال رحمک اللہ یا ابا بکر کنت اوّل القوم اسلامًا واخلصھم ایمانًا واکثرھم یقینًا الخ......

(۱) الاستیعاب تحت تذکرہ اسید بن صفوان، ص ۲۴ جلد اوّل معہ اصابہ۔ طبع مصری۔

(۲) اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ جلد اوّل، ص ۹۰-۹۱ طبع تہران تحت تذکرہ اسید بن صفوان۔

(۳) ریاض النضرہ محب الطبری ج ۲ ص ۲۴۹ بحوالہ ابن السمان و الجوزقی۔

(۴) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۲۵ طبع اوّل قدیم بحوالہ ابن مندہ و ابو نعیم والخطیب البغدادی۔ ابن عساکر۔ ابن نجار۔ والمحاملی وغیرہم۔

ماحصل یہ ہے کہ اسید بن صفوان کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صحبت حاصل تھی۔ اسید کہتے ہیں کہ جب ابوبکرؓ کا انتقال ہوا اور اہل مدینہ گریہ زاری سے مضطرب ہوگئے اور اس طرح لوگ متحیر و پریشان ہوتے جس طرح وصال نبویؐ

کے روز لوگ مدہوش ہو گئے تھے تو علی بن ابی طالب جلدی کرتے ہوئے گریہ کی حالت میں اِنّا لِلّٰہ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون کہتے ہوئے پہنچے۔ اور فرمانے لگے آج روز نبوت کی رہا فصل، خلافت و نیابت ختم ہو گئی اور جس مکان میں ابوبکرؓ رکھے گئے تھے اس کے دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا اے ابوبکرؓ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم و کرم فرماتے۔ آپ تمام قوم میں سے اسلام لانے میں سابق تھے اور ایمان میں مخلص تھے اور یقین میں زیادہ تھے۔ الخ

خلاصہ یہ کہ علی المرتضیٰ نے یہاں بہت سے فضائل و کمالاتِ صدیقی بیان فرماتے۔

اقرارِ فضیلت کی روایتیں

(۱) . . . . عن ابن ابی ملیکہ قال سمعت ابن عباسؓ یقول لما وضع عمرؓ بن الخطاب علی سریرہ فتکفنہ النّاس یدعون لہٗ و انا فیھم فجاء علی بن ابی طالب فقال انی کُنتُ لَاَظُنُّ اَنْ یَّجْعَلَکَ اللہ تعالیٰ مع صَاحِبَیکَ وذالک انی کنت اکثر ان اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذَھَبتُ انا وابوبکرؓ و عمرؓ ودخلتُ انا وابوبکرؓ و عمرؓ وخرجت انا وابوبکرؓ و عمرؓ وانی کنتُ اَظُنُّ ان یجعلکَ اللہ مَعَہُمَا۔"

(۱) بخاری شریف جلد اول، ص ۵۲۰ - باب مناقب عمرؓ طبع نور محمدی دہلی۔

(۲) المستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۶۸ - طبع حیدر آباد دکن)

یعنی ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ (وفات کے بعد) جب عمر بن الخطاب چارپائی پر رکھے گئے تو لوگ گرد و پیش جمع ہوتے، کلمات دعائیہ ان کے حق میں کہہ رہے تھے تو علی المرتضیٰ تشریف لاتے اور عمر فاروق کو خطاب کر کے فرمانے لگے کہ میرا یہی گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے دونوں دوستوں (یعنی نبی اقدسؐ اور ابوبکرؓ) کا ہم نشیں اور ساتھی بنائے گا اس لیے کہ میں رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر سُنتا تھا، آپ فرماتے تھے کہ مَیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ (فلاں کام) کے لیے چلے، اور مَیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ (فلاں مقام میں) داخل ہوئے، اور مَیں و ابوبکرؓ و عمرؓ (فلاں جگہ سے) رخصت ہوئے۔ اس چیز سے (اے عمرؓ بن الخطاب) میں یہی خیال کرتا تھا کہ ان دونوں حضرات کے ساتھ آپ کو معیت و صحبت (ہمیشہ) نصیب رہے گی۔"

ایک گذارش

اِس روایت میں اگرچہ براہِ راست حضرت عمرؓ کی وفات کے موقعہ پر حضرت علیؓ کا موجود ہونا ثابت ہو رہا ہے تاہم حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت و عظمت بھی ثابت ہو رہی ہے۔ اسی بنا پر اس کا یہاں اندراج کر دیا اور "فاروقی تعلقات" حصہ دوم میں بھی اِن شاء اللہ پھر اس کو نقل کیا جائے گا۔ اسی طرح آئندہ روایت ابوطالب عشاری کا یہی حال ہے۔

(۲) . . . . عن سوید بن غفلة عن علی بن ابی طالب قال لمّا تُوُفِّیَ ابوبکرؓ وعمرؓ قال علی بن ابی طالب من لکم بمثلهما رزقنی اللہ المضیّ علیٰ سبیلهما فانّه لا یبلغ مبلغهما الا باتباع آثارهما والحب لهما فمن احبّنی فلیحبهما ومن لم یحبّنی فقد ابغضهما وانا منه بَرِیٌٔ"

(فضائل ابی بکر الصدّیق لابی طالب العشاری، ص ۷، مطبوعہ من المکتبة السلفیہ ملتان۔ طبع مصر)۔

حاصل یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ فوت ہو گئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ (لوگو!) ان دونوں جیسا تمہارے لیے کون ہے؟ ان کے راستہ پر چلنا اللہ تعالیٰ ہمیں نصیب فرمائے، ان کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کے

سا ... ... کہ ... سے ہی ان کے مقام پر پہنچا ہوا ہے جو شخص مجھ سے محبت و دوستی رکھتا ہے چاہیے کہ وہ ان دونوں سے ضرور محبت رکھے اور جو میرے ساتھ دوستی نہیں رکھتا بلکہ اس نے ان دونوں کے ساتھ عداوت اور بغض رکھا اور میں ایسے شخص سے بری ہوں۔"

"نتائج"

(۱) حضرت سیدنا ابوبکر الصدیقؓ کے انتقال معلوم ہونے پر حضرت علیؓ گریہ زاری کرتے ہوئے ان کے پاس پہنچے ہیں۔

(۲) پھر اظہار تاسف کرتے ہوئے ابوبکر الصدیقؓ کے نہایت قیمتی فضائل و کمالات لوگوں کے سامنے بیان فرمائے اور خاص طور پر عجیب نکتہ بیان کیا کہ نبوۃ کی "خلیفہ قائم مقامی" (یعنی خلافت بلا فصل) صرف اس ذات گرامی کو حاصل تھی وہ آج ختم ہو گئی (یعنی اب جو خلیفہ ہو گا وہ خلیفۂ رسولؐ ہو گا بلکہ خلیفہ کا خلیفہ ہو گا)

(۳) نیز گواہی دی کہ صدیق اکبر اسلام لانے میں سب سے سابق اور پیش قدمی کرنے والے تھے۔ ایمان میں کامل الاخلاص تھے۔ اور بیان کیا کہ ابوبکرؓ و عمر بن الخطابؓ دونوں عالم دنیا میں جس طرح نبی اقدس صلعم کے ہم نشین و مصاحب رہتے تھے اسی طرح عالم آخرت میں بھی ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و صحبت نصیب رہے گی۔

(۴) اور فرمایا کہ ابوبکر الصدیقؓ کی شان کا کوئی فرد لوگوں میں نہیں تھا، خدا کرے ہم کو ان کی تابعداری حاصل ہو اور محبت میسر ہو جو میرے ساتھ محبت و دوستی رکھتا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ ان سے محبت قائم رکھے ورنہ میں اس سے بری ہوں۔

(۵) مندرجہ مرویات سے واضح ہوا کہ خلیفہ بلافصل) ابوبکرؓ کی وفات اور ان کی تجہیز و

تکفین و جنازہ و تدفین کے مواقع میں حضرت علیؓ شامل اور موجود تھے نقل و عقل اس چیز سے انکار کرتی ہے کہ عین نمازِ جنازہ کے وقت پر حضرت علیؓ کہیں پس و پیش ہو گئے تھے۔ حالانکہ نماز سے قبل و بعد وہیں تشریف رکھتے تھے۔

(۱۰)

شیخینؓ کی سیرت کا سیرتِ نبویؐ کے ساتھ اتحاد

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیانات کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت اور عمل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و عمل کے موافق و مطابق تھا۔ اس مسئلہ پر حضرت علیؓ کی مندرجہ ذیل روایات شہادت دیتی ہیں:۔

(۱) ..... عن عبد خیر قال قام علیؓ علی المنبر فذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستخلف ابوبکر رضی اللہ عنہ فعمل بعملہ وسار بسیرتہ حتی قبضہ اللہ عزوجل علی ذالک ثم استخلف عمر علی ذالک فعمل بعملہما وسار بسیرتہما حتی قبضہ اللہ عزوجل علی ذالک۔"

(۱) الفتح الربانی مع بلوغ الامانی، ج ۲۲ ص ۱۸۴ طبع مصری (عبدالرحمٰن البناء) مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۸، مسندات مرتضوی جلد اول طبع مصری معہ منتخب کنز۔

(۲) فضائل ابی بکر الصدیق، ص ۵۔ ابوطالب العشاری۔

(۳) مجمع الزوائد لنورالدین الہیثمی جلد ۵ ص ۱۷۶۔ کتاب الخلافۃ باب الخلفاء الاربعہ۔ رواہ احمد ورجالہ ثقات۔

حاصل کلام یہ ہے "عبد خیر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ منبر پر بیٹھ کر

فرمانے لگے کہ رسولِ خدا صلعم نے انتقال فرمایا اور ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طریقۂ کار کے مطابق عمل درآمد کیا اور حضور علیہ السّلام کی سیرت کے موافق کام رواں رکھا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوئی پھر عمرؓ خلیفہ ہوتے تو انہوں نے بھی رسولِ خدا صلعم اور ابوبکر دونوں کے مطابق کام سرانجام دیا اور ان کی سیرت کے موافق کام کیا۔ اسی روش اور طرز و طریق پر ان کی وفات ہوئی۔"

اس کے بعد حضرت علیؓ کے فرامین میں مزید یہ چیز مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے صدّیق اکبرؓ کی مخالفت کرنے سے حیا آتی ہے"

چونکہ صدّیق اکبر کا ہر کام اور ہر عمل سنّتِ نبویؐ کے عین مطابق پایا جاتا تھا اس بنا پر حضرت علیؓ امورِ خلافت میں ان کے خلاف کرنے سے حیا فرماتے تھے۔

چنانچہ ذیل کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ابوطالب العشاری اپنے فضائل میں ذکر کرتے ہیں:۔

. . . . عن مغیرہ عن الشعبی قال قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انی لَاَسْتَحِي من رَبِّي ان اُخَالِفَ اَبَا بَکْرٍ"

(۱) فضائل ابی بکر الصدّیق ص ۴ لابی طالب العشاری (وہو تمیذ دارقطنی) معہ دیگر رسائل انعام الباری وغیرہ)

(۲) کنز العمّال بحوالہ العشاری جلد ۶ ص ۳۱۴ طبع اوّل۔

ترجمہ: علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکرؓ کی مخالفت کرنے میں اللہ سے حیا آتی ہے"

اہلِ علم کی آگاہی کے لیے ذکر کیا جاتا ہے جس طرح ابوطالب العشاری نے حضرت علیؓ کا یہ قولِ مذکور نقل کیا ہے اسی طرح شیعہ علماء نے بھی مسئلہ فدک کے بارے میں

حضرت علیؓ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے (اور قبل ازیں بحث فدک میں ہم نے اس کو درج کیا ہے)

شیعہ کے مجتہد اعظم سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی تصنیف الشافی میں ابو عبداللہ محمد بن عمران المرزبانی الخراسانی شیعی سے اس موقعہ کی باسند روایات نقل کی ہے جن میں حضرت علیؓ کا یہ قول مذکور ہے ۔ اور حدیدی شیعی نے بھی قول ہذا کو درج کیا ہے

. . . فلمّا وصل الامر الیٰ علی بن ابی طالب علیہ السّلام ثلم فی ردّ فدك فقال انّی لاستحیی من اللہ ان اردّ شیئًا منع منہ ابوبکر و امضاہ عمر ۔

" یعنی جب (خلافت کا) معاملہ حضرت علیؓ کی طرف پہنچا تو واپسیٔ فدک کا قضیہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے جس چیز کو ابوبکرؓ نے منع کر دیا اور عمرؓ نے اس منع کو جاری رکھا اس چیز کو میں لوٹا دوں اور واپس کر دوں "

(۱) کتاب الشافی مع تلخیص ص ۲۳۱ ۔ طبع قدیم ایرانی

(۲) شرح نہج البلاغہ حدیدی ، ج ۴ ص ۱۳۰ ۔ طبع بیروتی تحت اخبار السقیفہ

یہاں سے معلوم ہوا کہ شیخینؓ کی سیرت عملی حضرت علیؓ کے نزدیک درست تھی ۔ اس بنا پر ان چیزوں میں حضرت علیؓ نے کسی قسم کا تصرف نہیں کیا بلکہ قولاً و عملاً ان کی تصدیق و تائید کی جس سے ان حضرات کی باہمی شانِ اتحاد و اتفاق نمایاں ہوتی ہے ۔

نیز ذیل میں چند مزید روایات پیش کی جاتی ہیں جن میں حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی سیرت اور کردار کو کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق و مطابق قرار دیا اور ان کی عملی زندگی کو بہترین سیرت تسلیم کیا ہے ۔

(۱)

ثُمَّ اِن المُسلِمِینَ من بَعدِہٖ اِستَخلَفُوا اَمِیرَینِ منہم صَالِحَینِ فَعَمِلَا بالکتَاب والسُّنَّۃ واحسنا السیرۃ وَلَم یَعدُوا السُّنَّۃ ثم تُوفِّیَا رَحِمَہُمَا اللّٰہ تعالیٰ :-

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

"نبی پاک (ص) کے بعد مسلمانوں نے اپنی جماعت سے اپنے دو امیر (یکے بعد دیگرے) تجویز کیے جو نیک اور صالح افراد تھے۔ پس ان دونوں نے کتاب و سُنّت پر عمل درآمد کیا۔ اور ان کی سیرت و کردار بہت عمدہ تھا۔ سُنّتِ نبوی سے انہوں نے (سرِ مو) تجاوز نہیں کیا۔ پھر وہ (اسی حالت پر) فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اپنی رحمت نازل فرماتے۔"

(۱) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید شیعی جلد اوّل ص ۲۹۵ جزء ششم طبع قدیمی ایران۔ جلد ثانی ص ۳۵ طبع بیروتی۔

(۲) ناسخ التواریخ جلد سوم۔ کتاب دوم ص ۲۸۶ تحت منشور امیر المومنینؑ بمردم مصر

مندرجہ بالا کلام حضرت علیؓ کے اس خط کا اقتباس ہے جو آپ نے اپنے مخلص آدمی قیس بن سعد بن عبادہ کو لکھ کر مصر کا والی بنا کر مصر روانہ کیا۔ اس خط میں شیخین کی یہ فضیلت حضرت علیؓ نے تحریر فرمائی تھی۔

(۲)

اما بعد فان اللّٰہ بعث النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فانقذ بہ من الضلالۃ ونعش بہ من الھلکۃ وجمع بہ بعد الفرقۃ ثم قبضہ اللّٰہ الیہ وقد ادّی ما علیہ ثم استخلف الناس ابا بکر ثم استخلف ابوبکرؓ عمرؓ واحسنا السیرۃ وعدلا فی الامۃ ... الخ

"خلاصہ یہ ہے کہ (حمد و ثنا کے بعد) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا۔ پھر ان کے ذریعہ (لوگوں کو) گمراہی اور ہلاکت سے بچایا اور افتراق کے بعد (قوم کو) مجتمع فرمایا۔ پھر اللہ نے ان کو اپنی جانب قبض فرما لیا اور انہوں نے اپنی ذمہ داری کو مکمل فرمایا۔ پھر لوگوں نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا۔ اس کے بعد ابوبکرؓ نے عمرؓ کو تجویز کیا اور ان دونوں نے بہترین سیرت کا نمونہ پیش کیا اور دونوں بزرگوں نے اُمتِ مُسلمہ میں عدل و انصاف قائم کیا۔"

(ناسخ التواریخ، جلد سوم از کتاب دوم ص ۲۴۱ طبع ایران
باب کتاب صفین از کتب امیر المؤمنین علیہ السلام
تصنیف مرزا تقی لسان الملک شیعی وزیر اعظم جاہ قاچار)

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ جب امیر معاویہؓ کی طرف سے حبیب بن مسلمہ الفہری و شرحبیل بن السمط وغیرہما حضرت علیؓ کے پاس حضرت عثمانؓ کے (خون) کے بارہ میں کلام کرنے کے لیے آتے اس وقت حضرت علیؓ نے ایک خطبہ دیا ہے جس میں یہ مندرجہ بالا عبارت ہے۔

خلاصۂ مندرجات

(۱) حضرت علیؓ کے بیانات نے یہ مسئلہ صاف کر دیا کہ شیخینؓ (سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمر الفاروق) بڑے عمدہ کردار کے مالک تھے۔

(۲) مسلمان قوم کے حق میں منصف و عادل تھے، ظالم و جائر و غاصب نہیں تھے۔

(۳) کتاب و سنّت پر عمل درآمد کرنے والے تھے۔

(۴) سُنّتِ نبوی" کے برخلاف کرنے والے نہیں تھے۔

حاصل یہ ہے کہ "حضرت علیؓ نے بیانات کے ذریعہ شیخینؓ کے حق میں اپنا نظریہ

اور عندیہ برملا ظاہر فرما دیا۔ چشمِ بصیرت درکار ہے جو اس کی قدر شناسی کر سکے۔

(۱۱)

باب چہارم میں مختلف انواع کے مناقب و محامدِ صدیقی حضرت علیؓ کی زبانی بیان کیے گئے۔ اس ضمن میں اب گیارھویں قسم شروع کی جا رہی ہے۔ اس کے متصل بعد بارھویں صنف انشاءاللہ ذکر ہو گی۔

یازدہم نوع میں حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی تعریف و توصیف و توثیق مندرجۂ ذیل الفاظ میں حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے دورِ خلافت میں منبروں پر برملا بیان فرمائی اور علی الاعلان مجالس میں ذکر کی۔ صدیقؓ کے مقام و منزلت کا جب بھی مسئلہ سامنے آیا تو اس وقت بڑے واضح الفاظ میں مفصل مفہوم کے ساتھ اس کو سمجھایا۔ اس میں کوئی خفا اور پوشیدگی نہیں کی تاکہ کوئی شخص تقیہ کا گمان نہ کر سکے۔ اور عموماً مرویات میں یہ الفاظ مذکور ہوئے ہیں:

خیر ھٰذہ الامۃ، افضل ہٰذہ الامۃ، خیر الناس، افضل الناس، اشجع الناس وغیرہ۔ یعنی بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدیقؓ کا یہ مقام ہے۔

پھر یہ واضح رہے کہ مذکورہ الفاظ حضرت علیؓ سے نقل کرنے والی ایک جماعت معتبرہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ازالۃ الخفاء، ج ۱ ص ۱۷ و ج ۱ ص ۲۱۶ فارسی کامل طبع قدیم میں فرمایا ہے کہ:

"از وی (علی المرتضیٰ) بطریق تواتر ثابت شدہ کہ بر منبر کوفہ در وقت خلافت مے فرمود"

پھر فرماتے ہیں کہ

واما موتونا فمنہ خیر ہذہ الامۃ ابوبکر ثم عمر متواترۃ رواہ ثمانون نفسا عنہ۔ الخ

مطلب یہ ہے کہ صدیقؓ کی یہ فضیلت حضرت علیؓ سے بہ تواتر کے طور پر منقول

ہے اور حضرت علیؓ کوفہ میں اپنی خلافت کے دوران منبروں پر اس کو بیان فرماتے تھے"

اسی طرح سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں علامہ ذہبی سے بھی یہی نقل کیا ہے:

"ھٰذا متواترٌ عن علیٍ"

"یعنی یہ صدیقی فضیلت علی المرتضیٰؓ سے بتواتر منقول ہے"

ان حضرات کے سامنے تو روایات و تاریخ کے بے شمار دفاتر و ذخائر موجود تھے۔ ہمیں ان کے اعتبار سے تو عشرِ عشیر بھی کتابیں میسّر نہیں۔ تاہم اپنی ناقص تلاش کے موافق ہم نے قریباً بیس سے زیادہ آدمیوں سے حضرت علیؓ کی یہ روایات فراہم کی ہیں جو علی المرتضیٰ سے نقل کرتے ہیں۔

اب ہم فراہم شدہ اکثر منقولات کو نوع یازدہم میں ذکر کرنا چاہتے ہیں اور کچھ بقایا مرویات نوع دوازدہم میں بیان کریں گے۔ اور پھر اس مضمون کی روایات بقدرِ ضرورت حصہ ثانی (فاروقی) میں بھی اپنے مقام پر درج کی جائیں گی (ان شاء اللہ)

اس نوع میں جو مرویات پیش کی جا رہی ہیں ان کی ابتداء حضرتِ علیؓ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ کے بیان سے ہم کرتے ہیں۔

محمد بن حنفیہ کا اجمالی ذکر

محمد بن حنفیہؒ حسنین شریفینؓ کے بعد حضرت علیؓ کی تمام اولاد سے افضل اور بزرگ ترین ہیں ان کی مادر گرامی کا نام خولہ بنت جعفر بن قیس ہے۔ صدیقی دورِ خلافت میں یہ قید ہو کر آئیں۔ پھر حضرت علیؓ کو عطا کی گئیں۔ جس وقت فاروق اعظمؓ کی خلافت کے دو سال باقی رہ گئے اس وقت ان کی ولادت ہوتی۔ تمام زندگی حضرت علیؓ کے ساتھ رہے۔

سیّدنا علیؓ نے اپنی وفات کے وقت حسنینؓ کو ان کے حق میں حسنِ سلوک و حسنِ معاملہ کی

وصیت فرمائی اور ان کے ساتھ اپنی قلبی محبت کا اظہار بھی فرمایا۔

محمد بن حنفیہؒ کی وفات ۸۱ یا ۸۳ ھ میں ہوئی ہے۔ ان کی نماز جنازہ ابان بن عثمان بن عفانؓ نے پڑھائی۔ وہ اس وقت کے خلیفہ عبدالملک کی طرف سے والی و حاکم مدینہ تھے۔ حوالہ کے لیے کتب ذیل ملاحظہ ہوں:

(۱) تاریخ ابن خلکان، ج ۱، ص ۴۵۰، طبع قدیم مصری (تذکرہ محمد بن حنفیہ)۔

(۲) امالی شیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی، ج ۱ ص ۷، طبع جدید نجف اشرف، عراق

(۳) عمدۃ الطالب سید جمال الدین لابن عنبہ الشیعی (بحث اولاد علیؓ)۔

(۴) مجالس المومنین مجلس چہارم، قاضی نور اللہ شوستری شیعی۔ (۵) تحفۃ الاحباب ص ۳۲۷ شیخ عباس قمی شیعی تذکرہ محمد بن حنفیہ)

(۱)

صاحبزادے (محمد بن حنفیہ) نے اپنے والد شریف کی خدمت میں ایک دفعہ عرض کیا کہ

... قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

قال ابو بکرؓ، قال قلت ثمّ مَن؟ قال عمرؓ! وخشیتُ ان یقول عثمانَ

قلت ثمّ انتَ؟ قال ما انا الّا رجلٌ من المسلمین:

(۱) بخاری شریف باب مناقب ابی بکرؓ، ج ۱ ص ۵۱۸ طبع نور محمدی دہلی

(۲) ابوداؤد شریف، جلد ثانی۔ کتاب السنۃ۔ باب التفضیل، ج ۲ ص ۲۸۸ طبع مجتبائی دہلی

(۳) کنز العمال ج ۶ ص ۳۶۶ طبع قدیم (بحوالہ خ۔ د۔ ابن ابی عاصم۔ حل۔ خیثمہ)

(۴) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی، ص ۱۹۱ طبع مصر

یعنی محمد ابن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی المرتضیٰ کو کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ابوبکر سب سے بہترین ہیں! پھر میں نے کہا کہ ان کے

بعد کون شخص بہترین ہے تو جواب دیا کہ پھر عمرؓ ہیں اب مجھے خیال ہوا کہ عمرؓ کے بعد عثمانؓ کا نام لیں گے۔ میں نے (از خود کہا) کہ پھر آپ کا مقام ہے؟ تو فرمانے لگے کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان شخص ہوں (یعنی کسرِ نفسی کرتے ہوئے اس طرح فرمایا)۔

(۲)

مرویاتِ عبدِ خیر

اس کے بعد عبدِ خیر کی مرویات ایک جگہ پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں مضمون مندرجہ بالا بڑی وضاحت اور صراحت سے حضرت علیؓ سے مذکور ہے۔ عبدِ خیر کی روایات حضرت علیؓ سے منقولہ بہت سی ہیں۔ ان کو ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے۔

.... عن عبد الملك بن سلع عن عبد خير قال سمعت علياً يقول قبض النبي صلى الله عليه وسلم على خير ما قبض عليه نبيٌّ من الانبياء واثنىٰ عليه صلى الله عليه وسلم قال ثم استخلف ابوبكر فعمل بعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم وسنته ثم قبض ابوبكر على خير ما قبض عليه احد كان خير هذه الامة بعد نبيها ثم استخلف عمرؓ فعمل بعملها وسنتهما ثم قبض على خير ما قبض عليه احدٌ فكان خير هذه الامة بعد نبيها وبعد ابي بكر۔

(۱) المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۴ ص ۷۸۸ (قلمی)، پیر جھنڈا (سندھ) باب ما جاء فی خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲) مسند احمد، ج ۱ ص ۱۲۰ مع منتخب کنز۔ مسندات علیؓ۔

(۳) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۶۹۔ کتاب الفضائل باب فضل الشیخینؓ ابی بکرؓ وعمرؓ بحوالہ (کر ش)۔ طبع اول قدیم۔ حیدرآباد دکن۔

حاصل یہ ہے کہ عبدِ خیر کہتے ہیں کہ علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا انتقال بہتر حال پر ہُوا جیسا کہ ایک نبی کا وصال بہترین حالت پر ہوتا ہے۔ پھر ابوبکر خلیفہ بناتے گئے۔ پس انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے طریقہ اور سُنّت کے مطابق عمل درآمد کیا۔ پھر وہ بہترین حالت پر مقبوض ہُوتے۔ اور وہ اِس اُمّت کے نبی کے بعد تمام قوم سے بہترین شخص تھے۔ پھر عُمرؓ خلیفہ ہُوئے۔ عمرؓ نے نبی کریمؐ اور ابوبکرؓ کے طریقہ کار کے موافق عمل کیا اور وہ اِس اُمّت کے نبی اور ابوبکرؓ کے بعد بہترین فرد تھے۔

(۲) مسند امام احمد میں باسند مذکور ہے کہ

. . . . عن المسیّب بن عبد خیر عن ابیہ قال قام علیؓ فقال خیر ھٰذہ الامّۃ بعد نبیّہا ابو بکر وعمر و اِنّا قد اَحدَثنا بعدھم اَحداثًا یقضی اللہ تعالٰی فیہا ما شاءَ۔" (مسند امام احمد، ج ا ص ۱۱۵ مُسندات علیؓ)

یعنی عبد خیر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں حضرت علی المرتضیٰؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ نبی (صلعم) کے بعد سب سے بہترین اس اُمّت کے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں ان کے بعد ہم سے کئی جدید چیزیں صادر ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔"

تنبیہ ۔ مُسند امام احمد مُسندات مرتضوی میں عبد خیر کی چار روایات الگ الگ اسناد کے ساتھ حضرت علیؓ سے مروی ہیں۔ الفاظِ روایت میں بالکل قلیل سا فرق ہے، سب میں یہی مذکور مضمون درج ہے اس وجہ سے مسند احمد کی طرف ایک روایت بمع ترجمہ نقل کرنے کے بعد باقی کو ازراہِ اختصار ترک کر دیا ہے اہلِ علم حضرات مسند احمد، ج ا ص ۱۱۵ و ۱۲۷ معہ منتخب کی طرف رجوع فرما کر منتفع ہو سکتے ہیں۔

ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد سابع تذکرہ شعبہ بن حجاج میں ذکر کیا ہے کہ:

..... ثنا شعبۃ (بن حجاج) عن الحکم عن عبد خیر قال قام علیؓ علی المنبر فقال الا اُخبرکم بخیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیّہا؟ قالوا بلیٰ! قال ابوبکرؓ ثم سکت سکتۃً ثم قال الا اخبرکم بخیر ھٰذہ الاُمّۃ بعد ابی بکرؓ عمرؓ!!" (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، المتوفی ۴۳۰ھ، ج ۷ص ۱۹۹، تذکرہ شعبہ بن حجاج)

"یعنی عبد خیر کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو نبی کے بعد تمام اُمّت سے بہتر ہے؟ انہوں نے کہا ہاں بیان فرمائیے! آپ نے فرمایا کہ وہ ابوبکرؓ ہیں پھر آپ قلیل سا خاموش ہو گئے، پھر فرمایا کہ میں تمہیں اطّلاع نہ کروں کہ ابوبکرؓ کے بعد اِس اُمّت کے بہترین فرد کون ہیں؟ وہ عمرؓ ہیں!"

(۵)

اور ابونعیم اصفہانی مذکور نے اپنی تصنیف "اخبارِ اصفہان" میں عبد خیر سے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

..... النعمان بن عبد السّلام عن سفیان عن حبیب قال اتیت عبد خیر (الخیوانی) فقال سمعت علیاًؓ یقول الا اخبرکم بخیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیّہا قلنا بلیٰ! قال ابوبکرؓ ثم عمرؓ الحدیث۔"

(اخبار اصفہان، ج اول ص ۱۸۲، طبع یورپ)

عبد خیر کہتے ہیں کہ "میں نے حضرت علیؓ سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ اِس اُمّت کے نبی کے بعد بہترین اُمّت کی میں تمہیں خبر نہ دوں۔ ہم نے کہا کہ ہاں فرمائیے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ وہ ابوبکرؓ ہیں، پھر ان کے بعد عمرؓ ہیں... الخ"

(۶)

.... ثنا خالد بن علقمة عن عبد خیر قال لمّا فرغنا من اصحب النہر قام علیؓ خطیباً فحمد الله و اثنیٰ علیہ ثم قال یا ایّھا النّاس ان خیر ھٰذہ الامة کان نبیّہا و خیرھا بعد نبیّہا ابوبکرؓ و خیرھا بعد ابی بکرؓ عمرؓ ثم احدثنا اموراً یقضی الله فیہا ما شاء"۔

(اخبار اصفہان" لابی نعیم اصفہانی

جلد اوّل، ص ۳۴۵ ۔ طبع لیدن)

"عبد خیر کہتے ہیں کہ جنگ نہروان سے جب ہم فارغ ہوئے تو اس وقت حضرت علیؓ نے ہمیں ایک خطبہ دیا اس میں اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ اے لوگو! نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلّم) اس اُمّت کے سب سے خیر اور افضل تھے۔ پھر ان کے بعد اُمّت کے بہترین شخص ابوبکرؓ ہیں، پھر ابوبکرؓ کے بعد بہترین قوم عمرؓ ہیں۔ پھر اس کے بعد ہم نے کئی جدید حالات پیدا کر لیے اللہ ان میں جو چاہیں گے فیصلہ فرمائیں گے"۔

(۷)

ابونعیم مذکور نے "حلیۃ الاولیاء" جلد سابع تذکرہ شعبہ بن حجّاج میں عبد خیر سے متعدد روایات باسند نقل کی ہیں۔

.... قال معاذ سمع عبد خیر عن علیؓ قال الا اخبرکم بخیر الناس بعد رسول الله صلی الله علیہ وسلّم ابوبکرؓ۔ ثم قال الا اُخبرکم بخیر الناس بعد ابی بکرؓ، عمرؓ۔ رواہ ابوداود وسلیم وغیرھم عن شعبة مثلہ"۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۷، ص ۱۹۹ ۔ تذکرہ شعبہ بن حجّاج)

(۸)

.... ثنا شعبة عن حبیب ابن ابی ثابت قال سمعت حدیثاً عن عبد خیر فلقیته فسألته فحدثنی انه سمع علیاً یقول خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ ثم عمرؓ :

(۱) حلیۃ الاولیاء، ج ۷۔ص ۱۹۹ ۔تذکرہ شعبہ،

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر، ج ۲ ص ۵۶۷ مع اصابہ تذکرہ عمر ابن الخطاب)

"ہر دو روایات (۷۔۸) کا حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد سب سے عمدہ اور بہتر شخص ابوبکرؓ ہیں، پھر ان کے بعد عمر بن الخطابؓ سب سے خیر اور بھلے آدمی ہیں"

(۹)

اور ابو نعیم اپنی کتاب اخبار اصفہان (یا تاریخ اصفہان) جلد ثانی میں اپنی سند کے ساتھ عبد خیر سے حضرت علیؓ کا قول نقل کرتے ہیں۔

.... عن عبد خیر قال سمعت علی بن ابی طالب یقول ان خیر من ترك نبیکم من بعدہ ابو بکر ثم عمر وقد عرفت الثالث ۔

(اخبار اصفہان، ج ۲ ص ۲۶۶ ۔طبع لیدن)

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں کو اپنے بعد چھوڑ کر تشریف لے گئے ہیں ان تمام لوگوں سے اچھے آدمی ابوبکرؓ ہیں۔ پھر عمرؓ ہیں اور تیسرے درجہ کے آدمی کو بھی میں پہچانتا ہوں

(۱۰)

خطیب بغدادی نے اپنی تصنیف موضح اوہام الجمع والتفریق میں عبد خیر کی

دو عدد روایتیں با سند ذکر کی ہیں جو حضرت علیؓ سے منقول ہیں:

... عن المسیب بن عبد خیر عن عبد خیر قال قال علی خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر وخیرها بعد ابی بکر عمر ولو شئت ان اسمی الثالث لسمیته۔

(کتاب موضح اوہام الجمع والتفریق للخطیب بغدادی، ج اص ۴۳۹ جلد اول تحت ذکر ابی العباس احمد بن محمد بن سعید، طبع دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن)

"یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد اس اُمت کے بہتر اور بھلے شخص ابوبکرؓ ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ ہیں۔ اگر چاہوں تو تیسرے درجے کے آدمی کا نام میں ذکر کر سکتا ہوں۔"

(۱۱)

دوسری روایت اسی کتاب کی جلد ثانی میں با سند ذکر کی ہے۔

... اخبرنا شریک عن ابی حیة الهمدانی قال سمعت عبد خیر قال قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنه خیر هذه الامة بعد نبیها صلی اللہ علیه وسلم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنهما واحدثنا احداثا بعدهم یفعل اللہ ما یشاء۔

(موضح اوہام الجمع والتفریق، ج ۲ ص ۹، تحت ذکر خالد بن علقمہ، للخطیب بغدادی۔ طبع حیدر آباد دکن)

"خلاصہ یہ کہ حضرت مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں اور پھر ان حضرات کے بعد ہم سے کئی چیزیں صادر ہوئیں۔ ان کے حق میں اللہ جو چاہیں گے

معاملہ فرمائیں گے"۔

(۱۲)

...... نا علی بن حرب ثنا سفیان عن ابی اسحٰق عن عبد خیر عن علیؓ قال خیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیّہا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ابوبکرؓ و عمرؓ"۔

(تذکرۃ الحفاظ للحافظ الذہبی جلد ثالث ص ۱۰۳ طبع دکن۔ ج ۳ ص ۱۱۲۳ ۔طبع رابعہ بیروت ۔تحت تذکرۃ السمان الحافظ الکبیر)

"یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اس اُمت کے بہترین فرد ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں"۔

حافظ سیوطیؒ نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد حافظ ذہبیؒ مذکور کا ایک قیمتی قول نقل کیا ہے۔ تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں:

اخرج احمد وغیرہ عن علیؓ قال خیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیہا ابوبکرؓ و عمرؓ قال الذہبیؒ ھٰذا متواتر عن علیؓ۔

(تاریخ الخلفاء سیوطیؒ ص ۳۵ طبع دہلی فصل فی انہ افضل الصحابۃ وخیرہم)

"یعنی علّامہ ذہبیؒ نے کہا کہ حضرت علیؓ سے ان کا یہ فرمان بطور تواتر منقول ہوا ہے یعنی بے شمار لوگوں نے حضرت موصوف سے یہ فرمان نقل کیا ہے اس میں اب کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں رہی"۔

اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ" جلد ثامن (حضرت علیؓ کے حالات کے آخر میں) اس مسئلہ کو الفاظ ذیل میں بیان کیا ہے:

وقد ثبت عنہ بالتواتر انہ خطب بالکوفۃ فی ایام خلافتہ و

دارامارته فقال ایها الناس ان خیر هٰذه الامة بعد نبیّها ابوبکرؓ ثم عمرؓ ولو شئتُ ان اُسمّی الثالث لسمّیتُ "۔

(البدایہ، ج ۸ ص ۱۴ - جلد ثامن)

یعنی حضرت مرتضیٰؓ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کے دوران فرمایا کہ اے لوگو! نبیؐ کے بعد تمام اُمت سے بہتر ابوبکرؓ ہیں، ان کے بعد عمر ہیں"۔

مرویاتِ ابی جُحیفہ

عبدِ خیر کی مرویات ذکر کرنے کے بعد اب ابو جحیفہ (وھب الخیر) کی روایات جو حضرت علیؓ سے منقول ہیں وہ نقل کی جاتی ہیں۔

(۱۳)

مُسند امام احمد میں حضرت علیؓ کے مسندات میں سے پہلے نقل شروع کی جاتی ہے ....

.... عن الشعبی، حدثنی ابو جحیفة الذی کان علیؓ یسمّیه وھب الخیر قال قال علیؓ یا ابا جحیفة الا اخبرک بافضل ھٰذهِ الاُمّة بعد نبیّها قال قلت بلیٰ قال ولم اکن اریٰ ان احداً افضل منه قال افضل ھٰذه الاُمّةِ بعد نبیّها ابوبکرؓ و بعد ابی بکر عمر رضی الله عنهما و بعدھما آخر ثالث ولم یسمّه۔

(مُسند امام احمد، مُسندات علیؓ،
ج ۱ ص ۱۰۶، جلد اول طبع مصری معہ منتخب)

یعنی وہب الخیر ابو جحیفہ حضرت علیؓ سے (براہِ راست) ذکر کرتا ہے کہ حضرت علیؓ نے مجھے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص اس اُمت میں سب سے افضل ہے۔ کیا میں تجھے اس کی خبر نہ دوں؟ میں نے

عرض کیا کہ فرمائیے! اور میرا یہ خیال تھا کہ حضرت علیؓ سے افضل کوئی شخص (اُمّت میں) نہیں ہے تو علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ نبی کے بعد اِس اُمّت میں سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ افضل ہیں۔ ان کے بعد تیسرا شخص ہے جس کا نام نہیں ذکر کیا۔"

.... عن زر یعنی ابن حُبیش عن ابی جحیفۃ قال سمعتُ علیًّا یقول الا اخبرکم بخیر ھٰذہ الامّۃ بعد نبیّھا ابوبکر ثم قال الا اخبرکم بخیر ھٰذہ الامۃ بعد ابی بکرؓ عمر رضی اللہ عنہما"

(مسند احمد، ج ا ص ۱۰۶ ۔ مُسندات مرتضوی)

(۱۵)

.... عن عاصم عن زر عن ابی جحیفۃ قال خطبنا علی رضی اللہ عنہ فقال الا اخبرکم بخیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیّھا ابوبکر الصدیقؓ ثم قال الا اخبرکم بخیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیّھا و بعد ابی بکرؓ عمرؓ"

(مسندات امام احمد، ج ا ص ۱۱۰ ۔ مسنداتِ مرتضوی۔ طبع مصری معہ منتخب)

"دونوں روایاتِ بالا کا ماحصل یہ ہے:" ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا کہ حضرت علیؓ نے ہمیں خطبہ دے کر فرمایا کہ خبردار! دسُن لو میں تم کو نبیؐ کے بعد تمام اُمّت سے بہترین آدمی کی خبر دیتا ہوں، وہ ابوبکر ہیں۔ پھر فرمایا ابوبکرؓ کے بعد بہترین قوم عمرؓ ہیں۔"

(۱۶)

.... عن حُصین بن عبد الرحمٰن عن ابی جحیفۃ قال کُنتُ اریٰ انّ علیًّا رضی اللہ عنہ افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الحدیث قلت لا واللہ یا امیر المؤمنین انی لم اکن اریٰ

احد من المسلمين بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم افضل منك قال افلا احدثكم بافضل الناس كان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قلت بلیٰ فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ فقال افلا اخبرك بخير الناس كان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر قلت بلیٰ قال عمر رضی اللہ عنہ "

(مسندات احمد، جلد اول مسندات حضرت علیؓ ص ۱۲۷-۱۲۸ معہ منتخب کنز العمال، مطبوعہ مصر)

"خلاصہ یہ ہے کہ ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امیر المومنین حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں آپ کو تمام مسلمانوں سے افضل جانتا ہوں تو حضرت علیؓ نے جواباً فرمایا کہ حضور علیہ السلام کے بعد میں تجھے تمام لوگوں سے افضل شخص نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور فرمائیے! آپ نے فرمایا کہ وہ ابوبکرؓ ہیں۔ اس کے بعد پھر فرمایا کہ پھر ابوبکرؓ کے بعد تمام لوگوں سے خیر اور عمدہ آدمی نہ تجھے بتلاؤں؟ میں نے عرض کیا فرمائیے! تو آپ نے فرمایا وہ عمرؓ ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(۱۷)

... عن ابی اسحق عن ابی جحیفۃ قال قال علی رضی اللہ عنہ خیر ھذہ الامۃ بعد نبیہا ابوبکرؓ وبعد ابی بکرؓ عمرؓ ولو شئت اخبرتکم بالثالث لفعلت "

(مسند احمد بن حنبلؒ، ج ا ص ۱۰۶ - مسندات علیؓ)

(۱۸)

... خالد الزیات حدثنی عون بن ابی جحیفۃ قال کان ابی من شرط

علیؓ وکان تحت المنبر فحدثنی ابی انہ صعد المنبر یعنی علیاً رضی اللہ عنہ فحمد اللہ واثنیٰ علیہ وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکرؓ والثانی عمرؓ وقال یجعل اللہ الخیر حیث احب۔

(مسند امام احمد، جلد اول ص ۱۰۶۔ مسندات مرتضوی)

"دونوں کا حاصل یہ ہے کہ ابو جحیفہ کا لڑکا کہتا ہے کہ میرے والد ابو جحیفہ حضرت علیؓ کے پولیس کے آدمیوں میں ملازم تھے انہوں نے ذکر کیا کہ حضرت علیؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا کہ نبیؐ کے بعد تمام اُمت کے بہترین فرد ابوبکرؓ ہیں۔ دوسرے درجہ میں عمرؓ ہیں (تیسرے شخص کی خبر میں دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں) اور اللہ تعالیٰ جہاں پسند کریں وہاں خیر رکھ دیا کرتے ہیں۔"

(۱۹)

۔۔۔۔ حدثنا شعبۃ عن الحکم قال سمعتُ ابا جحیفۃ یقول سمعتُ علیاً یقول خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکرؓ وخیرھم بعد ابی بکرؓ عمرؓ ولو شئتُ ان اُسمّی الثالث لسمّیتُ۔ صحیح مشہور من حدیث شعبۃ عن الحکم۔

(حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی، جلد سابع ص ۱۹۹ تذکرہ شعبہ بن حجاج)

یعنی شعبہ حکم سے نقل کرتا ہے، حکم نے ابو جحیفہ سے سُنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سُنا، آپ فرماتے تھے کہ نبیؐ کے بعد اس اُمت کے اچھے شخص ابوبکرؓ ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ اچھے شخص ہیں۔ اگر میں تیسرے

شخص کا نام ذکر کروں تو ذکر کر سکتا ہوں"۔
ابو نعیم کہتے ہیں کہ شعبہ بن حکم سے یہ روایت صحیح اسناد کے ساتھ مشہور ہے۔

(۲۰)

و اخرج (الطبرانی) فی الاوسط ایضاً عن ابی جحیفۃ قال قال علیؓ
خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر لا یجتمع
حبی و بغض ابی بکرؓ و عمرؓ فی قلب مومن"
(تاریخ الخلفاء للسیوطی، طبع دہلی ص ۴۴ فصل
فیما ورد من کلام الصحابۃ والسلف الصالح)

(۲۱)

. . . . عن ابی جحیفۃ قال دخلت علی علیؓ فی بیتہ فقلت یا خیر الناس
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مہلاً یا ابا جحیفۃ الا اخبرک
بخیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ و عمرؓ۔
یا ابا جحیفۃ لا یجتمع حبی و بغض ابی بکرؓ و عمرؓ فی قلب مؤمنٍ و
لا یجتمع بغضی و حب ابی بکرؓ و عمرؓ فی قلب مؤمنٍ۔ (السابونی
فی المأتین۔طس۔کر)

(کنز العمال جلد ۶ ص ۳۶۹، کتاب الفضائل من قسم الافعال
باب فضل الشیخین ابی بکرؓ و عمرؓ۔ مطبوعہ قدیم)

"ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں حضرت
علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوا پس میں نے
حضرت علیؓ کو الفاظ ذیل کے ساتھ خطاب کیا۔
"اے نبیؐ کے بعد تمام لوگوں سے بہترین ہستی!

تو حضرت نے مجھے فرمایا کہ ٹھیر اے ابو جحیفہ! خبردار! حضور علیہ السلام کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ تمام لوگوں سے بہترین ہستیاں ہیں اور کسی مومن مسلمان کے قلب میں میری محبت اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ بغض جمع نہیں ہو سکتا اور اسی طرح کسی مسلمان کے دل میں میرے ساتھ بغض و عداوۃ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی حُب یکجا مجتمع نہیں ہو سکتی۔"

عبد خیر کی مذکورہ مرویات اور ابو جحیفہ (وہب الخیر) کی روایات درج کرنے کے بعد اب مندرجہ ذیل لوگوں سے منقول شدہ روایات ذکر کی جاتی ہیں:-

وہب السوائی۔ عمرو بن حریث۔ ابو وائل شقیق بن سلمہ۔ محمد بن عقیل۔ رافع ابو جعد شریک بن عبداللہ۔ عبداللہ بن سلمۃ۔ نزال بن سبرہ۔ صعصعہ بن صوحان وغیرہ وغیرہ یہ سب لوگ حضرت علی المرتضیٰؓ سے نقل کنندہ ہیں۔

(۲۲)

... عن وہب السوائی قال خطبنا علیؓ قال من خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا؟ فقلت انت یا امیر المومنین قال لا! خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمرؓ وما نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمرؓ۔

(۱) مسند احمد، ج ۱ ص ۱۰۶ مسندات مرتضوی معہ منتخب

(۲) کنز العمال، جلد سادس۔ باب فضائل خلفاء الثلاثہ من الاکمال (بحوالہ ابن عساکر عن علیؓ)

(۲۳)

...... ثنا اسماعیل بن ابی خالد قال عند عامر فتنال اشرہ (علی) وہب السوائی انہ حدثنی انہ سمع علیاً یقول خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ ثم عمرؓ ولو شئت لسمیتہ

الثالث :- (کتاب اخبار اصفہان لابی نعیم اصفہانی
جلد ثانی، ص ۱۹۰ - طبع لیدن)

(۲۴)

. . . حدثنا ھارون بن سلیمان الفراء ابو موسیٰ مولیٰ عمرو بن حریث عن علی بن ابی طالبؓ انہ کان قاعداً علی المنبر فذکر ابا بکرؓ وعمر فقال ان خیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکرؓ ثم عمرؓ "

(کتاب الکنیٰ والاسماء از الشیخ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی متوفی ۳۱۰ھ - جلد ثانی، باب الواو فی حرف المیم کنیت ابی موسیٰ - طبع دائرۃ المعارف دکن)

(۲۵)

. . . ثنا عبد اللہ بن داود عن سوید مولیٰ عمرو بن حریث عن عمرو بن حریث قال سمعت علیاًؓ یقول علی المنبر خیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ "

(فضائل ابی بکر الصدیق ص ۱ - ابوطالب العشاری)

(۲۶)

. . . عن الشعبی عن ابی وائل قال قیل لعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ الا تستخلف علینا ؟ قال ما استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستخلف ولکن ان یرد اللہ بالناس خیراً فسیجمعھم بعدی علی خیرھم کما جمعھم بعد نبیھم علی خیرھم - ھٰذا حدیث صحیح الاسناد "

(المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۷۹)

(۲۷)

.... عن الحسن بن عمارة عن واصل عن ابی وائل عن علیؓ قال

قیل لعلیؓ الا توصی؟ قال ما اوصیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فاوصی ولکن ان یرد اللہ بالناس خیراً فسیجمعهم علی خیرهم کما

جمعهم بعد نبیهم علی خیرهم یعنی ابا بکرؓ۔

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص ۵ طبع مصری از طرف

مکتبۃ السلفیہ ملتان بمع شرح ثلاثیات البخاری و دیگر رسائل)

(۲) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۱۹ بحوالہ ابن ابی عاصم۔ عن ابو الشیخ فی الوصایا)

(۲۸)

.... عن الشعبی عن شقیق بن سلمة قال قیل لعلی رضی اللہ عنہ الا

تستخلف؟ قال ما استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستخلف

علیکم وان یرد اللہ تبارک وتعالیٰ بالناس فیجمعهم علی خیرهم کما جمعهم

بعد نبیهم علی خیرهم"

(۱) المسند للبزار ابی بکر احمد بن عمرو البزار (المتوفی ۲۹۲ھ۔

من کتاب مناقب الصحابہ تحت مناقب ابی بکر۔ (قلمی در کتب خانہ

پیر جھنڈا) سندھ۔

(۲) "الاعتقاد" علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۴ طبع مصر

(۲۹)

.... عن الشعبی عن شقیق بن سلمة قال قیل لعلیؓ استخلف علینا

فقال ما استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستخلف ولکن

ان یرد اللہ بالناس خیراً جمعهم علی خیرهم کما جمعهم بعد نبیهم

(صلی اللہ علیہ وسلم) علی خیرھم۔"

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ہشتم، ص ۱۴۹۔ باب الاستخلاف۔
کتاب قتال اہل البغی۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، جلد ثامن ص ۱۳۱۔ آخر تذکرہ علی بن ابی طالب)

(۳۰)

.... عن محمد بن عقیل قال خطبنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال یا ایہا الناس اخبرونی مَنْ اشجع الناس؟ قال قالوا انت یا امیر المومنین! قال اِنّی ما بارزت احداً الا انتصفت منہ و لکنّ اخبرونی باشجع الناس؟ قالوا لا نعلم قال ابوبکر! انہ لما کان یوم بدر جعلنا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عریشاً فقلنا مَنْ یکون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لِاَنْ لَا یَہْوِی الیہ احد من المشرکین۔ فواللہ ما دنا منا احدٌ الا ابوبکرؓ شاہراً بالسیف علیٰ رأس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لا یہوی الیہ احدٌ الا اھوی الیہ فھذا اشجع الناس! ....

... یعنی (جب نبی مکرم صلعم پر کفار نے حملہ کیا تھا اس وقت کا ذکر ہے کہ)

قال فواللہ ما دنا منا احد الّا ابوبکرؓ یضرب ھذا ویتلتل ھذا و ھو یقول ویلکم اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ ثم رفع علیؓ بردۃً کانت علیہ فبکی حتی اخضلت لحیتہ ثم قال علیؓ انشدکم اللہ أمومن آل فرعون خیر؟ ام ابوبکر؟ فسکت القوم فقال ألا تجیبونی فواللہ لساعۃ من ابی بکر خیر من مثل مومن آل فرعون ذاک رجل کتم ایمانہ وھذا رجل اعلن ایمانہ۔"

(۱) المسند لابی بکر احمد بن عمرو البزار۔ کتاب مناقب الصحابہ تحت مناقب ابی بکر (قلمی) پیر جھنڈا۔ (سندھ)

(۲) الریاض النضرۃ، محب الطبری بحوالہ ابن السمان فی الموافقت، جلد اوّل، ص ۱۲۱-۱۲۲۔ باب ذکر اختصاصہ بانّہ اشجع الناس۔

(۳) کنز العمّال، جلد سادس، ص ۳۲۱۔ طبع اوّل قدیمی۔

(۴) البدایہ لابن کثیر، جلد ثالث، ص ۲۷۱، ۲۷۲۔)

(۳۱)

اپنی سند کے ساتھ امام بخاریؒ نے اپنی "تاریخ کبیر" جزء ثانی (القسم الاوّل) میں ذکر کیا ہے :۔

. . . . فقال لہ (رافع ابی جعد) بعض القوم یا ابا الجعد بما قام امیر المومنین یعنی علیاً رضی اللہ عنہ قال سمعتہ الا اخبرکم بخیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ ثم عمرؓ۔

(التاریخ الکبیر للامام البخاری، ج ۲ ق ۱ ص ۲۸۰ تحت رافع بن سلمہ طبع دکن)

(۳۲)

قاضی عبدالجبّار الھمدانی نے اپنی تصنیف "تثبیت دلائل النبوّۃ" میں ابوالقاسم البلخی کے حوالہ سے نقل کیا کہ :

. . . . سئل سائل شریکَ بنَ عبد اللہ فقال لہ ایّھما افضل ابوبکرؓ او علیؓ ؟ فقال لہ ابوبکرؓ! فقال السائل تقول ھذا وانت شیعیّ ؟ فقال لہ نعم! من لم یقل ھذا فلیس شیعیّاً واللہ لقد رقی ھذہ الاعواد علیؓ فقال الا انّ خیر ھذہ الامّۃ بعد نبیّھا ابوبکرؓ، ثم عمرؓ، فکیف نردّ ؟ وکیف نکذّبہ ؟ واللہ

ما کان کذا باً"

(۱) تثبیت دلائل النبوۃ للقاضی عبدالجبار الہمدانی متوفی ۴۱۵ھ

جلد اول ص ۶۳ و جلد ثانی ص ۵۴۹ - طبع جدید، بیروت لبنان۔

(۲) خاتمہ تحفہ اثنا عشریہ عربی ص ۳۱۰ - از محب الدین الخطیب مطبوعہ القاہرہ مصر)

(۳۳)

ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں باسند ذکر کیا ہے:

..... ثنا شعبۃ قال (عمرو بن مرۃ) سمعت عبد اللہ بن سلمۃ قال سمعت علیاً یقول الا اخبرکم بخیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و بعد ابی بکرؓ عمرؓ۔ مشہور من حدیث شعبۃ عن عمرو بن مرۃ۔"

(۱) کتاب حلیۃ الاولیاء لابی نعیم تذکرہ شعبہ بن حجاج، جلد سابع ص ۲ - طبع مصری)

(۲) سنن ابن ماجہ باب فضائل عمر ص ۱۱ یطبع علیمی دہلی)

(۳۴)

ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ذکر کیا ہے:-

... و من روایۃ مسعر بن کدام عن عبد الملک بن میسرۃ عن نزال بن السبرۃ عن علیؓ قال خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکرؓ و عمرؓ

(۱) الاستیعاب، جلد دوم ص ۲۴۳، تذکرہ صدیق اکبرؓ۔

(۲) ازالۃ الخفاء کامل فارسی جزء اول ص ۶۷ طبع قدیم مطبع صدیقی بریلی

(۳۵)

.... عن صعصعۃ بن صوحان قال دخلنا علی علیؓ حین ضربہ

ابنُ مُلجِم فقلْنا یا امیرَالمؤمنین! اِستَخلِفْ علینا فقال اَترُکُکُم کما ترکَنا رسولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قلنا یارسول اللّٰہِ اِستَخلِفْ عَلَینَا فقَالَ اِنْ یَعلَمِ اللّٰہ فِیکم خیرًا یُوَلِّ علیکم خِیَارَکُم قال علیؓ فعَلِمَ اللّٰہُ فینا خیراً فوَلّٰی عَلَینَا ابا بکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ۔

(۱) المستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۴۵ طبع اوّل دکن ۔

(۲) الریاض النضرۃ (محب الطبری) بحوالہ ابن السمان فی الموافقۃ جلد اوّل، ص ۱۲۰ ۔

(۳) کنز العمّال بحوالہ ابن السنی فی کتاب الاخرۃ، ج ۶ ص ۴۱۱ طبع اوّل قدیم ۔

(۳۶)

۔۔۔ فقال (علیؓ) ۔۔۔ ان خیر ھٰذہ الامّۃ ابوبکرؓ بن ابی قحافۃ و عمرؓ بن الخطاب ثم اللّٰہ اعلم بالخیر این ھو؟

(المصنّف لعبد الرزاق، جلد ثالث ص ۴۴۸ ۔ باب المشی امام الجنازہ روایت ابی سعید الخدریؓ)

روایات ہٰذا کا خلاصہ

روایت ۲۲ یعنی وہب السوائی کی روایات سے لے کر ۳۶ تک تمام مرویات کا ماحصل یکجا درج کیا جاتا ہے ۔ علیحدہ علیحدہ ترجمہ نقل کرنے میں بڑی تطویل ہو جاتی تھی بنا بریں ان روایات میں جو ہم مفہوم و ہم معنیٰ ہیں ان کا خلاصہ ملا کر عرض کر دیا جائیگا ۔ ناظرین کرام امید ہے ملال نہیں فرمائیں گے ۔

(۱)

۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۳۱ و ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ والے تمام رواۃ حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں جبکہ یہ سوال پیش ہوا کہ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کون بہتر ہے تو آپ نے خطبہ دیکر منبر پر فرمایا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے بعد تمام اُمت میں سے ابوبکر افضل ہیں۔ اُن کے بعد عمر بن الخطّاب بہتر ہیں۔ (بعض روایات کے موافق) یہ بھی فرمایا کہ تیسرے نمبر پر عثمان افضل ہیں!

(۲)

محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اپنی خلافت کے دوران حضرت علیؓ نے حاضرین سے سوال کیا کہ اُمت میں سب سے زیادہ بہادر اور شجاع کون شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! آپ ہی زیادہ بہادر ہیں! آپ نے فرمایا کہ میں نے جس شخص سے مقابلہ کیا اس کے ساتھ برابر سرابر رہا یا اس سے بڑھ گیا؛ لیکن تمام قوم سے زیادہ بہادر اور شجاع ابوبکر ہیں۔ پھر آپ نے عریشِ بدر کے موقع پر حفاظت کرنے کا حال بیان کیا کہ مشرکین اور کفار کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات گرامی پر حملہ کا سخت خطرہ تھا اس وقت ہم میں سے صرف ابوبکرؓ نے ہی تیغ برہنہ لے کر سردارِ دو عالم صلعم کی نگرانی کی ڈیوٹی ادا کی تھی۔ جو مشرک اور کافر ادھر رُخ کرتا تھا ابوبکرؓ اُس کا رُخ سختی سے پھیر دیتے تھے۔

حضرت علیؓ نے پھر ایک واقعہ مکی مصائب کے ابتدائی دور کا سنایا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو جب مکّہ کے دشمنوں نے زدوکوب کرنے کی خاطر حملہ کر دیا تو اس وقت بھی ہم میں سے کسی شخص کو مدافعت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ ابوبکرؓ نے ہی حملہ کا جرأت سے جواب دیکر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ایذاء سے بچایا تھا۔ اور اس وقت ابوبکرؓ یہ کہتے تھے کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو

جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔"

یہ واقعات صدیقی سُنا سُنا کر حضرت علی پر رقّت طاری ہوئی، گریہ وزاری کرنے لگے حتیٰ کہ ریش مبارک تر بتر ہو گئی۔ حاضرین سے قسم دے کر پھر سوال کیا کہ آل فرعون کا مومن شخص بہتر تھا یا ابوبکرؓ بہتر ہیں؟ حاضرین خاموش رہے تو آپ نے پھر فرمایا کہ تم یہ جواب کیوں نہیں دیتے کہ اللہ کی قسم ابوبکرؓ (کی خدمات کی) ایک گھڑی بھی آلِ فرعون کے مومن سے بدرجہا بہتر ہے۔ (کیونکہ) اس مومن نے اپنا ایمان پوشیدہ و مستتر رکھا تھا اور ابوبکرؓ نے اپنے ایمان کو اعلان و اظہار کے ساتھ قائم رکھا۔

(۳)

باقی روایات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آخری اوقات میں لوگوں نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ آپ اپنے قائم مقام شخص کی تجویز خود فرما دیں (تو بہتر ہوگا) تو آپ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی آخری اوقات میں ہمارے لیے کسی معیّن فرد کو نامزد کر کے خلیفہ نہیں مقرر فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ جب قوم کے حق میں خیر و برکت کا ارادہ فرمائیں گے تو بہتر آدمی پر لوگوں کو جمع کر دیں گے جیسا کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کے بعد قوم کے بہترین شخص پر لوگوں کو جمع فرما دیا تھا۔

نتیجۂ روایات

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے فرمودات نے واضح کر دیا کہ تمام اُمّت میں بہترین فرد ابوبکر الصدیقؓ ہیں۔ پھر فاروق اعظمؓ ہیں۔ پھر تیسرے درجہ میں عثمانؓ بن عفان ہیں۔ نیز ثابت ہُوا کہ ان حضرات کے درمیان دوستانہ تعلقات اور مراسم احادیث اور روایات اور تاریخ کی کتابوں میں بے شمار و لاتعداد کے درجہ میں محفوظ و مدوّن ہیں۔ افسوس ہے قوم سے ذوقِ مطالعہ ختم ہو رہا ہے جس کی وجہ سے ہم لاعلمی کا شکار ہیں۔ اور معاشرہ

میں نشر شدہ غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔

(۱۲)

باب چہارم کی یازدہم نوع ختم ہوئی۔ اب دوازدہم نوع کی ابتدا کی جاتی ہے۔

گیارہویں قسم میں ۲ سیدنا ابوبکر الصدیقؓ و سیدنا عمر فاروقؓ کے حق میں حضرت علیؓ کے وہ فرمان جمع کیے گئے، جن میں فرمایا کہ یہ دونوں حضرات اُمت کے بہترین شخص ہیں۔ قوم میں سب سے افضل ہیں۔ خیر اُمت ہیں۔ وغیرہ۔ اب بارھویں نوع میں انشاء اللہ مندرجہ ذیل مضمون مذکور ہو گا جو ماقبل کی نوع کے ساتھ مناسب و تناسق ہے۔

—— یعنی جو لوگ صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ کے حق میں عیب گوئی یا عیب جوئی یا سبّ و شتم کرنے کے روا دار ہیں۔

—— یا ان کی شان میں تنقیص و تنقید کرتے ہیں۔

—— یا ان حضرات پر حضرت علیؓ کو فوقیت اور فضیلت دیتے ہیں۔

اِس قسم کے تمام لوگوں کے ساتھ حضرت علیؓ نے کیا سلوک کیا ہے؟ اور ان کے متعلق کیا فرمان جاری کیا ہے؛ اور کیا حکم صادر فرمایا ہے؟

تو اس کے متعلق پیش کردہ روایات میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں اس قسم کے "مفاسد" اٹھانے والے لوگوں کے ساتھ نہایت سختی کا معاملہ کیا۔

(۱) پہلے تو آپ نے ایسے غلط خیالات سے نفرت و کراہت و ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور ایسے مزعوماتِ فاسدہ سے اپنا بری ہونا بیان کیا۔

پھر جب اس مرحلہ سے معاملہ بڑھ گیا تو حضرت علیؓ نے

(۲) ایسے زائغین و متشددین کے لیے سزا و سرزنش کا حکم دیا، اور ان کو جلاوطن

کرنے کا فرمان جاری کیا۔

(۳) اور مزید برآں جب ضرورت محسوس ہوئی تو یہ تدبیر بھی اختیار کی کہ عام خطبات میں اعلان کروا دیا کہ جو شخص مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ سے بڑھائے گا اور ان کو فروتر جانے گا اس پر مفتری کی سزا اور حد جاری کی جائے گی اور زنا کی حد اس پر لگائی جائے گی۔

چنانچہ مرتضوی دور کے یہ واقعات ناظرین کرام مندرجاتِ ذیل میں ملاحظہ فرمادیں۔

ان حالات میں غور و فکر کرنے کے بعد روزِ روشن کی طرح واضح ہوگا کہ حضرت علیؓ شیخینؓ کے حق میں کس طرح عقیدت اور محبّت رکھتے تھے اور کس قدر ایک دوسرے کا اکرام و احترام کرتے تھے اور کتنا قدر ان بزرگوں کے درمیان رشتہ مودّت مضبوط تھا۔

ان تاریخی شواہد اور حقائق کے پیشِ نظر ایک منصف مزاج آدمی ان حضرات کی باہمی دوستی اور یگانگت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا یقیناً یہ بزرگ آپس میں شفیق تھے، رحیم تھے، مہربان تھے، ہمدرد تھے، غم خوار تھے، قدر دان تھے۔ اور ایک دوسرے کے لیے ناصح اور خیر خواہ تھے۔

اور یہ حضرات ایک دوسرے کی کسرِ شان کسی درجہ میں برداشت نہیں کر سکتے تھے اور نہ باہمی تنقیص و تخفیف روا رکھتے تھے اور نہ ہی جرح و تنقید کا موقع پیدا ہونے دیتے تھے۔ کیونکہ اس قسم کی نقد و خوردہ گیری کی وجہ سے بدظنی و بدگمانی پیدا ہو کر ملّت اور قوم میں مفاسد اور فتنوں کا باب مفتوح ہو جاتا ہے۔ (اس چیز پر اقوامِ عالم کے تجربات شاہد اور گواہ ہیں)

اہلِ نظر و فکر اس مسئلہ میں غور فرمادیں تو حضرت علیؓ کی طرف سے جو اس موقعہ و مقام میں مساعی اور کوششیں صادر ہوئیں ان کی یقیناً تصویب و تحسین فرمائیں گے۔ مگر خداوند کی تقدیر تدابیر پر ہمیشہ غالب رہی ہے۔ مساعی کا حسبِ منشا نتیجہ نہ برآمد ہو سکنا ایک دوسری چیز ہے (اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا)۔ مگر انہوں نے اس چیز کے سدِّباب

کرتے ہیں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔

اب اس مسئلہ کے متعلق روایات پیشِ خدمت کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرما دیں۔

(۱)

مستدرک حاکم میں مذکور ہے:

.... عن الاعمش عن ابی وائل ان عبد اللہ بن الکواء وشبیب بن ربعی وناساً معہما اعتزلوا علیاً بعد انصرافہ من صفین الی الکوفۃ لما انکر علیہم من سب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما فمن بعدہما من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخالفوہ وخرجوا علیہ فخرج الیہم علیٌّ وحاجّہم ورجع عن غیر قتالٍ...

... (فی روایۃ زیادۃ منہا) اَیْمَانُ عَلَیَّ اِنی لَا اُسَاکِنُکُمْ فِی بَلْدَۃٍ حَتّٰی اَلْقَی اللہ عَزّوَجَلَّ۔"

(المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ، ج ۳ ص۱۴۶، جلد ثالث باب متارکہ علیؓ لبعض اصحابہ الخ)

یعنی اعمش ابو وائل سے ذکر کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ عبداللہ بن کواء اور شبیب بن ربعی اور چند لوگ جو ان کے ساتھ تھے "جنگ صفین" سے جب حضرت علیؓ واپس ہوتے اور کوفہ کا قصد کیا تو عبداللہ بن کوا اور شبیب وغیرہ یہ لوگ حضرت علیؓ سے الگ ہو گئے۔ وجہ یہ ہوئی کہ یہ لوگ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور دیگر صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو "برا بھلا" کہنے لگے۔ حضرت علیؓ نے ان کو اس بات سے منع کیا تو یہ حضرت علیؓ کے مخالف و برخلاف ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے ان کے ساتھ اس مسئلہ میں مناظرہ کیا اور دلائل پیش کر کے حق واضح کیا لیکن بغیر قتال اور جنگ کے واپس تشریف لائے۔....

(بعض روایات میں مزید وارد ہے کہ) اس موقعہ پر حضرت علیؓ نے متعدد بار قسمیں کھا کر فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ تا زیست کسی شہر میں مل کر نہ رہونگا۔"

(۲)

"... عن ابی الضحاک الحسنری عن ابی حکیمۃ قال کُنّا فی المسجد فجاء رَجُلٌ فتنقّص ابا بکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما و اظہر لعثمان رضی اللہ عنہ الشتیمۃ قال فدخلت علی علیؓ رضی اللہ عنہ فقلت یا امیر المؤمنین ھٰذا رجلٌ فی المسجد ینتقص ابا بکرؓ و عمرؓ و اظہر لعثمان الشتیمۃ فقال علیّ بہٖ فقال من یشھد علی ھٰذا قال فشھدت ومن کان معی فامر بہٖ فدیس ثم قال اخرجوا ھٰذا الی السوق حتّٰی یراہ الناس فیعرفونہ ثم اخرجوہ فلا یسأ لنی ثم قام و قُمنا معہٗ حتّٰی صَعِدَ المنبرَ فحمد اللہ و اثنیٰ علیہ ثم قال ان خیر ھٰذہ الامّۃ بعد نبیّھا ابوبکرؓ و عمرؓ ولو شئتُ ان اُسمّی الثالث لَسَمَّیْتُہٗ۔"

(کتاب الکُنیٰ للدولابی ۔ باب الحاء من اکنیتہ ابی حکیمہ ص ۱۵۵ جلد اوّل ۔ طبع حیدر آباد دکن)

یعنی ابو حکیمہ کہتا ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے، ایک شخص آیا اور ابو بکرؓ و عمرؓ کی شان میں تنقیص و جرح کرنے لگا اور عثمانؓ کے حق میں گالی بکنے لگا۔ ابو حکیمہ کہتا ہے میں اُٹھ کر علی المرتضیٰ کی خدمت میں چلا گیا۔ میں نے جا کر عرض کیا کہ مسجد میں ایک شخص نے اس طرح کہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ (چنانچہ اس کو حضرت علیؓ کے پیش کیا گیا) آپ نے فرمایا اس شخص کے متعلق کون گواہ ہے کہ اس نے اس طرح کہا ہے تو میں نے بھی گواہی دی

اور میرے ساتھیوں نے بھی شہادت دی۔ پس حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اس کو پاؤں میں مسل دیا جاتے یعنی زدوکوب کیا جاتے اور ذلیل وخوار کیا جائے۔ پھر اس کو بازار میں لے جاؤ، تاکہ عام لوگ اس کی حالت کو دیکھ لیں۔ نیز حکم دیا کہ اس کو شہر سے نکال دو، میرے شہر میں سکونت نہ اختیار کرے۔ پھر آپ اُٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے، مسجد میں تشریف لے جاکر منبر پر بیٹھ گئے اور خطبہ دیا۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ نبی کے بعد اس اُمّت کے بہترین شخص ابوبکرؓ وعمرؓ ہیں اور اگر میں اُن کے بعد تیسرے شخص کا نام ذکر کردوں تو کرسکتا ہوں"۔

(۳)

. . . عن مغیرۃ عن اُمّ موسیٰ قالت بلغ عَلِیًّا ان ابن سباء یفضله علی ابی بکرؓ وعمرؓ فهمّ علیؓ بقتله فقیل له اتقتل رجلاً؟ انّما اَجَلّك وَفَضّلك فقال لاجرم لا یساکننی فی بلدۃ انا فیها قال عبداللّٰہ بن خبیق فحدثت به الھیثم بن جمیل فقال لقد نفی ببلد بالمداین الی الساعۃ"۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی، ج ۸ ص ۲۵۳۔ تذکرہ یوسف بن اسباطؒ)

(۴)

. . . . حدثنا ابوالاحوص عن مغیرۃ عن شباک قال بلغ عَلِیًّا ان ابن السوداء ینتقّص ابابکرؓ وعمرؓ فدعا به ودعا بالسیف وهمّ بقتله فکلّم فیه فقال لا تساکننی فی بلدٍ انا فیه فسیرہٗ بالمدائن"۔ (فضائل ابی بکر الصدّیق لابی طالب العشاری ص۹ معہ ثلاثیات البخاری وشرحہا)

(۵)

. . . . عن ابراهیم قال بلغ علیاً انّ عبداللہ بن الاسود ینتقّص ابا بکر و عمر فدعا بالسیف فھمّ بقتلہ فکلّم فیہ فقال لا یساکننی فی بلدٍ انا فیہ فنفاہ الی الشام۔"

(کنز العمّال، ج ۶ ص ۱۷۰۔ بحوالہ الغشاری و اللالکائی طبع اوّل قدیم)

ہرسہ روایات جو عبداللہ بن سبا یہودی (موجد مذہب مخصوص) کے متعلق ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کو معلوم ہوا کہ ابن سبا شیخین کے حق میں تنقیص کرتا ہے اور مجھے ان سے افضل و اعلیٰ قرار دیتا ہے۔ آپ نے ابن سبا کو قتل کی سزا دینے کا ارادہ فرمایا، تلوار منگائی گئی۔ پھر بعض لوگوں نے (کلام کی (شاید اس کی اصلاح ہو جانے کی امید دلائی ہو)۔ پھر یہ قصد تبدیل فرما کر حکم دیا کہ اس کو شہر بدر کر دو، جس مقام اور جس شہر میں میں مقیم ہوں اس میں یہ نہیں ٹھہر سکتا، مقام مدائن کی طرف اس کو نکال دیا گیا۔"

عبداللہ بن سبا مذکور کے متعلق ان روایات سے ذرا مفصّل ایک روایت حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان جلد سوم میں جہاں عبداللہ بن سبا کا تذکرہ لکھا ہے وہاں ذکر کی ہے وہ بھی ناظرین کرام کی ضیافتِ طبع کی خاطر پیش کی جاتی ہے تاکہ اس مسئلہ کی معلومات میں اضافہ ہو جائے۔ فرماتے ہیں:

(۶)

. . . . عن ابی الزعراء عن زید بن وھب ان سوید بن غفلۃ دخل علی علیٍّ فی امارتہ فقال انی مررت بنفر یذکرون ابا بکرؓ و عمرؓ

یرون انک تضمر لهما مثل ذالك منهم عبداللہ بن سبا وکان عبداللہ اوّل من اظهر ذالك فقال علیؓ مالی ولهذ الخبیث الاسود ثم قال معاذ اللہ ان اضمر لهما الا الحسن الجمیل ثم ارسل الی عبداللہ بن سبا فسیرہ الی المدائن وقال لا یساکننی فی بلدۃ ابداً ثم نهض الی المنبر حتیٰ اجتمع الناس فذکر القصۃ فی ثنائه علیهما بطوله وفی آخرہ الا ولا یبلّغنی عن احدٍ یفضلنی علیهما الا جلدته حد المفتری :

(لسان المیزان لابن حجر عسقلانی جلد ثالث ص ۲۹۰
تحت عبداللہ بن سبا ، نمبر سلسلہ ۱۲۲۵)

یعنی سوید بن غفلہ حضرت علیؓ کے ہاں ان کی خلافت کے دور میں حاضر ہوتے اور کہا کہ ایک جماعت کے ہاں میرا گذر ہوا جو ابوبکرؓ و عمرؓ کی عیب چینی و تنقیص کر رہے تھے اور وہ لوگ یہ خیال بھی رکھتے ہیں کہ آپ بھی اپنے دل میں ان کے حق میں اسی طرح بدگمانی رکھتے ہیں۔ اس جماعت میں عبداللہ بن سبا ہے۔

اور ابن سبا پہلا وہ شخص ہے جس نے شیخینؓ (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے حق میں بدگمانی کا اظہار کیا۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرے لیے اور اس خبیث سیاہ کے لیے کیا تعلق ہے اور کیا واسطہ ہے؟

پھر فرمایا کہ معاذ اللہ! کہ میں ان دونوں کے متعلق حسنِ ظنی کے بغیر کسی چیز کو دل میں جگہ دوں۔ پھر ابنِ سبا کی طرف آدمی روانہ کیا کہ اس کو مدائن کی طرف نکال دیا جائے (یعنی جلا وطن کیا جائے) اور یہ شخص ہمارے شہر میں مقیم نہ رہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ منبر پر تشریف

لاتے۔ سامعین لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں ثنائے جمیل کی اور ان کی فضیلت کا ذکرِ خیر بڑا طویل بیان کیا۔ اس خطبہ کے آخر میں اعلان فرمایا کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ پر مجھے فضیلت دے گا اور ان سے مجھے افضل قرار دے گا میں اس شخص پر مُفتری (اور کذاب) کی حد جاری کرونگا (یعنی اسّیؔ دُرّے لگانے کا حکم صادر کروں گا۔"

(۷) سوید بن غفلہ سے حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت کا ایک اور واقعہ بھی مروی ہے ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد ہفتم میں اور ابن جوزی نے سیرۃ عمر بن الخطاب میں ذکر کیا ہے اور کنزالعمال میں بھی مذکور ہے:

"۔۔۔۔ ان سوید بن غفلۃ دخل علی علیؓ بن ابی طالب فی امارتہ فقال یا امیرالمؤمنین! انی مررت بنفر یذکرون ابابکرؓ و عمرؓ بغیر الذی ھما اھل لہ من الاسلام فنھض الی المنبر وھو قابض علی یدی فقال والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ لا یحبھما الا مؤمن فاضلٌ ولا یبغضھما ولا یخالفھما الا شقیٌ مارقٌ فحبھما قربۃٌ وبغضھما مروق ما بال اقوامٍ یذکرون اخوی رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووزیریہ وصاحبیہ وسیدی قریشٍ وابوی المسلمین وانا بریٌ ممن یذکرھما بسوءٍ وعلیہ معاقب۔"

(۱) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، جلد ۷، ص ۲۰۱ تذکرہ شعبہ بن حجّاج

(۲) سیرت عمر بن الخطّاب لابن الجوزی ص ۳۲ طبع مصری

(۳) کنزالعمّال، جلد ۶، ص ۳۶۹ - ۳۷۰ - بحوالہ خیثمہ - ابن مندہ و ابن عساکر وغیرہم)

"یعنی سوید بن غفلہ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایک دفعہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے امیر المومنین میرا ایسے لوگوں کے پاس گزر ہوا جو ابوبکرؓ و عمرؓ کی تنقیص شان کر رہے تھے، جس چیز کے وہ اسلام میں اہل و لائق نہیں ہیں وہ ذکر کر رہے تھے)۔ پس علی المرتضیٰ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دے کر فرمانے لگے۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پھاڑ کر پودا و درخت بنایا اور روح کو پیدا کیا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کو مومن کامل کے بغیر دوسرا آدمی دوست نہیں رکھتا، اور بدبخت کے بغیر دوسرا کوئی شخص ان کے ساتھ بغض و عداوت نہیں رکھتا۔ ان دونوں کے ساتھ دوستی اللہ کی نزدیکی کا باعث ہے۔ اور ان کے ساتھ دشمنی دین اسلام سے دور ہونا ہے۔

ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں اور وزیروں اور قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے اکابر کو برائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ جو ان کو برائی کے ساتھ یاد کرے گا۔ میں ایسے شخص سے بری اور بیزار ہوں اور اس پر دنیا و آخرت کی سزائیں لازم ہیں۔

تنبیہ: سوید بن غفلۃ کی روایت ہذا یہاں مختصر سی درج کی ہے۔ پوری تفصیل کے ساتھ اگر بلاحظہ کرنی مقصود ہو تو کنز العمال جلد ششم ص ۳۶۹۔۳۷۰ طبع اوّل قدیم پر توجہ فرماویں وہاں مکمل درج ہے۔ تطویل سے اجتناب کی خاطر یہ صورت اختیار کی ہے۔

(۸ و ۹)

ہمارے حنفی علماء میں امام ابو یوسفؒ نے اپنے شیخ و امام ابوحنیفہؒ سے اپنی تصنیف کتاب الآثار لابی یوسفؒ میں مکمل سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے اس مسئلہ میں ایک روایت

نقل کی ہے، ملاحظہ ہو۔

قال حدثنا یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃؒ ان رجلا اتی علیاً رضی اللہ عنہ فقال ما رأیت احداً خیراً منک فقال لہ ھل رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا قال ھل رأیت ابا بکرؓ و عمرؓ قال لا قال لو اخبرتنی انک رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضربت عنقک ولو اخبرتنی انک رأیت ابا بکرؓ و عمرؓ لاوجعتک عقوبۃً ؎

(۱) کتاب "الآثار" للامام ابی یوسفؒ ص ۲۰۷ نمبر روایت ۹۲۴ ۔
طبع لجنۃ احیاء معارف النعمانیہ ۔ حیدر آباد دکن ۔)

(نوٹ) نیز یہ روایت مندرجہ ذیل کتب میں بھی مروی و منقول ہے ۔

(۲) ۔ ۔ ۔ ثنا الحسین بن ابی زید ۔ نا بہلول بن عبید ۔ نا الحسن بن کثیر عن ابیہ قال اتی علیاً رجلٌ الخ

(کتاب فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص ۸ ۔ بمع شرح ثلاثیات البخاری)

(۳) ۔ ۔ ۔ عن الحسن بن کثیر عن ابیہ قال اتی علیاً رجلٌ الخ

(کتاب کنز العمال (بحوالہ العشاری) ج ۶ ص ۳۷۰ روایت نمبر ۵۷۰۸ ۔
طبع قدیم اول طبع)

ہر سہ مندرجات کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص علیؓ کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے آپ سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا تو آپ نے اس کو فرمایا کہ تو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں ۔ پھر علیؓ نے فرمایا کہ تو نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں دیکھا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر تو بتلا دیتا کہ میں نے رسول خدا صلعم کو دیکھا ہے تو میں

تیری گردن اڑا دیتا اور اگر تو بیان کرتا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے تو میں تجھے دردناک سزا دیتا۔"

(۱۰)

..... حدثنا حفص بن ابی داود عن الھیثم بن حبیب عن عطیۃ العوفی قال قال علی بن ابی طالبؓ لو اتیت برجلٍ یفضّلنی علی ابی بکرؓ و عمرؓ لعاقبتُہ مثلُ حدِ الزانی۔"

"یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایسا شخص جو مجھ کو ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دیتا ہے اس کو میں زانی کی حد لگاؤں گا۔" (اور زانی غیر شادی شدہ کی حد یک صد تازیانہ ہوتی ہے اور زانی شادی شدہ کی حد سنگسار کر دینا ہے)۔

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص ۸ طبع رسالہ جات ثلاثیات البخاری وغیرہ)۔

(۲) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۷۰ طبع اوّل قدیم۔ روایت نمبر ۵۷۷۰)

(۱۱)

.... ثنا ابوبکر الھذلی ...... عن ابن سیرین عن عبیدۃ السلمانی قال بلغ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان رجلاً یعیب ابابکر و عمر فارسل الیہ فاتاہ فعرّض لہ بعیبھا عندہٗ فنطن الرجل فقال لھا علی رضی اللہ عنہ اَمَا والذی بعث محمداً صلی اللہ علیہ وسلم بالحق لو سمعت منکَ ما بلغنی عنک اوشُھِدَتَ عَلَیْکَ لالقیتُ اکثرکَ شعرًا قال ابن عونۃ یعنی ضرب العنق۔"

"یعنی عبیدہ سلمانی کہتا ہے کہ حضرت علیؓ کو یہ بات پہنچی کہ فلاں شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کو عیب لگاتا ہے اور تنقیص کرتا ہے۔ اس کی طرف آدمی روانہ کیا وہ آگیا

تعریضاً اس کے سامنے شیخینؓ کی بات پیش کی وہ سمجھ گیا (کہ آپ میری گرفت کرنا چاہتے ہیں) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے نبی کریم صلعم کو برحق مبعوث فرمایا۔ اگر میں خود تجھ سے وہ چیز سُن لیتا جو مجھے پہنچی ہے یا تجھ پر (باقاعدہ) شہادت قائم ہو جاتی تو میں تیرا سر قلم کر دیتا"۔

(فضائل ابی بکر الصدیقؓ لابی طالب العشاری ص ۷، طبع مصری)

(۱۲)

. . . عن ابن شہاب عن عبد اللہ بن کثیر قال قال لی علیؓ بن ابی طالب افضل ھٰذہ الامۃ بعد نبیّھا ابو بکرؓ و عمرؓ ولو شئتُ ان اسمّی لکم الثالث لسمّیتُہٗ وقال لا یفضّلنی احدٌ علی ابی بکرؓ و عمرؓ الا جلّدتُہٗ جلداً وجیعًا وسیکون فی آخر الزمان قوم ینتحلون محبّتنا و التشیُّع فینا ھم شرار عباد اللہ الذین یشتمون ابا بکرؓ و عمرؓ ...الخ

(کنز العمّال جلد ۶ ص ۳۶۶ بحوالہ ابن عساکر۔ روایت ۵۷۲۸۔ طبع اوّل قدیم)

حاصل یہ ہے کہ عبد اللہ بن کثیر سے مروی ہے کہ مجھے علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اُمّت سے افضل و بہتر ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اگر میں تیسرے درجہ کے آدمی کا نام بھی ذکر کروں تو کر سکتا ہوں اور فرمایا جو شخص مجھے ابو بکرؓ و عمرؓ پر افضل قرار دیگا میں ایسے شخص کو تازیانے لگا کر دردناک سزا دوں گا۔ عنقریب آخر زمانہ میں لوگ ہونگے، ہماری محبّت کا دعوٰی کرینگے اور ہمارے گروہ میں سے ہونا ظاہر کریں گے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے شریر بندوں میں سے ہیں جو ابو بکرؓ و عمرؓ کو دشنام دیتے اور سبّ و شتم کرتے ہیں"۔

(۱۳)

ابن عبد البرؒ نے الاستیعاب میں باسند روایت حکم بن حجل سے ذکر کی ہے :-

عن الحکم بن الحجل قال قال علیؓ لا یفضلنی احد علی ابی بکرؓ وعمرؓ الا جلدتہ حد المفتری۔

(۱) الاستیعاب جلد ثانی معہ اصابہ ص ۲۴۴ تذکرہ ابی بکر الصدیقؓ۔

(۲) الاعتقاد للبیہقی ص ۱۰۴ طبع مصر

(۳) کنز العمال جلد ۶ ص ۳۷۱ (بحوالہ ابن ابی عاصم وخثیمہ فی فضائل الصحابہ، طبع اوّل قدیم)

(یعنی حکم مذکور کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص بھی مجھے ابوبکرؓ وعمرؓ پر فضیلت دیگا میں اس کو مفتری کی سزا (یعنی اسّی درّہ) لگاؤں گا۔

(۱۴)

...... واخرج ابن عساکر عن ابن ابی لیلیٰ قال قال علیؓ لا یفضلنی احد علی ابی بکرؓ وعمرؓ الا جلدتہ حد المفتری۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطیؒ ص ۳۵ مطبوعہ دہلی فصل فی انہ افضل الصحابۃ)

(یعنی ابن عساکر نے ابن ابی لیلیٰ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے ابوبکرؓ وعمرؓ پر فوقیت دے گا میں اس کو مفتری وکذاب کی سزا دوں گا (جو اسّی تازیانے مقرر ہیں)۔

(۱۵)

...... عن علیؓ قال سبق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثنّٰی ابوبکر وثلّث عمرؓ وقد خبطتنا فتنۃ فھو ما شاء اللہ فمن فضّلنی علی ابی بکر وعمر فعلیہ حد المفتری من الجلد واسقاط الشہادۃ۔

یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم ہم سے سبقت فرما گئے آپؐ کے بعد دوسرے درجہ میں ابوبکرؓ اور تیسرے مقام میں عمرؓ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم پر فتن اور مصائب وارد ہوتے۔ پس جو شخص مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فوقیت و فضیلت دے گا اس پر مفتری و کذاب کی سزا جاری ہوگی (جو اسّی تازیانے ہوتے ہیں) اور اس کی شہادت ساقط کر دی جائے گی۔ اور گواہی غیر معتبر ہوگی۔"

(کنز العمال علی متقی ہندی، ج ۶ ص ۳۶۶۔ بحوالہ خطیب فی تلخیص المتشابہ۔ طبع اوّل قدیمی دکن۔ روایت ۵۷۲۷)

(۱۶)

ابو طالب محمد بن علی بن الفتح الحربی العشاری (المتوفی ۴۴۶ھ) نے فضائل ابی بکر الصدیقؓ میں اپنی کامل سند کے ساتھ روایت ہذا کو ذکر کیا ہے کہ:

۔۔۔ عن الحجاج بن دینار عن ابی معشر عن ابراهیم قال قال علقمة خطبنا علی کرم اللّٰہ وجهه فحمد اللّٰہ واثنیٰ علیه ثم قال انه بلغنی انّ ناسًا یفضّلونی علیٰ ابی بکرؓ و عمرؓ ولو کنت تقدّمت فی ذالك لعاقبت واکره العقوبة قبل التبلیغ فمن اتیت به بعد مقامی هٰذا فقد قال شیئًا من ذالك فهو مفترٍ، علیه ما علی المفتری خیر الناس کان بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ابوبکرؓ و عمرؓ۔

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق، ص ۸ مع دیگر رسائل مطبوعہ منجانب المکتبة الدینیة السلفیة ملتان محلہ قدیر آباد۔ خارج باب لاہوری سن طباعت ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۶ء۔ مطبع انصار السنہ، مصر۔

(۲) الاعتقاد علیٰ مذہب السلف للبیہقی ص۱۸۰ طبع مصر

(۳) کنز العمال جلد ۶ ص ۳۶۹ بحوالہ ابن ابی عاصم و ابن شاہین
و اللالکائی جمیعاً فی السنۃ۔ و العشاری فی فضائل الصدیق۔
و الاصفہانی فی الحجۃ۔ کر۔ طبع اوّل قدیم۔ دکن

(۴) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، مولانا شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی بحوالہ ابی القاسم الطلحی فی کتاب السنۃ (مکمل سند سے
درج ہے) ص ۶۸ جلد اوّل و ص ۳۱۷ جلد اول طبع قدیم بریلی)

" خلاصہ یہ ہے کہ علقمہ کہتا ہے کہ علی المرتضیٰؓ نے ہمیں ایک دفعہ خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمانے لگے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ پر مجھے فوقیت و فضیلت دینے لگ گئے ہیں۔ اگر اس مسئلہ کا (بطور قانون) میں نے پہلے اعلان کر دیا ہوتا تو اب میں ان کو سزا دیتا۔ اور اعلان و اطلاع سے قبل سزا دینا مجھے ناپسند ہے تو (اب سن لو) جو شخص فضیلت دینے کی بات اس کے بعد کہے گا وہ جھوٹا اور مفتری و کذاب ہوگا اور اس پر مفتری کی سزا جاری کی جائے گی۔

سردار دو عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ خیر الناس تھے اور سب لوگوں سے بہتر تھے۔"

علقمہ بن قیس کی روایت کے متعدد مآخذ درج کر دیتے ہیں۔ جو صاحب رجوع کرنا پسند کریں وہ رجوع فرمائیں البتہ یہ گذارش ہے کہ تطویلِ عبارات سے بچنے کے لیے ہم نے یہاں عبارت صرف ابوطالب عشاری کی نقل کی ہے اور اس کا ترجمہ بھی نقل کیا ہے۔ باقی حوالہ جات کی عبارتیں قلیل سی متفاوت ہوں تو ہو سکتی ہیں لیکن روایت کا مفہوم ایک ہی ہے جو سب میں مشترک ہے۔ " ازالۃ الخفاء" کے حوالہ میں ایک جملہ عجیب منقول ہے وہ ہم

سامعین کی خدمت میں پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں وہ ملاحظہ فرما دیں۔ جہاں روایت بالاختتام ہوتی ہے اس سے آگے متصلاً یہ الفاظ اس روایت میں مزید ہیں :-

"قال (الراوی) وفی المجلس الحسن بن علیؓ فقال واللہ لو سمّی الثالث لسمّی عثمانؓ" (ازالۃ الخفاء، ج ۱ ص ۳۱۷)۔

"یعنی مجلس ہذا میں امام حسنؓ موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم حضرت علیؓ اگر تیسرے شخص کا نام ذکر کرتے تو حضرت عثمانؓ کا نام لیتے"۔

ایک شیعی روایت

مذکورہ روایات کے آخر میں شیعوں کی ایک روایت تائید کے طور پر ہم پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ اس روایت سے یہ چیز عیاں ہو گی کہ بعض شیعی علماء و شیعی اکابر بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے حق میں فوقیت و تفضیت کے مسائل جب کھڑے کیے گئے (جو آخر میں چل کر دشنام طرازی و سبّ و شتم کی حد تک پہنچ گئے) تو حضرت علیؓ نے ان مفاسد و فتن کے ازالہ و قلع قمع کرنے کے لیے پوری کوشش کی اور اس دور میں شیخینؓ کے متعلق گوناگوں محامد و مناقب از خود بیان فرماتے اور حضور سرورِ کائنات صلعم کی جانب سے بھی ان کے فضائل نقل کیے۔

اور پھر جو شخص ان کے فضائل و مناقب کو نہ تسلیم کرے اور اپنی رائے فاسد کو نہ ترک کرے اس کے متعلق وعیدیں بیان کیں۔ یہاں تک کہ سرکاری اعلانات کے طور پر ان فرامین کو پبلک تک پہنچانے کے انتظامات فرماتے اور بار بار اپنے خطبات کے ذریعہ ان سزاؤں کی تشہیر کی۔

چنانچہ ہم نے بھی اس نوع کی چند روایات کو بطور نمونہ پیش کیا جو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب ایک اسی مضمون کی شیعی روایت درج کرکے اس باب کو ہم ختم کرنا چاہتے ہیں۔

کتاب اطواق الحمامہ یعنی یحییٰ بن حمزہ شیعی میں سوید بن غفلہ کی روایت مندرج ہے ۔ ملاحظہ فرماویں ۔

" عن سوید بن غفلۃ انّہ قال مررت بقومٍ ینتقصون ابابکرؓ و عمرؓ فاخبرتُ علیاً وقلت لولا انھم یرون انک تضمر ما اعلنوا ما اجترؤا علی ذالک منھم عبد اللہ بن سبا وکان اوّل من اظھر ذالک فقال علیؓ اعوذ باللہ رحمہما اللہ تعالیٰ ثم نھض واخذ بیدی وادخلنی المسجد فصعد المنبر ثم قبض علی لحیتہ وھی بیضاء فجعلت دموعہ یتجاوز علی لحیتہ وجعل ینظر للبقاع حتیّٰ اجتمع الناس ثم خطب فقال ما بال اقوامٍ یذکرون اخوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ووزیریہ وصاحبیہ وسیّدَی قریشٍ وابوی المسلمین وانا بریئٌ مما یذکرون وعلیہ اعاقب ، صَحِبَا رسول اللہ بالجد والوفاء فی امر اللہ یأمران وینھیانِ ویقضیان ویعاقبان لایریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کراٴیہما راٴیاً ولا یحبّ کحبّھما حبّاً لما یریٰ من عزمھما فی امر اللہ فقبض وھو عنھما راضٍ والمسلمون راضون فما تجاوزوا فی امرھما وسیرتھما راٴی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وامرہ فی حیاتہ وبعد موتہ وقبض علیٰ ذالک رحمہما اللہ تعالیٰ فوالذی خلق الحبّۃ وبریٔ النسمۃ لایحبّھما الا موٴمنٌ فاضلٌ ولا یبغضہما الاشقیٌ مارق وحبّھما قربۃٌ و بغضہما مروقٌ "

(کتاب اطواق الحمامہ از امام موٴیّد باللہ یحییٰ بن حمزۃ الزیدی در اواخر کتاب ہٰذا ذکر نمودہ)

حاصل کلام یہ ہے

کہ سوید بن غفلہ کہتا ہے کہ میرا ایک قوم کے پاس گذر ہوا وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں تنقیص و حقارت بیان کر رہے تھے۔ میں نے جا کر حضرت علیؓ کو خبر کی اور کہا ان کا یہ خیال ہے کہ جس چیز کا انہوں نے اعلان کر رکھا ہے وہ بات آپ بھی اپنے سینے میں چھپاتے ہوئے ہیں ورنہ وہ اس کی جرأت کیسے کر سکتے تھے۔ اس قوم میں عبداللہ بن سبا بھی تھا۔ ابن سبا پہلا وہ شخص ہے جس نے (شیخین کی حقارت اور علیؓ کی برتری) کا مسئلہ کھڑا کیا تھا۔

اس وقت حضرت علیؓ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لیتا ہوں۔ اللہ ان دونوں پر اپنی رحمت نازل فرماتے، پھر آپ اٹھے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجد میں داخل کیا اور خود منبر پر تشریف لے گئے اور اپنی سفید داڑھی (مبارک) پر ہاتھ رکھا۔ آپ کے آنسو بہنے لگے۔ یعنی چشمِ گریاں کی وجہ سے تر ہو رہی تھی۔ آپ مسجد کے مقامات کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے رہے حتیٰ کہ لوگ مسجد میں مجتمع ہو گئے۔ پھر خطبہ دینا شروع کیا اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو حضور سرورِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دونوں بھائیوں اور دونوں وزیروں، دونوں ساتھیوں اور قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے دونوں اکابر کو تحقیر و تنقیص کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ میں ان کی اس حرکت سے بالکل بری ہوں اور میں اس چیز پر سزا دوں گا۔

یہ دونوں نبی کریم صلعم کی صحبت (مقدس میں) وفاداری کے ساتھ رہے۔ ان کے حکم موافق حکمرانی کرتے تھے اور زجر و توبیخ کرتے تھے (شرع کے موافق) خصومات کے فیصلے کرتے اور سزا دیتے تھے۔ حضور علیہ السّلام ان کی رائے کے موافق کسی کی رائے کو وزن نہیں دیتے تھے اور نہ ان جیسا کسی کو دوست جانتے تھے اس لیے کہ دین کے معاملہ میں ان کی پختہ عزمی تو نبی کریم صلعم پر واضح تھی۔ حضور علیہ السّلام ان دونوں سے خوشنودی کی حالت میں رخصت ہوتے۔ اور تمام مسلمان ان سے راضی اور خوشنود تھے۔ اپنے دستور اور سیرت میں یہ دونوں حضرات حضور علیہ السّلام کی رائے سے بالکل متجاوز نہیں ہوتے خواہ یہ معاملہ حضور کی حیات میں ہوا یا بعد از

وفات پیش آیا۔ اِس حال پر ان کا انتقال ہُوا۔ اللہ دونوں پر رحم نازل فرمائے۔ پس اس ذات کی قسم جس نے دانہ اور رُوح کو پیدا کیا۔ بلند درجہ کا مومن ہی ان کے ساتھ محبّت رکھتا ہے اور بے نصیب اور دین سے بے بہرہ شخص ہی ان کے ساتھ بغض و عداوت رکھتا ہے۔ ان کے ساتھ دوستی نیکی اور خدا کی نزدیکی ہے۔ ان کے ساتھ عداوۃ و بدگمانی دین سے خارج ہونا ہے۔"

تنبیہ ۔ اطواق الحمامہ فی مباحث الامامۃ (تالیف مؤید باللہ یحییٰ بن حمزہ شیعی) سے یہ روایت ہم نے بذریعہ تحفہ اثنا عشریہ نقل کی ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی ؒ نے اس کو تحفہ کے باب سوم در ذکر احوال اسلاف شیعہ میں درج کیا ہے۔ اہلِ علم کی اطلاع کے لیے یہ تصریح نقل کر دی گئی۔

باب چہارم کی نوع یازدہم ۱۱ اور نوع دوازدہم ۱۲ کی مرویات جو حضرت علیؓ سے ہم نے نقل کی ہیں ان کا مضمون و مفہوم درجۂ شہرت اور تواتر تک پہنچ گیا ہے۔ اس چیز کو نوع ۱۱ کی ابتداء میں ہم نے فاضل ذہبیؒ اور ابن کثیر اور شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے۔ اس قلیل سی جستجو کے ذریعہ جو چیزیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں ان کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح ہے :-

مرویات اور راویوں کی تعداد

گیارہویں نوع میں مندرجہ روایات (چھتّیس ۳۶) عدد ہیں اور بارہویں نوع کی روایات ۱۶ عدد سے زائد ہیں۔ پھر ان دو اقسام کی مرویات کے نقل کرنے والوں کی تعداد ستائیس افراد کے قریب ہے۔ پھر ان ستائیس آدمیوں سے نقل کنندگان لاتعداد اور بے شمار لوگ ہیں۔ یہ سب مرویات حضرت علیؓ سے منقول ہیں۔

دو مسئلوں کا اثبات

اِن تمام مندرجات سے دو مسئلے پایۂ ثبوت تک پہنچ گئے۔

— اوّل تو یہ کہ سیّدنا ابوبکر الصدّیق و سیّدنا فاروق اعظم عمر بن الخطابؓ حضرت علیؓ

کے فرمودات کی روشنی میں تمام اُمّت سے افضل و برتر و بہتر تھے۔"

دوم یہ کہ جو شخص شیخینؓ حضرات کو بہترینِ اُمّت اور افضلِ قوم نہ اعتقاد کرے گا وہ حضرتِ علیؓ کے نزدیک مجرم ہے اور قابلِ سزا مجرم ہے۔ نیز حضرت علیؓ کے مسلک و مذہب سے وہ دُور تر ہے۔ ان کا اس کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔

شیعہ احباب اور مرتضوی فرمودات

شیعہ حضرات کے بڑے بڑے اکابر علماء و مجتہدین بھی حضرت علیؓ سے اپنے دَورِ خلافت میں ان مضامین کے مروی ہونے کا انکار نہیں کر سکے۔ البتہ انہوں نے اپنے خیال کے مطابق ان روایاتِ مشہورہ متواترہ کے مقابلہ میں تاویلیں شروع کر دی ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے وزنی تاویل تقیّہ ہے۔ یعنی حضرت علیؓ شیرِ خدا، صاحبِ ذوالفقار، حیدرِ کرّار اپنے تمام اوقات میں اور اپنے اہم مقامات و مراحل میں تقیّہ سے کام چلاتے رہے گویا کہ حضرتِ مرتضیٰؓ اپنی خلافتِ حقّہ کے دوران بھی مجبور و مقہور اور معذور تھے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے یہ سب فضائل و مناقب و حدود و سزائیں، اعلانات و خطبات وغیرہ تقیّۃً فرما دیئے۔ (ترجیع)۔ (سبحانک ہٰذا بہتان عظیم)۔

ناظرین حضرات خود غور و خوض فرماویں کہ حضرت علیؓ کی پوزیشن جس طرح داغدار نہ ہو سکے وہ صورت اختیار کرنی چاہیئے۔ ہم نے تمام واقعات بلاکم و کاست پیش خدمت کر دیئے ہیں۔ اب جس طرف آپ کا ایمان اور حق و انصاف متقاضی ہو وہ جانب پسند فرماویں اور خود فیصلہ فرمالیں۔

ایک تاریخی واقعہ

یہ ایک تاریخی اعجوبہ ہے جس میں حضرت ابوبکر الصدّیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں بدگوئی و تنقیص و تحقیر کرنے والوں کے انجام کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے ہاں

تمام ہوا ہے ۔ واقعہ ملاحظہ فرماویں ۔ شیخ عباس قمی شیعی نے اپنی کتاب "تتمۃ المنتہیٰ" میں ۳۹۱ھ کے تحت یہ واقعہ ذکر کیا ہے ۔ ہم اس کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں :۔

. . . . از تاریخِ مصر نقل شدہ کہ حسام الدولۃ (مقلد بن مسیّب) را شعر نیکو و نفس فاحش بود تا آنکہ از و نقل ست کہ بہ یکے از حاجیاں وصیّت کردہ بود کہ چوں بمدینۂ طیّبہ برسی سلام من بحضرت رسولؐ برساں ۔ و بگو کہ اگر شیخین در جوارِ تو مدفون نبودند ہر آئینہ بسر و چشم بزیارتِ تو می آمدم ولیکن جناب علامہ حلّی در اجازۂ کبیرہ کہ بہ بنی زہرہ دادہ نقل کردہ کہ مقلّد بن مسیّب (حسام الدولۃ) پیغامِ جسارت آمیز و کلماتِ کفریّہ برائے قبر آنحضرت فرستاد آں شخصِ مبلّغ تبلیغ کردہ ولکن در خواب دید حضرت رسول و امیر المومنینؑ را آنکہ جناب امیر المومنین او را بقتل رسانید ۔ آں خواب را تاریخ برداشت چوں برگشت از حجاز مقلّد بن مسیّب را کشتہ بودند در ہماں شب کہ تاریخ برداشتہ بود "

(کتاب "تتمۃ المنتہیٰ" از شیخ عباس القمی الشیخ ص ۳۲۵ - ۳۲۶ تحت ۳۹۱ھ ۔ مطبوعہ تہران ۔ جدید طبع)

ناظرینِ کرام اس چیز کا انجام خود سوچ لیں ۔ ہم اس نقل پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے ۔

٥

الحمد للہ حصہ صدیقی کے باب چہارم کے اتمام کی توفیق نصیب ہوتی ہے ۔ اس کے بعد باب پنجم شروع ہوگا جو اس حصہ کا آخری باب ہے ۔ (بعونہٖ تعالیٰ وبکرمہٖ ومَنّہٖ)

باب پنجم

"رُحَمَاءُ بَیْنَھُم" کے حصّہ صدّیقی کے باب پنجم کو اب بفضلہ تعالیٰ شروع کیا جا رہا ہے۔ یہ صدّیقی حصّہ کا آخری باب ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس باب کے ختم ہونے پر حصّہ صدّیقی مکمّل ہو جائے گا

باب پنجم کی چند فصلیں مُرتّب ہوں گی۔ سابقہ ہر چہار ابواب میں حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ اور ابو بکر الصدّیقؓ کے مابین تعلقات مرتب کر کے پیش کیے گئے ہیں۔

اس باب میں حضرت علیؓ کے تمام خاندان و اولاد وغیرہ کے عمدہ روابط اور بہتر مراسم صدّیقی خانوادہ کے ساتھ جو تا حال دستیاب ہُوئے ہیں ان کو ناظرین کرام کی خدمت میں حاضر کرنے کا ارادہ ہے۔

ان حالات و واقعات پر نظر غائر کرنے کے بعد علوی و صدّیقی ہر دو خاندانوں کا باہمی عمدہ سلوک اور حسنِ معاملہ درخشندہ روبہ ہر باشعور انسان پر واضح ہو سکے گا۔

نیز یہ چیز بھی عیاں ہو جائے گی کہ صرف صدّیق اور علی المرتضیٰ کے درمیان ہی حسنِ سلوک و حسنِ معاملہ قائم نہیں تھا بلکہ ان بزرگوں کی اولاد در اولاد کے مابین بھی یہ بہترین تعلقات پُشتوں تک چلے گئے ہیں۔ اور پھر ہر دو خاندانوں کے یہ دیرینہ روابط اس بات کے بھی مستقل شاہدِ عادل ہیں کہ حضرت صدّیق اکبرؓ اور حضرت مرتضیٰ کے درمیان جو بعض لوگ بغض و عداوۃ اور اختلاف و انتشار کے واقعات تجویز کر کے ہمیں سناتے ہیں وہ ہرگز صحیح نہیں۔ اس لیے کہ ہر ایک شخص اور ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے اکابر و آباء و اجداد کے حالات و واقعات کے متعلق بہ نسبت دیگر لوگوں کے خوب واقف ہوتا ہے کسی

خارجی آگاہی کا محتاج ہی نہیں ہوتا جیسے مقولہ مشہور ہے کہ "صاحب البیت ادریٰ بما فیہ"۔
پس اگر بالفرض والتقدیر ان اکابر (یعنی صدیق و علیؓ) کے درمیان اس طرح کے تنازعات و اختلافات قائم تھے اور ایک دوسرے کے حقوق پامال کرنے اور ایک دوسرے پر مظالم کرنے کے مرتکب ہو چکے تھے اور ظلم و تشدّد روا رکھنے کے واقعات پیش آچکے تھے تو ان کی اولاد میں پشتہا پشت تک یہ صلح و آشتی یہ مودۃ و دوستی اور یہ مناقب گوئی اور فضائل جوئی اور بے شمار کمالات کی مدح سرائی کس طرح پائی گئی؟ اور یہ لوگ ایک دوسرے کے اکابر کے حق میں ثنا گو اور مدح خواں بہی خواہ کس طرح بن گئے؟ یہ چیزیں قابلِ غور ہیں اہلِ فکر و فہم حضرات امید ہے ان حالات میں تدبّر و تفکّر فرما کر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے اب ہم ہر دو خاندانوں کے واقعات ایک ترتیب سے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرما کر حق و انصاف کا ساتھ دیں۔

آئندہ مضامین کی ترتیب یہ ہے:

فصل (۱) امام حسن بن علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد کے متعلقات

فصل (۲) محمد بن حنفیہ (صاحبزادہ علی المرتضیٰ) کے بیانات

فصل (۳) حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب و ابن عباس و عبد اللہ بن جعفر کے واقعات

فصل (۴) زین العابدین اور ان کے لڑکے زید کے بیانات (شیخینؓ کی تائید میں)

فصل (۵) سیدنا محمد باقر و جعفر صادق اور موسیٰ کاظم کے متعلقات۔

فصل (۶) صدیقی و ہاشمی ہر دو خاندانوں کے نسبی تعلقات اور رشتہ داریاں۔

فصل (۷) خلفاء ثلاثہؓ کے مبارک اسماء اور بابرکت ناموں کی ترویج آل ابی طالب میں۔

٥

فصل اوّل

(۱) حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران حدیث کی کتابوں میں مندرجہ ذیل واقعہ ذکر کیا گیا ہے :-

عن عقبة بن الحارث قال رأيت ابا بكرؓ حمل الحسن وهو يقول بابي شبيهٌ بالنبي صلى الله عليه وسلم ليس شبيهٌ لعليٍّ وعلي يضحك۔ (۱) بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۰۔ باب مناقب الحسن والحسین۔ طبع نور محمدی دہلی)

اور کنز العمال میں بھی یہ واقعہ متعدد کتب روایات سے ذرا مفصل منقول ہے:

عن عقبة بن الحارث قال خرجت مع ابي بكرؓ من صلوٰة العصر بعد وفات رسول الله صلى الله عليه وسلم بليالٍ وعليٌّ يمشي الى جنبه فمرّ بحسن بن عليؓ يلعب مع غلمان فاحتمله على رقبته وهو يقول بابي شبيهٌ بالنبي ليس شبيهاً بعليٍّ وعلي يضحك ــ قال ابن كثير هذا في حكم المرفوع لانه في قوة قوله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يشبه الحسن۔"

(۲) کنز العمال بحوالہ ابن سعد۔ حم۔ ابن المدنی۔ خ۔ ن۔ ک۔ جلد ہفتم۔ ص ۱۰۳-۱۰۴۔ طبع اوّل قدیم۔ حیدر آباد دکن)

٭ یعنی عقبہ کہتے ہیں کہ عصر کی نماز پڑھ کر (ہم مسجد نبوی سے) نکلے۔ چند روز انتقال نبوی (علیٰ صاحبہا السلام) کو ہوئے تھے۔ علی المرتضیٰؓ ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ چل رہے تھے۔ ابوبکر الصدیقؓ حسنؓ بن علی المرتضیٰؓ کے پاس

گزرے۔ وہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے حسنؓ کو کندھے پر اٹھا لیا اور کہنے لگے کہ یہ بیٹے تو نبی کے ہم شکل ہیں علیؓ کے مشابہ نہیں ہیں۔ علی المرتضیٰؓ دیہ سن کر، ہنس رہے تھے۔"

صدیق اکبرؓ کے امام حسنؓ کو اٹھانے اور نبی پاکؐ سے تشبیہ دینے کی روایت ہذا کو شیعہ علماء نے بھی ذکر کیا ہے چنانچہ "تاریخ یعقوبی" میں احمد بن ابی یعقوب شیعی نے لکھا ہے کہ ان ابا بکر فان له وقد لقیه فی بعض طرق المدینة بابی شبیه بالنبی غیر شبیه بعلیؓ

(تاریخ یعقوبی جلد ثانی ص ۱۱۷ طبع جدید بیروت سن طباعت ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کی فضیلتوں کا اقرار ان کے درمیان عقیدت کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور نماز پنجگانہ مل کر ادا کرتے۔ چونکہ وصالِ نبوی کے بعد بالکل قریب یہ واقعہ پیش آیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ بعد از وفات نبوی کے حیران کن منافشات اور حیرت انگیز اختلافات جو دوستوں کی طرف سے سُننے اور سُنائے جاتے ہیں وہ بے اصل اور بے حقیقت ہیں، تدبّر سے کام لیں تو حق بات مخفی نہ رہے گی۔

(۲) سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ کا جب انتقال مدینہ طیبہ میں ۵۰ھ میں ہوا، تو انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میرا دفن حضرت نبی کریم سردار دوعالم کے روضہ شریفہ میں ہو سکے تو بڑا اچھا ہوگا۔ اپنے بھائی حسینؓ کو حضرت عائشہ (اُمّ المومنین) دختر ابوبکر الصدیقؓ کی خدمت میں روانہ کیا کہ دفن کی اجازت چاہیے۔ حضرت عائشہ (بنت ابی بکر الصدیقؓ) نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی۔ صحابہ کے طبقات کی کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے اور شیعہ علماء مورخین نے بھی یہ اجازت دینے کا واقعہ اپنی تصانیف میں لکھا ہے لکھتے ہیں:

وقد کانت اباحت له عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ان یدفن مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بیتها وکان سألها ذالك فی مرضه

. . . . دوسری روایت میں ہے:۔ فلما مات الحسنؓ اتی الحسینؓ عائشةؓ

فطلب ذالك الیھا فقالت نعم وکرامۃ الخ"

(۱) الاستیعاب معہ اصابہ، ج ۱ ص ۳۷۴ و ۳۷۶ طبع مصری تحت ترجمہ حسن بن علی۔

(۲) مقاتل الطالبین للشیخ ابی الفرج الاصفہانی الشیعی ص ۳۰ طبع قدیم ص ۵۱ طبع جدید۔ تذکرہ وفات امام حسنؓ۔

یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سیدنا حسن بن علیؓ کے لیے اپنے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ اور یہ خواہش حسنؓ موصوف نے اپنے مرض الوفات میں ظاہر کی تھی......

اور اس طرح بھی مروی ہے کہ جب حسن بن علی فوت ہوئے تو حسین بن علیؓ روضۂ نبوی میں دفن کی اجازت طلب کرنے کے لیے حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے پس انہوں نے (بخوشی) اجازت دے دی"

سیدنا حسن بن علی مذکور کی وفات

۵۰ یا ۵۱ھ میں ہوئی جیسا کہ مشہور و متداول روایات میں منقول ہے۔ اس مقام میں بھی بعض مؤرخین و مترجمین نے متروک و مجروح و مرجوح روایات کو سامنے رکھ کر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حق میں بہت بہتان تراشیاں کر ڈالی ہیں۔ ہم نے ناظرین کرام کے سامنے راجح روایات کی روشنی میں مختصر واقعہ حقیقتِ حال کے مطابق عرض کر دیا ہے اور حوالہ بھی دے دیا ہے۔ اصل یہی کچھ ہے جو عرض کر دیا گیا ہے۔ اس سے ان حضرات کے باہمی تعلقات کی بہتری بالکل عیاں ہے۔

(۳) سیدنا حسنؓ کی اولاد شریف میں ایک بزرگ ہیں ان کا نام عبداللہ بن حسن ہے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق ان سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے اس سوال کا جو جواب باصواب دیا اس کو عبارتِ ذیل میں ملاحظہ کر لیا جائے۔

ابو طالب العشاری نے اپنے فضائل میں یہ مسئلہ باسند درج کیا ہے

. . . . نا الحسین الجعفی نا ابو خالد الاحمر قال سألت عبد اللہ بن الحسن عن ابی بکرؓ و عمرؓ فقال صلی اللہ علیہما ولا صلی اللہ علی من لا یصلّی علیہما۔ (فضائل ابی بکر الصدیق، ص ۸ لابی طالب العشاری)

"یعنی ابو خالد احمر نے عبد اللہ بن حسنؓ سے ابو بکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ ان دونوں (بزرگوں) پر رحمت و سلامتی نازل فرمائے۔ اور جو شخص ان دونوں کے حق میں ترحّم و شفقت کے کلمات کہنے روا نہیں رکھتا اللہ اس پر رحمت ہی نہ کرے"

(۴) اس کے بعد سیدنا حسن بن علی المرتضیٰؓ کے پوتے محمد بن عبد اللہ بن حسنؓ سے اپنے دور میں شیخینؓ کے حق میں سوال کیا گیا۔ اس کا جواب ذیل میں درج ہے۔ یہ کلام بھی شیخ ابو طالب العشاری نے اپنے فضائل میں درج کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

. . . . نا عبید الطنافسی نا حبیب الاسدی عن محمد بن عبد اللہ بن الحسن انہ اتاہ قوم من اھل الکوفۃ فسألوہ عن ابی بکرؓ و عمرؓ فالتفت الیّ وقال انظر الی اھل بلادک یسألونی عن ابی بکرؓ و عمرؓ انہما عندی افضل من علیؓ۔

(فضائل ابی بکر الصدیقؓ ابو طالب العشاری ص ۹ مطبوعہ مصر معہ دیگر رسائل)

"یعنی حبیب اسدی کہتا ہے کہ امام حسنؓ کے پوتے محمد بن عبد اللہ بن حسنؓ کے ہاں کوفیوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔ یہ لوگ ابو بکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کرنے لگے تو محمد بن عبد اللہ موصوف نے میری طرف توجّہ کی اور فرمانے لگے کہ اپنے ننہر والوں کی طرف دیکھیے؟ میں تو ابو بکرؓ و عمرؓ کو علی المرتضیٰؓ سے بھی افضل یقین کرتا ہوں اور یہ مجھ سے ان دونوں کے مقام و مرتبت کے

متعلق دریافت کرتے ہیں۔"

فصل (۲)

علی المرتضیٰ کی اولاد کے بیانات کے سلسلہ میں سابقہ مندرجہ ایک روایت کو یہاں ہم دہرانا مناسب خیال کرتے ہیں وہ محمد بن حنفیہؒ کی روایت ہے۔

پہلے چند کلمات محمد بن حنفیہؒ کی توثیق کے لیے درج کیے جاتے ہیں جو شیعی علماء نے ذکر کیے ہیں۔

(۱) ابن عنبہ سید جمال الدین نے عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ کان محمد بن حنفیۃ احد رجال الدھر فی العلم والزھد والعبادۃ والشجاعۃ وھو افضل ولد علی بن ابی طالب بعد الحسن والحسین۔"

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب طبع اول لکھنؤ ص ۳۴۷ وص ۳۵۲ ۔طبع نجف اشرف عراق۔ الفصل الثالث)

"یعنی ابن حنفیہؒ اپنے زمانہ کے لوگوں میں علم، زہد، عبادت، شجاعت میں فائق تھے اور حضرت علیؓ کی اولاد میں حسنؓ و حسینؓ کے بعد انہی کا افضل مقام تھا۔"

(۲) مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ شوستری کی مجلس چہارم میں پہلے نمبر پر ابن حنفیہ کا تذکرہ کیا ہے، بڑی مدح و توثیق کی ہے۔ محمد بن حنفیہ سے مندرجہ ذیل الفاظ میں روایات منقول پائی گئی ہیں۔

(۱)۔۔ قال (ابن الحنفیۃ) قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ

علیہ وسلم قال ابوبکرؓ قال قلت ثم من؟ قال عمرؓ! وخشیتُ ان یقول عثمان قلتُ ثمّ انت قال ما انا الا رجل من المسلمین۔"

(۱) بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۱۸ - باب مناقب ابی بکرؓ

(۲) ابوداؤد، جلد ثانی کتاب السنۃ - باب التفضیل، ج ۲ ص ۲۸۵ مجتبائی دہلی

(۲) عن مسند الثوری عن محمد بن الحنفیۃ قال قلت لابی یا ابتِ مَن خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابوبکرؓ قلت ثمّ مَن؟ قال عمرؓ! قلت ثم انت؟ قال انا رجل من المسلمین۔"

(۳) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی جلد پنجم ص ۸۷، تذکرہ ربیع بن ابی راشد -

(۳) عن محمد بن حنفیۃ قال قلت لابی اَیّ الناسِ خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابوبکرؓ قلت ثمّ من؟ قال ثم عمرؓ! ثمّ خشیتُ ان اقول ثم من فیقول عثمان فقلت ثمّ اَنتَ یا ابتِ قال ما انا اِلّا رجلٌ من المسلمین۔"

(۴) کنز العمال بحوالہ خ - د - ابن ابی عاصم خشیش - حل - جلد ۶ ص ۳۶۶ طبع اوّل قدیم - دکن -

(۴) عن ابن الحنفیّۃ قال قلت لابی ایّ الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکرؓ! قلت ثم من؟ قال ثم عمرؓ! قلت ثم انت؟ قال انا رجل من المسلمین لی حسنات وسیّئات یفعل فیہا ما یشاء۔"

(۵) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۷۰ بحوالہ (ابن بشران) طبع اوّل قدیم)

ان تمام مندرجہ مرویات (جو ابن حنفیہؒ سے نقل ہوتی ہیں) کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن حنفیہ

کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد شریف علی المرتضیٰؓ سے عرض کیا کہ سردارِ دو جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کون شخص بہترین اُمّت ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ وہ ابوبکرؓ ہیں! میں نے کہا ان کے بعد کون بہترین ہیں؟ فرمایا پھر عمرؓ سب سے بہتر ہیں۔ پھر اس خیال سے کہ عثمانؓ کو ذکر کریں، میں نے کہا کہ پھر آپ بہترین ہیں؟ تو علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان شخص ہوں! ہم میں خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی۔ اللہ جس طرح چاہیں گے ان میں معاملہ فرمائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ

اولادِ علیؓ کی یہ تصریحات ہیں جو متعدد محدثین نے اپنے اپنے اسانید کے ساتھ درج کی ہیں۔ سوال کرنے والے پسرانِ علیؓ ہیں، جواب دینے والے خود علی المرتضیٰؓ ہیں۔ یہاں مزید تشریح کی گنجائش ہی نہیں۔

نیز یہ چیز بھی ضمناً معلوم ہوگئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دورِ مبارک میں تمام مسلمانوں کے اذہان اور قلوب میں یہ متعین و مقرر تھا کہ حضرت عثمان بن عفان اُمّت کے درمیان تیسرے درجہ کے آدمی ہیں۔ تب ہی تو محمد ابن حنفیہ اس چیز کا خدشہ محسوس کرتے ہوئے تیسرے سوال و جواب کو حذف کرکے خود حضرت علیؓ کا نام لے کر دریافت کرنے لگے اور اس خدشہ کو اپنے الفاظ میں ظاہر بھی کر دیا۔

فصل (۳)

اس مقام میں حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب وابن عباسؓ (عبداللہ) اور عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے متعلقہ واقعات ذکر کیے جائیں گے۔ مندرجہ معاملات میں ایک دوسرے کی قدردانی باہمی احترام اور توقیر ایک سے دوسرے کے حق میں منقبت وفضیلت کا اعتراف واضح طور پر ثابت ہوتا ہے جو ہمارے اہم مقاصد میں سے ہے اور اس کتاب میں مطلوب ومرغوب ہے۔ اور "رحماء بینہم" کی تائید وتصدیق ہے۔

(۱) ـــ عن ابن عباسؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس جلس ابوبکر عن یمینہٖ فابصر ابوبکر العباس بن عبد المطلب یوماً مقبلاً فتنحیٰ لہ عن مکانہٖ ولم یرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما نحاک یا ابا بکرٍ؟ فقال ھٰذا عمک یارسول اللہ فسر بذالک النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ یریٰ ذالک فی وجھہٖ"

(کنز العمال، ج ۷، ص ۶۷، بحوالہ ابن عساکر طبع اول قدیم)

(۲) ـــ عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہٖ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس جلس ابوبکرؓ عن یمینہٖ وعمرؓ عن یسارہٖ وعثمانُ بین یدیہ وکان کاتب سرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا جاء العباس بن عبد المطلب تنحیٰ ابوبکر وجلس العباس مکانہ" (کنز العمال بحوالہ ابن عساکر، ج ۷، ص ۷۰، طبع اول قدیم)

ان ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی اقدس، سردارِ دوعالم صلی اللہ

علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما ہوتے تھے (تو عام طور پر) ابوبکرؓ دائیں جانب بیٹھا کرتے اور عمرؓ بن خطاب بائیں جانب بیٹھتے اور عثمانؓ بن عفان حضور علیہ السلام کے کاتب و منشی تھے۔ یہ سامنے بیٹھتے تھے۔ ایک روز حضرت عباسؓ عمِ رسول خدمت میں حاضر ہوئے تو ابوبکر صدیقؓ ان کو تشریف لاتے دیکھ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ نبی مقدس رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابھی ادھر خیال نہیں فرمایا تھا)، آپ نے ابوبکرؓ کو فرمایا کیوں پیچھے ہو رہے ہیں؟ ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے عمِ محترم تشریف لائے ہیں۔ ان کے لیے جگہ خالی کر دی ہے۔ یہ چیز دیکھ کر نبی کریم صلعم مسرور ہوئے حتیٰ کہ چہرۂ انور پر آثار نمایاں دیکھے گئے۔"

(۳) ابنِ عباسؓ کی ایک روایت شیعہ علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہے جس میں ابنِ عباسؓ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی تعریف و مدح سرائی و منقبت بیان کی ہے وہ قابلِ شنید ہے۔ ہم یہاں اس کو ناظرین کے افادہ کے لیے درج کرتے ہیں۔ پہلے عبداللہ بن عباس کی توثیق جو شیعہ علماء نے لکھی ہے اس کا اجمال و اختصار پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) شیخ الطائفہ ابوجعفر الطوسی نے امالی میں ابنِ عباسؓ کا اپنا کلام باسند ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ:

فعلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللہ وعلم علیؓ من النبیؐ وعلمی من علم علیؓ۔" (امالی شیخ طوسی، جلد اوّل ص۱۱ طبع نجف عراق)

"یعنی نبی مکرمؐ کا علم خدا کی جانب سے ہے اور علیؓ کا علم نبی کے علم سے حاصل ہے اور میرا علم علی کے علم سے ماخوذ ہے۔"

(۲) اسی طرح مجالس المؤمنین مجلس سوم میں قاضی نوراللہ شوستری نے ابنِ عباس کے حق میں بڑی منقبت و فضیلت ذکر کی ہے۔ اور حضرت عباسؓ عمِ رسولؐ بن عبدالمطلب کے

کے بعد ان کا یعنی ابن عباس کا طویل تذکرہ کیا ہے کہ "عبداللہ بن عباس از اعاظم صحابۂ پیغمبر و افضل اولاد عباس و مرید و تلمیذ حضرت امیر المومنین علیہ السلام بودہ و در رکاب آنحضرت ہمیشہ با مخالفاں مجاہدہ نمودہ و علوّ درجۂ او در علم تفسیر و فقہ و حدیث مشہور و مستغنی از ایراد تفاصیل... الخ۔

(۳) اسی طرح "تنقیح المقال" عبداللہ امقانی میں بھی ان کی بڑی توثیق و تفصیل پائی گئی ہے اور منتہی الآمال شیخ عباس القمی میں ابن عباسؓ کی بڑی مدح سرائی موجود ہے۔ مختصر یہ کہ جانبین میں یہ شخص مسلّم و معتبر ہیں۔

ان کی ایک روایت صاحب ناسخ التواریخ مرزا محمد تقی لسان الملک نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ مؤرخ مسعودی شیعی کا حوالہ دے کر واقعہ ذکر کیا ہے:۔

"مسعودی در مروج الذہب می نویسد کہ عبداللہ بن عباس بر معاویہ درآمد و در مجلس او جماعتی از بزرگانِ قریش حاضر بودند۔ معاویہ روبا بن عباس کرد و گفت ہمی مسئلتے چند از تو پرسش کنم و پاسخ بشنوم فرمود از ہر چہ خواہی بپرس گفت چہ میگوئی در ابوبکر قال (ابن عباس) فی ابی بکر رحم اللہ ابابکر کان واللہ للفقراء رحیماً وللقرآن تالیاً وعن المنکر ناھیاً و بدینہ عارفاً ومن اللہ خائفاً وعن المنہیّات زاجراً وبالمعروف آمراً وباللیل قائماً وبالنہار صائماً وفاق اصحابہ ورعاً وکفافاً و سادھم زاھداً وعفافاً فغضب اللہ علی من ینقّصہ ویطعن علیہ"

(۱) تاریخ المسعودی، ج ۳، ص ۶۰ - طبع مصر، طبع رابع -

(۲) ناسخ التواریخ، ج ۵ کتاب ۲، ص ۳۴۳-۱۴۴ - از میرزا محمد تقی لسان الملک طبع ایرانی

"یعنی مسعودی شیعی نے اپنی تاریخ مروّج الذہب میں لکھا ہے کہ ایک

دفعہ ابن عباس معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہؓ کی مجلس میں قریش کے بڑے بڑے بزرگ موجود تھے۔ امیر معاویہ نے ابنِ عباس کی طرف رُخ کر کے کہا کہ مَیں آپ سے چند مسئلے دریافت کر کے جوابات سُننا چاہتا ہُوں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ دریافت کیجیے! امیر معاویہ نے سوال کیا کہ آپ ابوبکرؓ کے حق میں کیا خیال رکھتے ہیں؟ ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر اپنی رحمت نازل فرماویں اللہ کی قسم وہ فقراء و مساکین کے حق میں بڑے شفیق تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے تھے۔ بُرائی سے منع کرنے والے تھے۔ دینِ خداوندی سے خوب واقف تھے۔ اللہ سے خائف رہتے تھے۔ بُرے کاموں پر تنبیہ کرتے تھے۔ اچھائی کا حکم کرتے تھے۔ رات کو تہجد میں قائم رہتے، دن کو روزہ دار تھے۔ پرہیز گاری میں اپنے ساتھیوں سے فائق تھے۔ قلیل گذران پر گزارہ کرنیوالے تھے۔ زہد و پاکدامنی میں سبقت کرنے والے تھے۔ جو شخص ان کی تنقیص کرتا ہے اور ان پر طعن کرتا ہے اس پر اللہ ناراض ہے۔"

ناظرینِ کرام میں سے کسی بزرگ کو مسعودی صاحب مذکور کے تشیّع میں اشتباہ ہو اور اس کو رفع کرنے کا خیال بھی ہو تو رجال مامقانی (تنقیح المقال) فاضل عبداللہ مامقانی کی طرف رجوع کرلیں ان شاء اللہ خوب تسلّی ہو جائے گی۔

فاضل مامقانی نے مسعودی کا تذکرہ بڑا مفصل درج کیا ہے اور بعض لوگوں کو جو اس شخص کے عامی یعنی سُنّی ہونے کا شبہ ہُوا ہے اس کے جوابات نہایت مدلّل دیئے ہیں اور اس کا خالص شیعی ہونا ثابت کیا ہے۔ تطویلِ بحث کے خوف سے ہم نے صرف اہلِ علم کے لیے اشارہ کر دینا کافی سمجھا ہے۔

(۴)۔ اب حضرت جعفر طیّارؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن جعفر کا بیان پیشِ خدمت ہے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر الصدّیق کا مقام و منزلت بیان فرمایا ہے۔ مستدرک حاکم

اور استیعاب لابن عبد البر میں یہ قول با سند درج ہے :-

. . . . یحیی بن سلیم عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما قال ولینا ابو بکر فکان خیر خلیفۃ اللہ وارحمہ بنا واحناہ علینا۔ ھذا حدیث صحیح۔

(۱) المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۷۹۔

(۲) الاستیعاب معہ اصابہ جلد ثانی ص ۲۴۳ تذکرہ صدیق اکبرؓ۔

"یعنی یحیی بن سلیم جعفر صادق سے وہ محمد باقر سے وہ عبد اللہ بن جعفر طیار سے ذکر کرتے ہیں کہ ابو بکرؓ ہمارے والی اور حاکم ہوئے پس وہ اللہ کے بنائے ہوئے خلفاء میں سے بہترین خلیفہ تھے اور ہم پر سب سے زیادہ شفقت کرنے والے اور مہربان تھے۔"

اہل علم کو معلوم ہے کہ مستدرک مذکور پر حافظ ذہبیؒ کی تلخیص مطبوع ہے۔ اس میں اس روایت کے حق میں کہا ہے کہ "صحیح" یعنی یہ روایت درست ہے۔

فصل (۴)

فصل چہارم میں سیدنا زین العابدین (علی بن الحسین) اور ان کے صاحبزادے امام زید کے بیانات ہم تحریر کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور منقبت بیان کی گئی ہے۔ زوائد مسند احمد میں درج ہے کہ

(۱)

حدثنی ابو معمر عن ابی حازم قال جاء رجل الی علی بن الحسین (زین العابدین) فقال ما کان منزلة ابی بکرؓ و عمرؓ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال منزلتهما الساعة۔"

(۱) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۷، ۱۸۸۔ طبع مصر
(۲) الفتح الربانی لترتیب مسند احمد بن حنبل الشیبانی للشیخ احمد عبدالرحمٰن البناء الساعاتی المصری، ج ۲۲۔ ص ۱۸۲
ابواب مناقب الصحابہ۔

"یعنی ایک شخص زین العابدینؒ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ شیخینؓ یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما کا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہاں کیا مقام تھا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ان کا نبی کے ہاں وہی منزلت و مقام تھا جو اس وقت ہے (یعنی اِس عالم اور اُس عالم میں ان کو نبی کا قرب اور نزدیکی حاصل ہے۔ پہلے جس طرح قرب حاصل تھا اب بھی اسی طرح نصیب ہے۔"

(۲)

ابو طالب عشاری نے اپنے فضائل میں مکمل سند کے ساتھ زین العابدین کا فرمان لکھا ہے کہ:

... ثنا الفضل بن جبیر الوراق نا یحیی بن کثیر عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال جاء رجل الی ابی یعنی علی بن الحسین قال اخبرنی عن ابی بکر قال عن الصدیق تسأل؟ قال رحمک اللہ و تسمیہ الصدیق؟ قال ثکلتک امک قد سماہ صدیقاً من ہو خیر منی و منک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و المہاجرون والانصار فمن لم یسمہ الصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا و الآخرۃ"

(فضائل ابی بکر الصدیق ص ۹)

حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقرؒ کے والد امام زین العابدین علی بن الحسین کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ ابوبکرؓ کے متعلق بتائیے؟ زین العابدین نے فرمایا کہ تو الصدیقؓ کے متعلق دریافت کرتا ہے؟ سن کر وہ کہنے لگا اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ ابوبکرؓ کو صدیق کے لقب سے یاد کرتے ہیں؟ تو امام نے فرمایا کہ تیری ماں تجھ پر روئے، صدیق کا لقب تو انہیں اس ذات نے عطا فرمایا جو مجھ سے اور تجھ سے بہتر ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار سب نے ان کو یہ لقب دیا۔ پھر امام نے فرمایا کہ جو شخص ابوبکرؓ کو الصدیقؓ کے نام سے نہ یاد کرے اللہ اس کے قول کو دونوں جہانوں میں سچا نہ کرے۔"

(۳)

اس کے بعد امام زید بن زین العابدین کا قول ناظرین کرام کے سامنے ہم پیش کرتے

ہیں۔ فاضل عشاری نے پوری سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۔۔۔۔ نا محمد بن کثیر عن ھاشم بن البرند عن زید بن علیؒ قال قال لی یا ھاشم ! اعلم ! واللہ ان البراۃ من ابی بکرؓ و عمر لبراۃ من علیؓ فان شئت فتقدم وان شئت فتاخر!

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص۹)

اور ریاض النضرۃ محب الطبری میں بھی یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ درج ہے:

۔۔۔ عن زید بن علی قال البراۃ من ابی بکرؓ و عمرؓ براۃ من علیؓ فمن شاء فلیتقدم و من شاء فلیتاخر۔ (ریاض النضرۃ، ج ا ص ۵۵)

ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاشم راوی کہتا ہے کہ امام زید پسر زین العابدین نے مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ اے ہاشم تو یقین کر لے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے براۃ اور تبری کرنا (یعنی بیزاری اختیار کرنا) یہ علی المرتضیٰؓ سے براۃ و بیزاری کرنے کے مترادف و ہم معنیٰ ہے۔ اب تو چاہے جس سے براۃ پہلے اختیار کر لے یا بعد میں کر لے (اس میں کوئی فرق نہیں ہے) (حاصل یہ ہے کہ ان میں سے جس بزرگ سے بیزاری کرو گے گویا دوسرے سے خود بخود بیزاری کا اعلان ہو گا۔ کیونکہ وہ حضرات آپس میں ہر لحاظ سے ہر طریقہ سے ہر طرح سے متحد و متفق تھے)۔

(۴)

سیدنا صدیق اکبرؓ سیدنا فاروق اعظمؓ کے حق میں اب امام زید کے وہ اقوال ہم یہاں درج کرنا مناسب خیال کرتے ہیں جو شیعی علماء و شیعی مؤرخین نے اپنی معتبر تصانیف میں ثبت کیے ہیں۔ ان تمام چیزوں پر نظر کرنے سے منصف مزاج آدمی پر واضح ہو جائے گا کہ زین العابدین اور اس کی اولاد شریف کے نزدیک صدیق و فاروقؓ

کا کیا درجہ اور کیا رتبہ ہے؟ ذیل کے حوالہ جات پر توجہ فرمادیں۔

——— بادشاہِ ایران چاہ قاچار کے وزیرِ اعظم مرزا تقی لسان الملک نے اپنی عمدہ ترین تصنیف ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ:

... طائفہ از معارف کوفہ با زید بیعت کردہ بودند، در خدمتش حضور یافتہ گفتند رحمک اللہ در حق ابی بکرؓ و عمرؓ چہ گوئی؟ فرمود درباره ایشاں جز بخیر سخن نکنم و از اہل خود نیز در حق ایشاں جز سخن خیر نشنیدہ ام ..... بالجملہ زید فرمود ایشاں بر کسے ظلم و ستم نراندند و بکتاب و سُنّت رسول کار کردند"

(ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۵۹۰ - طبع ایران
از میرزا محمد تقی لسان الملک - طبع قدیم)

اور سیّد جمال الدین ابن عنبہ متوفی ۸۲۸ھ نے عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں بھی امام زید کا قول ذکر کیا ہے:-

وکان اصحاب زید لما خرج سالوہ ما تقول فی ابی بکرؓ و عمرؓ؟ فقال ما اقول فیہما الا الخیر وما سمعت من اھلی فیہما اِلّا الخیر فقالوا لست بصاحبنا .... وتفرقوا عنہ فقال رفضونا القوم فسموا الرافضۃ"

(عمدۃ الطالب ص ۲۵۶-۲۵۷ تحت اخبار زید شہید
طبع مطبع حیدریہ - نجف اشرف عراق)

ماحاصل یہ ہے کہ کوفہ کے مشہور لوگوں کی ایک جماعت (جس نے امام زید کے ساتھ بیعت کی ہوئی تھی)، زید کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں آپ کا کیا خیال ہے؟ زید بن زین العابدین نے فرمایا کہ میں ان دونوں کے حق میں کلمۂ خیر کے سوا کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اور میں نے اپنے خاندانی بزرگوں سے بھی ان دونوں کے متعلق کلمۂ خیر کے بغیر

کچھ نہیں سنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مختصر یہ ہے کہ امام زید موصوف نے فرمایا ابوبکرؓ و
عمرؓ دونوں نے کسی ایک شخص پر بھی ظلم و ستم جائز نہیں رکھا اور کتاب اللہ و
سنتِ رسولؐ پر کاربند رہے۔" (ناسخ التواریخ)

— دوسرے حوالہ کا مفہوم یہ ہے کہ امام زید نے جب (خلیفۂ وقت)
کے خلاف خروج کیا تھا اس وقت زید کے ساتھیوں نے ان سے سوال کیا
کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ زید فرمانے لگے کہ میں ان دونوں
کے حق میں کلمۂ خیر ہی کہتا ہوں اور اپنے بزرگوں سے بھی میں نے بہتر اور خیر
کلمہ ہی ان کے لیے سنا ہے۔ یہ جواب سن کر وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ ہمارے
(امیر و صاحب) نہیں ہیں اور زید سے یہ لوگ متفرق ہو گئے۔ (اور ساتھ
چھوڑ دیا)۔ امام زید نے کہا کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے ان کا نام رفضہ
(رافضی ہے)، یعنی جماعت کو چھوڑ دینے والے)۔

(مندرجہ حوالہ جات کے فوائد)

۱۔ امام زید ابن زین العابدین نے حق گوئی و انصاف جوئی سے کام لیا اور حق سے سرِ مو
انحراف نہیں کیا۔

۲۔ نیز واضح ہو گیا کہ بنی ہاشم و آل ابی طالب کے تمام حضرات حضرت ابوبکرؓ و حضرت
عمرؓ کے متعلق خوش عقیدہ تھے اور حسن ظنی رکھتے تھے۔ ان حضرات کے درمیان قطعاً
کوئی اختلاف نہ تھا۔ تب ہی تو امام زید اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے صفائی پیش
کر رہے ہیں۔

۳۔ امام زید کی استقامت کا کمال ہے کہ اگرچہ بیروہ کار اور مریدین الگ ہو گئے لیکن
انصاف و حق پرستی سے منہ نہیں موڑا۔

۴۔ اور ان دشمنوں کا نام جو رافضی مشہور ہو گیا ہے۔ یہ چوتھے امام زین العابدین کے

صاحبزادے امام زید کا عنایت فرمودہ لقب ہے۔ اس سے چین بجبیں نہیں ہونا چاہیے۔

فصل (۵)

امام زید و امام زین العابدین باپ بیٹے کے بیانات کے بعد زین العابدین کے دوسرے لڑکے (امام محمد باقر) کے فرامین اور اقوال اور واقعات درج کیے جاتے ہیں جو حضرات شیخین رض کے حق میں ان سے مروی ہیں۔ اُمید ہے ناظرین حضرات ان بزرگوں سے منقول شدہ چیزوں کو خاص توجہ سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

فرموداتِ محمد باقر

(۱) حافظ ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء تذکرہ محمد باقر میں ان کا فرمان نقل کیا ہے:-

.... عن محمد بن اسحٰق عن ابی جعفر محمد بن علی قال من لم یعرف فضل ابی بکرٍ و عُمَر رضی اللہ عنہما فقد جہل السنۃ"۔

(۱) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ج ۳ ص ۱۸۵ تذکرہ محمد باقر۔

(۲) ریاض النضرۃ، جلد اوّل ص ۵۰۔ الباب الخامس۔ بحوالہ ابن السمان فی الموافقۃ۔

"یعنی محمد باقر نے فرمایا کہ جو شخص ابوبکر رض و عمر رض کی فضیلت و مرتبہ کو نہیں پہچانتا وہ سُنّتِ نبوی سے جاہل ہے"۔

(۲) قال محمد بن فضیل عن سالم بن ابی حفصۃ سألت ابا جعفر و ابنہ جعفر بن محمد عن ابی بکرؓ و عمرؓ فقالا لی یا سالم تولّہما و ابرأ من عدوّہما فانہما

کانا امامی ھدی۔ وعنہ قال ما ادرکت احداً من اھل بیتی الا و
یتولاھما"

(۱) ریاض النضرۃ بحوالہ ابن السمان فی الموافقۃ، ج ۱ ص ۵۷ طبع مصری۔ الباب الخامس
(۲) تہذیب التہذیب للحافظ ابن حجر عسقلانی جلد نہم ص ۳۵۱ تذکرہ محمد بن علی بن الحسین۔
(۳) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء شاہ ولی اللہ دہلویؒ جزء اول طبع قدیم بریلی ص ۱۰۸-۱۰۹
(۴) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۵ طبع مصر۔

"یعنی سالم نے کہا کہ میں نے محمد باقر اور ان کے صاحبزادے جعفر صادقؒ سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق دریافت کیا تو دونوں نے جواب میں فرمایا کہ اے سالم! ان دونوں حضرات کے ساتھ تو دوستی رکھنا اور ان کے مخالفین سے بیزار و بری رہنا یقیناً یہ دونوں ہدایت کے امام تھے۔ نیز محمد باقرؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ فرمایا میں نے اہلِ بیت سے جس شخص کو پایا وہ ان دونوں کے ساتھ دوستی ہی رکھتا تھا۔"

(۳)۔ طبقات ابن سعد تذکرہ محمد باقر میں باسند مذکور ہے:۔

.... قال حدثنا زھیر عن جابر قال قلت لمحمد بن علی....
أکان منکم اھل البیت احد یسب ابا بکرؓ و عمرؓ قال لا فاحبھما و
اتولاھما و استغفر لھما"

(طبقات ابن سعد۔ تذکرہ محمد باقر، جلد خامس، ص ۲۳۶ طبع لیدن یورپ)

"جابر نے امام محمد باقرؒ سے عرض کیا ...... کیا تم اہلِ بیت میں کوئی ایسا شخص ہے جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو سب و شتم کرتا ہو انہوں نے فرمایا کہ نہیں! میں تو ان دونوں حضرات کو محبوب رکھتا ہوں اور میں ان سے دوستی اور موالاۃ رکھتا ہوں اور ان کے حق میں استغفار کرتا ہوں۔"

(۴) ۔۔۔۔ عن عمرو بن شمر عن جابر قال قال لی محمد الباقر بن علی یا جابر بلغنی ان قوماً بالعراق یزعمون انهم یحبوننا ویتنا ولون ابابکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما ویزعمون انی امرتہم بذالک فابلغہم انی الی اللہ منہم بریٔ والذی نفس محمدٍ بیدہٖ لو ولّیت لتقربت الی اللہ تعالیٰ بدمائہم ۔ لانالتنی شفاعۃ محمد ان لم اکن استغفر لہما و اترحّم علیہما ان اعداء اللہ لغافلون عنہما۔"

(۱) حلیۃ الاولیاء جلد ثالث ذکر محمد باقر، ج ۳ ص ۱۸۵ ۔ طبع مصر

(۲) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ لمحب الطبری، ص ۵۸،

جلد اوّل ۔ طبع مصر ۔ الباب الخامس

"یعنی جابر کہتا ہے کہ مجھے محمد باقر نے فرمایا کہ اے جابر مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ عراق کے علاقہ میں ایک قوم ہے وہ لوگ ہماری محبت کے دعویدار ہیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں کے حق میں کمی و بیشی کرتے ہیں (یعنی سخت سُست کہتے ہیں) اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ مَیں نے ان کو اس چیز کا حکم دے رکھا ہے پس ان لوگوں کو (میری جانب سے) پہنچا دیجیے۔ اللہ گواہ ہے کہ مَیں اس قوم (دشنام دینے والی) سے بری و بیزار ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر مجھے اس قوم پر ولایت اور حکومت حاصل ہو تو میں ان کی خونریزی اور قتل کر کے اللہ کے ہاں تقرّب و نزدیکی حاصل کروں مجھے رسولِ خدا کی شفاعت ہی نصیب نہ ہو۔ اگر مَیں ابوبکرؓ و عمرؓ کے لیے استغفار نہ کروں اور ان کے حق میں کلماتِ ترحّم نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں سے غافل ہیں۔"

(۵) ۔۔۔۔۔ حدثنی شعبۃ الخیاط مولیٰ جابر الجعفی قال قال لی

ابو جعفر محمد بن علی لمّا ودّعتهٗ ابلغ اهل الکوفة انی بریٔ ممن تبرّأ من ابی بکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما و ارضاھما "

(۱) حلیۃ الاولیاء اصفہانی جلد ثالث ص ۱۸۵ تذکرہ محمد باقرؒ

(۲) ریاض النضرہ لمحب الطبری، ج ۱ ص ۵۸ الباب الخامس)

"یعنی شعبہ خیاط کہتا ہے کہ محمد باقرؒ کو جس وقت میں سفر پر رخصت کرنے کے لیے پہنچا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ میری طرف سے اہلِ کوفہ کو پہنچا دو کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ سے بری ہوا میں اس سے بری ہوں اللہ ان دونوں سے راضی ہو اور ان کو راضی رکھے "

نکاح امّ کلثوم سے استدلالِ اہلبیت

(۶) ــ . . . . . اصرم بن حوشب نا عبدالرحمٰن بن عبد ربّه قال سمعتُ رجلا یقول قدمت المدینة فاتیت ابا جعفر محمد بن علی فجلست الیه فقلت اصلحک اللہ ما تقول فی ابی بکرؓ و عمرؓ رحمہ اللہ ابا بکرؓ و عمرؓ قلت انهم یقولون انک تبرأ منهما قال معاذ اللہ کذبوا و رب الکعبة، اولست تعلم ان علی بن ابی طالب زوّج ابنتهٗ ام کلثوم من فاطمة من عمر بن الخطاب وهل تدری من هی جدّتها خدیجة سیّدة نساء اهل الجنة و جدها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خاتم النبیین وسیّد المرسلین و رسول رب العالمین و امّها فاطمة سیّدة نساء العٰلمین و اخواها الحسن و الحسین سیّد اشباب اهل الجنة و ابوها علی بن ابی طالب ذو الشرف و المنقبة فی الاسلام فلو لم یکن لها اهلاً عمر بن الخطّاب ما زوّجها ایّاه "

"خلاصہ یہ ہے عبدالرحمٰن ابن عبد ربّہ کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص سے

سُنا وہ کہہ رہا تھا کہ مَیں مدینہ شریف میں امام باقرؒ کے ہاں جا کر بیٹھا اور ذکر کیا کہ آپ ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں کیا فرماتے ہیں؟ تو امام نے فرمایا کہ اللہ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ مَیں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان دونوں سے برأت و بیزاری ظاہر کرتے ہیں تو فرمایا (اللہ کی پناہ، ربّ کعبہ کی قسم جس نے یہ کہا ہے جھوٹ کہا ہے۔ اَے مخاطب تو جانتا نہیں کہ علی المرتضیٰ نے اپنی لڑکی اُمِ کلثوم جو فاطمہؓ سے متولد تھی اس کی عمر بن الخطّاب سے نکاح اور شادی کر دی تھی؟ اُمِ کلثوم کی امّاں سیّدہ فاطمہؓ، نانی خدیجۃ الکبریٰ، نانا سردارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) والد علیؓ شیرِ خدا، بھائی حسنین شریفین ہیں۔ تمام فضائل و مناقب کے مالک ہیں۔ اگر عمر بن الخطّاب اس کام کے اہل اور لائق نہ ہوتے تو علی المرتضیٰؓ اُمّ کلثوم کو نکاح کر کے نہ دیتے۔"

(فضائل ابی بکر الصدیق ص ۱۰ لابی طالب محمد بن علی العشاری
مطبوعہ از جانب اصحاب المکتبۃ الدینیۃ السلفیۃ فی ملتان ۔
طبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۹ء ۔ طبع فی مصر معہ رسائلِ اُخریٰ)

تمہید کا واقعہ

(۷) حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت الصدّیقؓ کے درمیان مُودّت اور اخلاص کا ایک واقعہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ یہ واقعہ امام محمد باقرؒ سے کثیر النواء نے نقل کیا ہے امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ:

انّ بنی تیم و بنی عدی و بنی ھاشم کان غلٌّ بینھم فی الجاھلیۃ فلمّا اسلم ھٰؤُلآءِ القوم تحابّوا (نزع اللہ ذالک من قلوبھم) ناخذت ابابکر الخاصرۃ فجعل علیّ کرم اللہ وجھہ یسخن یدہٗ (بالنار) فیکوی بھا خاصرۃ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

(۱) ریاض النضرۃ محب الطبری ج ۱ ص الباب الخامس بحوالہ ابن السمان فی الموافقۃ۔

(۲) درمنثور سیوطی، ج ۴ ص ۱۰۱ پارہ چہاردہم بحوالہ ابن ابی حاتم وابن عساکر تحت آلایۃ۔

(۳) تفسیر روح المعانی، ج ۱۴ ص ۵۸ تحت الآیہ ونزعنا مافی صدرہم۔

"اس واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ ہرسہ قبائل بنی تیم، بنی عدی، بنی ہاشم کے درمیان جاہلیت کے دور میں کشیدگی و عداوۃ رہتی تھی۔جب یہ قبائل اسلام لے آئے تو یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست اور شفیق بن گئے۔اللہ نے ان لوگوں کے سینوں کو کینوں سے صاف کر دیا حتیٰ کہ جب کبھی ابوبکر الصدیق کو کوکھ میں درد ہوتا یا پہلو میں درد ہوتا تو حضرت علی المرتضیٰ کوئی چیز گرم کرکے اپنے ہاتھوں سے ان کو تمہید لوٹکور کرتے تھے۔" (فسبحان اللہ علی کمال مودتہم)۔

مسائلِ شرعی میں استدلال کرنا

(۸) اس کے بعد امام باقرؒ کے چند واقعات ہم ایسے نقل کرنا چاہتے ہیں جن میں انہوں نے شرعی مسئلہ کے لیے سیدنا ابوبکر الصدیق اور سیدنا عمر فاروقؓ اور ان کی آل کے واقعات کو بطورِ استدلال پیش کیا اور حجتِ شرعی کے طور پر استعمال کیا۔نیز یہ چیز دینی اعتماد و دلی عقیدت کا بھی اظہار کرتی ہے جس سے ان کے باہمی اخلاص اور خلوص کا ثبوت ملتا ہے۔اور رشتۂ مودت اور مضبوط ہوتا نظر آتا ہے۔

(یکم) وجوبِ غسل

ابوجعفر الطحاوی نے امام محمد باقرؒ کا بیان ذکر کیا ہے کہ

. . . . حماد بن زید عن الحجاج عن ابی جعفر محمد بن علی رضی اللہ

عنہما قال اجتمع المہاجرون انّہٗ ما اوجب علیہ الحد من الجلد و
الرجم اوجب الغسل ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم ؓ
(شرح معانی الآثار لابی جعفر الطحاوی جلد اوّل ص ۳۶ -
باب الذی یجامع ولا ینزل - طبع دہلی)

"حاصل یہ ہے امام محمد باقرؒ نے غسل کے موجبات کے بیان میں استدلال قائم کرتے ہوئے کہا ہے کہ مہاجرین ابوبکرؓ و عمرؓ بن الخطاب و عثمانؓ بن عفان و علی المرتضیٰؓ نے اس چیز پر اجماع و اتفاق کیا ہے کہ جس وجہ سے ایک انسان کو دُرّہ و سنگساری کی سزا کے قابل ہو جاتا ہے اس وجہ سے اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے (مراد یہ ہے کہ فرج میں دخول پاتے جانے سے غسل واجب ہو جاتا ہے)"

فائدہ

(۱) اس مسئلہ کے اثبات میں اکابرینِ صحابہ خصوصاً خلفائے ثلاثہؓ کے قول و عمل سے استدلال قائم کرنا اور حجت و دلیل بنانا ان حضرات کے باہمی دینی اعتماد و اعتبار کے لیے بڑی قوی دلیل ہے اور ان کے ہم مذہب و ہم مسلک ہونے کا مستقل ثبوت ہے۔

(۲) نیز اس ذکر کی ترتیب سے ترتیبِ خلافت کا اشارہ بھی دستیاب ہوتا ہے ۔

دوم - مزارعت

اسی طرح امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں تعلیقاً ایک مسئلہ محمد باقرؒ کا ذکر کیا ہے عبارت ذیل ہے ۔

قال قیس بن مسلم عن ابی جعفر (باقر) قال ما بالمدینۃ اہل بیت ہجرۃٍ الا یزرعون علی الثلث و الربع و زارع علیؓ و سعد بن مالک و عبد اللہ بن مسعود و عمر (بن عبد العزیز) و القاسم (بن محمد) و

عروہ وآل ابی بکرؓ وآلِ عمرؓ وآل علیؓ وابن سیرین۔"

(الصحیح للبخاری تعلیقاً، ص ۳۱۳۔ نور محمدی دہلی

جلد اوّل ابواب الحرث والمزارعۃ)

"قیس بن مسلم کہتا ہے کہ امام باقر (ابو جعفر) کہتے ہیں کہ تمام اہلِ مدینہ (اپنی اپنی) زمین کو ثلث (تہائی) اور ربع (چوتھائی) پر دے کر مزارعت کیا کرتے تھے (مندرجہ ذیل لوگوں) نے اسی طرح مزارعت پر زمین دی ہوئی تھی۔ علی المرتضیٰؓ سعد بن مالکؓ و عبداللہ بن مسعود و عمر بن عبدالعزیز (اور قاسم بن محمد) و عروہ و آل ابی بکرؓ و آلِ عمر و آل علیؓ و محمد ابن سیرینؒ"

مطلب یہ ہے کہ ان حضرات آل صدیق و آل عمرؓ و قاسم بن محمد و عروہ بن اسماء (یہ دونوں ابوبکر الصدیقؓ کے پوتے اور نواسے ہیں) کے عمل درآمد کے ساتھ مزارعت کے جواز پر امام محمد باقر نے استدلال قائم کیا۔ یہ تمام واقعہ ان حضرات کے باہمی حسنِ عقیدت و حسنِ اخلاص اور ایک دوسرے پر دینی اعتماد کی شہادت دیتا ہے اور ان کے درمیان مذہبی مخالفت و دینی منافقت اور دائمی عداوت وغیرہ کے واقعات کی سخت تکذیب اور تردید کرتا ہے۔ ناظرینِ کرام حق و انصاف کی تلاش کی خاطر ان حالات پر غور و فکر کریں۔

سوم۔ ریش کو رنگ کرنا

طبقات ابن سعد تذکرہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ میں امام باقر کا واقعہ نقل کیا ہے اس میں مسئلہ خضاب ریش ذکر ہے۔ عبارتِ ذیل میں ملاحظہ فرماویں:

"قال زهير قال حدثنا عروة بن عبد الله بن قشير قال اتيتُ ابا جعفر وقد صَبغتُ لِحيتي فقال مالك عن الخضاب قال قلتُ

اکرھہ فی ھٰذا البلد قال فاصبغ بالوسمۃ فانی کنت اخضب بہا . . .
. . . ثم قال ان اناسًا من حمقی قرائکم یزعمون ان خضاب اللحیٰ
حرامٌ وانھم سالوا محمد بن ابی بکرؓ والقاسم بن محمد قال الزھیر
الشک من غیری عن خضاب ابی بکرؓ فقال کان یخضب بالحناء و
الکتم فھٰذا الصدّیق قد خضب قال قلت الصدّیق قال نعم ورب ھٰذہ
البنیۃ والکعبۃ انہ الصدّیق "

(طبقات ابن سعد تذکرہ ابی بکر۔ جلد ۳، ص ۱۵۰ قسم اوّل طبع لیدن یورپ)

"حاصل یہ ہے کہ عروہ بن عبداللہ کہتا ہے کہ امام باقرؒ سے میں ملا میری
ریش سفید ہو رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ اپنی ریش کو رنگ کیوں نہیں کر لیا؟
میں نے کہا کہ اس شہر میں ڈاڑھی کو رنگدار کرنا ناپسند جانتے ہیں تو فرمانے لگے
کہ وسمہ کے ساتھ ریش کو رنگ کرلے۔ میں بھی وسمہ سے رنگ کیا کرتا ہوں۔
. . . . . پھر فرمایا کہ تمہارے قاریوں میں جو نادانف لوگ ہیں وہ
کہتے ہیں کہ ریش کو رنگ کرنا حرام ہے۔ اور ان لوگوں نے محمد بن ابی بکر یا قاسم
بن محمد سے ابوبکر الصدّیقؓ کے خضاب کرنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں
نے کہا کہ ابوبکر الصدّیق حناء (مہندی) اور کتم (کلف) کے ساتھ ڈاڑھی رنگدار
کرتے تھے۔ میں نے محمد باقرؒ کو کہا کہ آپ ان کو "الصدّیق" کہتے ہیں؟ انہوں نے
کہا کہ ہاں مجھے ربّ کعبہ و قبلہ کی قسم وہ یقینًا صدّیق ہیں۔"

مطلب یہ ہے ایک تو خضابِ ریش کے مسئلہ میں صدّیق اکبرؓ کے عمل کے ساتھ
استدلال کیا۔ دوسرا یہ کہ ابوبکرؓ کے لقبِ صدّیق کو حلف اٹھا کر ثابت کیا کہ وہ
بلاشبہ صدّیق ہیں۔

چہارم :- تلوار کو زیور لگانا

حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی اور کشف الغمۃ علی بن عیسیٰ اربلی دونوں کتابوں میں امام محمد باقرؒ کا یہ واقعہ درج ہے :-

. . . . یونس بن بکیر عن ابی عبد اللہ الجعفی عن عروۃ بن عبد اللہ قال سألت ابا جعفر محمد بن علیؒ عن حِلْیَۃِ السیف ؟ فقال لا بأس بہ قد حلّی ابو بکر الصدّیق سیفہٗ قال قلت وتقول الصدّیق فقال فوثب وثبۃً واستقبل القبلۃ ثم قال نعم الصدّیق، فمن لم یقل لہٗ الصدیق فلا صدّق اللہ لہٗ قولاً فی الدنیا والآخرۃ۔

(۱) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی جلد ثالث ص ۱۸۵ تذکرہ محمد باقرؒ طبع مصر۔

اس کا حاصلِ ترجمہ یہ ہے کہ عُروہ مذکور کہتا ہے کہ مَیں نے محمد باقرؒ سے تلوار کے زیور کے متعلق مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابوبکر الصدّیق اپنی تلوار کو زیور سے آراستہ کیے ہوتے تھے۔ عُروہ کہتا ہے کہ مَیں نے امام باقرؒ کو کہا کہ آپ بھی ابوبکرؓ کو "الصدّیق" کے لفظ سے یاد کرتے ہیں ؟ تو محمد باقرؒ برجستہ کھڑے ہو گئے، رُو بقبلہ ہو کر فرمانے لگے ہاں وہ صدّیق ہیں جو ان کو صدّیق کے لقب سے یاد نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے قول کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے۔

گذارش ہے کہ روایت اپنے مفہوم میں واضح تر ہے کسی تشریح کی محتاج نہیں۔

(۱) ایک تو مسئلہ زیور میں امام باقرؒ نے صدّیق اکبرؓ کے فعل سے استدلال قائم کیا۔

(۲) دوسرا صدّیق کے لقب شریف کی بڑی تاکید و اہمیت بیان کی ہے۔ بلکہ جو اس

مبارک لقب سے نہ پکارے اس کے حق میں وعید شدید کی (سبحان اللہ) ناظرین کلام بار بار غور فرماویں کہ حضرت علیؓ کی اولاد نے ان مسائل کو کس طرح صاف و بے غبار کر کے پیش کیا ہے۔

دوسری عرض ہے کہ (حلیۃ السیف) کی روایت صرف اہلِ سنّت علماء و سُنّی تصانیف میں ہی نہیں پائی گئی بلکہ یہ شیعہ کی مناقب کی مشہور و معروف کتاب کشف الغمّۃ فی معرفۃ الائمۃ (از علی بن عیسٰی الاربلی) ج ۲ ص ۳۶۰ (مطبوعہ جدید ایرانی معہ ترجمہ فارسی المناقب) پر موجود ہے اور اس مقام میں کشف الغمہ کے الفاظ نعم الصدّیق، نعم الصدّیق، نعم الصدّیق تین بار امام باقرؒ نے تکرار کر کے فرماتے ہیں۔ اور اس روایت پر کسی قسم کا کوئی نقد و جرح وغیرہ نہیں کی اور نہ ہی رد کیا ہے۔ پس یہ اس بات کی علامت ہے کہ شیعہ علماء کے ہاں یہ روایت درست ہے۔

البتہ قاضی نور اللہ شوستری نے احقاق الحق میں پہلے نمبر پر حلیۃ السیف والی روایت کا کتاب کشف الغمہ میں منقول ہونے کا انکار کیا ہے (کہ یہ روایت کشف الغمّۃ میں نہیں ہے)۔ خیر یہ چیز تو کذبِ صریح اور دروغ بے فروغ ہے اس لیے کہ کشف الغمّۃ کے متعدّد ایڈیشنوں میں خود بندہ نے بھی دیکھی ہے اور جو اس وقت کشف الغمہ مع ترجمہ فارسی تازہ مطبوعہ ایرانی ہمارے سامنے ہے اس میں بھی ج ۲ ص ۳۶۰ پر موجود ہے۔ ہر شخص کتاب ہٰذا اٹھا کر دیکھ سکتا ہے۔ بہرحال یہ بات قاضی نور اللہ کی سو فیصد غلط تھی۔

اور دوسرے نمبر پر قاضی نور اللہ نے اس روایت کا وہ جواب دیا ہے جو ہر سوال کے جواب میں تریاقِ مجرّب ہے یعنی تقیۃ شریفہ۔

مطلب یہ ہے کہ امام پاک نے مجبور و مقہور و مغلوب ہو کر یہ کلام لوگوں کے سامنے کر ڈالی۔

(اِنّا لِلّٰہ و اِنّا اِلَیہ رَاجِعُون)

ایک خیانت

استدلالِ مسائل کے اختتام پر شیعہ علماء مترجمین کی کارکردگی آپ کے علم میں لانا مناسب ہے۔ وہ اس طرح ہے۔ کشف الغمۃ مذکور کا تازہ ترجمہ فارسی میں ایران سے کتاب ہذا کے ساتھ شائع ہو کر آیا ہے۔ اس ترجمہ فارسی میں ان روایات (مثلاً حلیۃ السیف ولدنی ابو بکر مرتین وغیرہ) کا ترجمہ نہیں دیا بلکہ ان کا ترجمہ ترک کر دیا ہے۔ تاکہ جو لوگ عربی دان نہیں ہیں وہ ان خاص خاص چیزوں پر مطلع ہی نہ ہو سکیں۔ یہ ہے مذہب کے لیے دیانت داری اور امانت داری۔ اہلِ علم کی توجہ کے لیے یہ عرض کر دیا گیا۔

فضیلت کا اقرار

(۹) مسائل میں استدلالات کے بعد اب امام باقرؒ کا وہ قول ذکر کیا جاتا ہے کہ جو "احتجاجِ طبرسی" میں فاضل طبرسی شیعی ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب نے نقل کیا ہے۔ محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ:

"لستُ بمنکرٍ فضلَ ابی بکرؓ ولست بمنکر فضل عُمَرؓ ولکنّ ابابکر افضل من عمرؓ"

(احتجاج الطبرسی ص۲۳۰ تحت احتجاج ابی جعفر بن علی الثانی فی انواع الشتّٰی من علوم الدینیہ۔ طبع مشہد عراق)

"یعنی مجھے ابو بکرؓ کی فضیلت سے انکار نہیں ہے اور نہ مجھے عمر بن الخطاب کی فضیلت سے انکار ہے لیکن ابو بکر عمرؓ سے افضل ہیں"

مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں بزرگوں کی فضیلت و منقبت کے معترف و تسلیم کرنے والے ہیں۔ کسی ایک کی قدر و منزلت سے انکار نہیں لیکن ان میں اپنی جگہ فرقِ مراتب ہے اس طرح کہ صدیق اکبر عمر فاروقؓ سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ یہ وہ روایت ہے جو شیعہ کے معتبر علماء نے اپنی معتبر تصنیف میں درج کی ہے۔ گویا جو فضائل و مناقب کی

روایات ہم نے اہلِ سُنّت کی کتابوں سے نقل کی ہیں۔اس روایت نے ان سب کی تائید و تصدیق کر دی ہے کہ آل نبی و اولادِ علیؓ کے یہ بیانات شیخینؓ کے حق میں بالکل درست ہیں ان اکابر میں باہمی مؤدّۃ و محبّت ہر مقام پر موجود ہے۔ کسی قسم کی عداوت و دشمنی، حقوق کا ضیاع وغیرہ ان میں ہرگز نہیں پایا گیا۔

یہاں پر امام محمد باقرؒ کے اقوال و بیانات ہم ختم کرتے ہیں۔ محمد باقرؒ کی ایک روایت یا ان کا ایک بیان وہ بھی قابلِ ملاحظہ ہے جو ہم نے قبل ازیں (مالی حقوق کے بیان میں) علامہ نورالدین سمہودی سُنّی اور ابن ابی الحدید شیعی کے الفاظ میں سابقاً ذکر کر دیا تھا۔ اس کو دوبارہ دیکھ لیں۔ اِس طریقہ سے امام باقرؒ کے جمیع بیانات پر ایک نظر یکجا ہو سکے گی۔

فرموداتِ امام جعفر صادقؒ

امام محمد باقرؒ کی مرویات کے بعد اب ان کے صاحبزادے جعفر صادق سے منقول روایات پیش کی جاتی ہیں جن میں سیّدنا ابوبکر الصدّیقؓ خلیفۂ اوّل کے متعلق عقیدت و فضیلت کا اظہار مختلف طرق سے پایا جاتا ہے۔ بیشتر چیزیں صدّیق اکبرؓ کے لیے مخصوص منقول ہیں۔ بعض چیزیں ابوبکر الصدّیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں کے حق میں مشترکہ منقول ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ کچھ اشیاء "رحماء بینہم" کے حصّہ فاروقی میں درج ہوں گی۔

(۱) ابوطالب عشاری نے اپنے فضائل میں جعفر صادق کی باسند روایت ذکر کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"...... ثنا عقبۃ بن مکرم ثنا ابن عیینۃ ثنا جعفر بن محمد عن ابیہ قال کان آل ابی بکر الصدّیقؓ یدعون علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آل محمد"

(فضائل ابی بکر الصدّیق ص ۸ لابی طالب العشاری)

سیّدنا جعفر صادقؒ محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ابو بکر الصدیق کی آل کو آلِ محمدؐ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

(۲)۔ . . . . حفص بن غیاث انہٗ سمعہٗ یقول (جعفر الصادق) ما ارجو من شفاعۃ علیٍّ شیئاً الا وانا ارجو من شفاعۃ ابی بکرٍ مثلہ لقد ولدنی مرتین۔ توفی سنہ ۱۴۸ھ"

(۱) تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد اوّل تذکرہ جعفر صادق۔ ج ا ص ۱۵۷۔ طبع حیدر آباد دکن)

(۲) تہذیب التہذیب جلد ثانی ص ۱۰۴۔ ذکر جعفر صادق لابن حجرؒ۔

"یعنی حفص بن غیاث نے امام جعفر صادقؒ سے سنا کہ فرماتے تھے جتنا قدر میں اپنے دادا علی المرتضیٰؓ سے شفاعت کی توقع رکھتا ہوں ٹھیک اتنا قدر ہی مجھے ابو بکر الصدیقؓ سے سفارش اور شفاعت کی اُمید ہے۔ تحقیق ابو بکرؓ نے مجھے دو بار جنا اور جعفر صادق کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی"

کلمہ ولدنی ابو بکرؓ مرتین کی تشریح و توضیح عنقریب انساب کی فصل میں آ رہی ہے۔ ذرا انتظار فرما ویں۔ رشتہ داریوں کی تفصیلات کے لیے مستقل فصل مرتب کرنا زیر تجویز ہے۔ اس فصل کے بعد متصلاً وہ فصل شروع ہو رہا ہے۔ (ان شاء اللہ)

(۳)۔ . . . . قال علی بن الجعد عن زہیر بن معاویۃ قال ابی لجعفر بن محمد انّ لی جاراً یزعم انک تبرأ من ابی بکرؓ و عمرؓ فقال جعفر بریٔ اللہ من جارک و اللہ انی لارجو ان ینفعنی اللہ بقرابتی من ابی بکرؓ"

"حاصل یہ ہے کہ زہیر اپنے باپ سے ذکر کرتا ہے کہ اس نے جعفر صادقؒ کو کہا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے وہ کہتا ہے کہ آپ ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں سے اظہار براءۃ کیا کرتے ہیں تو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ تیرے ہمسایہ اور پڑوسی سے

اللہ بری ہو اللہ کی قسم مَیں امید کرتا ہوں کہ قرابت و رشتہ داری کی وجہ سے جو ہم کو ابوبکرؓ کے ساتھ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں (قیامت میں) نفع دیگا"

(تہذیب التہذیب، ج ۲ ص ۱۰۴۔ تذکرہ جعفر صادق بن محمد باقر)

(۴) ـــ عن جعفر وقد سئل عن ابی بکرؓ و عمرؓ فقال انبرأ ممن تبرأ منهما فقیل له لعلک تقول ھذا تقیۃ فقال اذاً انا بریٔ من الاسلام و لا نالتنی شفاعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعنہ قال ما ارجو من شفاعۃ علیؓ الا وانا ارجو من شفاعۃ ابی بکر مثلہ۔

وعنہ انہ قال اللہ بریٔ ممن بریٔ من ابی بکرؓ و عمرؓ۔ وعنہ قد قیل لہ ان فلانا یزعم انک تبرأ من ابی بکرؓ و عمرؓ؟ فقال جعفر اللہ بریٔ منہ انی لارجو ان ینفعنی اللہ بقرابتی من ابی بکرؓ۔

(الریاض النضرۃ باب ذکر ماروی عن جعفر بن محمد ج ۱ ص ۵۹۔ بحوالہ ابن السمان فی الموافقۃ)

"ہر چہار روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جعفر صادق سے شیخینؓ کے متعلق سوال کیا گیا۔ امام نے فرمایا کہ جو شخص ان دونوں سے اپنی برأت ظاہر کرتا ہے میں ایسے شخص سے بالکل بَری ہوں، کسی نے کہا کہ آپ شاید یہ کلمات بطورِ تقیہ کے فرمارہے ہوں تو فرمایا اگر مَیں یہ کلام تقیہ کے طور پر کروں تو مَیں اسلام سے بَری ہوں اور مجھے شفاعتِ پیغمبرؐ ہی نصیب نہ ہو"

اور امام سے یہ بھی مروی ہے، فرمایا کہ جتنا قدر مجھے علی المرتضیٰ سے سفارش کی امید ہے اتنا قدر ہی مجھے ابوبکرؓ سے بھی شفاعت کی توقع ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ سے بری و بیزار ہو اللہ تعالیٰ اس سے بری ہوں۔ کسی شخص نے امام کو کہہ دیا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ آپ ابوبکرؓ و عمرؓ سے تبرّی و بیزاری

کرتے ہیں۔ امام جعفر نے فرمایا کہ جو ایسا کہتا ہے اللہ اس سے بَری ہوں۔ مجھے ان کی قرابت داری کی وجہ سے انتفاع اور نفع کی امید ہے۔"

(اور اس خاندان کی صدیقی خاندان کے ساتھ رشتہ داری کی وضاحت عنقریب آرہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ)۔

(۵)۔ ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب "معرفۃ علومِ حدیث" کے نوع سابع عشر میں فضیلت صدیقی کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں امام جعفر کا قول وہاں درج ہے لکھتے ہیں کہ:-

——— ومن اولاد البنات جعفر بن محمد الصادق وكان يقول ابوبكر جدّى افيسبّ الرجل جدّه لاقدّمنى الله ان لم اقدّمه۔"

(معرفۃ علوم حدیث للحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ
ص ۵۱ (نوع سابع عشر) حیدر آباد دکن)

"اس کا حاصل یہ ہے کہ امام صادق فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر تو میرے جد ہیں۔ کیا کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کو دشنام دے سکتا ہے؟ اگر میں ان کو مقدم نہ سمجھوں تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی (کسی مقام پر) مقدم نہ کرے۔"

امام کا یہ مذکور قول "احقاق الحق"[1] میں قاضی نور اللہ شوستری مرعشی نے نقل کرنے کے بعد

---

[1] قولہ احقاق الحق الخ ناظرین کی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ پہلے شیعوں کے فاضل ابن مطہر الحلی متوفی ۷۲۶ھ نے ایک کتاب "کشف الحق منہج الصدق" تحریر کی تھی۔ کشف الحق کا جواب علامہ فضل اللہ بن روزبہان بن فضل اللہ شیرازی اصفہانی نے ۹۰۹ھ میں لکھا۔ یہ بزرگ شافعی المسلک سنی تھے اس تصنیف کا نام "ابطال نہج الباطل" ہے۔ پھر ابطال نہج الباطل کا رد قاضی نور اللہ شوستری مرعشی شیعی (مقتول ۱۰۱۹ھ در عہد جہانگیری) نے "احقاق الحق" کے نام سے لکھا ہے (احقاق الحق شوستری کی سات جلدوں میں مکتبہ اسلامیہ تہران کی طرف سے تازہ شائع ہو کر آئی ہے۔ السید شہاب الدین نجفی کی تعلیقات سے مرصّع ہے۔ اس سے قبل مصر وغیرہ میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ (منہ)

اس کی تردید کی بڑی کوشش کی ہے۔ آخر الحیل وہی پرانا حربہ استعمال فرمایا ہے لکھتا ہے کہ کسی شخص نے امام پر سبِّ ابی بکر کا الزام لگایا تو امام دفع تہمت کے طور پر اس سے ادنیٰ اور کم درجہ کی کلام کس طرح کر سکتے تھے؟

(سوق الحدیث صریح فی صدوره علی وجه التقیة الخ (۱) احقاق الحق جلد اول ص ۷ - طبع مصر (۲) احقاق الحق ص ۱۵ - طبع تہران)

سیاقِ کلام تصریح کر رہی ہے کہ یہ کلام تقیہ کی بنا پر امام نے کی ہے۔"

ناظرینِ کرام خود انصاف فرمائیں۔ امام صاحب کا فرمان صاف صاف بتلا رہا ہے کہ آباؤ اجداد کو گالی کوئی نہیں دیتا۔ وہ (یعنی ابوبکر) تو میرے جدِ امجد ہیں ان کو کیسے سبّ کر سکتا ہوں؟ یہ محبین بزرگ فرما رہے ہیں کہ امام نے تقیہ کر کے کہا ہے۔

اگر یہ تقیہ مبارکہ اس طرح عام ہے تو ان کی رشتہ داری (یعنی ابوبکر الصدیق کا جعفر صادق کے لیے دوہرا نانا ہونا جیسا کہ عنقریب مفصل ذکر آتا ہے) بھی تقیہ کی وجہ سے ہو گئی تھی؟ جو رشتے دیئے وہ بھی؟ جو رشتے لیے وہ بھی سب کے سب تقیہ ہوتے؟ کون مسلمان یہ تسلیم کر سکتا ہے؟ یہ رشتوں کا لینا دینا اوپر اوپر سے ہوتا رہا، حقیقتہً نہیں ہوا؟

ایک اور روایت

(۱)۔ احقاق الحق میں قاضی نور اللہ نے امام جعفر صادقؒ سے ایک اور روایت نقل کی ہے اس میں بھی امام موصوف نے سیدنا ابوبکر الصدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کی توصیف و تعریف اور منقبت کمال درجہ کی ذکر کی ہے۔ ناظرین کے لیے درج کی جاتی ہے:۔

انه سأل رجل من المخالفین عن الامام الصادق علیه السلام فقال یا ابن رسول الله ما تقول فی حق ابی بکرؓ و عمرؓ فقال علیه السلام هما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق و ماتا علیه فعلیهما رحمة الله یوم القیامة۔ (۱) احقاق الحق، قاضی نور اللہ طبع مصری ج اقدیم ص ۱۶

(۲) احقاق الحق مع تعلیقات نجفی، طبع تہرانی، ج ا ص ۷، سن طباعت ۱۳۷۶ھ

" اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مخالفین (یعنی اہل السنۃ والجماعۃ) میں سے ایک شخص نے جعفر صادقؒ سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کیا تو امام موصوف نے جواباً فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں (تمام اہلِ اسلام) کے امام تھے۔ دونوں عدل کرنے والے اور انصاف کرنے والے تھے۔ دونوں حق پر قائم رہے اور حق پر ہی ان کا خاتمہ ہوا۔ پس ان پر اللہ تعالیٰ قیامت میں رحمت نازل فرمائے"

ناظرین کے سامنے اصل روایت کی عبارت اور ترجمہ پیش کر دیا گیا۔ امام کی عبارت شیخین کی بہت بڑی فضیلت و منقبت صاف صاف بیان کر رہی ہے۔ کوئی مغلق عبارت و پیچیدہ کلام نہیں جس کی تشریح و توضیح کی ضرورت پیش آئے لیکن شیعہ علماء کو خدا خیر سمجھائے۔ اس عبارت مذکورہ کی ایسی توجیہیں کر ڈالی ہیں جن کو سن کر خدا کے فرشتے بھی حیران ہوں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

؎ تاویل بڑھ کے اقرب بالکفر ہو گئی
کچھ بھی نہیں ہے شیخ تیرے علم و فن سے دور

اس عبارت کو توڑ مروڑ کر جو تاویلیں انہوں نے کی ہیں وہ اہلِ علم رجوع فرما کر خود ملاحظہ کریں۔

اصل ان کا جواب تقیہ بلیّہ ہے۔ باقی جوابات تو مضحکہ خیز اور مسخرہ پن سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اور تقیہ میں ان کے سب دردوں کی دوا ہے اور ان کی سب بیماریوں کی شفا ہے۔ اگرچہ تقیہ کی وجہ سے ائمہ کرام کی پوزیشن نہایت داغدار ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس بات کی ان دوستوں کو کوئی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

شیعہ روایت

(۷) — فروع کافی جلد دوم کتاب المعیشۃ میں امام جعفرؒ نے ابوبکر الصدیقؓ، ابوذر غفاریؓ اور سلمان فارسیؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی توصیف میں یہ کلام کیا ہے کہ

"من ازهد من هؤلاء وقد قال فیهم رسول الله صلی الله علیه وآله ما قال"

(فروع کافی جلد دوم کتاب ص ۔ المعیشۃ ۔ طبع لکھنؤ)

(یعنی ان تینوں بزرگوں سے (امت میں سے) کون زیادہ زاہد اور تارک الدنیا ہے؟ اور حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں جو فرمان دیا ہے وہ اپنی جگہ ہے"

معلوم ہوا کہ ترکِ دنیا اور زہد کے مقام پر ابوبکر الصدیق کا اوّل نمبر ہے اور یہ ان کی فضیلت ائمہ کے ذریعہ اُمّت کو معلوم ہوئی۔

شیعہ روایت:

(۸) ذیل میں جعفر صادق کی وہ روایت درج ہے جو سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شیعی متوفی ۴۳۶ھ نے کتاب الشافی میں کتاب المغنی سے ذکر کی ہے:۔

— والمروی عن جعفر بن محمد انه کان یتولاهما ویاتی القبر فیسلم علیهما مع تسلیمه علی رسول الله صلی الله علیه وسلم ۔

روی ذالک عباد بن صهیب وشعبة بن الحجاج ومهدی بن هلال والدار وردی وغیرهم ۔

(۱) کتاب الشافی ص ۲۳۸ ۔ طبع قدیم بمعہ تلخیص ۔۔۔

(۲) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی، جزء سادس عشر الفصل الثالث، ص ۳۰۶ ۔ طبع قدیم ایرانی ۔ و شرح نہج البلاغہ حدیدی طبع بیروتی، ج ۴ ص ۱۴۰، جلد رابع الفصل الثالث بحث فدک۔

"یعنی جعفر صادقؒ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں کے ساتھ دوستی اور مودۃ رکھتے تھے اور جس وقت حضور نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم (کی قبر شریف پر) سلام و تسلیمات عرض کرنے کے لیے حاضر ہوتے تو ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبور پر بھی سلام کہتے تھے۔

اس چیز کو عباد بن صہیب، شعبہ بن حجاج، مہدی بن ہلال دار وردی وغیرہ وغیرہ لوگوں نے روایت کیا۔"

ناظرین کرام کی آگاہی کے لیے عرض ہے کہ تقیۃ کے سوا روایت لہذا کا بھی کوئی معقول جواب نہیں پیش کر سکے۔ آخر الحیل ان کے پاس تقیۃ ہے۔

(۹) ۔ امام جعفر صادقؒ کے بیانات کے بعد آخر میں امام موسیٰ رضاؒ کی ایک روایت نقل کرنا مناسب خیال کیا ہے جو انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کرام سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے:

۔ ۔ ۔ ۔ عن الحسن بن علیؑ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد۔"

(۱) کتاب معانی الاخبار لابن بابویہ القمی ص ۱۱۰ طبع ایرانی قدیم طبع ۔ الشیخ الصدوق متوفی ۳۸۱ھ)

(۲) تفسیر حسن عسکری تحت آیۃ اَوَکُلَّمَا عَاھَدُوْا عَھْدًا نَّبَذَہٗ فَرِیْقٌ الخ پارہ اول۔

"مطلب یہ ہے کہ امام حسنؓ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابوبکرؓ میرے ہاں بمنزلہ کان کے ہیں اور عمرؓ میرے نزدیک بمنزلہ آنکھ کے ہیں اور عثمان میرے ہاں بمنزل دل کے ہیں۔"

ان حضرات کی توقیر و تعظیم و فضیلت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ائمہ کے

ذریعہ منقول ہے اور معتبر روایات کی وساطت سے مذکور ہے۔ اس کے بعد اب مزید کونسی شہادات کی کمی ہے جس کو نقل کیا جائے؟

ائمہ کے فرمودات اور بیانات کے بعد اب ہمارا ارادہ ہے کہ ان ہر دو خاندانوں کے درمیان جو تعلقات رشتہ داری کے ذریعہ قائم ہیں ان کو بھی مسلمانوں کے سامنے یکجا کر کے پیش کر دیا جائے۔ اہلِ علم تو پہلے سے ہی ان کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اب ذرا عوام کو بھی واقفیت کرادی جائے تاکہ ہر ایک کی معلومات میں اضافہ ہو سکے اور مزید غور و خوض کا موقعہ بھی میسر ہو جائے۔

فصل (۶)

فصل ششم میں ان دونوں خاندانوں (بنی ہاشم، آلِ ابی طالب اور قبیلہ صدیق اکبرؓ) کے روابط رشتہ داری کی صورت میں جو تاریخ اسلامی میں پائے جاتے ہیں وہ ذکر کرنے کا مقصد ہے۔ ان کی رشتہ داری کے تعلقات معلوم کر لینے سے ان شبہات کا خود بخود ازالہ ہو جاتا ہے جو لوگوں نے بے اصل اور غیر صحیح روایات کے ذریعہ عوام تک پہنچا دیئے ہیں۔ ایک خاندان کا دوسرے خاندان کے ساتھ جب رابطۂ نسبی قائم ہو جاتا ہے تو وہ افراد باہمی قریب تر ہونے کی وجہ سے بہ نسبت دوسرے افراد اور دیگر لوگوں کے اپنے خانوادہ کے حالات اور واقعات سے نہایت اچھی طرح واقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان تعلقات کی بہتری اور روابط کی درستگی پر خاندانی قرابت کی وساطت سے خوب ضو افشانی ہو گی اور بہترین روشنی پڑے گی۔

طبقات و تراجم اور رجال و انساب کی کتابوں سے مندرجۂ ذیل رشتے دستیاب ہوتے ہیں۔ ملاحظہ فرما دیں :-

اوّل

سب سے اوّل حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کا تعلق زوجیت تحریر کیا جاتا ہے۔ احترام و اکرام اور تبرک دونوں حیثیات سے اس رشتہ کو بہ نسبت دوسروں کے مقدم لانا لازم ہے۔

حضرت ابوبکر الصدیقؓ بن ابی قحافہ نے اپنی صاحبزادی عائشہ محترمہ، جن کی ماں کا نام

اُمِّ رومان ہے) کا نکاح حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ یہ نکاح مکہ میں کر دیا گیا اور اس کی رخصتی مدینۂ طیبہ میں ہوئی تھی۔

اس مبارک نکاح اور مبارک رشتہ کے لیے کسی حوالہ کتابی پیش کرنے کی حاجت نہیں۔ یہ رشتہ تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلّم اور صحیح ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ فریقین اہل السُّنۃ والجماعۃ واہلِ تشیّع حضرات کی کتابوں میں اس نکاح کے متعلق کوئی اختلاف، کوئی نزاع موجود نہیں۔ سب درست تسلیم کرتے ہیں۔

اس رشتہ کی وجہ سے سردار انبیاء ابوبکر الصدیقؓ کے داماد ہوئے اور ابوبکر الصدیقؓ حضور سرورِ کائنات کے سسرال ہوئے۔ اور عائشہ صدیقہؓ ام المومنین ہوئیں۔ اور جہاں تمام اُمتِ مُسلمہ کی ماں ہیں وہاں حضرت علیؓ کی اور حضرت فاطمہؓ اور دیگر دختران رسولؐ کی بھی قابلِ صد احترام ماں ہیں۔ قرآن مجید اس مسئلہ کے لیے شاہدِ عادل ہے۔ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (اس نبی کے تمام ازواج تمام مومنوں کی مائیں ہیں)۔

دوم

دوسرے مقام پر اسماء بنتِ عُمیس خثعمیہ کی رشتہ داری کا تعلق درج کیا جاتا ہے۔

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ:

(۱) اسماء بنت عُمیس کے متعلق ہم نے سابقاً کچھ مختصر سا ذکر حضرت فاطمہؓ کے حالات میں کیا ہے۔ اب مزید کچھ حالات یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔ پہلے تو یہ اسماء جعفر بن ابی طالب (حضرت علیؓ کے حقیقی برادر، جو جعفر طیارؓ کے نام سے مشہور ہیں) ان کی بیوی تھیں۔ ان کا غزوۂ موتہ میں شہادت (جو ۸ھ میں ہوئی تھی) کے بعد حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے نکاح میں آئیں۔ یہ حضرت علیؓ کی بھاوج ہیں اور حضور علیہ السلام کی سالی ہیں اور وہ نبوت کا دورِ مقدس تھا۔ لہٰذا واضح امر ہے کہ یہ نکاح حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور حضرت علیؓ کی

اجازت و رضامندی کے بغیر ہرگز نہ ہُوا ہوگا۔ جعفر طیّارؓ کے اسماءؓ سے دو بچّے ہوئے جن کا نام عبداللہ و محمد ہے۔ اور ابوبکر الصدّیقؓ کا ایک بچّہ اسماءؓ سے ہُوا تھا جس کا نام محمّد ہے۔ پھر صدّیق اکبرؓ کی وفات کے بعد اسماءؓ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ سے ہُوا۔ علی المرتضیٰ کے اسماءؓ سے دو بچّے ہُوئے، ایک کا نام عون بن علی ہے اور دوسرے کا نام یحییٰ بن علی ہے۔ اِس طریقہ سے جعفر طیّارؓ و صدّیق اکبرؓ و علی المرتضیٰؓ کی وہ اولاد جو اسماءؓ سے ہوئی وہ سب آپس میں ماں جنے بھائی ہیں۔ ان کا باہمی مادرزاد بھائی ہونا یہ ایک مستقل برادرانہ نسبت ہے۔

(۲) دوسرے نمبر پر یہ عرض ہے کہ اسماءؓ بنت عُمیس کی قریبًا نو عدد ماں جائی بہنیں ہیں یعنی خواہرانِ مادرزاد ہیں۔ انہیں کو اخواتُ الاُمّ کہا جاتا ہے۔ ایک تو امّ المومنین میمونہ بنت الحارث کی اسماءؓ بہن ہے۔ دوسرا حضرت عباسؓ بن عبدالمطّلب کی بیوی امّ الفضل لبابہ بنت الحارث کی اسماءؓ بہن ہے۔ تیسرا حضرت حمزہؓ سیّدالشہداء کی بیوی سلمیٰ بنت عُمیس کی اسماءؓ بہن ہے۔ پس اس ذریعہ سے حضور علیہ السّلام نبی مقدس رسولِ معظّم اور حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ان تمام حضرات کے لیے صدّیقؓ کی بیوی اسماءؓ بنت عُمیس سالی ہوئی۔ اور یہ تمام بزرگ اور صدّیق اکبرؓ باہم ہم زلف ٹھیرے۔ یہ تمام چیزیں نسبی اعتبار سے بڑی اہم ہیں۔

(۳) ان تمام روابطِ رشتہ داری کے ساتھ ساتھ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی خدمات اسماءؓ بنت عُمیس اس دَور میں ادا کرتی رہیں جس زمانہ میں وہ ابوبکر الصدّیقؓ خلیفۂ اوّل کی بیوی تھیں۔ ان کے حبالۂ نکاح کے دوران میں اَسماءؓ نے یہ ساری خدمات سرانجام دیں۔ ان حالات اور ان واقعات کی روشنی میں ناظرینِ کرام تدبّر و تفکّر کریں کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابوبکرؓ الصدّیق کے باہمی مناقشات، منازعات، مقاطعات قائم و دائم رہنے کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے؛ عدل و انصاف سے کام لے کر جو حق بات نظر آئے اس کی حمایت فرما دیں۔

—— ۔ واضح ہو کہ اسماء بنت عُمَیس کے یہ نسبی تعلقات مندرجہ ذیل کتابوں میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ زیادہ فرصت نہ ہو تو صرف ان کتابوں کا مطالعہ کافی ہو گا۔

(۱) "کتاب المحبّر" لابی جعفر بغدادی، ص ۱۰۶، ۱۰۷، و ص ۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴۔

(۲) "الاستیعاب" لابن عبدالبرّ، ذکر اسماء بنت عُمَیس، ج ۴ ص ۲۲۱، ۲۲۲۔ معہ اصابہ، طبع مصری۔

(۳) "اسد الغابہ" لابن اثیر الجزری، جلد ۵ ص ۳۹۵، ذکر اسماء ہذا۔ طبع تہران۔

اور شیعہ علماء و مجتہدین نے بھی اسماء بنت عُمَیس کے احوال بڑے عمدہ درج کیے ہیں۔ تفصیلات کا یہ موقع نہیں ہے۔ ناظرین کی تسلّی کی خاطر چند ایک عبارتیں شیعہ دوستوں کی نقل کی جاتی ہیں۔ مندرجہ احوال کا صرف ایک فریق کی طرف سے ہی مذکور ہونا نہ تصوّر کیا جائے بلکہ فریقِ ثانی بھی ان چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

صاحب کشف الغمّہ (علی بن عیسٰی الاربلی شیعی نے (بحث تزویج علیؓ با سیّدہ فاطمہؓ) میں اسماء بنت عُمَیس کا حال مختصر الفاظ میں درج کیا ہے۔ لکھتا ہے کہ:

(۱)

اسماء ھٰذہ امرأۃ جعفر بن ابی طالب علیہ السّلام و تزوّجہا بعدہٗ ابوبکر فولدت لہ محمدًا و ذالک بذی الحلیفۃ مخرج مخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم الی مکۃ فی حجۃ الوداع فلما مات ابوبکرؓ تزوّجہا علی بن ابی طالب علیہ السلام فولدت لہ الخ

(کشف الغمّہ، ص ۵۰۰، ۵۰۱۔ جلد اوّل بمع ترجمہ فارسی طہرانی طبع۔ بمع ترجمۃ المناقب از علی بن حسین زواری)

فارسی ترجمہ از ترجمۃ المناقب:۔

"(اسماء بنتِ عُمَیس) اوّلاً زنِ جعفر بن ابی طالب بود بعد از شہادتِ جعفر

ابوبکرؓ او را خواستہ محمد بن ابی بکرؓ از او متولد شد و ایں در ذی الحلیفہ بود کہ پیغمبرؐ از آن جا بمکہ رحلت فرمود در حجۃ الوداع۔ و چوں ابوبکرؓ وفات کرد امیر المؤمنین علیؓ او را خواست و از او فرزند شد۔"

(ترجمۃ المناقب برحاشیہ کشف الغمہ ص ۷۰۰-۷۰۱ جلد اول طبع جدید طہرانی)

(۲)

صدی یازدہم کے مجتہد ملا محمد باقر مجلسی نے اپنی آخری تصنیف "حق الیقین" (بحث فدک و مشاجرت شیخین درباب قتل علیؓ) میں اسماءؓ کے متعلق لکھا ہے کہ:

"اسماء بنت عمیس کہ دراں وقت زن ابوبکر بود و سابقاً زنِ جعفر طیارؓ و از شیعان حیدر کرار بود۔"

(۱) مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ شوستری مجلس چہارم تحت تذکرہ محمد ابی بکرؓ۔
(۲) حق الیقین ص ۱۱۹ از ملا باقر صاحب طبع مطبع جعفری واقع لکھنؤ مطبوعہ ۱۳۰۰ھ قدیم طبع۔ تحت مشاجرہ شیخین درباب قتل علیؓ۔

(۳)

اب شارح نہج البلاغہ صاحب درۃ النجفیہ فاضل ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی شیعی نے "درۃ نجفیہ" میں اسماء بنت عمیس کا تذکرہ کیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمادیں لکھا ہے کہ

"ام محمد هی اسماء بنت عمیس وکانت تحت جعفر بن ابی طالب وهاجرت معه الی الحبشة فولدت له عبد الله بن جعفر وقتل عنها یوم موتة فتزوجها ابوبکر فاولدها محمداً ثم لما مات عنها تزوجها علیؓ وکان محمد ربیبه ..... وکان علیؓ علیه السلام یقول محمد ابنی من ظهر ابی بکرؓ. الخ"

(دُرّہ نجفیہ ص ۱۲۳ مطبوعہ ایران قدیم طبع۔ تحت من کلام لہ
علیہ السّلام لما قلد محمد بن ابی بکر مصر فملکت علیہ فقتل الخ)

"حاصل کلام یہ ہے کہ محمد بن ابی بکرؓ کی ماں کا نام اسماء بنت عُمیس ہے جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں تھی اور اس نے جعفر کے ساتھ ہجرتِ حبشہ کی پس ایک بچہ عبداللہ نامی متولد ہُوا پھر دغزوہ موتہ میں فوت ہو گئے تو ابوبکرؓ نے اس سے نکاح کیا اور محمد نامی لڑکا پیدا ہُوا پھر جب ابوبکرؓ فوت ہو گئے تو علی رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کرلی اور یہ پہلا لڑکا محمد وہ علی المرتضیٰ کے پاس رہا اور ان کا ربیب یعنی لے پالک کہا جاتا تھا حضرت علیؓ پیار کے اور یہ اس کو فرمایا کرتے کہ ابوبکرؓ کی پشت سے میرا بیٹا محمد ہے"

سوم

اب تیسرے نمبر پر مندرجہ ذیل رشتہ داری پیش کی جاتی ہے۔ عام ناظرین شاید اس سے قبل مطلع نہ ہوں۔

ایک چیز تو یہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اپنی زوجہ قریبۃ الصغریٰ کی وجہ سے سرورِ دوعالم نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہم زلف ہیں۔ ام سلمہؓ (ام المومنین) بنت ابی امیہ بن مغیرہ کی بہن قریبۃ الصغریٰ بنت ابی امیہ بن مغیرہ ہے۔ فلہذا عبدالرحمٰن کے لیے اُم المومنین ام سلمہؓ سالی ہوتی ہیں۔

دوسری یہ چیز قابلِ ذکر ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی قریبۃ الصغریٰ زوجہ سے لڑکی متولّد ہوئی اس کا نام حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہے۔ پھر اس کا نکاح المنذر بن زبیر بن عوام سے ہُوا۔ پھر اس کے بعد حسین بن علی بن ابی طالب کے نکاح میں آئی۔ پھر اس کے بعد عاصم بن عمر بن خطاب کے نکاح میں آئی۔ بس اتنا فرق موجود ہے کہ بعض نے سیّدنا حسین کے نکاح میں آنا مقدم ذکر کیا ہے بعض نے منذر کے نکاح میں آنا پہلے درج کیا ہے۔ عبارات ذیل

ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔ و سالفہ (النبی صلی اللہ علیہ وسلم) عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ۔ خلف علی تربیتہ النصغریٰ بعد مدینہ فولدت لہٗ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن۔"

(کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی ص ۱۰۲)

(۲)۔ حفصہ بنت عبد الرحمٰن (بن ابی بکر الصدیق)۔۔۔۔ زوجتہا اباہا (المنذر بن زبیر بن عوام) فولدت لہٗ عبد الرحمٰن وابراھیم وتربیۃ ثم خلف علیہا بعد المنذر حسین بن علی بن ابی طالب و تدروت حفصۃ عن ابیہا وعن عمتہا عائشۃؓ وعن خالتہا ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سماعا۔"

(طبقات ابن سعد جزء ثامن ص ۳۴۴ طبع لیدن یورپ تذکرہ حفصہ بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ)

(۳) وتزوجت حفصۃ بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ الحسین بن علی بن ابی طالب ثم عاصم بن عمر بن الخطاب ثم المنذر بن الزبیر۔"

(کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی ص ۴۴۰ طبع دکن)

"حاصل یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کی پوتی (حفصہ مذکورہ) سیدنا حسین بن علیؓ کے نکاح میں تھی۔ پس ان تمام مندرجات سے ثابت ہوا کہ خاندانِ صدیقی اور خاندان بنی ہاشم کی رشتہ داریاں باہمی قائم تھیں جو دونوں خاندانوں کے بزرگوں کے تعلقات اور مراسم کو واضح کرتی ہیں۔"

چہارم

اس کے بعد مزید ایک نسبی تعلق ان دونوں خاندانوں کے درمیان ذکر کرنا مناسب خیال

کیا ہے۔ اہلِ علم قبل ازیں اس سے واقف ہونگے۔ عام ناظرین کو شاید اس کا علم نہ ہو تو اب خاص و عام سب کو واقفیتِ عامہ ہو جائے گی اس لیے یہ رشتہ ذکر کیا جاتا ہے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق اور حضرت علی المرتضیٰ کے پوتے علی بن الحسین (زین العابدین) آپس میں خلیرے بھائی ہیں یعنی باہمی دونوں خالہ زاد برادر ہیں۔ شاہِ فارس یزدجرد کی لڑکیوں کی اولاد ہیں۔ ایک لڑکی محمد بن ابی بکر کے نکاح میں تھی، دوسری لڑکی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔ ان دونوں بہنوں سے

ف۱ قولہ شاہ فارس یزدجرد۔ الخ اہلِ علم کی آگاہی کے لیے عرض ہے کہ بنات یزدگرد کا فاروقی عہدِ خلافت میں محبوس ہو کر آنا اور حضرت علیؓ کی تحویل میں ہو کر ان صاحبزادگان میں تقسیم ہونا وغیرہ وغیرہ اس روایت پر اس دور کے بعض علماء نے نقد و جرح کی ہے جو اچھی خاصی وزنی ہے اور لائقِ توجہ ہے۔

بنابریں ہم اس واقعہ کو بشرطِ صحت وعلی سبیل التسلیم فرض کر کے ذکر کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ اولاً اس میں یہ گنجائش باقی ہے کہ یہ لونڈیوں (یعنی آما) کا واقعہ پیش آیا ہو لیکن فاروقی دور کا نہ ہو، مابعد کے زمانہ کا ہو۔ نیز یہ بھی محتمل ہے کہ یہ لونڈیاں (باندیاں) بناتِ یزدگرد نہ ہوں بلکہ کسی دوسرے مفتوحہ علاقہ کے قبائل سے تعلق رکھتی ہوں بحیثیت آما (لونڈیاں) ان صاحبزادوں کو عنایت کی گئی ہوں۔ یہ چیز بعید از قیاس اور دور از واقعات نہیں ہے یعنی اصل واقعہ درست ہو لیکن رواۃ کی طرف سے اس کی متعلقہ تشریحات و تفصیلات میں خلط ملط کر دیا گیا ہو۔ ثانیاً یہ عرض ہے کہ شیعہ کے معتبر علماء نے ان دونوں (قاسم بن محمد و علی بن الحسین) کے خالہ زاد برادر ہونے کے واقعہ کو تسلیم کر کے بغیر نقد و جرح کے اس کو اپنے ہاں درج کیا ہے۔ پس ہم اس رشتہ کو بطور الزام کے اور ان کے ہاں مسلّم ہونے کی حیثیت سے پیش کر سکتے ہیں۔

شیعہ حوالہ جات مندرجہ بالا نقل در نقل نہیں ہیں۔ براہِ راست ہمارے مشاہدہ کیے ہوئے ہیں۔ نیز اس واقعہ کے متعلق شیعہ اکابرین کے مزید اقوال بھی ہمیں معلوم ہیں جو اس سے مفصّل ہیں۔ اگر ضرورت معلوم ہوئی تو حصۂ فاروقی میں انہیں پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (منہ)

یہ اولاد ہوئی جو آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔

اہل سنت علماء کی کتابوں (مثلاً تاریخ ابن خلکان، تذکرہ علی بن الحسین جلد اول ص ۳۲۰ طبع قدیم اور تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی جلد ثالث ص ۴۳۸، تذکرہ سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب، طبع دکن) وغیرہ میں یہ واقعہ اپنی ضروری تفصیل کے ساتھ موجود ہے لیکن ہم نے صرف ان دونوں محمد بن ابی بکر کے بیٹے قاسم اور امام حسینؓ کے بیٹے زین العابدین کے خالہ زاد ہونے کو لیا ہے۔ باقی مزید تفصیل کچھ چھوڑ دی ہے۔ حصہ فاروقی میں اگر مناسب ہوا تو شاید پوری تفصیل ماخوذ کی جائے۔

اور شیعہ کے معتبر علماء نے اپنی معتبر تصانیف میں اس رشتہ کو صحیح تسلیم کر کے درج کیا ہے۔ چند ایک حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ اپنی تصنیف "الارشاد" میں لکھتا ہے کہ:

"ذبعث إليه ابنتي يزدجرد بن شهريار بن كسرى فنحل ابنه الحسن عليه السلام شاه زنان منهما فاولدها زين العابدين عليه السلام ونحل الاخرى محمد بن ابي بكر فولدت له القاسم بن محمد بن ابي بكر فهما ابنا خالة"

(۱) الارشاد للشیخ محمد بن محمد بن النعمان الملقب بالمفید متوفی ۴۱۳ھ ص ۲۷۴ ذکر علی بن الحسینؑ۔ مطبوعہ تہران سن طباعت ۱۳۷۷ھ

(۲) کشف الغمہ جلد ثانی (علی بن عیسیٰ اربلی) (مع ترجمہ المناقب فارسی ج ۲ ص ۲۷۶ طبع جدید سن طباعت ۱۳۸۱ھ طبع ایرانی)

(۳) مجالس المومنین مجلس پنجم میں قاضی نور اللہ نے محمد بن ابی بکر کے تذکرہ میں بھی اس تعلق نسبی کو ذکر کیا ہے۔

"...... قاسم پسر خالۂ امام زین العابدین بود و مادر او دختر یزدجرد شہریار از بادشاہان عجم بود الخ" (مجلس پنجم مجالس المومنین فارسی طبع ایران)

(۴) ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں ذکر قصہ شہر بانو مادر علی بن الحسین کے تحت مذکورہ خالہ زاد ہونا دونوں بزرگوں کا مستقل درج کیا ہے لکھتے ہیں کہ "پس قاسم با امام زین العابدین خالہ زاد ہستند" الخ

(جلاء العیون فارسی حالات زین العابدین تحت قصہ شہر بانو طبع تہران۔ سن طباعت ۱۳۱۱ھ)

(۵) شیخ عباس قمی نے منتہی الآمال جلد دوم باب ششم فصل اول در ولادت و اسماء والقاب زین العابدین میں ذکر کیا ہے۔ الفاظ ذیل ہیں . . . .

. . . "حضرت علی را کہ شاہ زنان نام داشت بحضرت امام حسین علیہ السلام داد و حضرت امام زین العابدینؑ ازو بہم رسید و دیگرے را بمحمد بن ابی بکر داد و قاسم جد مادری حضرت صادق علیہ السلام ازاو بہم رسید پس قاسم با امام زین العابدین خالہ زاد بودہ اند"

(منتہی الآمال جلد دوم ص۳ باب ششم فصل حالات زین العابدین ولادت و القاب۔ مطبوعہ تہران ۱۳۷۹ھ)

ان تمام حوالہ جات میں سُنی علماء کے ہوں یا شیعہ مجتہدین کے، سب سے یہی ثابت ہوا ہے کہ قاسم بن محمد (صدیق اکبرؓ کا پوتا) اور علی المرتضیٰ کا پوتا زین العابدین ہر دو باہمی خالہ زاد برادر ہیں۔ اس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں۔ .

پنجم

اب دونوں خانوادوں کے درمیان وہ رشتہ پیش کیا جاتا ہے جو تمام اہل اسلام کے نزدیک تسلیم شدہ ہے اور فریقین کے ہاں اس میں کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں دیکھا گیا۔ وہ رشتہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر الصدیقؓ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کی لڑکی جس کا نام فروہ

کی کنیت کے ساتھ مشہور ہے (بعض علماء نے اس کا نام فاطمہؓ لکھا ہے اور بعض نے اس کا نام قریبہ ذکر کیا ہے) یہ امام محمد باقرؒ کے نکاح میں تھیں اور اُمّ فروہ سے امام جعفر صادق متولّد ہُوئے اور ایک ان کا بھائی عبداللہ نامی بھی اس اُمِ فروہ سے پیدا ہُوا

مزید واضح ہو کہ پھر ام فروہ کی ماں اور باپ دونوں صدّیقی ہیں۔ماں کا نام اسماء بنتِ عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ ہے اور والد کا نام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدّیقؓ ہے۔حاصل یہ ہے ابو بکر صدّیقؓ کی پوتی اور پوتا دونوں کی شادی ہوئی، ان سے اُمِ فروہ پیدا ہوئی جو جعفر صادقؒ کی ماں ہے۔اسی بنا پر جعفر صادقؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابو بکرؓ نے مجھے دو بار جنا ہے یعنی میرے دوہرے نانا ہیں (ولدنی ابو بکر مرتین)۔ابو بکر الصدّیقؓ میرے جدّ (من امام) ہیں (جس طرح کہ عنقریب حوالہ جاتِ ذیل میں ذکر ہو رہا ہے)۔کوئی شخص اپنے جد کو بُرا بھلا کہہ سکتا ہے؟

اب اس مسئلہ پر پہلے اہل السُّنۃ علماء کے صرف چند حوالہ جات نمونہ کے طور پر ذکر کیے جائیں گے اس کے بعد شیعہ اکابر و مجتہدین کے فرمودات درج ہونگے تاکہ مسئلہ ہذا پختہ ہو جائے اور قابلِ انکار نہ رہے۔

(۱) طبقات ابن سعد جلد خامس تذکرہ امام محمد باقرؒ میں مذکور ہے ...

فولد ابو جعفر، جعفر بن محمد و عبد اللہ بن محمد و امھما ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ الخ

(طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۳۵

طبع لیدن - یورپ قدیم طبع)

(۲) طبقات خلیفہ ابن خیاط میں لکھا ہے کہ:

.... وجعفر بن محمد بن علی بن الحسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب امہ ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ یکنی ابو عبد اللہ۔

توفی سنۃ ثمان و اربعین و مائۃ (سنہ ۱۴۸ھ)

(کتاب الطبقات ص ۲۶۹ - الطبقۃ السادسۃ لامام ابی عمر
خلیفہ ابن خیاط شباب العصفری المتوفی سنہ ۲۴۰ھ)

(۳) ابن قتیبہ دینوری سنہ ۲۷۶ھ نے اپنی کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ:

۔ ۔ ۔ فاما محمد بن علی (یعنی محمد باقر بن زین العابدین) فکان یکنّٰی
ابا جعفر وکان لہ فقہ ومات بالمدینۃ (سنہ ۱۱۷ھ) فولد محمد
جعفر بن محمد وعبد اللہ بن محمد امھما ام فروۃ بنت القاسم بن
محمد بن ابی بکر وامھا اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر۔

(المعارف لابن قتیبہ دینوری تحت اخبار علی بن ابی طالبؓ
ص ۹۴ - سن طباعت سنہ ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء - مصری)

ان ہر سہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

" امام محمد باقر (جن کی کنیت ابو جعفر ہے) کی اولاد اپنی زوجہ محترمہ
اُمّ فروہ سے جعفر اور عبد اللہ پیدا ہوئی۔ اور ام فروہ کا والد قاسم بن محمد بن ابی بکر
الصدیق ہے اور ام فروہ کی ماں عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق کی لڑکی اسماء ہے۔
محمد باقر فقیہ مدینہ تھے ان کی وفات سنہ ۱۱۷ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ اور ان
کے لڑکے جعفر صادق کا انتقال سنہ ۱۴۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔"

اہل سنت علماء نے یہاں جہاں امام محمد باقرؒ اور جعفر صادق کا تذکرہ تراجم اور رجال اور
طبقات کی کتابوں میں درج کیا ہے وہاں یہ رشتہ مذکورہ منقول پایا جاتا ہے۔ ہم نے صرف
چند قدیم علماء کے حوالوں پر اکتفا کر دینا مناسب سمجھا۔ زیادہ نقل کی حاجت نہیں ہے
اب شیعی مجتہدین کے فرامین بھی ملاحظہ فرما دیں، موجب اطمینان ہوگا۔
رشتہ ہذا کے متعلق شیعہ علماء و مجتہدین کے فرمودات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) - شیعی فاضل نوبختی نے اپنی کتاب "فرق الشیعہ" میں امام جعفر صادق کے احوال میں نقل کیا ہے:

"... و توفی صلوات اللہ علیہ بالمدینۃ فی شوال سنۃ ثمان واربعین ومائۃ وھو ابن خمس وستین سنۃ وکان مولدہ فی سنۃ ثلاث وثمانین ودفن فی القبر الذی دفن فیہ ابوہ وجدہ فی البقیع وامہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر وامہا اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر"

(کتاب فرق الشیعہ از ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی من اعلام القرن الثالث للہجرۃ ۔ مطبع حیدریہ نجف عراق ۔ سن طباعت ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء)

(۲) اصول کافی میں فاضل کلینی نے مولد امام جعفر صادق میں درج کیا ہے کہ:

"... امہ ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر وامہا اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر"

اور فاضل خلیل قزوینی نے الصافی شرح اصول کافی میں اس کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے کہ

"و مادرش ام فروہ دختر قاسم بن محمد بن ابی بکر بود و مادر ام فروہ اسماء دختر عبد الرحمٰن بن ابی بکر بود۔"

(الصافی شرح اصول کافی مبحث ہشتم کہ باب صد و ہفدہم مولد ابی عبد اللہ ص ۲۰۴ ۔ کتاب الحجۃ جزء سوم حصہ ۲ ۔ طبع نول کشور لکھنؤ)

(۳) "کشف الغمہ" میں علی بن عیسیٰ اربلی شیعی متوفی ۶۸۷ھ نے امام جعفر صادق کے حالات و فضائل و کمالات میں لکھا ہے:

"وامہ ام فروۃ واسمہا قریبۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق وامہا اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق"

ولذالک قال جعفر علیہ السلام ولقد ولدنی ابوبکر مرّتین۔ ولد عام الجحاف سنہ ثمانین (۸۰ھ) ومات سنۃ ثمان واربعین ومائۃ (۱۴۸ھ)۔

(کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ علی بن عیسیٰ الاربلی مع ترجمۃ المناقب جلد ثانی ص ۳۷۸۔ طبع جدید۔ تہران تبریز۔ سن طباعت ۱۳۸۱ھ)

(۴)۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں مشہور فاضل انساب سید جمال الدین بن احمد المعروف ابن عنبۃ متوفی ۸۲۸ھ نے امام جعفر صادق کے نسب و دیگر کوائف متعلقہ کے موقع میں تحریر کیا ہے:

... امّہ ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر و امہا اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر و لہذا کان الصادق علیہ السلام یقول ولدنی ابوبکر مرّتین[1] .... قد ولد سنۃ ۸۳ھ و توفی سنۃ ۱۴۸ھ وقیل سنۃ ۱۴۷ھ۔

(۴) عمدۃ الطالب ص ۱۹۵ المقصد الاوّل تذکرہ عقب محمد باقر مطبوعہ نجف اشرف عراق۔ سن طباعت ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء

(۵) تنقیح المقال عبداللہ ماممقانی ص ۷۳، باب الہمزۃ من فصل النساء۔ طبع نجف اشرف)

---

[1] قولہ ولدنی ابوبکر الخ۔ اہلِ علم کے فائدہ کے لیے عرض ہے کہ امام جعفر صادق کا یہ قول کشف الغمہ و عمدۃ الطالب کی طرح احقاق الحق شوشتری قاضی نوراللہ میں بھی موجود ہے نوراللہ نے قاضی روزبہان سے یہ نقل کیا ہے اور تقیۃ شریفہ کے سوا کوئی جواب معقول نہیں بنا سکے یہی تقیہ سب دردوں کی دوا اور شفا ہے اور بس۔ احقاق الحق مطبوعہ السعادۃ مصر (سن طباعت ۱۳۲۶ھ)، ۷ اص ۷ ملاحظہ کریں اور احقاق الحق طبع جدید مطبوعہ تہران ص ۲۹-۳۰ اور ص ۶۷-۶۸ جلد اوّل (سن طباعت ۱۳۷۶ھ) معاینہ کے قابل ہے۔ منہ

(۶) کتاب منتہی الآمال شیخ عباس قمی جلد دوم، باب ہشتم فصل در بیان ولادت واسم و لقب واحوال والدۂ آنحضرت (امام جعفر صادقؒ) ص ۱۲۰ - ۱۲۱ طبع تہران - (سن طباعت ۱۳۸۰ھ) میں بھی امّ فروہ امام جعفر صادقؒ کی مائی صاحبہ کا ذکر بہ نسبت ابوبکر الصدیقؓ کی اولاد ہونے کی صورت میں مذکور ہے۔"

اِن حوالہ جات پیش کردہ کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱)۔ امام جعفر صادقؒ ولد امام باقرؒ کی ولادت سن اسی یا تراسی ہجری (۸۰ھ یا ۸۳ھ) میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

(۲)۔ اور آپ کی وفات سن ہجری (۱۴۸ھ) میں مدینہ طیبہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(۳)۔ آپ کی والدہ کی کنیت (امّ فروہ) ہے بعض نے ان کا اصل نام قریبہ لکھا ہے۔ اُمّ فروہ ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کی لڑکی ہے اور امّ فروہ کی ماں ابوبکرؓ کی پوتی ہے اس کا نام اسماء دختر عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ہے یعنی امّ فروہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی نواسی ہے۔

(۴)۔ اور امام جعفر صادقؒ کہا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ نے مجھے دو بار جنا ہے اس لیے کہ ان کی اماں جان امّ فروہ کے ابوبکر دادا بھی ہیں اور نانا بھی ہیں۔"

خلاصہ اور ثمرۂ مرتّب

اس فصل میں ہم نے پانچ عدد نسبی تعلقات ہر دو خاندان کے ذکر کیے ہیں اور یہ رشتے مسلّمات میں سے ہیں۔ دونوں فریقوں کے نزدیک درست اور صحیح ہیں اور یہ تاریخی حقائق ہیں۔ مختلف فیہ مسائل نہیں ہیں۔

(۱) ۔ دنیا جانتی ہے کہ قبائل کی باہمی رشتہ داری ایک دوسرے کو قریب تر کرنے اور نزدیک تر رکھنے کا مستقل ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ ایک نفسیاتی اور فطری اصول ہے جو ہمیشہ سے شریف خاندانوں میں کارفرما چلا آتا ہے۔ یہ کوئی بحث و مباحثہ کے طریقہ سے منقح اور صاف کرنے کی چیز نہیں ہے۔ ہمیشہ سے ہر ملک میں تمام شریف اقوام و باعزت قبائل میں یہ دستور و اصول جاری و ساری ہے کہ آپس کی رشتہ داریاں قبیلہ کے افراد کو قریب تر کرتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ مالوف و مانوس کرتی ہیں۔

(۲) جب ان ہر دو خانوادوں میں نسبی روابط مدتہائے دراز سے چلے آرہے ہیں تو فطری طور پر اس امر کا مضبوط تر قرینہ ہیں کہ ان کے اکابر (صدیق اکبرؓ علی المرتضیٰ۔ سیدہ فاطمہؓ) کے درمیان کوئی مناقشہ اور کوئی منازعہ اس قسم کا نہیں پیش آیا جس میں انہوں نے ایک دوسرے کے بنیادی حقوق ضائع کر ڈالے ہوں یا ایک دوسرے کے حق میں "فتنہ و فساد" کی بنیاد قائم کر دی ہو یا ایک دوسرے کی بے حرمتی و بے عزتی کر کے شرارۃ و عداوۃ کا طوفان کھڑا کر دیا ہو۔

(۳) اور بالفرض والتقدیر ان حضرات اکابر میں کوئی اس قسم کے شر و فساد کی آتش سُلگ پکی تھی تو ان لوگوں کی اولاد سے وہ کیسے مخفی رہ گئی اور جلد تر وہ کیسے فراموش ہو گئی۔

ایک دوسرے کی زبانی تعریف غرض کی بنا پر وقتی طور پر ہو سکتی ہے لیکن نسبی روابط تو نسلاً بعد نسلٍ مدتہائے دراز تک چلتے رہتے ہیں۔ ان میں وقتی مصلحت اور دفع الوقتی کا شبہ ہرگز متصوّر نہیں ہو سکتا جس کو "تقیۂ شریفہ" کے عنوان سے بعض لوگ یاد کرتے ہیں۔

اہلِ فہم و فکر حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ بعد از وفاتِ نبوی کی داستانیں جن میں مظالم دکھلائے جاتے ہیں اور ستم و ظلم کی کہانی سنائی جاتی ہے ان کو بھی پیشِ نظر رکھیں اور ادھر یہ تعلقات دائمی اور ہمیشگی کے روابط کو سامنے لا کر موازنہ کریں۔ جو حق بات معلوم ہو اور واقعات کے مطابق نظر آئے اس کی حمایت فرما دیں۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے۔

فصل (۷)

فصل ہٰذا میں یہ ذکر ہوگا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد شریف میں سیّدنا ابوبکر الصدیقؓ اور سیّدنا عمر فاروقؓ اور سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اسماء گرامی پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک مستقل باہمی ربط و تعلق کی علامت ہے۔

(۱) اول تو جس شخص کے ساتھ انس و تعلق ہو اس کا نام اولاد میں رکھنا بہتر سمجھا جاتا ہے اور جس آدمی کے متعلق انقباض اور نفرت ہو اس کا نام اپنے گھرانہ میں کیا بلکہ اپنے حلقۂ اثر میں بھی کوئی پسند نہیں کرتا۔

(۲)۔ دوم یہ کہ مشہور نام لوگ اپنے اپنے قبائل میں بطور یادگار و یادداشت کے جاری رکھتے ہیں تاکہ ان مشاہیر کا ذکرِ خیر قبیلہ میں قائم رہے۔

(۳)۔ سوم۔ گاہے گاہے اپنے گذشتہ بزرگانِ قوم کے اسماء قبائل میں تبرک کی صورت میں اجراء کیے جاتے ہیں۔ یہ چیزیں عام معاشرہ میں مروّج ہیں کسی دلیل کی محتاج نہیں ہیں۔ ان فوائد و مصالح پر نظر کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرات خلفاء ثلاثہؓ کے ساتھ بنی ہاشم اور آلِ ابی طالب کو پوری محبت و عقیدت تھی اور ان کا احترام و اکرام ملحوظِ خاطر تھا جس کی بنا پر یہ اسماءِ متبرکہ اپنے ہاں مروّج کیے۔

نیز یہ کوئی اتفاقیہ واقعہ نہیں ہے جو ایک روز پیش آیا اور ختم ہو گیا بلکہ یہ تو نسباً بعد نسبٍ جاری و ساری رہا ہے۔ اور آج بھی تاریخِ اسلامی کے اوراق پر یہ اسماء گرامی بطورِ شاہد کے ایک دوسرے کے حق میں حُسنِ سلوک اور عقیدت مندی کی شہادت دے رہے ہیں۔

اس کے بعد ہم پہلے اپنی اہل السُّنّۃ کی کتابوں سے نمونہ کے طور پر صرف چند ایک حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ استیعاب پیش کرنا مقصود نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد شیعہ احباب کی کتب سے ان اسماء کو تائیدًا و تصدیقًا نقل کیا جائے گا۔ ناظرین کرام کو مسئلہ ہٰذا کے استحضار کرنے میں سہولت ہو گی۔ نیز حوالہ جات ہٰذا میں اختصارِ عبارت ملحوظ رکھا جائے گا۔

خلفاء ثلاثہ کے اسماء

اولاد علی المرتضیٰ میں

(۱) ابو عبداللہ المصعب بن عبداللہ الزبیری متوفی ۲۳۶ھ نے اپنی کتاب "نسبِ قریش" مطبوعہ دار المعارف مصر میں حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد شمار کی ہے وہاں ذکر کیا کہ:

"..... عُمَرَ بن علی و رقیّہ، وھما توأم۔ امھما الصھباء .... من سبی خالد بن الولید وکان عُمَر آخر ولد علی بن ابی طالب"

"..... العبّاس بن علیؓ ..... اِخوتہ لابیہ و امّہ بنو علی، وھم عثمانؓ و جعفر و عبد اللہ۔ فقُتِل اِخوتہ قبلہ۔"

(کتاب نسبِ قریش، ص ۴۳۔ ذکر اولاد علی بن ابی طالب)

(۲) اور ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ نے اپنی مشہور کتاب المعارف ص۹۲ پر بحث خلافت علی بن ابی طالب میں حضرت علیؓ کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے ان کے اسماء تحریر کیے ہیں:

"..... الحسنؑ و الحسینؑ و محسّنا ..... و محمّدا ..... و عبید اللہ و ابابکر ..... و عُمَر ..... و یحییٰ و جعفر و العبّاس و عبد اللہ الخ"

(کتاب المعارف لابن قتیبۃ الدینوری ص۹۲ مطبوعہ مصر طبعۃ الاولیٰ تحت ولد علیؓ بن ابی طالب)

(۴۳) ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے اپنی معروف کتاب جمہرۃ انساب العرب مطبوعہ مصر ص ۳۷ - ۳۸ بحث اولاد علی بن ابی طالب رضؓ میں ذکر کیا ہے :-

"الحسن ابا محمد الحسین ابا عبداللّٰہ والمحسن ابا عبد اللّٰہ

.... وعُمر اُمّہ الصہباء ..... والعباس ..... ابوبکر وعثمان

وجعفر وعبد اللّٰہ وعبید اللّٰہ ومحمد الاصغر ویحیٰی ......

.... وقتل ابو بکر وجعفر وعثمان والعباس مع اخیہم الحسینؓ ..."

(جمہرۃ الانساب لابن حزم ص ۳۷ - ۳۸ طبع مصری بریدالطبع جلد اوّل - ذکر اولاد امیر المومنین علیؓ)

ان سرسہ حوالہ جات مندرجہ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ :

"مصعب زبیری نے حضرت علیؓ کے لڑکوں کو شمار کرتے ہوئے چوتھے نمبر پر عمر بن علی کو ذکر کیا ہے - عمر بن علی اور صاحبزادی رقیہ بنت علی یہ دونوں بھائی بہن آپس میں توام یعنی جڑ دیں جنے ہوئے تھے - ان کی ماں کا نام الصہباء ہے - خالد بن ولید اس کو قید کرکے لائے تھے اور عمر بن علی حضرت علیؓ کے لڑکوں میں آخری لڑکا ہے اور پھر پانچویں نمبر پر عباسؓ بن علی ہے اور عثمانؓ بن علی - جعفرؓ بن علی - عبداللہ بن علی یہ تینوں ماں باپ کی طرف سے سگے ہیں اور یہ تینوں اپنے برادر عباس بن علی سے قبل کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

(نسب قریش، ص ۴۳ - طبع مصر - سن طباعت ۱۹۵۳ء)

ابن قتیبہ دینوری نے اولاد علی المرتضیٰ میں ابوبکر بن علی کو چھٹے نمبر پر اور عمر بن علی کو ساتویں نمبر پر درج کیا ہے۔

(معارف ابن قتیبہ دینوری، ص ۹۲ طبع مصری - سن طباعت ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۵ء)

ابن حزم نے جمہرۃ انساب العرب میں اولاد علیؓ کے تحت پانچویں نمبر پر عمر بن علی کو

شمار کیا ہے اور اس کی ماں کا نام الصہباء ہے۔ اور ساتویں نمبر پر ابوبکر بن علی اور آٹھویں نمبر پر عثمان بن علی کو ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابوبکر و عثمان و جعفر و عباس یہ تمام برادران حسین اپنے بھائی حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوتے تھے۔"

(جمہرۃ انساب العرب ص ۳۷-۳۸ جلد اول
طبع مصری۔ سن طباعت ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء)

سیدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ کی اولاد میں شیخین ابوبکر الصدیق و عمر فاروق کے اسماء ملاحظہ ہوں

(۱) مصعب زبیری نے کتاب "نسب قریش" میں امام حسنؓ کے لڑکے شمار کرتے ہوئے یوں تحریر کیا ہے:

۔۔۔۔ وعمر بن الحسن ۔ والقاسم ۔ وابابکر لاعقب لہما قتلا بالطف الخ۔۔۔۔

(نسب قریش ص۵۰ ۔طبع مذکور)

(۲)۔ ابن قتیبہ دینوری نے "المعارف" میں اولاد حسن بن علی المرتضیٰؓ کے تحت لکھا ہے کہ

"فولد الحسن حسنا امّہ خولۃ ۔۔۔۔ وزیدا ۔۔۔۔ وعمر ۔۔۔
والحسین الاثرم ۔۔۔ طلحۃ الخ

(المعارف لابن قتیبہ دینوری، ص ۹۲
ذکر خلافت علی بن ابی طالبؓ۔ مذکور)

(۳)۔ اور ابن حزم نے جمہرۃ الانساب میں یہ مسئلہ درج کیا ہے کہ:

"ولد امیر المومنین الحسن بن علیؓ الحسن بن الحسن ۔۔۔ وزید بن الحسن ۔۔۔ وعمر والحسین والقاسم وابوبکر وطلحۃ ۔۔۔ وعبدالرحمٰن وعبد اللہ الخ ۔۔۔۔ فاما عبداللہ والقاسم وابوبکر فانہم قتلوا مع عمہم الحسین رضی اللہ عنہم۔" (جمہرۃ الانساب لابن حزم ص ۳۸-۳۹ طبع مصری تحت اولاد امام حسن بن علی المرتضیٰ)

مندرجہ حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے مصعب زبیری نے تیسرے نمبر پر عمر بن الحسن کو ذکر کیا ہے اور چوتھے نمبر پر القاسم بن حسن کو اور پانچویں درجہ میں ابوبکر بن الحسن ذکر کیا ہے۔ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ صاحبزادے قاسم اور ابوبکر (پسران حسن) کی اولاد باقی نہیں رہی اور یہ دونوں بھائی کربلا میں شہید ہو گئے تھے اور ابن قتیبہ دینوری نے معارف میں عمر بن الحسن کو تیسرے درجہ پر نقل کیا ہے اور چہار بھائی ان کے دوسرے بھی ذکر کیے ہیں۔ حسن (مثنی) بن حسن۔ زید۔ حسین اثرم۔ طلحہ الخ۔

اور ابن حزم نے جمہرۃ میں امام حسنؓ کے نو لڑکے ذکر کیے ہیں۔ ان میں تیسرے نمبر پر عمر بن حسن ہے اور چھٹے درجہ میں ابوبکر بن حسن ہے۔ اور ذکر کیا ہے کہ عبداللہ و قاسم و ابوبکر یہ تینوں اپنے چچا امام حسین کے ساتھ شہید کر دیئے گئے

امام زین العابدین علی بن حسین کے لڑکے کا نام عُمر ہے

(۱)۔ مصعب زبیری نے اپنی تصنیف نسب قریش ص ۶۱ پر علی بن الحسین کی اولاد میں چوتھے نمبر پر عمر بن علی بن حسین کو درج کیا ہے۔

(۲) ابن قتیبہ دینوری نے المعارف میں ص ۹۴ پر علی بن الحسین زین العابدین کی اولاد کے تحت پنجم نمبر پر عمر بن علی بن حسین کو درج کیا ہے۔

(۳) جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ص ۵۲ طبع مذکور میں علی بن الحسین کی اولاد میں چھٹے درجہ پر عمر بن علی بن حسین مذکور ہے۔

ناظرین مطلع رہیں کہ یہ چند حوالہ جات اپنی کتابوں سے نمونہ کے طور پر پیش کیے ہیں ورنہ بیشمار رجال و تراجم کی کتابوں (مثلاً طبقات ابن سعد، طبقات خلیفہ ابن خیاط وغیرہ) میں آل ابی طالب میں یہ نام پائے جاتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف تین کتابوں کا حوالہ دینا کافی خیال کیا ہے۔ اس کے بعد شیعہ احباب کی معتبر کتابوں میں بھی یہ "مسئلہ اسماء" اسی طرح مذکور و مندرج ہے اس میں کچھ فرق نہیں ہے صرف اتنی چیز ہے کہ شیعہ علماء و ذاکرین ان مبارک ناموں کو آل علی میں ذکر کرنا

اپنے ذاتی مصالح و منافع کے خلاف سمجھتے ہیں اس وجہ سے مسئلہ اسماء کو وہ نہایت پوشیدہ کیے ہوئے ہیں

ع نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

اب شیعی معتبر کتب کی عبارات بعینہ اسل ماخذ سے آپ ملاحظہ فرما دیں۔ یہ نقل در نقل نہیں ہے۔ براہِ راست معاینہ کتاب کے بعد حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ مالک کریم غلطی سے محفوظ فرما دیں۔ ناظرین کرام حوالہ کی تصدیق کے سلسلہ میں کتاب کے صرف صفحات ملانے پر اکتفاء نہ فرمایا کریں بعض اوقات مختلف ایڈیشنوں کی وجہ سے صفحاتِ کتاب مطابقت نہیں رکھتے۔ فلہٰذا اس مسئلہ کا متعلقہ باب یا فصل تلاش کرکے حوالہ کو ملانا مفید رہتا ہے۔"

خلفاء ثلاثہ کے اسماء گرامی آلِ ابی طالب میں شیعہ کتب سے

حضرت علی المرتضیٰ کے لڑکوں میں:

(۱) ابوالفرج اصفہانی (علی بن حسین بن محمد) صاحب کتاب "الاغانی" مشہور شیعی مؤرخ متوفی ۳۵۶ھ نے اپنی کتاب "مقاتل الطالبین" میں کربلا کے شہداء کے اسماء جہاں ذکر کیے ہیں وہاں حضرت سیدنا حسین بن علی کے برادران کے نام الگ الگ درج کیے ہیں جن کو وہاں شہادت نصیب ہوئی ہے۔ عبارت ذیل ہے:۔

و۔ ابوبکر بن علی بن ابی طالب علیہما السلام لم یعرف اسمہ و امہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد... (مقاتل الطالبین ص ۴۲ طبع قدیمی سن طباعت ۱۳۰۶ھ تہران)

۲۔ وعثمان بن علی بن ابی طالب علیہ السلام و امہ ام البنین ایضاً قال یحییٰ بن الحسن عن علی بن ابراہیم عن عبید اللہ بن الحسن وعبد اللہ بن عباس قالا قتل عثمان بن علی وھو ابن احدی وعشرین سنۃ۔ (مقاتل الطالبین ص۲۳ طبع قدیم تہرانی)

(۲) الشیخ المفید (متوفی ۴۱۳ھ) نے اپنی کتاب الارشاد میں باب ذکر اولاد امیرالمومنین علیہ السلام کے تحت ذکر کیا ہے.... فاولاد امیرالمومنین علیہ السلام سبعۃ وعشرون ولداً ذکراً و انثیٰ الحسن والحسین.... وعمر و رقیۃ کانا توأمین.... والعباس وجعفر

عثمان وعبداللہ الشہداء مع اخیہم الحسینؑ بطف کربلا امہم ام البنین .... محمد الاصغر

المکنی بابی بکر وعبید اللہ الشہیدان مع اخیہما الحسین بالطف امہما لیلی بنت مسعود الخ

(الارشاد للشیخ المفید محمد بن محمد بن النعمان الملقب بالمفید ص ۱۶۷، ۱۶۸

مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ طہران طبع جدید۔ سن طباعت ۱۳۷۷ھ)

(۳) فاضل علی بن عیسیٰ اربلی نے اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ (جو ۶۸۷ھ میں تصنیف کی

تھی) میں لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کی مذکر اولاد چودہ[14] افراد ہیں اور مؤنث اولاد انیس[19] عدد ہیں۔ پھر ایک کو

الگ الگ شمار کیا ہے۔

الذکور: الحسن[1] والحسین[2] ومحمد الاکبر[3] عبید اللہ[4] وابوبکر[5] والعباس[6] وعثمان[7] وجعفر[8] وعبد اللہ[9] محمد الاصغر[10]

ویحییٰ[11] وعون[12] وعمر[13] ومحمد[14] الاوسط علیہم السلام۔

(کشف الغمہ جلد اول ص ۵۹۰ مع ترجمۃ المناقب فارسی طبع جدید

سن طباعت ۱۳۸۱ھ تبریز ایران۔ باب ذکر اولاد امیر المومنین علیہ السلام)

(۴) سید جمال الدین احمد بن علی المعروف ابن عنبہ متوفی ۸۲۸ھ نے اپنی کتاب عمدۃ الطالب

فی انساب آل ابی طالب کے فصل رابع اور خامس میں حضرت علی المرتضیٰ کے صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے

..... وامہ ام اخوتہ عثمان وجعفر وعبد اللہ ام البنین فاطمۃ بنت حزام بن خالد الخ

(عمدۃ الطالب الفصل الرابع فی ذکر عقب العباس بن امیر المومنین، ص ۳۵۶)

... الفصل الخامس ص ۳۶۱ پر درج کیا ہے کہ ... فی ذکر عقب عمر الاطرف بن امیر المومنین

علیہ السلام ... وامہ الصہباء والتغلبیۃ الخ (عمدۃ الطالب ص ۳۶۱ مطبوعہ نجف عراق سن طباعت ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء)

(۵) ملا باقر مجلسی مجتہد صدی یازدہم نے اپنی معتبر تصنیف جلاء العیون فارسی باب در بیان عدد شہدائے اہل

بیت کہ در روز عاشورا شہید شدند میں حضرت علیؓ کے صاحبزادگان کا جو کربلا میں تھے اس طرح ذکر کیا ہے کہ

"نُہ نفر از فرزندان امیر المومنین حضرت سید الشہداء عباس وبرادر محمد وعمر وعثمان وجعفر وابراہیم وعبید اللہ

ومحمد اصغر پسران امیر المومنین علیہ السلام ودر ابوبکر اختلاف کردہ اند" الخ (جلاء العیون فارسی ملا محمد باقر

مجلسی مجتہد صدی یازدہم ص ۴۶۴-۴۶۵ طبع تہران سن طباعت ۱۳۳۳ھ تحت ذکر شہدائے کربلا از اولاد علی)

(نوٹ) ناظرین کرام پر واضح ہو کہ یہ ابوبکر میں اختلاف صرف وہاں کربلا میں موجود ہونے یا نہ ہونے میں مؤرخین نے کیا ہے۔ حضرت علیؓ کا لڑکا ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ فافہم

حاصلِ کلام

سر پانچ کتب مندرجہ کے حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالفرج اصفہانی شیعی نے ذکر کیا ہے حضرت علیؓ کا ایک صاحبزادہ ابوبکر ہے اس کا نام مشہور نہیں ہے (صرف کنیت مشہور ہے) اس کی ماں کا نام لیلیٰ بنت مسعود بن خالد ہے ...... اور حضرت علی المرتضیٰ کے ایک اور لڑکے کا نام عثمان ہے۔ اس کی ماں کا نام ام البنین ہے اور یہ جس وقت شہید ہوا ہے اُس وقت اس کی عمر اکیس[21] برس تھی۔

شیخ مفید نے الارشاد میں لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی تمام اولاد ذکور و اناث ستائیس نفر تھے... بعض کے نام یہ ہیں: حسنؓ و حسینؓ ...... و عمر و رقیہ (یہ دونوں بھائی بہن توام یعنی جوڑے متولد ہوتے تھے) ان کی ماں کا نام الصہباء ہے ...... اور عباس و جعفر و عثمان و عبداللہ ان کی ماں کا نام ام البنین ہے۔ یہ چاروں حضرات اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ طف (کربلا) میں شہید ہوئے تھے ...... اور محمد اصغر جو ابوبکر کے نام سے مشہور ہے اور عبیداللہ ان دونوں کی ماں کا نام لیلیٰ بنت مسعود ہے اور یہ دونوں بھی اپنے بھائی حسینؓ کی رفاقت میں طف میں شہید ہوئے۔

فاضل اربلی نے کشف الغمہ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؓ کی مذکر اولاد جو دس افراد ہیں مندرجہ ذیل صاحبزادگان ان میں ہیں: حسنؓ حسینؓ محمد اکبر عبیداللہ ابوبکر عباس عثمان جعفر ... عون ... عمر (علیہم السلام)

اور ابن عنبہ عمدۃ الطالب میں کہتا ہے کہ عباس بن علی المرتضیٰؓ کے برادران عثمان بن علیؓ جعفر بن علیؓ عبداللہ بن علیؓ ہیں۔ ان کی ماں کا نام ام البنین فاطمہ بنت حزام بن خالد ہے (فصل ۲۳۱) اور ایک حضرت علیؓ کا صاحبزادہ عمر بن علیؓ الاطرف ہے۔ اس کی ماں کا نام الصہباء ثعلبیہ ہے (فصل ۳۶۱) اور گیارہویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں عاشوراء کے یوم کے شہداء کی تعداد

ذکر کی ہے۔ نو عدد امیر المومنین علی علیہ السلام کی اولاد درج کی ہے۔ ان کے اسماء یہ ہیں: امام حسین۔ عباس اور اس کا لڑکا محمد و عمر و عثمان و جعفر و ابراہیم و عبداللہ، اصغر و محمد اصغر اور صاحبزادہ ابوبکر کے متعلق وہاں کربلا میں شہید ہونے میں شیعی علماء نے اختلاف ذکر کیا ہے۔"

ان تمام مرویات اہل السنت و اہل تشیع حضرات پر نظر کرنے سے واضح ہو گیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد شریف میں ابوبکرؓ و عمر و عثمان تینوں نام موجود ہیں۔ اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔

خلفائے راشدین کے اسماء امام حسنؓ کی اولاد میں

شیعوں کے مشہور مورخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر المتوفی ۲۷۹ھ نے اپنی تاریخ یعقوبی جلد ثانی ص ۲۲۰ (طبع جدید بیروت سن طباعت ۱۹۶۰ء) میں امام حسنؓ کی اولاد کے موقعہ پر ذکر کیا ہے کہ "وکان للحسن من الولد ثمانیة ذکور وھم الحسن بن الحسن (المثنیٰ) وامه خولة بنت منظور الفزاریة۔ وزید بن الحسن وامه ام بشر بنت ابی مسعود الانصاری الخزرجی۔ وعمر والقاسم وابوبکر وعبد الرحمن لامهات اولاد شتی وطلحة وعبید الله"۔ (تاریخ یعقوبی ص ۲۲۸۔ ج ۲۔ طبع بیروت)

حاصل یہ ہے کہ امام حسنؓ کی مذکر اولاد آٹھ عدد ہیں۔ حسن مثنیٰ اس کی ماں خولہ ہے۔ زید بن حسن اس کی ماں ام بشر ہے۔ عمر، القاسم، ابوبکر، عبدالرحمن ان کی مائیں ام ولد ہیں۔ اور طلحہ ہے اور عبیداللہ ہے۔"

نیز واضح ہو کہ فاضل اربلی شیعی ایرانی تبریزی کے کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۵۸ میں امام حسنؓ کی اولاد کے ضمن میں حسن بن امام حسن کے حالات کے لیے ایک الگ فصل قائم کیا ہے۔ وہاں بھی امام حسن کے فرزندوں میں عمر بن الحسن ذکر کیا ہے اور ابوبکر بن الحسن کا نام بھی جنابذی کے حوالہ سے درج کیا ہے۔

نیز اسی طرح شیخ عباس قمی نے منتہی الآمال جلد اول فصل ششم در ذکر اولاد امام حسنؓ میں عمر بن الحسن اور ابوبکر بن الحسن دونوں کا ذکر کیا ہے (منتہی الآمال، ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ ۱۳۷۹ھ۔ تہران)

امام حسینؓ کی اولاد میں ابوبکر کا نام گرامی

شیعہ کے مشہور مورخ مسعودی (ابوالحسن علی بن الحسین المسعودی المتوفی ۳۴۵ھ) نے

اپنی تصنیف "التنبیہ والاشراف" طبع جدید ص ۲۶۳ میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد ذکور سے تین افراد کربلا میں ان کے ساتھ شہید ہوئے تھے ایک علی الاکبر دوسرا عبداللہ الصبی، تیسرا ابوبکر تھا۔

عبارت مسعودی یہ ہے:- ومن ولدہ ثلاثۃ علی الاکبر وعبد اللہ الصبی، وابوبکر بنو الحسین بن علیؓ" (التنبیہ والاشراف ص ۲۶۳ فصل ذکر ایام یزید بن معاویہ)

اس کے بعد ناظرین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ امام زین العابدین (علی بن الحسین) کی اولاد میں بھی ایک لڑکے کا نام عمر ہے۔ اس کا حوالہ کتاب اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہے تو سیرت فاروقی میں مذکور ہو سکے گا۔

بعد ازاں امام موسیٰ کاظمؒ کی اولاد میں بھی ابوبکر کا نام پایا گیا ہے۔ چنانچہ صاحب کشف الغمہ فاضل اربلی شیعی نے جنابذی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ موسیٰ کاظم کے بیس عدد بیٹے تھے اور اٹھارہ عدد بیٹیاں تھیں۔ پھر ایک ایک بیٹے کا نام ذکر کیا ہے۔ آخری نام بیسویں عدد پر ابوبکر بن موسیٰ کاظم ہے۔
(کشف الغمہ ج ۳ ص ۱۰۔ تذکرہ موسیٰ کاظم طبع جدید مع ترجمہ المناقب فارسی سن طباعت ۱۳۸۱ھ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ دختر ابی بکر الصدیقؓ کا نام نامی علی المرتضیٰ کی اولاد میں

مسئلہ اسماء کا اختتام یہاں عائشہ صدیقہ کے نام پر کیا جاتا ہے۔ یہ اسم گرامی حضرت علیؓ کی اولاد میں مروج رہا ہے اور کئی پشتوں تک جاری تھا چنانچہ مندرجہ ذیل کتب کے مقامات درج شدہ کی طرف رجوع فرمایا جائے اور تسلی حاصل کی جا سکتی ہے۔

(۱) ارشاد شیخ مفید میں جناب موسیٰ کاظم کی اولاد ذکر کی ہے انیس ۱۹ عدد لڑکے اور اٹھارہ عدد لڑکیاں شمار کی ہیں۔ یہاں لڑکیوں میں پندرہ نمبر پر عائشہ بنت موسیٰ کاظم مذکور ہے۔

(کتاب الارشاد للشیخ المفید ص ۲۸۳ طبع جدید طہرانی باب ذکر عدد اولادہ وطرف من اخبارہم)

(۲) اسی طرح فاضل اربلی شیعی نے کشف الغمہ ج ۳ ص ۲۶ باب ذکر اولاد موسیٰ کاظم میں موسیٰ کاظم کی انیس ۱۹ عدد لڑکیاں نام بنام شمار کی ہیں۔ یہاں سولہ نمبر پر عائشہ دختر موسیٰ کاظم کا اندراج کیا ہے۔

(کشف الغمہ ص ۲۹ جلد ثالث طبع جدید طہرانی)

(۳) او. فاضل اربلی علی بن عیسیٰ نے کشف الغمہ میں امام علی الرضا کی اولاد درج کی ہے۔ وہاں پانچ عدد بیٹے ذکر کیے ہیں اور صرف ایک عدد لڑکی لکھی ہے جس کا نام عائشہ دختر علی رضا ہے۔ چنانچہ عبارت ذیل ہے :- "واما اولادہ فکانوا ستۃ خمسۃ ذکور و بنت واحدۃ و اسماء اولادہ محمد القانع۔ الحسن۔ جعفر۔ ابراھیم۔ الحسین و عائشۃ"

(کشف الغمہ۔ ج ۳ ص ۸۹۔ ذکر اولاد علی الرضا طبع جدید طہرانی سن طباعت ۱۳۸۱ھ)

اختتام

باب پنجم کی آخری فصل ہفتم اب پوری ہو گئی۔ کتاب "رحماء بینہم" کا حصہ اول (صدیقی) یہاں تمام کیا جاتا ہے۔ ناظرین کرام با انصاف کی خدمت میں پُر زور اپیل ہے کہ کتاب کے صدیقی حصہ کے ہر پانچوں ابواب پر اجمالی نظر ڈال کر عنوانات مندرجہ کو مستحضر فرما کر تدبّر و تفکّر فرما دیں۔ امید غالب ہے آپ حضرات کا ضمیر حقیقت پذیر اس بات کی شہادت دیگا اور آپ کا قلب انصاف طلب اس چیز کی گواہی دیگا کہ ان بزرگانِ دین اور پیشوایانِ ملّت کے درمیان کسی قسم کی عداوت و لبغاوت نہ تھی۔ عناد اور فساد نہ تھا، ان کے درمیان ہجران اور ترکِ موالاۃ ہر گز نہ تھی بلکہ ان کے مابین اُلفت و محبّت تھی، شفقت و رأفت تھی، ان کے باہمی تعلقات صحیح اور درست تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "رحماء بینہم" برحق ہے اور اس صفتِ کاملہ کے ساتھ یہ لوگ متصف تھے اور اس کے مفہوم کے صحیح مصداق و محمل تھے۔ اس چیز پر یہ تمام عنوانات ہم نے بطور تائید پیش کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ منظور فرماتے۔

دلی دعا ہے کہ مولا کریم اپنی رحمت و فضل سے ہم تمام مسلمانوں کو باہمی دینی اُلفت و محبت اور قومی یگانگت و اتفاق نصیب فرماتے جیسا اس نے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام و آلِ رسول کے درمیان کامل اتفاق پیدا فرمایا تھا۔

سابقہ تمام معروضات کے آخر میں ہم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ایک نصیحت و وصیت تحریر کرتے ہیں جو آپ نے مسجدِ نبوی میں اپنے صحابی ابوذر غفاری کو فرمائی تھی اور حضرت علیؓ اس مجلس میں موجود اور حاضر تھے۔

ارشاد فرمایا "یا اباذر! ایاک و الهجران لاخیك المؤمن فان العمل لا یتقبل مع الهجران" یعنی اے ابوذر! اپنے بھائی مومن کو چھوڑ دینے اور متارکہ و ترک کر دینے سے بچنا اور ہجران نہ اختیار کرنا وجہ یہ ہے کہ ہجران (یعنی قطعِ تعلق) قائم رکھنے کی صورت میں کوئی عمل عنداللہ قبول نہیں ہوتا۔" (امالی شیخ طوسی، ج ۲ ص ۱۵۱ ۔ شیخ الطائفہ طوسی شیعی طبع جدید)

ہمارا ایمان ہے کہ ان وصایا و نصائح نبوی کی روشنی میں وہ حضرات آپس میں بالکل متفق العقیدہ و متحد العمل تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف ہرگز نہ تھے۔ مالک کریم ہم نااہل و ناکارہ، پراگندہ دل و پریشان حال لوگوں کو ان نفوسِ طیبہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر نصیب فرما کر آخرت و عاقبت میں ان پاکیزہ خاطر ہستیوں کے قدموں میں جگہ عنایت فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه رحمة للعٰلمین وعلی اصحابه و اهل بیته و عترته اجمعین واتباعه باحسانٍ الی یوم الدین برحمتك یا ارحم الراحمین

(محتاجِ دعا ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ ۔ جامعہ محمدی ضلع جھنگ پنجاب)

اواخر شعبان ۱۳۹۱ھ و اکتوبر ۱۹۷۱ء

مراجع برائے کتاب "رُحَمَاءُ بَیْنَھُم" حِصّہ اوّل "صدّیقی"

نمبر شمار	نام کتاب مع مُصنّف	سنِ وفات یا تالیف
۱ ۔	قرآن مجید	
۲ ۔	کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ	۱۸۲ھ
۳ ۔	کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ	۱۸۲ھ
۴ ۔	مسند ابو داؤد (الطیالسی)	۲۰۳ - ۲۰۴ ھ
۵ ۔	المصنَّف للحافظ الکبیر ابی بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی۔ (۱۱ جلد)	۲۱۱ ھ
۶ ۔	مُسند حمیدی للحافظ ابی بکر عبد اللہ الزبیر الحمیدی	۲۱۹ ھ
۷ ۔	کتاب الاموال لامام عبید القاسم بن سلام	۲۲۴ ھ
۸ ۔	غریب الحدیث لابی عبید القاسم بن سلام الہروی ۴ جلد	۲۲۴ ھ
۹ ۔	طبقات محمد بن سعد (کاتب واقدی) ۸ جلد	۲۳۰-۲۳۵ ھ
۱۰ ۔	المُصنَّف لابی بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبہ الکوفی (قلمی)	۲۳۵ ھ
۱۱ ۔	کتاب نسب قریش مُصعَب زُبیری، ابو عبد اللہ المصعب بن عبد اللہ بن المصعب الزبیری	۲۳۶ ھ
۱۲ ۔	کتاب الطبقات خلیفہ ابن خیاط (ابو عمرو)	۲۴۰ ھ
۱۳ ۔	مسند احمد لامام احمد ابن حنبل الشیبانی (۶ جلد) معہ منتخب کنز العمّال	۲۴۱ ھ

۱۴ - کتاب المحبّر لابی جعفر البغدادی (ابو جعفر محمد بن حبیب بن اُمیہ بغدادی) ۲۴۵ ھ

۱۵ - الصحیح البخاری ۔ محمد بن اسماعیل بخاری (۲ جلد) ۲۵۶ ھ

۱۶ - التاریخ الکبیر محمد بن اسماعیل بخاری (۸ جلد) ۲۵۶ ھ

۱۷ - صحیح مُسلم مسلم بن حجاج القشیری ۲۶۰ - ۲۶۱ ھ

۱۸ - سُنَن ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید ماجہ ۲۷۳ - ۲۷۵ ھ

۱۹ - ترمذی شریف ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی ۲۷۵ - ۲۷۹ ھ

۲۰ - ابوداؤد ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۷۵ ھ

۲۱ - المعارف لابن قتیبہ دینوری ۲۷۶ ھ

۲۲ - انساب الاشراف احمد بن یحیٰی بلاذُری ۲۷۷ - ۲۷۹ ھ

۲۳ - فتوح البلدان احمد بن یحیٰی بلاذُری ۲۷۹ ھ

۲۴ - مسند البزار ابوبکر احمد بن عمرو البزار البصری (قلمی) ۲۹۲ ھ

۲۵ - السنن للنسائی ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب ۳۰۳ ھ

۲۶ - تفسیر لابن جریر الطبری ۔ محمد بن جریر ابو جعفر ۳۱۰ ھ

۲۷ - کتاب الکنیٰ والاسماء ۔ شیخ ابوبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی (۲ جلد) ۳۱۰ ھ

۲۸ - تاریخ الامم والملوک ۔ ابن جریر الطبری (۱۲ جلد) ۳۱۰ ھ

۲۹ - مُسند ابی عوانہ ۔ الحافظ الثقہ الکبیر یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی ۔ ۳۱۶ ھ

۳۰ - شرح معانی الآثار ابوجعفر الطحاوی ۔ احمد بن محمد بن سلامت الازدی المصری ۔ ۳۲۱ ھ

۳۱ - معرفۃ علوم الحدیث حاکم نیشاپوری ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ۔ ۴۰۵ ھ

۳۲ - المستدرک للحاکم نیشاپوری ۔ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ (۴ جلد) ۴۰۵ ھ

۳۳ - تثبیت دلائل النبوۃ ۔ قاضی عبدالجبار الہمدانی ۴۱۵ ھ

۳۴ - تاریخ جرجان ۔ ابوالقاسم حمزہ بن یوسف بن ابراہیم السہمی ۴۲۷ ھ

۳۵ - حلیۃ الاولیاء لابی نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (۱۰ جلد) ۴۳۰ھ

۳۶ - تاریخ اصفہانی یا اخبار اصبہان لابی نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (۲ جلد) ۴۳۰ھ

۳۷ - کتاب الموافقہ لابن السمان ۴۴۵ھ

۳۸ - فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب محمد بن علی بن الفتح الحربی العشاری ۴۴۶ھ

۳۹ - جمہرۃ الانساب لابن حزم ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری الاندلسی ۴۵۶ھ

۴۰ - الاعتقاد علی مذہب السلف، للبیہقی ۴۵۸ھ

۴۱ - السنن الکبریٰ لابی بکر احمد بن الحسین البیہقی (۱۰ جلد) ۴۵۸ھ

۴۲ - کتاب الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب بغدادی ۴۶۳ھ

۴۳ - الاستیعاب لابن عبدالبر اندلسی ابو عمرو یوسف بن عبدالبر النموی
معہ اصابہ (۴ جلد) ۴۶۳ھ

۴۴ - تاریخ بغداد الخطیب ابی بکر احمد بن علی بغدادی (۱۴ جلد) ۴۶۳ھ

۴۵ - الفقیہ والمتفقہ للخطیب بغدادی ۴۶۳ھ

۴۶ - موضح اوہام الجمع والتفریق۔ للخطیب بغدادی (۲ جلد) ۴۶۳ھ

۴۷ - اصول السرخسی شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی (۲ جلد) ۴۸۳ - ۴۹۰ھ

۴۸ - الفائق للزمخشری ۵۳۸ھ

۴۹ - سیرت عمر بن الخطاب ابو الفرج ابن الجوزی ۵۹۷ھ

۵۰ - کتاب الاربعین، امام فخر الدین رازی (محمد بن ضیاء الدین عمر الرازی) ۶۰۶ھ

۵۱ - اسد الغابہ لابن اثیر الجزری (محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی
الشہیر عزالدین الجزری (۵ جلد) ۶۳۰ھ

۵۲ - الترغیب والترہیب (زکی الدین المنذری) ۶۵۶ھ

۵۳ - تاریخ ابن خلکان ابن خلکان ۶۸۱ھ

۵۴ - ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ لابی جعفر احمد المحب الطبری — ۶۹۴ھ

۵۵ - ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ لابی جعفر احمد المحب الطبری — ۶۹۴ھ

۵۶ - تفسیر مدارک التنزیل لابی البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی — ۷۰۱ھ

۵۷ - مشکوٰۃ المصابیح للشیخ ولی الدین الخطیب التبریزی — ۷۳۷ھ (سن تالیف)

۵۸ - الجوہر النقی علی السنن البیہقی — ۷۴۵ھ

۵۹ - تفسیر البحر المحیط لابی حیان الاندلسی اثیر الدین ابو عبداللہ محمد بن یوسف (۸ جلد) — ۷۴۵ھ / ۷۵۴ھ

۶۰ - تاریخ اسلام الذہبی (حافظ ابو عبداللہ بن عثمان الذہبی) — ۷۴۸ھ

۶۱ - تذکرۃ الحفاظ۔ شمس الدین الذہبی — ۷۴۸ھ

۶۲ - المنتقیٰ للذہبی — ۷۴۸ھ

۶۳ - سیر اعلام النبلاء۔ شمس الدین الذہبی — ۷۴۸ھ

۶۴ - منہاج السنۃ لابن تیمیہ احمد بن عبدالحلیم الحرانی الدمشقی الحنبلی — ۷۲۸ - ۷۴۸ھ

۶۵ - تفسیر ابن کثیر عماد الدین ابو الفداء الدمشقی - ۷۷۴ - ۷۰۰ھ

۶۶ - البدایہ والنہایہ لابن کثیر عماد الدین الدمشقی — ۷۷۴ ۷۰۰ھ

۶۷ - تاریخ ابن خلدون (عبدالرحمن بن محمد بن خلدون حضرمی) — ۷۹۰ - سن تالیف

۶۸ - توضیح تلویح - سعد الدین تفتازانی — ۷۹۱ھ

۶۹ - مجمع الزوائد - لنور الدین الہیثمی (۱۰ جلد) — ۸۰۷ھ

۷۰ - فتح الباری شرح البخاری - ابن حجر عسقلانی (ابو الفضل احمد بن علی العسقلانی (۱۲) — ۸۵۲ھ

۷۱ - الاصابہ لابن حجر مع استیعاب (۴ جلد) — ۸۵۲ھ

۷۲ - تہذیب التہذیب لابن حجر (۱۲ جلد) — ۸۵۲ھ

۷۳ - النکت علی کتاب ابن الصلاح والفقیہ العراقی۔ ابن حجر عسقلانی — ۸۵۲ھ

۷۴ - لسان المیزان لابن حجر العسقلانی (۶ جلد) — ۸۵۲ھ

۷۵ - عمدۃ القاری شرح بخاری - بدر الدین عینی — ۸۵۵ھ

۷۶ - فتح المغیث - شمس الدین السخاوی (شرح الفیۃ الحدیث للعراقی) — ۹۰۲ھ

۷۷ - الاسعاف فی احکام الاوقاف للشیخ برہان الدین ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی الحنفی - — ۹۰۵ھ

۷۸ - تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالکؒ (جلال الدین سیوطی) — ۹۱۱ھ

۷۹ - وفاء الوفا فی اخبار دار المصطفیٰ لنور الدین السمہودی — ۹۱۱ھ

۸۰ - مواہب اللدنیہ لشہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی — ۹۲۳ھ

۸۱ - ارشاد الساری فی شرح بخاری - شہاب الدین احمد ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی — ۹۲۳ھ

۸۲ - الزواجر لابن حجر مکی (شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی — ۹۷۳-۹۷۵ھ

۸۳ - الصواعق المحرقہ لابن حجر الہیتمی المکی — ۹۷۳-۹۷۵ھ

۸۴ - کنز العمال علی متقی ہندی (۸ جلد) طبع اول — ۹۷۵ھ

۸۵ - شرح فقہ اکبر ملا علی بن السلطان القاری — ۱۰۱۴ھ

۸۶ - مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری (۱۱ جلد) — ۱۰۱۴ھ

۸۷ - جمع الفوائد محمد بن سلیمان الفاسی (۲ جلد) — ۱۰۹۴ھ

۸۸ - ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء - شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ — ۱۱۷۶ھ

۸۹ - فتح الرحمٰن (ترجمہ فارسی) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ — ۱۱۷۶ھ

۹۰ - تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ — ۱۲۳۹ھ

۹۱ - منتہی الکلام مولانا حیدر علی فیض آبادی — سن تالیف ۱۲۴۷ھ

۹۲ تفسیر روح المعانی سید محمود آلوسی بغدادیؒ — ۱۲۷۰

۹۳ - فیض الباری حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ — ۱۳۵۲ھ

کتبِ شیعہ استفادہ نمودہ برائے رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ حِصّہ صدیقی

۱ ۔ کتاب سلیم بن قیس الہلالی العامری الکوفی، توفی قریباً ۹۰ ھ مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق

۲ ۔ تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی ~~۲۵۸~~ ۲۵۹ھ ۔ طبع جدید ۔ بیروت

۳ ۔ فِرَقُ الشیعہ (ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی) من علماء القرن الثالث ۔ طبع عراق ۔

۴ ۔ مقاتل الطالبیین (ابوالفرج اصفہانی صاحب الاغانی) تالیف ۳۱۳ ھ ۔

المتوفی ۳۵۶ ھ ۔ طبع ایران ۔

۵ ۔ قرب الاسناد (عبداللہ بن جعفر الحمیری ابوالعباس القمی) (القرن الثالث) بمع

الجعفریات او الاشعثیات (از ابو علی محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی) طبع ایران ۔

۶ ۔ تفسیر القمی، علی بن ابراہیم القمی ۔ کان فی عصر الامام العسکری و عاش الی سنۃ ۳۰۷ طبع ایران ۔

۷ ۔ اصول کافی و فروع کافی مکمل، محمد بن یعقوب کلینی رازی ۳۲۹ ھ ۔ نول کشور لکھنؤ ۔

کتاب الروضہ من الکافی از محمد بن یعقوب کلینی رازی ۳۲۹ ھ ۔

التنبیہ والاشراف ۔ للمسعودی ۳۴۵ ھ ۔

۸ ۔ امالی شیخ صدوق ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی ۳۸۱ ھ ۔ طبع ایران ۔

۹ ۔ علل الشرائع للشیخ الصدوق (" " ") ۳۸۱ ھ طبع جدید نجف عراق

۱۰ ۔ معانی الاخبار شیخ صدوق (" " ") ۳۸۱ ھ ۔ طبع قدیم ایران ۔

۱۱ ۔ "رجال کشی" ابوعمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز طبع بمبئی و ایران ۔ الکشی من علماء القرن الرابع ۔

۱۲ ۔ نہج البلاغہ از تالیف شیخ سید شریف الرضی ابوالحسن محمد بن ابی احمد الحسین ۴۰۶ھ نصری

نقیب الطالبیین ۴۰۶ ھ ۔ الارشاد للشیخ المفید (محمد بن النعمان المفید) ۴۱۳

۱۳ - الشافی از السید مرتضیٰ علم الہدیٰ بمع تلخیص الشافی از شیخ ابوجعفر الطوسی
۴۰۶ ھ - طبع قدیم ایران

۱۴ - تلخیص الشافی - شیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ الطوسی - ۴۶۰ ھ

۱۵ - الامالی للشیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ الطوسی ۴۶۰ ھ نجف اشرف عراق (۲ جلد)

۱۶ - احتجاج طبرسی از شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی ۵۴۸ ھ طبع قدیم ایران

۱۷ - تفسیر مجمع البیان للطبرسی (الشیخ ابو علی الطبرسی) ۵۴۸ ھ -

۱۸ - المناقب للاخطب خوارزم الموفق بن احمد بن محمد البکری المکی ۵۶۸ھ
نجف اشرف عراق مکتبہ حیدریہ -

۱۹ - مناقب ابن شہر آشوب - محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی ۵۸۸ ھ
طبع قدیم ہندوستان -

۲۰ - شرح نہج البلاغۃ (حدیدی) ابو حامد عبد الحمید بن بہاء الدین محمد المدائنی ابن ابی الحدید، تاریخ تالیف ۶۴۹ ھ، تاریخ وفات ۶۵۶ ھ طبع ایران و بیروت -

۲۱ - شرح نہج البلاغہ لکمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی ۶۷۹ھ طبع حیدریہ طہران -

۲۲ - کشف الغمہ - علی بن عیسیٰ اربلی بمعہ ترجمہ فارسی ۶۸۷ ھ تبریز - ایران -

۲۳ - عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب از سید جمال الدین ابن عنبہ ۸۲۸ ھ
طبع حیدریہ نجف اشرف، عراق -

۲۴ - شرح نہج البلاغہ و ترجمہ از ملا فتح اللہ القاشانی - ۹۸۸ ھ ایران -

۲۵ - مجمع الرجال، زکی الدین مولیٰ عنایۃ اللہ علی القہپائی (تاریخ تالیف ۱۰۱۶ ھ)

۲۶ - احقاق الحق، قاضی نور اللہ شوستری مرعشی ۱۰۱۹ ھ در عہد جہانگیر مقتول شدہ - ایران -

۲۷ - مجالس المومنین قاضی نور اللہ شوستری ۱۰۱۹ ھ 〃 〃 〃 〃

۲۸ - الصافی شرح اصول کافی ملا خلیل قزوینی، تاریخ تالیف ۱۰۶۷ ھ، نول کشور لکھنؤ

۲۹ - مرآۃ العقول شرح اصول کافی ملا محمد باقر مجلسی ۱۱۱۱ھ - ایران

۳۰ - جلاء العیون ملا باقر مجلسی ۱۱۱۱ھ ، ایران -

۳۱ - حیات القلوب " " " ، نول کشور، لکھنؤ -

۳۲ - حق الیقین " " " ، لکھنؤ ، ایران

۳۳ - بحار الانوار " " " ، ایران

۳۴ - حملہ حیدری از مرزا رفیع باذل ایرانی - تاریخ تالیف ۱۱۱۹ھ

۳۵ - شرح نہج البلاغہ المعروف "درۃ النجفیہ" از شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی ، تاریخ تالیف ۱۲۹۱ھ -

۳۶ - ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک وزیر اعظم سلطان ناصر الدین قاچار شاہ ایران ۱۲۹۷ھ -

۳۷ - منتہی الآمال از شیخ عباس قمی ۱۳۵۹ھ -

۳۸ - تتمۃ المنتہیٰ " " " " " "

۳۹ - تحفۃ الاحباب " " " " " "

۴۰ - فوائد الرضویہ " " " " " "

۴۱ - فارسی ترجمہ نہج البلاغہ از فیض الاسلام سید علی نقی - سن تالیف ۱۳۶۲ھ -

۴۲ - منار الہدیٰ (شیخ علی بحرانی)

۴۳ - صحیفۂ علویہ

۴۴ - حضرت عمر (سید علی حیدر بن علی اظہر)

۴۵ - ماہیتیہ معاویہ (احمد علی کربلائی)

۴۶ - کلید مناظرہ (برکت علی گوشہ نشین)

ہماری مطبوعات

- **اسلام میں غلامی کی حقیقت**: مستشرقین کے اعتراضات کا مدلل جواب
- **اسلام کا قانونِ شہادت**: مولانا سید محمد متین ہاشمی کے قلم سے ایک اہم قانونی دستاویز۔
- **سیرت نبوی قرآنی**: مولانا عبد الماجد دریا آبادی کے گہربار قلم سے قرآن عزیز کی روشنی میں سیرتِ رسول کی جھلکیاں۔
- **سلطانِ ما محمدؐ**: سیرتِ رسولؐ پر مرحوم عبدالماجد کے سیرتی مقالات کا حسین گلدستہ۔
- **حدیث الثقلین**: محققِ عصر مولانا محمد نافع کے قلم سے حجیتِ حدیث اور امامت کے خود ساختہ نظریہ کا بےلاگ جائزہ۔
- **شرح فیصلہ ہفت مسئلہ**: سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی معرکۃ الآرا تصنیف . . . . (صحیح ترین نسخہ مع شرح)
- **حدِ رجم**: حدود الٰہی میں سے حدِ رجم کو بازیچۂ اطفال بنانے والوں کا پوسٹ مارٹم۔
- **نور البصر فی سیرت خیر البشر**: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کے قلم سے سیرتِ رسولؐ کا دلاویز مجموعہ
- **قرآن سے ایک انٹرویو**: قرآنی موضوعات پر حوالہ کی شاہکار کتاب۔
- **حضرت ابوسفیانؓ**: محققِ عصر مولانا محمد نافع کے قلم سے
- **حضرت اویس قرنیؒ**: سید التابعین کی زندگی کے شب و روز
- **آخری سورتوں کی تفسیر**: نماز میں پڑھی جانیوالی مختصر سورتوں کی ضروری تشریح مع خواص

مکی بکس: ۵۔ بخشی سٹریٹ، مسر کلر روڈ، لاہور

رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ

حِصّہ دوم

تالیف:۔ حضرت مولانا محمد نافع صاحب

مکتبہ بکس ۰ لاہور

سرکلر روڈ۔ لاہور

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ (سورۂ فتح)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں

رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ

(مہربان اند درمیان خود ـــــــ شاہ ولی اللہؒ)

(رحم دل ہیں درمیان اپنے ـــــــ شاہ رفیع الدینؒ)

حصہ دوم (فاروقی)

[اس کتاب میں کتاب و سنت اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور حسنین شریفینؓ کے درمیان عمدہ تعلقات اور بہترین مراسم و روابط جدید انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔]

تالیف:- حضرت مولانا محمد نافع صاحب

موضع محمدی شریف (متصل جامعہ محمدی) تحصیل چنیوٹ

ضلع جھنگ۔ پاکستان

مصنّف: ——— حضرت مولانا محمد نافع صاحب
ناشر: ——— مکتبہ بکس ۵ بخشی سٹریٹ بیرون
موری دروازہ، لاہور
مطبع ——— نقوش پریس، کبیر سٹریٹ، اُردو بازار لاہور
کاتب ——— محمد صدیق، چاہ میراں، لاہور
بار دوم ——— ۱۰۰۰

اشاعتِ اوّل: ——— جولائی ۱۹۷۶ء (رجب ۱۳۹۶ھ) ——— ۲۰۰۰
بار دوم جولائی ۱۹۸۲ء ——— ۱۰۰۰
قیمت: ——— روپے

ملنے کا پتہ
مکتبہ بکس، بخشی سٹریٹ۔ بیرون موری گیٹ
سرکلر روڈ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

فہرست مضامین

باب دوم

باب سوم

باب چہارم

باب پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

پیش لفظ

حَامِدًا و مُصَلِّیًا و مُسَلِّمًا

خلیفۂ ثانی سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہمیشہ سے ہمیشہ سے معرکۃ الآرا رہی ہے۔ آپ کا اسلام لانا جس قدر اہلِ اسلام کی تقویت، اسلامی قوت کے لیے استحکام اور اعلاء کلمۃ اللہ کی مساعی میں موثر ترین ذریعہ ثابت ہوا۔ اسی قدر خرمنِ باطل کے لیے برقِ جہاں سوز اور کفر و ضلالت کی کھیتی کے لیے تباہ کن ثابت ہوا۔ ایک فرد کے دل کی دنیا کیا بدلی کہ مکہ کی پوری آبادی ایک نئے انقلاب سے روشناس ہوتی۔

ے جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم!
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

گلشنِ اسلام کے باغباں نے جس سدابہار پودے کو خالقِ کائنات سے تزئینِ گلشن کی خاطر مانگ کر لیا تھا۔ اور جس کی دیکھ بھال، تربیت اور نشوونما خصوصی توجہ سے فرمائی تھی۔ وہ عمر رض بن الخطاب ہے جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربِ خاص عنایت فرمایا۔ تعلیم آیاتِ الٰہی اور حکمت سے آراستہ کیا، تزکیۂ نفس سے اس کے دل کو منور کیا اور اس جوہرِ قابل کو ہر پہلو درخشندہ فرمایا تھا۔ خلیفۂ رسولِ مقبول علیہ افضل التحیات و التسلیمات صدیق اکبر رض نے اپنی وفات کے وقت قوم کی باگ ڈور انہی کے سپرد کر دی۔

تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین کے لگاتے ہوئے گلزار کو حضرت فاروق نے محیر العقول توسیع دی۔ تزئین و ترتیب سے رشکِ جنت بنایا۔ امن و آشتی

کے لحاظ سے بہشت کا نمونہ پیش کر دیا۔ حُسنِ انتظام سے پُوری دنیا نے اسلام کو ایک خوشحال گھرانے کی صورت عطا کی۔ اسلامی سلطنت کو قوت و استحکام میں ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ بنا ڈالا۔

دنیا کی عظیم سلطنتوں (ایران و روما) کی مادّی طاقتوں اور یہودیت و نصرانیت، بُت پرستی اور ستارہ پرستی کی مذہبی قوتوں کو فاروقِ اعظم کی پُرجلال شخصیت کے ہاتھوں وہ ضرب لگی کہ مدتوں سر نہ اٹھا سکے۔ مسلمانوں کے مثالی اتحاد، اخوّت اور باہمی تعاون کے باعث اس بنیانِ مرصوص میں یہ باطل قوتیں رخنہ نہ ڈال سکیں۔ اپنی عبرتناک شکستوں کا بدلہ لینے میں مکمل طور پر ناکام ہوگئیں اور مدافعت کی ہر کوشش سے کلیتہً مایوس ہوگئیں تو فاروقِ اعظمؓ کی وفات کے بعد سازشی لوگوں نے اپنی ناکامیوں کا بدلہ چکانے کے لیے جھوٹے پروپگنڈے کا سہارا لیا۔ اور سازشوں کا جال بننا شروع کر دیا۔

چونکہ عرب و عجم کی باطل قوتوں نے سیدنا صدّیق اکبرؓ اور سیدنا عمرؓ بن الخطاب کے ہاتھوں زک اٹھائی تھی اس لیے ان کی زہر چکانیوں کا سارا زور انہی دونوں باطل شکن شخصیّتوں کے خلاف صرف ہُوا۔ لیکن ان کے سیرت و کردار، بے داغ سیاست، حکومت کے حُسنِ انتظامات، مثالی عدل و انصاف اور زہد و اتقاء پر تو حرف نہیں لا سکتے تھے کہ ان کا جھوٹ کھلتا تھا۔ کسی پہلو بھی انگلی نہیں رکھ سکتے تھے۔ تو شیطان نے انہیں نئی چال سکھلائی کہ حُبِّ اہلِ بیت کا ڈھنڈورا پیٹ کر، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حسنین کریمینؓ اور ان کی اولاد کی محرومیوں اور مظلومیتوں کی فرضی داستانیں گھڑ گھڑ کر نشر کرنے لگے۔ اور غلط مفروضے بنا بنا کر انہیں الگ فرقہ ثابت کرنے کی ناپاک کوششیں کرنے لگے۔

اس تمام جد و جہد سے ان کا مقصد اسلام کے شیرازہ کو پارہ پارہ کر کے اسلامی غلبہ و قوت کو کمزور کرنا تھا۔ لیکن حضور رحمۃ للعٰلمین، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جاں نثار رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ (آپس میں مہربان) اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کا مثالی

نمونہ تھے۔ وہ اپنی مخلصانہ اور بے غرضانہ محبت و مُودّت میں رخنہ اندازی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے جس طرح صدّیقی و فاروقی دَورِ خلافت میں انتظامی معاملات، مشوروں اور عملی تعاون سے حقِ اخوّت و مُودّت ادا کیا تھا۔ اسی طرح اپنے دَورِ خلافت میں عام خطابات، پرائیویٹ مجلسوں اور کھلی گفتگوؤں میں شیخینؓ کے حق میں کلماتِ خیر فرماتے۔ اور خلاف پروپگنڈا کرنے والوں کو سزائیں دیں۔ انہیں جلا وطن کیا اور بڑی وضاحت کے ساتھ ایسے لوگوں سے اپنی براءت ظاہر کی۔

یہ کتاب اسی زہر کا تریاق ہے۔ اسی پروپگنڈے کی قلعی کھولنے کی کوشش ہے۔ اسلام کے بکھرتے ہوئے شیرازہ کی شیرازہ بندی کی سعی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ" کی تفسیر و تشریح اور توثیق ہے۔

کتاب "رحماء بینہم" کے حصّہ فاروقی میں حضرت علیؓ اور حسنین شریفینؓ اور عمِّ رسولؐ حضرت عباسؓ، ابن عباسؓ اور فاروقِ اعظمؓ کے مابین روابط و تعلقات، باہمی حُسنِ تعاون، آپس کی قدردانی اور ہر دو خانوادوں کی آپس کی رشتہ داریاں، شفقت و پیار اور ادب و احترام کے تاریخی واقعات و حقائق اور فرامین و بیانات کو بہت سی کتب سے جمع کیا گیا ہے۔

اِس بات کا التزام پیشِ نظر رکھا گیا ہے کہ ہر دو خانوادوں کے مراسم اور تعلقات کا کوئی پہلو تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے۔ اور اس کے ثبوت میں ہر دَور کی قدیم و جدید کتب سے استفادہ کیا جاتے۔ واقعات کی توثیق و تائید کے لیے صحابہ کرام پر اعتراض کرنے والے گروہ کی مشہور و مستند کتب سے حوالے عوام کے سامنے لائے گئے ہیں۔ کہ حقیقت عیاں ہونے پر اُن کی صحابہ دشمنی کی بنیادیں منہدم ہو جاتی ہیں۔

مزید برآں بعض اُن الزامات کے تحقیقی جوابات بھی دیئے گئے ہیں جو فاروقِ اعظمؓ کے بے داغ دامن پر تھوپنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے انشاءاللہ العزیز ہر منصف مزاج اور متلاشیِ حق و صداقت

فرد کے دل کو تسکین ہو گی اور شکوک و شبہات کے بادل خود بخود چھٹ جائیں گے۔
اللہ تعالیٰ مصنفِ کتاب کی مساعی کو شرفِ قبولیت بخشے اور قارئین کرام کو اپنے اسلاف صالحین کے نقشِ قدم پر چلنے اور باہمی حسنِ تعلق و حسنِ معاشرت کی توفیق عنایت فرمائے۔

(منجانب: ناشرین)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ هُوَ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ سَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِمَامُ الرُّسُلِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ وَعَلٰی بَنَاتِهِ الْاَرْبَعَۃِ الطَّاهِرَاتِ زَیْنَبَ وَرُقَیَّۃَ وَ اُمِّ کُلْثُوْمٍ وَفَاطِمَۃَ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِهِ الْمُزَکِّیْنَ الْمُنْتَخَبِیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ لِاِخْوَانِهِمْ اَوْلِیَآءُ وَعَلٰی رُفَقَائِهِمْ اَذِلَّآءُ وَعَلٰی اَعْدَائِهِمْ اَشِدَّاءُ وَفِیْمَا بَیْنَهُمْ رُحَمَاءُ وَعَلٰی سَائِرِ اَتْبَاعِهٖ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی جَمِیْعِ عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ ـ

اَمَّا بَعْد، بندہ ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ بن مولانا عبد الغفور بن مولانا عبد الرحمٰن ساکن قریہ محمدی متصل جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ ـ پنجاب (پاکستان) عرض گذار ہے کہ "رحماء بینہم" کے حصّہ صدّیقی" کے بعد دوسری جلد "حصّہ فاروقی" شروع کیا جاتا ہے ـ مضامین کے اعتبار سے کتاب کو پانچ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے ـ جو ستّرہ فصلوں پر مشتمل ہوں گے ـ

اس سے پہلے چند تمہیدی اُمور اور مقاصد درج کیے گئے ہیں ـ یہ تمہیدی امور اور مقاصد اگرچہ کتاب کے حصّہ اول (صدّیقی) میں لکھے جا چکے ہیں تاہم اس حصّہ میں انہیں دُہرانے کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی ہے کہ ممکن ہے بعض احباب کی نظر سے صدّیقی حصّہ نہ گزرا ہو ـ تو وہ بھی ان سے کما حقہٗ فائدہ اٹھا سکیں ـ

قارئینِ کرام ذہن نشین فرمالیں کہ کتاب کی تدوین و اشاعت سے ہماری غرض نہ تو

مناظرہ بازی ہے نہ بحث و تکرار۔ اور نہ ہمیں کسی جوابی کارروائی کا انتظار ہوگا۔ بلکہ قرآن مجید کے فرمان "رُحَمَاءُ بَیْنَہُمْ" کی تائید و وضاحت میں چند تاریخی حقائق جمع کیے ہیں۔

اس حصّہ فاروقی میں حضرت علی المرتضیٰؓ اور آپ کی اولاد شریف نیز حضور نبی کریم صلعم کے پیارے چچا حضرت عباسؓ اور ابن عباسؓ اور فاروق اعظمؓ کے درمیان باہمی اعتماد، حسن تعلقات، ایک دوسرے کے ساتھ بہترین سلوک اور دلی اُلفت و مودّت کو واضح کیا گیا ہے۔

اس حقیر سی کوشش سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ خدائے رؤوف و رحیم ہمیں اپنے اَسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سلف صالحین کے ارفع و اعلیٰ مقام کی سمجھ عنایت فرمائے اور باہم الفت و محبت، اتحاد و ہم آہنگی اور اتفاق و یگانگت کی ہدایت فرمائے۔

کتاب مطالعہ کے لیے پیش کی جاتی ہے۔ اگر تعصب و عناد کو دل سے نکال کر انصاف کی نگاہ سے ملاحظہ فرمایا جائے گا تو یقین ہے کہ انشاء اللہ العزیز بہت نفع ہوگا اور ان کو حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متعلق ہر قسم کے شبہات خود بخود دُور ہو جائیں گے۔

چند تمہیدی امور

(۱) ۔ کتاب "رحماء بینہم" میں جن مضامین کو ہم درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان میں ہمارا رُوئے سخن اپنے احباب "اہل السنت والجماعت" کی طرف ہے ۔ اور اپنے کم علم اور ناواقف دوستوں کو ہی سمجھانا مقصود ہے ۔ اہلِ علم حضرات تو ان مضامین سے پہلے ہی واقف ہیں ۔

دوسری جماعتوں کے دوست بڑے شوق سے بشرطِ انصاف ملاحظہ فرمائیں ۔ اور واقعہ کے مطابق جو چیز نظر آئے اس پر پوری طرح غور و فکر کرکے قبول فرمائیں ۔

حوالہ جات پیش کرنے میں مقدور بھر دیانتداری سے کام لیا گیا ہے اپنی دانست میں درست چیزیں پیش کرنے کا پورا خیال رکھا گیا ہے ۔ انسان خطا کار ہے ۔ اگر نادانستہ کوئی چیز غلط طریقہ سے پیش ہوگئی ہو تو مالک کریم معاف فرمائے ۔ اور ناظرین کرام مجھے میری غلطی سے مطلع فرمائیں تو مَیں ممنونِ احسان ہونگا ۔

بعض بعض مقامات پر شیعی کتب سے بھی حوالہ جات "تائیداً و الزاماً" ساتھ درج کر دیئے ہیں تاکہ دونوں فریقوں کو اس مسئلہ پر غور کرنے کا مزید موقعہ مل سکے ۔

(۲) ۔ کتاب ہٰذا میں چند علمی مباحث بھی آگئے ہیں جو عوام کی علمی قابلیت سے ذرا بلند ہیں ۔ لیکن ان کی وجہ سے کئی مفاسد اور مطاعن دفع ہو سکتے ہیں ۔ اس وجہ سے ان کا ترک کر دینا مناسب نہیں تھا ۔ اس لیے یہ تجویز کر دی گئی ہے کہ رسالہ ہٰذا کے ضروری مقامات میں کہیں "رفعِ اشتباہ" اور حواشی کا اضافہ کر دیا گیا ہے ۔

اور کہیں اہلِ علم کے لیے مستقل فصل تجویز کر دیئے ہیں۔ جو حضرات علمی چیز کو ملاحظہ فرمانا پسند کریں تو وہ ان مقامات کی طرف رجوع کر لیں۔

(۳)—— کتاب "رُحَمَاءُ بَیْنَہُم" میں جو مضمون مرتب کیا گیا ہے۔ اسی مضمون کو قبل ازیں علماءِ سلف نے بھی مدوّن کیا ہے۔ اور اس پر مستقل تصانیف تدوین کی ہیں۔ مثلاً:

(۱) حافظ دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے "ثناء الصحابہ علی القرابۃ و ثناء القرابۃ علی الصحابۃ" کے نام سے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی۔

(۲) ابو سعید اسماعیل بن علی بن الحسن السمان (متوفی ۴۴۵ھ) نے کتاب "الموافقۃ بین اہل البیت والصحابۃ" بھی اسی مقصد کے لیے تحریر کی۔

(۳) علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر و جاراللہ زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ) نے کتاب "الموافقۃ بین اہل البیت والصحابۃ" اسی مطلب کے لیے تصنیف کی۔

—— لیکن قدرت کی طرف سے اتفاق ایسا ہوا ہے کہ اب یہ تصانیف اس ملک میں ناپید و نایاب ہیں۔ بلکہ مفقود الخبر ہیں۔ تلاش و جستجو کے باوجود مجھے اس ملک میں تاحال کہیں ان کا سراغ نہیں مل سکا۔ البتہ آخری تصنیف زمخشری کا "اُردو میں خلاصہ" ہندوستان سے ۱۳۷۲ھ میں شائع ہوا۔ جس کے ساتھ عربی متن نہیں۔ اور کسی کتاب کے حوالہ کی تخریج بھی درج نہیں۔ اس کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ زمخشری کی تصنیف "کتاب الموافقۃ" کا ترجمہ ہے۔ مگر ہم نے اس پر اعتماد نہیں کیا۔ اپنا ارادہ یہ تھا کہ علماءِ سلف کی ان تصانیف پر بنا کی جاتی لیکن ان کے دستیاب نہ ہونے کے باعث تعلقات و روابط کے مضامین کو دیگر کتبِ متداولہ سے مدوّن کرنے کا قصد کر لیا۔ اور ابواب کی ترتیب و تدوین بھی اپنی صوابدید کے موافق تجویز کی۔ مولیٰ کریم منظور فرمائے۔ اور ہمارے لیے آخرت میں کامیابی کا

سامان اور مغفرت کا وسیلہ بنائے۔ آمین یا ربّ العٰلمین۔

اپنی ناقص تلاش کے موافق "تعلقات اور روابط" کے یہ چند واقعات فراہم کیے ہیں جو پیشِ خدمت ہیں۔ ورنہ ان مضامینِ عالیہ کا استیعاب و استقصاء کون کر سکتا ہے؟ ان کی حیثیت "مشتے نمونہ از خروارے" کی ہے۔

(۴)——تعلقات کے ان مضامین کی حقانیت و صداقت پر ہمارا اصل استدلال تو قرآن مجید سے ہے۔ قرآن مجید نے واضح عبارت اور واشگاف الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابۂ کرام میں رحمان و رحیم نے اپنی شانِ رحمت کا ظہور بطریقِ اتم فرمایا ہے "یہ سب آپس میں رحم دل ہیں" اور ان کے دلوں میں "شفقت و اُلفت پیدا کر دی گئی ہے۔ ان کے درمیان اخوتِ دینی اور اسلامی برادری کا رشتہ ہمیشہ سے قائم و دائم ہے۔

باقی روایات و تاریخی واقعات جو کچھ بھی ہم اس باب میں ذکر کریں گے وہ سب نصِ قرآنی کی تصدیق و تائید کے طور پر مندرج ہوگا۔ اس کو مستقل دلیل کی حیثیت حاصل نہ ہوگی۔ اس چیز کو ہمارے ناظرینِ کرام اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں۔ یہ اُصولِ موضوعہ میں سے ہے۔

(۵)——جب ہمارے دعوے کی اصل دلیل نصوصِ قرآنی اور آیاتِ فرقانی ہیں تو یہاں مقامِ استدلال میں وہی روایات قابلِ تسلیم اور لائق قبول ہونگی۔ جو نصِ قرآنی اور سنّتِ مشہورہ کے مطابق ہوں۔ اور جن میں صحابۂ کرام کی باہمی شفقت و الفت کے واقعات درج ہوں۔ اور جن میں محبت و یگانگت اور دوستی اور آشتی کے حالات مذکور ہوں۔

جن روایات میں اس کے برعکس ان بزرگوں کے درمیان منافسات و مشاجرات اور رنجیدگی کے نقشے کھینچے گئے ہیں وہ تمام تر ذخیرے یہاں معارضہ

کے مقام میں کام نہ دے سکیں گے اور ان کے ساتھ معارضہ پیش کرنا درست بھی نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ فریقین (اہلِ سُنت و اہلِ تشیّع) کے ہاں اپنی جگہ یہ قاعدہ مُسلّم الطرفین ہے کہ جو روایت نصِ قرآنی اور سُنّتِ مشہورہ مسلّمہ کے خلاف مروی ہو اور کوئی تاویل یا تطبیق نہ ہو سکتی ہو تو وہ قابلِ رد ہوتی ہے، لائقِ تسلیم نہیں ہوتی۔ چند حوالہ جات اس قاعدہ کے متعلق ہر دو فریق کی متداولہ کتب سے ملاحظہ ہوں:

شیعی کتب سے ائمہ کرام کے فرامین

(۱) —— جناب محمد باقرؒ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا حجۃ الوداع والا خطبہ نقل فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام کا ارشاد ذکر کرتے ہیں:۔

"فَاِذَا اَتَاکُمُ الْحَدِیْثُ فَاعْرِضُوْہُ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّتِیْ فَمَا وَافَقَ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ فَخُذُوْہُ وَمَا خَالَفَ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ فَلَا تَاْخُذُوْہُ"

(احتجاج طبرسی، ص ۲۲۹۔ احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی علیہما السلام فی انواع شتّٰی)

"حاصل یہ ہے کہ سیّدنا محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سُنّت پر پیش کرو۔ جو کتاب اللہ اور میری سنّت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو۔"

(۲) —— مغیرہ بن سعید بڑا مکّار آدمی تھا وہ امام باقرؒ کے نام سے بے شمار جعلی روایات چلایا کرتا تھا۔ امام جعفر صادقؒ مغیرہ بن سعید کی اس تدلیس اور جعل سازی کا ذکر

کرتے ہوئے لوگوں کو بطورِ نصیحت ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں :

"..... فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَقْبَلُوا عَلَيْنَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ جو چیز کتاب اللہ اور سُنّتِ نبی علیہ السّلام کے برخلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو۔"

(رجال کشّی، تذکرہ مغیرہ بن سعید ص ۱۴۶ طبع بمبئی قدیم

" " " " ص ۱۹۵، طبع جدید تہران)

شیعی کتب میں سے فرامین آئمہ کرام کے متعدد حوالہ جات ہم نے اپنی کتاب "حدیثِ ثقلین" ص۲۵۵ سے ص۲۶۴ تک مفصّل درج کیے ہیں۔ یہاں ان میں سے صرف دو حوالہ جات درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۳) ــــــ مزید براں یہی قاعدہ کتاب امالی شیخ صدوق ص ۲۲۱ طبع قدیم ایرانی مجلس الثامن والخمسون میں بھی جعفر صادق و محمد باقر کی سند سے حضرت علی المرتضیٰؓ سے منقول ہے :-

"فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ فَخُذُوْهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَدَعُوْهُ۔"

یعنی وہ بات جو کتاب اللہ کے موافق پائی جائے اس کو قبول کرو اور جو بات کتاب اللہ کے مخالف معلوم ہو اس کو چھوڑ دو۔"

(۴) ــــــ اور امالی شیخ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی کی جلد اوّل جزء التاسع کی دوسری روایت جو امام محمد باقرؒ سے منقول ہے۔ اس میں بھی ان الفاظ کے ساتھ یہی قاعدہ مذکور ہے :

"وَانْظُرُوْا اَمْرَنَا وَمَا جَآءَكُمْ عَنَّا فَاِنْ وَجَدْتُمُوْهُ لِلْقُرْاٰنِ

مُوَافِقًا فَخُذُوْهُ بِهٖ وَاِنْ لَمْ تَجِدُوْهُ مُوَافِقًا فَرُدُّوْهُ۔

یعنی ہماری جو چیز تمہارے سامنے آئے وہ اگر قرآن مجید کے موافق پائی جائے تو اس کو اخذ کرو۔ اگر قرآن کے موافق نہیں ہے تو اس کو رد کر دو۔"

(امالی شیخ طوسی ص ۲۳۷، جلد اوّل، طبع عراق نجف اشرف)

اپنی کتب میں سے چند حوالہ جات

جیسا کہ شیعہ بزرگوں کے ہاں یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ نصِّ قرآنی یا سُنّتِ مشہورہ کے خلاف جو روایت پائی جائے وہ لائقِ التفات نہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں بھی یہی اصول جاری ہے:

(۱)۔۔۔ چنانچہ اصولِ فقہ کی مشہور و معتبر کتاب اصول السرخسی (مُصنّفہ شمس الائمہ السرخسی) کے بیان وجوہ الانقطاع میں مذکور ہے کہ:

"وَذَالِكَ تَنْصِيْصٌ عَلٰى اَنَّ كُلَّ حَدِيْثٍ هُوَ مُخَالِفٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَكْثُرُ الْاَحَادِيْثُ لَكُمْ بَعْدِيْ فَاِذَا رُوِيَ لَكُمُ الْحَدِيْثُ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَا وَافَقَهٗ فَاقْبَلُوْهُ وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ مِنِّيْ وَمَا خَالَفَهٗ فَرُدُّوْهُ وَاعْلَمُوْا اَنِّيْ بَرِيْءٌ مِنْهُ۔"

(اصول السرخسی، ص ۳۶۵، جلد اوّل مطبوعہ حیدر آباد دکن، فصل فی بیان وجوہ الانقطاع)

"حاصل یہ ہے کہ جو روایت کتاب اللہ کے خلاف پائی جائے وہ قابلِ ردّ ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میرے بعد تمہارے پاس

بشتر روایات پہنچیں گی جب بھی کوئی روایت تمہارے سامنے آئے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرنا۔ جو کتاب اللہ کے موافق ہو اسے قبول کر لینا۔ یقیناً اس کا انتساب میری طرف درست ہو گا۔ اور جو کتاب اللہ کے معارض و مخالف پائی جائے اس کو رد کر دینا۔ یقین کرو میں اس سے بری ہوں۔

(۲) ــــــ نیز اسی طرح اصولِ فقہ کی درسی کتاب "توضیح تلویح" بحث سنت فصل فی الانقطاع میں مذکورہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

" فَدَلَّ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَلٰى اَنَّ كُلَّ حَدِيْثٍ يُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بِحَدِيْثِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِنَّمَا هُوَ مُفْتَرًى۔

"یعنی اس حدیث نے بتلا دیا کہ جس روایت میں کتاب اللہ کے خلاف مضمون وارد ہے وہ رسول اللہ علیہ السلام کا فرمان نہیں ہے۔ وہ خود ساختہ اور مصنوعی چیز ہے۔

(۳) ــــــ خطیب بغدادیؒ نے کتاب الکفایہ فی علم الروایہ ص ۴۳۰ میں اس مضمون کی ایک باسند روایت حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی ہے:

" عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ قَالَ سَيَأْتِيْ عَنِّيْ اَحَادِيْثُ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا جَاءَكُمْ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسُنَّتِيْ فَهُوَ مِنِّيْ وَمَا جَاءَكُمْ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ "

"یعنی ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری طرف منسوب شدہ مختلف قسم کی روایات عنقریب تمہارے پاس پہنچیں گی جو کتاب اللہ اور میری سنت (مشہورہ) کے مطابق ہوں وہ درست ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے

معارض ہوں وہ صحیح نہیں ہونگی۔

——جانبین کی ان تصریحات و توضیحات کے بعد واضح ہو گیا کہ روایات کی کتابوں میں، تواریخ میں یا فضائل و مناقب کی کتب میں کتاب وسنت کے برخلاف جو کچھ مواد پایا جائے وہ ہرگز التفات کے قابل نہیں۔

یہ قیمتی قواعد طرفین کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اِن پر عمل درآمد سے ہی دین وایمان کی حفاظت اور نگہداشت ہوسکتی ہے۔ اور ملّی اتفاق وقومی اتحاد کا ہر دور میں تقاضا بھی یہی رہا ہے کہ عملی زندگی میں ان اصول وقواعد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے تاکہ قوم باہمی انتشار وافتراق کے مرض سے مامون ومحفوظ رہ سکے۔

——اِن تمہیدات کے آخر میں وہ قاعدہ بیان کر دینا بھی موزون ہے جو علمائے حدیث کے ہاں روایات کے باب میں جاری وساری ہے جسے فاضل ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ" جلد اول، ص ۱۲، تذکرہ سیدنا علیؓ میں درج کیا ہے پہلے حضرت علیؓ کا فرمان درج کیا ہے پھر اس پر اپنی طرف سے ناصحانہ تشریح ثبت کی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"عَنْ اَبِیْ طُفَیْلٍ عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ وَدَعُوْا مَا یُنْکِرُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ یُّکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ؟

(قَالَ الذَّھَبِیُّ) فَقَدْ زَجَرَ الْاِمَامُ عَلِیٌّؓ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رِوَایَۃِ الْمُنْکَرِ وَحَثَّ عَلَی التَّحْدِیْثِ بِالْمَشْھُوْرِ وَھٰذَا اَصْلٌ کَبِیْرٌ"

ؔ قولہٗ عَنْ عَلِیٍّؓ الخ، اہلِ علم کے فائدہ کے لیے لکھا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ قول کنز العمال، ج ۵، ص ۲۴۲ (کتاب العلم من قسم الافعال آداب العلم متفرقہ طبع اوّل) میں بھی مذکور ہے۔ اور بخاری شریف جلد اوّل، ص ۲۴ (باب من خص بالعلم قومًا دون قوم) میں بھی درج ہے۔ مگر مجمل طور پر ہے۔ (منہ)

فِی الْکَفِّ عَنْ بَثِّ الْاَشْیَاءِ الْوَاھِیَۃِ وَالْمُنْکَرَۃِ مِنَ الْاَحَادِیْثِ فِی الْفَضَائِلِ وَالْعَقَائِدِ وَالرَّقَائِقِ۔"

(تذکرۃ الحفاظ، جلد اوّل، ص ۱۲ للذہبیؒ، مطبوعہ حیدرآباد دکن (تذکرہ حضرت علیؓ)

یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ کا فرمان ہے کہ معروف ومشہور چیزیں بیان کیا کرو اور منکر یعنی معروف ومشہور کے خلاف باتیں عوام میں ذکر نہ کیا کرو۔ کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟ فاضل ذہبی اس مرتضوی قول کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ ہمارے امام ومقتدیٰ علی المرتضیٰ نے ہمیں شاذ ومنکر روایات کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور مشہور ومعروف چیزوں کے بیان کرنے میں رغبت دلائی ہے اور بے سروپا وبے اصل روایات کے پھیلانے اور تشہیر کرنے سے روکنے کے لیے یہ شاندار قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ یہ روایات خواہ عقائد سے تعلق رکھتی ہوں یا فضائل اور ترغیبات کے باب سے ہوں سب کی خاطر یہ قانون ضروری اور لازمی ہے۔"

مقاصد

تمہیدات کے بعد اب مقاصد شروع کیے جاتے ہیں۔ (بعونہ تعالیٰ)

اللہ جل وعلا شانہ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر ایمانداروں کی صفات حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے کہ ان میں اخوت و برادری قائم ہے۔ ان میں غمخواری و محبت کا رشتہ موجود ہے۔ ان کے قلوب میں نرمی و الفت پیدا کر دی گئی ہے۔ باہمی ولایت و دوستی جیسے خصائل سے متصف ہیں۔ آپس میں رحمدلی اور مہربانی کی شان ان میں ہمیشہ سے پائی جاتی ہے۔ رأفت و شفقت کے زیور سے آراستہ ہیں۔ خویشاوندی و یگانگت کے لباس سے مزین ہیں۔ غمخواری و غمگساری کے خوگر ہیں۔ پاسداری اور پاس خاطر کے عادی ہیں۔ خیرخواہی اور ہمدردی ان کا وطیرہ ہے۔ حق شناسی و قدردانی ان کا شعار ہے۔ خوشروئی اور خوشخوئی ان کا کام ہے۔ چنانچہ اس چیز پر ذیل کی آیات دلالت کرتی ہیں۔

آیۃ اوّل

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (سورۃ حجرات، پارہ ۲۶)

ترجمۂ فارسی از شاہ ولی اللہؒ: "جز این نیست کہ مسلمانان برادران یکدیگراند پس صلح کنید میان دو برادر خویش و بترسید از خدا۔ تا بر شما رحم کردہ شود"۔۔۔۔ ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ: "سوا اس کے نہیں کہ مسلمان بھائی ہیں پس اصلاح کرو درمیان دو بھائیوں اپنے کے۔ اور ڈرو

اللہ سے تو کہ تم رحم کیے جاؤ۔"

آیۂ دوم

"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

(پارہ چہارم پاؤ اول)

ترجمہ فارسی از حضرت شاہ ولی اللہؒ: و چنگ زنید برسن خدا (بدین خدا) جمع آمدہ و پراگندہ مشوید۔ یاد کنید نعمت خدا را کہ بر شما است ۔ چوں بودید دشمن یکدیگر و بودید بر کنارہ مغاکے از آتش پس رہانید شما را ازاں ۔ ہمچنیں بیاں مے کند نشان ہائے خود را تا باشد کہ راہ یابید (یعنی تفرق در اصول دین حرام است کہ جمعے معتزلے باشند و جمعے شیعہ و علیٰ ہذا القیاس)

ترجمہ اُردو از شاہ رفیع الدینؒ: اور محکم پکڑو ساتھ رسّی اللہ کے اکٹھے ۔ اور مت متفرق ہو۔ اور یاد کرو نعمت اللہ کی اُوپر تمہارے۔ جس وقت تھے تم دشمن پس الفت ڈالی درمیان دلوں تمہارے کے۔ پس ہو گئے تم ساتھ نعمت اس کی کے بھائی اور تھے تم اوپر کنارے گڑھے کے آگ سے پس چھڑا دیا تم کو اس سے ۔ اس طرح بیان کرتا ہے اللہ واسطے تمہارے نشانیاں اپنی تو کہ تم راہ پاؤ۔"

شاہ عبد القادر موضح القرآن کے فوائد میں فرماتے ہیں . . . . .

حق تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ نہ بہکو اور آپس میں اتفاق کو غنیمت

سمجھو۔ اور یہود کی طرح پھوٹ کر خراب نہ ہو۔ (منہ)

آیۂ سوم

"هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ"

(پارہ دہم پاؤ اوّل)

فارسی ترجمہ از حضرت شاہ ولی اللہ: "ہمو است آنکہ قوت داد ترا بیاری دادن خود و بمسلمانان و ہمو است آنکہ اُلفت داد میانِ دلہائے ایشاں۔ اگر خرچ میکردی آنچہ در زمین است ہمہ یکجا الفت نمیدادی میانِ دلہائے ایشاں ولیکن خدا اُلفت افگند میانِ ایشاں۔ ہر آئینہ وے غالب با حکمت است۔"

اردو ترجمہ از شاہ رفیع الدین: "وہی ہے جس نے قوت دی تجھ کو ساتھ مدد اپنی کے اور ساتھ مسلمانوں کے اور اُلفت ڈالی درمیان دلوں ان کے کے۔ اگر خرچ کرتا تُو جو کچھ زمین میں ہے سب، نہ اُلفت ڈالتا درمیان دلوں ان کے کے، ولیکن اللہ تعالیٰ نے اُلفت ڈالی درمیان ان کے۔ تحقیق وہ غالب ہے حکمت والا۔"

شاہ عبدالقادرؒ نے موضح القرآن کے فوائد میں یہاں لکھا ہے کہ عرب کی قوم میں آگے ہمیشہ بَیر رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے۔ پھر حضرت کے سبب سب متفق اور دوست ہو گئے

(منہ)

آیۃ چہارم

"اِنَّ الَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَ جَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ
بَعْضٍ" (پارہ دہم، پاؤ اوّل کا آخر)

فارسی ترجمہ از شاہ ولی اللہ: "ہر آئینہ آنانکہ ایمان آوردند و ہجرت کردند
و جہاد نمودند بمالِ خود و جانِ خود در راہِ خدا و آنانکہ جائے دادند و نصرت
کردند ایں جماعت بعض ایشاں کارسازانِ بعض اند۔"

ترجمہ اُردو از شاہ رفیع الدین: "تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور وطن
چھوڑا اور جہاد کیا ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے بیچ راہ اللہ
کے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی بعضے ان کے دوست بعض کے ہیں
اور ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔"

آیۃ پنجم

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ
اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ
ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ
شَطْاَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ
لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
مِنْھُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۵ (پارہ ۲۶۔ سورہ فتح کا آخری رکوع)

ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہ: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر است۔ و آنانکہ همراہ اویند سخت اند بر کافراں، مہربانند درمیانِ خود، مے بینی ایشاں را رکوع کنندہ وسجدہ نمایندہ مے طلبند فضل را از خدا و خوشنودی را۔ نشان صلاح ایشاں در روئے ایشاں ست از اثر سجود۔ آنچہ مذکور مے شود داستانِ ایشاں ست در تورات و داستانِ ایشاں ست در انجیل۔ ایشان مانندِ زراعت ہستند کہ بر آورد گیاہ سبز خود را پس قوی کرد آں را پس سطبر شد۔ پس بایستاد بر ساقہائے خود۔ بشگفت مے آرد زراعت کنندگان را (عاقبت حال غلبۂ اسلام آنست) کہ بخشم آرد خدائے تعالیٰ بسبب دیدنِ ایشاں کافراں را، وعدہ دادہ است خدا آناں را کہ ایمان آوردہ اند و کارہائے شائستہ کردند ازیں اُمت آمرزش و مزد بزرگ۔ (فتح الرحمٰن)

ترجمہ اُردو از شاہ رفیع الدینؒ: "محمد رسول اللہ کا ہے۔ اور جو لوگ ساتھ اس کے ہیں سخت ہیں اوپر کفار کے اور رحمدل ہیں درمیان اپنے۔ دیکھتا ہے تو اُن کو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے۔ چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضامندی اس کی۔ نشانی ان کی بیچ مونہوں ان کے کے ہے اثر سجدے کے سے۔ یہ صفت ان کی بیچ تورات کے اور صفت ان کی بیچ انجیل کے جیسے کھیتی نکالے سوئی اپنی۔ پس قوی کرے اس کو، پس موٹی ہو جاوے پس کھڑی ہو جاوے اُوپر جڑ اپنی کے۔ خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والوں کو، تو کہ غصہ میں لاوے بہ سبب ان مسلمانوں کے کافروں کو۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کیے اچھے، ان میں سے بخشش اور بڑا ثواب۔

—— شاہ عبدالقادر فوائد موضح القرآن میں فرماتے ہیں کہ جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ - ان کا بانا یعنی تہجد کی نمازوں سے صاف نیت سے چہرے پر ان کے نور ہے - حضرت کے اصحاب پہچانے پڑتے چہرے کے نور سے ! اور کھیتی کی کہاوت یہ کہ اول ایک آدمی تھا اس دین پر پھر دو ہوتے پھر قوت بڑھتی گئی حضرت کے وقت اور خلیفوں کے وقت - اور یہ کہ وعدہ دیا ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور بھلے کام کرتے ہیں - حضرت کے اصحاب سب ایسے ہی تھے - مگر خاتمے کا اندیشہ رکھا - حق تعالیٰ بندوں کو ایسی خوشخبری نہیں دیتا کہ نڈر ہو جاویں - مالک سے اتنی شاباشی بھی غنیمت ہے "

(۱)

قرآن مجید میں اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں - صرف ان پنجگانہ آیات کو یہاں ذکر کیا گیا ہے - ان کا مفہوم اپنی جگہ واضح ہے کہ ایمان والوں میں اخوت و برادری کا تعلق ہمیشہ سے قائم ہے اور اس رشتۂ خویشگی میں دواماً اصلاح رہنی چاہیے - یہ سب خشیتِ الٰہی کی وجہ سے ہو - تاکہ رحمتِ خداوندی شاملِ حال رہے -

(۲)

ایمان والوں کو اللہ کی رسی مضبوطی سے تھامنی چاہیے اور اس احسانِ خداوندی کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری دیرینہ دشمنیوں کو مالک کریم نے الفت میں بدل دیا اور قدیمی عداوتوں میں رفاقتوں کی صورت پیدا فرما دی ہے - اب سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی نظر آتے ہیں - رنجیدگی اور باہمی کشیدگی کا انجام آتش کا گڑھا ہوتا ہے - ارحم الراحمین نے اس سے بچا لیا -

(۳)

عام مومنوں کے بارے میں یہ عنوان چل رہا تھا۔ اب ذرا اس دائرے کو خاص کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لانے والے مومنین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے اور احسان جتلایا جاتا ہے کہ اے پیغمبر ہم نے آپ کی خاص مدد کی اور ان مومنین کے ذریعہ تائید و نصرت کی ہے۔ ان مومنین کے دلوں میں الفت ڈال دی ہے۔ اگر آپ زمین کی تمام چیزیں خرچ کر ڈالتے تب بھی یہ الفت اور رأفت و شفقت پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ مالک کریم نے اپنے غلبۂ قدرت اور حکمتِ بالغہ کے ذریعہ یہ مسئلہ حل کر دیا ہے۔

(۴)

اس کے بعد مزید تخصیص فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ مومن جو مہاجر ہیں، مجاہد فی سبیل اللہ ہیں، اپنی جان و مال راہِ خدا میں لگا دینے والے ہیں۔ اور یہ مومن جو مہاجرین کو ٹھکانا دینے والے ہیں اور ان ہجرت کرنے والوں کی نصرت و امداد کرنے والے ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کے دوستدار، کارساز اور رفیقِ زندگی ہیں۔ ان کی باہمی موالات و مساوات اور غمخواری کی شہادت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تصریحًا بیان فرما دی ہے۔

(۵)

بعد ازاں آیت ۲۹ میں اس مضمون کو اور تفصیل کے ساتھ مالک کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی معیّت میں رہنے والے مندرجہ حضرات پاکباز و مقدّس لوگوں کی جماعت ہے۔

(۱) خدا کے دشمنوں کے حق میں سخت ہیں، ان سے دبنے والے نہیں ہیں۔

(۲) باہم مہربان اور نرم دل ہیں، ایک دوسرے سے کینہ رکھنے والے نہیں ہیں۔

(۳) عبادتِ خداوندی میں لگے رہتے ہیں۔ دنیاوی غرض اور شہرت کے لیے نہیں بلکہ

صرف رضائے الٰہی اور خوشنودئ حق ان کا مقصود و مطلوب ہے۔

ان کی پہلی دو صفات اپنے اور پرائے کے معاملات کے متعلق ہیں۔ تیسری صفت (عبادت) ان کی ذات سے متعلق ہے یعنی بڑے پرہیزگار اور با خدا لوگ ہیں۔ گویا صحابۂ کرام کو بُری باتوں سے متہم کرنا بڑی بد باطنی کی دلیل ہے اور آیتِ قرآنی کی تکذیب ہے۔

(۴) چوتھی صفت (سِيمَاهُمْ ... الخ) ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار و انوار چہروں پر نمایاں ہیں۔ شب خیز اور باخدا لوگوں کے چہروں میں جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ ریاکاروں اور بد باطنوں کے چہروں میں ہرگز نہیں ہوتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی مذکورہ صفات کاملہ صرف قرآن مجید میں ہی مذکور نہیں ہوتیں بلکہ ان کی یہ صفات سابقہ آسمانی کتب تورات و انجیل میں بھی درج چلی آتی ہیں۔ پھر بطور تمثیل بیان فرمایا کہ دینِ اسلام کی ترقی اور اہلِ دین کا غلبہ اور ارتقاء تدریج ہوگا اور ضرور ہوگا۔ پھر یہ تدریجی ترقی منتہائے کمال تک پہنچے بغیر نہ رہ سکے گی۔ اور اسلام کا ارتقائی دَور وقت کے اعتبار سے متصل بالزمان ہوگا۔ اس میں انفصال و انقطاع پیش نہ آئے گا۔ یہاں پیش کردہ مثال اور ممثل لہٗ کی مطابقت و موافقت ملحوظ رکھنے سے یہ مسائل حل ہو رہے ہیں۔ (فافہم)

آیۂ ہٰذا کے آخری حصہ (وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... الخ) میں اس جماعت کے حسنِ مآل اور نیک انجام کا ذکر ہے۔ اس طرح کہ پہلے اس دنیا میں ترقی کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد اُخروی انعامات اور آخرت کی کامیابی کو بیان کیا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان مومنین صالحین کے ساتھ وعدہ ہے کہ اگر خطا سرزد ہو بھی جائے گی تو مغفرت کر دی جائے گی اور نیک اعمال پر اجر ملے گا۔ گناہ معاف ہوں گے اور نیکیاں مقبول ہوں گی۔ گویا جماعت صحابۂ کرام کے حالات کا اجمالی نقشہ

آیت ہٰذا میں اس طرح مذکور ہے کہ پہلے درجہ میں ان کے استکمالِ ایمان کا بیان ہے پھر اُن کی کمالِ عبادت کا ذکر ہے۔ پھر ان کی اخلاصِ نیت بتائی گئی ہے۔ پھر تدریجی ترقی کی وضاحت کی ہے۔ آخر میں ان کی خیر انجامی اور حسنِ عاقبت کے متعلق وعدہ کی صورت میں اعلان کر دیا ہے۔ (ملخص از تفاسیرِ متعددہ)

(۱)

مفسرین اِس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

" هٰذِهٖ صِفَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدُهُمْ شَدِيْدًا عَنِيْفًا عَلَى الْكُفَّارِ رَحِيْمًا بَرًّا بِالْاَخْيَارِ غَضُوْبًا عَبُوْسًا فِيْ وَجْهِ الْكَافِرِ ضَحُوْكًا بَشُوْشًا فِيْ وَجْهِ اَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى " يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمّٰى وَالسَّهَرِ۔ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَشَبَّكَ النَّبِيُّ صلی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ " (تفسیر لابن کثیر تحت الآیت ہٰذہ)

(۲)

" وَهُمَا جَمْعًا شَدِيْدٍ وَّرَحِيْمٍ وَنَحْوَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ وَبَلَغَ مِنْ تَشَدُّدِهِمْ عَلَى الْكُفَّارِ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَتَحَرَّزُوْنَ مِنْ ثِيَابِهِمْ اَنْ تَلْزَقَ بِثِيَابِهِمْ وَمِنْ اَبْدَانِهِمْ

اَنْ تَمَسَّ اَبْدَا نَهُمْ وَبَلَغَ مِنْ تَرَحُّمِهِمْ فِيْمَا بَيْنَهُمْ اَنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا اِلَّا صَافَحَهٗ وَعَانَقَهٗ۔

(تفسیر مدارک نسفی تحت الآیہ)

(۳)

وَفِيْ وَصْفِهِمْ بِالرَّحْمَةِ بَعْدَ وَصْفِهِمْ بِالشِّدَّةِ تَكْمِيْلٌ وَ اِحْتِرَاسٌ فَاِنَّهٗ لَوِ اكْتَفٰى بِالْوَصْفِ الْاَوَّلِ لَرُبَّمَا تُوُهِّمَ اَنَّ مَفْهُوْمَ الْقَيْدِ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ فَيُتَوَهَّمُ الْفَضَاضَةُ وَالْغِلْظَةُ مُطْلَقًا فَدَفَعَ بِاِرْدَافِ الْوَصْفِ الثَّانِيْ وَمَآلُ ذَالِكَ اَنَّهُمْ مَعَ كَوْنِهِمْ اَشِدَّاءُ عَلَى الْاَعْدَاءِ رُحَمَاءُ عَلَى الْاِخْوَانِ وَنَحْوُهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔ (روح المعانی تحت الآیہ)

(۴)

وَمِنْ حَقِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يُّرَاعُوْا هٰذِهِ السُّنَّةَ اَبَدًا فَيَتَشَدَّدُوْا عَلٰى مُخَالِفِيْهِمْ وَيَرْحَمُوْا اَهْلَ دِيْنِهِمْ۔

(تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری تحت الآیہ)

(۵)

وَالْمُرَادُ بِالَّذِيْنَ مَعَهٗ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ مَنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَّةَ وَقَالَ الْجُمْهُوْرُ جَمِيْعُ اَصْحَابِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ۔ (تفسیر "بحر المحیط" و روح المعانی)

(۱)

خلاصہ یہ کہ حضور علیہ الصلوات والتسلیم پر ایمان لانے والے اور حضورؐ کے ساتھ رہنے والے حضرات کی یہ خاص صفت ہے کہ منکرینِ اسلام پر

بڑے سخت ہیں اور نیک لوگوں کے حق میں بڑے رحیم اور مہربان ہیں۔ کافروں کے ساتھ غضبناک اور چہرہ برافروختہ رکھتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ خوش چہرہ اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر مومنوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے قریب والے کافروں کے ساتھ جنگ وقتال کرو اور وہ تم میں سختی اور شدت معلوم کریں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ ایمان داروں کی آپس میں شفقت کے اعتبار سے ایسی مثال ہے کہ تمام مومن ایک جسم کی طرح ہیں۔ جسم کے ایک بازو کو تکلیف ہو تو تمام بدن بے آرام ہو جاتا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں ایک بنیاد کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کیے ہوتے ہوتا ہے۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر مومنوں کے آپس میں ارتباط اور یگانگت کو واضح فرمایا۔

(۲)

مفسرین لکھتے ہیں حضور علیہ السلام کے صحابہ کرامؓ میں مومنوں کے ساتھ متواضع رہنے اور کافروں کے ساتھ سخت رہنے کی صفت اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ حضور علیہ السلام کے دور میں مومن لوگ کفار کے کپڑوں کے ساتھ اپنا کپڑا لگ جانے سے احتراز اور بچاؤ کرتے تھے۔ اور اپنے بدن کو ان کے بدن کے ساتھ مس ہو جانے سے اجتناب و پرہیز کرتے تھے۔ اور جب مومنین کی آپس میں میل ملاقات ہوتی تو ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے اور معانقہ کرتے یعنی بغل گیر ہوتے تھے۔

(۳)

مُفسّرین کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام کی یہ صفت (کہ کُفّار پر سخت ہیں) ذکر کرنے کے بعد پھر ان کی یہ صفت ذکر کی کہ (آپس میں مہربان ہیں) اس لیے کہ اگر صرف پہلی صفت پر اکتفاء کر دیا جاتا کہ کافروں کے حق میں سخت ہیں، تو خیال ہو سکتا تھا کہ ان میں صرف شدّت و غلظت مطلقاً پائی جاتی ہے۔ اس لیے وہم کو دُور کرنے کی خاطر دوسری صفت ذکر کی ہے کہ پرائے کے حق میں شدید ہیں تو اپنے کے حق میں شفیق ہیں۔ اس طرح اِن اوصافِ فاضلہ کی تکمیل ہو گئی۔

(۴)

نیز مفسّرین نے لکھا ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ صحابۂ کرام کی اس صفت پر عمل کرتے ہوئے مخالفینِ دین کے ساتھ سختی کا برتاؤ کریں، اور مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور دوستداری کا سلوک رکھیں۔

(۵)

تفسیر بحر المحیط اور تفسیر روح المعانی میں واضح طور پر موجود ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے صرف اہلِ حُدَیبیہ ہی نہیں بلکہ جمیع صحابۂ کرام مُراد ہیں۔

—— آیت پنجم (والذین معه اشداء علی الکفّار رحماء بینہم الخ) کی مختصر سی تشریح پیش کی گئی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللّٰہ عنہم اجمعین کی صفاتِ کاملہ جو آیتِ مذکورہ میں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک ایک وصف کے بیان کے لیے دفتروں کے دفتر تیار کیے جا سکتے ہیں۔ مگر ہمیں یہاں صرف ایک وصف (رحماء بینہم) کا مختصر سا بیان مطلوب و مقصود ہے کہ سرورِ دو عالم رحمۃ للعالمین صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کی یہ جماعت

باہمی وصفِ رحمت کے ساتھ متّصف ہے۔ اس اَرحم الرّاحمین جلّ وعلا شانہٗ نے اپنے برگزیدہ پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کو سراپا رحمتِ دوعالم بناکر بھیجا ہے تو ان کے خاص شاگردوں کو، ان کے خاص خدّام کو، ان کے جاں نثاروں کو، ان کے ہر وقت میں ساتھ رہنے والوں کو اور ان کے ہر وقت کے حاضر باشوں کو بھی اس صفتِ رحمت، و شفقت، اور اُلفت و محبّت کے ساتھ متّصف فرمایا ہے۔ یہ حضرات آپس میں رحیم ہیں، باہم شفیق ہیں، ایک دوسرے کے دوست اور مُحبّ ہیں۔

یہ صفت دائمی تھی

پھر یہ صفتِ رحمت صرف چند ایک صحابۂ کرام کے لیے نہیں بلکہ تمام صحابۂ کرام کے لیے ہے۔ اور وہ مدّت العمر تک اس خصوصی صفت پر قائم و دائم رہے ہیں۔ جس طرح یہ حضرات کفار کے حق میں ہمیشہ ہمیشہ سخت اور شدید رہے ہیں۔ اور رکوع و سجود دائماً کرتے رہے ہیں۔ "رُکّعاً سُجّداً" کی صفت ان سے زائل نہیں ہوتی۔ اور دیگر ایمانی صفات: صوم، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاصِ نیت وغیرہ میں بھی ان سے فروگذاشت نہیں ہوتی بلکہ ان صفاتِ حمیدہ و خصائلِ برگزیدہ پر ہمیشہ کاربند اور عامل رہے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح باہمی شفقت و رحمت کی صفت پر بھی ان کا عمل درآمد وقتی نہیں ہوا ہے بلکہ دائمی رہا ہے۔

چنانچہ اس چیز کی تائید قرآنِ مجید میں موجود ہے۔ اِن ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں فرمان ہوتا ہے کہ:

۔ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ (پارہ ۲۶۔ سورہ فتح رکوع ۳)

ترجمہ از شاہ رفیع الدّین: اور لازم کر دی ان کو بات پرہیزگاری کی اور

تھے وہ بہت حق دار اس کے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

مدّعائے تحریر

اس کے بعد مدعائے تحریر میں ہم ناظرین کرام پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مذکورہ صفت (رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) میں بے شک تمام صحابۂ کرام شریک ہیں۔ مہاجر ہوں یا انصار، مکی ہوں یا مدنی، قریشی ہوں یا غیر قریشی، ان تمام بزرگوں کی باہمی خوش خلقی و خیر خواہی و ہمدردی و غم خواری کے واقعات سے اسلامی کتب لبریز ہیں۔ اس چیز میں کوئی خفاء و اشتباہ نہیں۔ لیکن ہم اس کتاب میں خصوصی طور پر سیدنا عمرؓ بن الخطاب، اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان رحمت و شفقت اور اُلفت و محبّت کے واقعات مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں —— اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات اور ان کے خاندانوں کے متعلق خاص طور پر عداوت، نفرت، اختلاف، انتشار اور افتراق کو عوام میں پھیلایا گیا ہے۔ عامۃ الناس اور جاہل طبقہ میں تو بڑی کوشش سے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ یہ سب حضرات آپس میں مخالف تھے۔ ان کی باہمی سخت عداوت تھی اور ایک دوسرے کے حق میں جور و ظلم کو روا رکھنے والے تھے۔ اور انہوں نے ایک دوسرے کے جائز حقوق کو ضائع کر ڈالا ہے۔ خاندانِ نبوّت پر انہوں نے بڑے بڑے مظالم ڈھائے ہیں جو زبانِ بیان سے بالاتر اور دید و شنید سے بلند تر ہیں۔ لہٰذا اِس صورتِ حال کی بنا پر ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ :

(۱)

لوگ خلفاء اربعہ حضرات کی دشمنی اور ناچاقی اور غضبنا کی بیان کرتے ہیں ہم ان کی صلح و دوستی، اور امن و آشتی کے حالات و کوائف کو مدلل طریق سے ذکر کریں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)

(۲)

لوگ ان بزرگوں کی آپس میں کشیدگی، رنجیدگی، آزردگی اور آزردہ دلی کے عجیب عجیب قصے تصنیف کر کے شائع کرتے ہیں ہم ان کی باہمی خوشدلی، خورسندی، اور قرابتِ نسبی کے تعلقات پیش کریں گے۔

(۳)

لوگ اُن کی آپس میں بدخواہی، بدسلوکی، حق تلفی اور چپقلش کی داستانیں سناتے ہیں۔ ہم ان کی باہمی خیر خواہی، خیر طلبی، خوشنودی اور رضامندی و حقوق کی ادائیگی بدلائل ثابت کریں گے۔

(۴)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مہربان، خلفاء اربعہ کے مابین کینہ وری، خشمگینی، درشتگی، جور ظلم اور تعدی[1] کے فرضی قصے گن گن کر ارشاد فرماتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ العزیز ان پاک طینت

حاشیہ [1]۔ (قولنا فرضی قصے) ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مقام پر مناسب تھا کہ عداوت و نفرت اور ظلم و تعدی کے جو قصے انہوں نے تراش کر تیار کیے ہوئے ہیں، ان کا کچھ قلیل سا نمونہ ان لوگوں کے کلام میں سے من وعن پیش کیا جاتا، لیکن تقاضائے وقت اس کے خلاف ہے۔ اس پُر آشوب اور پُر فتن دور میں ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے درمیان صلح و آشتی کی فضا پیدا کی جائے، اور اخوت و برادری کی راہ ہموار کی جائے۔ نہ کہ ان کے مابین اختلافات و انتشار کی آتش کو اور بھڑکایا جائے۔ ان ملّی مفادات، قومی منافع اور ملکی مصالح کے پیش نظر ہم نے ایسے حوالہ جات پیش کرنے سے قصداً گریز کیا ہے۔

اگر خواہ مخواہ کسی صاحب کو اس پُر خار وادی کی سیر کرنے کا شوق ہے تو اس کو

بزرگوں کے متعلق باہم غم خواری، غم گساری، ہمدردی، عدل گستری، انصاف پسندی کے واقعات چُن چُن کر قوم کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں (بعونہ تعالیٰ)

—— اہلِ انصاف و حق پسند طبائع ان امور پر نظرِ غائر ڈالیں گے تو حق بات خود بخود واضح ہو جائے گی۔

روایات کے ردّ و قبول کے قوانین و قواعد ہم قبل ازیں مقدمۂ کتاب میں بیان

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق)

زیادہ ورق گردانی کرنے کی حاجت نہیں، صرف ایک دُعا "صَنَمَیْ قریش" کا ملاحظہ فرما لینا ہی کافی ہے۔ ان دوستوں کے ہاں بڑے بڑے مشکل مراحل حل کرنے کے لیے یہ دعا اکسیرِ اعظم ہے۔ حضرت علیؑ کی زبان سے اس کو جاری و ساری بنایا گیا ہے۔ ان کی مذہبی کتب میں متداول چلی آتی ہے "صحیفہ علویہ" اور "احقاق الحق" (از قاضی نور اللہ شوستری) وغیرہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمالیں۔ (القلیل یدُلّ علی الکثیر)۔ اس کے علاوہ یہ عرض کر دینا بھی خالی از فائدہ نہیں ہے کہ دوستوں کی سابقہ کتب میں صحابۂ کرام کے مطاعن کے لیے الگ باب قائم ہوتے تھے۔ اور اب کے دَور میں انہوں نے ترقی کر کے مطاعنِ صحابہ کی خاطر مستقل تصانیف علیحدہ شائع کرنا شروع کر دی ہیں۔ مثلاً

۱۔ کتاب "حضرت عمرؓ" ہر دو حصہ از سیّد علی حیدر بن سیّد علی اطہر شیعی مدیر جریدہ "اصلاح" کھجوا، بہار۔ ہند۔

۲۔ "آئینہ مذہبِ سُنّی" از ڈاکٹر نور حسین جھنگوی۔

۳۔ کتاب "ماہیّتِ معاویہ" از مولوی احمد علی صاحب کربلائی۔

۴۔ کتاب "کلیدِ مناظرہ" از تصنیف گوشہ نشین برکت علی صاحب۔ وغیرہ

(منہ)

کر چکے ہیں۔ اس دستور کو پیش نظر رکھتے ہوئے پیش کردہ واقعات کو ملاحظہ فرما لیں۔ پس جو روایات نصوصِ قرآنی کے متعارض و متصادم ہوں ان کو متروک کر دیں اور جو نصوصِ صریحہ کے خلاف نہ ہوں ان کو تسلیم کر لیں۔ نیز عدل و انصاف کا ترازو ہاتھ میں رکھیں۔ اس طریقہ سے حق بات آپ پر مخفی نہیں رہ سکے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

باب اوّل

— فصل اوّل —

حضرتِ فاروقؓ کے ساتھ علی المرتضیٰؓ کا بیعت کرنا

جس طرح "رحمآء بینہم" کے حصّہ صدیقی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صدیق اکبرؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت ذکر کی گئی ہے اور اس کے شواہد و مؤیدات عمدہ طریقہ سے بیان کر دیے گئے ہیں۔ اسی طرح یہاں (رحمآء بینہم کے فاروقی حصّہ میں) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سیّدنا عمر بن الخطابؓ کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

صدیق اکبرؓ کے انتقال سے قبل کی صورتِ حال

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آپہنچا تو آنجناب نے جہاں اور مختلف وصایا و نصائح اقارب و اجانب کو فرمائے وہاں مسلمانوں کے مسئلہ خلافت کی طرف خصوصی توجّہ کی۔ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے انہوں نے یہ تدبیر کی کہ اپنا قائم مقام حضرت عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ کو تجویز فرما کر حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسلمانوں کے سامنے ایک تحریر پیش کی اور فرمایا کہ اس تحریر میں جس شخص کو آپ لوگوں کا امیر تجویز کیا گیا ہے کیا وہ منظور ہے؟ تو تمام لوگوں نے رضامندی ظاہر کی اور خاص طور پر حضرت علیؓ نے اعلان فرما دیا کہ اگر اس میں عمر بن الخطاب کو امیر بنایا

گیا ہے تو بہتر ورنہ ان کے بغیر ہم کسی دوسرے شخص کا خلیفہ و امیر بننا تسلیم نہیں کریں گے۔ چنانچہ اُسی وقت ظاہر کر دیا گیا کہ مسلمانوں کے لیے امیر و خلیفہ حضرت عمرؓ ہی تجویز کر دیے گئے ہیں۔ پس تمام مسلمانوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور اس مسئلہ پر رضامند ہو گئے اور حضرت علیؓ سمیت سب لوگوں نے حضرت عمرؓ کی بیعت کر لی۔

اِس واقعہ کو متعدد علماء نے ذکر کیا ہے۔ طبقات ابن سعد تذکرہ ابی بکرؓ میں ذرا مجملاً بیان کیا گیا ہے اور ابن اثیر الجزری نے ایک سند کے ساتھ اُسد الغابہ تذکرہ عمر بن الخطاب میں واضح درج کیا ہے اور "ریاض النضرہ" میں مُحِبّ الطبری نے اس کو ذکر کیا ہے اسی طرح ابن عساکر کے حوالہ سے علّامہ سیوطی نے "تاریخ الخلفاء" (فصل مرض الوفات ابوبکر الصدیقؓ) میں اور ابن حجر ہیثمی المکی نے ابن عساکر کے حوالہ سے الصواعق المحرقہ (الفصل الثانی فی استخلاف ابی بکرؓ لعمرؓ فی مرض موتہ) میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ ناظرین کرام کے اطمینان کے لیے اب واقعہ ہذا کی عبارت بمع ترجمہ نقل کی جاتی ہے۔

(۱)

طبقات ابن سعد میں ہے:-

"ثُمَّ اَمَرَهٗ فَخَرَجَ بِالْكِتَابِ مَخْتُوْماً وَّمَعَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَ اُسَيْدُ بْنُ سَعِيْدِ الْقُرَظِي فَقَالَ عُثْمَانُ لِلنَّاسِ اَتُبَايِعُوْنَ لِمَنْ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ فَقَالُوْا نَعَمْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ (قَالَ ابْنُ سَعْدٍ عَلِيٌّ الْقَائِلُ) وَهُوَ عُمَرُ فَاَقَرُّوْا بِذٰلِكَ جَمِيْعاً وَّرَضُوْا وَبَايَعُوْا... الخ"

(طبقات ابن سعد تذکرہ ابی بکرؓ، جلد ۳ ص ۱۴۲ طبع لیدن)

خلاصہ یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کے حکم سے حضرت عثمانؓ ایک تحریر سربمہر کر کے (صدیقؓ کے دولت خانہ سے) باہر لائے۔ عمر بن خطاب اور

اُسَیدا لقرظی ساتھ تھے۔ لوگوں کو حضرت عثمانؓ نے صدیقِ اکبرؓ کی طرف سے کہا کہ اِس کاغذ میں جس شخص کی تجویز ہو چکی ہے کیا اِس کے حق میں بیعت کرنے کے لیے آپ تیار ہیں؟ سب حضرات نے کہا کہ ہمیں تسلیم ہے اور ہم بیعت کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے کہا (کہنے والے حضرت علیؓ تھے) وہ شخص ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ عمرؓ ہیں۔ سب لوگوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور اس پر رضامند ہو گئے اور سب نے بیعت کر لی"۔

ـــــــ اسی واقعہ کو ان الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل مصنفین نے بھی لکھا ہے:

(۲)

"۔ ۔ ۔ ۔ عن یسار بن حمزۃ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ اَبُوْبَکْرٍ اَشْرَفَ عَلَی النَّاسِ مِنْ کُوَّۃٍ فَقَالَ یَااَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ عَھِدْتُ عَھْدًا اَفَتَرْضَوْنَ بِہٖ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ رَضِیْنَا یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللہِ فَقَالَ عَلِیٌّ لَا نَرْضٰی اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ"۔

(۱) اُسد الغابہ لعزالدین ابی الحسن علی بن محمد المعروف بابن اثیر الجزری۔ تذکرہ عمر بن الخطاب جلد ۴، ص ۷۰۔

(۲) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ الفصل العاشر فی خلافتہ جلد ۲، ص ۸۸۔

(۳) تاریخ الخلفاء سیوطی فصل فی مرضہ ووفاتہ ووصیتہ ص ۶۱ طبع دہلی۔

(۴) الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی الہیتمی، الفصل الثانی فی استخلاف ابی بکر لعمر، ص ۵۴، طبع مصر۔

حاصل یہ ہے کہ جب ابوبکر الصدیقؓ کے انتقال کا وقت قریب ہوا ہے تو

گھر کے دریچہ سے (لوگوں کو خطاب کرنے کے لیے) جھانکا اور فرمایا کہ (خلافت کے بارے میں) میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس پر رضامند ہوتے ہو؟ لوگوں نے جواباً عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسولؐ ہم اس بات پر راضی ہیں! اور حضرت علی المرتضیٰؓ کہنے لگے کہ عمر بن الخطاب کے بغیر (اس معاملہ میں) ہم کسی دوسرے شخص کے حق میں راضی نہیں ہونگے۔"

حضرت علی المرتضیٰؓ کے بیانات اپنی خلافت کے دوران

سابقہ سطور میں روایات ہیں حضرت صدیق اکبرؓ کے انتقال کے زمانہ میں حضرت علیؓ نے مسئلہ خلافت و امارت کے متعلق اپنا خیال ظاہر فرمایا۔ اب ہم ان کی اپنی خلافت کے دور میں جو بیانات اس مسئلہ کے بارے میں حضرت علیؓ نے دیے ہیں وہ درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ قارئین کرام ان کے ملاحظہ کرنے کے بعد بڑے اطمینان بخش نتائج برآمد کر سکیں گے اور کسی دُور ازکار تاویل کے محتاج نہیں رہیں گے۔ جبر و استبداد کی داستانیں خود ساختہ افسانوں سے زیادہ وزن نہیں رکھیں گی۔ تھوڑے سے انصاف کے ساتھ غور فرمائیں گے تو مسئلہ بڑے عمدہ طریق پر حل ہو جاتے گا۔

یہاں مقصد بالا کی خاطر تین عدد روایات پیش کی جا رہی ہیں ۔ دو عدد اہل السنۃ والجماعت کی کتابوں سے نقل ہونگی، اور ایک عدد روایت شیعہ احباب کی معتبر کتابوں سے اخذ کی جائے گی، اور اس بحث کے آخر میں درج ہو گی، تاکہ بحث ہٰذا کی تکمیل و تتمیم کا کام دے سکے۔

(۱)

محدث ابن راہویہ (المتوفیٰ ۲۳۸ھ) کی روایت

صاحبِ کنز العمّال نے باب کتاب الفتن میں واقعہ جمل کے تحت یہ روایت

ذکر کی ہے، اس کو مفصلاً حصہ اوّل صدیقی میں ہم درج کر چکے ہیں۔ یہاں مختصراً نقل کی جاتی ہے۔ اصل میں عبداللہ بن الکواء اور ابن عباد کے سوالات کے جواب میں یہ حضرت علیؓ کا کلام ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

"۔۔۔۔ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَظَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ اَمْرِھِمْ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ وَلّٰی اَبَا بَکْرٍ اَمْرَ دِیْنِھِمْ فَوَلَّوْہُ اَمْرَ دُنْیَاھُمْ فَبَایَعَہُ الْمُسْلِمُوْنَ وَبَایَعْتُہٗ مَعَھُمْ فَکُنْتُ اَغْزُوْ اِذَا اَغْزَانِیْ وَاٰخُذُ اِذَا اَعْطَانِیْ ۔۔۔۔۔ فَاَشَارَ لِعُمَرَ وَلَمْ یَاْلُ فَبَایَعَہُ الْمُسْلِمُوْنَ وَبَایَعْتُہٗ مَعَھُمْ فَکُنْتُ اَغْزُوْ اِذَا اَغْزَانِیْ وَاٰخُذُ اِذَا اَعْطَانِیْ ۔۔۔۔۔۔۔ فَاَخَذَ (عبد الرحمٰن بن عوف) بِیَدِ عُثْمَانَ فَبَایَعَہٗ وَلَقَدْ عَرَضَ فِیْ نَفْسِیْ عِنْدَ ذَالِکَ فَلَمَّا نَظَرْتُ فِیْ اَمْرِیْ فَاِذَا عَھْدِیْ قَدْ سَبَقَ بَیْعَتِیْ فَبَایَعْتُ وَسَلَّمْتُ وَکُنْتُ اَغْزُوْ اِذَا اَغْزَانِیْ وَ آخُذُ اِذَا اَعْطَانِیْ ۔۔۔۔"

(کنز العمال، کتاب الفتن تحت واقعۃ الجمل، ص ۸۲، ج ۶، طبع اوّل)

خلاصہ یہ ہے کہ (حضرت علیؓ فرماتے ہیں) جب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو مسلمانوں نے (خلافت) کے معاملہ میں غور و فکر کیا، معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے امرِ دین (یعنی نماز) کے مسئلہ میں ابوبکرؓ کو والی بنایا ہے تو دنیاوی معاملات میں بھی ابوبکرؓ کو والی مقرر کرنا چاہیے۔ پس مسلمانوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی تو میں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ ان کی بیعت کی۔ پس جب وہ جہاد کے لیے مجھے کہتے تو میں جہاد

میں شریک ہوتا جب وہ مجھے عطایا و ہدایا دیتے تو میں قبول کرتا ...

...... پس ابوبکرؓ نے (آخری وقت میں) عمرؓ کے حق میں اشارہ کیا اور اس معاملہ میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پس مسلمانوں نے عمرؓ بن الخطاب سے بیعت کی۔ میں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ عمرؓ کی بیعت کی۔ جب وہ غزوات میں مجھے طلب کرتے تو میں ان کا شریک کار ہوتا اور عطیات و غنائم وغیرہ جب وہ مجھے عنایت کرتے تو میں ان کو قبول کرتا .....

...... (پھر حضرت عمرؓ کی چھ آدمیوں کی منتخب شدہ کمیٹی میں میں بھی تھا اس صورت میں) عبد الرحمٰنؓ بن عوف نے عثمانؓ بن عفان کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی۔ اس وقت میں اپنے دل میں غور کرنے لگا۔ میں نے یہ فکر کیا کہ میرا عہد میری بیعت سے سبقت کر چکا ہے پس میں نے عثمانؓ سے بیعت کی اور (معاملہ ہذا) ان کے سپرد کر دیا۔ جب وہ جنگی ضرورتوں میں مجھے طلب کرتے تو غزوات میں شریک ہوتا اور جب وہ غنائم و عطیات مجھے دیتے تو میں ان کو وصول کرتا تھا...... الخ۔"

(کنز العمال، ج ۶، ص ۸۲ بحوالہ ابن راہویہ۔ طبع اول، دکن)

(۴)

محدث ابی عوانہ کی روایت

ابوطالب العشاری نے فضائل ابی بکر الصدیقؓ لکھے ہیں۔ انہوں نے اپنی سند کے ساتھ ابوعوانہ مشہور محدث سے یہ روایت نقل کی ہے۔ یہ روایت قبل ازیں حصہ اول (صدیقی) میں مسئلہ بیعت کی تائیدی روایات کے تحت نمبر ہفتم میں درج کی جا چکی

ہے۔ ناظرین کی تسلی کے لیے اب یہاں پھر نقل کی جاتی ہے۔

"...... حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ اَتَانِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ عَائِدًا فَقَالَ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَایَعَ النَّاسُ اَبَا بَکْرٍ فَبَایَعْتُ وَرَضِیْتُ ثُمَّ تُوُفِّیَ اَبُوْبَکْرٍ فَاسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَبَایَعْتُ وَرَضِیْتُ ثُمَّ تُوُفِّیَ عُمَرُ فَجَعَلَہَا شُوْرٰی فَبَایَعُوْا عُثْمَانَ فَبَایَعْتُ وَرَضِیْتُ۔"

(فضائل ابی بکر الصدّیق لابی طالب العشاری مع دیگر رسائل ثلاثیات البخاری وغیرہا۔ طبع مصر۔ مکتبۃ السلفیۃ، ملتان)

حاصل یہ ہے کہ:۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ کہتے ہیں کہ میری بیمار پرسی کے لیے (ایک دفعہ) حضرت علیؓ تشریف لائے (اس وقت بیعتِ خلافت کا مسئلہ چلا) تو علی المرتضیٰؓ فرمانے لگے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا انتقال ہوا تو لوگوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی، مَیں نے بھی بیعت کی اور رضامند ہوا۔ پھر ابوبکرؓ فوت ہوئے اور عمرؓ بن الخطاب خلیفہ بنائے گئے تو مَیں نے برضامندی ان کی بیعت کی۔ پھر عمر فوت ہوئے تو انہوں نے ایک مجلسِ شوریٰ بنا دی پس (اہلِ مشورہ نے) عثمانؓ بن عفان کی بیعت کی تو مَیں نے بھی عثمانؓ کی بیعت کی اور راضی ہوا۔"

(فضائل ابی طالب عشاری، ص ۵)

ناظرین باتمکین کے اطمینان کے لیے ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے انتقال سے قبل حضرت علیؓ المرتضیٰ کو مجوّزہ مجلسِ شوریٰ میں اوّل نمبر پر خود تجویز کیا تھا۔ اس مسئلہ کو لاتعداد محدثین و مؤرخین نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مصنّف عبدالرزاق جلد پنجم ص ۴۷۷ و ۴۸۰ پر بھی منقول ہے اور اس مسئلہ کو

کتاب ہذا کے باب سوم فصل چہارم نمبر ۵ کے تحت ہم ان شاء اللہ تعالیٰ وضاحت سے نقل کریں گے۔

ان روایات کے بعد اب شیعہ احباب کی "معتبر تصنیف" سے اس مسئلہ کی تائید و تصدیق کے لیے حضرت علیؓ کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔ اُمید ہے اس بیان کے ملاحظہ کر لینے کے بعد مزید کسی حوالہ کی حاجت نہ رہے گی۔

(۵)

"امالی شیخ طوسی کی روایت"

اس کلام کا موقعہ و محل اس طرح ہے کہ جنگِ جمل کے بعد شکست خوردہ جماعت حضرت علیؓ کے ہاں پیش ہو کر معذرت کرنے لگی ہے حضرت علیؓ نے ان کے متکلم کو روک کر اپنا بیان شروع فرمایا، جو اپنے مفہوم میں واضح تر ہے۔

"...... قَالَ (علیؓ) فَبَايَعْتُمْ اَبَا بَكْرٍ وَعَدَلْتُمْ عَنِّيْ فَبَايَعْتُ اَبَا بَكْرٍ كَمَا بَايَعْتُمُوْهُ .... فَبَايَعْتُ عُمَرَ كَمَا بَايَعْتُمُوْهُ ...... فَوَفَيْتُ لَهٗ بِبَيْعَتِهٖ حَتّٰى لَمَّا قُتِلَ جَعَلَنِيْ سَادِسَ سِتَّةٍ فَدَخَلْتُ حَيْثُ اَدْخَلَنِيْ .... فَبَايَعْتُمْ عُثْمَانَ فَبَايَعْتُهٗ ...... الخ

(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی، جلد ثانی، ص ۱۲۱ طبع نجف اشرف، عراق)

"یعنی مجھ سے اِعراض کر کے تم نے ابوبکرؓ سے بیعت کی جس طرح تم نے ابوبکرؓ سے بیعت کی، اسی طرح میں نے بھی ان سے بیعت کی .... پھر جس طرح تم نے عمرؓ کی بیعت کی میں نے بھی اسی طرح عمرؓ

کی بیعت کی اور اس بیعت کے حقوق کو مَیں نے پُورا کیا حتیٰ کہ جب عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہُوا تو عمرؓ نے مجھے چھ آدمیوں (کی سب کمیٹی) میں ایک ممبر قرار دیکر شامل کیا اور مَیں نے شامل ہونا قبول کر لیا . . . . پس تم نے عثمانؓ بن عفان کی بیعت کی تو مَیں نے بھی عثمانؓ کی بیعت کی . . . . . الخ“

[”امالی“ شیخ ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی المتوفی ۴۶۰ھ
المعروف شیخ الطائفہ، ج ۲، ص ۱۲۱ (جزء ثامن عشر)
طبع نجف اشرف - عراق]

مندرجہ بالا روایات کے فوائد و نتائج

۱ - حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف سے خلافت کے مسئلہ میں جو انتخاب ہُوا تھا اس معاملہ میں حضرت علیؓ موجود تھے اور اس صدیقی تجویز پر راضی تھے۔

۲ - حضرت علی المرتضیٰ حضرت عثمانؓ کی خلافت پر غور و فکر کرنے کے بعد رضامند ہو گئے تھے اور بیعت کر لی تھی۔

۳ - نیز واضح ہُوا کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے ساتھ بیعت کرنے کے بعد خلافت فاروقی کے جنگی معاملات میں بھی شریکِ کار رہتے تھے اور مالِ غنیمت وغیرہ کی آمدن سے اپنا حصہ لیتے تھے۔

۴ - اور ان مرتضوی بیانات سے معلوم ہُوا کہ جس طرح اور تمام مسلمانوں نے بخوشی اور برضا و رغبت بیعت کی تھی اسی طرح حضرت علیؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ بغیر جبر و اِکراہ کے بخوشی بیعت کی تھی۔

۵ - نیز ان روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے نزدیک نہایت معتمد علیہ اور لائقِ خلافت بزرگ تھے۔ اسی بنا پر چھ افراد کی مجوزہ کمیٹی میں ان کو نمبر اوّل میں

لیا گیا۔ پھر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کے نزدیک راست کار، صحیح العمل، حق پسند و حق پرست خلیفہ تھے کہ انہوں نے منتخب کمیٹی میں شامل ہونا بخوشی پسند کیا اور ان کے ساتھ عہد و پیمان کو تمام کرتے ہوئے ان کے فیصلہ کو برضا مندی قبول کیا۔

—— مندرجہ بالا روایات و واقعات بہ بانگِ دُہل تبلا رہے ہیں کہ یہ بزرگانِ دین آپس میں متفق العقیدہ تھے، متحد العمل تھے، باہم شفیق و رفیق تھے۔ ان حضرات کے درمیان کوئی عداوت و بغاوت نہ تھی اور لوگوں نے نزاعات و اختلافات کے جو افسانے ان کے مابین پھیلا رکھے ہیں وہ سب بے اصل و بے بنیاد ہیں۔

—— فصل ثانی ——

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختلف فضائل و متفرق مناقب جو سیدنا علی المرتضیٰؓ سے مروی و منقول ہیں ان کو چند عنوانات کی شکل میں یہاں ہم درج کر رہے ہیں اور آخری عنوان میں حضرت علیؓ کے فضائل جو حضرت عمر فاروقؓ سے مذکور ہیں ان کو نقل کیا جائے گا۔

یہ ایک ایک فضیلت و منقبت مستقل باب کی حیثیت رکھتی ہے لیکن طوالتِ مضمون سے اجتناب کرتے ہوئے یہ سب چیزیں ایک فصل میں جمع کر دی ہیں۔

اِس طریقہ سے جانبین کے فضائل جو ایک دوسرے سے مروی ہیں ایک فصل میں مجتمعاً ناظرین کے سامنے آسکیں گے اور دونوں جانب کے مضامین پر نظر غائر کرنے والے احباب باہمی اتحاد و اتفاق کا مسئلہ بڑے سہل طریقہ سے اخذ کر لیں گے۔

نیز ان حضرات کے آپس میں افتراق و انتشار کی داستانوں کا جواب خود پیدا کر سکیں گے۔

(۱)

عنوانِ اوّل

اب یہاں فاروقِ اعظمؓ کی وہ منقبت بیان کی جاتی ہے جو حضرت علیؓ سے بصورتِ القاب و اسماء منقول ہے۔ مختلف مواقع میں جو اسماء آپ نے بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ رَجُلِ مُبارک

فاضل شعبی نے ذکر کیا ہے جب حضرت عثمانؓ بن عفان کی شہادت ہوئی ہے تو لوگ دوڑ کر حضرت علیؓ کے پاس بیعت کے لیے پہنچے، اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا کہ:۔

"لَا تَعۡجَلُوا فَاِنَّ عُمَرَ كَانَ رَجُلًا مُبَارَكًا وَقَدۡ اَوۡصٰى بِهَا شُوۡرٰى فَامۡهِلُوا يَجۡتَمِعُ النَّاسُ وَيَتَشَاوَرُوۡنَ"

"(فرمایا) کہ (اس مسئلہ میں) جلدی نہ کرو کیونکہ عمر بن الخطّاب بڑے بابرکت آدمی تھے۔ انہوں نے ایک مجلسِ شوریٰ بنا کر وصیّت کی تھی (یعنی مسئلہ خلافت کو جلدی سے نہیں طے کیا تھا) پس تم بھی مہلت سے کام لو۔ اور لوگ جمع ہو کر مشورہ سے اس کو سرانجام دیں۔"

(تاریخ ابن جریر طبری کامل، جلد ۵، ص ۱۵۶۔ تحت سنہ ۳۵ھ۔ طبع مصر قدیم)

۲۔ نجیبِ اُمّت

...... عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ مَلِيۡلٍ قَالَ سَمِعۡتُ عَلِيًّاؓ يَقُوۡلُ اُعۡطِيَ كُلُّ نَبِيٍّ سَبۡعَةَ نُجَبَاءَ مِنۡ اُمَّتِهٖ وَ اُعۡطِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَرۡبَعَةَ عَشَرَ نَجِيۡبًا مِنۡ اُمَّتِهٖ مِنۡهُمۡ اَبُوۡبَكۡرٍ وَ عُمَرُ

رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمۡ "

یعنی "عبداللہ بن ملیل نے حضرت علیؓ سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ ہر نبی کو اس کی اُمّت میں سے سات عدد نجیب (یعنی مخلص و شریف) افراد عطا کیے گئے اور حضور علیہ السّلام کی ذات گرامی کو اپنی اُمّت سے چودہ عدد نجباء (یعنی شرفاء و مخلصین) عنایت فرمائے گئے ہیں، ان میں ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں "۔

(۱) مُسندِ احمد، مُسندات حضرت علیؓ، ج ۱، ص ۱۴۲،

طبع مصر معہ منتخب کنز۔

(۲) ترمذی شریف ابواب المناقب۔ باب مناقب اہل البیت، ص ۵۴۱۔ اصح المطابع لکھنؤ (ہند)

(۳) حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی، ج ۱، ص ۱۲۸۔

۳۔ فاروق حق و باطل میں فرق کرنے والے تھے

"...... عن نزال بن السبرۃ الهلالی قَالَ وَافَقۡنَا مِنۡ عَلِیِّ بۡنِ اَبِیۡ طَالِبٍ ذَاتَ یَوۡمٍ طِیۡبَ نَفۡسٍ فَقُلۡنَا یَا اَمِیۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَدِّثۡنَا عَنۡ عُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ قَالَ ذَاکَ اِمۡرُؤٌ سَمَّاہُ اللہُ الۡفَارُوۡقَ فَرَّقَ بَیۡنَ الۡحَقِّ وَالۡبَاطِلِ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الۡاِسۡلَامَ بِعُمَرَ رضؓ "

"...... نزال کہتا ہے کہ ایک روز ہم حضرت علیؓ سے ملے حضرت خوشی و مُسرت کی حالت میں تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! عمرؓ بن الخطاب کے متعلق کچھ حال بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا عمرؓ بن الخطاب وہ بزرگ تھے جن کا نام اللہ تعالیٰ نے فاروق (حق و باطل میں فرق کرنے والا) رکھا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا

۲ کہ آپؐ فرماتے تھے اے اللہ! عمرؓ کے ذریعہ اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرما۔"

(۱) تاریخ عمر بن الخطابؓ ص ۱۹ للشیخ ابی الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ۔ طبع مصر۔

(۲) ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد اول، ص ۲۴۶۔ الفصل الثانی من الباب الثانی طبع مصر بحوالہ ابن السمان

۴۔ خلیل وصدیق، مخلص وناصح

——— ...... حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ خَلَفِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِي السَّفَرِ قَالَ رُاِيَ عَلٰى عَلِيٍّ بُرْدٌ كَانَ يُكْثِرُ لُبْسَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّكَ لَتُكْثِرُ لُبْسَ هٰذَا الْبُرْدِ فَقَالَ اِنَّهٗ كَسَانِيْهِ خَلِيْلِيْ وَصَفِيِّيْ وَصَدِيْقِيْ وَخَاصَّتِيْ عُمَرُؓ اِنَّ عُمَرَ نَاصَحَ اللّٰهَ فَنَصَحَهٗ ثُمَّ بَكٰى۔"

(حاصل یہ ہے) "حضرت علیؓ ایک چادر اکثر اوقات استعمال کرتے تھے، آپ کو عرض کیا گیا (کیا مصلحت ہے؟) آپ اس چادر کو بہت دفعہ استعمال فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ میرے مخلص ومہربان خصوصی دوست عمر بن الخطابؓ نے مجھے پہنائی تھی۔ بیشک عمر اللہ کے دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے پس اللہ نے ان کی خیر خواہی کی۔ پھر حضرت علیؓ رونے لگے۔"

(المصنف لابن ابی شیبہ جلد چہارم (قلمی۔ پیر جھنڈا۔ سندھ) تحت باب ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ص ۱۷۹)

القویّ الامین کا خطاب

تاریخ ابن جریر طبری میں مذکور ہے کہ:

"...... عن ابی بکر العبسی قَالَ دَخَلْتُ حَيْرَ الصَّدَقَةِ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ فَجَلَسَ عُثْمَانُ فِي الظِّلِّ

يَكْتُبُ فَقَامَ عَلِيٌّ عَلٰى رَأْسِهٖ يُمْلِي عَلَيْهِ مَا يَقُوْلُ عُمَرُ وَعُمَرُ فِي الشَّمْسِ قَائِمٌ فِي يَوْمٍ حَارٍّ شَدِيْدِ الْحَرِّ عَلَيْهِ بُرْدَانِ اَسْوَدَانِ مُتَّزِرًا بِوَاحِدٍ وَقَدْ لَفَّ عَلٰى رَأْسِهٖ آخَرَ۔ يَعُدُّ اِبِلَ الصَّدَقَةِ يَكْتُبُ اَلْوَانَهَا وَاَسْنَانَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لِعُثْمَانَ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ نَعَتَ بِنْتُ شُعَيْبٍ (عليه السّلام) فِي كِتَابِ اللّٰهِ يَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ثُمَّ اَشَارَ عَلِيٌّ بِيَدِهٖ اِلٰى عُمَرَ فَقَالَ هٰذَا الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ"

ماحصل روایت یہ ہے کہ

"ابوبکر عبسی کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کے ساتھ میں صدقہ کے اونٹوں کے باڑے میں داخل ہُوا (اور حضرت عثمانؓ بھی پہنچے) حضرت عثمانؓ سایہ میں بیٹھ گئے اُونٹوں کے کوائف اور تعداد تحریر کرنی تھی۔ حضرت عمرؓ خود اونٹوں کے پاس جاکر دھوپ اور سخت گرمی میں کھڑے ہو گئے انہوں نے اپنے اُوپر سیاہی مائل دو چادریں کی ہوئی تھیں۔ ایک کی تہمد باندھ رکھی تھی دوسری چادر سے سر ڈھانپے ہُوئے تھے۔ صدقہ کے اونٹوں کا شمار کرکے ان کے رنگ اور ان کی عمر بیان کرتے جاتے تھے ادھر علیؓ المرتضیٰ حضرت عثمانؓ کو لکھوا دیتے تھے (اس دوران میں) میں نے سُنا کہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کو کہہ رہے ہیں کہ قرآن مجید میں شعیب علیہ السّلام کی لڑکی نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ (اے باپ اس شخص کو اُجرت پر رکھ لیں جن کو آپ اُجرت پر رکھیں گے ان میں سے بہترین یہ شخص قوی اور امین ہے۔)۔ یہ بات کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ شخص قوی بھی ہے اور امین بھی ہے۔"

(۱) تاریخ الامم والملوک لابن جریر الطبری، ج ۵، ص ۱۸۔
تحت سنتہ ۲۳ھ۔ طبع قدیم، مصر۔

(۲) التاریخ الکامل لابن اثیر الجزری، جلد ۳۔ ص ۲۹
ذکر بعض سیرۃ عمرؓ۔ طبع مصر۔

(۳) ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ، ج ۲ ص ۵
باب ذکر محافظۃ علی مال المسلمین۔ از محب الطبری

امامِ ہدایت، راشد، مُرشد، مُصلح، منجح

طبقات ابن سعد میں ہے کہ:

"...... سُئِلَ عَلِیٌّ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ فَقَالَ کَانَا اِمَامَیْ ھُدًی رَاشِدَیْنِ مُرْشِدَیْنِ مُصْلِحَیْنِ مُنْجِحَیْنِ خَرَجَا مِنَ الدُّنْیَا خَمِیْصَیْنِ۔"

یعنی حضرت علیؓ سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں سوال کیا گیا جواب میں فرمایا کہ یہ دونوں حضرات رُشد و ہدایت کے امام تھے (قوم کے) رہنما اور مُصلح تھے (اُمّت کو) کامیاب کرنے والے تھے۔ اِس دنیا سے فقر و فاقہ کی حالت میں رخصت ہُوئے (یعنی طمع و لالچ کی خاطر مال فراہم نہیں کیا)۔"

(۱) طبقاتِ ابن سعد جلد ثالث، قسم اوّل، ص ۱۴۹۔
تذکرہ ابی بکر الصدّیق۔

(۲) سیرت عمر بن الخطاب للشیخ ابی الفرج عبدالرحمٰن
ابن الجوزی، المتوفی ۵۹۷ھ، ص ۳۱۔ طبع مصر

نوٹ:۔ طبقات ابنِ سعد کی روایت کے مفہوماً و معنًی قریب روایت ابن جوزی نے ذکر کی ہے۔ عبارت بالا طبقات ابن سعد کے الفاظ میں مذکور ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

"عنوان ثانی" کے تحت چند ایک روایات نقل کی ہیں جو حضرت علیؓ سے مروی ہیں۔
اس نوع کی روایات بہت سی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ یہ بطور نمونہ ذکر کر دی ہیں۔ اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کے نزدیک سیدنا فاروق اعظمؓ

○ — گوناگوں فضائل و مناقب کی اہلیت رکھتے تھے۔
○ — کئی قسم کی عظمتوں کے مستحق تھے۔
○ — بے حد تعریفوں کے لائق تھے۔
○ — لا تعداد فضیلتوں کے مالک تھے۔
○ — ان گنت خوبیوں کے حامل تھے۔
○ — بے شمار مدائح و محامد میں کامل تھے۔

یہ تمام چیزیں ان کے باہمی اتحاد و اتفاق کی بیّن علامات ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تاریخ کے اوراق پر درخشندہ و تابندہ رہیں گی۔

۲

عنوانِ دوم

عنوان ہٰذا میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو کمالِ تقویٰ کی ترغیب دی ہے اور سابق خلیفہ کی پیروی کی طرف توجہ دلائی ہے۔

چنانچہ حنفی علماء کی مشہور و معروف کتاب "کتاب الخراج" لامام ابی یوسفؒ کے اوائل میں بعبارت ذیل یہ واقعہ درج ہے اور "کنز العمال" میں بحوالہ بیہقی یحییٰ بن عقیل حضرت علیؓ سے ناقل ہیں۔

— قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ قَالَ عَلِيٌّ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حِيْنَ اُسْتُخْلِفَ اِنْ اَرَدْتَ اَنْ

تَلْحَقَ صَاحِبَيْكَ فَارْقَعِ الْقَمِيْصَ وَنَكِّسِ الْاِزَارَ وَاخْصِفِ النَّعْلَ وَارْقَعِ الْخُفَّ وَقَصِّرِ الْاَمَلَ وَكُلْ دُوْنَ الشِّبْعِ ۔"

"یعنی ابویوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے تو اُس وقت حضرت علیؓ نے ترغیب و تلقین کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کو کہا کہ اگر آپ اپنے دونوں سابق رفقاء کے ساتھ (تقویٰ کے اعتبار سے) ملنا چاہتے ہیں تو اپنی قمیص کو پیوند لگائیے۔ اپنی چادر اُٹھا رکھیے اور اپنے جُوتے و موزے کو پیوند لگائیے۔ (دنیاوی) امیدیں کم کر دیجیے اور سیر ہو کر کھانا نہ کھائیے۔"

(۱) کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ ص ۱۵۔ طبع مصر

(۲) کنز العمال (حسب) یعنی بحوالہ شعب الایمان بیہقی، ج ۸ ص ۲۱۹۔ روایت ۳۵۳۶۔ طبع اول دکن۔

فوائد حوالہ ہٰذا

(۱) پہلی یہ چیز ثابت ہوئی اور حضرت علیؓ کے ذریعہ اس کی توثیق ہوئی کہ صدیقِ اکبرؓ تارک الدنیا اور متقی بزرگ تھے۔

(۲) دوسری چیز یہ واضح ہوتی کہ حضرت علیؓ کے نزدیک خلیفۂ اوّل قابلِ تقلید بزرگ تھے۔

(۳) تیسری یہ چیز معلوم ہوئی کہ حضرت علیؓ نے فاروقِ اعظمؓ کے حق میں یہ خیر خواہانہ کلام کیا ہے جو ان کے باہمی روابط و تعلقات کی نشاندہی کرتا ہے۔

(۳)

عنوانِ سوم

ابن الجوزیؒ نے سیرۃ عمر بن الخطاب الباب الخمسون فی ذکر خوفہ من اللہ تعالیٰ میں ایک

واقعہ (جو علیؓ المرتضیٰ سے مروی ہے) ذکر کیا ہے۔ پہلے عربی عبارت میں پیش خدمت ہے۔

عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلٰی قَتَبٍ یَعْدُوْ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَیْنَ تَذْھَبُ؟ فَقَالَ نَدَّ بَعِیْرٌ مِنْ اِبِلِ الصَّدَقَۃِ اَطْلُبُہٗ فَقُلْتُ لَقَدْ اَذْلَلْتَ الْخُلَفَاءَ بَعْدَکَ فَقَالَ یَا اَبَا الْحَسَنِ، لَا تَلُمْنِیْ فَوَالَّذِیْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالنُّبُوَّۃِ لَوْ اَنَّ عَنَاقًا ذَھَبَتْ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ لَاُخِذَ بِھَا عُمَرُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔"

"حاصل یہ ہے کہ (خلافتِ فاروقی کے دوران) حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ سواری پر سوار ہو کر دوڑاتے جا رہے ہیں دریافت کرنے لگے اے امیر المومنین کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ (بیت المال کے اموال میں سے) صدقہ کا ایک اونٹ فرار ہو گیا ہے اس کی تلاش کرنے جا رہا ہوں (یہ سنکر) حضرت علیؓ فرمانے لگے" آپ نے اپنے بعد کے خلفاء اور قائم مقام لوگوں کو مذلّت اور مشقت میں ڈال دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابوالحسن (یہ چیز) قابلِ ملامت نہیں ہے، اس ذات کی قسم جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت و نبوّت عطا کی۔ اگر بکری کا ایک بچہ بھی فُرات کے کنارے جا کر گم ہو جائے تو قیامت کے روز اس کی بھی عمرؓ سے باز پُرس ہو گی۔"

(۱) سیرۃ عمر بن الخطاب ابن جوزی، ص ۱۴۰ طبع مصر۔
(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۳۶۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

—— حضرت علیؓ کی طرف سے تصدیق و توثیق ہو رہی ہے کہ بیت المال کے اموال و

صدقات کے مویشیوں تک کی نگرانی بعض دفعہ حضرت عمرؓ خود کیا کرتے تھے اور اس میں کوتاہی نہیں ہونے دیتے تھے۔

—— حضرت عمرؓ کی کمال دیانتداری کو قوم کے سامنے حضرت علیؓ نے نشر کیا ہے۔

—— اور یہ بھی بیان کیا کہ قیامت کے معاملات کے متعلق حضرت عمرؓ کس قدر خائف رہتے تھے۔

—— یہ باہمی دوستانہ کلام اور خیر خواہانہ گفتگو ایک دوسرے کے ساتھ روابط پر دلالت کرتی ہے۔

(۴)

عنوان چہارم

عنوانِ ہٰذا میں ذکر ہوگا کہ خلیفۂ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت، کردار اور ان کی خلافت کے اُمورِ انتظامیہ سب کے سب حضرت علیؓ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک درست تھے۔ حضرت عمرؓ کی کارکردگی حضرت علیؓ کے نزدیک صحیح تھی۔ خلافتِ فاروقی کی کارگزاریاں من وعن ٹھیک تھیں۔

یہ مضمون اسلامی روایات۔ فقہ اور تاریخ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ ہم ناظرین کرام کے سامنے چند ایک حوالہ جات اس مضمون پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔

سیرتِ مرتضوی سیرتِ فاروقی کے موافق تھی

اُمت کے اکابر علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کا انتظامی کاروبار حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کی طرح جاری تھا اور ان دونوں بزرگوں کی سیرت ایک دوسرے کے مشابہ تھی۔ یحییٰ بن آدم القرشی المتوفی ۲۰۳ھ نے کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ

— "قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ ثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ زُبَيْدٍ كَانَ عَلِيٌّ يُشَبِّهُ بِعُمَرَ يَعْنِي فِي السِّيْرَةِ"

"یعنی شریک نے زبید سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی سیرت حضرت عمرؓ کی سیرت سے مشابہ تھی (ان کی خلافت کا کاروبار فاروقی خلافت کے انتظام کے مطابق چلتا تھا)۔

کتاب الخراج یحییٰ بن آدم، ص ۴۲ - طبع مصر

مزید برآں اس سلسلہ میں یہ چیز بھی حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جب حضرت علیؓ کوفہ میں تشریف لائے ہیں اس وقت فرمایا کہ جن چیزوں کو حضرت عمرؓ نے سربستہ کر دیا ہے میں ان کی کشائش نہیں کروں گا۔

چنانچہ شعبیؒ نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے۔

"...... ثنا ابو معاویۃ عن حجاج عمن اخبرہٗ عن الشعبی قال قال علیؓ حین قدم الکوفۃ ما کنت لاحل عقدۃ شدھا عمرؓ"

مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ جب کوفہ میں تشریف لائے تو فرمایا کہ جو گرہ عمرؓ نے لگا دی ہیں اس کو نہیں کھولوں گا (یعنی جو کام عمرؓ نے سرانجام دیئے ہیں ان میں میں تبدیلی نہیں کرونگا)۔

(۱) کتاب الخراج یحییٰ بن آدم، ص ۴۲ طبع مصر
(۲) کتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلام المتوفیٰ ۲۲۴ھ ص ۲۳۲ - روایت ۵۴۸ - طبع مصر۔

حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت علیؓ کے نزدیک رشید الامر تھے یعنی صحیح الرای تھے

گذشتہ مندرجات سے معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگوں کی انتظامی کارکردگی ایک دوسرے کے موافق تھی۔ حضرت شیرِ خداؓ نے اپنی عملی زندگی میں حضرت فاروقِ اعظمؓ کے خلاف بالکل نہیں

کیا۔ یہ چیز ان کے باہمی متحد العمل ہونے کی بڑی عمدہ تصدیق و توثیق ہے۔

اب یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو (معاملاتِ خلافت میں پختگی اور امورِ انتظامیہ میں درستگی کے پیشِ نظر) رشید الامر کا خطاب دیا ہے۔ جیسا کہ حوالہ جات ذیل میں مندرج ہے۔ امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں اور یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں اس کو ذکر کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرماویں۔

..... عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُوْلُ اِنَّ عُمَرَ كَانَ مُوَفَّقًا رَشِيْدًا فِي الْاُمُوْرِ وَاللهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا صَنَعَهٗ عُمَرُ۔

(۱) تاریخ کبیر بخاری، ج ۳ ق ۲، ص ۱۴۵۔ طبع دکن۔

(۲) کتاب الخراج یحییٰ ابن آدم، ص ۲۳ طبع مصر

یعنی عبد خیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ عمرؓ بن الخطاب بہتر توفیق دیئے گئے تھے اور امور (خلافت) میں درست فیصلہ کرنے والے اور صحیح معاملہ فہم تھے اللہ کی قسم جو کام عمرؓ نے کر دیئے ہیں ان کو میں تبدیل نہیں کروں گا۔"

چنانچہ ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش ہوا (جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جا رہی ہے) اس وقت حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو "رشید الامر" (یعنی ٹھیک معاملہ کرنے والا) اور "صحیح الرائے" کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

عن الاعمش عن سالم بن ابی الجعد قال كَانَ اَهْلُ نَجْرَانَ بَلَغُوْا اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا وَكَانَ عُمَرُ يَخَافُهُمْ اَنْ يَمِيْلُوْا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَتَحَاسَدُوْا بَيْنَهُمْ فَاَتَوْا عُمَرَ قَالُوْا اِنَّا قَدْ تَحَاسَدْنَا بَيْنَنَا فَاَجْلِنَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَتَبَ لَهُمْ كِتَابًا اَنْ لَا يُجْلَوْا فَاغْتَنَمَهَا عُمَرُ فَاَجْلَاهُمْ فَنَدِمُوْا فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا اَقِلْنَا فَاَبٰى

اَنْ یُقِیْلَہُمْ فَلَمَّا وَلِیَ عَلِیٌّ اَتَوْہُ فَقَالُوْا اِنَّا نَسْئَلُکَ بِخَطِّ یَمِیْنِکَ وَ شَفَاعَتِکَ عِنْدَ نَبِیِّکَ اِلَّا اَقَلْتَنَا فَاَبٰی وَقَالَ وَیْحَکُمْ اِنَّ عُمَرَ کَانَ رَشِیْدَ الْاَمْرِ فَلَا اُغَیِّرُ شَیْئًا صَنَعَہٗ عُمَرُ قَالَ سَالِمٌ فَکَانُوْا یَرَوْنَ اَنَّ عَلِیًّا لَوْ کَانَ طَاعِنًا عَلٰی عُمَرَ فِیْ شَیْءٍ مِنْ اَمْرِہٖ طَعَنَ فِیْ اَھْلِ نَجْرَانَ ۔"

حاصلِ واقعہ ہٰذا یہ ہے کہ

"نجران کے عیسائی لوگ قریباً چالیس ہزار افراد تھے۔ ان کا آپس میں تحاسُد و تعانُد و تخالُف پیدا ہو گیا تھا۔ عمر بن الخطّاب کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا اس علاقہ سے اجلاء (یعنی انتقالِ وطن) کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کے حق میں ان لوگوں سے خطرہ و خوف لاحق تھا (انہوں نے بہت کچھ اسلحہ اور گھوڑے جمع کر لیے تھے) امیر المومنین عمرؓ نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر فوراً ترکِ وطن کا حکم دے دیا (یعنی نجرانِ یمن سے ان کو "نجرانِ عراق" کی طرف منتقلی کا آرڈر کر دیا)۔

اس کے بعد ان کو اس چیز پر (از خود) ندامت ہوئی۔ پھر حضرت عمرؓ کو اس حکم کی منسوخی کے لیے (دوبارہ عرض کیا) حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا (اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی) پھر حضرت علی المرتضیٰؓ جب خلیفہ وقت ہوئے ہیں اس وقت یہ نجران کے عیسائی حکم سابق کی منسوخی کے لیے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور عرض کیا کہ ہم آپ کو قسم دے کر کہتے ہیں کہ یہ وثیقہ (اور تحریر) آپ کے ہاتھوں (حضور علیہ السلام کے دور میں لکھی گئی تھی) اور آپ کی سفارش (ساتھ تھی) اب اس حکم کا ہم سے ازالہ کر دیا جائے (یعنی واپس لے لیا جائے)۔

"حضرت علیؓ نے جواباً فرمایا کہ عمر بن الخطاب رشید الامر تھے (یعنی معاملہ فہم اور صحیح فیصلہ کنندہ اور درست رائے رکھنے والے تھے) میں ان کے خلاف کرنا ناپسند کرتا ہوں ان کے جاری کردہ حکم کو میں بالکل تبدیل نہیں کروں گا۔ (ناقل واقعہ ہذا) سالم بن ابی جعد کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی سیرت کے کسی معاملہ کے متعلق اگر حضرت علیؓ طعن و تشنیع کرنا چاہتے تو یہ اہلِ نجران کا مسئلہ نقد و اعتراض کے لیے بہترین موقعہ تھا۔ مگر حضرت علیؓ کی طرف سے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا بلکہ تائید و تصدیق ہی کی ہے"۔

یہ واقعہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت جمادی الاخریٰ ۳۷ھ میں پیش آیا تھا۔[1]

(۱) کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ، المتوفی ۱۸۲ھ ص ۴، طبع مصر

(۲) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ھ ص ۹۸۔ روایت ۲۷۳۔ طبع مصر

(۳) فتوح البلدان بلاذری احمد بن یحییٰ بن جابر بغدادی المتوفی ۲۷۹ھ ص ۷۳۔۷۴۔ باب صلح نجران۔ طبع مصر۔

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ۱۰، ص ۱۲۰۔ کتاب آداب القاضی باب من اجتہد من الحکام ثم تغیر اجتہادہ۔

(۵) کنز العمال، ج ۲، ص ۳۰۳۔ طبع اوّل دائرۃ المعارف، دکن کتاب الجہاد من قسم الافعال فصل فی احکام المتفرقہ (اخراج الیہود)

(۶) الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۲، ص ۲۰۱، طبع مصری۔ باب

---

[1] نصاریٰ نجران کا یہ واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ مندرجہ بالا کتب میں مذکور و مزبور ہے۔ ہم نے یہاں صرف کنز العمال کے الفاظ متن میں نقل کیے ہیں۔ اہلِ علم کے لیے وضاحت کر دی ہے۔ (منہ)

ذکر وفد نجران مع العاقب والسید۔

(۷) المصنّف لابن ابی شیبہ۔ کتاب الغزوات۔

حضرت علیؓ کی کوفہ میں تشریف آوری

عنوان بالا کے تحت حضرت علیؓ کی کوفہ میں تشریف آوری کا ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو صاحبِ اُخبارالطوال' دینوری (شیعی) نے اپنی کتاب ہٰذا میں درج کیا ہے:۔

"..... قَالُوا وَكَانَ مَقْدَمُهُ الْكُوفَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاِثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ رَجَبٍ سَنَةَ (۳۶ھ) وَقِيْلَ لَهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتَنْزِلُ الْقَصْرَ؟ قَالَ لَاحَاجَةَ لِيْ فِيْ نُزُوْلِهٖ لِاَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُبْغِضُهٗ وَلٰكِنِّيْ نَازِلُ الرَّحْبَةِ، ثُمَّ اَقْبَلَ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ الْاَعْظَمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَزَلَ الرَّحْبَةَ"

"یعنی حضرت علیؓ ۱۲ رجب ۳۶ھ میں کوفہ تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین آپ محل (یعنی قصرِ شاہی) میں قیام فرمائیں گے؟ فرمایا کہ مجھے وہاں قیام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ عمرؓ بن الخطاب (ایسے) محلات میں قیام رکھنے کو ناپسند کرتے تھے۔ ولیکن میں ایک عام چبوترہ پر اُترونگا۔ پھر آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ اس چبوترہ پر تشریف فرما ہوئے۔"

(الاخبار الطوال لابی حنیفۃ احمد بن داود دینوری المتوفی ۲۸۲ھ تحت وقعۃ الجمل ص ۱۵۲ طبع جدید)

مندرجاتِ بالا کے فوائد

۱۔ حضرت علیؓ کی سیرت حضرت عمرؓ کی سیرت کے موافق تھی۔ دونوں بزرگ باعتبار

کردار کے متحد و متفق تھے۔

۲۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کا جاری کردہ دستور العمل جاری و ساری رکھا۔ اسی کو قابلِ عمل سمجھا اس میں کوئی تغیر و تبدل روا نہیں رکھا۔

۳۔ حضرت علیؓ المرتضیٰ حضرت عمرؓ کو اپنی خلافت کے دوران "رشید الامر" کے الفاظ سے یاد فرمایا کرتے تھے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہر معاملہ میں درست کار اور صحیح الرائے تھے کسی کام میں بھٹکنے والے نہیں تھے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ فاروقی خلافت کا کاروبار و کارکردگی حضرت علیؓ کے نزدیک بالکل صحیح اور قابلِ عمل و لائقِ تقلید تھی۔ یہ ان کی شانِ اخوت کا نمایاں و درخشندہ پہلو ہے جو ہر دور میں ہر شخص کے سامنے موجود ہے۔

ایک اِشتباہ

مخالفین کی جانب سے ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ "سیدنا عمرؓ کی شہادت کے بعد جب خلافت کا مشورہ اہلِ الشوریٰ کے درمیان ہونے لگا ہے اس وقت حضرت علیؓ المرتضیٰ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو جواب دیتے ہوئے حضرات شیخینؓ (ابوبکر و عمرؓ) کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔"

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرت قابلِ اعتماد نہیں اور ان کی خلافت کی کارگزاری لائقِ عمل نہیں۔

الجواب

(۱)

اولاً یہ عرض ہے کہ جہاں حضرت علیؓ المرتضیٰ سے سیرۃِ شیخین پر عمل کرنے سے انکار

منقول ہوا ہے، وہاں اس نوع کی اور چیزیں بھی درج ہیں۔ مثلاً حضرت علیؓ کا عبدالرحمٰن بن عوف سے کہنا کہ "آپ نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے" وغیرہ۔ ان چیزوں کو باسند نقل کرنے والوں میں سب سے بلند ماخذ تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری ہے۔ اس موقعہ پر مناقشہ خیز اور کدورت انگیز مواد طبری وغیرہ بزرگوں نے درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۳۸-۴۰، باب قصۃ شوریٰ۔ تحت آخر سنۃ ۲۳ھ)

طبری میں یہاں بڑی طویل وعریض روایت ذکر کی گئی ہے جس سے یہ مذکورہ مطاعن تجویز کیے جاتے ہیں۔ اس مقام کے اسنادِ مندرجہ کی طرف (تحقیق کے لیے) رجوع کیا گیا ہے۔ بعض رواۃ (ابو مخنف وغیرہ) تو بحمداللہ شیعی، کذاب، دروغ گو بزرگ پائے گئے ہیں اور بعض دیگر (مثلاً سالم بن جنادہ وسلیمان بن عبدالعزیز بن ابی ثابت وغیرہما) مجہول الذات ومجہول الصفات نظر آئے ہیں۔ متداول رجال کی کتابوں میں باوجود کوشش کے دستیاب نہیں ہو سکے۔

اب اہلِ انصاف خود غور فرمائیں کہ ایسی روایات جن کے ناقلین اس قسم کے لوگ ہوں ان سے تیار کردہ مطاعن کو صحیح تسلیم کر لینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ ایسی روایات سے مجوّزہ اعتراضات کو درست مان لینا تو سچ اور جھوٹ، حق اور باطل کے امتیاز کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔

(۲)

ثانیاً عرض ہے کہ اس موقع کی روایات کے متعلق حافظ ابنِ کثیرؒ کی تحقیق لائقِ توجہ ہے اس سے ہماری گذارشات کی انشاء اللہ تائید ہو سکے گی۔

حافظ ابن کثیر البدایہ میں تحت سنۃ ۲۴ھ اس موقعہ کی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"۔۔۔۔ وَمَا يَذْكُرُهُ كَثِيْرٌ مِّنَ الْمُؤَرِّخِيْنَ كَابْنِ جَرِيْرٍ الطَّبَرِيِّ

وَغَيْرِهٖ عَنْ رِجَالٍ لَا يُعْرَفُوْنَ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ خَدَعْتَنِىْ الخ .... اِلٰى غَيْرِ ذَالِكَ مِنَ الْاَخْبَارِ الْمُخَالِفَةِ لِمَا ثَبَتَ فِى الصِّحَاحِ فَهِىَ مَرْدُوْدَةٌ عَلٰى قَائِلِيْهَا وَنَاقِلِيْهَا ۔ وَالْمَظْنُوْنُ بِالصَّحَابَةِ خِلَافَ مَا يَتَوَهَّمُ كَثِيْرٌ مِّنَ الرَّافِضَةِ وَاَغْبِيَاءِ الْقُصَّاصِ الَّذِيْنَ لَا تَمِيْزَ عِنْدَ هُمْ بَيْنَ صَحِيْحِ الْاَخْبَارِ وَضَعِيْفِهَا وَ مُسْتَقِيْمِهَا وَسَقِيْمِهَا وَمَبَادِهَا وَقَوِيْمِهَا وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ"۔

(حاصل کلام یہ ہے) کہ اور وہ خبریں جو بعض مورخین (طبری وغیرہ) نے ایسے راویوں سے نقل کی ہیں جن کا (کتب رجال میں) کچھ پتہ نہیں چلتا۔ مثلاً حضرت علیؓ نے عبد الرحمٰن بن عوف کو کہا کہ تو نے مجھے دھوکہ میں رکھا ہے"۔ وغیرہ۔ اس قسم کی جو خبریں بھی صحیح روایات کے خلاف پائی جاتی ہیں وہ تمام کی تمام ان کے نقل کرنے والوں پر رد کر دینے کے قابل ہیں اور مردود ہیں (یعنی غیر مقبول ہیں) ...... اور صحابہ کرام کے ساتھ ہمارے (حسن ظن) کا تقاضا ان اوہام و تخیلات کے خلاف ہے جو بہت سے رافضیوں نے اور قصہ گو غبی لوگوں نے نقل کر دیے ہیں جن کو صحیح و غلط، قوی و ضعیف، درست و سقیم کی کوئی تمیز نہیں"۔ (البدایہ لابن کثیر، ص ۱۴۷ - ج ۷، تحت سنہ ۲۴ھ)

(۳)

ثالثاً عرض ہے کہ تاریخ ابن جریر طبری میں اسی موقعہ پر حضرت علی المرتضیٰؓ کی وہ روایت بھی مذکور ہے جس میں شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی سیرت و طریقہ کار پر عمل در آمد کرنے کی حضرت علیؓ نے آمادگی ظاہر کی ہے۔ چنانچہ الفاظ روایت اس طرح ہیں:

"..... دَعَا عَلِيًّا فَقَالَ عَلَيْكَ عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهٗ لَتَعْمَلَنَّ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ وَسِيْرَةِ الْخَلِيْفَتَيْنِ مِنْ

بَعْدِہٖ قَالَ اَرْجُوْ اَنْ اَفْعَلَ وَاَعْمَلَ بِمَبْلَغِ عِلْمِیْ وَطَاقَتِیْ "۔

"یعنی عبدالرحمٰن بن عوف نے علی المرتضیٰؓ کو بلایا اور کہا کہ آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ اور سُنّتِ نبوی اور ابوبکرؓ و عمرؓ ہر دو خلفاء کی سیرت پر ضرور عمل کریں گے۔ اس وقت حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے وسعتِ علم کے مطابق حتی المقدور ان پر عمل کروں گا"۔

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵ ص ۳۷ تحت سنہ ۲۳ھ حالات وفات فاروق اعظم و قصہ شوریٰ طبع مصری)

(۴)

رابعاً یہ چیز ہے کہ حضرت علیؓ کے شاگرد (عبد خیر) سے روایت ہے جس میں حضرت علیؓ کی جانب سے اقرار پایا گیا ہے کہ ان دونوں خلفاء حضرات کا طرزِ عمل اور سیرتِ زندگی سُنّتِ نبوی کے عین مطابق تھی۔ چنانچہ ذیل میں روایت درج کی جاتی ہے۔

"عَنْ عَبْدِ خَیْرٍ قَالَ قَامَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ فَذَکَرَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَکْرٍ فَعَمِلَ بِعَمَلِہٖ وَسَارَ بِسِیْرَتِہٖ حَتّٰی قَبَضَہُ اللّٰہُ عَلٰی ذَالِکَ ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَعَمِلَ بِعَمَلِہِمَا وَسَارَ بِسِیْرَتِہِمَا۔ حَتّٰی قَبَضَہُ اللّٰہُ عَلٰی ذَالِکَ۔

(۱) مُسْنَد احمد جلد اوّل، مسندات مرتضوی ج ۱ ص ۱۲۸ طبع مصر۔ معہ منتخب کنز العمّال۔

(۲) کتاب مجمع الزوائد نور الدین الہیثمی کتاب الخلافۃ باب الخلفاء الاربعۃ، ص ۱۷۶، جلد ۵۔

"یعنی عبد خیر کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ذکر خیر فرما کر کہا کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد ابوبکرؓ

خلیفہ ہوئے پس ابوبکرؓ نے حضور نبی کریمؐ کی سیرت اور کردار کے موافق عمل درآمد کیا۔ حتیٰ کہ ان کی اسی حالت پر وفات ہوئی۔ پھر عمرؓ بن الخطاب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضور علیہ السلام اور ابوبکر الصدیق دونوں کی سیرت کے موافق خلافت کے امور سرانجام دیئے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی حالت پر اپنی طرف بلا لیا۔

ظاہر بات ہے کہ جب حضرت علیؓ شیخین کریمین کے کردار اور طرز زندگی کو سنتِ نبوی کے موافق و مطابق تسلیم کرتے ہیں تو انہوں نے اس پر عمل کرنے سے انکار کیسے کیا ہوگا؟

(۵)

خامساً یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ عنوان چہارم میں جو مرویات درج ہوئی ہیں آپ نے ان کو ملاحظہ فرما لیا ہے۔ خصوصی طور پر حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت عمرؓ کے لیے "رشید الامر" کا خطاب تجویز کرنا قوی قرینہ ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک خلافتِ فاروقی کے تمام انتظامی امور بالکل ٹھیک ٹھیک واقع ہوئے ہیں۔ اندریں حالات صاف طور پر واضح ہوا کہ حضرت علیؓ نے سیرتِ شیخین پر عمل کرنے سے ہرگز انکار نہیں کیا تھا۔ یہ اعتراض بالکل بے اصل ہے اور دلیلِ اعتراض سو فیصد بے بنیاد ہے۔ آخر میں گذارش کی جاتی ہے کہ اگر اس اعتراض کے دفع کے لیے مزید شیعی حوالہ جات کے ذریعہ تسلی حاصل کرنا مطلوب ہو تو حصہ صدیقی کے باب چہارم عنوان نمبر ۱ کے تحت کتب شیعہ کے حوالے مذکور ہیں۔ طوالت کے لیے یہاں ان کا اعادہ نہیں کیا گیا۔ وہاں ملاحظہ فرماویں۔

(۵)

عنوانِ پنجم

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اب یہ منقبت ذکر کی جاتی ہے کہ اللہ

۔۔۔ نے حق وصداقت کی حمایت کا جذبہ حضرت عمرؓ کو اکمل طریقہ سے عطا فرمایا تھا حق بات کہنا، حق کی تائید کرنا حضرت فاروقؓ کی فطرت میں داخل تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ۔ یعنی اللہ نے عمرؓ کی زبان اور قلب پر حق بات کو رکھ دیا ہے اور راست چیز کو جاری فرمایا ہے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب عمر بحوالہ ترمذی و ابوداؤد، ص ۵۵۷، الفصل الثانی طبع نور محمدی دہلی)

ان کلمات کو پیش کرنے کے بعد مضمون سابق کی طرف عود کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ اپنی جگہ اس چیز میں کوئی شک محسوس نہیں کرتے تھے کہ عمر بن الخطاب کی زبان پر (قدرت کی طرف سے) سکینہ نازل ہوتی ہے اور ان کے قلب پر (غیب کی طرف سے) تسلّی القا کی جاتی ہے۔

اسی وجہ سے وہ ہر معاملہ میں امر حق کی ہی تائید کرتے تھے اور حق بات کے خلاف کچھ بھی برداشت کرنے کے لیے بالکل آمادہ نہیں ہوتے تھے۔

حضرت علیؓ کا یہ بیان مندرجہ ذیل مقامات میں اکابر علماء نے ذکر کیا ہے:

۱۔ مَا کُنَّا نَبْعُدُ اَنَّ السَّکِیْنَۃَ تَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ۔

(۱) "المصنف" لعبد الرزاق، ج ۱۱، ص ۲۲۲۔

(۲) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام

ص ۵۴۳۔ طبع مصر

۲۔۔۔۔۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ قَالَ اِذَا ذُکِرَ الصَّالِحُوْنَ فَحَیَّ ہَلًا بِعُمَرَ مَا کُنَّا نُنْکِرُ وَنَحْنُ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ مُتَوَافِرُوْنَ اَنَّ السَّکِیْنَۃَ تَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، جلد ۴ ص ۱۵۲۔ تذکرہ عمرو بن میمون الاودی)

(۴) . . . . عن زهیر عن اسماعیل بن ابی خالد عن شعبی عَنْ عَلِیٍّ بنِ اَبِی طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْهَهٗ قَالَ مَا کُنَّا نَشُكُّ اِلَّا اَنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ رضی اللّٰہ تعالٰی عَنْهُمَا رَوَاهُ الثَّوْرِیُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَشَرِيْكٌ وَهُرَيْم وَ اَسْبَاطٌ وَابْنُ السَّمَاكِ وَسَعِيْدُ بْنُ الصَّلْتِ فِىْ اٰخَرِيْنَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ مِثْلَهٗ "

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی ج ۴ ص ۳۲۸ - تذکرہ عامر الشعبی)

(۵) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اِنْ ذُكِرَ الصَّالِحُوْنَ فَحَیَّ هَلَا بِعُمَرَ مَا كُنَّا نُبْعِدُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ اِنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ "

(۱) مجمع الزوائد الہیثمی رواہ الطبرانی فی الاوسط و اسنادہ حسن
باب فضائل عمر بن الخطاب، جلد ۹، ص ۶۷ - طبع مصر)

(۲) مشکوٰۃ المصابیح - باب مناقب عمر بن الخطاب الفصل الثانی
بحوالہ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ - ص ۵۵۷ -

(۶) - اَخْرَجَ ابْنُ مَنِيْعٍ فِىْ مُسْنَدِهٖ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ كُنَّا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) لَا نَشُكُّ اَنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ -

(۱) تاریخ الخلفاء جلال الدین السیوطی ص ۸۴ طبع دہلی فصل فی
الاحادیث الواردۃ فی فضلہ غیر ما تقدم فی الصدیق)

(۲) ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ لمحب الطبری، ج ۱ ص ۲۰۲ -
باب فضائل و مناقب عمر -

(۳) کنز العمال بحوالہ الطبرانی فی طس جلد ۶ - ص ۳۴۰
بحوالہ ابن عساکر، ج ۶ ص ۳۲۳ و ۳۷۰ طبع اول حیدر آباد دکن)

(۷) - عَنْ وَهْبِ السَّوَائِىْ قَالَ خَطَبَ عَلِیٌّ النَّاسَ فَقَالَ مَنْ خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا قَالُوْا اَنْتَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ لَا بَلْ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ اِنَّا كُنَّا

نَطَقَ اَنَّ السَّکِیْنَۃَ لَتَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ۔"

(کنز العمال بحوالہ ابن عساکر، جلد۶ ص ۳۴۰
طبع قدیم اوّل - حیدر آباد دکن)

—— مندرجہ بالا روایات کا خلاصہ یہ ہے :
کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب نیک لوگوں کا تذکرہ کیا جائے تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بطریقِ اولیٰ ذکرِ خیر کے قابل ہیں۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس بات میں کچھ شک نہیں کیا کرتے تھے کہ عمر بن الخطاب کی زبان پر سکینت جاری ہوتی ہے (یعنی ایسی چیز جاری ہوتی ہے جس سے نفسوں کو تسکین اور قلوب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے) اور (قدرت کی طرف سے) حق بات کا ان کی زبان پر القاء ہوتا ہے۔"

—— اس مسئلہ کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اِس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا تَرَکَہُ الْحَقُّ وَمَا لَہٗ مِنْ صَدِیْقٍ " یعنی عمر پر اللہ رحم فرماتے کہ حق بات ہی کہتے ہیں اگرچہ (لوگوں کے لیے) تلخ معلوم ہو۔ اس حق گوئی نے ان کو اس حالت میں کر دیا ہے کہ ان کا (دنیا میں) کوئی دوست نہیں رہا۔"

(اُسد الغابہ لابن اثیر جزری، ج ۴ ص ۶۵ - تذکرہ عمر بن الخطاب)

مذکورہ مرویات کے فوائد

۱ - حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صداقت و حقانیت کی گواہی زبانِ نبوت اور زبانِ امامت نے دی ہے۔

۲ - مزید یہ واضح ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حق گوئی اور صدق بیانی کے قائل تھے اور اس کو صحیح تسلیم کرتے تھے۔

۳ - حضرت علیؓ کے بیانات سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروقؓ کے قلبِ مبارک پر قدرت کی جانب سے القاء ہوتا تھا اس کو "سکینۃ" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۴ - مندرجات ہذا سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ ایک دوسرے کے قدردان، عزت شناس اور باہمی احترام و اکرام ملحوظ رکھنے والے تھے۔"

عنوانِ ششم

عنوانِ ہذا میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک حضرت فاروقِ اعظمؓ سرورِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برحق تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد دوسرے نمبر پر ان کا مقام ہے اور نبیؐ و صدیقؓ کے بعد تمام اُمت سے بہترین عمر فاروقؓ ہیں۔

اس مقصود کی وضاحت کی خاطر اگرچہ "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" حصہ اوّل صدیقی، باب چہارم کے نوع یازدہم و دوازدہم میں قریباً اکیاون عدد روایات (ستائیس۲۷ افراد سے) بشیتر حوالہ جات کے ساتھ درج کر چکے ہیں۔ تاہم یہاں "حصہ فاروقی" کے باب اوّل فصل ثانی میں (تحت نوع ششم) حضرت علیؓ کے گذشتہ فرمودات میں سے ۱۲ عدد یہاں ہم دوبارہ نقل کرتے ہیں تاکہ جس شخص کی نظر سے حصہ صدیقی نہیں گزرا وہ فرموداتِ مرتضوی سے محروم نہ رہ جائے اور پوری طرح مستفید ہو سکے۔ یہ ایک ضرورت کی بنا پر تکرار واقع ہو رہا ہے امید ہے ناظرین کرام ناپسند نہیں فرمائیں گے۔

روایتِ اوّل

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے اپنے والد شریف کی خدمت میں ایک دفعہ عرض کیا کہ:-

"أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُوبَكْرٍ

قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ عُمَرُ ! وَخَشِیْتُ اَنْ یَّقُوْلَ عُثْمَانَ ۔ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ ؟ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ "۔

(۱) صحیح البخاری، جلد اول، ص ۵۱۸ ۔ باب مناقب ابی بکر۔ طبع دہلی

(۲) ابوداؤد، جلد ثانی، ص ۲۸۸ ۔ کتاب السنہ، باب التفضیل ۔ طبع دہلی

"یعنی محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد شریف علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے ؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ سب سے بہترین ابوبکرؓ ہیں ۔ پھر میں نے کہا کہ ان کے بعد کون شخص بہترینِ اُمّت ہے تو جواب دیا کہ پھر عمرؓ بن الخطاب سب سے بہتر ہیں ۔ مجھے خیال ہوا کہ عمرؓ کے بعد عثمان کا نام لیں گے ۔ میں نے از خود کہہ دیا کہ پھر آپ سب سے بہترین ہیں ؟ تو (بطورِ تواضع) فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں "۔

ایک شیعی روایت

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ محمد بن حنفیہ کی یہ روایت اہل السنۃ کی کتابوں سے پیش کی گئی ہے جس سے حضرت علیؓ کے ہاں حضرت عمرؓ کا خیرِ اُمّت ہونا ثابت ہے ۔ اب اس مضمون کے مناسب ایک شیعی روایت شیعہ کتب سے پیش خدمت کی جاتی ہے اس روایت میں حضرت علیؓ اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو فرمان دیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو کلماتِ خیر کے ساتھ یاد کیا کرو، ان کے حق میں کلمۂ خیر کے بغیر کچھ نہ کہو"۔

—— (شیعہ روایات کے موافق) اس مرتضوی فرمان کا موقعہ اس طرح ہے کہ صفین کے مقام میں بروز چہارم کارزار (جنگ) جاری ہے ۔ عبید اللہ بن عمر بن الخطاب محمد بن حنفیہ کے مقابلہ میں نکلا ہے تو ابن حنفیہ عبید اللہ کو اور حضرت عمرؓ کو سخت برے الفاظ کہنے لگا ۔ ادھر حضرت علیؓ نے یہ سن لیا ۔ آپ نے ابن حنفیہ کو خطاب کر کے فرمایا :

"فَقَالَ لَا تَذْکُرْ اَبَاهُ وَلَا تَقُلْ فِیْهِ اِلَّا خَیْرًا رَحِمَ اللّٰهُ اَبَاهُ"

"یعنی اس کے باپ کو بُرائی کے کلمات سے مت یاد کرو اور صرف کلمات خیر ہی اُن کے حق میں کہو۔ اللہ اس کے باپ پر رحمت نازل فرمائے۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی بروایت نصر بن مزاحم۔ ج ۱، ص ۴۴۶ طبع بیروت۔
تحت عنوان فی بعض شمائلہ وادعیتہ عند الحرب)

حضرت علیؓ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب حضرت علیؓ کے نزدیک بہتر کلمات اور ترحم و شفقت کے الفاظ کے حقدار ہیں کسی مذمت و برائی کے الفاظ سے یاد کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ قوم کے بہترین بزرگ ہیں۔ دعائیہ الفاظ ہی ان کی شان کے مناسب ہیں۔

روایتِ دوم

امام بخاریؒ نے اپنی تصنیف التاریخ الکبیر جزء ثانی قسم اوّل میں رافع کی روایت باسند نقل کی ہے:-

"۔۔۔ فَقَالَ لِرَافِعٍ بَعْضُ الْقَوْمِ یَا اَبَا الْجَعْدِ بِمَا قَامَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَعْنِیْ عَلِیًّاؓ قَالَ سَمِعْتُهُ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُؓ"

(۱) التاریخ الکبیر لامام البخاری، ج ۲ ۔ق ۱ ص ۲۸۰ طبع دکن ۔ تحت رافع بن سلمہ۔
(۲) السنن لابن ماجہ، باب فضائل عمرؓ ص ۱۱ طبع علیمی دہلی ۔ از عبداللہ بن سلمہ۔

"حاصل یہ ہے کہ بعض لوگوں نے رافع (ابوالجعد) سے دریافت کیا کہ علی المرتضیٰ امیر المؤمنین نے کیا خطاب کیا ہے تو رافع نے جواب دیا کہ میں نے سنا امیر المؤمنین نے فرمایا کہ خبردار لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابوبکر ہیں۔ ان کے بعد عمر بن الخطاب ہیں۔"

روایتِ سوم

"..... عبد الملک بن سلع عن عَبْدِ خَیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا رض یَقُوْلُ قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ مَا قُبِضَ عَلَیْہِ نَبِیٌّ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتُخْلِفَ اَبُوْبَکْرٍ فَعَمِلَ بِعَمَلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسُنَّتِہٖ ثُمَّ قُبِضَ اَبُوْبَکْرٍ عَلٰی خَیْرِ مَا قُبِضَ عَلَیْہِ اَحَدٌ کَانَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَعَمِلَ بِعَمَلِھِمَا وَسُنَّتِھِمَا ثُمَّ قُبِضَ عَلٰی خَیْرِ مَا قُبِضَ عَلَیْہِ اَحَدٌ فَکَانَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا وَبَعْدَ اَبِیْ بَکْرٍ۔"

(۱) المصنف لابن ابی شیبہ، جلد ۳ ص ۸۸۷ قلمی پیر جھنڈا سندھ
باب ما جاء فی خلافۃ ابی بکرؓ۔

(۲) مسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۲۸ مسندات علی المرتضیٰؓ، معہ منتخب کنز۔ طبع مصر۔

(۳) کنز العمال، ج ۶، ص ۳۶۹ بحوالہ دکر۔ ش)۔ باب فضل الشیخین ابی بکرؓ و عمرؓ۔ طبع قدیم۔

حاصل یہ ہے کہ عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ نبی کریم

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا انتقال بہتر و خیر حالت پر ہوا جس طرح ایک نبی کا ولی بہترین حالت میں ہوتا ہے پھر ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے پس انہوں نے نبیؐ کے طریقہ اور سنت کے مطابق عمل درآمد کیا۔ پھر وہ بہتر حالت پر فوت ہوئے۔ وہ اس امت کے نبی کے بعد بہترین شخص تھے۔ پھر عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ عمرؓ نے نبی کریمؐ اور ابو بکرؓ کے طریقۂ کار کے موافق عمل کیا۔ پھر وہ بہتر حالت پر فوت ہوئے اور وہ نبی کریم اور ابو بکرؓ کے بعد تمام امت سے بہتر آدمی تھے۔"

روایتِ چہارم

مسند امام احمدؒ میں منقول ہے:۔

"...... عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَاِنَّا قَدْ اَحْدَثْنَا بَعْدَهُمْ اَحْدَاثًا يَقْضِيْ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهَا مَا شَآءَ"

(مسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۱۵۔ مسندات علیؓ معہ منتخب کنز)

یعنی عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے (ایک دفعہ) کھڑے ہو کر فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین آدمی ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ان کے بعد ہم سے کئی جدید چیزیں صادر ہوئیں۔ اللہ ان کے بارے میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔"

روایتِ پنجم

مسند احمدؒ میں درج ہے کہ:۔

"...... عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ جُحَيْفَةَ الَّذِيْ كَانَ عَلِيٌّ

يُسَمِّيهِ وَهبَ الخَيرِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ يَا اَبَا جُحَيفَةَ اَلَا اُخبِرُكَ بِاَفضَلِ هٰذِهِ الاُمَّةِ بَعدَ نَبِيِّهَا قَالَ قُلتُ بَلٰى قَالَ وَلَم اَكُن اَرٰى اَنَّ اَحَدًا اَفضَلَ مِنهُ قَالَ اَفضَلُ هٰذِهِ الاُمَّةِ بَعدَ نَبِيِّهَا اَبُوبَكرٍ وَبَعدَ اَبِي بَكرٍ عُمَرُ وَبَعدَهُمَا ثَالِثٌ لَم يُسَمِّهِ۔"

(مسند امام احمدؒ، مسندات حضرت علیؓ، ج ۱ص ۱۰۶۔ طبع مصر)

"یعنی وھب الخیر ابو جحیفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے (براہِ راست) ذکر کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص افضلِ اُمت ہے میں اس کی تجھے خبر نہ دوں؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں فرمائیے! اور میرا یہ خیال تھا کہ کوئی شخص اُمت میں حضرت علیؓ سے افضل نہیں ہے۔ تو علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ نبیؐ کے بعد اس اُمت میں سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمر بن الخطاب افضل ہیں۔ ان کے بعد تیسرا شخص ہے جس کا نام (اس وقت) نہیں ذکر فرمایا۔"

روایت ششم

ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد سابع تذکرہ شعبہ بن حجاج میں ذکر کیا ہے کہ:

"۔ ۔ ۔ ۔ ثنا شعبة عن الحكم عَن عَبدِ خَيرٍ قَالَ قَامَ عَلِيٌّ عَلَى المِنبَرِ فقال اَلَا اُخبِرُكُم بِخَيرِ هٰذِهِ الاُمَّةِ بَعدَ نَبِيِّهَا؟ قَالُوا بَلٰى! قَالَ اَبُوبَكرٍ ثُمَّ سَكَتَ سَكتَةً ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخبِرُكُم بِخَيرِ هٰذِهِ الاُمَّةِ بَعدَ اَبِي بَكرٍ عُمَرُ۔"

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ
جلد ۷، ص ۱۹۹۔ تذکرہ شعبہ۔ طبع مصر)

"یعنی عبدِ خیر کہتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ شیرِ خدا نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو نبیؐ کے بعد تمام اُمّت سے بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ابو بکرؓ ہیں۔ پھر آپ نے قلیل سی خاموشی کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں اطلاع نہ دوں کہ ابو بکرؓ کے بعد بہترینِ اُمّت کون فرد ہیں؟ وہ عمرؓ ہیں۔"

روایت ہفتم

"۔ ۔ ۔ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ حَدِیْثًا عَنْ عَبْدِ خَیْرٍ فَلَقِیْتُہٗ فَسَأَلْتُہٗ فَحَدَّثَنِیْ اَنَّہٗ سَمِعَ عَلِیًّا یَقُوْلُ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍؓ ثُمَّ عُمَرُؓ۔"

(۱) حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ
جلد ۷، ص ۱۹۹ - تذکرہ شعبہ بن حجاج

(۲) الاستیعاب لابن عبد البرؒ تذکرہ عمر بن الخطاب
ج ۲، ص ۴۵۶ - معہ اصابہ لابن حجر - طبع مصر

خلاصہ یہ ہے کہ عبدِ خیر نے حضرت علیؓ سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ حضور نبی کریم علیہ السّلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر ابو بکر الصدیق ہیں۔ ان کے بعد سب سے بہتر عمر بن الخطاب ہیں۔"

روایت ہشتم

"۔ ۔ ۔ ۔ عَنِ الْحَکَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَیْفَةَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ خَیْرُ ھٰذِہِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِیِّھَا اَبُوْبَکْرٍ وَخَیْرُھُمْ بَعْدَ

اَبِیْ بَکْرٍ عُمَرُ وَ لَوْ شِئْتُ اَنْ اُسَمِّیَ الثَّالِثَ لَسَمَّیْتُ صَحِیْحٌ مَشْهُوْرٌ مِنْ حَدِیْثِ شُعْبَۃَ عَنِ الْحَکَمِ۔"

(حلیۃ الاولیاء اصفہانی، ج ۷، ص ۱۹۹۔ تذکرہ شعبہ بن حجاج)

"یعنی شعبہ حکم سے نقل کرتا ہے۔ حکم نے ابو جحیفہ سے سنا وہ کہتا تھا کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ نبیؐ کے بعد اس امت کے اچھے شخص ابوبکرؓ ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ سب سے اچھے ہیں۔ اگر میں تیسرے شخص کا نام ذکر کروں تو کر سکتا ہوں۔"

روایت نہم

تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں مذکور ہے:

"......ثنا سفیان عن ابی اسحٰق عَنْ عَبْدِ خَیْرٍ عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ خَیْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِیِّهَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍؓ وَّ عُمَرُؓ۔"

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی تحت تذکرۃ السمان الحافظ الکبیر جلد ۳ ص ۳۰۱ طبع دکن۔ ج ۳ ص ۱۱۲۳، طبع بیروت، مرۃ رابعہ)

مطلب یہ ہے کہ ابو اسحاق نے عبد خیر سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کے بعد اس امت کے بہترین آدمی ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔"

نوٹ: اب ذیل میں حضرت علیؓ کا وہ فرمان نقل کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے پر وعید شدید کی ہے اور سخت تنبیہ فرماتی ہے۔

روایت دہم

ابن عبد البرؒ نے "استیعاب" (تذکرہ صدیق اکبرؓ) میں باسند روایت حضرت علیؓ سے نقل کی ہے وہ ملاحظہ فرماویں۔

"..... عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْجَحِلِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ لَا يُفَضِّلُنِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ إِلَّا جَلَدْتُهُ حَدَّ الْمُفْتَرِي"۔

(۱) الاستیعاب جلد ثانی معہ اصابہ، ج ۲ ص ۲۴۴۔ تذکرہ صدیق اکبرؓ

(۲) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۷۱ بحوالہ ابن ابی عاصم وخیثمہ فی فضائل الصحابہ۔ طبع اول دکن۔

یعنی حکم بن جحل کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص بھی مجھے ابوبکرؓ وعمرؓ پر فضیلت دے گا میں اس کو مفتری کی سزا دوں گا (جو اسّی درّے ہوتی ہے)۔

روایت یازدہم

حنفی علماء کے امام ابو یوسف نے اپنے شیخ سیدنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنی تصنیف "کتاب الآثار" میں مکمل سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت درج کی ہے ملاحظہ فرماویں:-

"قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا خَيْرًا مِنْكَ فَقَالَ لَهُ هَلْ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ لَا قَالَ هَلْ رَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ؟ قَالَ لَا: قَالَ لَوْ أَخْبَرْتَنِي أَنَّكَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبْتُ عُنُقَكَ وَلَوْ أَخْبَرْتَنِي أَنَّكَ رَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَأَوْجَعْتُكَ

عُقُوبَۃً "

(۱) کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ ص ۲۰۷۔ نمبر روایت ۹۲۴
طبع لجنہ احیاء معارف النعمانیہ حیدر آباد دکن۔

(۲) فضائل ابی بکر الصدّیق لابی طالب العشاری ص ۸ معہ شرح
ثلاثیات بخاری۔

(۳) کنز العمال (بحوالہ العشاری) ج ۶ ص ۳۷۰ طبع اوّل دکن
تحت فضل الشیخین ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

"یعنی امام ابوحنیفہؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علیؓ کی خدمت میں آکر کہنے لگا کہ میں نے آپ سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا تو حضرت علیؓ نے اس کو فرمایا کہ تو نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی ہے؟ اس نے کہا نہیں! پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تو نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو تبلاتا کہ میں نے رسولِ خدا کو دیکھا ہے تو میں تیری گردن اُڑا دیتا اور اگر تو بیان کرتا کہ میں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے تو میں تجھے دردناک سزا دیتا"

روایتِ دوازدہم [۱۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "لسان المیزان"، جلد ثالث، عبداللہ بن سبا کے تذکرہ میں حضرت علیؓ کی یہ روایت باسند ذکر کی ہے:۔

"۔ ۔ ۔ ۔ عَنْ زَیْدِ بْنِ وَهْبٍ اَنَّ سُوَیْدَ بْنَ غَفْلَۃَ دَخَلَ عَلٰی عَلِیٍّ فِی اِمَارَتِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ مَرَرْتُ بِنَفَرٍ یَذْکُرُوْنَ اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ یَرَوْنَ اَنَّکَ تُضْمِرُ لَهُمَا مِثْلَ ذَالِکَ مِنْهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَبَا وَکَانَ عَبْدُ اللّٰهِ

أَوَّلَ مَنْ أَظْهَرَ ذَالِكَ فَقَالَ عَلِيٌّ مَالِيْ وَلِهٰذَا الْخَبِيْثِ الْاَسْوَدِ ثُمَّ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ اُضْمِرَ لَهُمَا اِلَّا الْحَسَنَ الْجَمِيْلَ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَبَا فَسَيَّرَهُ اِلَى الْمَدَائِنِ وَقَالَ لَا يُسَاكِنُنِيْ فِيْ بَلْدَةٍ اَبَدًا ثُمَّ نَهَضَ اِلَى الْمِنْبَرِ حَتّٰى اجْتَمَعَ النَّاسُ فَذَكَرَ الْقِصَّةَ فِيْ ثَنَائِهِ عَلَيْهِمَا بِطُوْلِهٖ وَفِيْ آخِرِهٖ اَلَا لَا يَبْلُغَنِيْ عَنْ اَحَدٍ يُفَضِّلُنِيْ عَلَيْهِمَا اِلَّا جَلَدْتُهٗ حَدَّ الْمُفْتَرِيْ ::

" خلاصہ یہ ہے کہ سُوید بن غفلہ حضرت علیؓ کے ہاں ان کی خلافت کے دوران، میں حاضر ہُوا اور کہا کہ ایک جماعت کے ہاں میرا گذر ہُوا ہے وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی (عیب چینی اور تنقیص) ذکر کر رہے تھے اور وہ لوگ یہ خیال بھی رکھتے ہیں کہ آپ بھی اپنے دل میں ان کے متعلق اسی طرح بدگمانی رکھتے ہیں۔ اس جماعت میں عبداللہ بن سبا ہے۔

اور ابن سبا پہلا وہ شخص ہے جس نے شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے حق میں بدگمانی کا اظہار کیا ہے۔ یہ سُنکر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرا اور اس سیاہ خبیث کا کیا تعلق ہے؟ اور اس سے میرا کیا واسطہ ہے؟ پھر فرمایا معاذ اللہ کہ میں ان دونوں کے متعلق حسن ظنی کے بغیر کسی چیز کو دل میں جگہ دوں۔ پھر ابن سبا کی طرف آدمی بھیجا کہ اس کو شہر مدائن کی طرف نکال دیا جائے (یعنی جلا وطن کر دیا جائے) اور یہ شخص ہمارے شہر میں مقیم نہ رہے۔

اس کے بعد حضرت علیؓ منبر پر تشریف لائے۔ سامعین جمع ہو گئے، آپ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں ثناء جمیل ذکر کی اور ان کی فضیلت میں بڑا طویل بیان فرمایا۔ اس خطبہ کے آخر میں اعلان کیا کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ پر مجھے فضیلت دے گا اور ان سے مجھے افضل قرار دے گا میں اس شخص پر مفتری (اور کذّاب) کی حد جاری کروں گا (یعنی اسّی دُرّہ لگانے کا حکم صادر کرونگا)"

ایک وضاحت

عبداللہ بن سبا یہودی کے متعلق مذکورہ روایت میں درج ہوا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کو مدائن شہر کی طرف کوفہ سے نکال دیا تھا یعنی شہر بدر کر دیا تھا معلوم ہوا کہ یہ ابن سبا کی ابتدائی کارستانیوں کا دور ہے جب اس کا گمراہانہ پروپگنڈا زیادہ ہو گیا اور حُبِ اہل بیت کے عنوان کے تحت اس کی تحریکِ ضلالت تیز تر ہو گئی تو حضرت علیؓ نے بھی گرفت شدید کر دی ۔ آخر کار اس کو اور اس کے ہمنوا مُحبّین کو آگ میں جلوا دیا ۔ اور ان غالیوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں فرمائی تھی ۔ ملاحظہ ہو:

(۱) لسان المیزان لابن حجر عسقلانی جلد سوم تذکرہ عبداللہ بن سبا۔
(۲) رجال کشی تذکرہ عبداللہ بن سبا (شیعہ)
(۳) تحفۃ الاحباب شیخ عباس القمی تذکرہ عبداللہ بن سبا (شیعہ)

دوازدہ ۱۲ روایات کے فوائد

(۱)

حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بعد از رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم تمام اُمّت سے افضل ترین شیخین (ابوبکر الصدّیقؓ و عمر فاروقؓ) ہیں۔

(۲)

اور جو شخص اس ارشادِ مرتضوی کے موافق عقیدہ نہ رکھے گا وہ حضرت علی المرتضیٰ کے فرمان کے مطابق مجرم ہے اور قابلِ سزا مجرم ہے ۔ سزا مندرجہ روایات میں مذکور ہو چکی ہے اور وہ اَسّی دُرّے ہے ۔

(۳)

شیعہ سُنّی کتابوں میں علیٰ الاعلان حضرت علیؓ کا فرمان ہو رہا ہے ۔ حضرت ابوبکرؓ و

حضرت عمرؓ صاحبِ خیر ہیں ان کو خیر کے ساتھ ہی یاد کرو۔

(۴)

مندرجۂ بالا تمام واقعات اور روایات صاف بتلا رہی ہیں کہ ان بزرگانِ دین (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ وغیرہم) کے درمیان باہمی مودّت و محبّت ہے، دوستی و آشنائی ہے۔ ہم آہنگی و ہم نوائی ہے۔

ایک اہم تنبیہ

قارئینِ کرام کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے کہ "تفریق بین المسلمین" کی تحریک کا اوّل موجد و بانی عبداللہ بن سبا یہودی النسل ہے۔ اس کا تذکرہ و ترجمہ اپنی تفصیلات کے ساتھ شیعہ و سُنّی دونوں حضرات کی کتابوں میں موجود ہے۔ شیعہ کتابوں مثلاً رجال کشی وغیرہ (جو چہارم صدی ہجری کی تصنیف ہے) سے لے کر اس آخری دَور (چودھویں صدی) مثلاً صاحبِ "تحفۃ الاحباب" شیخ عباس قمی تک تمام شیعی علماء و مجتہدین نے اس کے احوال درج کیے ہیں۔ اِس مسئلہ میں کسی بحث و مناظرہ کی حاجت نہیں ہے۔ ان کی اپنی کتابوں میں ان کے اپنے محقق علماء کی تصانیف میں ابن سبا کے ترجمہ کا مسئلہ درج ہے۔ اہلِ علم رجوع فرما کر تسلی و تشفی کر سکتے ہیں۔

اب اس دَور کے آخر میں پہنچ کر عبداللہ بن سبا مذکور کے حامیوں نے اس پر واردشدہ اعتراضات سے جان بچانے کے لیے یہ سکیم چلائی ہے کہ عبداللہ بن سبا کا نام بالکل فرضی ہے۔ اس نام کا کوئی آدمی یہودی النسل نہ تھا، نہ وہ مسلمان ہُوا نہ اس نے حُبِّ اہلِ بیت کا لبادہ اوڑھ کر تفریق کی بنیاد قائم کی، وغیرہ۔ اسی کا نام ہے کہ

"نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"

——— شیعہ کی تراجم کی مشہور کتاب "رجال کشی" اب تازہ ترین طبع ہو کر طہران سے آئی ہے

اس میں عبداللہ بن سبا کا جہاں تذکرہ ہے اس مقام کے حواشی میں اس کے فرضی وجود کا مسئلہ درج فرمایا گیا ہے اور جن جن حضرات نے اس جدید تحقیق اور "نرالی ریسرچ" پر خامہ فرسائی فرمائی ہے ان کے اسماء گرامی یہ لکھے ہیں: ایک سید مرتضیٰ العسکری۔ دوسرے الشیخ عبداللہ السبیتی۔ تیسرے ڈاکٹر طٰہٰ حسین نابینا بزرگ ہیں۔

اب انشاء اللہ "انکار شخصیت کی اس تحریک کو بہت جلد فروغ دیا جائے گا۔ دین، قوم، ملت" کے خیر خواہ افراد نیز تر طریقوں سے نشر و اشاعت فرمائیں گے۔

——— اس مسئلہ کی مثال ایسی ہے جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ایک صاحبزادی ہونے کے مسئلہ کو کھڑا کر کے باقی تین لڑکیوں کی شخصیت کا انکار کر دیا ہے اور یہ مسئلہ بہت تیزی سے قوم میں پھیلایا گیا ہے۔ حالانکہ واقعات کے بالکل برخلاف ہے۔ اہل سنت بلکہ تمام اہل تاریخ کے ہاں حضورؐ کی چار صاحبزادیاں ایک مسلّمہ حقیقت ہیں، جس میں کسی شبہ و اختلاف کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اور شیعہ کتب میں بھی صحیح ترین قول و راجح قول و قابلِ قبول چار صاحبزادیوں کا ہی ہے۔ ایک صاحبزادی کے قول کو خود ان کے مجتہدین (ملا باقر مجلسی وغیرہ نے) رد کر دیا ہوا ہے اور یہ فیصلہ کب کا طے شدہ ہے (ملاحظہ ہو حیات القلوب جلد دوم ملا باقر بحث اولاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم)

——— اب ابن سبا مذکور کے وجود کے انکار کا مسئلہ بھی اسی طرح اٹھایا جا رہا ہے اس صدی سے قبل غالباً کسی فرد نے بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کیا۔

——— اس سلسلہ کے آخر میں اگر ہم اتنی گزارش کریں تو شاید بے جا نہ ہو گا کہ ان "خیر خواہانِ ملت" کو چاہیے کہ جن جن لوگوں کے ذریعہ کسی وجہ سے اعتراض قائم ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے ان کے وجود کا انکار کرتے چلے جائیں۔ مثلاً محمد بن حنفیہ کا انکار کر دینا چاہیے۔ یہ ابوبکر الصدیقؓ کے دور کی عطا فرمودہ لونڈی سے حضرت علیؓ کا لڑکا تھا۔ اسی طرح عمر بن علی المرتضیٰؓ کا انکار کرنا چاہیے اس لیے کہ ایک تو اس کا نام عُمر ہے جو خلیفہ ثانیؓ کا ہم نام ہے، دوسرا اس کی ماں

(الصہباء) حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے دور کی عطا کردہ ہے۔ نیز اسی طرح اُمِّ کلثوم دختر علی المرتضیٰؓ جو حضرت فاطمہؓ سے ہے اور اس کی شادی و نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا، اس کے وجود کا انکار کر دینا چاہیے اور برملا کہہ دیا جائے کہ اُمِّ کلثوم مذکورہ ایک فرضی وجود ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس یہ سب کے سب وجود فرضی تھے ان کے نام کا کوئی شخص نہ تھا۔ اس قسم کے بہت سے افراد فرضی بنائے جا سکتے ہیں۔

اگر انہی چیزوں کا نام "تحقیق و ریسرچ" ہے تو ماشاء اللہ مذہب و ملت کے نشانات جلد ختم ہو جائیں گے اور حق و باطل کی تمیز، صدق و کذب کا فرق، راستی و دروغ کا امتیاز نیست و نابود ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور انصاف اور عدمِ انصاف کے پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اِن دعائیہ کلمات پر ہم اِس تنبیہ کو ختم کرتے ہیں۔

عنوان ہفتم

عنوان ہٰذا میں شیخین حضراتؓ کی دو فضیلتیں یہاں درج کی جاتی ہیں جو حضرت علیؓ سے منقول ہیں۔ پہلی یہ چیز ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور عمر فاروقؓ دونوں بزرگ تمام اُمّت سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ اس مقصد کے لیے مندرجہ روایات ملاحظہ فرما دیں:-

(۱) "... عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ صَاحِبِ لِوَاءِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْبَكْرٍؓ وَعُمَرُؓ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَدْخُلَانِهَا قَبْلَكَ؟ قَالَ اِيْ وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَيَدْخُلَانِهَا قَبْلِيْ۔ الخ

(۱) کتاب الکنیٰ والاسماء للشیخ ابی بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی، المتوفی ۳۱۰ھ، ج ۱ ص ۱۲۰۔ تحت کنیت ابی بکر من التابعین ومن بعدھم۔ طبع حیدر آباد دکن۔

(۲) سیرۃ عمر بن الخطاب لابی الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی القرشی، المتوفی ۵۹۷ھ۔ باب الحادی والعشرون ص۲۴ طبع مصر

(۳) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، المتوفی ۱۱۷۶ھ بحوالہ ابی القاسم، جلد اوّل ص ۶۸ و ۳۱۷۔ طبع اوّل قدیم بریلی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اِس اُمّت میں سے اوّل اوّل جنت میں داخل ہونے والے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ سے بھی قبل یہ حضرات جنت میں داخل ہونگے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پیدا کیا ہے اور رُوح کو تخلیق کیا ہے، یقیناً ابوبکرؓ و عمرؓ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونگے۔

دوسری یہ چیز ہے

کہ یہ دونوں بزرگ (اُمّت کے) پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ہونگے۔ یہ مسئلہ حضرت علیؓ نے خود رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل مقامات قابلِ التفات ہیں، رجُوع فرما دیں۔

—— .... "عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ اَبُوْبَكْرٍؓ وَّعُمَرُؓ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ يَا عَلِیُّ لَا تُخْبِرْهُمَا"

(۱) ترمذی شریف، جلد ثانی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکرؓ۔ ص ۵۲۶ طبع لکھنؤ۔

حضرت علیؓ کی یہ روایت مرفوعاً مندرجۂ ذیل علماء حدیث نے اپنی اپنی سند کے ساتھ درج کی ہے۔ تطویل و اطناب سے اجتناب کے لیے یہاں صرف حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے، اہلِ علم رجوع فرماسکیں گے۔ مزید تفصیل حصّہ اوّل صدّیقی باب چہارم میں گزر چکی ہے۔

(۲) مُسند امام احمد ص۸۰ جلد اول، مسنداتِ علیؓ (حسن عن علیؓ)

(۳) السنن لابن ماجہ ص۱۰ باب فضل ابی بکرؓ (الحارث عن علیؓ)

(۴) کتاب الکنیٰ جلد ثانی ص۹۹ (للدولابی)، باب العین، ج ۲ ص (عن زر عن علیؓ)۔

(۵) مسند ابی یعلیٰ بمسندات حضرت علیؓ۔ ج ۱ ص ۵، (قلمی نسخہ درگاہ شریف پیر گولڑہ (سندھ)۔ (عن الشعبی عن علیؓ)

خلاصۂ روایات

یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر تھا۔ ناگہاں سامنے سے ابوبکرؓ و عمرؓ تشریف لائے۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے ماسوا تمام پختہ عمر کے جنتیوں کے یہ دونوں سردار ہونگے (فی الحال) ان کو اس کی اطلاع نہ کرنا۔"

معلوم ہوا کہ

—— حضرت علیؓ کے نزدیک بھی شیخینؓ تمام اہلِ جنت کے (بغیر انبیاء کے) سردار ہوں گے۔

—— اور ان کا جنت میں دخول بھی تمام لوگوں سے پہلے ہوگا۔ یہ حضرت علیؓ کے فرمودات ہیں خود انصاف کا تقاضا ہے کہ ان کی قدردانی کی جائے اور ان کو بدل و جان تسلیم کیا جائے۔

عنوان ہشتم

اب اس عنوان میں حضرت عمرؓ کی فضیلت و منقبت اور ان کی خلافت کی حقانیت

وصداقت جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کلام میں مذکور ہے اور نہج البلاغہ کے خطبات اور اس کی شروح وغیرہ کی تشریحات نے اس کو بیان کیا ہے لکھی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے ذیل میں ایک ترتیب کے ساتھ صرف مرتضوی فرمودات (شیعہ کتابوں) سے منقول ہو کر پیش خدمت ہوتے ہیں، ملاحظہ فرمادیں۔

ان مندرجات سے ہر دو بزرگواروں کا ایک دوسرے کے حق میں حُسنِ ظن اور نیک رکھنا، ارادت وعقیدت کا اظہار کرنا، صداقت وحقانیت کا اقرار کرنا ثابت ہوتا ہے۔ انصاف شرط ہے۔

(۱)

نہج البلاغہ باب المختار من حکمہ ومواعظہ علیہ السلام کے آخر میں حضرت علیؓ کا فرمان لکھا ہے۔

" وَوَلِیَهُمْ وَالٍ فَاَقَامَ وَاسْتَقَامَ حَتّٰی ضَرَبَ الدِّیْنُ بِجِرَانِهٖ الخ

اَلْمَنْقُوْلُ اَنَّ الْوَالِیَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ وَضَرْبُهٗ بِجِرَانِهٖ کِنَایَةٌ بِالْوَصْفِ الْمُسْتَعَارِ عَنْ اِسْتِقْرَارِهٖ وَتَمَکُّنِهٖ کَتَمَکُّنِ الْبَعِیْرِ الْبَارِکِ مِنَ الْاَرْضِ۔۔۔ الخ

"یعنی (عمر بن الخطاب) مسلمانوں کے والی ہوئے۔ پس انہوں نے دین کو قائم کیا اور خود دین پر مستقیم رہے، حتیٰ کہ دین ٹھیک طرح قائم ہو گیا جس طرح کہ شتر زمین پر گردن رکھ کر (استراحت کے لیے) ٹھیک طرح بیٹھ جاتا ہے۔"

(۱) شرح نہج البلاغہ از کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی المتوفی ۶۷۹ھ۔ باب المختار من حکمہ ومواعظہ علیہ السلام طبع قدیم ایرانی، ج ۴ ص ۶۳۲ وطبع جدید طہران، ج ۵ ص ۴۶۳۔

(۲) الدرۃ النجفیہ (شرح نہج البلاغہ) ص ۳۹۳ طبع قدیم ایرانی۔ آخر باب المواعظ والحکم الخ۔ تالیف شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی۔ تاریخ تالیف شرح ہذا ۱۲۹۱ھ

(۲)

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خط جو ابو مسلم الخولانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوفہ میں لایا تھا اس کے جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ کلام پیش کیا جاتا ہے اس میں خلیفہ اوّل ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت و فضیلت کا اقرار واشگاف الفاظ میں کیا گیا ہے پہلے عبارت ملاحظہ فرما دیں۔ اس کے بعد اس سے فوائد و نتائج خود مرتب فرما دیں۔

"۔ ۔ ۔ ۔ فَكَانَ اَفْضَلَهُمْ فِى الْاِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتَ وَاَنْصَحَهُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ الْخَلِيْفَةُ الصِّدِّيْقُ ثُمَّ خَلِيْفَةُ الْخَلِيْفَةِ الْفَارُوْقُ وَلَعَمْرِىْ اَنَّ مَكَانَهُمَا فِى الْاِسْلَامِ لَعَظِيْمٌ وَاَنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجُرْحٌ فِى الْاِسْلَامِ شَدِيْدٌ فَرَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَجَزَاهُمَا بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا"

"حاصل یہ ہے کہ اے معاویہ جیسا کہ تم نے بیان کیا بلاشک اسلام میں سب سے افضل اور اللہ و رسول کے ساتھ خلوص رکھنے میں سب سے بڑھ کر خلیفہ صدیق تھے پھر خلیفہ کے خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ اسلام میں ان دونوں کا مرتبہ عظیم ہے اور ان کی فوتیدگی کی وجہ سے اسلام کو سخت زخم پہنچا ہے۔ اللہ کریم ان دونوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ان کو ان کے اعمال کا عمدہ بدلہ نصیب فرمائے۔

(۱) شرح نہج البلاغہ از کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی المتوفی ۶۷۹ھ فی کتاب کتبہ علیہ السلام الی معاویۃ بن ابی سفیان۔ طبع قدیم ایرانی، ج ۳، ص ۴۸۶ و طبع جدید طہرانی، ج ۴، ص ۳۶۲۔ تحت خطبہ ۹۔

(۲) کتاب ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک سپہر کاشانی۔ المتوفی ۱۲۹۷ھ، جلد سوم از کتاب دوم المعروف بہ کتاب "صفین" از کتب امیر المومنین علیہ السلام۔ ص ۱۶۱۔

(۴)

یہ حضرت علیؓ کا کلام نہج البلاغہ میں مذکور ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ کے بیشتر فضائل و کمالات حضرت علیؓ نے بیان فرمائے ہیں۔ بڑا قیمتی خطبہ ہے۔ اس کو بار بار ملاحظہ فرمادیں اور ایمان تازہ کریں:۔

... "لِلّٰہِ بِلَادُ فُلَانٍ فَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَی الْعَمَدَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَۃَ وَاَقَامَ السُّنَّۃَ ذَھَبَ نَقِیَّ الثَّوْبِ قَلِیْلَ الْعَیْبِ اَصَابَ خَیْرَھَا وَ سَبَقَ شَرَّھَا اَدّٰی اِلَی اللّٰہِ طَاعَتَہٗ وَاتَّقَاہُ بِحَقِّہٖ الخ"

(نہج البلاغہ طبع مصری ج ۱ ص ۴۵۷ و طبع دیگر، ج ۲ ص ۲۴۹ خطبہ ۲۲۳)

ابن ابی الحدید شیعی معتزلی نے اس کلام کے تحت لکھا ہے کہ:

ھٰذِہٖ الصِّفَاتُ اِذَا تَاَمَّلَھَا الْمُنْصِفُ وَاَمَاطَ عَنْ نَفْسِہِ الْھَوٰی عَلِمَ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمْ یَعْنِ بِھَا اِلَّا عُمَرَؓ۔

(شرح نہج البلاغہ لابن الحدید۔ المتوفّی ۶۵۶ھ طبع قدیم ایرانی، ج ۱۲ ص ۴ و طبع بیروتی، ج ۳ ص ۱۳۵)۔

ابن میثم بحرانی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں تشریح کی ہے کہ اَلْمَنْقُوْلُ اَنَّ الْمُرَادَ بِفُلَانٍ عُمَرُ الخ۔ اسی طرح دُرّہ نجفیہ میں لکھا ہے کہ فلاں سے مراد عمرؓ ہے؛ یہی منقول چلا آتا ہے۔ اگرچہ شیعی علماء و شیعی شراح نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ بھی اس فلاں سے مراد لیا ہے۔

اب مذکورہ مندرجہ کلامِ مرتضوی کی تشریح پہلے فارسی میں شیعہ شراح سے نقل کر کے درج کی جاتی ہے پھر اُردو میں حاصلِ ترجمہ ذکر کیا جائے گا۔ شیعہ مجتہد فیض الاسلام سیّد علی نقی اپنی فارسی شرح میں اس کا مطلب بالفاظِ ذیل لکھتے ہیں۔

"خدا شہرہائے فلان (عمر بن الخطابؓ) را برکت دہد و نگاہدارد کہ کجی را راست نمود و بیماری را معالجہ کرد و سُنّت را برپا داشت (احکامِ پیغمبر را

اِجرا نمود) و تباہ کاری را پشتِ سر انداخت در زمانِ اُو فتنہ رُو نداد) پاک جامہ و کم عیب از دنیا رفت نیکوئی خلافت را دریافت و از شر آں پیشی گرفت، طاعتِ خدا را بجا آوردہ از نافرمانی او پرہیز کردہ حقش را ادا نمود :"

(ترجمہ و شرح فارسی نہج البلاغہ از سید علی نقی فیض الاسلام طبع طہران، جلد ۴، ص ۷۱۲)

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں فلاں شخص (یعنی عمر بن الخطابؓ) کے شہروں میں خدا برکت دے اور ان کو محفوظ رکھے جس نے کجی کو درست کیا اور بیماری کا علاج کیا اور سُنّت طریقہ کو جاری کیا اور فتنے کے اُمور کو پسِ پُشت ڈال دیا۔ اس عالم سے پاک دامن ہو کر گیا، کم عیوب کے ساتھ رخصت ہُوا۔ اس نے خلافت کی خوبیوں کو پایا اور اس کے شر و اور برائیوں سے پہلے چلا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی تابعداری کو بجالایا اور اس کے حق کو ادا کیا۔"

(۱) شرح نہج البلاغہ لابن ابی حدید شیعی و معتزلی، المتوفی ۶۵۵/۶۵۶ھ، ج ۱۲، ص ۴ طبع قدیم ایرانی ج ۳، ص ۱۳۴ - طبع بیروت -

(۲) شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی الشیعی المتوفی ۶۷۹ھ، ج ۲ ص ۴۱۳ طبع قدیم ایرانی - طبع جدید طہرانی، ص ۹۶-۹۷، جلد چہارم خطبہ ۲۱۹ -

(۳) الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الشیعی ص ۲۵۷ - طبع قدیم ایران -

(۴) شرح نہج البلاغہ فارسی از فیض الاسلام علی نقی، ج ۴، ص ۷۱۲ - طبع ایران -

حضرت علیؓ کے مندرجہ بالا خطبات و کلمات کے فوائد و ثمرات ذیل برآمد ہوتے ہیں، یہ دس عدد ہیں :-

۱ - حضرت عمرؓ دین کے معاملے میں صاحبِ استقامت تھے ان کے کام میں کجی نہ تھی -

۲ - امراضِ نفسانیہ کا انہوں نے علاج اور مداوا کیا تھا -

۳ - سُنّت طریقہ کو اپنے لوازمات کے ساتھ جاری رکھا (جو ان کے تقویٰ و دیانتداری کی گواہی ہے) -

۴ - حُسنِ تدبیر کی بنا پر فسادات و فتن میں نہیں پڑے ان سے قبل ہی رخصت ہو گئے -

۵ - مذمتوں کی میل سے ان کا دامن صاف رہا - (جو ان کی صداقت و حقانیت کی نشانی ہے) -

۶ - اور عیوب و نقائص میں بہت کم ملوّث ہوئے -

۷ - انہوں نے خلافت کی خیر (یعنی عدل و انصاف) کو حاصل کیا اور اس کے شر اور فتنوں سے سبقت کی -

۸ اللہ تعالیٰ کی کما حقہٗ اطاعت کی -

۹ - خدا کی گرفت سے پوری طرح خوف کیا

۱۰ - انہوں نے سفرِ آخرت اُس وقت اختیار کیا جب لوگ مختلف حالات میں مبتلا تھے -

ناظرین کرام کو حق و صداقت کا واسطہ دے کر دعوتِ غور و فکر دی جاتی ہے - ان بیانات کو بار بار ملاحظہ فرما دیں اور مقصد کتاب ہٰذا کی تائید و تصویب فرما دیں -

عنوانِ نہم

باب اول میں دو فصل تھے، پھر فصلِ ثانی میں متعدد عنوانات کی شکل میں مختلف

فضائل و مکارمِ فاروقی بزبانِ مرتضوی ذکر ہو رہے تھے۔ اب ان عنوانات میں سے آخری عنوان درج کیا جاتا ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ اور ابنِ عمرؓ کی زبانی حضرت علیؓ کے گوناگون مدائح و مراتب ذکر کیے جاتے ہیں (جیسا کہ عنوانِ مذکور میں حضرت علیؓ کی زبانی فاروقی درجات و مقامات نقل ہو چکے ہیں)۔

عنوانِ ہذا کے تحت سات عدد مرتضوی فضیلتیں درج کرنے کا ارادہ ہے۔ پھر ان کے اندراج کے بعد فوائد و نتائج ذکر کر کے یہ عنوانات ختم کر دیتے جائیں گے۔ ناظرین البتہ اتنی چیز سے باخبر رہیں کہ عنوانِ ہٰذا (یعنی عنوان ۹) میں شیعہ و سنّی دونوں حضرات کی کتابوں سے مرویات کو مخلوطاً نقل کیا گیا ہے۔ اختلاطِ ہذا پر متنبہ رہیں۔

(۱)

حضرت عمرؓ کے لڑکے عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آکر ایک شخص کا حضرت علیؓ کے حق میں تحقیر آمیز الفاظ کہنا، پھر اس موقعہ پر ابنِ عمرؓ کا جواب میں عظمتِ مرتضوی بیان کرنا یہ واقعہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد چہارم، باب فضائلِ علیؓ میں موجود ہے۔ عبارت بمع حاصل ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

" حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيْفَةَ عَنْ اَبِىْ هٰرُوْنَ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ جَالِسًا اِذْ جَاءَهٗ نَافِعُ بْنُ اَزْرَقَ فَقَامَ عَلٰى رَأْسِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ وَاللهِ لَاُبْغِضُ عَلِيًّا قَالَ فَرَفَعَ اِلَيْهِ ابْنُ عُمَرَ رَأْسَهٗ فَقَالَ اَبْغَضَكَ اللهُ تُبْغِضُ رَجُلًا سَابِقَةٌ مِّنْ سَوَابِقِهٖ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا "

یعنی عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک دفعہ نافع بن ازرق آکر کہنے لگا کہ میں علی بن ابی طالب کو مبغوض و ناپسند جانتا ہوں۔ یہ سُن کر ابنِ عمرؓ اس کو خطاب کر کے فرمانے لگے اللہ تجھے ناپسند کرے اور مبغوض رکھے تو ایسے شخص کے

ساتھ بغض رکھتا ہے جس کی ایک نیکی جو ابتداءِ اسلام میں صادر ہوئی تھی وہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے:۔

(المصنف لابن ابی شیبہ، جلد رابع، ص ۲۰۳ قلمی تحت باب فضائل الامام علی بن ابی طالب (پیر جھنڈا سندھ)

(۲)

"وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ ذُكِرَ عِنْدَهُ عَلِيٌّ قَالَ ذَاكَ صِهْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ اَنْ تُزَوِّجَ فَاطِمَةَ ابْنَتَكَ مِنْ عَلِيٍّ، اَخْرَجَهُ ابْنُ السَّمَانِ "۔

"یعنی حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علیؓ کا ذکر ہوا تو اُس وقت حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ علی المرتضیٰ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے داماد ہیں۔ جبریل اللہ کی طرف سے نبی کریمؐ کے ہاں حکم لائے تھے کہ اپنی لڑکی فاطمہؓ کو ان سے نکاح کر دیں:۔

(ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ بحوالہ ابن السمان فی الموافقہ ج ۲ ص ۲۴۲۔ باب ذکر قدم اختصاصہ بتزویج فاطمہؓ)

(۳)

"امالی" شیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی میں ہے کہ:۔

".... عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ اَبِيْهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِيَادَةُ بَنِيْ هَاشِمٍ سُنَّةٌ وَزِيَارَتُهُمْ نَافِلَةٌ "۔

"مطلب یہ ہے کہ امام زین العابدین اپنے والد سے ذکر کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ عمر بن الخطاب کہتے تھے کہ بنی ہاشم کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنا سُنت

ہے اور ان کی ملاقات کرنا کارِ خیر ہے۔"

(امالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ الطوسی الشیعی

ج ۲ ص ۲۴۵ ، جلد اول طبع نجف اشرف عراق)

(۴)

"امالی" شیخ صدوق (ابی جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی) میں حضرت علیؓ کی تعریف کا واقعہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے :-

"۔۔۔ لَمَّا اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَقَالَ اَلَسْتُ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ قَالُوْا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بَخٍ بَخٍ يَا ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَمَوْلَا كُلِّ مُسْلِمٍ۔

(حضرت علیؓ پر وارد شدہ الزامات کی تردید کرتے ہوئے) جب حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر (اعلانِ مودّت کرتے ہوئے) فرمایا کہ کیا مومنوں کے متعلق میں زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بلاشک ہیں! تو پھر فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں علی المرتضیٰؓ بھی اس کے دوست ہیں ۔یہ فرمانِ نبوت سن کر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ سے کہنے لگے شاد باش خوش رہیے! آپ ہمارے اور ہر مسلمان کے محبوب ٹھہرے ۔۔۔۔ الخ۔

(امالی الشیخ الصدوق الشیعی طبع قدیم ایران، ص ۳۔
المجلس الاول فی الحدیث الاول)

مطلب یہ ہے کہ الزامات کے جواب میں فضیلت کا اثبات مقصد ہے مسئلہ خلافت اور خلافت بھی بلافصل کے ساتھ اس روایت کا کچھ تعلق نہیں ہے ۔اور اس میں بے شک فضیلت مرتضوی کا ثبوت ہے اور یاد رہے کہ یہ مضمون مذکور ہماری روایت میں بھی

منقول ہے مثلاً مشکوٰۃ شریف، باب مناقب علیؓ، الفصل الثالث میں بحوالہ احمد درج کیا ہے صرف الفاظ کا تفاوت ہے۔

(۵)

حضرت علیؓ کے احترام کا واقعہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی و منقول ہے، اہل سُنّت اور شیعہ دونوں حضرات کی کتابوں میں سے نقل کر کے درج کیا جاتا ہے:۔

"..... اَنَّ رَجُلاً وَقَعَ فِیْ عَلِیٍّ بِمَحْضَرٍ مِنْ عُمَرَؓ فَقَالَ تَعْرِفُ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ، مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا تَذْکُرْ عَلِیًّا اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنَّکَ اِنْ اٰذَیْتَهٗ اٰذَیْتَ هٰذَا فِیْ قَبْرِهٖ"

حاصل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی موجودگی میں حضرت علیؓ کے حق میں ایک شخص کم و بیش کہنے لگا۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا کہ تو صاحبِ قبر یعنی نبی کریمؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب کو جانتا ہے؟ علیؓ بن ابی طالب بھی عبد المطلب کے پوتے ہیں۔ پس علیؓ بن ابی طالب کو کلماتِ خیر کے بغیر مت یاد کرنا۔ اگر تو نے علیؓ کو اذیت و تکلیف پہنچائی تو گویا تو نے حضور علیہ السلام کو قبر مبارک میں ایذا پہنچائی۔"

(۱) کنز العمّال علی متقی الہندی، جلد ۶ (بحوالہ ابن عساکر) ص ۳۹۵۔ روایت ۶۰۳۱ (طبع قدیم، طبع حیدر آباد دکن۔

(۲) امالی شیخ صدوق الشیعی (المتوفی ۳۸۱ھ)، ص ۳۲۳۔ المجلس الحادی والستون ۶۱۔ طبع قدیم ایران۔

(۳) امالی شیخ ابی جعفر شیخ الطائفہ الطوسی الشیعی المتوفی ۴۶۰ھ۔ جلد ۲، ص ۴۶۔

(۶)

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کا مقام و منزلت بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تصریح ذکر کی ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب (شیعہ) میں "خصائص النطنزی" کے حوالہ سے لکھا ہے:

"..... قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ عَلِيٍّ فَقَالَ هٰذَا مَنْزِلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَهٰذَا مَنْزِلُ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَهٰذَا الْمَنْزِلُ فِيْهِ صَاحِبُهٗ۔"

"عبد اللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ (کے مقام و منزلت) کے متعلق دریافت کیا تو عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ یہ حضور علیہ السلام کا (بابرکت) گھر ہے۔ یہ ساتھ حضرت علیؓ کا گھر ہے اور یہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی (یعنی ابو بکرؓ) کا گھر ہے۔" یعنی قربِ مکانی سے قربِ مقام و مرتبہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج دوم ص ۱۵۴ طبع ہند فصل فی اختصاص امیر المومنین برسول اللہ صلعم)

(۷)

اس آخری عنوان ہفتم میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی وہ فضیلت ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں جو دونوں حضرات کی کتابوں میں موجود ہے اور دونوں فریق کے ہاں تسلیم شدہ ہے۔ مختلف الفاظ و عباراتِ متنوعہ میں پائی جاتی ہے۔ اس کی تعبیرات ملاحظہ فرما دیں۔ اس کے بعد خلاصہ مضمون پیش ہو گا۔

(۱)۔ "كَانَ عُمَرُؓ يَتَعَوَّذُ بِاللّٰهِ مِنْ مُعْضَلَةٍ لَيْسَ فِيْهَا اَبُو الْحَسَنِ۔"

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۲۔ ق ۲، ص ۱۰۳، تذکرہ علیؓ من کان یفتی بالمدینۃ ویقتدیٰ بہ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان کے تحت یہ عبارت ہے۔

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر، ج ۳ ص ۳۹ معہ اصابہ، تذکرہ علیؓ۔

(۲) ۔ لَوۡلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ ۔ (بعض کتب نحو یہ وبعض کتب فضائل و رجال، مثلاً الاستیعاب، ج ۳ ص ۳۹ معہ اصابہ: تذکرہ علیؓ)

(۳) قَالَ عُمَرُ لَا عِشۡتُ فِیۡ اُمَّةٍ لَسۡتَ فِیۡهَا یَا اَبَا الۡحَسَنِ ۔

(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی، ج ۲، ص ۹۲۔ طبع جدید، عراق) ۔

(۴) اِنَّ عُمَرَ قَالَ لَا اَبۡقَانِیَ اللّٰهُ بَعۡدَكَ یَا عَلِیُّ ۔

(مناقب ابن شہر آشوب شیعہ، ج ۳، ص ۷ ۔ باب قضایا علیؓ، طبع ہندوستان) ۔

حضرت عمرؓ بن الخطّاب فاروق اعظم خلیفہ ثانیؓ کے یہ اقوال ہیں جو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے حق میں عمدہ فیصلہ جات کرنے کے سلسلہ میں ہمت افزائی اور قدر دانی کے طور پر موقعہ بموقعہ فرمائے ۔ اسی طرح ایک موقع پر مُعاذ بن جَبَل کے حق میں بھی حضرت عمرؓ نے ان کی قدر دانی و عزت افزائی فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ عَجَزَتِ النِّسَاءُ اَنۡ تَلِدَ مِثۡلَ مُعَاذٍ لَوۡلَا مُعَاذٌ هَلَكَ عُمَرُ ۔ (اصابہ: تذکرہ معاذ بن جبلؓ)

ان کا حاصل یہ ہے :۔

۱ ۔ ایسے مشکل معاملہ میں جہاں علی المرتضیٰ موجود نہ ہوں عمرؓ بن الخطّاب اللہ کی طرف پناہ چاہتے ہیں ۔

۲ ۔ بعض اوقات فرمایا کہ اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا ۔

۳ ۔ عمرؓ بن الخطّاب نے فرمایا جس قوم میں ابو الحسن (علی المرتضیٰؓ) موجود نہ ہوں، میں اس میں زندہ نہ رہوں ۔

۴ ۔ عمرؓ نے فرمایا کہ اے علی آپ کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے باقی نہ رکھے ۔

فوائد و نتائج

—— حضرت عمرؓ اور ان کے لڑکے عبداللہ بن عمرؓ کے بیانات کی روشنی میں مرتضوی فضائل بہ ترتیبِ ذیل واضح ہو رہے ہیں :-

(۱)

—— حضرت علی المرتضیٰؓ کی ایک ایک نیکی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے ۔

(۲)

—— حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تزویج آسمانی حکم کے تحت عمل میں لائی گئی ۔

(۳)

—— بنی ہاشم کی عبادت و زیارت کا بہت بڑا ثواب ہے ۔

(۴)

—— تمام مسلمانوں کے محبوب اور دوست علی المرتضیٰ ہیں ۔

(۵)

—— حضرت علیؓ کی تنقیص اور عیب جوئی حضور علیہ السلام کی اذیت کا باعث ہوتی ہے ۔

(۶)

—— علی المرتضیٰؓ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاناً قریب ہیں اسی طرح مرتبہ کے اعتبار سے بھی نزدیک ہیں ۔

(۷)

—— یہ دونوں (حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ) ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی اور قدردانی ملحوظ رکھتے تھے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ :-

یہ تمام چیزیں ان کے آپس کے وفاق و اتفاق، باہمی دوستی و یگانگت کے نشانات میں سے ہیں۔ چشم بصیرت درکار ہے جو اِن واقعات کی قدر کر سکے۔

؎

تم ہو آپس میں غضب ناک وہ آپس میں رحیم
تم خطا کار و خطا بیں وہ خطا پوش و کریم

ـــــ فصلِ ثانی میں چند عنوانات قائم کیے تھے وہ یہاں آکر تمام ہو گئے۔ ان پر بتوفیقہٖ تعالیٰ باب اوّل یہاں ختم ہوا۔ اب باب دوم شروع ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب دوم

اب بحمد اللہ باب دوم شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں چار فصل قائم کرنے کا قصد ہے۔ فصل اوّل میں عہدۂ قضا و افتاء کا ذکر ہوگا۔ فصل دوم میں مسائل شرعیہ میں مشورہ کرنا۔ فصل سوم میں انتظامی امور میں مشورہ جات و رفاقت کے واقعات کا بیان ہوگا۔ اور فصل چہارم میں مالی حقوق کی رعایت کرنا اور تقسیم غنائم میں شریک ہونا اور ان کے وصول اور عطیات کے حصول میں شامل ہونا مندرج ہوگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

فصل اوّل

عہدۂ قضا و افتاء کے متعلقات

انتظامِ سلطنت کے لیے تقسیمِ کار ضروری امر ہوتا ہے اور حکومت کے بے شمار انتظامی شعبے ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً شعبۂ تعلیم، شعبۂ افتاء و قضا، شعبۂ دفاع، شعبۂ مال وغیرہ۔

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دورِ مقدس میں بھی اسی طرح تقسیمِ عہدہ جات کی شکل میں کاروبارِ خلافت جاری رہتے تھے۔ تقسیمِ کار کا یہ مسئلہ کئی روایات میں مذکور ہے۔

(۱) سُنَنِ سعید بن منصور اور سُنَنِ کبریٰ بیہقی میں حضرت امیر عمرؓ کا ایک خطبہ نقل کیا گیا ہے جو جابیہ کے مقام پر انہوں نے بیان فرمایا تھا۔ اس میں مذکور ہے:۔

"خَطَبَ النَّاسَ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ "مَنْ جَاءَ يَسْأَلُ عَنِ

اَلْقُرْاٰنِ فَلْیَاْتِ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ وَمَنْ جَاءَ یَسْئَلُ عَنِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فَلْیَاْتِ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَمَنْ جَاءَ یَسْئَلُ عَنِ الْفَرَائِضِ فَلْیَاْتِ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَمَنْ جَاءَ یَسْئَلُ عَنِ الْمَالِ فَلْیَاْتِنِیْ فَاِنَّ اللّٰہَ جَعَلَنِیْ خَازِنًا فَاِنِّیْ بَادٍ بِاَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمُعْطِیْھِنَّ ثُمَّ بِالْمُھَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ ثُمَّ بِالْاَنْصَارِ.... الخ

"یعنی امیر المومنین عمرؓ نے شام کے ملک میں جابیہ کے مقام پر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص قرأت قرآنی کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے وہ اُبیّ بن کعبؓ کے پاس آکر دریافت کرے اور جو آدمی حلال و حرام کے مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ معاذ بن جبلؓ سے پوچھ لے۔ اور جس کو میراث کا مسئلہ طلب کرنا مقصود ہے وہ زیدؓ بن ثابت سے دریافت کرے۔ اور جس کو مال کی ضرورت ہو وہ میرے پاس آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اموال کے لیے خزانچی بنایا ہے پس پہلے میں ازواجِ مطہرات کو ادا کروں گا، پھر اس کے بعد (حسبِ مرتبہ) میں مہاجرین کو دوں گا جن کو اپنے گھروں اور مال سے نکالا گیا، پھر انصار کو.... الخ

(۱) السنن لسعید بن منصور، جلد ثانی، ص ۱۳۲، ۱۳۳ ۔ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل و کراچی۔

(۲) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام، ص ۲۲۳ - ۲۲۴، باب فرض الاعطیہ من الفیئ ۔

(۳) السنن الکبریٰ لبیہقی، جلد ۶، ص ۲۱۰ - باب کتاب الفرائض

(۴) کنز العمال، جلد ثانی طبع اول قدیم دکن ۔ روایت ۶۴۸۷ ص ۳۱۴ - کتاب الجہاد بحث الارزاق والعطایا ۔

مذکورہ روایت میں شعبۂ تعلیم کی تقسیمِ کار کا ایک نقشہ ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی شعبۂ مال کی تحویل کا براہِ راست خلیفۂ وقت کے تحت ہونا بیان کیا گیا ہے۔

(۲) اب طبقات ابنِ سعد کی روایت پیش کی جاتی ہے جس میں شعبۂ اِفتاء و قضاء کا ایک خاکہ مذکور ہے۔ اور یہ روایت ذرا تفصیل کے ساتھ قبل ازیں ہم حِصّۂ صدیقی میں بیان کر چکے ہیں۔ اسی روایت کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ:۔

"..... ثُمَّ وَلِیَ عُمَرُ فَکَانَ یَدْعُوْ ھٰؤُلَاءِ النَّفَرَ... الخ

یعنی ابوبکر الصدیقؓ کے بعد عمر بن الخطاب خلیفہ اور والی حکومت ہوئے۔ وہ افتاء و فتویٰ کے لیے ان حضرات (عثمانؓ بن عفانؓ، علیؓ بن ابی طالب۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ معاذؓ بن جبل۔ ابیؓ بن کعبؓ۔ زیدؓ بن ثابت) کو بلاتے تھے۔"

(طبقات ابن سعد، باب اہل العلم والفتویٰ من اصحاب النبیؐ، ص ۱۰۹، ج ۲۔ القسم الثانی طبع لیدن۔ قدیم طبع)

مطلب یہ ہے کہ بعض مہاجرین حضرات مفتی و قاضی تھے اور ساتھ ہی بعض انصار بزرگ بھی مفتی و قاضی تھے۔ دونوں طبقوں میں فرق نہ تھا۔ نہ کوئی ترجیح قائم تھی۔ اتفاق و اتحاد کے ساتھ یہ معاملات جاری تھے۔

(۳) حضرت سیدنا امیر عمر فاروق اعظمؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس مسئلہ کے بیان کے لیے بعض تصریحات فرمائی ہیں۔ ناظرین کے اطمینان کے لیے ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں جہاں مسئلہ اِفتاء و قضاء واضح ہوتا ہے وہاں ساتھ ساتھ ان حضرات کے حُسنِ تعلقات اور باہمی روابط کی پختگی پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

سرِدست اِس مضمون کے چھ حوالہ جات اپنی اپنی عبارت میں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) ـــــ طبقات ابن سعد میں باسند مذکور ہے:۔

"عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَطَبَنَا عُمَرُؓ فَقَالَ عَلِیٌّؓ

اَقْضَانَا وَاُبَیٌّ اَقْرَاُنَا "

(۱) طبقات ابنِ سعد جلد ثانی ۔ القسم الثانی، ص ۱۰۲ ۔ تحت علی المرتضیٰ

(۲) بخاری شریف جلد ثانی، ج ۲ ص ۶۴۴ ۔ کتاب التفسیر آیۃ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ . . .

(۳) امالی شیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی ص ۶ ۲۵ ۔ جلد اوّل، طبع جدید نجف اشرف ۔

"ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے خطبہ دے کر فرمایا کہ علی المرتضیٰؓ ہمارے بہترین قاضی ہیں اور اُبَیؓ بن کعب ہمارے بہترین قاری ہیں "

(۲) ___ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلِیٌّ اَقْضَانَا "

(طبقات ابن سعد، باب علیؓ، طبع قدیم لیدن، ص ۱۰۲ جلد ثانی، قسم ثانی)

(۳) ___ . . . "عَنْ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ اَقْضَانَا عَلِیٌّ وَ اَقْرَاُنَا اُبَیٌّ "

(الاستیعاب ص ۴۱ ۔ معہ اصابہ جلد ثالث ۔ تذکرہ علی المرتضیٰؓ)

(۴) عَنْ عَطَاءٍ قَالَ کَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ عَلِیٌّ اَقْضَانَا لِلْقَضَاءِ وَاُبَیٌّ اَقْرَاُنَا لِلْقُرْاٰنِ " (طبقات ابن سعد ج ۲ ۔ ق ۲ ص ۱۰۲ ۔ طبع قدیم)

ان سب مرویات کا ماحصل ایک ہے ۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ علیؓ قوم کے بہترین قاضی ہیں اور اُبَیؓ بہترین قاری ہیں "

(۵) . . . . عَنْ شُعَیْبٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخْعِیْ قَالَ لَمَّا وَلِیَ عُمَرُ قَالَ لِعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِقْضِ بَیْنَ النَّاسِ وَ تَجَرَّدْ لِلْحَرْبِ "

"یعنی جب عمر فاروق رضؓ خلیفہ ہوئے ہیں اس وقت انہوں نے علی المرتضیٰ رضؓ سے کہا کہ آپ لوگوں میں تنازعات کے فیصلے کیجیے اور جنگی امور سے آپ علیحدگی اختیار کریں"۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی تحت باب ۲۳ ص ۶۴ طبع مصر)

(۶)۔ ۔ البدایہ لابن کثیر جلد ہفتم سن تیرہ ہجری کے حالات میں لکھا ہے کہ:۔

" وفیھا وَلِیَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَوْمَ الثُّلَثَاءِ لِثَمَانٍ بَقِیْنَ مِنْ جُمَادَی الْاٰخِرَۃِ مِنْھَا فَوَلّٰی قَضَاءَ الْمَدِیْنَۃِ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَ اسْتَنَابَ عَلَی الشَّامِ اَبَا عُبَیْدَۃَ عَامِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْجَرَّاحِ الْفِھْرِیَّ الخ"

حاصل یہ ہے کہ ۱۳ھ جمادی الاخریٰ میں سے آٹھ یوم باقی تھے منگل کے دن حضرت عمرؓ خلیفہ مقرر ہوئے اور مدینہ طیبہ کا قاضی انہوں نے علی المرتضیٰ کو متعین فرمایا اور ملک شام کے لیے اپنا نائب جناب ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر فرمایا"۔ (البدایہ لابن کثیر ص ۱۳۱، ج ۷، تحت ۱۳ھ)

خلاصۃ المرام

(۱)

جس طرح فاروقی حکومت میں دیگر قاضی و مفتی کام کر رہے تھے وہاں حضرت فاروق اعظمؓ کے نزدیک علی المرتضیٰ بہترین قاضی تھے اور عہدہ قضاء و افتاء میں ان کا خاص مقام تھا۔ اور شعبۂ قرأت و تجوید میں ابی بن کعبؓ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خاص شعبۂ قضاء و افتاء

کے ساتھ ایک مناسبت قائم تھی۔ وہ یہ کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کے حق میں کلمات دعائیہ فرمائے تھے یمن کے علاقہ کی طرف روانہ کرتے وقت ان کے لیے فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَہٗ وَاھْدِ قَلْبَہٗ (البدایہ لابن کثیر بحوالہ مسند احمد ج۵ ص ۳۵۹) یعنی اے اللہ ان کی زبان کو ثابت رکھنا اور ان کے دل کو ہدایت دینا۔ (ج ۵ ص ۱۰۷)

(۴)

تیسری یہ چیز واضح صورت میں عیاں ہوگئی ہے کہ سیدنا امیرالمؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ کے درمیان کوئی عداوت، بغض، عناد، تضاد، فساد وغیرہ ہرگز نہ تھا، نہ فاروقی خلافت سے قبل تھا نہ بعد میں تھا۔ ورنہ جن لوگوں کے طبائع میں پوشیدہ عداوت کارفرما ہوتی ہے اور ان کے سینے کینے سے پُر ہوتے ہیں وہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے۔ ایک دوسرے کے قریب رہنا پسند نہیں کرتے۔ باہم مل کر بیٹھنا ان کے لیے دشوار ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کی ترقی اور خوشحالی ان کو ناگوار گزرتی ہے۔ یہاں معاملات ہی دوسرے ہیں۔ جو کچھ ہمیں شیعہ احباب اور دشمنانِ صحابہ کرامؓ مخالفت کے حالات اور تنازع کے واقعات سناتے ہیں وہ سب ان چیزوں کے سراسر خلاف ہیں۔

ناظرین کرام اور باانصاف طبائع کی خدمت میں ہم گزارش کرتے ہیں کہ ان مندرجاتِ بالا کو پڑھ کر غور و فکر کریں۔ حق و انصاف کو سامنے رکھیں۔ جو بات حق نظر آئے اُس کی تائید فرماویں۔ امید ہے صحیح چیز مخفی نہ رہے گی۔

فاروقی عدالت میں مقدمات کی مرافعہ

قبل ازیں ہم نے ذکر کیا ہے کہ فاروقی حکومت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور ان کی طرف پبلک کے تنازعات کی مرافعت ہوتی تھی گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ چیف جج کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

ناظرین کرام کی خدمت میں اب یہ ذکر کیا جاتا ہے جب حضرت علی المرتضیٰؓ کو خود کسی تنازعہ کا فیصلہ کرانے کی ضرورت پیش آتی تو وہ امیر المؤمنین عمر فاروق کی خدمت میں مرافعت کرتے (یعنی مقدمہ لے جاتے) اور ان سے فیصلہ طلب کرتے تھے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں کئی ایک واقعات حدیث و روایات کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف چند واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

مُرافعہ کا ایک واقعہ

صحاح ستہ کی کتابوں میں منقول ہے (اس کو اجمالاً لکھا جاتا ہے) ...... کہ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ اور حضرت علیؓ دونوں نے اموال بنی نضیر و اموال فیٔ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں اپنا تنازعہ پیش کیا (اور یہ تولیت و نگرانی و تصرف کے متعلق تنازعہ تھا)۔ امیر المؤمنین عمرؓ نے فرمایا کہ اس جائیداد وغیرہ کو آپ لوگوں میں مالکانہ حقوق دے کر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس کی آمدنی و منافع آپ حضرات کے درمیان دورِ نبوی کے دستور کے موافق تقسیم ہوتے رہیں گے اور باقاعدہ جاری رہیں گے۔ اگر تمہارے درمیان ان اموال کی نگرانی بھی قابلِ نزاع ہو رہی ہے تو یہ مجھے واپس کر دیں میں خود نگرانی کا انتظام کروں گا اور اس کی آمدنی آپ لوگوں کو باقاعدہ حاصل ہوتی رہے گی۔

(۱) بخاری ج ۱ ص ۴۳۵، ۴۳۶ باب فرض الخمس (۲) بخاری ج ۲ ص ۸۰۶-۸۰۷ باب حبس الرجل قوت سنۃ علی اھلہ (۳) مسلم شریف ج ۲ ص ۹۱ - باب حکم الفیٔ۔

اس نوعیت کا ایک دُوسرا واقعہ

کتاب الآثار امام ابو یوسف اور کتاب الآثار امام محمد میں یہ مرافعت کا واقعہ مذکور ہے۔

عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّ عَلِیَّؓ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَالزُّبَیْرَ بْنَ الْعَوَّامِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اخْتَصَمَا اِلٰی عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

فِی مَوْلیٰ لِصَفِیَّۃِ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فَقَالَ عَلِیٌّؓ اَنَا عَصَبَۃُ عَمَّتِیْ وَاَنَا اَعْقِلُ عَنْ مَوْلَاہَا وَاَرِثُہٗ ثُمَّ قَالَ الزُّبَیْرُ اُمِّیْ وَاَنَا اَرِثُ مَوْلَاہَا فَقَضٰی عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لِلزُّبَیْرِ بِالْمِیْرَاثِ وَقَضٰی بِالْعَقْلِ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ "

(۱) کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ باب الفرائض ،
روایت ۷۷۵ ۔ طبع حیدر آباد دکن ۔ ص۱۷۱

(۲) کتاب الآثار لامام محمدؒ ، ص ۱۲۰ ۔ باب میراث الموالی
طبع انوار محمدی ۔ لکھنؤ ۔

مصنف عبد الرزاق اور سنن سعید بن منصور میں یہ واقعہ ذیل عبارت میں پایا گیا ہے ۔

"..... سَعِیْدٌ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ نَا عُبَیْدَۃُ الضَّبِّیُّ عَنْ اِبْرَاہِیْمَ قَالَ اِخْتَصَمَ عَلِیٌّؓ وَالزُّبَیْرُؓ اِلٰی عُمَرَؓ فِیْ مَوْلٰی صَفِیَّۃَؓ فَقَالَ عَلِیٌّؓ مَوْلٰی عَمَّتِیْ وَاَنَا اَعْقِلُ عَنْہُ وَقَالَ الزُّبَیْرُ مَوْلٰی اُمِّیْ وَاَنَا اَرِثُہٗ فَقَضٰی عُمَرُ لِلزُّبَیْرِ بِالْمِیْرَاثِ وَقَضٰی عَلٰی عَلِیٍّؓ بِالْمِیْرَاثِ "

(۱) المصنف لعبد الرزاق ، ص ۴۵ ۔ ۴۵ ۔ باب
میراث المرأۃ الخ ، جلد تاسع ۔

(۲) کتاب السنن لسعید بن منصور الخراسانی المکی المتوفی
سنہ ۲۲۷ھ ۔ القسم الاول من الجلد الثالث ۔ باب الرجل ۔
یعتق فیموت و یترک ورثتہ ص ۴۷ ۔ حدیث ۲۷۴
مجلس علمی کراچی ۔ ڈابھیل ۔

(۳) کنز العمال جلد ششم ، ص ۷ ۔ کتاب الفرائض من
قسم الافعال ۔

حوالہ جات بالا کا حاصل یہ ہے کہ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمۃ محترمہ (پھوپھی) صفیہ بنت عبدالمطلب کا ایک خادم وغلام فوت ہوگیا (اس کے متروکہ مال واموال) کے متعلق حضرت علیؓ اور زبیرؓ بن عوام کے درمیان تنازعہ ہوگیا۔ اس مقدمہ کو حضرت فاروق اعظمؓ کی عدالت میں لے گئے۔ حضرت علی کہتے تھے کہ یہ میری پھوپھی کا خادم اور غلام تھا میں اپنی پھوپھی کے حق میں عصبہ ہوں ان کی دیت وضمانت ادا کرنا میرے ذمہ ہے فلہٰذا میں زیادہ حقدار ہوں۔ اور زبیر کہتے تھے کہ صفیہ میری ماں تھی۔ یہ میری ماں کا خادم تھا تو اس غلام کا میں جائز وارث ہوں۔ (دونوں فریقوں کے ان بیانات کے بعد) حضرت فاروقؓ نے اس تنازعہ کا فیصلہ یہ فرمایا کہ صفیہؓ کا بیٹا زبیرؓ اس مال کا حقدار ہے علی المرتضیٰؓ اس کے حقدار نہیں ہیں (یہاں سے یہ مسئلہ چلتا ہے کہ قریب وارث کو بہ نسبت بعید وارث کے مقدم رکھا جاتا ہے)۔

مندرجات کے فوائد

(۱)

——لوگوں کے لیے حضرت علی المرتضیٰ قاضی ومفتی ہوتے تھے اور ان کے اپنے تنازعات کے لیے عمر فاروقؓ قاضی تھے، بلکہ قاضی القضاۃ تھے یعنی فاروق اعظمؓ عام پبلک کے مسائل کے فیصلے حضرت علیؓ کے سپرد کر دیتے تھے اور مرتضوی تنازعات کے فیصلے خود کرتے تھے۔ اس طریقہ سے بڑا عمدہ نظم قائم کیے ہوئے تھے۔

——نیز ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ کی عدالت بالکل برحق تھی تب ہی تو عندالضرورۃ حضرت علیؓ ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ورنہ علی المرتضیٰ (کتاب وسنت پر عامل ہونے کی وجہ سے) باطل عدالت کی طرف نہیں جا سکتے تھے۔ اور نہ ہی ظالم وجائر حاکموں سے

فیصلہ طلب کر سکتے تھے (جیسا کہ فروع کافی جلد سوم کتاب القضایا و الاحکام، باب کراہتہ الارتفاع الیٰ قضاۃ الجور، ج ۳ ص ۲۲۵، طبع لکھنؤ پر درج ہے)۔

(۳)

جب عدالتِ فاروقی صحیح ہے تو خلافتِ فاروقی کی حقانیت میں کوئی شبہ نہ رہا۔ اور فاروقی خلافت کی صداقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی۔

(۴)

اور یہ تمام واقعات بہانگ دہل تبلا رہے ہیں کہ فاروقِ اعظمؓ اور علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہما کی آپس میں محبت تھی، عداوت نہ تھی، شفقت تھی، نفرت نہ تھی، دوستی تھی، دشمنی نہ تھی، ان کے باہمی تعلقات بہترین قائم تھے کشیدہ خاطر بالکل نہ تھے۔
باہمی تنازعات و منافسات کی روایات کی حیثیت دروغِ بے فروغ سے زیادہ کچھ نہیں۔ ناظرین کرام یاد رکھیں۔

تنبیہ

فصل ہٰذا کے آخر میں حضرت علیؓ کے دورِ خلافت کا اپنا طرزِ عمل ذکر کیا جاتا ہے۔ اس پر فصل اوّل کا اختتام ہو گا۔ ناظرینِ کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ اُمّ الوَلَد (یعنی وہ لونڈی جس سے مالک کی اولاد ہو) کی بیع اور فروخت کو حضرت علیؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں ناجائز کہتے تھے۔ بعد میں حضرت علیؓ کی اس بارے میں یہ رائے ٹھیری کہ یہ فروخت جائز ہے۔ پھر جب حضرت علیؓ کی اپنی خلافت کا دَور آیا ہے اس وقت حضرت علیؓ کے ایک قاضی عُبیدۃ السلمانی نے عندالضرورۃ آپ سے دریافت کیا کہ اُمّ ولد کی بیع کے سلسلہ میں اب ہم کیا صورت اختیار کریں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان صادر فرمایا۔ یہ بخاری شریف میں باسند مذکور ہے:-

"..... عَنْ اَیُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ عُبَیْدَۃَ السَّلْمَانِیْ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اِقْضُوْا کَمَا تَقْضُوْنَ فَاِنِّیْ اَکْرَہُ الْاِخْتِلَافَ حَتّٰی یَکُوْنَ النَّاسُ جَمَاعَۃً اَوْ اَمُوْتَ کَمَا مَاتَ اَصْحَابِیْ۔"

"یعنی عُبَیدہ سلمانی حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے قُضاۃ و عُمّال کو حکم دیا کہ جیسے تم پہلے فیصلے کیا کرتے تھے اسی طرح تم اب بھی فیصلے کیا کرو۔ میں (گذشتہ احباب و اصحاب کے ساتھ) اختلاف کرنے کو ناپسند کرتا ہوں تاکہ لوگ اجتماعی شکل میں رہیں، یہاں تک کہ میری وفات ہو جائے، جیسا کہ میرے احباب و اصحاب (بغیر اختلاف کے اس عالم سے) رحلت کر گئے ہیں۔" (بخاری شریف، جلد اوّل باب مناقب علی، ص ۵۲۶)

قارئینِ کرام کو معلوم رہے کہ مُصنّف عبدالرزاق، جلد یازدہم، ص ۳۲۹ میں بھی حضرت علیؓ کا یہ قول باسند منقول ہے۔

فوائد

— یہ مرتضوی کلام اُمّ الولد کی بیع کے متعلق ہے کسی دوسرے مسئلہ کے متعلق نہیں ہے (جیسا کہ شیعہ احباب اس کو کھینچ کر کہیں دوسری طرف لے جاتے ہیں)۔

— یہ مرتضوی فرمان تقیہ شریفیہ کے طور پر نہیں ہو سکتا کیونکہ اپنی حکومت اور اپنا راج ہے اپنے قاضی و جج ہیں۔

— یہ حضرات باہم صالح قلب، نیک دل، پاک طینت تھے۔ ضد، تعصّب، ہٹ دھرمی سے مُبرّا تھے۔

— حضرت علیؓ کے لیے کسی مسئلہ میں رجوع کر لینا اور اپنی رائے کو واپس لے لینا عار نہیں تھا اور نہ ہی اس کو سُقم جانتے تھے۔

— ہر مرحلہ پر ان حضرات کو حتی المقدور جماعتی اتحاد و اتفاق ملحوظ رہتا تھا انتشار پھیلانا

اور اس کو ہوا دینا ان لوگوں کو ناپسند تھا۔

۔ کَمَا مَاتَ اَصْحَابِیْ (یعنی جس طرح میرے احباب ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ فوت ہوئے) کے الفاظ سے اصل مضمون کی بڑی عمدہ تائید پائی جاتی ہے کہ یہ بزرگانِ دین ایک دوسرے کے فیصلہ جات کی قدر کرتے تھے اور رعایت فرماتے تھے۔ خلاف فیصلہ صادر کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔ باہم حبیب و رفیق تھے۔ ایک دوسرے کے معاند و مخالف نہ تھے۔

۔ پھر ان واقعاتِ حقیقیہ کے ہوتے ہوئے دوستوں کا یہ کہنا کہ لڑائی اور فساد کے خطرہ کے پیش نظر حضرت علیؓ اس طرح کا جواب اپنے سائلین کو دے دیتے تھے صحیح نہیں ہے۔ حضرت علیؓ کا ظاہر اور باطن دو طرح کا نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ کی زبان اور دل ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہو سکتے۔ مصلحت بین، ابن الوقت، دفع الوقتی کرنے والے اور لوگ ہوا کرتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ حضرتِ علیؓ شیرِ خدا کی شانِ شجاعت، شانِ صداقت، شانِ دیانت کے یہ چیزیں برخلاف ہیں۔ حضرت مرتضیٰؓ کے اقوال و اعمال اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں۔ دورخی روش اور دورخی پالیسی پر ہرگز محمول نہیں ہیں۔

فصل ثانی

مسائلِ شرعیہ میں مشورے اور باہمی تلقین

فصلِ ثانی میں یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان علمی مذاکرات جاری رہتے تھے۔ایک دوسرے سے دینی مسائل کی دریافت ہوتی تھی۔

حضرت علیؓ خلافت میں چونکہ قاضی کے عہدہ پر فائز تھے اس بنا پر کئی مسائل فیصلہ کے لیے ان کے حوالہ کیے جاتے تھے۔ اور مزید برآں حضرت فاروق اعظمؓ پیش آمدہ جدید مسائل میں اکابر صحابہ کرامؓ سے مشورے لیتے تھے۔اِس سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ کے مشورہ کو بہت دفعہ مُصیب اور درست قرار دے کر اس پر عمل درآمد کا فیصلہ دے دیتے تھے۔

چنانچہ اس موقعہ پر ہم حدیث و روایات کی کتابوں سے چند ایک مسائل کو نقل کرتے ہیں۔

ان ہر دو بزرگوں کے درمیان علمی تعلقات کا استیعاب و استقصاء پیشِ نظر نہیں ہے۔ صرف چند علمی روابط ذکر کیے جاتے ہیں۔ان مندرجات سے بسہولت اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ بزرگانِ دین آپس میں شیر و شکر تھے۔ان کے باہمی مراسم کس درجہ کے تھے؟ دینی معاملات میں متحد و متفق ہو کر کیسے نظامِ خلافت چلاتے تھے؟ اِن ہر دو ہستیوں کے مابین کوئی انشقاق وانقباض ہرگز نہ تھا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (مومن باہم بھائی بھائی ہی ہوتے ہیں) کا پورا پورا نمونہ تھے۔وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کے صحیح مصداق تھے۔

—— آئندہ واقعات سے قبل یہ درج کیا جاتا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عمرؓ کے درمیان علمی گفتگو ہوتی تھی۔اس ضمن میں حضرت علیؓ کی طرف سے بعض دفعہ ناصحانہ اور خیر خواہانہ

کلمات بھی حضرت عمرؓ کے حق میں پائے جاتے ہیں۔ شیعہ علماء نے اس چیز کو نقل کیا ہے۔ یہ بات علمی روابط کے ساتھ ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی پر بھی دلالت کرتی ہے۔

علمی گفتگو

سالم بن عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا مکالمہ ذکر کیا ہے جو حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی میں مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ درج ہے :-

"..... عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رُبَّمَا شَهِدْتَ وَغِبْنَا وَرُبَّمَا غِبْنَا وَشَهِدْنَا فَهَلْ عِنْدَكَ عِلْمٌ بِالرَّجُلِ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ اِذَا نَسِيَهُ اِسْتَذْكَرَهُ فَقَالَ عَلِيٌّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنَ الْقُلُوْبِ قَلْبٌ اِلَّا وَلَهُ سَحَابَةٌ كَسَحَابَةِ الْقَمَرِ بَيْنَمَا الْقَمَرُ مُضِيْئٌ اِذْ عَلَتْهُ سَحَابَةٌ فَاَظْلَمَ اِذْ تَجَلَّتْ عَنْهُ فَاَضَاءَ وَبَيْنَمَا الرَّجُلُ يُحَدِّثُ اِذْ عَلَتْهُ سَحَابَةٌ فَنَسِيَ اِذْ تَجَلَّتْ عَنْهُ فَذَكَرَهُ"

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی، ج ۲ ص ۱۹۶۔ تذکرہ سالم بن عبداللہ)

حاصل یہ ہے کہ سالم نے اپنے والد عبداللہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت علی المرتضیٰ کو کہا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد مقدس میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں بعض اوقات آپ موجود رہتے اور ہم غائب اور غیر حاضر ہوتے تھے۔ بعض دفعہ آپ غیر حاضر ہوتے اور ہم خدمت میں موجود ہوتے تھے۔ ایسے شخص کے متعلق تمہارے ہاں کچھ علم ہے جس کو پہلے بات یاد تھی اس کو بیان کرتا تھا جب اس کو بھول گیا ہے تو اب اس کو یاد کرتا ہے۔

تو حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ ہر آدمی کے قلب کی ایسی مثال ہے جیسے قمر بادل کے تحت آجانے سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے اور جب وہ بادل قمر سے ہٹ جاتا ہے تو قمر روشن ہو جاتا ہے اسی طرح انسان کے دل پر جب گھٹا سی آجاتی ہے تو بھول جاتا ہے جب وہ گھٹا قلب سے الگ ہو جاتی ہے تو انسان کو وہ چیز یاد آجاتی ہے۔"

ناصحانہ کلمات

شیعی علماء نے ذکر کیا ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ گفتگو فرماتے ہوئے ان کو تین نصیحتیں فرمائی تھیں، عبارتِ ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

"قَالَ اَبُوعَبْدِاللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اَمِيْرُالْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعُمَرَؓ بْنِ الْخَطَّابِ ثَلَاثٌ اِنْ حَفِظْتَهُنَّ وَعَمِلْتَ بِهِنَّ كَفَتْكَ مَا سِوَاهُنَّ فَاِنْ تَرَكْتَهُنَّ لَمْ يَنْفَعْكَ شَيْءٌ سِوَاهُنَّ قَالَ وَمَا هُنَّ يَا اَبَا الْحَسَنِ۔ قَالَ اِقَامَةُ الْحُدُوْدِ عَلَى الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ وَالْحُكْمُ بِكِتَابِ اللهِ فِي الرِّضَا وَالسُّخْطِ۔ وَالْقَسْمُ بِالْعَدْلِ بَيْنَ الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ لَعُمْرِيْ لَقَدْ اَوْجَزْتَ وَاَبْلَغْتَ۔"

"یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ تین چیزیں ہیں اگر ان کو آپ محفوظ کرلیں اور ان پر عمل درآمد کریں تو یہ آپ کے لیے دیگر اشیاء سے کفایت کریں گی اور چیزوں کی حاجت نہ رہے گی۔ اور اگر آپ ان کو ترک کر دیں گے تو ان کے سوا آپ کو کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ اس وقت عمر بن الخطّاب نے فرمایا کہ بیان کیجیے وہ کیا چیزیں ہیں؟ تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ ایک تو قریب و بعید سب لوگوں پر اللہ کے حُدود و قوانین جاری کیجیے! دوسرا یہ کہ کتاب اللہ کے موافق رضامندی

اور ناراضگی دونوں حالتوں میں یکساں حکم لگاتیے ! تیسرا یہ کہ سیاہ و سفید ہر قسم کے آدمیوں میں حق و انصاف کے ساتھ تقسیم کیجیے ! یہ کلام سُننے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ آپ نے مختصر کلام کی تکرارِ ابلاغ و تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔"

(۱) تاریخ یعقوبی شیعی تحت ایّامِ عُمرؓ ج ۲ ص ۲۰۸ طبع جدید بیروتی۔
(۲) تہذیب الاحکام للشیخ الطوسی الشیعی، ج ۲، ص ۱۷۔ کتاب القضاء باب آداب الحکام طبع قدیم ایران۔
(۳) المناقب لابن شہر آشوب الشیعی، ج ۲ ص ۱۲۰ فصل فی مسابقتہ بالحزم و ترک المداہنۃ طبع ہندوستان۔

دینی مسائل میں مشاورت

ذیل میں کچھ ایسے مسائل ذکر کیے جاتے ہیں جن میں وقتاً فوقتاً ہر دو حضرات (سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ) کے درمیان مشورہ ہُوا اور سیدنا حضرت عمرؓ نے اس پر عمل کیا۔ یہ واقعات ان بزرگوں کی باہمی مودّت، دوستی، خیر خواہی اور اخلاص پر دلالت کرتے ہیں اور اصل مضمون پر کھلی شہادت پیش کرتے ہیں۔ صرف انصاف سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱)

صدقہ کے بارہ میں مشورہ

مُسند امام احمدؒ مسانید عمرؓ بن الخطّاب میں اہلِ شام کا ایک واقعہ درج ہے:

"عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَۃَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ اَھْلِ الشَّامِ اِلٰی عُمَرَ رضی اللہ عنہ فَقَالُوْا اِنَّا قَدْ اَصَبْنَا اَمْوَالًا وَّخَیْلًا وَرَقِیْقًا نُحِبُّ اَنْ

يَكُونَ لَنَا فِيهَا زَكوٰةٌ وَّطَهُورٌ قَالَ مَا فَعَلَهُ صَاحِبَايَ قَبْلِي فَأَفْعَلَهُ وَ اسْتَشَارَ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِمْ عَلِيٌّ (ابْنُ اَبِي طَالِبٍ) فَقَالَ عَلِيٌّ هُوَ حَسَنٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ جِزْيَةً رَاتِبَةً يُؤْخَذُونَ بِهَا مِنْ بَعْدِكَ ۔"

(۱) مُسند امام احمد معہ منتخب کنز مسانید عمرؓ بن الخطاب ج ۱، ص ۱۴ - طبع مصر۔

(۲) السنن للدارقطنی، ج ۱ص ۲۱۹ - طبع انصاری دہلی باب الحث علیٰ اخراج الصدقہ۔

(۳) طحاوی شریف ج ۱ص ۳۱۰ - کتاب الزکوٰۃ باب الخیل

حارثہ کہتا ہے کہ اہلِ شام سے کچھ لوگ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے کہ ہمیں بہت سا مال اور گھوڑے اور غلام دستیاب ہوئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے زکوٰۃ ادا کریں جس سے طہارتِ مال ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھ سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اور صدیقِ اکبرؓ ایسی صورت میں جو حکم دیتے تھے اس کے موافق حکم دیا جائے گا۔ فاروقِ اعظمؓ نے اِس امر کے لیے صحابۂ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ علی بنؓ ابی طالب بھی موجود تھے۔ حضرت علیؓ نے رائے دی ان اموال سے (وقتی طور پر) صدقہ ادا کر دیں تو اچھا ہے بشرطیکہ آپ کے بعد ان پر یہ سالانہ ٹیکس کے طور پر لازم نہ کر دیا جائے۔"

(۲)

دِیت (خوں بہا) کے مسئلہ میں مشورہ

کنز العمّال میں "مُصنّف" عبد الرزاق کے حوالہ سے یہ واقعہ مذکور ہے۔ ملاحظہ فرما دیں۔

" عَنْ حِبِّیِّ بْنِ یَعْلٰی یُخْبِرُ اَنَّ رَجُلًا اَتٰی یَعْلٰی فَقَالَ هٰذَا قَاتِلُ اَخِيْ

فَدَفَعَهُ اِلَيْهِ فَجَدَعَهُ بِالسَّيْفِ حَتّٰی رَأٰی اَنَّهُ قَتَلَهُ وَبِهٖ رَمَقٌ فَاَخَذَ
اَهْلُهُ فَدَاوَوْهُ حَتّٰی بَرِئَ فَجَاءَ يَعْلٰی فَقَالَ قَاتِلُ اَخِیْ فَقَالَ اَوَلَيْسَ
قَدْ دَفَعْتُهُ اِلَيْكَ فَاَخْبَرَهُ خَبَرَهُ فَدَعَاهُ يَعْلٰی فَاِذَا هُوَ قَدْ شُلَّ فَحَسِبَ
جُرُوْحَهُ فَوَجَدَ فِيْهِ الدِّيَّةُ فَقَالَ لَهُ يَعْلٰی اِنْ شِئْتَ فَادْفَعْ اِلَيْهِ
دِيَتَهُ وَاقْتُلْهُ وَاِلَّا فَدَعْهُ فَلَحِقَ بِعُمَرَ فَاسْتَعْدٰی عَلٰی يَعْلٰی فَكَتَبَ
عُمَرُ اِلٰی يَعْلٰی اَنْ اَقْدِمْ عَلَیَّ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَاَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَاسْتَشَارَ
عُمَرُ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَاَشَارَ عَلَيْهِ بِمَا قَضٰی بِهٖ يَعْلٰی فَاتَّفَقَ
عَلِیٌّ وَعُمَرُ عَلٰی قَضَاءِ يَعْلٰی اَنْ يَّدْفَعَ اِلَيْهِ الدِّيَةَ وَيَقْتُلَهُ اَوْ
يَدَعَهُ فَلَا يَقْتُلَهُ ـ وَقَالَ عُمَرُ لِيَعْلٰی اِنَّكَ لَقَاضٍ وَرَدَّهُ عَلٰی عَمَلِهٖ "

(۱) المصنف لعبد الرزاق، ج ۹، ص ۴۳۲ -

(۲) کنز العمال، ج ۷ - ص ۳۰۰ - روایت ۳۴۸۱ -

طبع اوّل قدیم -

" ایک شخص (حضرت عمرؓ کے قاضی) یعلیٰ نامی کے پاس آکر کہنے لگا کہ یہ آدمی میرے بھائی کا قاتل ہے - قاضی یعلیٰ نے اس شخص کو مدعی کے حوالے کر دیا - مدعی نے اس آدمی کو تلوار سے وار کر کے کاٹ ڈالا اور خیال کیا کہ یہ اب قتل ہو چکا ہے - اس کے آخری سانس تھے - مجروح کو اس کے وارثوں نے اٹھا لیا - علاج و معالجہ کیا وہ ٹھیک ہو گیا - پھر مدعی (مذکور) نے قاضی یعلیٰ کے پاس آکر (دعویٰ کر دیا) کہا کہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے تو قاضی موصوف نے جواب دیا کہ میں نے اس کو تیرے حوالہ نہیں کر دیا تھا ؟ اس نے کہا کہ (میں نے وار کیے لیکن یہ علاج سے پھر درست ہو گیا ہے) تو قاضی یعلیٰ نے مدعا علیہ کو بلایا - اس کے بازو شل (اور بیکار) ہو چکے تھے - قاضی یعلیٰ نے اس کے زخم شمار کیے (جو اس کو

مدعی کے وار کرنے سے ہوئے تھے)، ان پر شرعاً دیت اور تاوان ادا کرنا لازم ہوتا تھا۔ قاضی نے کہا کہ تیرے لیے دو صورتیں ہیں، یا تو ان زخموں کے عوضانہ میں تو اس مجروح کو تاوان ادا کر دے اور قتل کر لے، یا پھر اس کو بالکل چھوڑ دے (یعنی تو اپنے خیال میں قاتلانہ وار کر کے بدلہ لے چکا ہے لیکن یہ قدرۃً بچ گیا ہے)۔
اس کے بعد اس مدعی نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر واقعہ ہٰذا بیان کر کے قاضی مذکور کی شکایت کی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے قاضی مذکور کو بلایا وہ حاضر ہوا فیصلہ کی تفصیلات اس نے دوہرائیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے قاضی یعلیٰ کے فیصلہ کی موافقت کی۔ پھر حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ دونوں بزرگوں نے اس فیصلہ پر اتفاق کرتے ہوئے درست قرار دیا (کہ اگر ان زخموں کا تاوان ادا کرے تب تو قاتلانہ وار کر سکتا ہے ورنہ اس کو چھوڑ دے) حضرت عمرؓ نے قاضی یعلیٰ کو اس کے صحیح فیصلہ کی بنا پر بدستور قاضی مقرر رکھا۔"

(۴)

مجبور عورت کے حق میں مشورہ

"...... عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ عَنْ اَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِی قَالَ اُتِیَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِامْرَأَةٍ جَهَدَهَا الْعَطْشُ فَمَرَّتْ عَلٰی رَاعٍ فَاسْتَسْقَتْ فَاَبٰی اَنْ یَّسْقِیَهَا اِلَّا اَنْ تُمَکِّنَهٗ مِنْ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ فَشَاوَرَ النَّاسَ فِیْ رَجْمِهَا فَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰذِهٖ مُضْطَرَّةٌ اَرٰی اَنْ تُخَلِّیَ سَبِیْلَهَا فَفَعَلَ"

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۸، ص ۲۳۶۔ کتاب الحدود۔ باب من زنیٰ بامرأۃٍ مستکرہتہ)

"یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عورت کا قصہ پیش ہوا جو شدتِ پیاس کی وجہ سے ایک چرواہا کے پاس گئی پانی طلب کیا۔ اس نے پانی دینے سے انکار کیا مگر اس صورت میں کہ وہ عورت اس کو بدفعلی کرنے دے (تب پانی ملے گا) عورت نے مجبور ہو کر یہ فعل کرنے دیا۔ اس مسئلہ کے لیے حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا حضرت علیؓ نے رائے دی کہ یہ عورت مجبور رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ پس حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کا مشورہ قبول کرتے ہوئے اس کو سزا نہ دی اور چھوڑ دیا۔"

واضح رہے کہ یہ واقعہ کتاب سُنَن سعید بن منصور المکی الخراسانی جلد ثانی صفحہ ۲، میں مذکور ہے۔ اور مُصنّف عبدالرزاق، جلد چہارم صفحہ ۱۰۸ میں موجود ہے۔

(۴)

بدفعلی کی سزا میں مُشاورت

یہ واقعہ شیعہ عُلماء نے کتاب الحُدود۔ باب الحد فی اللواط میں درج کیا ہے یہاں فروع کافی کی عبارت پیش کی جاتی ہے :-

"..... قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ وُجِدَ رَجُلٌ مَعَ رَجُلٍ فِيْ اِمَارَةِ عُمَرَؓ فَهَرَبَ اَحَدُهُمَا وَاُخِذَ الْاٰخَرُ فَجِيْئَ بِهٖ اِلٰى عُمَرَؓ فَقَالَ لِلنَّاسِ مَا تَرَوْنَ قَالَ فَقَالَ هٰذَا اِصْنَعْ كَذَا وَقَالَ هٰذَا اِصْنَعْ كَذَا۔ قَالَ فَقَالَ مَا تَقُوْلُ يَا اَبَا الْحَسَنِؓ! قَالَ اِضْرِبْ عُنُقَهٗ فَضُرِبَ عُنُقُهٗ قَالَ ثُمَّ اَرَادَهٗ اَنْ يَّحْمِلَهٗ فَقَالَ مَهْ اَنَّهٗ قَدْ بَقِيَ مِنْ حُدُوْدِهٖ شَيْئٌ قَالَ اَيُّ شَيْئٍ بَقِيَ؟

فَالَ اُدْعُ بِحَطَبٍ قَالَ فَدَعَا عُمَرُ بِحَطَبٍ فَاَمَرَ بِهٖ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَحْرَقَهٗ بِهٖ "

(۱) الفروع من الکافی، جلد ثالث ص ۱۰۹ محمد بن یعقوب کلینی رازی، شیعی۔
کتاب الحدود۔ باب الحد فی اللواط۔ طبع لکھنؤ۔

(۲) اَلاِستبصار للشیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی۔
کتاب الحدود۔ باب الحد فی اللواط ج ۲ ص ۲۰۶۔ طبع لکھنؤ

" امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ عمر بن الخطاب کی خلافت کے زمانہ میں ایک مرد نے دوسرے مرد کے ساتھ بدفعلی کی۔ ایک فرار ہو گیا دوسرا گرفتار ہوا (عمر بن الخطاب کی خدمت میں لایا گیا) عمر بن الخطاب نے حاضر لوگوں سے اس کی سزا دریافت کی بعض نے کہا اس طرح کریں، دوسروں نے کہا اس طرح سزا دیں۔ عمر بن الخطاب نے علی بن ابی طالب سے دریافت کیا اے ابو الحسنؓ! آپ کی کیا رائے ہے؟ علی المرتضیٰؓ نے کہا کہ اس کی گردن اڑا دیں۔ گردن مار دی گئی۔ لاش اٹھانے لگے تو علی المرتضیٰؓ نے کہا ٹھہریئے ابھی کچھ (سزا) باقی ہے۔ عمر بن الخطاب نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے؟ علی بن ابی طالبؓ نے کہا اس کو جلانے کے لیے لکڑی منگا لیجئے۔ پھر حکم دیا کہ اس کو جلا دو۔ چنانچہ وہ جلا دیا گیا۔"

(۵)

شراب خوری کی سزا کے متعلق مشورہ

" ...... عن ابن دبرة قَالَ اَرْسَلَنِيْ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ اِلٰى عُمَرَؓ

فَاَتَیْتُہٗ وَمَعَہٗ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَعَلِیٌّ وَطَلْحَۃُ وَالزُّبَیْرُ وَھُمْ مَعَہٗ مُتَّکِئُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ اِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ وَھُوَ یَقْرَأُ عَلَیْکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ اِنْھَمَکُوْا فِی الْخَمْرِ وَتَحَاقَرُوا الْعُقُوْبَۃَ فِیْہِ فَقَالَ عُمَرُ ھُمْ ھٰؤُلَاءِ عِنْدَکَ فَسَلْھُمْ فَقَالَ عَلِیٌّ نَرَاہُ اِذَا سَکِرَ ھَذٰی وَاِذَا ھَذٰی اِفْتَرٰی وَعَلَی الْمُفْتَرِیْ ثَمَانِیْنَ فَقَالَ اَبْلِغْ صَاحِبَکَ مَا قَالَ۔ قَالَ فَجَلَدَ خَالِدٌ ثَمَانِیْنَ جَلْدَۃً وَجَلَدَ عُمَرُ ثَمَانِیْنَ۔"

(۱) السنن للدارقطنی، ج ۲، ص ۳۵۴-۳۵۸ مع التعلیق المغنی،
طبع دہلی۔ تحت مسائل حدود۔

(۲) المستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۳۷۵-کتاب الحدود۔
طبع حیدرآباد دکن۔

(۳) مؤطا امام مالک، ما جاء فی الحد فی الخمر ص ۳۵۰، طبع دہلی

(۴) طحاوی شرح معانی الآثار، ج ۲، ص ۸۸-کتاب الحدود۔

(۵) کنز العمال، جلد ۳، ص ۱۰۰-۱۰۱-۱۰۴-بحوالہ ابن جریر و
بیہقی و عبدالرزاق وغیرہ۔ طبع اول قدیم دائرۃ المعارف
حیدرآباد دکن-کتاب الحدود-حد الخمر۔

(۶) المصنف لعبدالرزاق، ج ۷، ص ۳۷۸-طبع بیروت (حد خمر)

ابن وبرہ کہتا ہے کہ مجھے خالد بن ولید نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (ایک مسئلہ کی خاطر) روانہ کیا۔ میں حضرت عمرؓ کے ہاں پہنچا تو ان کے پاس عثمانؓ بن عفان، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، علیؓ بن ابی طالب، طلحہؓ بن عبیداللہ اور زبیرؓ بن العوام مسجد (نبوی) میں موجود تھے۔ میں نے حاضر ہو کر کہا کہ مجھے خالد

بن ولید نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ وہ سلام کہتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ لوگ شراب خوری میں منہمک ہو رہے ہیں (موجودہ مجوزہ) سزا کو معمولی سمجھنے لگے ہیں۔ حضرت فاروق رض نے (حالات سن کر) فرمایا کہ یہ حضرات (عثمان رض، عبدالرحمٰن رض، علی المرتضیٰ رض وغیرہم) تیرے سامنے موجود ہیں ان سے دریافت کر لے کہ کس طرح کرنا چاہیے؟ حضرت علی رض نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ انسان جس وقت شراب پی کر بدمست ہو جاتا ہے تو بکواس بکتا ہے۔ بکواس بکنے کی حالت میں لوگوں پر بہتان تراشی کرتا ہے اور بہتان باندھنے کی سزا اسّی درے لگانا ہے لہٰذا شراب خور کی سزا بھی اسّی درّے مقرر کرنی چاہیے۔ حضرت عمر رض نے (شراب خور) کی سزا اسّی درّے ٹھہرادی۔ پھر خالد بن ولید نے یہی سزا دی اور حضرت عمر رض نے بعد میں شراب خوری کی حد یہی مقرر رکھی۔"

(۶)

سرقہ کے متعلق مشورہ اور سارق نے تیسری بار سرقہ کیا ہو تو اس کے بارے میں بھی حضرت عمر رض نے صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد حضرت علی رض کی رائے سے اتفاق کیا یعنی سارق کا حبسِ دوام کیا جائے۔ ملاحظہ ہو:۔ علاء الدین ابن ترکمانی کی الجوہر النقی علی سنن البیہقی، جلد ۸ ص ۲۷۵۔ عبارت اس طرح ہے: اِنَّ عُمَرَ اسْتَشَارَهُمْ فِي سَارِقٍ فَاَجْمَعُوا عَلیٰ مِثْلِ قَوْلِ عَلِیٍّ۔

تنبیہ

یاد رہے کہ شیعہ علماء نے بھی یہ چیز ذکر کی ہے کہ پہلے پہلے شراب کی سزا اور حد قلیل تھی "ثُمَّ لَمْ يَزَلِ النَّاسُ يَزِيدُوْنَ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى ثَمَانِيْنَ اَشَارَ بِذَالِكَ عَلِیٌّ عَلٰى عُمَرَ فَرَضِيَ بِهَا" (شراب کی سزا کو) لوگ بڑھاتے رہے حتیٰ کہ ہشتاد (اسّی) درّے تک پہنچی۔ اسّی درّہ کی سزا کے لیے حضرت علی رض نے حضرت عمر رض کو اشارہ کیا تھا، پس انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔"

(کتاب فروع کافی، باب ما یجب فیہ من الحد من الشراب
ج ۳ ص ۱۱۷ - طبع نول کشور لکھنؤ)

یہ روایت فروع کافی کے علاوہ دیگر کتب شیعہ میں بھی دستیاب ہوتی ہے۔ ہم نے بطورِ تائید اتنا ذکر کر دینا کافی خیال کیا ہے۔

فصل ہٰذا کے فوائد

۱۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے درمیان علمی گفتگو ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کے حق میں ناصحانہ کلمات اور خیر خواہی کے جملے کہتے تھے۔

۲۔ حلِ مسائل کے لیے بعض اوقات آپس میں مشاورت ہوتی تھی۔ پھر طے شدہ تجاویز پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ گویا قرآن مجید میں جو مومنوں کی صفت وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (باہم مشورے سے ان کے معاملات طے ہوتے ہیں) بیان فرمائی گئی ہے، یہ حضرات پوری طرح اس کے محمل و مصداق تھے۔

یہ تمام واقعات اس چیز پر شاہد ہیں کہ ان بزرگانِ دین اور اکابرینِ اُمت کے درمیان مواساۃ اور محبت و مودّۃ موجود تھی۔ کسی قسم کی مخاصمت و معاندت اور منافرت بالکل نہ تھی۔

رفعِ اشتباہ
بمع انتباہ

جب حضرت علی المرتضیٰؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کے باہمی مسائل میں تبادلۂ خیالات و علمی تذکرے اور دینی مسائل میں مشورے، علمی گفتگو وغیرہ واقعات بیان کیے جاتے ہیں تو اس وقت مخالفین صحابہ کرامؓ ان تمام چیزوں کو حضرت عمرؓ کی لاعلمی پر محمول کرنے لگتے

ہیں اور ان کی دینی مسائل میں ناواقفی اور نا اہلیت کا پروپیگنڈہ شروع کر دیتے ہیں جو در حقیقت واقعات کے خلاف ہے اور سراسر کج فہمی پر مبنی ہے۔

جن لوگوں کو ان کی تصانیف دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس طریق کار سے خوب واقف ہیں، ان بزرگوں نے فاروقی مطاعن کے لیے مستقل ابواب و فصول مرتب کیے ہوئے ہیں وہاں حضرت مرتضیٰؓ کا بہ نسبت حضرت فاروقؓ کے علمی تفوق و برتری ثابت کرتے ہوئے یہ بحث شروع کر دیتے ہیں۔

کتاب "فلک النجاۃ" جلد اول باب چہارم۔ "آئینہ مذہب سنی" وغیرہ ملاحظہ فرماویں تو اُمید ہے ان گذارشات کی تصدیق ہو جائے گی۔ یہ کتابیں ہمارے ضلع جھنگ کے شیعہ احباب کی تالیفات ہیں۔

معترض دوستوں کے شبہات کو رفع کرنے اور ان کو اطمینان دلانے کے لیے چند ایک مسائل اور واقعات پیش کیے جاتے ہیں ان میں حضرت علی المرتضیٰ نے

—— بعض مواضع میں تو صاف طور پر اپنی لاعلمی کا اظہار فرمایا ہے۔

—— اور بعض مواقع میں حضرت علیؓ کے سوا دیگر صحابہ کا مسئلہ درست تھا اور حضرت علیؓ کا عمل اس مسئلہ میں صحیح نہیں تھا۔ یہ بات حضرت علیؓ کے اقرار کے ذریعہ ثابت ہوئی۔

—— اور کئی مسائل میں اس طرح ہوا کہ اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کی پہلے رائے ایک طرح تھی اور اس پر عمل درآمد کرنا ٹھیک قرار دیتے تھے لیکن بعد میں ان کی رائے بدل گئی اور اس قول سے رجوع کر لیا یعنی اپنے قول کو متروک فرما کر دوسرے صحابہ کرامؓ کے قول کی موافقت کر لی اور اس کی وجہ سے کوئی انقباض و اعراض نہیں فرمایا۔

اب ان مندرجات پر چند حوالہ جات مختصراً نقل کیے جاتے ہیں توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرماویں:۔

(۱)

سب سے پہلے نہج البلاغہ سے حضرت علی المرتضیٰؓ کا کلام ملاحظہ فرماویں۔ فرماتے ہیں:۔

"..... فَلَا تَكُفُّوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقٍّ اَوْ مَشُوْرَةٍ بِعَدْلٍ فَاِنِّیْ لَسْتُ فِیْ نَفْسِیْ بِفَوْقِ اَنْ اُخْطِئَ وَلَا اٰمَنُ ذَالِكَ مِنْ فِعْلِیْ اِلَّا اَنْ یَكْفِیَ اللّٰهُ مِنْ نَفْسِیْ مَا هُوَ اَمْلَكُ بِهٖ مِنِّیْ"۔

(نہج البلاغہ، ج ۱ صفحہ ۴۳۶ خطبۃ علیہ السلام بصفین)

"یعنی (اے مخاطبین) حق بات کہنے اور انصاف کا مشورہ دینے سے مت رکو، کیونکہ میں اپنی جگہ خطا کرنے سے بالاتر نہیں ہوں، اور میں اپنے فعل میں غلطی سے بے خوف نہیں ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری کفایت کرلے جو مجھ سے زیادہ قدرت والا ہے"۔

"کنز العمال میں بحوالہ ابن جریر و ابن عبد البر حضرت علیؓ سے منقول ہے

" عن محمد بن کعب قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ عَلِیًّا عَنْ مَسْئَلَةٍ فَقَالَ فِیْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ لَیْسَ هٰكَذَا وَلٰكِنْ كَذَا وَكَذَا قَالَ اَصَبْتَ وَاَخْطَاْتُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ"۔

مطلب یہ ہے" کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ وہ کہنے لگا کہ اس طرح مسئلہ نہیں بلکہ اس طرح ہے (جواب سُنکر) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تو نے مسئلہ ٹھیک کہا ہے اور میں چوک گیا ہوں۔ ہر علم والے سے دوسرا زیادہ عالم ہو سکتا ہے"۔ (کنز العمال ج ۵، ص ۲۴۱ باب فی آداب العلماء و العلم، طبع اول۔ (۲)

"عن ربیعۃ بن دراج اَنَّ عَلِیًّا صَلّٰی بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَیْنِ فَتَغَیَّظَ عَلَیْهِ عُمَرُ وَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَنْهٰنَا عَنْهَا"۔

(۱) المصنف لعبد الرزاق، ج ۲، ص ۴۳۰ مجلس علمی

(۲) مسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۷۔ تحت مسندات عمرؓ
معہ منتخب کنز۔

حاصل یہ ہے (مکہ کے راستہ میں) ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھے تو حضرت عمرؓ حضرت علیؓ پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے ہمیں منع فرماتے تھے۔"

"عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا ارْتَدُّوْا مِنَ الْاِسْلَامِ فَبَلَغَ ذَالِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ اَنَا لَقَتَلْتُهُمْ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ وَلَمْ اَكُنْ لَاُحَرِّقَهُمْ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ۔ فَبَلَغَ ذَالِكَ عَلِيًّا فَقَالَ صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

(جامع الترمذی، ابواب الحدود۔ باب ماجاء فی المرتد، ص ۲۳۰-۱۷۶، مطبع مجتبائی دہلی)

"یعنی عکرمہ (تابعی جو ابن عباسؓ کا شاگرد ہے) کہتا ہے کہ ایک قوم مرتد ہو گئی۔ ان کو حضرت علیؓ نے آگ میں جلوا دیا۔ جب اس چیز کی عبداللہ بن عباسؓ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ان کو سزا دیتا تو قتل کر دیتا اس لیے کہ فرمانِ نبویؐ اس طرح ہے جو شخص اپنا دین اسلام چھوڑ دے اس کو قتل کر دو۔ میں آگ میں نہ جلاتا اس لیے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ کا عذاب نہ دیا کرو۔ جب یہ خبر حضرت علیؓ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عباسؓ نے سچ فرمایا ہے۔"

اور متعدد مسائل ایسے ہیں جن میں حضرت علیؓ نے اپنی رائے ترک کر دی۔ مثلاً:۔

(۱) ۔ امہات الاولاد (جن لونڈیوں سے انسان کی اولاد ہو چکی ہو) کے فروخت کے مسئلہ میں ۔ حضرت عمرؓ اس فروخت کو منع کرتے تھے اور حضرت علیؓ اس کے جواز کے قائل تھے حضرت علی المرتضیٰؓ کے اپنے قاضی عبیدہ سلمانی نے ان سے عرض کیا کہ اس مسئلہ میں آپ کی جداگانہ رائے سے جماعتی رائے ہمیں زیادہ پسند ہے (جو عمر بن الخطاب کی تحقیق ہے) ۔

——— چنانچہ خلافتِ مرتضوی کے دور میں قاضی عبیدہ مذکور فاروقِ اعظمؓ کے فرمان کے مطابق عمل درآمد کرتے تھے اور حضرت علی اس مسئلہ میں اپنی رائے ترک کر کے قاضی مذکور کو فرمایا کرتے تھے اِقْضُوْا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُوْنَ الخ یعنی اِس بارے میں تم اسی طرح فیصلہ کرو جس طرح پہلے کیا کرتے تھے "

(۱) بخاری شریف، ج ۱ ص ۵۲۶ ۔ باب مناقب علیؓ

(۲) کتاب المغنی للقاضی عبد الجبار المعتزلی، ص ۱۸

(۳) منہاج السنہ لابن تیمیہؒ الحرانی، ج ۳، ص ۱۵۶ ۔

(۲) ۔ حضرت علی بن ابی طالب، جد مع الاخوۃ (دادا کے ساتھ میت کے بھائی) کی صورت میں دادا کو ثلث (۱/۳) دینے کے قائل تھے ۔ پھر آپ نے دوسرے صحابہ کرام کے موافق سدس یعنی چھٹا (۱/۶) حصہ دینا اختیار فرمایا اور سابق قول کو ترک فرما دیا "

(۱) کتاب المغنی للقاضی عبد الجبار ہمدانی، ص ۱۸

(۲) منہاج السنہ لابن تیمیہؒ الحرانی، ج ۳، ص ۱۵۶

(۳) دورِ نبوت میں حضرت مرتضیٰؓ نے دختر ابی جہل کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا ۔ جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات پر سخت ناراض ہو گئے تو حضرت علیؓ کو یہ خیال ترک کرنا پڑا " (۱) بخاری شریف، ج ۱ ص ۴۳۸ ۔ کتاب الجہاد، باب ما ذکر من درع النبی و عصاہ وسیفہ ۔ طبع نور محمدی، دہلی ۔

(۲) بخاری، ج ۱ ص ۵۲۸ ۔ کتاب المناقب، باب ذکر اصہار النبی صلعم طبع نور محمدی دہلی

——— اس نوعیت کے کئی مسائل کتب میں منقول ہیں ۔یہ صرف چند ایک واقعات منصف مزاج لوگوں کے غور وفکر کرنے کی خاطر پیشِ خدمت کر دیے ہیں۔

——— ان تمام چیزوں پر منصفانہ نظر کرنے سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ بعض مسائل میں لاعلمی کا اظہار کرنا ، اور واقعات میں خطا کرنا ، اپنی تحقیق کو ترک کر کے دوسروں کے قول کو اختیار کرنا وغیرہ کوئی نقص وعیب کی بات نہیں اور قابلِ تنقید فعل نہیں ہے ۔اگر یہ چیزیں قابلِ اعتراض ہیں تو دونوں طرف پائی جاتی ہیں۔اگر کوئی خامی و اعتراض کی چیز نہیں تو دونوں جانب نہ ہوگی ۔تھوڑا سا انصاف سے کام لیا جائے تو یہ مسئلے جلد تر طے ہو سکتے ہیں۔کسی سوال وجواب کی حاجت نہیں رہتی ۔

اِنتباہ

اِس مقام میں یہ چیز قابلِ وضاحت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دَورِ خلافت کے مسائل اور واقعات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَورِ خلافت کا اِتباع کیا اور اپنی حکومت کے دوران حضرت علیؓ نے کوئی دوسری راہ نہیں اختیار کی اور نہ ہی کوئی الگ قوانینِ سلطنت مرتب کیے نہ علیحدہ کوئی آئین تجویز کیا نہ دستور میں کوئی تبدیلی کی بلکہ فاروقی دستور اور فیصلوں کی تابعداری کرتے رہے اور انہی کے قواعد کی روشنی میں اپنا تمام انتظامِ خلافت قائم رکھا ۔

اِس چیز کو اکابر علماءِ اُمت نے اپنی تصانیف میں تصریحًا ذکر کیا ہے ۔

علّامہ ابنِ رجبؒ حنبلی اپنی تصنیف جامع العلوم والحکم فی شرحِ خمسین حدیثًا میں فرماتے ہیں کہ :

"..... وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَتَّبِعُ قَضَايَاهُ وَاَحْكَامَهُ وَ يَقُوْلُ اِنَّ عُمَرَ كَانَ رَشِيْدَ الْاَمْرِ "

(جامع العلوم والحکم، ص ۲۵۰۔ الطبقۃ الرابعۃ۔ تالیف
زین الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن شہاب الدین بن
رجب الحنبلی البغدادی من علماء القرن الثامن ،

یعنی حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے (فیصلہ شدہ) اُمور و احکام کی اتباع کرتے تھے
اور فرماتے تھے کہ حضرت عمرؓ درست معاملہ کرنے والے اور صحیح فیصلہ کنندہ تھے۔

—— نیز چند حوالہ جات قبل ازیں (حصّہ فاروقی ہٰذا) کے باب اوّل، فصل ثانی (تحت عنوانِ چہارم) درج کیے جاچکے ہیں۔ جن سے مسئلہ بالا کی تائید ہوتی ہے اور مضمون ہٰذا کی تصدیق ہوتی ہے۔ بطور یاددہانی کے ان میں سے یہاں مختصراً درج کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ مثلاً شریک زبید سے نقل کرتا ہے اور حضرت زیدؓ کا بھی یہ قول ہے کہ :

"ان عَلِیًّا رضی کَانَ یُشْبِهُ لِعُمَرَ فِی السِّیْرَۃِ"

(۱) کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم، ص ۲۴ طبع مصر
(۲) ریاض النضرۃ محب الطبری، جلد ثانی، ج ۲، ص ۸۵
فصل فیما رواہ علیؓ فی فضل عمرؓ۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی سیرۃ (یعنی عملی نظام) حضرت عمرؓ کے (نظام کے) مشابہ و مطابق تھا۔

(۲)۔ اور سیدنا محمد باقرؒ مسئلہ خمس کے بارے میں تصریحاً فرماتے ہیں:

—— عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ سَلَکَ عَلِیٌّ رضی بِالْخُمُسِ طَرِیْقَهُمَا ۔

(المصنّف لعبد الرزاق جلد خامس، ج ۵، ص ۲۲۷
باب ذکر الخمس ..... الخ)

—— قَالَ (اَبُوْجَعْفَر) سَلَکَ بِهٖ وَاللّٰهِ سَبِیْلَ اَبِیْ بَکْرٍ رضی وَّعُمَرَ رضی ۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی، ج ۲، ص ۱۳۵۔ جلد ثانی۔ باب سہم ذوی القربیٰ طبع دہلی)

خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خمس کے بارے میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا راستہ اختیار کیا (یعنی اپنا کوئی الگ دستور نہیں چلایا)

(۳)۔ حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا فرمان منقول ہے کہ

—— لَا اَعْلَمُ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ خَالَفَ عُمَرَ وَلَا غَيَّرَ شَيْئًا مِمَّا صَنَعَ حِيْنَ قَدِمَ الْكُوْفَةَ ۔"

(ریاض النضرہ لمحب الطبری، ج ۲ ص ۸۵۔ فصل فیما رواہ علی فی فضل عمر رضی اللہ عنہ الخ)

یعنی حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سے کوفہ تشریف لائے تو مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے (کسی معاملہ میں) عمر بن الخطّاب کی مخالفت کی ہو یا ان کے کسی کام میں تغیّر پیدا کر دیا ہو۔"

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معتمد شاگرد عبد خیر سے مروی ہے کہ

"سَمِعَ عَلِيًّا يَقُوْلُ اِنَّ عُمَرَ كَانَ مُوَفَّقًا رَشِيْدًا فِي الْاُمُوْرِ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا صَنَعَهُ عُمَرُ رضی اللہ عنہ۔

(۱) تاریخ کبیر امام بخاری، ج ۴۔ ق ۲۔ ص ۱۴۵۔

(۲) کتاب الخراج یحییٰ ابن آدم، ص ۲۳ طبع مصر)

عبد خیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ عمر بن الخطّاب بہتر توفیق دیئے گئے تھے اور امور (خلافت) میں صحیح و درست فیصلہ کرنے والے تھے اللہ کی قسم جو کام عمر بن الخطاب نے کر دیئے ہیں میں نہیں تبدیل کروں گا۔

(۵) علامہ شعبی کا قول ہے کہ:

قَالَ قَالَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ حِیْنَ قَدِمَ الْکُوْفَۃَ مَا کُنْتُ لَاُحِلَّ عُقْدَۃً شَدَّ ھَا عُمَرُ رضی اللہ عنہ۔

(۱) کتاب الخراج یحیٰی بن آدم ص ۲۴ طبع مصری

(۲) کتاب الاموال لابی عبید، ص ۲۴۲ طبع مصر

"یعنی حضرت علی جب کوفہ میں تشریف لائے تو فرمایا کہ جو گرہ عمرؓ نے لگا دی مَیں اس کو نہیں کھولوں گا" (جو کام عمرؓ نے سر انجام دیئے ہیں ان میں تبدیلی نہیں کروں گا)۔

خلاصۃ المرام

یہ ہے کہ صرف یہ چند ایک مندرجات انصاف پسند طبائع کے غور و فکر کے لیے پیش کر دیئے ہیں ورنہ اس نوعیّت کے کئی عنوانات کتابوں میں موجود ہیں۔ ان سے یہ مسئلہ بالکل عیاں ہو رہا ہے کہ

(۱) حضرت علی بن طالبؓ اپنے دَورِ خلافت میں فاروقی نظامِ خلافت کا اِتباع کرتے تھے اور فاروقی فیصلہ شدہ احکامات و قضایا کی تابعداری کا خاص خیال رکھتے تھے۔

(۲) نیز "مرتضوی سیرت" فاروقی سیرت" کے ساتھ بالکل مشابہ و مطابق تھی۔ ان ہر دو حضرات کی سیرتِ عملی میں کوئی فرق نہ تھا۔

(۳) فاروقی نظامِ خلافت میں جو امُور طے ہو گئے تھے ان کو حضرت علی المرتضٰی کے دَور میں من و عن قائم و ثابت رکھا گیا ان میں کوئی تبدیلی و تغیّر ہرگز نہ کیا گیا۔ اس طریقہ کار کے ذریعہ جہاں خلافتِ فاروقی کی حقانیت و صداقت بالبداہت ثابت ہوتی ہے وہاں ان اکابر کے درمیان آپس میں اتحاد و اتفاق و مودت و محبت بالیقین عیاں ہوتی ہے۔

فصل ثالث

فصل ہذا میں وہ واقعات درج کیے جاتے ہیں جن میں حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان وقتاً فوقتاً انتظامی معاملات میں مشورے ہوئے اور حضرت علیؓ کی رائے کو پسند کیا گیا اور اس پر عمل درآمد ہوا۔ نیز وہ واقعات تحریر کیے جاتے ہیں جن میں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو متعدد دفعہ اپنا قائم مقام بنایا۔ پھر اس کے بعد مزید چند واقعات رفاقت بیان کیے گئے ہیں۔ اس نوع کے بے شمار واقعات پائے جاتے ہیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر چند واقعات تحریر کیے گئے ہیں۔

ان حالات کے ملاحظہ کرنے کے بعد دونوں حضرات کے تعلقات و روابط کا اندازہ ہر ذی شعور انسان کر سکتا ہے۔

انتظامی اُمور میں مشورے

(ا)

فاروقی وظیفہ کے متعلق مشورہ

جب فاروق اعظمؓ خلیفۃ المسلمین و امیر المؤمنین مقرر ہوتے ہیں تو ان کا سابقہ تجارتی شغل متروک ہو گیا۔ ان کے وظیفہ کے لیے صحابہ کرام کے درمیان مشورہ ہوا۔ طبقات ابنِ سعد اور تاریخ طبری میں یہ واقعہ عبارتِ ذیل میں مذکور ہے۔

" عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ بْنِ سَہْلٍ قَالَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وَاَرْسَلَ اِلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَشَارَھُمْ فَقَالَ قَدْ شَغَلْتُ نَفْسِی

فی ھٰذا الامر فما یصلح لی منه فقال عثمان ابن عفان کل واطعم قال وقال ذالك سعید بن زید بن عمرو بن نفیل وقال لعلیؓ ما تقول انت فی ذالك قال غداء وعشاء قال فاخذ عمرؓ بذالك۔

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۲۲۱۔ باب عمرؓ۔ طبع لیدن یورپ)

"عن ابن عمرؓ ...... فقال انی کنت امرأ تاجرا یغنی الله عیالی بتجارتی وقد شغلتمونی بامرکم فما ذا ترون انه یحل لی من ھٰذا المال فاکثر القوم وعلیؓ ساکت فقال ما تقول یا علیؓ فقال ما اصلحك واصلح عیالك بالمعروف لیس لك من ھٰذا المال غیره فقال القوم القول قول علیؓ بن ابی طالب"

(۲) تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری، ج ۴، ص ۱۶۴۔
تحت سنة الخامسة عشرة۔ طبع مصری، قدیم۔

(۳) سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۸۹۔۹۰ طبع مصر۔

خلاصہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام کی طرف حضرت عمرؓ نے آدمی بھیجا اور اس مسئلہ (وظیفہ) کے لیے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ میری گذران تجارت کے ذریعہ تھی، تم نے مجھے اس شغل سے روک کر اس خلافت کے کام میں مصروف کر دیا ہے۔ اب بیت المال سے میرے لیے کیا کچھ لینا جائز ہے؟ سیدنا عثمانؓ بن عفان اور سعید بن زید نے رائے دی کہ آپ اس مال سے خود بھی کھا سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا، آپ کا کیا مشورہ ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ اپنا خرچہ اور بال بچوں کے مصارف لے سکتے ہیں اور بس۔ حضرت علیؓ کا مشورہ منظور کر لیا گیا۔"

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کو بیت المال سے خرچہ خوراک ملتا تھا اور لباس کے لیے

دو جوڑے. ایک گرمیوں کے لیے ایک سردیوں کے لیے ملتے تھے، سفری ضرورت کے لیے ایک اونٹنی ان کے لیے مہیا کی جاتی تھی اور ایک خادم ان کو دیا جاتا تھا بس یہ کل منفعت تھی جو خلیفۂ اسلام کو مسلمانوں کی طرف سے حاصل ہوتی تھی۔

۲

اسلامی تاریخ کے متعلق مشورہ

عیسائیوں میں عیسیٰ علیہ السّلام کی ولادت سے سن عیسوی (میلادی) چلا آرہا تھا حضرت فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں مہاجرین اور دیگر حضرات کے درمیان مشورہ ہوا کہ مسلمانوں کا سالِ تاریخی کس وقت سے شروع کیا جائے۔ بعض لوگوں نے کچھ مشورہ دیا اور بعض نے کچھ۔ اس واقعہ کو امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر اور تاریخ کبیر میں مندرجۂ ذیل عبارت کے ساتھ ذکر کیا ہے:۔

"..... عَنْ عُثْمَانَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ يَقُوْلُ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَتٰى نَكْتُبُ التَّارِيْخَ؟ فَجَمَعَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ مِنْ يَوْمِ هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَكَتَبَ التَّارِيْخَ"

(۱) التاریخ الصغیر لامام البخاری ص۱۲ طبع انوار محمدی الٰہ آباد (ہندوستان)

(۲) التاریخ الکبیر، امام بخاری، ج ۱، ص ۹ طبع حیدر آباد دکن۔

(۳) المستدرک للحاکم کتاب الہجرت، ج ۳ ص۱۴ طبع حیدر آباد دکن

(۴) سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۵۱۔ طبع مصری

اور حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۷۴، میں مزید تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ درج کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:۔

"..... قَالَ قَائِلُوْنَ اَرِّخُوْا مِنْ مَوْلِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اٰخَرُوْنَ مِنْ مَبْعَثِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَشَارَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاٰخَرُوْنَ اَنْ یُّؤَرَّخَ مِنْ ھِجْرَتِہٖ مِنْ مَکَّۃَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لِظُھُوْرِہٖ لِکُلِّ اَحَدٍ فَاِنَّہٗ اَظْھَرُ مِنَ الْمَوْلِدِ وَالْمَبْعَثِ فَاسْتَحْسَنَ ذَالِکَ عُمَرُ وَالصَّحَابَۃُ فَاَمَرَ عُمَرُ اَنْ یُّؤَرَّخَ مِنْ ھِجْرَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَرِّخُوْا مِنْ اَوَّلِ تِلْکَ السَّنَۃِ مِنْ مُحَرَّمِھَا۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۷۴، طبع مصری)

"مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق نے مہاجرین اور دیگر بزرگوں کو جمع کر کے اسلامی تاریخ چلانے کی غرض سے مشورہ طلب کیا۔ بعض نے رائے دی کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت باسعادت سے تاریخ جاری کی جائے۔ اور بعض نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور مبعث سے تاریخ شروع کی جائے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ المرتضیٰ نے بمع دیگر احباب کے یہ مشورہ دیا کہ ہجرت نبوی کے روز سے (جب مکہ سے مدینہ کی طرف سفر ہوا تھا) یہ تاریخ چلائی جائے، اس لیے کہ یہ سفر مولدِ نبوی اور بعثتِ نبوی سے زیادہ مشہور ہے اور ہر ایک شخص کو معلوم ہے۔ پس اس آخری مشورہ کو حضرت عمر فاروقؓ نے پسند فرمایا اور اسی سال ہی ابتداءِ ہجرتِ نبوی سے اسلامی تاریخ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا۔"

علماء نے لکھا ہے کہ اسلامی تاریخ کا اجراء فاروقی خلافت کے اڑھائی سال گزر جانے کے بعد محرم سے کیا گیا تھا۔ (سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۵۱)

(۲)

۱۷ھ میں شام کے علاقہ میں "فتح الجزیرہ" کے نام سے ایک فتح ہوئی۔ وہاں کے لوگ

مذہباً نصرانی تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص نے ان کے رؤساء کا ایک وفد حضرت فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ اپنے جزیہ ٹیکس وغیرہ کے متعلق خلیفۂ اسلام سے خود فیصلہ کرلیں۔ وفد کے لوگ حضرت فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بات چیت ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ:

"تَأْخُذُ مِنَّا شَيْئًا وَلَا تُسَمِّيهِ جِزْيَةً فَقَالَ إِنَّا نَحْنُ فَنُسَمِّيهِ جِزْيَةً وَأَمَّا أَنْتُمْ فَسَمُّوهُ مَا شِئْتُمْ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَلَمْ يُضْعِفْ عَلَيْهِمْ سَعْدٌ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ بَلَى وَأَصْغَى إِلَيْهِ وَرَضِيَ بِهِ مِنْهُمْ جَزَاءً (جِزْيَةً)"۔

(۱) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۴، ص ۱۹۸ تحت فتح الجزیرہ ۱۷ھ

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۷۶۔ بحث فتح الجزیرہ ۱۷ھ

مطلب یہ ہے کہ آپ ہم سے جو چیز وصول کریں اس کا نام جزیہ یعنی ٹیکس نہ رکھیں۔ حضرت فاروقؓ نے فرمایا کہ ہم تو اس مقرر چیز کا نام جزیہ ہی رکھیں گے آپ لوگ جو چاہیں اس کو کہہ لیں۔ علی بن ابی طالب (موجود تھے انہوں نے) کہا کہ سعد بن ابی وقاص نے قبل ازیں ان لوگوں پر صدقہ کی مقدار دگنی نہیں کر دی؟ امیر المومنین عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں انہوں نے ایسا کر دیا ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کی طرف توجہ کی اور جزیہ کے عوض اس کو پسند کر لیا"۔

(۴)

مفتوحہ زمین عراق کے متعلق ایک مشورہ

جب عراق کا علاقہ اہلِ اسلام نے فتح کیا اس زمانہ میں علاقہ کے زرخیز رقبہ جات کے کاشت کاروں کے متعلق خاص مشورہ ہوا تھا کہ ان کے متعلق کیا صورت اختیار کرنی چاہیے۔

واقعہ ہٰذا کو محدّثین و فقہاء نے اپنی تصانیف میں درج کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرماویں:

" ..... حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ عَنْ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقْسِمَ السَّوَادَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاَمَرَ بِهِمْ اَنْ يُّحْصُوْا فَوَجَدَ الرَّجُلَ الْمُسْلِمَ نَصِيْبُهٗ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْفَلَاحِيْنَ يَعْنِى الْعُلُوْجَ فَشَاوَرَ اَصْحَابَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ ذَالِكَ فَقَالَ لَهٗ عَلِىٌّ رضؓ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ دَعْهُمْ يَكُوْنُوْنَ مَادَّةً لِّلْمُسْلِمِيْنَ فَتَرَكَهُمْ فَبَعَثَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَيْفٍ فَوَضَعَ عَلَيْهِمْ ثَمَانِيَةً وَاَرْبَعِيْنَ وَاَرْبَعَةً وَعِشْرِيْنَ وَاثْنَىْ عَشَرَ۔ الخ "

(۱) کتاب الخراج[۴۲] لیحییٰ بن آدم (المتوفی ۲۰۳ھ) طبع مصری

(۲) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ) طبع مصری، ص ۵۹

(۳) السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۹، ص ۱۳۴۔ کتاب السیر، باب السواد۔ طبع دکن۔

(۴) کنز العمال، طبع اوّل، ج ۲، ص ۳۰۱۔ کتاب الجہاد طبع حیدرآباد دکن (بحوالہ ابن زنجویہ والخرائطی ق)، کتاب الجہاد من قسم الافعال بحث (الجزیہ)۔

حاصل یہ ہے کہ حارثہ بن مضرب کہتا ہے کہ جب عراق کی اراضی مفتوح ہوئیں تو حضرت عمر فاروقؓ نے ان اراضی کو مسلمانوں کے مابین تقسیم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ پہلے ایک اندازہ لگانے کا حکم جاری کیا۔ اس میں یہ مقدار تجویز کی گئی کہ ایک مرد مسلمان کے لیے تین زمین کا فر کاشتکاروں کا رقبہ حصے میں آسکتا ہے۔ اس کے بعد فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ (اہلِ مشورہ

نے اپنی اپنی رائے پیش کی) حضرت علی المرتضیٰؓ نے یہ مشورہ دیا کہ اصل زمین کے حصے بخرے نہ کریں بلکہ مسلمانوں کی خاطر مستقل آمدنی کے طور پر اس زمین کو اسی طرح چھوڑ دیں اور آمدنی پر بطور ٹیکس خراج مؤظّف مقرر کریں۔ پس حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو بھیج کر اسی طرح عمل درآمد کر دیا اور مختلف حیثیت کے ان پر ٹیکس لگا دیئے ۔ الخ"

(۵)

علاقہ نہاوند کے لیے ایک مشورہ

سنہ ۲۱ھ میں نہاوند کے علاقہ میں اہلِ فارس کے اجتماعِ جیوش کی خبریں جب مدینہ طیبہ پہنچیں تو امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے صحابہ کرام کی ایک مجلسِ مشاورت قائم کی، اس میں مندرجہ ذیل بیانات صحابہ کرامؓ نے دیئے۔ ابن کثیر نے البدایہ، جلد سابع میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

" فَقَامَ عُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي رِجَالٍ مِنْ اَهْلِ الرَّأْيِ فَتَكَلَّمَ كُلٌّ مِنْهُمْ بِانْفِرَادِهٖ فَاَحْسَنَ وَاَجَادَ وَاتَّفَقَ رَأْيُهُمْ عَلٰى اَنْ لَا يَسِيْرَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَلٰكِنْ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ وَيَحْضُرُهُمْ بِرَأْيِهٖ وَدُعَائِهٖ وَكَانَ مِنْ كَلَامِ عَلِيٍّ اَنْ قَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَّلَا قِلَّةٍ هُوَ دِيْنُهُ الَّذِيْ اَظْهَرَهُ وَجُنْدُهُ الَّذِيْ اَعَزَّهُ وَاَمَدَّهُ بِالْمَلَائِكَةِ حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ فَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ وَنَاصِرٌ جُنْدَهُ وَمَكَانُكَ فِيْهِمْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهُ وَيُمْسِكُهُ فَاِذَا انْحَلَّ تَفَرَّقَ مَا فِيْهِ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيْرِهٖ اَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَاِنْ كَانُوْا قَلِيْلًا فَهُمْ كَثِيْرٌ "

عَزِيْزٌ بِالْاِسْلَامِ فَاَقِمْ مَكَانَكَ فَاَعْجَبَ عُمَرُ رضؓ قَوْلَ عَلِيٍّ رضؓ وَسَرَّبِهٖ وَ كَانَ عُمَرُ رضؓ اِذَا اسْتَشَارَ اَحَدًا لَا يَبْرَمُ اَمْرًا حَتّٰى يُشَاوِرَ الْعَبَّاسَ رضؓ فَلَمَّا اَعْجَبَهٗ كَلَامُ الصَّحَابَةِ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ عَرَضَهٗ عَلَى الْعَبَّاسِ رضؓ الخ

(۱) البدایہ، ج ۷، ص ۱۰۷، تحت سنۃ ۲۱ھ

(۲) تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۳۷ تحت فتح نہاوند ۲۱ھ

نوٹ: مشورہ ہذا مندرجہ ذیل مقامات میں بھی درج ہے۔ عبارت کا کچھ فرق ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

(۳) کتاب الاموال لابن ابی عُبَید، ص ۲۵۲۔

(۴) تاریخ خلیفہ ابن خیّاط، ج ۱، ص ۱۲۰۔

ابن کثیرؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ بن عفان، طلحہؓ، زبیرؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف اس مجلس میں کھڑے ہوئے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا مشورہ پیش کیا اور عمدہ طریقہ سے اظہار ما فی الضمیر کیا اور اس چیز پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ امیر المومنین عمرؓ فاروق مدینہ طیبہ سے باہر تشریف نہ لے جائیں۔ (یہیں مقیم رہ کر) اسلامی افواج کو (احکام دے کر) روانہ کرتے رہیں اور یہ فوجیں خلیفۂ وقت کی رائے اور فرمان کی پابند رہیں۔ حضرت علیؓ نے اس موقع پر یہ بیان دیا کہ اے امیر المومنین! آپ پر واضح ہے کہ اس دین و اسلام کی فتح و نصرت اور ذلت کا مدار (لوگوں کی) کثرت و قلت پر نہیں ہے۔ یہ وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے غالب کر دیا ہے اور یہ وہ گروہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خود عزت دی ہے اور فرشتوں کے ذریعے اس کی امداد کی ہے حتیٰ کہ یہ پہنچا جہاں تک پہنچا۔ پس ہم لوگ اللہ کے وعدہ برحق پر یقین کیے ہوئے ہیں۔ اللہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے

لشکر کی خود امداد کرنے والا ہے۔

اَے امیرالمومنین! (مسلمانوں کے لیے) آپ کا مقام ایسا ہے جیسے ہار کے دانوں کے لیے ہار کے تاگے کا ہوتا ہے تاگہ ہار کے دانوں کو جمع کیے ہوئے اور روکے رکھتا ہے۔ جب وہ تاگہ ٹوٹ جاتا اور کھُل جاتا ہے تو اس کے تمام جمع شدہ دانے متفرق و منتشر ہو جاتے ہیں، پھر اس طرح وہ مجتمع نہیں ہو سکتے۔ عرب اگرچہ آجکل قلیل ہیں (لیکن) اسلام کی طاقت کے ذریعہ یہ کثیر اور غالب ہیں۔

اَے امیرالمومنین! آپ اپنے مقام پر تشریف رکھیے!

پس حضرت امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کلام بہت پسند آیا اور اس پر خوش ہوئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب قابلِ مشورہ چیز پیش آتی تو کوئی فیصلہ کرنے سے قبل حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔" الخ

چنانچہ اس دفعہ بھی سب صحابہ کرام مذکور اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تجاویز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پسند آئیں تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے سامنے یہ چیز پیش کی اور ان کی تائید حاصل کی۔ پھر اس کے موافق عمل درآمد کیا گیا۔

مذکورہ مشورہ کا مضمون شیعہ کتب سے

فتح نہاوند کے موقع پر جو مشورہ ان حضرات کے درمیان ہوا اس کو شیعہ علماء نے بھی اپنی معتبر تصانیف نہج البلاغہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک مستقل خطبہ مذکور ہے جس میں غزوۂ فارس کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خیر خواہانہ و مخلصانہ مشورہ دینا مفصل درج ہے۔ اکثر و بیشتر اس کا مضمون وہی ہے جو اوپر البدایہ لابن کثیر سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ گویا اس واقعہ کو سُنّی و شیعہ دونوں مؤرخین نے نقل کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

حق میں حضرت علیؓ کی خیرخواہی واخلاص اور دوستی کھول کر بیان کی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں،

(مِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدِ اسْتَشَارَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الشُّخُوصِ لِقِتَالِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهٖ)

اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهٗ وَلَا خِذْلَانُهٗ بِكَثْرَةٍ وَلَا قِلَّةٍ وَهُوَ دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِيْ اَظْهَرَهٗ وَجُنْدُهُ الَّذِيْ اَعَدَّهٗ وَاَمَدَّهٗ حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهٗ وَنَاصِرٌ جُنْدَهٗ وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْاَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهٗ وَيَضُمُّهٗ فَاِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيْرِهٖ اَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَاِنْ كَانُوْا قَلِيْلًا فَهُمْ كَثِيْرُوْنَ بِالْاِسْلَامِ وَعَزِيْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَاسْتَدِرِ الرَّحٰى بِالْعَرَبِ وَاَصْلِهِمْ دُوْنَكَ نَارَ الْحَرْبِ فَاِنَّكَ اِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ اِنْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ اَطْرَافِهَا وَاَقْطَارِهَا، الخ"

حاصل کلام یہ ہے کہ "قتالِ فارس کے موقعہ پر حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت فاروقؓ کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس دینِ اسلام کی فتح و نصرت اور ذلت کا مدار لوگوں کی اکثرت اور قلت پر نہیں ہے، یہ اللہ کا دین ہے جس کو اس نے غالب کر دیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے جس کو اس نے تیار کیا اور اس کی امداد کی ہے حتیٰ کہ پہنچا جہاں پہنچا اور ظاہر ہوا جہاں یہ ظاہر ہوا۔ اور ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدہ برحق پر یقین کیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کی امداد کرنے والا ہے اور دین کے نگران (خلیفہ) کا درجہ وہی ہوتا ہے جو ہار کے دانوں میں تاگہ کی حیثیت ہوتی ہے وہ دانوں کو منظم و مجتمع کیے ہوتے ہوتا ہے اگر تاگہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے (اور منکے)

منتشر و منفرق ہو جائیں گے پھر بالکل کبھی مجتمع نہ ہو سکیں گے۔ اور عرب لوگ اگرچہ آج دنیا ہر (قلیل ہیں (لیکن) اسلامی طاقت کے ذریعہ سے کثیر ہیں۔ اور اجتماعی طاقت کی بنا پر غالب ہیں پس (اے خلیفۃ المومنین) آپ قطب بن جائیے۔ اور عرب کی چکی کو اپنے گرد گھمائیے۔ اور دوسرے لوگوں کو جنگ کی آتش میں داخل کیجیے خود نہ جائیے۔ (بالفرض) اگر آپ خود اس مقام و مرکز سے باہر نکل پڑے تو لوگ اطراف و جوانب سے آپ پر ٹوٹ پڑیں گے۔"

(۱) کتاب نہج البلاغہ طبع مصری۔ ص ۲۶۴۔ جلد اوّل
خطبہ علیؓ، قتالِ فُرس کے متعلق۔

(۲) کتاب اخبار الطوال دینوری، ص ۱۳۴ طبع جدید مصری۔

مندرجہ بالا حوالہ جات کے فوائد

(۱) حضرت عمر فاروقؓ اہم مشوروں میں حضرت علیؓ کو شریکِ کار رکھتے تھے۔ یہ باہمی اخلاص و اعتماد کی روشن دلیل ہے۔

(۲) خلافت کا خدائی وعدہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے حضرت علیؓ نے اس کا صادق ہونا عہدِ فاروقی میں بیان فرمایا ہے اور اپنی ذات کو حضرتِ عمرؓ کی جماعت میں داخل کر کے ظاہر فرمایا ہے۔ یہ ان کی یگانگت و اتحاد کا نمونہ ہے۔

(۳) حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو تمام اہلِ اسلام کا قیم بالامر قرار دیا ہے۔ یعنی مسلمانوں کے نگران اور محافظ ہیں۔ نیز حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے دین کو اللہ کا دین اور ان کے لشکر کو اللہ کا لشکر قرار دیا ہے۔ یہ چیز خلافتِ فاروقی کے برحق ہونے کی شہادت و گواہی ہے۔

(۴) حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو تسبیح کے تاگہ کے ساتھ تشبیہ دے کر واضح کر دیا ہے کہ

دشمن (رومی) کی طرف جائیں گے اور بذاتِ خود اس سے مقابلہ و مقاتلہ کریں گے (خدانخواستہ) اگر آپ پر مصیبت آجائے (یعنی موت آجائے) تو پھر مسلمانوں کو اپنے آخری شہروں تک کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی (اس وجہ سے کہ) آپ کے بعد کوئی شخصیت ایسی نہیں ہے جس کی طرف مسلمان رجوع کریں فلہٰذا آپ کسی تجربہ کار شخص کو ان کی جانب بھیجیں اور اس کے ساتھ پختہ عمل، آزمودہ کار، اور لوگوں کے خیر خواہ کو روانہ کیجیے ان کو اللہ تعالیٰ غلبہ دے گا یہی آپ کا مقصود و مطلوب ہے اور اگر کوئی دوسری صورت (یعنی شکست وغیرہ) پیش آگئی تو آپ مسلمانوں کے لیے جائے پناہ اور جائے رجوع موجود ہیں (کچھ فکر نہ ہوگا)۔"

اور ابن ابی الحدید کی مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ مذکورہ غزوہ فلسطین کا ہے جس میں فتح بیت المقدس ہوئی تھی۔ دوسرا طبری کے حوالہ سے یہ ذکر کیا کہ جب عمرؓ بن الخطاب غزوہ شام کی طرف گئے تھے تو مدینہ طیبہ پر اپنا قائم مقام حضرت علی المرتضیٰؓ کو بنایا تھا۔ الخ۔"

مذکورہ حوالہ کے ثمرات

(۱) حضرت علیؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو مسلمانوں کا مرجع اور جائے بازگشت فرمایا۔

(۲) حضرت مرتضیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کی جائے پناہ قرار دیا۔

(۳) فاروق اعظمؓ کو حضرت علیؓ کا یہ با اخلاص مشورہ دینا ان کے حق میں بہتری اور خیر خواہی کی دلیل ہے۔

(۴) نیز یہ کلام فاروقی خلافت کی حقانیت اور صداقت کی طرف نشاندہی کرتی ہے۔ اگر یہ خلافت ظالمانہ اور غاصبانہ ہوتی (جیسا کہ بعض کا خیال ہے) تو حضرت علی المرتضیٰ

شیرِ خداؓ ان کے ساتھ ہر مرحلہ ہر مقام میں اخلاص و محبت کے ساتھ کیسے پیش آسکتے تھے؟ اور خیر خواہانہ مشورے کیسے دے سکتے تھے؟

اور اگر ان کے ساتھ معارضہ کی قدرت نہ تھی اور ان سے مقابلہ کرنا خلافِ مصلحت تھا تو اُن خلفائے جور کے ساتھ اختلاط و ارتباط نہ رکھتے بلکہ ان سے انقباض و اجتناب فرماتے۔ اور فرمانِ خداوندی وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (یعنی ظالموں کی طرف میلان مت کرو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی) پر عمل درآمد کرتے۔ اہلِ فہم و انصاف ان معاملات پر غور و فکر فرما کر صحیح نتائج خود اخذ کر سکتے ہیں۔

(۷)

تقسیمِ مال کے متعلق مشورہ

حضرت امیر المومنین عمرؓ کی خدمت میں فتوحات کے سلسلہ میں مال پہنچا ہے۔ اس کی تقسیم کے بعد بقایا مال کے متعلق اس وقت مشورہ ہوا۔ یہ چیز حافظ نور الدین الہیثمی نے مجمع الزوائد میں محدّث البزار کے حوالہ سے بیان کی ہے وہاں علی المرتضیٰ کی جانب سے اس مسئلہ میں رائے دینا مذکور ہے۔

"عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ اُتِيَ عُمَرُ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَفَضَلَتْ مِنْهُ فَضْلَةٌ فَاسْتَشَارَ فِيْهَا فَقَالُوْا لَوْ تَرَكْتَهُ لِنَا ئِبَةٍ اِنْ كَانَتْ قَالَ وَعَلِيٌّ سَاكِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ فَقَالَ مَالَكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ لَا تَتَكَلَّمُ قَالَ قَدْ اَخْبَرَ الْقَوْمُ فَقَالَ عُمَرُ لَتُكَلِّمَنِّيْ فَقَالَ اِنَّ اللهَ قَدْ فَرَغَ مِنْ قِسْمَتِهِ هٰذَا الْمَالِ وَذَكَرَ مَالَ الْبَحْرَيْنِ حِيْنَ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَنْ يَّقْسِمَهُ اللَّيْلُ فَصَلَّى الصَّلَوَاتِ فِي الْمَسْجِدِ فَلَقَدْ رَاَيْتُ ذَالِكَ فِيْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی فَرَغَ مِنْہُ فَقَالَ لَاجَرَمَ لَتَقْسِمَنَّہٗ فَقَسَمَہٗ عَلِیٌّ فَاَصَابَنِیْ مِنْہُ ثَمَانُ مِائَۃِ دِرْہَمٍ۔

(۱) مجمع الزوائد لنورالدین الہیثمی علی بن ابی بکر المتوفی ۸۰۷ھ ج ۱۰، ص ۲۳۸ - جلد العاشر، باب فی الانفاق و الامساک ۔ طبع مصری۔

(۲) اصول فخر الاسلام البزدوی علی بن محمد الحنفی المتوفی ۴۸۲ھ۔ ص ۲۴۰-۲۳۹ طبع جدید نور محمدی کراچی معہ تخریج القاسم بن قطلوبغا حنفی ۔

(۳) کشف الاسرار، شرح اصول بزدوی للبخاری، جلد ۳ ص ۹۴۹ - طبع قدیم۔

حاصل مفہوم یہ ہے کہ طلحہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین عمرؓ کے ہاں مال پہنچا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو اہل اسلام میں تقسیم کیا۔ اس مال سے کچھ بچ گیا۔ اس بقیہ مال کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا گیا۔ بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ وقتی ضرورت پیش آجاتی ہے، اس کے لیے آپ اس بقایا مال کو محفوظ کر دیں (تقسیم نہ کریں تو اچھا ہوگا) تا حال حضرت علی المرتضیٰؓ خاموش تھے ۔ امیر المومنین عمرؓ نے فرمایا کہ آپ کیوں خاموش ہیں؟ بیان فرمایئے! حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ چیز دوسرے حضرات نے بیان کر دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ بھی اپنی رائے کا اظہار کریں۔ اس وقت حضرت علیؓ نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ (پہلی چیز تو یہ ہے) کہ ان اموال کے مصارف کو اللہ نے بیان فرما دیا ہے (دوسری یہ چیز ہے) کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں علاقہ بحرین کا مال آیا تھا پھر رات سامنے آگئی (جلد تقسیم نہ ہو سکا) تو اس

تاخیر کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور میں پریشانی کے آثار نمودار تھے جب تک تقسیم مال سے فارغ نہیں ہوئے (چین و آرام نہیں کیا) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ (بھی) اس مال کو ضرور تقسیم کر دیں۔ پھر یہ مال حضرت علیؓ کے ہاتھوں تقسیم ہوا۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ مجھے بھی اس سے آٹھ سَو درہم حصہ میں ملے تھے۔

(۸)

فاروق اعظمؓ کے ہاں ایک مشورہ

فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی الحنفی نے اپنے "اصُول" میں مختصر عبارت کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ :-

"۔۔۔۔ وَشَاوَرَهُمْ (الصحابة) فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ فَأَشَارُوْا بِأَنَّ لَا غُرْمَ عَلَيْهِ وَعَلِيٌّ سَاكِتٌ فَلَمَّا سَأَلَهُ قَالَ أَرٰى عَلَيْكَ الْغُرَّةَ"۔

مقصد یہ ہے کہ ایک حاملہ عورت کو حضرت عمر فاروقؓ نے (اس کی ایک شکایت کے سلسلہ میں) بلا بھیجا (رُعب وہیبت کی وجہ سے راستہ میں) اس کا حمل ساقط ہو گیا (اور مر گیا) اس چیز کے متعلق حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا کہ آیا اس بچہ کا تاوان اور ضمان مجھ پر لازم ہے یا نہیں؟ صحابہ نے مشورہ دیا کہ آپ پر کوئی ضمان وغیرہ نہیں ہے۔ حضرت علیؓ خاموش تھے جب ان سے حضرت عمرؓ نے سوال کیا۔ آپ کا مشورہ اور رائے کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ پر اس بچہ کا تاوان وضمان ادا کرنا لازم ہے"۔

(۱) اصول فخر الاسلام بزدوی، ص ۲۳۹۔ باب الاجماع طبع جدید نور محمدی کراچی۔ مع تخریج ابن قطلوبغا۔

(۲) اصول السرخسی ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمہ المتوفی ۴۹۰ھ، ج ا ص ۳۰۴ طبع حیدر آباد دکن۔

(۳) کشف الاسرار شرح اصول بزدوی، للشیخ عبدالعزیز البخاری ج ۳، ص ۹۴۹، باب الاجماع۔ طبع قدیم مصری۔

(۴) کنز العمال علی متقی ہندی، جلد ۷، ص ۳۰۰۔ روایت ۳۴۸۵۔ بحوالہ عبدالرزاق و بیہقی۔ طبع اوّل قدیم۔

(۵) المصنف لعبدالرزاق، جلد ۹، ص ۴۵۸ طبع بیروت باب من افزعہ السلطان۔

مرتضوی نیابت کا مسئلہ

قبل ازیں چند ایک مشورے کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔ اب تعلقات کے سلسلہ میں ایک دوسری چیز ذکر کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رض کو جب مدینہ منورہ سے باہر جانے کی ضرورت پیش آتی تو متعدد بار حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا قائم مقام مدینہ طیبہ میں مقرر و متعین فرمایا۔ اس کے متعلق کئی واقعات تاریخ میں دستیاب ہوتے ہیں۔ ہم بھی یہاں چند واقعات اس مضمون کے متعلق پیش کرتے ہیں۔ امید ہے ناظرین کرام ان چیزوں کو ملاحظہ فرما کر ان دونوں حضرات کے درمیان اعتماد و اتحاد کا اندازہ لگا سکیں گے۔ یہ حالات روز روشن کی طرح اس امر کی تصدیق و تائید کرتے ہیں کہ ان اکابرین کے درمیان کسی قسم کا بغض و عناد و تضاد نہ تھا۔ ورنہ ایک دوسرے کو اپنا قائم مقام اور نائب مناب تجویز کرنا کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا۔ جہاں عداوت و دشمنی ہوتی ہے وہاں ایک دوسرے کو دیکھنا ہی گوارا نہیں ہوتا۔ کسی کلیدی منصب کا عطاء کرنا اور اپنا خلیفہ بنانا تو دور کی بات ہے۔ اب تاریخ سے

چند واقعاتِ نیابت ملاحظہ فرمادیں۔

(۱)

تاریخ ابن جریر طبری اور تاریخ ابن کثیر دونوں میں سن ہجری ۱۴ھ کے تحت مندرجہ ذیل واقعہ درج ہے :-

وَرَكِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي أَوَّلِ يَوْمٍ مِنْ مُحَرَّمٍ هٰذِهِ السَّنَةِ (سنہ ۱۴ھ) فِي الْجُيُوشِ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَنَزَلَ عَلٰى مَاءٍ يُقَالُ لَهُ صِرَارٌ فَعَسْكَرَ بِهِ عَازِمًا عَلٰى غَزْوِ الْعِرَاقِ بِنَفْسِهِ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَاسْتَصْحَبَ مَعَهُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَسَادَاتِ الصَّحَابَةِ ثُمَّ عَقَدَ مَجْلِسًا لِاسْتِشَارَةِ الصَّحَابَةِ فِيْمَا عَزَمَ عَلَيْهِ وَنُوْدِيَ إِنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ وَقَدْ أَرْسَلَ إِلٰى عَلِيٍّ فَقَدِمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ اسْتَشَارَهُمْ فَكُلُّهُمْ وَافَقَهُ عَلَى الذِّهَابِ إِلَى الْعِرَاقِ إِلَّا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الخ

حاصل یہ ہے کہ

۱۴ھ پہلی محرم کو حضرت عمرؓ مدینہ طیبہ سے باہر ایک پانی کے چشمہ پر (جس کو صرار کہتے تھے) تشریف لائے۔ یہ تمام لشکر لے کر بہ نفسِ نفیس غزوہ عراق کی طرف جانے کا عزم کیا اور مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام علی المرتضیٰؓ کو مقرر کیا اور حضرت عثمانؓ بن عفان اور دیگر صحابہ کرام کو ساتھ لیا۔ اس کے بعد ان تمام صحابہ کی ایک مجلس مشورہ اپنے ارادہ کے متعلق مشورہ لینے کے لیے قائم کی۔ نماز قائم کرنے کا اہتمام کرنے لگے اور حضرت علیؓ کو مدینہ طیبہ سے اس مجلسِ مشاورت کے لیے بلوا بھیجا۔ نماز کے بعد حضرت علیؓ کے آنے پر مشورہ ہوا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے بغیر سب حضرات نے عراق کی طرف حضرت عمرؓ کے خود تشریف لے جانے کو صحیح قرار دیا۔ ایک عبدالرحمٰن نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر بالفرض آپ کو گزند اور تکلیف

پہنچ گئی تو زمین کے تمام اطراف کے مسلمانوں میں ضعف اور کمزوری واقع ہونے کا اندیشہ ہے آپ اپنی جگہ کسی اور صاحب کو ارسال کر دیں اور خود مدینہ منورہ میں واپس چلیں۔ چنانچہ یہ مشورہ منظور ہو گیا۔ فاروق اعظم واپس تشریف لائے اور ان کی جگہ سعد بن مالک (یعنی سعد بن ابی وقاص) کو روانہ کیا۔

(۱) تاریخ ابن جریر طبری تحت سنۃ ۱۷ھ، ج ۴ ص ۸۳۔ طبع مصری قدیمی۔

(۲) البدایہ لابن کثیر تحت ۱۷ھ، ج ۷، ص ۳۵ طبع مصری۔

(۲)

دوسرا واقعہ ۱۵ھ میں فتح بیت المقدس کے موقعہ پر پیش آیا ہے۔ ابن کثیرؒ کی عبارت ملاحظہ فرمادیں:-

"ثُمَّ حَاصَرَ (ابوعبیدہ) بَیْتَ الْمُقَدَّسِ وَضَیَّقَ عَلَیْہِمْ حَتّٰی اَجَابُوْا اِلَی الصُّلْحِ بِشَرْطِ اَنْ یَّقْدِمَ اِلَیْہِمْ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضؓ فَکَتَبَ اِلَیْہِ اَبُوْعُبَیْدَۃَ بِذٰلِکَ فَاسْتَشَارَ عُمَرُ النَّاسَ فِیْ ذٰلِکَ فَاَشَارَ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ بِاَنْ لَّا یَرْکَبَ اِلَیْہِمْ لِیَکُوْنَ اَحْقَرَ لَہُمْ وَاَرْغَمَ لِاُنُوْفِہِمْ وَاَشَارَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ بِالْمَسِیْرِ اِلَیْہِمْ لِیَکُوْنَ اَخَفَّ وَطْاَۃً عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ حِصَارِہِمْ بَیْنَہُمْ فَہَوِیَ مَا قَالَ عَلِیٌّ وَلَمْ یَہْوَ مَا قَالَ عُثْمَانُ وَسَارَ بِالْجُیُوْشِ نَحْوَہُمْ وَاسْتَخْلَفَ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَسَارَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلٰی مُقَدَّمَتِہٖ"

(البدایہ لابن کثیر ج ۷، ص ۵۵ تحت سنۃ ۱۵ھ

یعنی ابوعبیدہؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کر کے ان کو تنگ کر دیا حتیٰ کہ وہ صلح کے لیے تیار ہو گئے اس شرط پر کہ خلیفۃ المسلمین عمرؓ خود ان کی طرف بیت المقدس

پہنچیں۔ یہ شرط ابو عبیدہ نے لکھ کر حضرت عمرؓ کو ارسال کر دی۔ حضرت عمرؓ نے اس معاملہ کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو حضرت عثمانؓ نے اپنی رائے یہ دی کہ آپ وہاں تشریف نہ لے جائیں (اس میں) ان کی حقارت ہوگی اور شرم سے ان کی ناک خاک آلودہ ہوگی اور حضرت علیؓ نے ان کی طرف چلے جانے کی رائے پیش کی تاکہ اس محاصرہ کی حالت میں آپ کا تشریف لے جانا مسلمانوں کے معاملہ کے ہلکا اور خفیف ہونے کا سبب بنے گا۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کی طرف میلان کیا اور حضرت عثمانؓ کے مشورہ کی طرف دھیان نہ دیا اور لشکر لے کر ان کی طرف چل دیئے اور مدینہ طیبہ پر حضرت علیؓ المرتضیٰ کو اپنا نائب مقرر و متعین فرمایا اور حضرت عباسؓ اس کارواں کے مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے چل رہے تھے۔"

ناظرین حضرات پر واضح ہو کہ واقعہ مذکورہ کو ابن جریر طبری نے بھی اپنی مشہور کتاب تاریخ الامم والملوک میں ۱۶ھ کے حالات میں باب ذکر فتح القدس کے تحت درج کیا ہے۔

عَنْ عَدِیِّ بْنِ سَهْلٍ قَالَ لَمَّا اسْتَمَدَّ اَهْلُ الشَّامِ عُمَرَ رضی علٰی اَهْلِ فَلَسْطِیْنَ اِسْتَخْلَفَ عَلِیًّا وَخَرَجَ مُمِدًّا لَّهُمْ الخ۔

(۳)

ایک اور واقعہ استخلاف طبری نے ۱۷ھ کے واقعات میں مقام ایلہ کی طرف خروج کے تحت لکھا ہے کہ:

.... خَرَجَ عُمَرُ وَخَلَفَ عَلِیًّا عَلَى الْمَدِیْنَةِ وَخَرَجَ مَعَهٗ بِالصَّحَابَةِ وَاَغَذُّوْا السَّیْرَ وَاتَّخَذَ اَیْلَةَ طَرِیْقًا حَتّٰی دَنَا مِنْهَا تَنَحّٰی عَنِ الطَّرِیْقِ الخ۔

(تاریخ طبری، ج ۴، ص ۲۰۳، ۱۷ھ)

حاصل یہ ہے کہ ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ سفر پر تشریف لے گئے اور

حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام اور نائب چھوڑا حضرت عمرؓ کے ساتھ اور بہت سے صحابہ کرام بھی نکلے ۔ اور تیزی سے ایلہ کے راستہ چلے جب ایلہ مقام کے قریب پہنچے تو راستہ کو چھوڑ کر چلنے لگے "۔

کنز العمال میں امام ابن سیرین سے ایک واقعہ منقول ہے جس میں حضرت علیؓ کو حضرت عمر کی طرف سے نجران کا حاکم اور والی بنا کر روانہ کیا گیا ۔

عَنْ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ کَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِلٰی اَھْلِ نَجْرَانَ اِنِّیْ قَدِ اسْتَوْصَیْتُ بِعَلِیٍّ بِمَنْ اَسْلَمَ مِنْکُمْ خَیْرًا وَاَمَرْتُہٗ اَنْ یُّعْطِیَہٗ نِصْفَ مَا عَمِلَ مِنَ الْاَرْضِ وَلَسْتُ اُرِیْدُ اِخْرَاجَکُمْ مِنْھَا مَا اَصْلَحْتُمْ وَرَضِیْتُ عَمَلَکُمْ "۔

(کنز العمال، بحوالہ دھب) طبع اول، ج ۲ ص ۳۱۳
طبع قدیم ۔ کتاب الجہاد من قسم الافعال، بحث الخراج)

یعنی ابن سیرین کہتے ہیں کہ امیر المومنین عمرؓ نے اہل نجران کی طرف تحریر کیا کہ میں علیؓ بن ابی طالب کو آپ لوگوں کی طرف خاص وصیت کر کے روانہ کرتا ہوں کہ جو شخص تم میں سے اسلام لائے اس کے ساتھ بہتر و خوشتر معاملہ کیا جائے اور ان کو میں حکم دیتا ہوں کہ زمین کی کاشت و کارکردگی کی صورت میں اس کی آمد کا نصف دیا کریں ۔ اور اس زمین سے میں تمہارے اخراج کا ارادہ نہیں رکھتا جب تک کہ تم معاملہ کو درست رکھو اور تمہاری کارکردگی پسندیدہ رہے "۔

—— مندرجہ روایات اور واقعات بتلا رہے ہیں کہ :۔

۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین عمرؓ کے ساتھ انتظامی معاملات ،

اور اہم مشوروں میں شامل رہتے تھے۔

(۲)۔ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے حق میں خیر خواہی کے کلمات کہتے اور مُصلحانہ و مشفقانہ رائے پیش کرتے تھے۔

(۳)۔ حضرت عمر فاروق ثانیؓ نے حضرت علیؓ کو متعدد مواقع میں اپنا قائم مقام اور اپنا نائب مناب بنایا ہے اور بعض قبائل و علاقوں کی طرف حاکم اور والی بنا کر بھی روانہ کیا ہے۔

یہ تمام چیزیں ان ہر دو اکابر کے درمیان حُسنِ سلوک باہمی اخلاص اور مودّت کی شہادت دے رہی ہیں۔

رفاقت کے چند واقعات

قبل ازیں فصل ہذا میں باہمی مشورہ جات کا بیان ہُوا ہے۔ پھر اس کے بعد نیابت اور قائم مقامی کا ذکر ہُوا ہے۔ اب اسلامی روایات سے چند مزید واقعات نقل کیے جاتے ہیں جن میں ان دونوں حضرات سیّدنا عمر فاروقؓ و سیّدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان بے تکلّفی اور رفاقت و صداقت ثابت ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے معاملات کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ یہ چیزیں ان کے باہمی حُسنِ سلوک، خوش عقیدگی اور فرطِ محبّت پر دلالت کرتی ہیں۔

بے تکلّفی کا واقعہ

ذہبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ قیس بن عُبادہ مدینہ میں حصُولِ علم و اخلاق کے لیے پہنچے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ دو چادروں میں ملبُوس ہے۔ سر پر زلفیں ہیں۔ حضرت عمرؓ کے دوشِ مبارک پر ہاتھ رکھے ہوتے ہے۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انھوں نے بتلایا کہ علی بن ابی طالب ہیں! عبارت ذیل

میں یہ واقعہ مذکور ہے :-

"۔۔۔ عَنْ قَیْسِ بْنِ عُبَادَۃَ قَالَ دَخَلْتُ الْمَدِیْنَۃَ اَلْتَمِسُ الْعِلْمَ وَالشَّرَفَ فَرَأَیْتُ رَجُلاً عَلَیْہِ بُرْدَانِ لَہٗ ضَفِیْرَتَانِ وَاضِعًا یَدَہٗ عَلٰی عَاتِقِ عُمَرَ فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا؟ فَقَالُوْا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ"

(تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ، ج ا ص ۱۲- ذکر علی بن ابی طالب۔ طبع حیدر آباد دکن)

"منورِ مساجد پر حضرت علیؓ کا دُعا دینا

علماء نے لکھا ہے کہ سن چودہ[۱۴] ہجری میں حضرت سیدنا امیر عمرؓ نے رمضان شریف میں تراویح کو ایک جماعت کے ساتھ پڑھنا تجویز کیا تھا، جیسا کہ تاریخ خلیفہ ابن خیاط نے ۱۴ھ کے تحت درج کیا ہے :-

" وَفِیْھَا (۱۴ھ) اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِاجْتِمَاعِ النَّاسِ فِی الْقِیَامِ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ "

(۱) تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ا ص ۹۸-

(۲) تتمۃ المنتہٰی، شیخ عباس قمی شیعی ص تحت ذکر خلافت عمرؓ بن الخطاب، طبع تہران-

حضرت فاروق اعظمؓ کے انتقال کے بعد حضرت سیدنا عثمانؓ بن عفان کے دورِ خلافت میں ایک دفعہ حضرت علیؓ عشا کے وقت مسجد پہنچے، دیکھا کہ روشنی کا انتظام ہے، و لوگ مجتمع ہو کر تراویح میں مشغول ہیں) قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہے۔ اس عجیب منظر کو دیکھ کر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا کہ :

" نَوَّرَ اللّٰہُ عَلٰی عُمَرَ قَبْرَہٗ کَمَا نَوَّرَ عَلَیْنَا مَسَاجِدَنَا "

یعنی اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر کو روشن و منور فرمائے جس طرح انہوں نے ہماری

مساجد کو (قرآن کی رونق سے) روشن فرما دیا۔"

(۱) کتاب قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر، للشیخ ابی عبداللہ محمد بن نصر المروزی، ص ۱۵۶۔

(۲) سیرت عمر بن الخطاب ص ۵۵ - ۵۶ لابن الجوزی طبع مصر

(۳) ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ لمحب الطبری جلد اول ص ۲

(۴) تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۹۷ بحوالہ ابن عساکر طبع مجتبائی دہلی (فصل اولیات عمرؓ)

(۵) کنز العمال، ج ۶، ص ۳۳۴ بحوالہ ابن عساکر و رواہ خط فی امالیہ روایت ۵۴۲۱، کتاب الفضائل (فضائل عمر فاروقؓ)

(۶) کنز العمال، ج ۴ بحوالہ ابن شاہین، ص ۲۸۴ طبع اول قدیم

(۷) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی، ج ۱۲ ص ۹۸، طبع قدیم ایرانی۔ (و طبع بیروتی، ج ۳، ص ۲۶۶۔ ...... فاروقی طعن عاشر کے تحت)

——— ناظرین تمکین کو معلوم ہونا چاہیے کہ تراویح کی جماعت باقاعدگی سے ۱۴ھ سے شروع ہوئی ہے۔ پھر تمام اہلِ دین اور اہلِ اسلام نے اس کو ہمیشہ ہر سال جاری رکھا ہے۔ فاروقی اور عثمانی خلافت میں بھی یہ جماعت جاری رہی اور حضرت علیؓ کی خلافت میں بھی تراویح کی یہ جماعت جاری رہی ہے اور حضرت علیؓ نے اس چیز کو پسند فرما کر جاری رکھا ہے، بند نہیں فرمایا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جو دین کا کام دوامًا جاری فرمایا تھا وہ دین تھا بدعت نہیں تھا، وہ درست و صحیح تھا غلط نہیں تھا، تب ہی تو حضرت علیؓ شیرِ خدا نے اس کو پسند فرمایا۔ اس کو دیکھ کر خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت عمرؓ کے حق میں دعا کی۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ دین کے

ان دونوں نے کہا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شخص اُویس نامی کے چند اوصاف بیان کیے تھے وہ آپ میں معلوم ہوتے ہیں ...... ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ وہی اویس ہیں آپ ہمارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کیجیے ۔ یغفر الله لك ..... پھر اُویس نے کہا کہ آپ دونوں صاحبان کون ہیں ؟

قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَّا هٰذَا فَعُمَرُ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَمَّا اَنَا فَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَاسْتَوٰی اُوَیْسٌ قَائِمًا وَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَاَنْتَ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَجَزَاكُمَا اللّٰهُ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَیْرًا "

"یعنی حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ امیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب ہیں اور میں علی بن ابی طالب ہوں ۔ پس یہ سن کر اُویس اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اَے امیر المؤمنین آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں ۔ اَے علیؓ آپ پر بھی سلام ہو تم دونوں کو اس اُمّت کی جانب سے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے "

(حلیۃ الاولیاء ابی نعیم اصفہانی ؛ تذکرہ اُویس قرنی ج ۲ ، ص ۸۱ - ۸۲ - طبع مصر) -

اختتام فصل ثالث

فصل ہٰذا میں مندرجہ ذیل اشیاء مذکور ہوئی ہیں ۔ ایک تو حضرت عمرؓ اور علیؓ کے درمیان انتظامی معاملات میں مشاورت ۔ دوسری حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ المرتضیٰ کو متعدد دفعہ اپنا نائب مناب اور قائم مقام متعین فرمانا ۔ تیسرا ایسے واقعات درج ہوتے ہیں جن میں ان کی رفاقت اور حُسنِ سلوک پایا جاتا ہے ۔ ان چیزوں میں غور و فکر کرنے کے بعد ایک منصف مزاج

غیر جانبدار ذہن کا آدمی یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ ان دونوں بزرگوں کے باہمی تعلقات بہترین تھے۔
ان دونوں اکابر کے مابین پورا پورا اعتماد و اعتقاد تھا۔ ایک دوسرے کے حق میں اخلاص و نیک نیتی رکھتے تھے۔ محبت و مودت کے ساتھ ان کے درمیان معاملات جاری تھے۔ بالفرض اگر ان کے تعلقات کا یہ نقشہ نہیں ہے بلکہ دوسرا ہے یعنی ان کے درمیان دشمنی ہے مخالفت ہے عداوت ہے بغاوت ہے، سوءِ ظنی ہے، بدگمانی ہے (جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے) تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل قرآنِ مجید کے موافق کیسے رہ سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا فرمان ہے کہ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (سورہ مائدہ۔ رکوع اوّل) یعنی نیکی اور تقویٰ کی بات میں باہم تعاون کرو اور گناہ و زیادتی کی بات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

حضرات! کلامِ خداوندی سراسر سچ ہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ قرآن مجید کے عامل اور خدا کے فرماں بردار ہیں تو ان کا کردار اور عملی زندگی مالک کریم کے فرمان کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے؟

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی جس قدر کارکردگی اور کارگزاری فاروق اعظمؓ کے ساتھ معاملات و واقعات کی شکل میں ہم پیش کر رہے ہیں وہ سب صحیح اور درست ہے نیز قرآنِ کریم پر عمل درآمد کا پورا پورا نمونہ ہے۔ حضرت علیؓ جیسے حاملِ قرآن تھے ویسے ہی عاملِ قرآن تھے۔ دورُخی پالیسی ان میں نہ تھی۔ (وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ)

فصل رابع

باب دوم کا آخری فصل چہارم شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں سیدنا فاروقِ اعظمؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے وہ روابط ذکر کیے جائیں گے جن میں ایک دوسرے کے "مالی حقوق" کی رعایت کرنا اور حضرت علیؓ کا "اموالِ غنائم" سے حصہ وصول کرنا اور "عطیات" کا حاصل کرنا وغیرہ پایا جاتا ہے۔

ان واقعات کے ملاحظہ کرنے کے بعد ان ہر دو حضرات کے حُسنِ تعلقات اور باہمی حقوق کے ادا کرنے کا مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔

(ا)

یہاں پہلے یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام کے رشتہ داروں اور اہلِ بیتِ نبوت کی عزت و احترام اور ان کے حقوق کا لحاظ فاروقِ اعظمؓ کے دل میں اس قدر تھا کہ جب فاروقی خلافت میں فتوحاتِ کثیرہ مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہیں تو سیدنا فاروقؓ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا کہ مفتوحہ اموال کو مسلمانوں میں کس طرح تقسیم کیا جائے؟ بعض حضرات نے یہ رائے دی کہ جو مال جس سن و سال میں دستیاب ہو اس مال کو اسی سال میں تقسیم کر کے ختم کر دیا جائے۔ بعض احباب نے کچھ دوسرا مشورہ دیا۔ پھر ولید بن ہشام بن مغیرہ نے یہ ذکر کیا کہ ملکِ شام کی سلطنت میں یہ طریقہ رائج ہے کہ حکومت نے جن لوگوں کے حق میں مشاہرے اور وظائف جاری کرنے منظور کیے ہوں ان کے لیے ایک مستقل دفتر مرتب کرتے ہیں۔ اس دفتر میں سب قابلِ وظیفہ افراد و اشخاص کے اسماء مدوّن کیے جاتے ہیں۔ پھر ان میں سے اگر ضرورت پیش آئے تو لشکر و فوج کے لیے بعض افراد کا تعیّن و تقرر آسانی سے ہو سکتا ہے۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دفتر کی تجویز کو پسند کرتے ہوئے حکم دیا کہ قابلِ وظیفہ لوگوں کے اسماء کو حسبِ مراتب ترتیب دے کر درج کریں یعنی جن لوگوں کی اسلام میں زیادہ خدمات ہوں ان کو پہلے رکھیں اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قرابت داروں اور رشتہ داروں کو اس مسئلہ میں سب سے مقدم رکھیں۔ اپنی تفاصیل کے ساتھ یہ واقعہ مندرجۂ ذیل حوالہ جات میں مذکور ہے۔

یہاں طبقات ابن سعد، جلد ثالث، قسم اوّل، تذکرہ حضرت عمرؓ، ص ۲۱۲-۲۱۳، طبع اوّل لیدن۔ اور طبری سے یہ مضمون پیشِ خدمت ہے۔

"إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اِسْتَشَارَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ تَدْوِيْنِ الدِّيْوَانِ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ تَقْسِمُ كُلَّ سَنَةٍ مَا اجْتَمَعَ إِلَيْكَ مِنْ مَالٍ وَلَا تُمْسِكُ مِنْهُ شَيْئًا وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَرٰى مَالًا كَثِيْرًا يَسَعُ النَّاسَ وَإِنْ لَمْ يُحْصَوْا حَتّٰى تَعْرِفَ مَنْ أَخَذَ مِمَّنْ لَمْ يَأْخُذْ خَشِيْتُ أَنْ يَنْتَشِرَ الْأَمْرُ فَقَالَ لَهُ الْوَلِيْدُ بْنُ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ جِئْتُ الشَّامَ فَرَأَيْتُ مُلُوْكَهَا قَدْ دَوَّنُوْا دِيْوَانًا وَجَنَّدُوْا جُنُوْدًا فَدَوِّنْ دِيْوَانًا وَجَنِّدْ جُنُوْدًا فَأَخَذَ بِقَوْلِهٖ فَدَعَا عَقِيْلَ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ وَمَخْرَمَةَ بْنَ نَوْفَلٍ وَجُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ وَكَانُوْا مِنْ نُسَّابِ قُرَيْشٍ فَقَالَ اكْتُبُوا النَّاسَ عَلٰى مَنَازِلِهِمْ ۔ ۔ ۔ ۔ لٰكِنِ ابْدَءُوْا بِقَرَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ حَتّٰى تَضَعُوْا عُمَرَ حَيْثُ وَضَعَهُ اللّٰهُ"

(۱) طبقات ابن سعد ص ۲۱۲-۲۱۳، جلد ثالث قسم اوّل باب عمرؓ۔ طبع اوّل قدیم۔

(۲) تاریخ ابن جریر طبری جلد پنجم ص ۲۲-۲۳ تحت سنہ ۲۳ھ بحث تدوین الدواوین۔

(۳) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام ۲۲۴ھ باب فرض الاعطیۃ من الفیٔ۔

(۴) کنز العمال، ج ۲، ص ۳۱۶ - روایت ۶۵۰۷ -

(۵) السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۶، ص ۳۶۴ -

خلاصہ یہ ہے کہ:

"اجرائے وظائف کی تدوین کے سلسلہ میں حضرت فاروقِ اعظمؓ نے اکابرینِ اہلِ اسلام سے مشورہ کیا۔ علی المرتضیٰؓ کی رائے یہ تھی کہ جس سال میں جو مال درآمد ہو اس کو اسی سال کے اندر تقسیم کر کے ختم کر دیا جائے۔ اور حضرت عثمان غنیؓ نے یہ کہا کہ مالِ مفتوحہ بے شمار ہے۔ لوگوں کی تعداد شمار نہ بھی کی جائے تو بھی ان پر پورا ہو جائے گا جس کو حصہ نہ مل سکا وہ بھی معلوم ہو جائے گا، بات کو پھیلایا نہ جائے۔ اور ولید بن ہشام بن مغیرہ نے یہ کہا کہ شام کی سلطنت کا یہ قاعدہ ہے کہ انہوں نے وظیفہ خواروں کے لیے رجسٹر قائم کیے ہوئے ہیں اور فوجی لوگوں کے لیے بھی دفتر قائم ہوتے ہیں (جن میں سے عند الضرورت ان کی تعداد آسانی سے دریافت ہو سکتی ہے)۔ پس حضرت عمر فاروقؓ نے ولید مذکور کی تجویز کو پسند کیا اور قبائل قریش کے انساب کے ماہرین عقیلؓ بن ابی طالب۔ مخرمہؓ بن نوفل، جبیرؓ بن مطعم کو بلا کر حکم دیا کہ قریشی قبائل کے تفصیل وار نام حسبِ مراتب رجسٹر میں درج کرائیں۔

(بعض روایات میں ہے کہ اندراجِ اسماء کے وقت عبد الرحمٰنؓ بن عوف وغیرہ نے کہا کہ پہلے آپ کا نام آپ کے قبیلہ کا نام درج ہونا چاہیے) تو اس وقت حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نہیں بلکہ سب سے پہلے سرورِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کے نام درج کریں۔ اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ پر عمل کریں

یعنی پہلے قریب ترین پھر اس کے بعد تھوڑے قریب، اس طرح درجہ بدرجہ تحریر کریں اور عمرؓ بن الخطاب کو اندراج ہذا میں وہاں جگہ دیں جہاں اس کو اللہ نے جگہ دے رکھی ہے۔"

——نیز طبقات ابن سعد اور کتاب الخراج لامام ابی یوسف میں مذکور ہے کہ:-

" وَفَرَضَ لِأَبْنَاءِ الْبَدْرِيِّينَ أَلْفَيْنِ أَلْفَيْنِ إِلَّا حَسَنًا وَحُسَيْنًا فَإِنَّهُ أَلْحَقَهُمَا بِفَرِيضَةِ أَبِيهِمَا لِقَرَابَتِهِمَا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَمْسَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَفَرَضَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَمْسَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ لِقَرَابَتِهِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" وفی روایۃٍ فَفَرَضَ لِلْعَبَّاسِ ثم لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ .... وَفَرَضَ لِنِسَاءِ الْمُهَاجِرَاتِ فَفَرَضَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سِتَّةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَلِأَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ أَلْفَ دِرْهَمٍ الخ۔

(۱) طبقات ابن سعد، ص ۲۱۳-۲۱۴، جلد ثالث، قسم اول، باب تذکرہ عمرؓ

(۲) کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ تحت فصل کیف کان فرض عمرؓ لاصحاب الرسول صلعم تحت عنوان توزیع المال علی الصحابۃ۔ ص ۴۳-۴۴۔ طبع مصری۔

(۳) فتوح البلدان لاحمد بن یحیٰی بن جابر بغدادی الشہیر بلاذری ص ۴۵۴-۴۵۵۔ باب ذکر العطاء فی خلافۃ عمرؓ بن الخطاب طبع مصری۔

(۴) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام ص ۲۲۴ و ۲۲۶۔ باب فرض الاعطیۃ۔

ماحصل یہ ہے کہ:

"بدری صحابہؓ کے لیے پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ حضرت عمرؓ نے مقرر فرمایا تھا اور بدری حضرات کے فرزندوں کے لیے دُو دُو ہزار درہم مقرر کیا مگر سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ کے لیے ان کے والد شریف کے وظیفہ کے موافق پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ متعین فرماتے۔ اس لیے کہ یہ عزیزان نبی کریم صلعم ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ اسی طرح حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا وظیفہ بھی پانچ ہزار درہم سالانہ متعین فرمایا اس لیے کہ نبی کریم صلعم کے چچا شریف ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ پہلے حضرت عباسؓ کے لیے وظیفہ مقرر کیا۔ پھر حضرت علیؓ کے لیے پانچ ہزار درہم مقرر کیا۔

...... دیگر مہاجر عورتوں کے لیے وظیفہ مقرر کیا تو سرور دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمہ شریفہ (پھوپھی صاحبہ) صفیہؓ بنت عبدالمطلب کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ متعین فرمایا۔ اور اسماء بنت عُمَیسؓ کے لیے (جو اس وقت حضرت علی المرتضیٰ کی بیوی تھی) ایک ہزار درہم مقرر فرمایا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ یہ تمام وظائف بیت المال سے حضرت عمرؓ کی طرف سے جاری تھے، اور ہاشمی حضرات ان کو وصول کرتے تھے۔

اہلِ علم کی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید شیعی معتزلی نے بھی اپنی شرح میں تقررِ وظائف کے واقعات کو مختلف اخباری و مؤرخ لوگوں سے نقل کر کے بعبارتِ ذیل درج کیا ہے۔ گویا یہ واقعات فرضی قصے نہیں ہیں بلکہ اسلامی تاریخ کے مسلّمہ حالات ہیں۔

—— ..... فَاَخَذَ بِقَوْلِ وَلِيْدِ بْنِ هِشَامٍ فَدَعَا عَقِيْلَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَمَخْرَمَةَ بْنَ نَوْفَلٍ وَجُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ وَكَانُوْا نُسَّابَ قُرَيْشٍ وَقَالَ اكْتُبُوْا

النَّاسَ عَلٰی مَنَازِلِهِمْ فَلْيَتُبُوا فَبَدَأُوا بِبَنِيْ هَاشِمٍ ثُمَّ اتَّبَعُوهُمْ اَبَا بَكْرٍ وَّ قَوْمَهٗ ثُمَّ عُمَرُ وَقَوْمَهٗ عَلٰی تَرْتِيْبِ الْخِلَافَةِ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيْهِ قَالَ وَدِدْتُ اِنَّهٗ كَانَ هٰكَذَا وَلٰكِنْ اَرٰی بِقَرَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ حَتّٰی تَضَعُوا عُمَرَ حَيْثُ وَضَعَهُ اللّٰهُ۔

(شرح نہج حدیدی، ج ۳، ص ۱۷۶۔ طبع بیروت تحت تمن للّٰہ بلاد فلان فقد قوم الاود الخ)

اس سے قبل ایک جگہ لکھا ہے کہ:

قَالَ لَا بَلْ اَبْدَأُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَبِاَهْلِهٖ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ فَبَدَأَ بِبَنِيْ هَاشِمٍ ثُمَّ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ بَعَبْدِ شَمْسٍ وَنَوْفَلٍ ثُمَّ بِسَائِرِ بُطُوْنِ قُرَيْشٍ الخ۔

(شرح نہج البلاغہ حدیدی، ج ۳ ص ۱۶۶، تحت تمن للّٰہ بلاد فلان فقد قوم الاود وداوی العمد الخ۔ طبع بیروت)

ناظرین نے مندرجات بالا ملاحظہ فرمالیے۔ یاد رہے کہ یہ وظائف وعطایا محرم ۲۰ھ میں باقاعدگی کے ساتھ جاری کیے گئے تھے۔ ان واقعات کے پیش نظر یہ بات واضح ہوتی کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کے نزدیک حضور علیہ السلام اور ان کی اولاد شریف اور رشتہ داروں کی کیا کچھ عظمت تھی؟ ان کے ساتھ کس قدر عقیدت و محبت تھی؟ حضرت فاروق اعظمؓ نے تدوین عطایا اور تعیین وظائف کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ کو اور حضور کے اہل بیت و اولاد کو سب سے مقدم و پیش پیش رکھا ہے اور اپنی ذات کو تمام قبیلہ بنی ہاشم سے حکماً مؤخر کرتے ہوئے فرمایا کہ تَضَعُوا عُمَرَ حَيْثُ وَضَعَهُ اللّٰهُ، یعنی اس اندراج و شمار میں عمرؓ کو بعد میں رکھیں — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ بنی ہاشم کو مقدم رکھیں۔

۔۔۔ ناظرینِ حضرات! جہاں اِس جملہ میں عمر فاروق رضؓ نے اپنی کسرِ نفسی و فروتنی کا اظہار کیا ہے وہاں بنی ہاشم کی قدر دانی اور عزت افزائی کی بہترین مثال قائم کی ہے۔

جو خلیفہ صرف اندراجِ رجسٹر میں تحریراً ان حضرات کی تاخیر گوارا نہیں کر سکتا وہ تقسیم اموال میں ان کے حقوق کا ضیاع کیسے کر سکتا ہے؟ یا ان کے منافع و آمدنی کو کیسے بند کر سکتا ہے، یا کسی طریقہ سے تعویق میں کیسے ڈال سکتا ہے؟

انصاف یہ ہے کہ یہ سب کچھ باہمی مودّتِ خالص اور حبِ صادق کے آثار و نشاناتِ واضحہ ہیں جو حضرتِ فاروقؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور آپ کے خاندان کے ساتھ تھی۔

اسی تقسیم اموال کے موقعہ پر حضرت فاروقِ اعظمؓ نے ایک اور جملہ بھی فرمایا تھا جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس کو ناظرین غور و فکر سے ملاحظہ فرمادیں اور فاروقِ اعظمؓ کی عقیدت مندی کی داد دیں۔ فرماتے ہیں کہ

وَاللّٰهِ مَا اَدْرَكْنَا الْفَضْلَ فِي الدُّنْيَا وَلَا مَا نَرْجُوْ مِنَ الْاٰخِرَةِ مِنْ ثَوَابِ اللّٰهِ عَلٰى مَا عَمِلْنَا اِلَّا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ شَرَفُنَا وَقَوْمُهُ اَشْرَفُ الْعَرَبِ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ الخ[۱]

یعنی اللہ کی قسم جو کچھ بھی ہمیں فضیلت دنیا میں حاصل ہوئی اور جس قدر بھی ثوابِ اعمال کی ہمیں آخرت میں ملنے کی امید ہے یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و ذریعہ سے نصیب ہوا۔ آپؐ ہمارے لیے سراسر شرافت و عزت ہیں اور آپؐ کی قوم تمام قبائلِ عرب سے ارفع و اعلیٰ ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم)۔

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۲۱۲ - ق اوّل - طبع لیدن -
تذکرہ وحالات حضرت عمر بن الخطابؓ)

(۲) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵ ص ۲۳ تذکرہ عمرؓ - تدوین الدواوین ،

(۳) فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۵۵۔ باب ذکر العطاء فی خلافۃ عمرؓ بن الخطاب۔

(۲)

دوسری یہ چیز یہاں پیش کی جاتی ہے کہ شرعی اصول کے پیش نظر سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا جو حصہ غنائم سے ادا کیا جاتا ہے اس کا نام سہم ذوی القربیٰ ہے اور اس کو خمس الخمس سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اموالِ غنائم سے خمس کو خلیفۂ اول صدیق اکبرؓ بھی ادا کرتے تھے اور خلیفۂ ثانی فاروق اعظمؓ بھی یہ حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا میں اور بنی ہاشم میں تقسیم کرتے تھے اور اس تقسیم خمس کے متولی خود حضرت علی المرتضیٰ ہوتے تھے اس مقصد کے اثبات کی خاطر مندرجہ ذیل روایات کافی وافی ہیں۔ یہ حضرت علیؓ کے اپنے فرمودات ہیں جو محدثین نے اپنے اپنے اسانید کے ساتھ روایت کیے ہیں کسی دوسرے شخص کا قول نہیں

(۱)

کتاب الخراج میں امام ابو یوسفؒ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

... قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُولُ قُلْتُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ) اِنْ رَاَیْتَ اَنْ تُوَلِّیَنِیْ حَقَّنَا مِنَ الْخُمُسِ فَاَقْسِمُہٗ فِیْ حَیَاتِکَ کَیْ لَا یُنَازِعَنَاہُ اَحَدٌ بَعْدَکَ فَافْعَلْ قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَوَلَّانِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَسَمْتُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ ثُمَّ وَلَّانِیْہِ اَبُوْبَکْرٍ فَقَسَمْتُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ ثُمَّ وَلَّانِیْہِ عُمَرُ فَقَسَمْتُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ حَتّٰی اِذَا کَانَ اٰخِرُ سَنَۃٍ مِنْ سِنِیْ عُمَرَ فَاَتَاہُ مَالٌ کَثِیْرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَیَّ فَقَالَ خُذْہُ فَاَقْسِمْہُ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِنَا عَنْہُ الْعَامَ غِنًی وَبِالْمُسْلِمِیْنَ حَاجَۃٌ فَرُدَّہٗ عَلَیْہِمْ الخ

(۱) کتاب الخراج لابی یوسفؒ، ص ۲۰، باب فی قسمۃ الغنائم۔ طبع مصری۔

(۲) ــ اور ابو داؤد سجستانی اپنے سُنن میں کتاب الخراج بیان مواضع قسم الخمس میں حضرت علیؓ سے اس مضمون کی مفصّل روایت لاتے ہیں۔ عبارت یہ ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:۔

"..... اِجْتَمَعْتُ اَنَا وَالْعَبَّاسُ وَفَاطِمَۃُ وَزَیْدُ بْنُ حَارِثَۃَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ رَاَیْتَ اَنْ تُوَلِّیَنِیْ حَقَّنَا مِنْ ھٰذَا الْخُمُسِ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَاَقْسِمُہٗ حَیَاتَکَ کَیْ لَا یُنَازِعَنِیْ اَحَدٌ بَعْدَکَ فَافْعَلْ قَالَ فَفَعَلَ ذَالِکَ قَالَ فَقَسَمْتُہٗ حَیَاۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَلَّانِیْہِ اَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی اِذَا کَانَتْ آخِرُ سَنَۃٍ مِنْ سِنِیْ عُمَرَ فَاِنَّہٗ اَتَاہُ مَالٌ کَثِیْرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَیَّ فَقُلْتُ بِنَا عَنْہُ الْعَامَ غِنًی وَبِالْمُسْلِمِیْنَ اِلَیْہِ حَاجَۃٌ فَارْدُدْہُ عَلَیْھِمْ فَرَدَّہٗ عَلَیْھِمْ الخ"

(۲) سنن ابی داؤد، ج ۲ ص ۶۱ طبع مجتبائی دہلی۔ باب بیان مواضع قسم الخمس (کتاب الخراج)

(۳) ۔ امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں بہ الفاظِ ذیل یہ روایت درج کی ہے:

"عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُوَلِّیَنِیَ الْخُمُسَ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ اَبُوْبَکْرٍ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ عُمَرُ"

(تاریخ کبیر، ق ۱، ج ۱، ص ۳۸۱)۔

(۴) حضرت علیؓ کی یہ روایت امام احمد نے بھی اپنی سند کے ساتھ مُسند احمد، ج ۱، ص ۸۴ مسندات علیؓ میں ذکر کی ہے۔

(۵) اِسی طرح فاضل بیہقیؒ نے یہ روایت السنن الکبریٰ، جلد ۶ ص ۳۴۳۔ باب سہم ذوی القربیٰ من الخمس میں اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔

(۶) ــ اور مُسند ابی یعلیٰ میں محدّث ابی یعلیٰ نے حضرت علیؓ کا یہ فرمان باسند نقل کیا ہے

ملاحظہ ہو: مُسندِ ابی یعلیٰ، ص ۳۴ قلمی تحت مُسنداتِ علی (پیر جھنڈا شریف سندھ)

(۷) - اور یہی حضرت علیؓ کی روایت فاضل متقی ہندی نے مصنف ابن ابی شَیبَہ کے حوالہ سے کنز العُمّال، ج ۲، ص ۳۰۵، روایت ۶۳۸۰ میں درج کی ہے۔

——— حوالہ جات مندرجہ کو مُحدّثین نے اپنے اپنے الفاظ میں نقل فرمایا ہے اور تمام باسند روایات ہیں۔ تطویل سے اجتناب کرتے ہوئے تمام کی عبارت درج نہیں کی۔ اب مذکورہ روایات کا خلاصہ عوام دوستوں کے لیے پیش کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرما دیں:-

——— ....یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے عباسؓ بن عبد المطلب اور فاطمۃ الزہراؓ اور زید بن حارثہ کی موجودگی میں سردارِ دو عالم نبیِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارا جو حصّہ اس خمس میں ہے اس کی تقسیم کا فریضہ جناب کی حیاتِ طیبہ میں اگر میرے سپرد فرما دیا جائے تو مناسب ہوگا تاکہ جناب کے بعد کوئی صاحب ہمارے ساتھ اس معاملہ میں تنازع نہ کر سکے (حضرت علیؓ کی اِس گذارش پر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کام کا متولّی بنا دیا (علیؓ فرماتے ہیں) کہ نبوی دَور میں مَیں اس خُمس کو (بنی ہاشم میں) تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابوبکرؓ نے مجھے تقسیمِ خمس کے کام کا متولّی بنا دیا تو صدیقی دَور میں بھی (بنی ہاشم میں) تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھے عمرؓ بن الخطاب نے خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو عہدِ فاروقی میں بھی میں ان میں تقسیم کرتا رہا۔ جب عہدِ فاروقی کے آخری سال ہوئے تو عمرؓ بن الخطاب کے پاس بہت سا مالِ غنیمت پہنچا تو اس نے خمس سے ہم لوگوں کا حصّہ الگ کیا۔ میری طرف آدمی ارسال کر کے فرمان دیا کہ آپ اس مال کو اپنی تحویل میں لے کر (حسبِ دستورِ سابق) تقسیم کر دیں۔ مَیں نے جواب

میں کہا کہ اے امیر المومنین! ہم لوگوں (یعنی بنی ہاشم) کی معاشی حالت اب بہتر ہے، دیگر مسلمان زیادہ محتاج اور ضرورتمند ہیں تب عمر بن الخطابؓ نے وہ مال (محتاجوں کے لیے) بیت المال میں داخل کر دیا۔"

مندرجہ روایات کے فوائد

(۱) - حضرت علی المرتضیٰؓ کے ان فرمودات سے ثابت ہوا کہ صدیقی اور فاروقی دونوں ادوار میں بنی ہاشم کا مالی حق یعنی خمس وغیرہ ان کو باقاعدہ ملتا تھا اور حضور علیہ السلام کے تمام رشتہ داروں کے مالی حقوق حضرت علیؓ کے ہاتھوں پورے کیے جاتے تھے تاکہ حقداروں کو اپنا اپنا حق صحیح طریقہ سے پہنچ سکے۔ اور اس میں کوئی کمی اور قصور رہ جانے کا شائبہ نہ رہے۔ دوسرے لفظوں میں ان حضرات کا حق نہ کسی نے غصب کیا نہ کسی نے سلب کیا، نہ کسی نے ضائع کیا بلکہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ ان سب کے حقوق ادا کرتے رہے۔

(۲) - دوسرا امر یہ معلوم ہوا کہ خمس تقسیم کرنے میں خمس حاصل کرنے والوں کے فقر و احتیاج کا خاص لحاظ رکھا جاتا تھا جیسا کہ حضرت علیؓ کے قول سے یہ چیز ثابت ہو رہی ہے اور فقہاء کرام نے اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کے اس فرمان کو ہی مستدل قرار دیا ہے۔

(۳) - تیسرا یہ امر واضح ہوا کہ جس طرح حضرت عمرؓ نے ہاشمی حضرات کی قدردانی کرتے ہوئے ان کے مالی حقوق کی ادائیگی کی ہے اسی طرح اس واقعہ سے حضرت علیؓ کا جذبۂ خیر خواہی اور شانِ مواساۃ بھی نمایاں طریقہ سے ثابت ہوتی ہے کہ دیگر محتاج مسلمانوں کے فقر و فاقہ کے پیش نظر اپنے لیے منافع و محاصل کو ترک کر دیا۔ گو بالبعض اوقات آسودہ حالی کی صورت میں اگر غنائم وغیرہ سے اپنے حصص حاصل نہیں کیے تو یہ ان کے تقویٰ اور زہد پر محمول ہے اور اگر یہ حقوق انہوں نے اکثر اوقات

وصول کیے ہیں جیسا کہ فریقین کی کتابیں شہادت دے رہی ہیں تو یہ ان کی ضرورت پر محمول ہے۔

(۴) چوتھا امر یہ ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان کسی قسم کی منافست وخصومت ہرگز نہ تھی، نہ بغض وعداوت تھی نہ نفرت وبغاوت تھی، بلکہ یہ بزرگ ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کرنے والے تھے۔ ہر مرحلہ وہر مقام پر باہمی الفت ومحبت رکھنے والے تھے اور باہم متفق العمل اور متحد الامر تھے۔

اسی بنا پر اکابر علماء نے امام محمد باقر سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے مسئلہ خمس کے متعلق اپنے دورِ خلافت میں وہی روش اختیار کی اور وہی طریقہ پسند فرمایا جو حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے اختیار کیا ہوا تھا۔

(۱) عن ابی جعفر قال سلک علی بالخمس طریقہما"

(المصنف عبدالرزاق، جلد۵، ص۲۳۷، باب ذکر الخمس وسہم ذی القربیٰ)

(۲) . . . . قَالَ سَلَكَ بِهٖ وَاللّٰهِ سَبِيْلَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ"

(طحاوی شریف، ج ۲ ص ۱۳۵، باب سہم ذوی القربیٰ)

مضمون ہٰذا کی شیعہ کتب سے تائید

شیعہ مجتہدین نے ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے اصل مسئلہ کی تصدیق ہوتی ہے یعنی حضرت ابوبکر الصدیق اور حضرت عمر فاروقؓ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قریبی رشتہ داروں کے مالی حقوق ادا کرتے تھے۔

(۱) ملا باقر مجلسی نے "حق الیقین" باب مطاعن ابی بکر میں حدید شیعی کے ذریعہ علامہ جوہری (ابوبکرؒ شیعی) کی روایت نقل کی ہے جو اس کی کتاب "السقیفہ" میں باسند مذکور ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ و دیگر ذوی القربیٰ نے ابوبکرؓ سے خمس کا مطالبہ کیا تو ابوبکرؓ نے جواب میں کہا کہ :۔

"۔۔۔۔۔۔ من ازیں آیت (آیت خمس) نمی فہمم کہ ہمہ را بشما بدہم ولیکن آں قدر کہ شمارا بس باشد میدہم و عمرؓ نیز دراں باب تصدیق او کرد۔"

(حق الیقین از ملا باقر مجلسی۔ باب دربیان مطاعن ابی بکر بحث مجعول بودن حدیث معاشر الانبیاء الخ صفحہ ۱۲۹۔ طبع قدیم۔ لکھنؤ۔ وصفحہ ۲۱۰ طبع طہران، بحث مذکور۔

مطلب یہ ہے کہ ابوبکرؓ نے کہا کہ مجھے اس آیت (خمس) سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ تمام خمس آپ صاحبان کو دے دیا جائے لیکن جتنا قدر کہ آپ کی ضروریات کو کفایت کرے وہ دیا جائے گا اور عمرؓ بن الخطاب نے اس معاملہ میں ان کی تصدیق و تائید کی۔"

یعنی حضرت عمرؓ کی اس مسئلہ میں تصدیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ ادائیگی خمس کے مؤید تھے مانع نہیں تھے۔ (ہذا ہو المطلوب)

(۲)۔ دوسرا ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ابوبکر الجوہری الشیعی سے مکمل سند کے ساتھ ایک طویل روایت ذکر کی ہے اس میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی طرف سے ابوبکر الصدیق سے فدک کی آمدنی کا مطالبہ کرنا مذکور ہے وہاں ابوبکر الصدیق نے اقرار کیا ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضرات کے اخراجات آمدِ فدک سے پورا کرتے تھے اور زائد آمدنی کو تقا یا ضروریات میں فی سبیل اللہ صرف فرمایا کرتے تھے میں بھی یقیناً اس طریقہ کے موافق عمل درآمد کروں گا۔ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکر الصدیق کو قسم دے کر کہا کہ آپ ضرور اسی طرح عمل کریں گے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا

کہ مَیں ضرور اسی طریقہ کے مطابق عمل جاری رکھوں گا اس وقت فاطمۃ الزہراؓ نے کہا کہ اے اللہ تو اس بات کا گواہ رہ۔ اس کے بعد مذکور ہے کہ:-

"وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يَأْخُذُ غَلَّتَهَا وَيَدْفَعُ اِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيْهِمْ وَيُقْسِمُ الْبَاقِيْ وَكَانَ عُمَرُ كَذَالِكَ ثُمَّ كَانَ عُثْمَانُ كَذَالِكَ ثُمَّ كَانَ عَلِيٌّ كَذَالِكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ فَعَلَتِ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهٗ كَذَالِكَ"

(۱) — شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی، ج ۴ ص ۲۹۶ طبع ایرانی قدیم و طبع بیروتی، ج ۴ ص ۱۱۱۔ باب ما فعل ابوبکر بفدک و ما قالہ فی شانہا۔

(۲) — شرح نہج البلاغہ (مصباح السالکین) لابن میثم بحرانی، ج ۵، ص ۵۴۳۔ طبع قدیم ایرانی و طبع جدید طہرانی، ج ۵، ص ۱۰۷۔ تحت مقصد ثامن تحت شرح من کتابہ علیہ السلام الی عثمان بن حنیف۔

(۳) — دُرّہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ لابراہیم بن حاجی حسین ص ۳۳۲، طبع قدیم ایرانی، تحت قولہ بلی کانت فی ایدینا فدک من کل ما اظلتہ السماء الخ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فدک کی آمدنی کا غلہ لے کر ابوبکر الصدیقؓ ذوی القربیٰ حضرات کی ضرورت کے موافق ان کو دیتے تھے اور بقایا آمدنی (دیگر لوگوں میں) تقسیم کر دیتے تھے اور عمر بن الخطابؓ بھی اسی طرح عمل درآمد کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ بھی اسی طرح عمل کرتے تھے اور حضرت علیؓ بھی اسی طرح عمل کرتے تھے۔"

نتائج وثمرات

(۱) - شیعی مرویات ہذا سے ثابت ہوا کہ ذوی القربیٰ کے مالی حقوق (خمس و آمد فدک وغیرہ)

تو سیدنا ابوبکر الصدیق و سیدنا عمر فاروق دونوں حضرات ادا کرتے تھے۔ شیخینؓ نے ان کے حقوق کو غصب نہیں کیا، ضائع اور تلف بھی نہیں کیا۔ بلکہ ٹھیک طریقہ سے اسلامی دستور کے موافق ادا کیا۔ اور اسی طرح حضرت عثمانؓ بھی ذوی القربیٰ کے مالی حقوق سابق خلفاء کی طرح ادا کرتے تھے۔

(۲)۔ نیز واضح ہوا کہ رشتہ دارانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالی حقوق کو خلفاء ثلاثہ حضرات نبوی طریقہ کے مطابق ادا کیا کرتے تھے۔ نبوی طریقہ کے خلاف معاملہ نہیں کیا گیا۔

(۳)۔ اور یہاں سے عیاں ہوتا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء، ابوبکر الصدیقؓ سے اس معاملہ میں راضی و خوش ہو گئی تھیں اور حضرت فاطمہؓ کی رضامندی کے بعد حضرت علیؓ و دیگر حضرات کا رضامند ہو جانا تو خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔

تکمیلِ فوائد

ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ ادائیگی خمس کی روایات ہم نے مختصراً پیش کی ہیں۔ اس سلسلہ میں مزید چند ایک روایات ہماری کتابوں میں دستیاب ہیں جس میں سیدنا فاروق اعظمؓ کا بنی ہاشم اور اہل بیتِ نبوت کے حق میں ناصحانہ اور خیر خواہانہ جذبہ نمایاں طور پر موجود ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ناظرین تمکین بھی اس مضمون سے مسرت اندوز ہوں۔

(۱)

(۱) عن حماد بن زید عن النعمان بن راشد عن الزهری اَنَّ عُمَرَؓ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ اِنْ جَآءَنِیْ خُمُسُ الْعِرَاقِ لَا اَدَعُ هَاشِمِیًّا الا زَوَّجْتُهٗ وَلَا مَنْ لَا جَارِیَةَ لَهٗ اِلَّا اَخْدَمْتُهٗ قَالَ وَكَانَ یُعْطِی الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ۔

(۱)۔ کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام۔ باب سہم ذوی القربیٰ من الخمس، ص ۳۳۵ طبع مصری۔

(۲) ۔ الریاض النضرہ لمحب الطبری بحوالہ ابن البختری الرزاز

ص ۲۸، جلد ثانی ۔ باب ذکر صلتہ اقارب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(۳) ۔ کنز العمال طبع قدیم ص ۳۰۵، جلد ثانی ۔ روایت ۶۲۷۸ ۔

یعنی حضرت عمرؓ فاروق نے کہا کہ جب ہمارے پاس عراق مفتوح ہونے پر خمس آئیگا تو ہم ہر (غیر شادی شدہ) ہاشمی کی تزویج کر دیں گے اور جس ہاشمی کے پاس بھی خادمہ نہ ہو گی اس کو خدمت کے لیے خادمہ دینگے اور حضرت فاروقؓ حسنؓ و حسینؓ کو (خمس وغیر خمس سے) عطیات دیا کرتے تھے۔"

(۲)

—— حافظ ابن کثیرؒ نے مندرجہ ذیل واقعہ البدایہ جلد ہفتم میں ذکر کیا ہے :۔

" ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اِنَّ عُمَرَؓ لَمَّا نَظَرَ اِلٰی ذَالِكَ قَالَ اِنَّ قَوْمًا اَدَّوْا هٰذَا لَاُمَنَاءَ فَقَالَ لَهٗ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اِنَّكَ عَفَفْتَ عَفَّتْ رَعِیَّتُكَ وَلَوْ رَتَعْتَ لَرَتَعَتْ ثُمَّ قَسَمَ عُمَرُؓ ذَالِكَ فِی الْمُسْلِمِیْنَ فَاَصَابَ عَلِیًّا قِطْعَةٌ مِنَ الْبِسَاطِ فَبَاعَهَا بِعِشْرِیْنَ اَلْفًا "

(۱) سیرۃ عمرؓ بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۹۶ ۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، جلد ۷ ۔ ص ۶۷ ۔

مطلب یہ ہے کہ ۱۶ھ میں جب مدائن (جو کسریٰ کا مقام تخت تھا) فتح ہوا تو وہاں سے کافی اشیا از قسم لباس و زیورات اور زیب و زینت کا متعلقہ سامان کثیر تعداد میں سعد بنؓ ابی وقاص نے حضرت فاروقؓ اعظم کی خدمت میں ارسال کیا اور غانمین کو حصص دے کر مزید چیزیں یہاں مدینہ طیبہ میں پہنچائیں۔ اس وقت حضرت عمر فاروقؓ نے ان چیزوں کی طرف نظر کر کے فرمایا کہ قوم نے امانتدار لوگوں کی طرف اس مال کو پہنچایا ہے۔ تو حضرت

علی المرتضیٰؓ نے کہا کہ آپ قوم کے ساتھ عفّت اور احتیاط کا معاملہ کرتے ہیں اس بنا پر رعیت نے بھی احتیاط کا برتاؤ کیا ہے۔ اگر آپ تنعّم میں پڑ جاتے اور غفلت کرنے لگتے تو آپ کی رعیت بھی ایسا کرتی۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے ان چیزوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت علیؓ کو اس مال سے ایک بیش قیمت (فرش پوش) بچھونے کا ایک ٹکڑا حصے میں ملا جس کو حضرت علیؓ نے بیس ہزار درہم میں فروخت کیا۔"

اور "مصنف" عبدالرزاق، جلد یازدہم باب الدیوان میں خزائن کسریٰ کے متعلق ایک تفصیل پائی گئی ہے۔ اس موقعہ پر لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ ان خزائن و اموال کو پیمانوں سے ماپ کر تقسیم کیا جائے؟ یا دونوں ہاتھ کی ہتھیلیوں سے اندازۃً دیا جائے؟

تو حضرت علی المرتضیٰ نے مشورہ دیا کہ ہاتھوں کی ہتھیلی سے دینا کافی ہے۔ پھر مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے سیّدنا حسن بن علی المرتضیٰؓ کو بلا کر ہتھیلیوں سے ماپ کر دیا، پھر سیدنا حسین بن علیؓ کو بلا کر اسی طرح دیا۔ پھر اور لوگوں کو بلا بلا کر دینا شروع کیا اور لوگوں کے ناموں کے اندراج کے لیے رجسٹر قائم کیا اور ہر مہاجر کے لیے سالانہ پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا اور ہر انصاری کے لیے چار چار ہزار درہم متعین کیا۔ اور ازواج مطہرات کے لیے (ہر ایک کے لیے) بارہ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا الخ۔ یہ مضمون بعبارت ذیل درج ہے۔ اہلِ علم کے اطمینان کے لیے اصل عبارت نقل کی جاتی ہے:-

"۔۔۔۔ ثُمَّ قَالَ اَنکِیلُ لَھُمْ بِالصَّاعِ اَمْ نَحْثُوْ؟ فَقَالَ عَلِیٌّ بَلْ اِحْثُوا لَھُمْ۔ ثُمَّ دَعَا حَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ اَوَّلَ النَّاسِ فَحَثَا لَہٗ ثُمَّ دَعَا حُسَیْنًا ثُمَّ اَعْطَی النَّاسَ وَدَوَّنَ الدِّیْوَانَ وَفَرَضَ لِلْمُھَاجِرِیْنَ لِکُلِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ خَمْسَۃَ آلَافِ دِرْھَمٍ فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ وَلِلْاَنْصَارِ لِکُلِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ اَرْبَعَۃَ آلَافِ دِرْھَمٍ وَفَرَضَ لِاَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بِكُلِّ اِمْرَاَةٍ مِنْهُنَّ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ دِرْهَمٍ ـ الخ

(المصنف لعبد الرزاق، جلد پانزدہم، ص ۱۰۰ ـ باب الدیوان)

(۴۲)

فاروق اعظمؓ کی طرف سے بعض دفعہ حضرت علیؓ کو بعض اہم عطیات بھی دیئے جاتے تھے یہاں اس کے متعلق ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ کتاب الخراج میں یحییٰ بن آدمؒ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ:

"...... سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ اِنَّ عَلِيًّا سَاَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَاَقْطَعَهٗ يَنْبُعَ"

(کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم المتوفی ۲۰۳ھ طبع مصری، ص ۸۷، سن طباعت ۱۳۴۷ھ)

(۲)۔ اور فتوح البلدان بلاذری میں امام جعفر صادقؒ سے مکمل سند سے نقل کیا ہے:۔

"...... عن جعفر بن محمد عن ابيه اِنَّهٗ قَالَ اَقْطَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلِيًّا يَنْبُعَ فَاَضَافَ اِلَيْهَا غَيْرَهَا"

(فتوح البلدان لاحمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی الشہیر بلاذری، المتوفی ۲۷۹ھ ـ ص ۲۰ ـ طبع اُولیٰ مصری)

(۳)۔ برہان الدین الطرابلسی الحنفی نے الاسعاف فی احکام الاوقاف میں تحریر کیا ہے کہ:۔

"...... عن عبد العزيز بن محمد عن ابيه عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَطَعَ لِعَلِيٍّ يَنْبُعَ ثُمَّ اشْتَرٰى عَلِيٌّ اِلٰى قَطِيْعَتِهٖ الَّتِيْ قَطَعَ لَهٗ عُمَرُ اَشْيَاءَ فَحَفَرَ فِيْهِمَا عَيْنًا فَبَيْنَا هُمْ يَعْمَلُوْنَ اِذْ تَفَجَّرَ عَلَيْهِمْ مِثْلُ الْعُنُقِ الْجَزُوْرِ مِنَ الْمَاءِ فَاَتٰى عَلِيًّا فَبَشَّرَهٗ بِذٰلِكَ .... وَبَلَغَ جَدَادُهَا فِيْ زَمَنِ عَلِيٍّ اَلْفَ

وسق۔" (کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف ص ۸،۷۔
لبرہان الدین ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی الحنفی۔
سن تالیف کتاب ہذا ۹۰۵ھ)

مندرجہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے حضرت علیؓ کے نام زمین کا ایک قطعہ ینبع کے مقام میں متعین و مقرر فرمایا۔ پھر حضرت علیؓ نے وہاں عطا شدہ رقبہ کے پاس کچھ اور (رقبہ) خرید کر کے اضافہ کر لیا۔ وہاں اپنے رقبہ میں کھدائی کرائی تو وہاں ایک پانی کا زوردار چشمہ پھوٹ نکلا .... (روایت کرنے والا ذکر کرتا ہے) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہی اس آباد رقبہ کی آمدنی ایک ہزار وسق[1] تک پہنچ گئی تھی۔"

—— ناظرین کرام! ان واقعات نے واضح کر دیا ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کے باہمی تعلقات نہایت بہتر تھے اور ایک دوسرے سے عطیات قبول کیا کرتے تھے۔ یہ چیزیں ان کے دوستانہ روابط کے واضح نشانات ہیں جو کسی تشریح و توضیح کے محتاج نہیں۔ ہر منصف مزاج باشعور آدمی ان سے نتائج اخذ کر سکتا ہے۔

---

[1] قولہ ایک ہزار وسق۔ اس دور میں وسق ایک پیمانہ تھا۔ ایک وسق ساٹھ[60] صاع کا ہوتا تھا اور ایک صاع قریباً ساڑھے تین[3½] سیر کا ہوتا ہے (۳½) اس حساب سے ایک ہزار وسق کی آمدنی قریباً چھ سو چھپن خلوار و دومن کی ہوتی ہے۔ (منہ)

باب سوم

بفضلہ تعالیٰ اب باب سوم شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں چار فصل تجویز کیے گئے ہیں۔
فصل اوّل میں سیّدہ فاطمہؓ کے متعلق چند چیزیں ذکر ہونگی۔ اور حضرت عمر فاروق کی شادی میں حضرت علیؓ کا شامل ہونا ذکر کیا جائے گا۔

فصل دوم میں اُمِّ کلثوم دختر علی المرتضیٰؓ کے فاروقی نکاح کے متعلقات و دیگر امور درج ہونگے۔

فصل سوم میں سیّدنا حسنؓ و سیّدنا حسینؓ اور فاروقِ اعظمؓ کے باہمی روابط تحریر کیے جائیں گے۔

فصل چہارم میں حضرت عُمر فاروقؓ کے آخری ایّام میں وصایا وغیرہ اور بعد از وفات کی متعلقہ چند اشیاء بیان کی جائیں گی جن سے حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے تادمِ زیست تعلقات واضح ہونگے۔

فصل اوّل

حضرت سیّدنا فاروق اعظمؓ کو آقائے مقدّس نبی معظّم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ایسی عقیدت مندی تھی کہ وہ آپ کو اپنی جان و مال سے زیادہ موقر و مکرّم سمجھتے تھے اسی طرح وہ اپنے آقا کی اولاد شریف کے ساتھ ہمیشہ پورے احترام و تکریم، اعزاز و اکرام کا تعلق قائم رکھتے تھے۔ فاروقی زندگی کے حالات اس پر شاہد و گواہ ہیں۔

(۱)

چنانچہ جس وقت حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی خواستگاری اور خطبہ کا مسئلہ پیش آیا تو اس سعادتمندی کے حصول کے لیے حضرت علیؓ کو آمادہ کرنے میں حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت ابوبکر الصدیقؓ دونوں نے مکمل کوشش کی۔

اس چیز کے متعلق چند ایک حوالہ جات قبل ازیں "حصہ صدیقی" کے باب اول میں مکمل عبارت کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ یہاں ضرورت کے لیے دوبارہ ان کو اجمالاً تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱) امالی شیخ طوسی میں شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی شیعی نے حضرت علیؓ کا فرمان نقل کیا ہے:۔

"يَقُولُ اَتَانِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَا لَوْ اَتَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَذَكَرْتَ لَهٗ فَاطِمَةَ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ ۔الخ

(امالی شیخ طوسی شیعی، ج اول ص ۳۸ طبع نجف اشرف عراق)

اور ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں ذکر کیا ہے کہ:

"..... روزے ابوبکر و عمر و سعد بن معاذ در مسجد حضرت رسولؐ نشستہ بودند و سخن مزاحبت حضرت فاطمہؓ درمیان آوردند ....

پس ابوبکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ برخیزید بنزد علیؓ برویم و اورا تکلیف نمائیم کہ خواستگاری فاطمہؓ بکند و اگر تنگدستی اورا مانع شدہ باشد ما اورا دریں باب مدد کنیم .... پس ایشاں بہر نحو یکہ بود آں حضرت را راضی کردند کہ بخدمت آنحضرت رسولؐ رود و فاطمہؓ را ازاں حضرت خواستگاری نماید۔ حضرت شتر خود را کشود و بخانہ خود آورد و بست و نعلین خود را پوشید و متوجہ خانہ حضرت رسالت شد"

(۲) جلاء العیون ص ۱۲۱-۱۲۲-باب تزویج فاطمہؓ)

(۳) بحار الانوار باقر مجلسی جلد ۱۰ ص ۳۷-۳۸-باب تزویج فاطمہ بعلیؓ-طبع قدیم ایران۔

(۴) اسی طرح حملۂ حیدری میں میرزا رفیع باذل شیعی نے جلد اول تحت وقائع سال دوم "ذکر خطبہ نمودن علی المرتضیٰ" میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو خطبہ خواستگاری فاطمہؓ کے لیے آمادہ کرنا اشعار میں بڑا عمدہ نظم کیا ہے۔ چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

ے

بیا پاسخ چنیں گفت یعسوبِ دیں — کہ دارم دو مانع برا قدام ایں
نخست آنکہ شرم آیدم از نبی — دوم خامشم کردہ دستِ تہی
بگفتند "یاران" ای شہریار — تو در خاطرِ خویش ازینہا میار
بہ ترغیبِ "یاراں" علیؓ ولی — بروز دگر رفت نزد نبیؐ

(حملۂ حیدری، ج ۱، ص ۶۱۔ طبع قدیم سنِ طباعت ۱۲۶۷ھ
مرزا رفیع باذل ایرانی)

حضرات یہ سب حوالہ جات شیعہ کی معتبر کتب سے ہیں۔ ان حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ وغیرہما میں ایک روز فاطمہؓ کے ساتھ نکاح و شادی کا ذکر آیا تو ان حضرات نے کہا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے پاس جائیں اور ان کو اس نکاح کے لیے آمادہ کریں اور اگر ان کو فقر و فاقہ، زیر دستی و تنگدستی حارج و مانع ہو تو ان کی جا کر امداد کریں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان حضرات نے حضرت علیؓ کو جا کر اس معاملہ کے لیے راضی کیا کہ آپ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں جا کر یہ رشتہ طلب کریں۔ حضرت علیؓ نے اپنا اونٹ گھر باندھا اور پاپوش پہن لیے۔ رسولِ خدا کی خدمت میں اس مقصد کے لیے حاضر ہوئے۔ الخ"

(۲)

پھر جس وقت شادیٔ فاطمہؓ کے لیے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلسِ نکاح منعقد فرمائی تو مجلسِ نکاح میں اس نکاح کے گواہ اور شاہد جو مقرر کیے گئے تھے ان میں حضرت سیدنا عمرؓ بن الخطّاب بھی گواہ تھے۔ اس مسئلہ کے اثبات کے لیے ہم نے قبل ازیں پہلے "حصّہ صدیقی"، باب اوّل میں مفصّل عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ چند ایک حوالہ جات کا اختصار یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔ اخطب خوارزم شیعی نے مناقبِ خوارزمی میں اور علی بن عیسٰی اربلی شیعی نے کشف الغمّہ اور مُلّا باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد عاشر میں اور جلاء العیون میں یہ مضمون ذکر کیا ہے۔ یہ سب روایات شیعہ کی ہیں اور حضرت علی المرتضٰیؓ کا اپنا فرمان ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:-

"...... جب میں حضرت رسُول خدا صلعم کے گھر سے مسجد کی طرف جانے لگا تو فَاسْتَقْبَلَنِي اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ ...... وَرَجَعَا مَعِيَ اِلَى الْمَسْجِدِ ..... (راستے میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے میری ملاقات ہوئی اور وہ لوگ میرے ساتھ مسجد کی طرف چلے آئے) .. (پھر مسجد نبوی میں مجلسِ نکاح منعقد ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تو پہلے موجود تھے) باقی مہاجرین و انصار کو بھی بُلایا گیا۔ حضرت رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ نکاح پڑھتے ہوئے فرمایا:

"وَاَمَرَنِيْ اَنْ اُزَوِّجَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاُشْهِدَكُمْ عَلٰى ذَالِكَ"

(یعنی مجھے خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ فاطمہؓ کا علیؓ سے نکاح کر دوں اور میں تم سب کو اس نکاح کا گواہ بناؤں"

(۱) المناقب خوارزمی، ص ۲۵۱، ۲۵۲ فصل فی تزویج رسول اللہ صلعم فاطمہؓ طبع مکتبہ حیدریہ نجف اشرف، عراق۔

(۲) کشف الغمۃ، ص ۴۸۳ - ۴۸۴، جلد اوّل۔ باب تزویجہ بسیّدۃ النساء، طبع جدید مع ترجمہ فارسی۔

(۳) بحار الانوار، جلد ۱۰، ص ۳۸ - ۳۹۔ باب مذکور۔

اور ملّا باقر مجلسی نے روایتِ مذکورہ کو جلاء العیون بحث تزویج فاطمہؓ با علیؓ میں بھی چند چیزوں کے اضافہ کے ساتھ درج کیا ہے اور ابوبکر الصّدیقؓ و عمرؓ بن الخطاب کے گواہ ہونے کے مسئلہ کو بھی ذکر کیا ہے .... (روایت طویل جاری ہے)۔ حضور علیہ السّلام نے فرشتوں کو اس نکاح کا گواہ بنانے کے بعد اس مجلس کے حاضرین کو (جن میں ابوبکرؓ و عمرؓ موجود ہیں) خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "مرا (پروردگار) امر کرد کہ فاطمہؓ را با و تزویج نمائیم در زمین شمارا گواہ میگیرم برایں"۔ یعنی فاطمہؓ کو علیؓ سے تزویج کر دوں زمین میں اور تم کو اس پر گواہ بنادوں"۔

(۴) جلاء العیون ملا باقر مجلسی مجتہد گیارھویں صدی۔ ص ۱۲۵۔ باب تزویج سیّدہؓ با علی المرتضیٰ طبع تہران

(۴)

اب ہم تیسری چیز پیش کرتے ہیں۔ جس میں سیّدنا عمر فاروقؓ کے نزدیک حضرت فاطمہؓ کا احترام ملحوظ رکھنا اور آقائے نامدار (صلعم) کی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے عزّت و توقیر کی نگاہ سے دیکھنا منقول ہے۔ یہ تمام چیزیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ اظہارِ عقیدت کے بیّن ثبوت ہیں۔ یہ روایت حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں درج کی ہے:

"...... اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَخَلَ عَلٰی فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا فَاطِمَۃُ وَاللّٰہِ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) مِنْکِ وَاللّٰہِ مَا کَانَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ اَبِیْکِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْکِ"۔

(۱) المستدرک للحاکم جلد ثالث، ص ۱۵۵۔
(۲) کنز العمال، ج ۷، ص ۱۱۱ (ک) طبع اول قدیم۔

یعنی حضرت عمرؓ بن الخطاب (ایک دفعہ) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یہ ذکر کیا کہ آپ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری ہیں اور اللہ کی قسم میرے نزدیک بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں"۔

(۴)

چوتھی چیز یہ عرض کی جاتی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہؓ محزون و مغموم رہا کرتی تھیں۔ قریباً چھ ماہ کے بعد ۱۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی بیماری کے دوران حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا عیادت و بیمار پرسی کے لیے جانا شیعہ علماء نے لکھا ہے مگر واقعات کو مسخ کر کے عداوت کی داستان مرتب کر دی ہے جیسا کہ ان دوستوں کا دیرینہ شیوہ ہے۔ کتاب سلیم بن قیس میں واقعہ عیادت ذکر کیا ہے اور دشمنی کی رنگ آمیزی کر کے نقشہ پیش کیا ہے۔ گویا دوستی کے واقعات کو دشمنی کی حسین شکل دے دی ہے۔

——— بعد ازیں اس مقام میں حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں حضرت عمر فاروقؓ کا شامل ہونا ہم درج کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مسئلہ امام زین العابدینؒ اور امام محمد باقرؒ سے مختلف کتابوں میں مروی ہے۔ سرِ دست مندرجہ ذیل حوالہ جات اس مسئلہ کے لیے پیش خدمت ہیں اور حصّہ اوّل صدیقی میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔ وہاں صدیق اکبرؓ کا جنازہ ہذا میں شامل ہونا لکھا گیا تھا، یہاں حضرت عمرؓ کا شامل ہونا ثابت کیا جا رہا ہے۔

زین العابدین علی بن الحسینؓ کی روایت

محب الطبری نے ابن السمان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ:-

"۔ ۔ ۔ ۔ عن مَالِكٍ عن جعفر بن محمد عن اَبِيْهِ عن جَدِّهٖ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَحَضَرَهَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَلَمَّا وُضِعَتْ لِيُصَلّٰى عَلَيْهَا قَالَ عَلِيٌّ تَقَدَّمْ يَا اَبَا بَكْرٍ قَالَ وَاَنْتَ شَاهِدٌ يَا اَبَا الْحَسَنِ؟ قَالَ نَعَمْ! تَقَدَّمْ فَوَاللّٰهِ لَا يُصَلِّيْ عَلَيْهَا غَيْرُكَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ وَدُفِنَتْ لَيْلًا" خَرَّجَهُ الْبَصْرِيْ وَخَرَّجَهُ السَّمَّانُ فِي الْمُوَافَقَةِ ۔

(ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ج ۱ ص ۱۵۶، باب وفاۃ فاطمہؓ)

"امام محمد باقرؒ کی روایت"

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عن جعفر بن محمد عن اَبِيْهِ قَالَ مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ لِيُصَلُّوْا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ تَقَدَّمْ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَتَقَدَّمَ وَاَنْتَ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَصَلّٰى عَلَيْهَا"

(کنز العمال علی متقی ہندی، طبع اوّل، ج ۶، ص ۳۱۸
باب فضائل الصحابہ فصل فی تفضیلھم فضل الصدیق
بحوالہ خط فی رواۃ مالک)

ہر دو روایات کا حاصل یہ ہے کہ

"جعفر صادق اپنے والد محمد باقرؒ سے اور وہ اپنے والد زین العابدین سے نقل کرتے ہیں کہ مغرب و عشا کے درمیان فاطمۃ الزہراؓ کی وفات ہوئی۔

(ان کی وفات پر) ابوبکر الصدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمانؓ غنی، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف یہ سب حضرات تشریف لاتے۔ جب نماز کے لیے جنازہ سامنے رکھا گیا تو علی المرتضیٰؓ نے ابوبکر الصدیقؓ کو کہا کہ آپ نماز پڑھانے کے لیے آگے تشریف لائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! آپ کی موجودگی میں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! آپ پیش قدمی فرمائیں۔ آپ خلیفۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ کی قسم! آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہ پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھائیگا۔ تب ابوبکر الصدیقؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور رات کو دفن کی گئیں۔"

(۵)

حضرت عمرؓ کی شادی میں حضرت علیؓ کی شمولیت

معاشرے میں دستور چلا آتا ہے کہ خوشی و غمی کے مواقع میں دوست واحباب ایک دوسرے کے ساتھ شریکِ حال ہوا کرتے ہیں۔ اس دستور کے موافق حضرت عمرؓ نے اپنی تقریبِ نکاح اور شادی میں دیگر لوگوں کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؓ کو بھی مدعو کر کے شامل کیا۔ اور انہوں نے اس دعوت کو بخوشی منظور کر کے شمولیت فرمائی۔ پھر وہاں حضرت علیؓ کی طرف سے انبساطِ طبع کا ایک واقعہ پیش آیا۔ مندرجہ ذیل کتابوں میں یہ مضمون موجود ہے۔ تطویل سے بچنے کے لیے صرف ایک کتاب (الاستیعاب) کی عبارت درج کی جاتی ہے یہ عام متداول کتاب ہے۔ باقی کتب کا حوالہ دے دینا کافی خیال کیا ہے۔

"۔۔۔۔ فَتَزَوَّجَهَا (عَاتِكَةَ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ) عُمَرُؓ بْنُ الْخَطَّابِ سَنَةَ اِثْنَتَيْ عَشَرَ سَنَةً فَاَوْلَمَ عَلَيْهَا فَدَعَا جَمْعًا فِيْهِمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍؓ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ دَعْنِيْ اُكَلِّمُ عَاتِكَةَ قَالَ افعل فَاَخَذَ بِجَانِبَيِ الْبَابِ وَقَالَ يَا عُدَيَّةَ نَفْسِهَا اَيْنَ قَوْلُكِ؟ فَاَلَيْتُ

لَا تَنفَکُّ عَینِی حَزِینَۃً عَلَیکَ وَلَا ینفکُ جِلدِی اَغبَرًا ۔ فَبَکَتْ (عَاتِکَۃُ) فَقَالَ عُمَرُ مَا دَعَاکَ اِلیٰ ھٰذَا یَا اَبَا الْحَسَنِ؟ کُلُّ نِسَاءٍ یَفْعَلْنَ ھٰذَا ۔ الخ

(۱) کتاب "نسب قریش" مصعب زبیری تذکرہ والد عدی بن کعب، ج ۱۰، ص ۳۶۵۔

(۲) "الاستیعاب" لابن عبد البرؒ ج ۴ ص ۳۵۵ معہ اصابہ تذکرہ عاتکہ ۔

(۳) کتاب التمہید لابن عبد البرؒ قلمی پیر جھنڈا (سندھ) ج ۶ ص ۲۵۲، تحت مرویات یحییٰ بن سعید ۴۶

(۴) اُسد الغابہ لابن اثیر الجزری، ج ۵ ص ۴۹۸ ۔ تذکرہ عاتکہ بنت زید ۔

ان حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"حضرت امیر عمرؓ نے مسماۃ عاتکہ بنتِ زید بن عمرو بن نفیل کے ساتھ ۱۲ھ میں شادی کی اور آپ نے ولیمہ کیا ۔ دوست احباب کو مدعو کیا ۔ ان میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کو بھی شریکِ دعوت کیا ۔ (خورد و نوش سے فراغت کے بعد) خوش طبعی کے طور پر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ عاتکہ (مذکورہ) سے کلام و تکلم کی اجازت ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے ۔ حضرت علیؓ نے خانگی پردہ سے باہر رہتے ہوئے عاتکہ کو اس کے چند اشعار یاد دلائے (جو اس نے اپنے سابق خاوند عبد اللہ بن ابی بکرؓ کی وفات پر غم کی حالت میں کہے تھے) پہلا شعر یہ ہے ؎

فَآلَیتُ لَا تَنفَکُّ عَینِی حَزِینَۃً
عَلَیکَ وَلَا یَنفَکُّ جِلدِی اَغبَرًا

"یعنی اَے زوج میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میری آنکھ تجھ پر ہمیشہ غمناک رہے گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا"۔

تو عاتکہ اس یاد دہانی پر رونے لگی حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو علی المرتضیٰؓ کو کہا کہ اَے ابوالحسن (آپ اس کو غمناک کر رہے ہیں) عورتیں تو اسی طرح کیا کرتی ہیں (یعنی سابقہ چیز کو فراموش کر کے نیا معاملہ کر لیتی ہیں)۔

مندرجاتِ فصل ہذا

سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا تعلق حضور نبی کریم علیہ السلام کی اولاد شریف کے ساتھ نہایت عقیدت مندی کا تعلق تھا۔ دواماً ان کی عزت کو ملحوظ رکھتے تھے۔ پھر تا دمِ زیست اس نسبت کو قائم رکھا اور حقوقِ رفاقت کو ادا کرتے رہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ بھی دوستانہ روابط ہمیشہ سے قائم رکھے ہوئے تھے۔ خوشی و غمی میں ایک ساتھ رہتے تھے۔ ایک دوسرے کو مدعو کرتے تھے۔ باہمی دعوت قبول کرتے تھے۔ ان حضرات کے درمیان کوئی انقباض نہ تھا۔ یہ واقعات اس چیز کی واضح شہادت دے رہے ہیں۔

ایک رفعِ اشتباہ

باب سوم فصل اوّل میں ہم نے سیّدہ فاطمہؓ اور سیّدنا عمر فاروقؓ کے بعض تعلقات کا ذکر کیا ہے۔ اِس سلسلہ میں بعض لوگوں کی طرف سے شبہات ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان کے ازالہ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا مختصراً شبہ پیش کر کے اس کا جواب عرض کیا جاتا ہے۔ یہ بحث اہلِ علم کے مناسب ہو گی۔ عوام ناظرین اکتا نہ جائیں۔

——— کتاب "الامامۃ والسیاسۃ" لابن قتیبہ دینوری۔ "العقد الفرید" لابن عبد ربہ۔ "تاریخ الامم والملوک" لابن جریر طبری وغیرہا سے بعض لوگ ایک واقعہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ

کی بیعت کے موقعہ پر ابوبکرؓ کے حکم سے حضرت عمرؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے گھر گئے بقول بعض رواۃ کے آگ بھی ساتھ لے گئے ان کو ڈرایا دھمکایا، حضرت فاطمہؓ سے سخت کلامی ہوئی اور کہا کہ اگر تم لوگ ابوبکر الصدیق سے بیعت نہ کرو گے تو میں تمہارا گھر جلا دوں گا تب حضرت علیؓ و زبیرؓ وغیرہ خوف زدہ ہو کر ابوبکر الصدیقؓ کے پاس گئے اور بیعت کر لی۔"

ہم نے اس واقعہ کا خلاصہ عرض کر دیا ہے۔ لوگ اس واقعہ کو تفصیلات کے ساتھ بڑی آب و تاب سے نقل کرتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی حضرت فاطمہؓ و علی المرتضیٰؓ کے ساتھ دشمنی ثابت کی جائے اور عداوت نشر کی جائے۔ اس "کارِ خیر" کے سوا کچھ مطلوب نہیں ہوتا۔ اِس کام میں ان کی تدتیں صرف ہو گئی ہیں اور ان کے اسلاف کی عمریں ختم ہو گئی ہیں۔

——— اس شبہ کے ازالہ کے لیے اور اس اعتراض کے جواب کی خاطر قبل ازیں حصہ صدیقی بحث بیعت میں چند چیزیں ذکر کی گئی ہیں اور ہم یہاں بھی چند امور ذکر کرتے ہیں منصف طبائع اور حق پسند حضرات ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو شرفِ پذیرائی بخشیں گے اور معمولی سے غور و فکر کے بعد صحیح نتائج پر پہنچ سکیں گے۔

(۱)

اوّلاً عرض ہے کہ واقعہ ہذا کو بیشتر ایسی کتابوں سے پیش کیا جاتا ہے جو بے سند و بے اسناد ہیں۔ ان کتب میں واقعات کی سند بیان نہیں کی جاتی (جس کے ذریعہ واقعہ کی صحت اور سقم کی تحقیق ہو سکے) مثلاً ابنِ قتیبہ دینوری کی طرف منسوب شدہ کتاب "الامامۃ والسیاسۃ"، "العقد الفرید" لابن عبد ربہ وغیرہ۔ اس قسم کی بلا اسناد و بے سند کتابوں میں اس واقعہ کا مذکور ہونا کچھ حجت و دلیل نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس کو صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اس نوع کی کتب میں صدق و کذب، سچ جھوٹ، صحیح و غلط سب قسم کی ملاوٹ پائی جاتی ہے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

——نیز عرض ہے کہ صحابۂ کرام کے باہم "بغض و عداوت"، عناد و فساد بتلانے والی روایات کو شیعہ رواۃ اور شیعہ مُصنفین ہی شد و مد سے نشر کیا کرتے ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ الامامۃ والسیاسۃ، اور عقد الفرید کے مؤلفین اسی ذہن کے آدمی ہیں۔ وہ ابن قُتیبہ جو ایک سُنی عالم ہے، "مختلف الحدیث" اور "المعارف" وغیرہ اس کی مشہور تصانیف ہیں دوسرا شخص ہے اور الامامۃ والسیاسۃ کا مؤلف کوئی تقیہ باز بزرگ ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفۂ اثنا عشریہ کے مکائد میں ابنِ قُتیبہ کے متعلق متعدد بار کلام کیا ہے۔ کید ۱۹ و ۱۳۱ و ۲۳ و ۸۱ ملاحظہ فرما کر تسلی کی جاسکتی ہے۔

اور صاحب "العقد الفرید" کے متعلق علماء نے تصریح کر دی ہے، مثلاً ابنِ خلکان نے کہا ہے کہ اس کی کتاب نے ہر قسم کی اشیاء (صحیح و غلط) کو جمع کر ڈالا ہے" اور ابن کثیر نے اس کے حق میں کہا ہے کہ اس کا کلام اس کے شیعہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ کشف الظنون، جلد دوم، ص ۱۱۳۹ تحت "العقد الفرید" ملاحظہ ہو۔

نیز "العقد الفرید" جدید طبع کے مقدمہ میں طابعین کی طرف سے اس بزرگ کی پوزیشن ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ درج ہیں:۔ وَهُوَ أَمْيَلُ إِلَى التَّشَيُّعِ " یعنی شیعہ مذہب کی طرف ان کا بہت زیادہ رُجحان ہے"۔

لہٰذا ان دونوں کتابوں کی روایت ناقابلِ اعتبار ہے۔

(۲)

ثانیاً عرض ہے کہ احراقِ بیت کا واقعہ بعض باسند کتابوں میں پایا جاتا ہے وہ اسانید عام طور پر مجروح ثابت ہوتی ہیں ان کے رواۃ کئی طرح کی جرح سے مطعون پائے گئے ہیں جیسے تاریخ طبری میں یہ واقعہ ہے لیکن اس سند میں کذاب و دروغ گو لوگ موجود ہیں۔ ابنِ حمید جو طبری کا مروی عنہ ہے اس کو "احذق بالکذب" (دروغ گوئی میں بڑا ماہر) کہا گیا ہے اور یہ شخص "مقلب المتون والاسانید" یعنی متن و سند میں کئی قسم کی تبدیلیاں کر دینے والا بزرگ

ہے ۔ نیز یہ روایت منقطوع ہے اس واقعہ کا ناقل زیاد بن کلیب خود واقعہ میں موجود نہیں تھا کسی شخص نے اس کو یہ واقعہ بیان کیا ۔ بیان کنندہ کون صاحب ہے کیسا ہے ؟ کچھ معلوم نہیں ۔

(۳)

پھر جن روایات کے اسانید پر معمولی جرح پائی جاتی ہے ان میں یہ خامی ہے کہ وہ روایات بھی منقطوع ہیں ۔ روایت کی سند کے آخری راوی اور واقعہ ہٰذا کے درمیان " انقطاعِ زمانی " پایا گیا ہے ۔ بیان کنندۂ روایتِ ہٰذا واقعہ میں موجود نہیں ۔ کسی صاحب سے سُن کر اس نے روایت چلا دی ہے ۔ ابن ابی شَیْبَہ اور ابن عبد البرؒ وغیرہ کی روایات اسی نوعیت کی ہیں یعنی منقطوع پائی گئی ہیں ۔ زید بن اسلم اور خود اسلم دونوں باپ بیٹا اس واقعہ کے وقت مدینۂ طیبہ میں ہرگز موجود نہ تھے ۔ نیز علماء نے زید بن اسلم کے متعلق تصریح کر دی ہے کہ یہ بزرگ مدلّس ہے ۔ اپنی روایات میں بعض اوقات تدلیس کر دیتا ہے ۔ ملاحظہ ہو (۱) مقدمہ کتاب التمہید لابن عبد البر باب بیان التدلیس ۔ ج ۱ ص ۳۶ طبع مراکش ۔ (۲) تہذیب التہذیب لابن حجر تذکرہ زید بن اسلم ۔ ج ۳ ص ۳۹۶ ۔

یہ سب شنید در شنید انہوں نے نقل کر دی ہے ۔ پھر کبھی واقعہ ہٰذا کی تعبیر نفرت آمیز الفاظ سے کر دی اور کا ہے بہی مضمون نرم اور مناسب الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ گویا ناقلین حضرات نے اس نادیدہ واقعہ کو صرف شنید کی بنا پر کہیں سے کہیں پہنچا دیا ۔ مثل مشہور ہے کہ

ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ

—— نیز اہلِ علم اور فنِ حدیث سے واقف حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ مُصنّف ابن ابی شیبہ طبقاتِ حدیث و درجاتِ محدثین میں تیسرے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے ۔ پہلے درجہ میں مؤطّا مالک و صحیحین (بخاری و مُسلم) کا شمار ہوتا ہے ۔ دوسرے درجہ میں باقی صحاح ستّہ کا ۔ تیسرے درجۂ حدیث میں جن کتابوں کا شمار ہوتا ہے ان میں مصنّف ابن ابی شَیْبَہ و مصنّف عبد الرزاق وغیرہ ہیں ۔ (ملاحظہ ہو ص عجالہ نافعہ شاہ عبد العزیزؒ) ۔ ان حضرات نے روایات

میں ثقاہت وصحت کا خاص التزام نہیں کیا تھا اس وجہ سے محدثین نے ان کو تیسرے درجہ میں رکھا ہے۔

—— اور "الاستیعاب" لابن عبدالبر اگرچہ صحابہ کرامؓ کے تراجم میں بہتر کتاب ہے۔ لیکن صحابہؓ کے مشاجرات وغیرہ کے متعلق اس میں چند چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جنہوں نے کتاب ہذا کو عیب دار کر دیا۔ ان امور کی وجہ سے علماء نے کتاب کی تعریف و توثیق کرنے کے باوجود اس پر نقد بھی کیا ہے۔

چنانچہ مقدمہ ابن صلاح یا علوم الحدیث لابن صلاح میں علامہ ابن صلاح نے باب النوع التاسع والثلاثون، ص ۱۴۵، طبع بمبئی اور ص ۲۶۲، طبع جدید مدینہ طیبہ میں الاستیعاب کے متعلق لکھا ہے: ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

وَمن اجلّها واکثرها فوائد کتاب "الاستیعاب" لولا ماشانہ من ایرادہٖ کثیراً مِمَّا شَجَرَ بَیْنَ الصَّحَابَۃِ وَحکایاتہٖ عن الاخباریّین لاالمحدّثین وغالب علی الاخباریّین الاکثار والتخلیط فیما یَرْوُوْنَہٗ "

—— حاصل یہ ہے کہ تراجم صحابہ کی کتابوں میں بہترین فوائد کی کتاب الاستیعاب ہے۔ اگر اس میں وہ چیزیں نہ ہوتیں جنہوں نے اس کو عیب لگا دیا ہے۔ صحابہ کے تنازعات وغیرہ کی بہت سے چیزیں اور اخباری لوگوں کی حکایات اس نے ذکر کر دی ہیں۔ یہ چیزیں محدثین سے نہیں نقل کیں۔ اخباری اور مؤرخ لوگ اپنی مرویات میں اکثار و تخلیط کر دیتے ہیں یعنی صحت و اتقان کا کچھ خیال نہیں رکھتے۔ پس اس چیز نے اس کتاب کو عیب دار بنا دیا ہے۔

—— اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ نے "الباعث الحثیث" النوع التاسع والثلاثون میں یہی چیز بحوالہ ابن صلاح مندرجہ ذیل الفاظ میں درج کی ہے۔

وقد شان ابن عبدالبر کتابہ "الاستیعاب" بذکر ما شجر بین الصحابۃ

مما تلقاہ من کتب الاخباریین وغیرھم "

(الباعث الحثیث" لابن کثیر ص ۱۷۹ طبع مصر
طبع ثالث، تحت نوع ۳۹)

یعنی حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ "ابن عبد البرؒ نے مشاجرات و تنازعات صحابہ کرام کو اخباری و مورخین لوگوں سے حاصل کر کے اپنی کتاب "الاستیعاب" میں ذکر کرنے سے اس کو عیبناک و داغدار بنا دیا ہے۔"

(۴)

رابعاً یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ "واقعۂ احراق" کی روایات جہاں جس درجہ کی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں وہ ائمۂ عظام کے فرمودات کی روشنی میں قابل ترک ہیں قبولیت کی مستحق نہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ اور امام محمد باقرؒ نے مندرجۂ ذیل نصائح و فرامین میں اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے۔

حضرت علیؓ کا فرمان

کتاب "تذکرۃ الحفاظ" جلد اول، حضرت علیؓ کے تذکرہ میں حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ

(۱) ...... عن ابی الطفیل عن علیؓ قال حدثوا الناس بما یعرفون ودعوا ما ینکرون أ تحبون ان یکذب اللہ ورسولہ؟ (قال) الذھبی فقد زجر الامام علیؓ عن روایۃ المنکر وحث علی التحدیث بالمشھور وھذا اصل کبیر فی الکف عن بث الاشیاء الواھیۃ والمنکرۃ من الاحادیث فی الفضائل والعقائد والرقائق "

(تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۱۲)

"یعنی امام الائمہ فرماتے ہیں کہ جو بہتر اور معروف چیز ہو وہ لوگوں کو

بیان کیا کریں جو ناپسند اور بری چیز ہو اس کو چھوڑ دیں اور بیان نہ کیا کریں۔
فاضل ذہبی کہتے ہیں اس نصیحت میں علی المرتضیٰؓ نے ہم کو ناپسندیدہ چیزیں روایت کرنے سے منع فرما دیا ہے، مشہور و معروف اور بہتر چیزوں کے نشر کرنے کی ترغیب دی ہے۔ واہیات اور بے اصل چیزوں کے پھیلانے سے روکنے کے لیے یہ بہت بڑا ضابطہ ہے خواہ وہ چیزیں فضائل سے متعلق ہوں یا عقائد سے یا رقائق وغیرہ سے۔"

امام محمدؒ باقر کا بیان

شیعہ کتابوں میں موجود ہے کہ امام محمد باقر نے خطبۃ الوداع میں سے فرمان نبوت نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

——— فَاِذَا اَتَاكُمُ الْحَدِيْثُ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّتِيْ فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ فَخُذُوْا بِهٖ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ فَلَا تَاْخُذُوْا بِهٖ۔

(احتجاج طبرسی ص ۲۲۹ - طبع قدیم، احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی فی انواع شتّٰی)

"یعنی جب تمہارے سامنے کوئی روایت پیش کی جائے تو اس کو کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ پر پیش کرو۔ جو خدا کی کتاب اور سنتِ رسولؐ کے موافق ہو وہ قبول کر لو اور جو روایت ان دونوں کے برخلاف پائی جائے اس کو قبول نہ کرو۔"

ناظرین باتمکین خیال فرما دیں کہ اللہ کی کتاب گواہ ہے کہ یہ حضراتؓ آپس میں مہربان اور شفیق ہیں۔ اللہ نے ان کے قلوب میں الفت پیدا کر دی ہے۔" ان کے نیک اعمال

کی بنا پر اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو چکا ہے۔ اور سُنّتِ نبوی شاہد ہے کہ حضور نبی کریم علیہ السّلام کی خدمت میں رہنے والے یہ تمام حضرات شیر وشکر تھے، باہم دوست تھے، ایک دوسرے کے خیر خواہ تھے، باہم کوئی عداوت نہیں رکھتے تھے، نہ ہی ان کے درمیان کوئی پُرخاش تھی"۔

——— اور واقعۂ مذکورہ کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اُس نے صحابہ کے کردار کا بعد از انتقالِ نبوی نقشہ ہی دوسرا پیش کر دیا یعنی ان حضرات نے تلواریں سونت لیں، ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے لگے۔ دخترِ نبی کا گھر جلانے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ حضرت علیؓ و زبیرؓ کے ساتھ دست و گریباں ہونے تک نوبت پہنچی۔

——— مندرجۂ بالا فرمودات کی روشنی میں اِس قسم کی روایات کو تسلیم کر لینے کا کوئی جواز نہیں۔ ان مرویات کا مضمون کتاب اللہ کے ساتھ معارض ہے۔ سُنّتِ نبوی کے حالات کے برخلاف ہے۔ ایسے مُنکر مضامین کو قبول کرنا ائمہ معصومین کے فرامین کو پسِ پُشت ڈال دینے کے مرادف ہے۔

——— نیز قرآن مجید کی نصوصِ صریحہ ان چیزوں کی تردید کر رہی ہیں۔ کلامِ خداوندی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہیوں اور ہم نشینوں کی صفت بیان کی گئی ہے کہ: یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھی اور ہمنشین ہمیشہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی طلب کرتے ہیں"۔ یہ اِن حضرات کا طریقِ کار اور شیوۂ زندگی ہے اور شب و روز اللہ کا فضل تلاش کرنا اور رضا جوئی اختیار کرنا ان کا معمول ہے۔

بالفرض باہم تنازع اور شر و فساد بتلانے والی روایات درست تسلیم کر لی جائیں تو ان حضرات کی صفات و عادات یوں بیان کی جاتیں کہ یَبْتَغُوْنَ شَرًّا مِّنَ اللّٰهِ وَغَضَبًا حالانکہ اس طرح نہیں ہُوا۔

(۵)

خامساً یہ عرض ہے کہ واقعہ ہٰذا بیان کرتے وار اس قسم کی روایات بھی تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں دستیاب ہیں جہاں اس قسم کا تنازعہ اور مناقشہ بالکل مفقود ہے نہ ہی وہاں حضرت فاطمہؓ سے درشت کلامی پائی جاتی ہے نہ ہی وہاں حضرت علیؓ و زبیرؓ پر دست درازی کا وجود ہے اور نہ ہی مناقشہ نما اور فتنہ انگیز چیزوں کا نام و نشان ہے۔ اس نوع کی روایات میں سے صرف اس وقت بلاذری کی ایک روایت انساب الاشراف جلد اول سے پیش کی جاتی ہے تاکہ اس واقعہ کے متعلق متعدد صورتیں آپ کے سامنے آجائیں اور اس مسئلہ کی تصویر کے دوسرے رخ کو بھی دیکھ سکیں۔

احمد بن یحییٰ بلاذری نے اپنی سند کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے:

—— ...... لَمَّا بَایَعَ النَّاسُ اَبَا بَکْرٍ اِعْتَزَلَ عَلِیٌّ وَالزُّبَیْرُ فَبَعَثَ اِلَیْهِمَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَزَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَاَتَیَا مَنْزِلَ عَلِیٍّ فَقَرَعَا الْبَابَ فَنَظَرَ الزُّبَیْرُ مِنْ قَتْرَةٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی عَلِیٍّ فَقَالَ هٰذَانِ رَجُلَانِ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَلَیْسَ لَنَا اَنْ نُقَاتِلَهُمَا قَالَ اِفْتَحْ لَهُمَا ثُمَّ خَرَجَا مَعَهُمَا حَتّٰی اَتَیَا اَبَا بَکْرٍ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَا عَلِیُّ اَنْتَ ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَصِهْرُهٗ فَتَقُوْلُ اِنِّیْ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ لَاهَا اللّٰهِ لَاَنَا اَحَقُّ بِهٖ مِنْكَ قَالَ لَا تَثْرِیْبَ یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلعم) اُبْسُطْ یَدَكَ اُبَایِعْكَ فَبَسَطَ یَدَهٗ فَبَایَعَهٗ الخ

(انساب الاشراف ص ۵۸۵ ۔ بلاذری جلد اول احمد بن یحییٰ بلاذری، المتوفی ۲۷۶ھ ۲۷۹ ۔ طبع جدید مصری ۔ سن طباعت ۱۹۵۹ء)

اور یہ روایت قبل ازیں رحماء بینہم کے حصہ اوّل صدیقی میں مسئلہ بیعت کے تحت روایت ۵ میں مفصّل درج کی جا چکی ہے اور وہاں اس کا ترجمہ بھی ذکر کر دیا تھا۔ اب یہاں مختصراً نقل کی گئی ہے۔

——— ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمالیا کہ اس موقعہ کی روایات سب ایک قسم کی نہیں ہیں، بعض میں کسی قسم کا تنازعہ و جھگڑا سرے سے پایا ہی نہیں جاتا اور بعض دیگر مرویات میں بڑی ہنگامہ آرائی دکھائی گئی ہے۔ قارئین کرام پر واضح ہو کہ علماء کرام نے قبل ازیں "منافشہ خیز روایات" پر جرح و قدح کر دی ہے ذیل میں وہ درج کی جاتی ہے:-

(۱) ——— شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ نے تحفہ اثنا عشریہ باب مطاعن فاروقی طعن نمبر دوم میں احراقِ بیت کے واقعہ کے متعلق فرمایا ہے کہ:

"ایں قصہ سراسر واہی و بہتان و افتراست" ۔

(۲) ——— مولانا عبدالعزیز پرہارویؒ اپنی کتاب نبراس شرح شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں کہ:

" وما یعھا انّ ابابکرٍ امر باحراقِ بیتِ علیٍّ وفیہ فاطمۃُ وحسنانِ لتاخّرہ عن البیعۃِ قلنا کذبٌ محضٌ" ۔

(نبراس شرح شرح عقائد طبع ملتان ص۵۲۹،
تحت متن والاشتراط ان یکون الامام معصوماً)

یعنی "ہر دو حوالہ جات کا مطلب یہ ہے کہ بیعت میں تاخیر کی وجہ سے حضرت علیؓ کے رہائشی مکان جلانے کے لیے امر کرنے کا واقعہ سراسر بہتان ہے۔ افترا ہے اور واضح جھوٹ ہے"۔

اندریں حالات جن روایات میں اس قسم کا جھگڑا مذکور نہیں ہے ان کو ٹھیک تسلیم کیا جائے گا۔ باقی قابلِ قبول نہ ہونگی۔

بحث ہٰذا کے متعلق ابن ابی الحدید کا بیان

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ سیدہ فاطمہؓ کے خانہ سوزی کے متعلق روایات کی تردید صرف سُنّی علماء نے ہی نہیں کی بلکہ بعض شیعہ علماء نے بھی ان روایات کو ناقابلِ قبول اور غیر معتمد و غیر معتبر قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ :-

واما ما ذکرہ من الھجوم علی دار فاطمۃ وجمع الحطب لتحریقہا فھو خبر واحد غیر موثوقٍ بہٖ ولا معمول علیہ فی حق الصحابۃ بل و لا فی حقِ احدٍ من المسلمین ممن ظھرت عدالتہٗ ؛

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی ص ۶۲۱، جلد ۴ طبع بیروت تحت متن "قولہٗ لعمار بن یاسر وقد سمعہٗ یراجع کلاماً دعہ یا عمار")

حاصل یہ ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کے خانہ پر ہجوم کرنا اور خانہ سوزی کے لیے لکڑی جمع کرنے کی روایات خبرِ واحد ہیں (یعنی مشہور و متواتر نہیں ہیں) یہ غیر معتمد ہیں، نہ صحابہ کے حق میں قابلِ عمل ہیں نہ کسی دوسرے عادل مسلمان کے حق میں"۔

علیٰ سبیل التنزّل

بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس موقع پر سیدہ فاطمہؓ، حضرت عمرؓ پر اس وجہ سے ناراض ہو گئی تھیں تو اس کے متعلق عرض ہے کہ شیعہ علماء نے اپنی معتبر تصانیف میں حضرت فاطمہؓ کا حضرت عمرؓ کے حق میں راضی ہو جانا بھی درج کیا ہے۔

(۱)

ابن ابی الحدید شیعی معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں ابوبکر الجوہری شیعی کے حوالہ سے پہلے

حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی ذکر کی ہے اس کے بعد آپ کی رضامندی کو بایں الفاظ درج کیا ہے:-

——— قَالَ فَمَشٰی اِلَیْھَا اَبُوْبَکْرٍ بَعْدَ ذَالِکَ وَشَفَّعَ بِعُمَرَ وَطَلَبَ اِلَیْھَا فَرَضِیَتْ عَنْہُ۔

(شرح نہج البلاغہ جدیدی، ج ۱، ص ۱۵۷، طبع بیروت
بحث الامام الی البیعۃ)

اور "حق الیقین" میں ملا باقر مجلسی نے بھی عمر فاروقؓ کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کا راضی ہونا درج کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"... چوں علی و زبیر بیعت کردند و این فتنہ فرو نشست ابوبکر آمد و شفاعت کرد از برائے عمرؓ و فاطمہ از و راضی شد۔"

("حق الیقین" ملا باقر مجلسی ص ۱۱۰ طبع قدیم لکھنؤ۔
(طبع جدید طہران، ص ۱۸۰ بحث بیعۃ علی جبرًا و قہرًا بود)

حاصل یہ ہے کہ جب علیؓ اور زبیرؓ نے ابوبکر الصدیقؓ سے بیعت کر لی اور یہ فتنہ فرو ہو گیا تو ابوبکرؓ فاطمہؓ کے پاس آئے اور عمرؓ کے لیے سفارش کی تو فاطمہؓ عمرؓ سے راضی ہو گئیں۔"

دعوتِ مصالحت

جب ہمارے بزرگانِ محترم آپس میں رضامند ہو گئے تو ہم ان کے تابعداروں کو بھی باہم شرانگیزی اور فتنہ خیزی کی حرکات ختم کر دینی چاہییں۔ اور آپس میں صلح و آشتی کی فضا سازگار بنانی چاہیے۔

فصل دوم

فصل اوّل کی طرح اس فصل میں بھی پانچ امور ذکر کرنے کی تجویز ہے۔

سیدنا عمرؓ فاروق اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے تعلقات اور روابط کے لیے یہ چیزیں تاریخی شواہد ہیں جو ہم ناظرین باتمکین کی خدمت میں کتب روایات اور تاریخی کتب سے فراہم کر کے پیش کر رہے ہیں۔ پوری توجہ کے ساتھ ان کو ملاحظہ فرماویں:

امر اوّل

— لوگوں میں یہ امر مسلّم ہے کہ دو شخصوں کے درمیان رشتہ داری کا قائم ہونا ایک آدمی کا لڑکی کا رشتہ دینا دوسرے شخص کا اس کو قبول کرنا باہم اعتماد اور وثوق کی بنا پر ہوتا ہے اور آپس میں رشتہ کر لینے کے بعد یہ برادرانہ رابطہ مضبوط تر ہو جایا کرتا ہے۔

اس تمدنی و نفسیاتی اصول کے تحت حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطّاب نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے ان کی صاحبزادی اُمّ کلثوم کا رشتہ طلب کیا اور حضرت علیؓ نے بخیر و خوبی اور رضامندی سے اپنی عزیزہ کا نکاح کر دیا۔ جبر و اکراہ اور قہر و تشدّد کی کوئی صورت نہیں پیش آئی۔

اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے سردارِ دو عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان بیان کیا جو انہوں نے خود حضور علیہ السلام سے سنا تھا۔ یعنی فرمانِ نبوت ہے کہ "قیامت کے روز تمام رشتے اور تعلقات ختم ہو جائیں گے مگر صرف میرے خاندان کے ساتھ رشتہ اور انتساب کام آئے گا۔"

حضرت عمرؓ نے کہا کہ میری دلی آرزو ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے قبیلے کے ساتھ میری نسبت قائم ہو جائے۔

یہ مسئلہ حدیث، روایات اور تاریخ کی کتابوں میں درج ہے اور محدثین اور مورخین نے اس کو درج کیا ہے۔ ان میں سے پہلے چند ایک حوالہ جات قارئین کرام کی تسلی کے لیے یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد علماء انساب و تراجم کی تصریحات ذکر کی جائینگی جن میں اس رشتہ کو بالتفصیل و بالوضاحت تحریر کیا گیا ہے۔

کتاب السنن لسعید بن منصور الخراسانی المکی المتوفی ۲۲۷ھ میں مذکور ہے:

...... عن جعفر بن محمد عن ابیہ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ابْنَتَہٗ اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَقَالَ عَلِیٌّ اِنَّمَا حَبَسْتُ بَنَاتِیْ عَلٰی بَنِیْ جَعْفَرٍ فَقَالَ اَنْکِحْنِیْہَا فَوَاللّٰہِ مَا عَلَی الْاَرْضِ رَجُلٌ اَرْصَدُ مِنْ حُسْنِ عِشْرَتِہَا مَا اَرْصَدْتُ فَقَالَ عَلِیٌّ قَدْ اَنْکَحْتُکَہَا فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰی مَجْلِسِ الْمُہَاجِرِیْنَ بَیْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ وَکَانَ الْمُہَاجِرُوْنَ یَجْلِسُوْنَ ثَمَّ عَلِیٌّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَالزُّبَیْرُ وَعُثْمَانُ وَطَلْحَۃُ وَسَعْدٌ فَاِذَا کَانَ الشَّیْئُ یَاْتِیْ عُمَرَ الْاَمْرُ مِنَ الْاٰفَاقِ وَیَقْضِیْ فِیْہِ۔ جَاءَہُمْ وَاَخْبَرَہُمْ ذَالِکَ وَاسْتَشَارَہُمْ کُلَّہُمْ فَقَالَ رَفِّئُوْنِیْ قَالُوْا بِمَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ؟ قَالَ بِابْنَۃِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ثُمَّ اَنْشَاَ یُحَدِّثُہُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ نَسَبٍ وَسَبَبٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا نَسَبِیْ وَسَبَبِیْ کُنْتُ صَحِبْتُہٗ فَاَحْبَبْتُ اَنْ یَکُوْنَ ھٰذَا لِیْ اَیْضًا۔"

("کتاب السنن" قسم اول ج ۳ ص ۱۴۶ لسعید بن منصور الخراسانی المکی المتوفی ۲۲۷ھ قسم اول از جلد ثالث باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان یتزوجہا۔ من مطبوعات المجلس العلمی کراچی و ڈابھیل۔)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جعفر صادق اپنے والد حضرت محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے علی المرتضیٰ سے ان کی لڑکی اُم کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ مَیں نے اپنی لڑکیاں اپنے بھائی جعفرؓ کے بیٹوں کے لیے روک رکھی ہیں۔ اس کے بعد پھر حضرت عمرؓ نے اس رشتہ کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ آپ مجھ سے نکاح کر دیں۔ مَیں اس رشتہ کی حسنِ معاشرت کو اس طرح نگاہ میں رکھوں گا کہ کوئی اور شخص ملحوظ نہ رکھ سکے گا۔

پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مَیں نے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب مہاجرین حضرات کی مجلس میں (جو مسجدِ نبوی میں ہُوا کرتی تھی) تشریف لاتے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ، زبیرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، سعدؓ، علیؓ۔ یہ سب حضرات وہاں بیٹھتے تھے۔

جب حضرت عمرؓ کے پاس اطرافِ عالم سے کوئی معاملہ آیا کرتا اور اس کے متعلق فیصلہ کرنا ہوتا تو اس کے لیے ان حضرات کو اطلاع کرتے اور ان سب سے مشورہ لیتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے مبارک باد دیجیے۔ انہوں نے کہا کہ کس بات کی؟ عمر بن الخطاب نے کہا کہ علیؓ بن ابی طالب کی لڑکی اُمّ کلثوم سے میرا نکاح ہُوا ہے۔ پھر ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث سنائی کہ:۔

"آپؐ نے فرمایا کہ ہر نسب و سبب قیامت کے روز منقطع ہو جائے گا مگر ایک میرا نسب اور انتساب فائدہ مند ہو گا۔"

حضرت عمرؓ نے کہا کہ مَیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مصاحب و

ہم نشین تو رہا ہوں اور میں پسند کرتا تھا کہ نسبی تعلق بھی قائم ہو جاتے تو وہ اب حاصل ہو گیا ہے "۔

(۲) ـــ اور حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے "المستدرک" جلد ثالث باب فضائلِ علیؓ میں یہ مسئلہ بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے :۔

"۔۔۔۔۔۔ عن جعفر بن محمد عن ابیہ عَنْ عَلِیّ بْنِ الْحُسَیْنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ اِلٰی عَلِیٍّ اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَقَالَ اَنْکِحْنِیْهَا فَقَالَ عَلِیٌّ اِنِّیْ اَرْصُدُهَا لِابْنِ اَخِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ فَقَالَ عُمَرُ اَنْکِحْنِیْهَا فَوَاللّٰهِ مَا مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ یُرْصِدُ مِنْ اَمْرِهَا مَا اُرْصِدُهٗ فَاَنْکَحَهٗ عَلِیٌّ فَاَتٰی عُمَرُ الْمُهَاجِرِیْنَ فَقَالَ اَلَا تُهَنِّئُوْنِیْ فَقَالُوْا بِمَنْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؟ فقال بام کلثوم بنتِ عَلِیٍّ وَابْنَةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُلُّ نَسَبٍ وَسَبَبٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا مَا کَانَ مِنْ سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ ـ فَاَحْبَبْتُ اَنْ یَّکُوْنَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَسَبٌ وَسَبَبٌ " ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ـ

(المستدرک للحاکم ، ج ۳ ص ۱۴۲ ، باب فضائل علیؓ)

"یعنی امام زین العابدین (علی بن الحسین) کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے ان کی لڑکی اُمِّ کلثوم کا نکاح طلب کیا ۔ علی المرتضیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے برادر زادہ عبداللہ بن جعفر کے لیے یہ رشتہ محفوظ کیا ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا آپ مجھے نکاح کر دیں اللہ کی قسم میں اس کی ایسی نگاہ داشت کروں گا کہ جس طرح کوئی دوسرا حفاظت نہ رکھ سکے گا ۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ نے اُمِّ کلثوم کا نکاح کر دیا ۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ بن الخطاب مہاجرین کے پاس تشریف لاتے اور کہا کہ تم مجھے مبارک باد نہیں دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کس چیز کی مبارک باد پیش کریں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ علی المرتضیٰ اور فاطمہؓ کی بیٹی ام کلثوم کے ساتھ نکاح کی مسرت میں مبارک دیجیے۔ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر نسب وسبب قیامت کے روز منقطع ہونگے مگر میرے ساتھ نسب کا تعلق ختم نہیں ہوگا۔"

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پسند کیا حضور علیہ السلام کے خاندان کے ساتھ میرا نسبی تعلق قائم ہو جاتے۔"

(۴) ۔ علامہ علی متقی ہندیؒ نے کنز العمال جلد سابع میں اُمِ کلثوم کے نکاح کا مسئلہ بعنوان ذیل نقل کیا ہے:

عن ابی جعفر اِنَّ عُمَرَؓ بْنَ الخَطَّابِ خَطَبَ اِلیٰ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ اِبْنَتَهٗ اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَقَالَ عَلِیٌّ اِنَّمَا حَبَسْتُ بَنَاتِیْ عَلٰی بَنِیْ جَعْفَرٍ فَقَالَ عُمَرُؓ اَنْکِحْنِیْهَا یَا عَلِیُّ فَوَاللّٰهِ مَا عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ رَجُلٌ یَرْصُدُ مِنْ حُسْنِ صَحَابَتِهَا مَا اَرْصُدُ فَقَالَ عَلِیٌّ قَدْ فَعَلْتُ فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰی مَجْلِسِ الْمُهَاجِرِیْنَ بَیْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ وَکَانُوْا یَجْلِسُوْنَ عَلِیٌّ وَعُثْمَانُ وَالزُّبَیْرُ وَالطَّلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَاِذَا کَانَ الشَّیْءُ یَأْتِیْ عُمَرَؓ بْنَ الْخَطَّابِ مِنَ الْاٰفَاقِ جَاءَهُمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِذٰلِكَ فَاسْتَشَارَهُمْ فِیْهِ فَجَاءَ عُمَرُؓ فَقَالَ زَفُّوْنِیْ وَقَالُوْا بِمَنْ؟ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ بِابْنَةِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ثُمَّ اَنْشَأَ یُخْبِرُهُمْ فَقَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ وَکُنْتُ قَدْ صَحِبْتُهٗ

فَاَحْبَبْتُ اَنْ یَکُوْنَ ھٰذَا اَیْضًا۔"

(کنز العمّال، ج ۷، ص ۹۸، روایت ۸۲۵ ـ طبع قدیم (بحوالہ ابن سعد و ابن راہویہ مختصراً رواہ ۲ بتمامہ)

روایت ہذا کا حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے حضرت علیؓ سے ان کی دختر اُمِ کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے برادر جعفر کے لڑکوں کے لیے اپنی بیٹیوں کے رشتے روک رکھے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ اپنی صاحبزادی سے میرا نکاح کردیں۔ بخدا حسنِ معاشرت کے اعتبار سے جتنی میں اس کی نگہداشت و حفاظت کروں گا اتنی کوئی اور شخص نہ کرسکے گا۔ تو حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے آپ سے یہ نکاح کردیا۔

حضرت عمرؓ اس کے بعد مہاجرین کی مجلس میں تشریف لاتے جو قبر شریف اور منبر نبوی کے درمیان منعقد ہوتی تھی وہاں علی المرتضیٰؓ، عثمانؓ بن عفان، طلحہؓ و زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف تشریف رکھا کرتے تھے۔ جب اطراف سے کوئی معاملہ حضرت عمرؓ کے ہاں پیش ہوتا تو ان حضرات کو اس کی اطلاع کی جاتی اور اسی بارہ میں مشورہ طلب کیا جاتا تھا۔

(نکاح ہذا کے بعد) اہلِ مجلس کے پاس حضرت عمرؓ تشریف لائے فرمانے لگے کہ مجھے مبارک باد دیجیے۔ مذکورہ حضرات نے کہا کہ کس چیز کی مبارک باد؟ اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا کہ علی بن ابی طالبؓ کی دختر اُمِ کلثوم کے ساتھ میرے نکاح کی۔ پھر ان کو بتلایا کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سُنا تھا کہ قیامت کے دن ہر نسب و سبب منقطع ہوگا مگر میرا نسب اور انتساب فائدہ دے گا۔

ہم نشینی اور خدمت میں رہنے کا شرف تو مجھے حاصل تھا، میں نے

خواہش کی ہے کہ نبی کریمؐ کے خاندان سے نسبی تعلق بھی قائم ہو جاتے ۔"
ناظرین کرام پر واضح رہے کہ یہ حدیث جس کو حضرت عمرؓ اس موقع پر بیان کر رہے ہیں اس کو شیعہ علماء نے حضرت علیؓ سے منقول بتلایا ہے ۔ تسلی کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الخصال لابن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۱ھ تحت عنوان احتجاج امیر المومنین علیہ السلام یوم الشوریٰ، ص ۱۲۳ ۔ مطبوعہ ایران طبع قدیم ۔ سن طباعت ۱۳۰۲ھ ۔

ایک ذخیرہ روایات میں سے چند روایات اس مسئلہ کے اثبات کی خاطر ذکر کرنی کافی خیال کی گئی ہیں ۔ یہ امام باقر و امام زین العابدین سے مروی ہیں ۔

—— مندرجات ہٰذا میں غور کرنے سے ایک چیز تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ مذکورہ تمام حضرات کے درمیان اتحاد و اخلاص ہمیشہ قائم تھا ۔ ایک دوسرے سے کوئی عناد نہیں رکھتے تھے ۔ جو معاملہ پیش آتا اس کے متعلق غور و خوض کے لیے مشورہ ہوتا تھا ۔ یہ ان کے باہمی اتفاق کی بیّن دلیل ہے ۔

—— دوسرا یہ کہ اُمّ کلثوم بنتِ علی جو حضرت فاطمہؓ کے بطنِ مبارک سے تھیں ان کا نکاح حضرت علیؓ المرتضیٰ نے بخوشی و رضا حضرت امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب سے کر دیا اور حضرت عمرؓ نے اس نکاح کو سعادت مندی تصوّر کرتے ہوئے عقیدت مندی کے ساتھ قبول فرمایا ۔
یہ رشتہ ان دونوں حضرات کے باہمی حسنِ تعلقات کی بڑی مضبوط دلیل ہے اور "رُحَمَاءُ بَیْنَهُم" (فرمانِ خداوندی) کے لیے واضح نشان ہے ۔ اور ایسے دلائلِ واضحہ کو نہ تسلیم کرنا اور پھر بھی ان حضرات کی باہم دشمنی و عداوت کا تصوّر قائم رکھنا عدل و انصاف کے خلاف ہے اور قرآنِ مجید و حدیث و تاریخ کو پسِ پُشت ڈال دینے کے مترادف ہے ۔[1]

---

[1] حاشیہ) رفعِ اشتباہ

عام قارئین کرام کی خدمت میں باادب عرض ہے کہ یہ "رفعِ اشتباہ" خاص علمی نوعیت کا ہے

(حاشیہ)

۴۔ عبارات کا ترجمہ بھی مصلحتاً پیش نہ ہو سکے گا۔ رنجیدگی نہ فرمادیں اور کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

—— محمد باقرؒ کی طرف منسوب شدہ بعض روایات میں ایک واقعہ (ذھاب اُمِ کلثوم بہ بیت عُمَر بن الخطاب) نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے حضرت فاروقِ اعظمؓ پر طعن قائم کرنے والے بزرگ مزید ایک طعن کا اضافہ کرتے ہیں (اگرچہ ساتھ ہی حضرت علیؓ اور معصومہ کی عزت و وقار مجروح ہو جائے) اس چیز کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور باطنی بغض و کینہ کا اظہار کرتے ہوئے قبیح عبارات کی شکل میں اس کو پھیلاتے ہیں۔

اس کے متعلق چند توضیحاتِ مفیدہ عرضِ خدمت ہیں:۔

(۱) —— اولاً تحریر ہے کہ محدثین میں یہ امر متداول ہے کہ ایک واقعہ کو متعدد مرویات سے ملاحظہ کرنے کے بعد اصل حقیقت پر اطلاع یاب ہوتے ہیں۔ اس طریق سے اصل چیز کا نشیب و فراز، نقص و ازدیاد عیاں ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مسئلہ ہذا میں یہ صورت اختیار کرنے سے واضح ہوا ہے کہ من جانب الرواۃ یہاں ادراج فی الروایۃ پایا گیا ہے۔ اس کے لیے قرینہ درکار ہو تو طبقات ابنِ سعد کی روایت اُمِ کلثوم بنتِ علیؓ کے تذکرہ میں موجود ہے اس کی جانب مراجعت کی جا سکتی ہے۔ جس کا ضروری حصہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ واقعہ کی اصلیت اس سے خوب واضح ہے :۔ تذکرہ اُمِ کلثوم بنتِ علی میں ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ:

.... فامر بها عليٌّ فصنّعت ثم امر ببرد فطواه وقال انطلقي بهٰذا الى امير المؤمنين فقولي ارسلني ابي يقرأك السلام ويقول ان رضيت البرد فامسكه وان سخطه فردّه فلمّا اتت عمرؓ قال بارك فيكِ وفي ابيكِ قد رضينا قال فرجعت الى ابيها فقالت ما نشر البرد ولا نظر الّا اليّ فزوّجها اياه فولدت له غلامًا يقالُ

(بقیہ حاشیہ)

لہ زَیدٌ ـ (طبقات ابن سعد، ج ۸ص ۳۴۰، تذکرہ اُمِ کلثوم بنتِ علیؓ
طبع لیدن یورپ ـ ابن سعد المتوفی ۲۳۰ھ / ۲۳۵ھ)

اس روایت کے ذریعہ معلوم ہُوا کہ اصل چیز اتنی ہی ہے جو یہاں بیان ہوئی ہے ـ اور اس واقعہ کو منکر الفاظ و قبیح عبارات کی صورت میں جہاں کسی نے ذکر کیا ہے وہ مدرج من الرواۃ ہے ـ

(۲) ثانیاً عرض ہے کہ اس واقعہ کی بیان کنندہ روایات جن میں قبیح تعبیر پائی جاتی ہے، یہ اسناداً منقطع و متناً شاذ روایات ہیں اور امام محمد باقرؒ کی طرف منسوب ہیں اور جو روایات مندرجہ بالا اصل مسئلہ ہٰذا کے اثبات کے لیے ہم نے پیش کی ہیں وہ بھی امام محمد باقرؒ سے ہی مروی ہیں اور ان میں منکر الفاظ اور قبیح عنوان بالکل نہیں تو اس صورت میں یہاں وہ ضابطہ ملحوظ رکھنا ہوگا جو علماء کبار نے ایسے مواقع کے لیے درج کیا ہے ـ

ابن حجر مکی الہیثمیؒ نے اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۸، تحت الکبیرۃ الاُولیٰ باب الاوّل فی الکبائر الباطنۃ میں ذکر کیا ہے اور اسی قاعدہ کو علامہ ابن عابدین الشامی نے بھی ردالمحتار (حاشیہ درالمختار) جلد ثالث ص ۴۴، باب المرتد میں نقل کیا ہے ـ ضابطہ یہ ہے کہ

"واذا اختلف کلام الامام فیؤخذ بما یوافق الادلۃ الظاهرۃ ویعرض عما خالفها"

یعنی جب کسی امام کے بیان میں اختلاف پایا جائے تو جو امر ان بزرگوں کی امانت، دیانت تقویٰ کے ملائم و مناسب ہوگا وہ قابلِ تسلیم ہوگا اور جو اس کے معارض ہوگا وہ لائق اعراض و اغماض ہوگا ـ

(۳) ثالثاً، معروض ہے کہ علمائے اصولِ حدیث، بحوں قسم متقابل و متعارض روایات کے موقعہ پر

ایک ضابطہ بیان کیا کرتے ہیں کہ جو روایت عقل اور عادت کے موافق پائی جائے وہ لائق قبول ہوتی ہے اور جو عقل اور عادت کے برعکس ہو وہ قابلِ اعتناء نہیں ہوتی ذیل کی عبارات اس کے لیے ملاحظہ فرمادیں۔ ابنِ عراق کنانی نے کتاب تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ میں روایت کے بے اصل ہونے کے قرائن میں درج کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

" ومنها قرينة فى المروىّ كمخالفته لمقتضى العقل بحيث لا يقبل التاويل ويلتحق به مايدفعه الحسّ والمشاهدة او العادة وكمنافاته لدلالة الكتاب القطعيّة اوالسنة المتواترة اوالاجماع القطعيّ -"

(تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ لعلی بن محمد بن عراق الکنانی المتوفی سنہ ۹۶۳ھ ، ص ۶ ، طبع مصری)

(۴) رابعاً مذکور ہے کہ امام باقرؒ کی طرف منسوب شدہ یہ روایات ہیں جن میں منکر الفاظ پائے جاتے ہیں اور شیعہ مجتہدین نے معتبر و مستند روایات کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ امام محمد باقر کی مرویات میں تدسیس و تخلیط ہو چکی ہے جو چیزیں امام باقرؒ نے نہیں بیان کی تھیں وہ ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور ناگفتہ چیزوں کا ان پر افترا کیا گیا ہے۔ رجال کشی اور مامقانی میں ہے:-

عن الصادق عليه السّلام ان لكل رجل منا رجل يكذب عليه وعنه ان المغيرة بن سعيد دسّ فى كتب اصحابِ ابى احاديث لم يحدّث بها ابى فاتقوا الله ولا تقبلوا علينا ما خالف قول ربنا وسنّة نبيّنا" (۱) رجال کشی، ص ۱۴۶ ، طبع بمبئی تذکرہ مغیرہ، ص ۱۹۵ طبع جدید طہران)۔

(۲) تنقیح المقال لعبداللہ المامقانی ص ۱ المقام الثالث من المقدمہ

(بقیہ حاشیہ) ایک فہمیدہ شخص اور غیر جانبدار آدمی غور کر سکتا ہے کہ یہ اندرونِ خانہ واقعہ کی اطلاع بیرونِ خانہ کس طرح افشاء ہوئی ؟ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں عزیزہ معصومہ اُمِ کلثوم کی تبیین کے ذریعہ یا امیر المومنین عمر فاروقؓ کے اِنباء و اِخبار کے طریقہ سے۔ یہ دونوں صورتیں فہم و قیاس اور عادت کے خلاف ہیں۔ لہٰذا قیاس و عادت کے متضاد ہونے کی بنا پر بھی یہ روایت بے اصل ثابت ہوگی اور قابلِ رد ہوگی۔

کَمْ مِّنْ قِصَّةٍ اِخْتَرَعُوْهَا وَكَمْ مِنْ وَقَاحَةٍ نَسَبُوْهَا اِلَيْهِ وَ اِنَّه بَرِیْئٌ مِنْهَا۔ وَالْقُرْاٰنُ يَشْهَدُ بدينهم وديانتهم وصلاحهم۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (سورۃ الفتح)

(۵) ۔خامساً علی سبیل التنزّل لکھا جاتا ہے اگر بالفرض والتقدیر بنا بر زعم طاعنین اس قصّہ کو کوئی شخص تسلیم بھی کر لے تو وہ الزاماً کہہ سکتا ہے کہ:

ع این گناہیست کہ در شہرِ شما نیز کنند

یعنی اس قسم کے امر کا سرزد ہونا تو جناب مستطاب علی المرتضیٰ کی ذاتِ گرامی سے آپ کی کتابوں میں آپ کے علماء نے باسند ذکر کیا ہے۔ شیعی دنیا کے مشہور عالم اپنی تصنیف "قُرب الاسناد" میں اپنی سند سے لکھتے ہیں کہ:

"۔۔۔ عن جعفر عن ابیہ علیہ السلام عن علی علیہ السّلام اِنَّه كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّبْتَاعَ الْجَارِيَةَ يَكْشِفُ عَنْ سَاقِهَا فَيَنْظُرُ اِلَيْهَا"

(کتاب قرب الاسناد لعبداللہ بن جعفر الحِمیری، ص ۴۹ تحت مرویات الحسین بن علوان طبع طہران)

(بقیہ: حاشیہ)

دوستوں کو اختیار ہے جو چاہیں جواب مرتب فرماتے رہیں۔ ہمارے نزدیک نہ یہ چیز صحیح ہے نہ وہ واقعہ صحیح ہے۔ ان حضرات کے ورع و تقویٰ کی بے داغ چادر کو داغدار کرنے کی یہ سب تجویزیں ہیں۔ "خُذْ مَاصَفَا وَدَعْ مَاكَدَرَ" پر عمل کرنے کی اللہ تعالیٰ سب کو توفیق نصیب فرمائے۔ (منہ)

اُمِّ کلثوم بنتِ علی المرتضیٰؓ کا رشتہ فاروق اعظمؓ کے ساتھ علماءِ انساب و تراجم کی نظروں میں

اہلِ علم حضرات جانتے ہیں کہ "علمِ انساب" فن تاریخ کا ایک مستقل شعبہ ہے اور انساب کی کتب علماء نے فن نے الگ تدوین کی ہیں۔ ان میں خاندانوں کے نسب اور شجرے و دیگر متعلقہ کوائف ذکر کیے جاتے ہیں۔ ایک خاندان کی رشتہ داریاں جو دوسرے خانوادہ سے ہوں وہ بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

اور یہ بھی مسلّم امر ہے کہ علمِ انساب کی کتابیں مذہبی عقائد کی بنا پر یا مذہبی رجحانات کے تحت نہیں تحریر کی جاتیں بلکہ صرف قوموں کے تاریخی وقائع و احوال کے پیشِ نظر لکھی جاتی ہیں لہٰذا اگر ایک واقعہ کو اور خاندانی رشتہ کو یہ تمام مشہور مشہور لوگ ذکر کرتے ہیں تو وہ واقعہ ایک حقیقت ہے جو اس دور میں گزری ہے۔ فرضی افسانہ یا خود ساختہ قصہ نہیں۔

لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی اُمِّ کلثوم کے نکاح کا واقعہ علماءِ انساب کے بیانات کی روشنی میں اور ان کی عبارات کی شکل میں بغیر کسی تبصرہ اور تشریح کے پیش

کر دیں۔تاکہ عام وخاص تمام لوگوں کو اس رشتہ کے صحیح اور درست ہونے کی تصدیق ہو جائے اور کسی اشتباہ کی گنجائش نہ رہے۔

اب ایک خاص ترتیب کے تحت کتبِ انساب سے ہم اس مسئلہ کو پیش کرتے ہیں۔سردست علمِ انساب کی پانچ عدد کتب سے یہ رشتہ نقل کیا جاتا ہے۔

(اوّل)

کتاب "نسب قریش" (لابی عبداللہ المصعب بن عبداللہ الزبیری المتوفی ۲۳۶ھ) میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد کے شمار کے تحت لکھا ہے کہ

(۱) -وَ زَیْنَبَ اِبْنَۃَ عَلِیٍّؓ اَلْکُبْرٰی وَلَدَتْ لِعَبْدِاللّٰہِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ -

(۲) وَاُمَّ کُلْثُوْمِ اَلْکُبْرٰی وَلَدَتْ لِعُمَرَؓ بْنِ الْخَطَّابِ وَ اُمُّھُمْ فَاطِمَۃُ بِنْتُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "

(کتاب نسب قریش ص۴۵ تحت ولد علی بن ابی طالب -طبع مصر)-

یعنی حضرت علیؓ کی لڑکی زینب کبریٰ کے بطن سے عبداللہ بن جعفر کی اولاد ہوئی اور اُمّ کلثوم کبریٰ کے بطن سے حضرت عمرؓ بن الخطاب کا بچہ تولّد ہوا-ان ہردو کی ماں سیّدہ فاطمہؓ حضور نبی کریم صلعم کی صاحبزادی تھیں"

(دوم)

کتاب المحبّر (لابی جعفر محمد بن حبیب بن امیّہ بن عمرو الہاشمی البغدادی المتوفی ۲۴۵ھ) میں یہ رشتہ مندرجہ ذیل عبارات میں منقول ہے۔

اصہار علی بن ابی طالب کے تحت نمبر دوم پر درج ہے کہ:

ـــــ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَتْ عِنْدَهٗ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِيٍّ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا عَوْنٌ ثُمَّ مُحَمَّدٌ ثُمَّ عَبْدُ اللّٰهِ بَنُوْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ " (۱) کتاب المحبر، ص ۵۶، تحت اصہار علی، طبع دکن،

(۲) کتاب المحبر، ص ۴۳۷۔ طبع حیدر آباد دکن۔

"یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ کے جہاں داماد شمار کیے ہیں وہاں نمبر دوم پر عمرؓ بن الخطاب کو شمار کیا ہے لکھا ہے کہ ان کے نکاح میں اُمّ کلثوم بنت علیؓ تھیں اس کے بعد عون بن جعفر کے نکاح میں آئیں۔ اس کے بعد محمد بن جعفر کے نکاح میں آئیں۔ اس کے بعد عبداللہ بن جعفر کے نکاح میں آئیں"۔

ـــــ حضرت عمر بن الخطابؓ کے اصہار کے تحت تیسرے نمبر پر لکھا ہے کہ:

"اِبْرَاهِيْمُ بْنُ نُعَيْمٍ النَّحَّامُ الْعَدَوِيُّ كَانَتْ عِنْدَهٗ رُقَيَّةُ بِنْتُ عُمَرَ وَاُمُّهَا اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِيٍّ "

"یعنی حضرت عمرؓ کے دامادوں کا شمار کرتے ہوئے تیسرے نمبر پر ذکر کیا ہے کہ ابراہیم بن نعیم کے نکاح میں رقیہ بنت عمرؓ بن الخطاب تھیں اور اس کی ماں اُمّ کلثوم بنت علیؓ المرتضیٰ تھیں"۔

(۳) کتاب المحبر، ص ۵۴، ۱۰۱ تحت اصہار عمرؓ، طبع حیدر آباد دکن)

(سوم)

کتاب "المعارف" لابن قتیبہ الدینوری المتوفی ۲۷۶ھ (ابو محمد بن عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری) میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کی صاحبزادیوں کی تعداد کے تحت مذکور ہے کہ:

(۱)۔ وَاَمَّا اُمُّ كُلْثُوْمٍ الْكُبْرٰى وَهِيَ بِنْتُ فَاطِمَةَ فَكَانَتْ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

وَلَدَتْ لَهُ وَلَدًا قَدْ ذَكَرْنَاهُمْ"

یعنی حضرت علیؓ کی لڑکی اُمِّ کلثوم کبریٰ، یہ حضرت فاطمہؓ کی لڑکی تھی عمرؓ بن الخطاب کے نکاح میں تھی۔ عمر بن الخطاب کی اس سے اولاد بھی ہوئی، اس کو ہم نے ذکر کیا ہے"

(المعارف" لابن قُتَیبَہ دینوری، ص ۹۲۔ طبع مصر۔
تحت عنوان بنات علی المرتضیٰؓ)

(۲)۔ اور حضرت عمرؓ کی اولاد کے تذکرہ میں بھی تحریر کیا ہے کہ:

"..... فَاطِمَةَ وَزَيْدًا وَأُمُّهُمَا أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

"یعنی حضرت عمرؓ کی اولاد میں فاطمہ اور زید ہیں۔ ان دونوں کی ماں حضرت علیؓ کی لڑکی اُمِّ کلثوم ہیں جو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں"

(المعارف" لابن قتیبہ ص ۷۹۔۸۰ طبع مصر
تحت اولاد عمرؓ بن الخطاب)

——یاد رہے کہ ابنِ قُتَیبہ نے یہاں لکھا ہے کہ اس فاطمہ بنتِ عمرؓ کو رقیہ بنتِ عمرؓ بھی کہا گیا ہے۔ فاحفظہ۔

(چہارم)

کتاب "انساب الاشراف" (لاحمد بن یحییٰ البلاذری المتوفی ۲۷۹ھ) میں درج ہے کہ

"...... وابراھیم بن نُعَیم النحام بن عبد اللہ العدوی ....
.... كَانَتْ عِنْدَهُ رُقَيَّةُ بِنْتُ عُمَرَ أُخْتُ حَفْصَةَ لِأَبِيهَا وَأُمُّهَا أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عَلِيٍّ"

"یعنی ابراہیم بن نُعیم کے نکاح میں حضرت عُمر کی لڑکی رقیہ تھیں جو حضرت اُمّ المومنین حفصہ کی بہن ہیں اور ان کی ماں ام کلثوم دختر علیؓ ہیں۔

(۱) (کتاب انساب الاشراف (البلاذری) ص ۴۲۵
جلد اوّل، طبع مصر۔ طبع جدید (سن طباعت ہذا ۱۹۵۹ء)
(۲) کتاب الثقات لابن حبان، ص ۱۴۴، ج ۲ تحت بنات رسول اللہ علیہ وسلم۔

(پنجم)

کتاب "جمہرۃ الانساب" لابن حزم (ابی محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵۶ھ) میں حضرت علیؓ کی اولاد کے تحت لکھا ہے کہ :-

"...... وتزوج ام کلثوم بنت علی المرتضی بنت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن الخطاب فولدت لہ زیدا لم یعقب ورقیۃ ثم خلف علیہا بعد عمر رضی اللہ عنہ عون بن جعفر بن ابی طالب ثم خلف علیہا بعدہ محمد بن جعفر بن ابی طالب ثم خلف علیہا بعدہ عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب بعد طلاقہ لاختہا زینب"۔

نوٹ باقی حضرت عمر ام کلثوم کے حق میں (المصنف) کا متعلق گوالہ ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا ۲۸۶

(جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ص ۳۷-۳۸۔ تحت اولادِ علیؓ۔ طبع مصری۔ جدید طبع)

"مطلب یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی صاحبزادی اُمّ کلثوم دختر علی المرتضیٰؓ کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ نے نکاح کیا۔ پس حضرت عُمر کی ان سے اولاد ہوئی، ایک لڑکا زید ہوا جن کی نسل آگے نہیں چلی، اور لڑکی رقیہ ہوئی۔ پھر حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد اُمّ کلثوم کا نکاح عون بن جعفر سے ہوا۔ پھر عون کے بعد محمد بن جعفر سے ہوا۔ پھر محمدؒ کے بعد ان کے بھائی عبداللہ بن

جعفر سے ہوا جبکہ عبداللہ نے ان کی بہن زینب کو طلاق دے دی تھی۔"

"امرِ ثانی"

مشتمل بر چند فوائد

امرِ اوّل میں اُمِ کلثوم بنت علی المرتضٰی کے نکاح کا مسئلہ اہل السنت والجماعت کی کتابوں سے اور ائمہ کرام کی مرویات سے لکھا گیا ہے اور اس پر صرف چند روایات پیش کی گئی ہیں ورنہ مسئلہ ہٰذا کے اثبات کے لیے باسند حوالہ جات کا ایک ذخیرہ موجود ہے ان میں بخاری شریف کتاب الجہاد، باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزوہ کا حوالہ بھی داخل ہے۔ اور ساتھ ہی علماءِ انساب کی طرف سے بھی اس رشتہ کی توثیقات درج کر دی ہیں تاکہ اس مسئلہ کا تاریخی پہلو بھی مضبوط طریقہ سے سامنے آجائے۔

اب امرِ ثانی میں چند دیگر ضروری فوائد تحریر کیے جاتے ہیں جو قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کا کام دیں گے اور اطمینانِ قلبی کے لیے افادہ کا باعث بنیں گے۔

فائدہ اُولیٰ

فائدہ ہٰذا میں حضرت سیّدنا امیر المومنین عمر بن الخطّاب کا نکاح حضرت سیّدنا علی المرتضٰیؓ کی صاحبزادی اُمِ کلثوم (جو حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے بطنِ مبارک سے متولد تھیں) کے ساتھ شیعہ احباب کی معتبر کتابوں سے درج کیا جاتے گا۔

اِس طریقہ سے شیعہ ناظرینِ کرام کے لیے بھی اس مسئلہ میں اطمینان کا سامان ہو سکے گا جیسا کہ سابقاً امرِ اوّل میں اہل السنۃ کے لیے تسکین کی صورت کر دی گئی ہے۔

شیعہ احباب کے نزدیک چار کتب (جن کو "اصولِ اربعہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں) تمام کتب سے زیادہ معتمد و معتبر و مستند یقین کی جاتی ہیں۔

(۱) "الکافی" از محمد بن یعقوب الکلینی الرازی المتوفی ۳۲۹ھ ،

(۲) "من لا یحضرہ الفقیہ" از الشیخ الصدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۱ھ

(۳) "الاستبصار" از ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی "شیخ الطائفہ" المتوفی ۴۶۰ھ ۔

(۴) "تہذیب الاحکام" 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۔

ان اصول اربعہ میں "من لا یحضرہ الفقیہ" کے بغیر باقی ہر سہ کتب میں اُم کلثوم بنتِ علی رض کے نکاح کا مسئلہ مذکور ہے اور "ائمہ معصومین" کے باسند اقوال کے ساتھ مذکور ہے ۔ لہٰذا تفصیل کے ساتھ ہم ہر ایک روایت کو پہلے ان کے اُصول کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں ۔ بعد ازاں ان کے ہر دور کے معتبر علماء و مجتہدین کے حوالہ جات ذکر کریں گے اور کثرتِ حوالہ جات سے ناظرین کبیدہ خاطر نہ ہوں ، اصل مسئلہ کو پختہ کرنے کے لیے یہ تجویز کی جا رہی ہے ۔

(۱)

۱ ۔ الکافی کی روایتِ اوّل

" . . . . عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ علیه السّلام قَالَ لَمَّا خَطَبَ اِلَیْهِ قَالَ لَهٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّهَا صَبِیَّةٌ قَالَ فَلَقِیَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ لَهٗ اَلِیْ بَأْسٌ؟ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ خَطَبْتُ اِلَی ابْنِ اَخِیْكَ فَرَدَّنِیْ اَمَا وَاللهِ لَاُعَوِّرَنَّ زَمْزَمَ وَلَا اَدَعُ لَكُمْ مَكْرُمَةً اِلَّا هَدَمْتُهَا وَلَاُقِیْمَنَّ عَلَیْهِ شَاهِدَیْنِ بِاَنَّهٗ سَرَقَ وَلَاَقْطَعَنَّ یَمِیْنَهٗ فَاَتَاهُ الْعَبَّاسُ فَاَخْبَرَهٗ وَسَاَلَهٗ اَنْ یَّجْعَلَ الْاَمْرَ اِلَیْهِ فَجَعَلَهٗ اِلَیْهِ "

"یعنی امام جعفر صادق رح فرماتے ہیں کہ جب عمر بن الخطاب نے حضرت علی رض کی طرف ان کی لڑکی کا خطبہ کیا (اور رشتہ طلب کیا) تو حضرت علی رض نے کہا یہ ابھی چھوٹی بچی ہے ۔ پھر عمر بن الخطاب عباس بن عبد المطلب کو

ملے، ان کو کہا کہ کیا مجھ میں کوئی عیب ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں نے تیرے بھتیجے سے ان کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا ہے، اس نے میری بات کو لوٹا دیا اور رد کر دیا ہے۔

خبردار! بطورِ قسم کہتا ہوں کہ ماءِ زمزم کا عہدہ تم سے لے لوں گا۔ تمہاری ہر عزت و احترام کو گرا دوں گا اور چوری پر دو گواہ قائم کر کے ان کے ہاتھوں کو کٹوا دوں گا۔ پھر عباسؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے ان کو تمام ماجرا بیان کیا اور حضرت علیؓ کو کہا کہ اس عزیزہ کے نکاح کی اجازت کا معاملہ آپ میرے سپرد کر دیں۔ پس حضرت علیؓ نے یہ کام حضرت عباسؓ کے حوالہ کر دیا۔ (تاکہ وہ سرانجام دے دیں)۔"

(فروع کافی، ج ۲ ص ۱۴۱۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔ کتاب النکاح باب تزویج اُمّ کلثوم)

(۲)

۲۔ الکافی کی روایتِ دوم

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حَمَّادٌ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ تَزْوِيْجِ اُمِّ كُلْثُوْمٍ فَقَالَ اِنَّ ذَالِكَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

(خیال یہ ہے کہ روایت ہٰذا کا ترجمہ نہ دیا جائے، صرف عربی عبارت کافی ہے)

"امام جعفر صادقؒ نے (جبکہ تزویج اُمِّ کلثوم بنتِ علیؓ کے متعلق کلام ہوئی) تو کہا کہ ۔"

(فروع کافی، ج ۲، ص ۱۴۱، کتاب النکاح، باب تزویج اُمّ کلثوم۔ طبع نول کشور لکھنؤ)

(۳)

۳ - الکافی کی روایتِ سوم

"...... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سِنَانٍ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا تَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا ؟ اَوْ حَيْثُ شَاءَتْ ؟ قَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ، اِنَّ عَلِيًّا صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَمَّا تُوُفِّيَ عُمَرُ اَتٰى اُمَّ كُلْثُومٍ فَانْطَلَقَ بِهَا اِلٰى بَيْتِهٖ "

(فروع کافی، جلد ثانی، ص ۳۱۱، باب المتوفّٰی عنہا زوجہا ۔ طبع نولکشور لکھنؤ)

(۴)

۴ - الکافی کی روایت چہارم

"عن سلیمان بن خالد قال سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ امْرَأَةٍ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا اَيْنَ تَعْتَدُّ ؟ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا اَوْ حَيْثُ شَاءَتْ ؟ قَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ ۔ ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ اَتٰى اُمَّ كُلْثُومٍ فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَانْطَلَقَ بِهَا اِلٰى بَيْتِهٖ "

(فروع کافی، ج ۲، ص ۳۱۱ ۔ باب المتوفّٰی عنہا زوجہا الدخول بہا اَیْنَ تعتدّ وما یجب علیہا طبع نولکشور لکھنؤ)

کافی کی تیسری و چوتھی روایت کا حاصل یہ ہے کہ :

" روایت کرنے والا امام جعفر صادقؓ سے مسئلہ دریافت کرتا ہے کہ جس عورت شادی شدہ کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ عورت عدت کے ایام کہاں گزارے ؟ فوت شدہ خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے تو امام

علیہ السلام نے جواب دیا کہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے (خاوند متوفی کے گھر میں مقیم رہنا ضروری نہیں ہے) اس لیے کہ عمرؓ بن الخطاب جب فوت ہو گئے تو حضرت علی المرتضیٰؓ اپنی دختر اُمّ کلثوم کے پاس تشریف لائے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔"

(۵)

(۱) ۔ "الاستبصار" کی روایت اوّل

" . . . . عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُہٗ عَنِ الْمَرْأَۃِ الْمُتَوَفّٰی عَنْہَا زَوْجُہَا تَعْتَدُّ فِیْ بَیْتِہَا اَوْ حَیْثُ شَاءَتْ ؟ قَالَ بَلْ حَیْثُ شَاءَتْ اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا تُوُفِّیَ عُمَرُ اَتٰی اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَانْطَلَقَ بِہَا اِلٰی بَیْتِہٖ۔"

("الاستبصار" جزء ثالث ابواب العدّۃ، ص ۱۸۵ مطبع جعفریہ۔ نخاس جدید لکھنؤ۔ طبع قدیم)

(۶)

(۲) ۔ "الاستبصار" کی دوسری روایت

۔۔۔ . . . . عن سلیمان بن خالد قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ امْرَأَۃٍ تُوُفِّیَ عَنْہَا زَوْجُہَا اَیْنَ تَعْتَدُّ فِیْ بَیْتِ زَوْجِہَا اَوْ حَیْثُ شَاءَتْ ؟ قَالَ بَلْ حَیْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ اَتٰی اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَاَخَذَ بِیَدِہَا فَانْطَلَقَ بِہَا اِلٰی بَیْتِہٖ۔"

("الاستبصار" جزء ثالث، ص ۱۸۶، ابواب العدّۃ طبع مطبع جعفریہ۔ نخاس جدید لکھنؤ۔ طبع قدیم)

استبصار کی ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ "امام جعفر صادقؒ سے ان
کے شاگردوں (عبداللہ بن سنان - معاویہ بن عمار - سلیمان بن خالد) نے روایت
کیا کہ جس عورت شادی شدہ کا خاوند فوت ہو جاتے تو وہ بیوہ عورت عدت
کے ایّام کہاں گزارے؟ متوفی خاوند کے گھر میں یا کسی اور جگہ مقیم رہے؟
تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا کہ جہاں چاہے عدت گذار سکتی ہے اس
لیے کہ جس وقت عمر بن الخطاب فوت ہو گئے تو حضرت علیؓ المرتضیٰ اپنی لڑکی
اُمّ کلثوم کے پاس تشریف لائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے گھر
لے گئے "۔

(۷)

(۱) - "تہذیب الاحکام" کی پہلی روایت

• "عن ابی عبد اللہ علیہ السّلام قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ
الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا تَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا اَوْحَيْثُ شَاءَتْ؟ قَالَ بَلْ
حَيْثُ شَاءَتْ اَنَّ عَلِيًّا لَمَّا تُوُفِّيَ عُمَرُ اَتَى اُمَّ كُلْثُوْمٍ فَانْطَلَقَ
بِهَا اِلٰى بَيْتِهٖ "۔

(تہذیب الاحکام، ص ۲۳۸ - کتاب الطلاق باب عدۃ النساء
طبع ایرانی قدیم - (سن طباعت اندازاً ۱۳۱۶ھ)

(۸)

(۲) "تہذیب الاحکام" کی دوسری روایت

"..... سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ امْرَأَةٍ
تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا اَيْنَ تَعْتَدُّ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا اَوْحَيْثُ شَاءَتْ؟ قَالَ بَلْ
حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا لَمَّا تُوُفِّيَ عُمَرُ اَتٰى اُمَّ كُلْثُوْمٍ فَاَخَذَ

بِيَدِهَا فَانْطَلَقَ بِهَا اِلٰى بَيْتِهٖ ‘‘

(تہذیب الاحکام“ ص ۲۳۸۔ کتاب الطلاق، باب عِدّۃ النساء طبع قدیم ایرانی (سن طباعت ۱۳۱۶ھ)

”تہذیب“ کی ان ہر دو روایات کا مطلب یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان کے شاگردوں نے مسئلہ عدت دریافت کیا کہ جس بیاہ شدہ عورت کا زوج فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گزارے؟ شوہر کے گھر یا کسی دوسری جگہ؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس جگہ چاہے عدت گزار سکتی ہے پھر فرمایا کہ جب حضرت عمرؓ بن الخطاب فوت ہو گئے تو حضرت علیؓ اپنی دختر ام کلثوم کے ہاں تشریف لائے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دولتکدہ کی طرف لے گئے۔“

(۹)

(۳) تہذیب الاحکام کی تیسری روایت

”...... عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَاتَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِيٍّ وَ اِبْنُهَا زَيْدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِىْ سَاعَةٍ وَاحِدٍ لَا يُدْرٰى اَيُّهُمَا هَلَكَ قَبْلُ فَلَمْ يُوْرَثْ اَحَدُهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ وَصُلِّىَ عَلَيْهِمَا جَمِيْعًا۔

(تہذیب الاحکام آخری جلد، کتاب المیراث ص ۳۸۰۔ طبع قدیم ایرانی۔ باب میراث الغرقیٰ والمھدوم علیھم فی وقتٍ واحدٍ۔)

تہذیب کی اس تیسری روایت کا مضمون یہ ہے کہ امام جعفر صادقؒ نے امام محمد باقرؒ سے نقل کیا ہے کہ جب علی المرتضیٰ کی دختر ام کلثوم اور ان کے لڑکے زید ولد عمرؓ بن الخطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے اور یہ پتہ

نہ چل سکا کہ ان میں سے کون پہلے فوت ہوا ہے تو اس صورت میں ایک کو دوسرے کا وارث نہ بنایا جا سکا۔ اور ان دونوں پر نماز جنازہ ایک ہی وقت میں یکجا ادا کی گئی"۔

"اصولِ اربعہ" کی ان ہر سہ کتب کی باسند نو عدد مرویات کے ذریعہ مندرجہ ذیل اشیاء ثابت ہیں:-

(۱) - اُمِ کلثوم بنتِ علی المرتضیٰ حضرت عمر فاروقؓ کے نکاح میں تھیں۔

(۲) - حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کی وساطت سے یہ نکاح کر دیا تھا۔

(۳) - اُمِ کلثوم سے حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد بھی ہوئی۔

(۴) - جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ اپنی عزیزہ اُمِ کلثوم کو عدت گزارنے کے لیے اپنے گھر لے گئے۔

(۵) - جس روز اُمِ کلثوم کا انتقال ہوا اسی روز اُن کے لڑکے زید بن عمرؓ بن الخطاب کا بھی انتقال ہوا اور ماں بیٹے کا جنازہ بہ یک وقت اٹھایا گیا اور یکجا پڑھا گیا"۔

اس کے بعد شیعہ حضرات کے باقی اکابر علماء و مجتہدین کی معتبر تصانیف سے اس مسئلہ کا ثبوت پیشِ خدمت کیا جاتا ہے۔

ہر دور کے شیعی علماء نے اس نکاح کو تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ تاویل ذکر کر دی ہے کہ یہ رشتہ مجبوراً و مغلوباً ہوا۔

اب ذیل میں چوتھی صدی کے مشہور عالم و مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ، المتوفی ۴۳۶ھ کی تصانیف سے اس مسئلہ پر حوالہ جات نقل کیے جاتے ہیں۔ شیعہ علماء کے نزدیک سید مرتضیٰ علم الہدیٰ متقدمین و متاخرین علماء کے مابین حدِ فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اب ان کے بیانات ملاحظہ فرما دیں:-

(۱۰)

(۱) ۔ کتاب "الشافی" (جو قاضی عبدالجبار کی کتاب "المغنی" کے جواب میں تصنیف کی گئی تھی) میں سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ لکھتے ہیں :۔

"فاما تزویجه بنته فلم یکن ذالک عن اختیار و الخلاف فیه مشهور فان الروایة وردت بان عمر بن الخطاب خطبها الی امیر المؤمنین فدافعه وماطله فاستدعی عمر العباس فقال مالی أبی بأس ؟ فقال ما حملک علی هذا الکلام فقال خطبت الی ابن اخیک فمنعنی . . . .

. . . فقال العباس رد امرها الی ففعل فزوجه العباس ایاها . . . الخ"

(کتاب "الشافی" ص ۱۱۶ ۔ مع تلخیص الشافی، قدیم طبع ایرانی، سن طباعت ۱۳۰۱ھ)

حاصل یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے حضرت علیؓ سے ان کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے ٹال دیا اور ڈھیل کی تو عمرؓ بن الخطاب نے عباس بن المطلب سے کہا کہ مجھ میں کیا عیب ہے ؟ انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے ؟ عمرؓ نے کہا کہ میں نے تمہارے بھتیجے سے نکاح طلب کیا ہے اس نے مجھے منع کر دیا ہے . . . . . (آخر کار) عباس نے علی بن ابی طالب سے کہا کہ آپ اس لڑکی کے نکاح کا اختیار مجھے سپرد کر دیں۔ حضرت علیؓ نے ان کو یہ اختیار دے دیا پس عباسؓ نے عمر بن الخطاب سے یہ رشتہ کر دیا"

(۱۱)

(۲) ۔ کتاب "تنزیہ الانبیاء" میں سیّد مرتضیٰ علی الہدیٰ نے نکاح امّ کلثوم بنت علیؓ کے

مسئلہ کو مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے :۔

" فَاَمَّا اِنْكَاحُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَدْ ذَكَرْنَا فِي كِتَابِنَا الشَّافِي الْجَوَابَ عَنْ هٰذَا الْبَابِ مَشْرُوحًا وَبَيَّنَّا اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اَجَابَ عُمَرَ اِلٰى اِنْكَاحِ بِنْتِهٖ عَلَيْهَا السَّلَامُ اِلَّا بَعْدَ تَوَعُّدٍ وَتَهَدُّدٍ وَمُرَاجَعَةٍ وَ مُنَازَعَةٍ الخ "

(کتاب تنزیہ الانبیا للسید الشریف المرتضیٰ

علم الہدیٰ، ص ۱۴۱ - ۱۳۸ - طبع ایران)

یعنی حضرت علیؓ کا حضرت عمرؓ کو اپنی لڑکی کا نکاح کر دینا اس مسئلہ کا جواب ہم نے کتاب " شافی " میں پورے بسط و تفصیل سے تحریر کر دیا ہے اور ہم نے واضح کر دیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی لڑکی کا رشتہ عمرؓ بن الخطاب کے ڈرانے دھمکانے اور بار بار مراجعت و منازعت کے بعد کیا تھا "

(۱۲)

شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی شیعی المتوفی ۶۵۶ھ نے اپنی شرح حدیدی میں "نِعْمَ الطِّيْبُ الْمِسْكُ خَفِيْفٌ مَحْمِلُهٗ عَطِرٌ رِيْحُهٗ" متن کے تحت ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضرت علیؓ کی صاحبزادی کا حضرت عمرؓ کے نکاح میں ہونا اظہر من الشمس ہے۔ واقعہ کی عبارت ملاحظہ فرماویں۔

" وَجَّهَ عُمَرُ اِلٰى مَلِكِ الرُّوْمِ بَرِيْدًا فَاشْتَرَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ اِمْرَاَةُ عُمَرَ طِيْبًا بِدَنَانِيْرَ وَجَعَلَتْهُ فِي قَارُوْرَتَيْنِ وَاَهْدَتْهُمَا اِلٰى اِمْرَاَةِ مَلِكِ الرُّوْمِ فَرَجَعَ الْبَرِيْدُ اِلَيْهَا وَمَعَهٗ مِلْاُ الْقَارُوْرَتَيْنِ جَوَاهِرَ۔ فَدَخَلَ عَلَيْهِمَا عُمَرُ وَقَدْ صَبَّتِ الْجَوَاهِرَ فِي حَجْرِهَا فَقَالَ مِنْ اَيْنَ لَكِ هٰذَا ؟ فَاَخْبَرَتْهُ فَقَبَضَ عَلَيْهِ وَقَالَ هٰذَا

لِلْمُسْلِمِیْنَ قَالَتْ کَیْفَ وَهُوَ عِوَضُ هَدِیَّتِیْ قَالَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكِ اَبُوْكِ ۔ فَقَالَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَكِ مِنْهُ بِقِیْمَةِ دِیْنَارِكِ وَالْبَاقِیْ لِلْمُسْلِمِیْنَ جُمْلَةً لِاَنَّ بَرِیْدَ الْمُسْلِمِیْنَ حَمَلَهُ "۔

(شرح نہج البلاغہ حدیدی، ص ۵۷۵ - ۵۷۶، ج ۴

طبع بیروت، سن طباعت ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء ۔

یعنی عمرؓ بن الخطاب ایک دفعہ رُوم کے بادشاہ کی طرف ایک ایلچی روانہ کرنے لگے تو ان کی بیوی اُمِّ کلثوم نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دو شیشیوں میں ڈالی اور بادشاہِ رُوم کی عورت کی طرف پیغام رساں کے بدست تحفۃً ارسال کر دی ۔ جب پیغام رساں واپس آیا تو اس خوشبو کے عوض میں دونوں شیشیاں جواہر سے پُر شدہ لا کر حضرت عمرؓ کے گھر پہنچا دیں۔ اب عمرؓ بن الخطاب گھر داخل ہوئے تو ان کی زوجہ (اُمِّ کلثوم) جواہر کو گود میں لیے بیٹھی تھی ۔ عمرؓ نے کہا کہ یہ جواہر کہاں سے حاصل کیے ہیں ؟ اُمِّ کلثوم نے تمام قصّہ بیان کر دیا۔ عُمرؓ بن الخطاب نے جواہر کو قبضہ میں لے لیا اور فرمایا کہ یہ تو تمام مسلمانوں کے ہیں ۔ اُمِّ کلثوم نے کہا کہ وہ کس طرح ؟ یہ تو میرے ہدیہ کے عوض میں آتے ہیں ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان جو تیرا باپ (علی بن ابی طالب) فیصلہ کر دے وہ معتبر ہو گا ۔ پھر حضرت علیؓ نے فیصلہ دیا کہ اے اُمِّ کلثوم اس تحفہ کی خریداری میں جس قدر تیرے درہم و دینار خرچ ہوتے تھے جواہر سے تو اتنی مقدار لے سکتی ہے ۔ باقی جواہر تمام مسلمانوں (یعنی بیت المال) کے لیے ہیں اس لیے کہ عامۃ المسلمین کا ایلچی ان کو اٹھا کر لایا ہے "۔

واقعہ ہٰذا کے فوائد

(۱)۔ ایک تو اُمِ کلثوم بنتِ علیؓ کا حضرت عمر فاروقؓ کے نکاح میں ہونا ثابت ہے۔

(۲)۔ دوسرے حضرت علی المرتضیٰؓ اس رشتہ داری پر راضی تھے ناراض نہیں تھے۔

(۳) تیسرے اپنی عزیزہ کے پاس حضرت عمر فاروقؓ کے گھر میں آمدورفت رکھتے تھے۔

(۴) چوتھے حضرت عمرؓ کے خانگی واقعات میں بھی حضرت علیؓ شامل رہتے تھے۔ یہ واقعہ اِن حضرات کے لیے باہمی صفائی معاملات اور حسنِ تعلقات کی روشن دلیل ہے۔

(۱۲)

شیعہ حضرات کے مشہور و معروف محقق الحلی المتوفی ۶۷۶ھ نے فقہ جعفری کے لیے ایک متن "شرائع الاسلام" کے نام سے مدوّن کیا تھا۔ اس متن کے "کتاب النکاح" لواحق العقد میں لکھا ہے:

"وَیَجُوْزُ نِکَاحُ الْحُرَّۃِ الْعَبْدَ وَالْعَرَبِیَّۃِ الْعَجَمِیَّ وَالْھَاشِمِیَّۃِ غَیْرَ الْھَاشِمِیِّ۔"

"یعنی آزاد عورت کا مرد غلام کے ساتھ اور عربی عورت کا عجمی مرد کے ساتھ اور ہاشمی عورت کا غیر ہاشمی مرد کے ساتھ نکاح درست و صحیح ہے۔"

شیعہ بزرگوں کے شیخ زین الدین احمد العاملی المعروف الشہید الثانی نے ۹۶۴ھ میں مذکور متن "شرائع الاسلام" کی "مسالک الافہام" کے نام سے نہایت معتبر شرح لکھی ہے۔ شرح ہٰذا میں مندرجہ بالا عبارت کے تحت اُمِ کلثوم بنتِ علیؓ کے نکاح کا مسئلہ صراحۃً درج ہے۔ "یہ فقہ جعفری" کا متفقہ و مجمع علیہ مسئلہ ہے، کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے۔ ناظرین کے افادہ کے لیے اس مقام کی عربی عبارت و ترجمہ پیش خدمت کیا جاتا ہے۔ متن مذکورہ شرح دونوں کے ملاحظہ کرنے کے بعد اس مسئلہ کا خود فیصلہ فرمادیں۔ بعد کے کسی مجتہد

صاحب کی تاویل و توجیہ کی حاجت نہ رہے گی۔

علامہ محقق الحلی کے متن مذکور کی دلیل بیان کرتے ہوئے "الشہید الثانی" تحریر کرتے ہیں :-

"وَزَوَّجَ النَّبِيُّ اِبْنَتَهُ عُثْمَانَ ، وَزَوَّجَ اِبْنَتَهُ زَيْنَبَ بِأَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ وَلَيْسَا مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ وَكَذَالِكَ زَوَّجَ عَلِيٌّ اِبْنَتَهُ اُمَّ كُلْثُومٍ مِنْ عُمَرَ وَتَزَوَّجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ وَتَزَوَّجَ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ اُخْتَهَا سَكِينَةَ وَكُلُّهُمْ مِنْ غَيْرِ بَنِيْ هَاشِمٍ"

("مسالک الافہام" شرح "شرائع الاسلام" کتاب النکاح باب لواحق العقد، جلد اوّل مطبوعہ ایران، سن طباعۃ ۱۲۷۳ھ)

مطلب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السّلام نے اپنی صاحبزادی کا نکاح عثمانؓ بن عفان سے کر دیا تھا اور اپنی دختر زینب کا نکاح ابو العاص بن الربیع سے کر دیا تھا، حالانکہ دونوں بنی ہاشم سے نہ تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے اپنی دختر اُمِّ کلثوم کا نکاح عمرؓ بن الخطاب سے کر دیا تھا اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے ساتھ فاطمہ بنت الحسین کی شادی ہوئی۔ اور ان کی بہن سکینہ بنت الحسین کی شادی مُصعب بن زُبیر سے ہوئی۔ بنی ہاشم کے یہ رشتے غیر بنی ہاشم کے ساتھ ہوتے اور خانہ آبادیاں ہوئیں۔"

یہ پانچ عدد رشتے یہاں بطور فقہی استدلال کے ذکر کیے۔ ان میں ایک رشتہ اُمِّ کلثوم بنتِ علیؓ کا بھی ہے۔ کسی باشعور منصف مزاج آدمی کے لیے اب اس رشتہ کی صحت میں کلام کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ باقی لَا اُسَلِّم کا کوئی علاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو متفق و متحد رہنے کی توفیق نصیب فرمائے اور قلبی ہدایت

بخشے۔ آمین۔

(۱۴)

شیعہ بزرگوں کے مشہور و معروف مجتہد قاضی نوراللہ شوستری "شہید ثالث" المتوفی سنہ ۱۰۱۹ھ نے مسئلۂ نکاح ام کلثوم کو متعدد تصانیف میں درج کیا ہے۔ اس کی تصریحات ملاحظہ فرمادیں۔

(۱)۔ کتاب مجالس المومنین میں تذکرہ عباس بن عبدالمطلب کے تحت لکھا ہے:

"چوں عمر بن الخطاب جہت ترویج خلافتِ فاسدۂ خود داعیۂ تزویج اُمِ کلثوم دختر حضرتِ امیر نمود و آں حضرت جہت اقامت حجج مکرّراً اظہارِ ابا و امتناع نمود آخر عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خوردہ گفت اگر علی را بدامادیٔ من راضی نمی سازی آنچہ در دفع او ممکن باشد خواہم کرد . . . . چوں مبالغۂ عباس در آں باب از حد گذشت آنحضرت از روئے اکراہ ساکت شدند تا آنکہ عباس از پیشِ خود ارتکابِ تزویج او نمود"۔

("مجالس المومنین" تذکرۂ عباس بن عبدالمطلب، ص ۷۶
طبع قدیم ایرانی۔ تختی کلاں)

مندرجہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

"جب عمرؓ بن الخطاب نے اپنی خلافتِ فاسدہ کی ترویج کرنے کے لیے حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثوم کی تزویج کو ذریعہ بنانا چاہا اور حضرت علیؓ نے قیامِ دلائل کی بنا پر بار بار اس کا انکار کیا تو آخر کار عمرؓ بن الخطاب نے عباس کو اپنے پاس بلایا اور قسم کھا کر کہا کہ اگر تم میری دامادی پر علی ابن ابی طالب کو راضی نہیں کرو گے تو میں اس کی مدافعت میں امکانی کوشش کر گزروں گا۔ . . . . جب حضرت عباسؓ کا

(نکاح ہٰذا کے سلسلہ میں) مبالغہ بے حد ہو گیا تو مجبوری کی بنا پر حضرت علی خاموش ہو گئے، حتیٰ کہ حضرت عباسؓ نے از راہِ خود اس رشتہ کو انجام دیا۔"

(۲) - پھر محمد بن جعفر طیّار کے تذکرہ میں تحریر کیا ہے کہ

"محمد بن جعفر طیّار بعد از فوت عمر بن الخطاب بشرفِ مصاہرت حضرت امیر المؤمنین مشرّف گشتہ اُمّ کلثوم را کہ با عدم کفائت از روئے اکراہ در حبالۂ عمر بود تزویج نمود۔"

(مجالس المؤمنین، ص ۸۲ تذکرہ محمد بن جعفر طبع قدیم ایرانی)

مطلب یہ ہے کہ "عمرؓ بن الخطاب کی وفات کے بعد محمد بن جعفر طیّار نے اُمِ کلثوم بنت علیؓ کے ساتھ نکاح کیا۔ اُمِ کلثوم غیر کفو ہونے کی وجہ سے مجبوراً عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی۔"

(۳) - پھر اسی کتاب میں مقداد بن اسود کے تذکرہ میں بالفاظِ ذیل اس مسئلہ کو لکھا ہے:-

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد۔"

(مجالس المؤمنین، ص ۸۵ - تذکرہ مقداد بن اسود طبع قدیم ایرانی تختی کلاں)

یعنی اگر نبی علیہ السّلام نے اپنی لڑکی عثمانؓ کو نکاح کر دی تو ولی (یعنی علیؓ المرتضیٰ) نے اپنی لڑکی عمرؓ کی طرف بھیج دی۔"

(۴) - قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی تصنیف "مصائب النواصب" میں نکاحِ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ پر مفصّل بحث کی ہے۔ اصل نکاح ہذا کو تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ہی کئی توجیہات بیان کر دی ہیں۔ وہاں لکھا ہے کہ:-

"۔ ۔ ۔ ۔ تزویج اُمِ کلثوم با عمرؓ در مقام ضرورت و ناچاری از راہِ رخصت است۔"

(ترجمہ مصائب النواصب فارسی از آقا مرزا محمد علی مدرس رشتی
چہار دہی نجفی، ص ۱۶۵ تا ۱۷۰ انجمن خورد مطبوعہ تہران سن طباعت ۱۳۶۹ھ)

"یعنی عمرؓ کے ساتھ امّ کلثوم کی تزویج ضرورت و ناچارگی کی صورت میں ہوئی
جو (خاص حالات میں رخصت ہے)"

(۱۵)

—— گیارھویں صدی کے مشہور مجتہد مُلّا باقر مجلسی نے بھی امّ کلثوم بنت علیؓ کے نکاح کے مسئلہ کو اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

چنانچہ اصول کافی و فروع کافی کی شرح مرآۃ العقول جلد سوم صفحہ ۴۴۸ - ۴۴۹، باب تزویج امِّ کلثوم، طبع قدیم ایرانی میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور مسئلہ ہٰذا کے منکرین کے جوابات دیئے ہیں۔ آخر بحث میں چل کر نکاح ہٰذا کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"والاصل فی الجواب ان ذالک وقع علیٰ سبیل التقیۃ والاضطرار۔"

یعنی امِّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا نکاح حضرت عمر بن الخطابؓ سے مجبوری اور تقیّہ کی بنا پر واقع ہوا تھا۔ اصل جواب یہ ہے۔"

ایک رفعِ اشتباہ

قارئین کرام ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ شیعہ مجتہدین و علماء نکاحِ امّ کلثوم کے واقعہ کو تسلیم تو کرتے ہیں لیکن ساتھ اس واقعہ کو جبر و قہر کا رنگ دے کر بیان کرتے ہیں اور اجبار و اضطرار کی شکل میں پیش کرتے ہیں

۱ — گویا حضرت شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس رشتہ دینے میں مجبور و مقہور تھے۔

۲ — بلکہ ان کی بعض روایات کی بنا پر جبر و اکراہ سے یہ رشتہ چھین لیا گیا۔ (معاذ اللہ)

۳ - قتل کی دھمکیاں دے کر مشکل کشا سے زبردستی یہ نکاح حاصل کیا گیا۔

۴ - اور رشتہ دینے میں صاحب ذوالفقار بے بس ہو گئے۔

۵ - اور علامہ مجلسی (ملا باقر) صاحب فرما رہے ہیں کہ اصل جواب یہ ہے کہ تقیہ کی بنا پر یہ تعلق قائم کیا گیا۔

جواباً

ادب عرض ہے کہ واقعہ ہذا کا جو نقشہ ہمارے احباب پیش کر رہے ہیں وہ فاتح خیبر جناب حضرت علی المرتضیٰ کی شایانِ شان نہیں ہے۔

اس وجہ سے

(۱) کہ یہ صورت شجاعتِ حیدری کے خلاف ہے۔

(۲) اور یہ چیز عزتِ نفس کے منافی ہے۔

(۳) یہ طریقہ خاندانی وقار کو شدید مجروح کرنے والا ہے۔

(۴) یہ روش غیرتِ ایمانی اور نسبی شرافت کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۵) یہ حالت قبیلہ بنی ہاشم کی خاندانی روایات کے منافی ہے۔

آخری گذارش یہ ہے کہ بزرگ فرمایا کرتے ہیں کہ:

ع ہر چہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند

یعنی رشتہ کے معاملہ میں جو صورتِ حال ہم اپنے لیے گوارا نہیں کر سکتے وہ معرکہ ہائے بدر و اُحد کے ہیرو، فاتحِ خیبر، اسداللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے لیے کیسے پسند کر سکتے ہیں؟ العیاذ باللہ۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔

خدا را سوچیے اور انصاف فرمائیے!!

(۱۶)

—— تیرھویں صدی کے مشہور شیعہ مؤرخ مرزا عباس علی قلی خاں (جو دولتِ ایران کے بادشاہ قاچار کا وزیرِ اعظم تھا) نے اپنی تصنیف "تاریخ طراز مذہب مظفری" میں ایک مستقل باب (حکایت تزویج ام کلثوم با عمر بن الخطاب) مفصل بیان کیا ہے۔ وہاں لکھتے ہیں کہ:

"جناب اُمِّ کلثوم کبریٰ دختر فاطمۃ الزہرا در سرائے عمر بن الخطاب بود و از وَے فرزند بیاورد چنانکہ مذکور گشت و چوں عمرؓ مقتول شد، محمد بن جعفر بن ابی طالب او را در حبالۂ نکاح در آورد۔"

یعنی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی صاحبزادی اُمِّ کلثوم عمر بن الخطاب کے گھر تھیں۔ ان سے ایک فرزند بھی پیدا ہوا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ جب حضرت عمرؓ قتل کیے گئے تو محمد بن جعفر بن ابی طالب اُمِّ کلثوم کو نکاح میں لاتے۔"

(تاریخ طراز مذہب مظفری - باب حکایت تزویج اُمِّ کلثوم با عمر بن الخطاب - طبع ایران)

(۱۷)

—— چودھویں صدی کے مشہور شیعی فاضل و مجتہد شیخ عباس قمی نے اپنی تصنیف منتہی الآمال (جو ۱۳۵۰ھ میں لکھی گئی تھی) میں درج کیا ہے کہ:

"اما کلثوم حکایتِ تزویجِ او با عمر بن الخطاب در کتب مسطور ست و بعد از وے ضجیع عون بن جعفر شد از پس او زوجۂ محمد بن جعفر گشت۔"

(منتہی الآمال جلد اول فصل ششم در ذکر اولاد امیر المومنین علیہ السلام، ص ۱۸۶ طبع ایران - تختی خورد)

"یعنی عمر بن الخطاب کے ساتھ اُمِّ کلثوم کا نکاح کتابوں میں لکھا ہے اور اس کے بعد عون بن جعفر کے نکاح میں آئی۔ اور اس کے بعد اس کے بھائی محمد بن جعفر

کے نکاح میں آئی ۔

ضروری تنبیہ

ناظرین تمکین کی خدمت میں عرض ہے کہ رشتہ ہٰذا کے اثبات کے لیے ہر صدی اور ہر دور کے شیعی علماء و مجتہدین کی چند تصریحات ہم نے پیش کی ہیں۔ ان حوالہ جات میں اصولِ اربعہ" کی کتابوں سے نو عدد صرف ائمہ معصومین کی روایات ہیں۔ لیکن واقعہ میں اس مضمون کی بے شمار روایات پائی جاتی ہیں جو درجہ شہرت کو پہنچتی ہیں۔

ان بے شمار روایاتِ ائمہ کرام اور لاتعداد اقوالِ مجتہدین کے مقابلہ میں بعض لوگ کچھ روایات اور بعض علماء کے بعض اقوال رشتہ ہٰذا کے انکار کے لیے عوام الناس کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اِس اشتباہ کو رفع کرنے کے لیے ہم ان کے علماءِ اصول کی جانب سے ترجیح احادیث کا ایک قاعدہ یہاں ذکر دیتے ہیں جس کے بیان کرنے کے بعد یہ تعارض دُور ہو جائے گا۔

اِس قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ روایت کو روایت پر ترجیح دینے کے لیے وجوہِ ترجیحِ حدیث بہت ہیں۔ پہلا طریق یہ ہے کہ ایک روایت کے راوی کثیر تعداد ہوں اور اس کے مقابل روایت کے راوی قلیل ہوں تو جس روایت کے راوی کثیر ہوں اس کو ترجیح دی جائے گی اور اس کو قبول کیا جائے گا۔ اس لیے کہ کثیر عدد بہ نسبت قلیل عدد کے خطاء اور غلطی سے محفوظ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے مقابل روایت (جو قلیل لوگوں سے مروی ہے) متروک ہو گی۔"

قاعدہ ہٰذا کی عبارت کتاب "معالم الاصول" سے نقل ہے۔ یہ شیعہ کی مشہور و معتبر کتاب ہے۔ ملاحظہ ہو:

"مِنْهَا التَّرْجِيحُ بِالسَّنَدِ وَيَحْصُلُ بِأُمُورٍ الْاَوَّلِ كَثْرَةُ الرُّوَاةِ

كَانَ يَكُوْنُ رُوَاةُ اَحَدِهِمَا اَكْثَرَعَدَدًا مِنْ رُوَاةِ الْاٰخَرِ فَيُرَجَّحُ مَارُوَاتُهٗ اَكْثَرُ لِقُوَّةِ الظَّنِّ اِذِ الْعَدَدُ الْاَكْثَرُ اَبْعَدُ عَنِ الْخَطَاءِ مِنَ الْاَقَلِّ ۔

(کتاب "معالم الاصول" للشیخ جمال الدین ابو منصور حسن بن زین الدین الشیعی۔ المطلب التاسع (خاتمۃ)۔ المتوفی ۱۰۱۱ھ مطبوعہ قدیم، ایران (سن طباعت ۱۲۹۰ھ)

مطلب یہ ہے کہ اس قاعدہ و ضابطہ کے تحت اپنی کثرت و شہرت کے اعتبار سے وہی مرویات معتبر و مستند ہونگی جن میں اُمِّ کلثوم بنت علیؓ المرتضیٰ کا نکاح حضرت عمر بن الخطّاب کے ساتھ ہونا منقول و مذکور ہے اور جن بعض روایات میں اس رشتہ کے صحیح ہونے سے انکار کیا گیا ہے وہ اپنی قِلّت و نُدرت کے سبب سے متروک ہونگی۔

فائدہ ثانیہ

ناظرین کرام کی تشفی کے لیے یہاں یہ مختصر سی تشریح کی جاتی ہے کہ سیّدنا عمرؓ بن الخطاب فاروق اعظمؓ کے نکاح میں حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کی صاحبزادی اُمِّ کلثوم (جس کی والدہ سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ ہے) تھیں۔ اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر الصدّیق نہ تھی (جیسا کہ شیعہ و سُنّی کتابوں میں درج پایا جاتا ہے)۔

اس مقصد کے اثبات کے لیے مندرجہ ذیل اشیاء کی وضاحت معروض ہے۔

۱۔ اُمِّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کی ماں دوسری ہیں اور اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر الصّدّیق کی ماں دوسری ہیں۔

۲۔ بالفرض اگر اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر الصدّیقؓ سے حضرت عمر فاروقؓ نے خِطبہ (یعنی نکاح

کی ابتدائی گفتگو) کی تھی تو انہوں نے ان سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

۳۔ پھر اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیق کا نکاح طلحہ بن عبیداللہ سے ہوا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن الاحمل بن عبداللہ المخزومی سے ہوا۔

—— مندرجہ بالا امور کے لیے علماءِ انساب و تراجم کی کتابوں سے تصدیق و توثیق پیش کی جاتی ہے۔ عبارات ملاحظہ ہوں۔ پہلی چیز کے متعلق گزارش ہے :۔

(۱)

" ام کلثوم بنت ابی بکر ۔ ۔ ۔ ۔ وَاُمُّهَا حَبِيبَةُ بِنْتُ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَبِي زُهَيْرٍ مِنْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ۔ وَاُمُّ كُلْثُومٍ ابْنَةُ اَبِي بَكْرٍ هٰذِهِ الَّتِي قَالَ اَبُو بَكْرٍ لِعَائِشَةَ بِنْتِهِ حِيْنَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ "اِنَّمَا هُمَا اَخَوَاكِ وَاُخْتَاكِ" قَالَتْ عَائِشَةُ هٰذِهِ اَسْمَاءُ قَدْ عَرَفْتُهَا فَمَنِ الْاُخْرٰى ؟ قَالَ ذُوْ بَطْنِ بِنْتِ خَارِجَةَ قَدْ اُلْقِيَ فِي خُلْدِي اَنَّهَا جَارِيَةٌ " فَكَانَتْ كَمَا قَالَ وَوُلِدَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ "

(کتاب "نسب قریش" لابی عبداللہ المصعب الزبیری، ص ۲۷۸ تحت ولد تیم بن مرۃ ۔ طبع مصری)

" حاصل یہ ہے کہ اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیقؓ کی ماں کا نام حبیبہ بنت خارجہ بن زید (خزرجی) ہے۔ اور یہ وہی اُمِّ کلثوم ہے جس کے متعلق سیدنا ابو بکر الصدیق نے اپنی وفات سے کچھ قبل اپنی لڑکی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہا تھا کہ اے عائشہؓ! یہ دونوں تیرے بھائی ہیں اور یہ دونوں تیری بہنیں ہیں تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یہ میری بہن اسماء تو ٹھیک مجھے معلوم ہے لیکن دوسری بہن کون ہے ؟ تو ابو بکر الصدیقؓ فرمانے لگے

کہ میرے دل میں یہ بات اِلقاء ہوئی ہے کہ میری اہلیہ حبیبہ بنتِ خارجہ جو اُمّید سے ہے اس کے ہاں لڑکی ہوگی (خدا کی شان) جس طرح حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا یعنی ان کی وفات کے بعد لڑکی پیدا ہوئی (جس کا نام حضرت عائشہؓ نے اُمّ کلثوم رکھا)۔"

——— اور طبقاتِ ابنِ سعد جلد ثامن، تذکرہ اُمّ کلثوم بنت ابی بکرؓ میں اُن کا نسب اس طرح لکھا ہوا ہے :-

"اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدّیقؓ بن ابی قحافہ بن عامر ..... (تیمی)

و اُمّہا حبیبۃ بنت خارجہ بن زید بن ابی زہیر ..... (خزرجی)"

حاصلِ کلام یہ ہے کہ "اُمّ کلثوم ابوبکر الصدّیقؓ بن ابی قحافہ بن عامر کی لڑکی ہیں اور ان کی ماں کا نام حبیبہ بنتِ خارجہ بن زید خزرجی ہیں"

(طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۳۳۸ تذکرہ ام کلثوم

ہٰذا - طبع لیدن یورپ)

(۲)

اب دوسری چیز کی وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

——— ابنِ قُتَیبَہ دینوری نے "المعارف" میں صدیق اکبرؓ کی اولاد کے تذکرہ میں لکھا ہے :

"وَاَمَّا اُمُّ کُلْثُومٍ بِنْتُ اَبِیْ بَکْرٍ فَخَطَبَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِلٰی عَائِشَۃَؓ فَاَنْعَمَتْ لَهٗ وَکَرِهَتْ اُمُّ کُلْثُومٍ فَاحْتَالَتْ لَهٗ حَتّٰی اَمْسَکَ عَنْهَا الخ (المعارف لابنِ قُتَیبَہ، ص ۷۶، طبع مصر تحت اولاد حضرت صدّیقؓ)

——— ابن جریر طَبَری نے اپنی تاریخ میں ۲۳ھ ہجری جلد پنجم میں حضرت عمرؓ کی اولاد و ازواج کے تحت ذکر کیا ہے۔

"قَالَ الْمَدَائِنِيُّ وَخَطَبَ اُمَّ كُلْثُوْمِ بِنْتَ اَبِیْ بَكْرٍ وَهِیَ صَغِيْرَةٌ وَ
اَرْسَلَ فِيْهَا اِلٰى عَائِشَةَ . . . .
فَقَالَتِ الْاَمْرُ اِلَيْهَا فَقَالَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ لَا حَاجَةَ لِیْ فِيْهِ . . . الخ"

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۱۷)

——— ابن ابی الحدید معتزلی شیعی نے حدیدی شرح نہج البلاغۃ میں طبری کے حوالہ سے یہ مسئلہ مندرجہ ذیل عبارت میں لکھا ہے:۔

"وَرَوَى الطَّبَرِيُّ فِيْ تَارِيْخِهٖ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ اُمَّ كُلْثُوْمِ بِنْتَ اَبِیْ بَكْرٍ فَاَرْسَلَ فِيْهَا اِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتِ الْاَمْرُ اِلَيْهَا فَقَالَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ لَا حَاجَةَ لِیْ فِيْهِ . . . . الخ"

(شرح نہج البلاغہ حدیدی، جلد ثالث، ص ۱۳۱، بحث مطاعنِ فاروقی تحت طعن خامس۔ طبع بیروت)

اِن ہر سہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے:۔

"اُمِّ کلثوم بنتِ ابی بکر الصدیقؓ صغیرہ تھی کہ عمر بن الخطاب نے عائشہ صدیقہؓ کی وساطت سے اس کے ساتھ نکاح کے لیے پیغام دیا تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اس کا معاملہ اس کے سپرد ہے۔ پھر خود اُمِّ کلثوم نے کہا کہ مجھے ان کے ساتھ نکاح کی کچھ حاجت نہیں ہے تو حضرت عمرؓ اس کے نکاح سے رک گئے۔"

(۳)

اور تیسری چیز کے لیے "علماءِ انساب" کے بیانات ملاحظہ فرما دیں تسکینِ خاطر ہو جائے گی۔

(۱)۔ نسبِ قریش مصعب زبیری میں ہے:

وَاُمُّ کُلْثُوْم بِنْتُ اَبِیْ بَکْرٍ وَلَدَتْ لِطَلْحَۃَ بْنِ عُبَیْدِاللّٰہِ زَکَرِیَّا وَ عَائِشَۃَ ابْنَیْ طَلْحَۃَ ثُمَّ خَلَفَ عَلَیْھَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ رَبِیْعَۃَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فَوَلَدَتْ لَہٗ عُثْمَانَ وَاِبْرَاھِیْم وَمُوْسٰیٓ“

(کتاب نسبِ قریش. ص ۲۷۸، تحت اولاد ابی بکر الصدیق)

(۲) ۔ اور طبقاتِ ابن سعد میں اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر کے تحت لکھا ہے کہ :

” ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تزوجھا طلحۃ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم فولدت لہ زکریا ویوسف مات صغیرًا وعائشۃ بنی طلحۃ فقتل عنھا طلحۃ بن عبید اللہ یوم الجمل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ثم تزوّجت ام کلثوم بعد طلحۃ بن عبید اللہ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن ابی ربیعۃ (المخزومی) ۔ ۔ ۔ ۔ فولدت لہ ابراھیم الاحول وموسٰی وام حمید و امّ عثمان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ “

(طبقات ابن سعد جلد ثامن تذکرہ اُم کلثوم بنت ابی بکر الصدیق ص ۳۲۸-۳۲۹ ۔ طبع یورپ لیدن)

(۳) ۔ اور ”کتاب المحبّر“ لابی جعفر محمد بن حبیب بغدادی میں اصہار ابی بکر الصدّیق کے تحت لکھا ہے کہ :۔

” ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وطلحۃ بن عبید اللہ کانت تحتہٗ ام کلثوم بنت ابی بکر الصدّیق وعبد الرحمٰن الاحول بن عبد اللہ بن ابی ربیعۃ (المخزومی) خلف علی ام کلثوم بعد طلحۃ “

(کتاب المحبّر ص ۵۴، تحت اصہار ابی بکر الصدّیق ۔ طبع حیدر آباد دکن)

ان ہر سہ حوالہ جات کا ماحصل یہ ہے کہ:

"اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیقؓ پہلے طلحہ بن عبید اللہ (تیمی) کے نکاح میں تھیں اس سے ان کی اولاد زکریا و عائشہ (عند البعض یوسف بھی ہے) ہوئی۔ پھر جنگِ جمل میں طلحہ فوت ہو گئے۔ اس کے بعد اُمِّ کلثوم کا نکاح عبدالرحمٰن بن عبداللہ (المخزومی) کے ساتھ ہوا، ان سے ان کی اولاد عثمانؓ ابراہیم و موسیٰ وغیرہ ہوئے۔"

ان تمام مندرجات سے "علماء انساب" کی زبانی واضح ہو گیا کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب فاروق اعظم کے نکاح میں اُمِّ کلثوم بنتِ علی المرتضیٰ تھی۔ اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیقؓ نہ تھیں۔

فائدہ ثالثہ ۳

——— اس فائدہ میں بحث ہذا کا خلاصہ یکجا پیشِ خدمت کیا جاتا ہے۔

——— نسبی تعلقات کے ضمن میں حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ کا باہمی رشتہ پیش کیا گیا تھا۔ بحمداللہ یہ رشتۂ مودّت ہر دو حضرات کے درمیان قائم و دائم رہا۔

——— علماء نے تصریح کر دی ہے کہ یہ بابرکت نکاح ذوالقعدہ ۱۷ھ میں منعقد ہوا تھا اور اس کا مہر چالیس ہزار درہم مقرر ہوا۔ پھر حضرت علیؓ کی صاحبزادی اُمِّ کلثوم سے حضرت عمرؓ کی اولاد ہوئی۔ ایک لڑکا متولد ہوا، ان کا نام زید تھا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام رقیہ تھا۔ جوان ہونے کے بعد ابراہیم بن نعیم النحام عدوی سے اس کی تزویج ہوئی۔ اور بعض مؤرخین نے ایک اور لڑکی فاطمہ نامی بھی ذکر کی ہے لیکن وہ مختلف فیہ ہے۔

— زید بن عمر رضی اللہ عنہ الخطاب جواں سال ہوئے۔ ایک دفعہ قبیلہ بنی عدی کے درمیان اتفاقاً لڑائی جھگڑا برپا ہوا رات کا وقت تھا، زید بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ صلح و مصالحت کے قصد پر دونوں فریقوں کے درمیان عین لڑائی کے وقت چلے گئے۔ شب کی ظلمت و سیاہی میں غلطی سے ایک شخص کے ہاتھوں زخمی ہوگئے۔ سر میں سخت زخم آیا جس سے جان بر نہ ہو سکے۔ چند یوم صاحبِ فراش رہے اور ان کی والدہ محترمہ (اُمِّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا) بھی اس دوران بیمار ہوگئیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ماں بیٹے دونوں کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کس کی وفات پہلے ہوئی ہے اور کس کی بعد میں ہوئی۔

— علماء فرماتے ہیں کہ یہ عجیب ترین مسائل میں سے ہے کہ ایک کو دوسرے کا وارث نہیں بنایا جا سکتا۔

پھر یہ دونوں جنازے بیک وقت اٹھائے گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ ان جنازوں کی امامت کے فرائض عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیئے اور بعض کہتے ہیں کہ سعید بن العاص اُموی امیر مدینہ تھے، انہوں نے امامت کرائی۔

حسنین شریفین رضی اللہ عنہما اس وقت مقتدیوں کی صف میں موجود تھے۔ اور زید بن عمر رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو امامِ نماز کے قریب رکھا گیا۔ اور اُمِّ کلثوم کے جنازہ کو امام سے دُور کعبہ کی جانب رکھا گیا۔ اس کیفیت کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا ہوئی۔

مؤرخ اسلام علّامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء جلد سوم تذکرہ اُمِّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کے آخر میں، ج ۳، ص ۳۳۰ پر لکھا ہے کہ:

"وَ ذَالِكَ فِىْ اَوَائِلِ دَوْلَتِ مُعَاوِيَة"

یعنی "امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اوائل میں یہ واقعہ پیش آیا۔"

—— رشتہ ہذا کی صحت اور درستگی میں کچھ شبہ و اشتباہ نہیں رہا۔ اہل السنۃ والجماعت کی روایات کے اعتبار سے مسلّم ہے۔ شیعہ احباب کی مرویات سے تصدیق شدہ ہے۔ تاریخِ اسلامی کی بیان کردہ ایک حقیقت ہے۔ عُلماءِ انساب و تراجم کا ایک مسلّمہ مسئلہ ہے۔

اندریں حالات سیدنا عمر بن الخطّاب اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان نسبی روابط کے اعتبار سے مندرجۂ ذیل نسبتیں قائم ہیں۔

یعنی

(۱) —— حضرت فاروق اعظمؓ حضرت علیؓ شیرِ خدا کے داماد ہیں

(۲) —— اور حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عمرؓ کے خسر ہیں۔

(۳) —— حضرت فاطمۃ الزہراءؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی خوشدامن (ساس) ہیں۔

(۴) —— اور سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ حضرت عمر فاروقؓ کے سالے ہیں۔

(۵) —— حضرت عمرؓ حسنین شریفین کے بہنوئی ہیں۔

(۶) —— اور زینب دخترِ علیؓ حضرت عمرؓ کی سالی ہیں۔

(۷) —— زید پسر عمر فاروقؓ اور رقیہ دختر عمر فاروق دونوں حضرت علیؓ کے نواسے ہیں۔

(۸) —— امام حسن و امام حسین و امام محمد بن حنفیہ (صاحبزادگانِ علی المرتضیٰؓ) کے لیے زید و رقیہ بھانجے ہیں۔

(۹) —— اور حسنین شریفین زید بن عمرؓ اور رقیہ بنتِ عمرؓ کے ماموں ہیں۔

(۱۰) —— سردارِ دو عالم آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنت البنت (یعنی نواسی) حضرت عمر بن الخطاب کے نکاح میں ہے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

ناظرین کرام!

خدارا انصاف وعدل فرمادیں کہ یہ تمام دوستی کی داستان ہے؟ یا دشمنی کی کہانی؟ ہم نے حقیقت واقعہ پیش کردی ہے۔ عقل وانصاف کے پیش نظر فیصلہ کرنا آپ کے ہاتھ میں ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

امرِ ثالث

یہاں اب یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ اسلامی روایات و تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے مابین اس رشتہ داری کے بعد حضرت علیؓ کے صاحبزادگان حضرت عمرؓ کے گھر میں اپنی خواہر ام کلثوم کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ ایک دوسرے کے گھر آنا جانا تھا اور باہمی کوئی انقباض اور نفرت نہ تھی چنانچہ کنز العمال میں تاریخ ابن عساکر کے حوالہ سے اس نوعیت کا واقعہ درج ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:۔

"۔۔۔ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ دَخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاَنَا عِنْدَ اُخْتِىْ اُمِّ كُلْثُوْمِ بِنْتِ عَلِيٍّ فَضَمَّنِىْ قَالَ الْطِفِيْهِ يَا اُمَّ كُلْثُوْمٍ "

(کنز العمال بحوالہ (ابن عساکر) ج، ص ۸۸، طبع اول دکن)

یعنی محمد بن حنفیہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عمر فاروقؓ اپنے گھر تشریف لائے اور میں اپنی بہن ام کلثوم بنت علیؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے (شفقت سے) مجھے گلے لگا لیا۔ ام کلثوم سے فرمانے لگے اے ام کلثوم اس عزیز کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آنا"

امرِ رابع

ایک اور واقعہ محدثین نے اِس مسئلہ کے تحت نقل کیا ہے کہ انسان اپنی بہن یا بیٹی کے سر کے بالوں کو دیکھ سکتا ہے ؟ یا نہیں ؟

"مصنّف" ابن ابی شیبہ، جلد رابع کتاب النکاح، باب ما قالوا فی الرجل ینظر الی شَعَرِ اُختِہٖ او ابنتہٖ میں مذکور ہے :-

"........ عَنْ اَبِی الْبَخْتَرِیْ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ کَانَا یَدْخُلَانِ عَلٰی اُخْتِہِمَا اُمِّ کُلْثُوْمٍ وَھِیَ تَمْتَشِطُ"

(المصنّف لابنِ ابی شیبہ جلد رابع کتاب النکاح ج ۴، ص ۳۳۶ - جدید طبع دکن)

"یعنی سیّدنا امام حسنؓ و سیّدنا امام حسینؓ اپنی بہن اُمّ کلثومؓ کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے - اِس حالت میں کہ وہ اپنے سر کو کنگھی کر رہی ہوتی تھیں"

امرِ خامس

یہ واقعہ خود حضرت علی بن ابی طالبؓ کا ہے - شیعہ حضرات اور سُنّی احباب دونوں نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے - اور قبل ازیں ہم اس واقعہ کو ثبوتِ نکاحِ اُمّ کلثوم از کتبِ شیعہ کے تحت ابن ابی الحدید کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں - یہاں ہم پھر بطور خانگی حسن تعلقات کے نقل کرتے ہیں - علامہ سرخسی نے شرح سیر کبیر میں لکھا ہے اور کنز العمّال میں دینوری کے حوالہ سے بعبارتِ ذیل درج ہے :-

ـــــ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ قَدِمَ بَرِیْدُ مَلِکِ الرُّوْمِ

علیٰ عمر بن الخطاب فاستقرضت امرأة عمر بن الخطاب دینارا

فاشترت به عطرا فجعلته فی قواریر و بعثت به مع البرید الی امرأة

ملک الروم فلما اتاها فرغتهن و ملئتهن جواهر و قالت اذهب

الی امرأة عمر بن الخطاب فلما اتاها فرغتهن علی البساط فدخل

عمر بن الخطاب فقال ما هذا؟ فاخبرته فاخذ عمر الجواهر

فباعه و دفع الی امرأته دینارا و جعل ما بقی من ذالک فی بیت

مال المسلمین۔"

(۱) شرح السیر الکبیر للسرخسی ۔جلد ثالث ص ۴۴، طبع حیدرآباد دکن)

(۲) کنز العمال (بحوالہ الدینوری فی المجالستہ) جلد ۶ ص ۲۵۶

روایت ۵۶۴۰ ۔طبع اوّل قدیم دکن)

اور ابن ابی الحدید شیعی معتزلی نے شرح نہج البلاغۃ میں اس واقعہ کو ذرا مفصل اور واضح کر کے لکھا ہے۔ حدیدی کی عبارت بھی ملاحظہ فرماویں۔ بعد میں دونوں کا یکجا حاصل ترجمہ عرض کر دیا جائے گا۔

—— ... وجه عمر بریدا الی ملک الروم فاشترت ام کلثوم

امرأة عمر طیبا بدنانیر و جعلته فی قارورتین واهدتهما الی

امرأة ملک الروم فرجع البرید الیها بملأ القارورتین جواهر فدخل

علیها عمر وقد صبت الجواهر فی حجرها فقال من این لک هذا؟

فاخبرته فقبض علیه و قال هذا للمسلمین قالت کیف و هو

عوض هدیتی قال بینی و بینک ابوک فقال علی لک منه بقیمة

دینارک والباقی للمسلمین جملة لان برید المسلمین حمله۔"

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید ج ۱۹ ص ۴۵۰ طبع قدیم ایران۔

وطبع بیروت ص ۵۵۶، جلد چہارم تحت متن قولہٗ
نعم الطیب المسک خفیف محملہٗ عطر ریحۃ۔الخ)

"یعنی عمرؓ ایک دفعہ رُوم کے بادشاہ کی طرف ایلچی روانہ کرنے لگے تو ان کی بیوی اُمِ کلثوم نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دو شیشیوں میں ڈال دی اور بادشاہِ رُوم کی بیوی کی طرف اس پیغام رساں کی معرفت تحفۃً ارسال کر دی جب ایلچی واپس آیا تو اس خوشبو کے بدلے میں دونوں شیشیاں جواہر سے پُر شدہ لاکر حضرت عمرؓ کے گھر پہنچا دیں۔

عمر بن الخطاب گھر تشریف لے گئے تو ان کی زوجہ اُمّ کلثوم جواہر کو گود میں ڈال کر بیٹھی تھیں عمر بن الخطاب نے کہا کہ یہ جواہر کہاں سے حاصل کیے ہیں؟ تو اُمّ کلثوم نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ عمر بن الخطاب نے جواہر کو قبضہ میں لے لیا اور فرمایا کہ یہ تو تمام مسلمانوں کے ہیں۔ اُمّ کلثوم نے کہا کہ وہ کس طرح؟ یہ تو میرے ہدیہ کے عوض میں آتے ہیں۔ عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان جو تیرے والد (علی بن ابی طالب) فیصلہ کر دیں وہ معتبر ہوگا پھر حضرت علیؓ نے فیصلہ دیا کہ اے اُمّ کلثوم جس قدر تیرے درہم دینار خرچ ہوئے تھے جواہر سے تو اتنی مقدار لے سکتی ہے۔ باقی جواہر تمام مسلمانوں (یعنی بیت المال) کے لیے ہیں۔ اس لیے کہ عامۃ المسلمین کا ایلچی ان کو اُٹھا کر لایا ہے۔"

حاصلِ بحث

ان تینوں اُمور پر نظرِ غائر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱)۔ خلیفۂ ثانی اور خلیفہ رابع کے درمیان رشتہ ہذا کی وجہ سے خوشگوار تعلقات قائم تھے۔

(۲)۔ حضرت علی المرتضیٰ اور اُن کے صاحبزادگان حضرت عمرؓ کے گھر اپنی عزیزہ اُمّ کلثوم کے

ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔

(۳) ۔ اِن خاندانوں میں بالفرض اگر مابہ الاختلاف چیز پیش آجاتی تو اس کے طے کرنے اور فیصلہ کرنے کے لیے حضرت علی پیش پیش ہُوا کرتے تھے۔ یہ تمام چیزیں ان حضرات کے درمیان خوش سلوکی، خوش اسلوبی اور خوش روی پر دلالت کرتی ہیں۔

یہاں مسئلہ نکاح اُمِّ کلثوم کا بیان اختتام پذیر ہُوا ہے۔

فصل سوم

اِس فصل میں حضرت سیّدنا فاروقِ اعظمؓ اور حسنین شریفینؓ کے مابین روابط کا ایک مختصر سا نقشہ ناظرین با تمکین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ ہر باشعور و ذی فہم آدمی ان حضرات کے باہمی حسنِ تعلقات کا اندازہ ان واقعات سے بآسانی کر سکتا ہے۔ جس طرح سیّدنا علی المرتضیٰ اور سیّدنا عمر فارُوقؓ کے درمیان رشتۂ مودّت اور دوستی بالدوام قائم تھا اسی طرح ان کی اولاد کے درمیان یہ تعلقات بہترین طریقہ سے ثابت ہیں۔

(ا)

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ سے حسنینؓ کے فضائل مروی ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف جلد اوّل، کتاب الفضائل، مناقب الحسنؓ والحسینؓ میں ابنِ عمرؓ کا ایک واقعہ درج ہے:-

"۔۔۔۔ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ ۔۔۔۔ يَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنَ عَنْ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا"

(بخاری شریف، ج ا ص ۵۳۰، کتاب الفضائل، مناقب الحسنؓ والحسینؓ)

"ایک بار ایک عراقی شخص نے ابن عمرؓ سے مسئلہ دریافت کیا کہ احرام کی حالت میں کوئی شخص مکھی یا مچھر مار ڈالے تو کیا حکم ہے؟ اور اس کی کیا

سزا ہے ؟ ابنِ عمرؓ نے جواب دیا کہ عراقی لوگ مکھی و مچھر کے قتل پر مسئلے دریافت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ اور حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں فرمایا تھا کہ یہ دونوں دختر زادے ہماری اس عالم کی خوشبوؤں میں سے بہترین خوشبو ہیں۔(۱)

(۲)

دوسرا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے اس میں حضرت فاروق اعظمؓ کے ہاں سیدنا حسینؓ کی آمد و رفت پائی جاتی ہے اور حضرت عمرؓ کی طرف سے ان کی "قدردانی" اور عزت افزائی کی جاتی تھی۔ چنانچہ حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ بلدہ دمشق المعروف تاریخ ابن عساکر میں باسند ذکر کیا ہے۔

۔۔۔۔۔۔ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَمَرَ عُمَرُؓ حُسَيْنًاؓ اَنْ يَّاْتِيَهٗ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَذَهَبَ فَلَقِيَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ فَقَالَ لَهٗ حُسَيْنٌ مِنْ اَيْنَ جِئْتَ فَقَالَ اِسْتَاذَنْتُ عَلٰى عُمَرَؓ فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ فَرَجَعَ الْحُسَيْنُ فَلَقِيَهٗ عُمَرُؓ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ يَا حُسَيْنُ اَنْ تَاْتِيَنِيْ فَقَالَ قَدْ اَتَيْتُكَ وَلٰكِنْ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ اَنَّهٗ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ عَلَيْكَ فَرَجَعْتُ فَقَالَ وَاَنْتَ عِنْدِيْ مِثْلَهٗ ؟ كَرَّرَهَا وَهَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلَى الرَّاْسِ غَيْرُكُمْ

(۱)۔ تلخیص ابن عساکر لابن بدران، ج ۴ ص ۳۲۱ تذکرہ حسینؓ

(۲)۔ سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۱۶۴ طبع مصر

(۳)۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی، جلد ثالث ص ۱۶۱-۶۲ ا تحت متن للہ بلاد فلان فقد قوم الاود الخ بروایت یحییٰ بن سعید۔ طبع بیروتی۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ :-

"ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ کسی وقت ہمارے ہاں تشریف لایا کریں ۔ ایک بار حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے پہنچے ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملے ۔ انہوں نے کہا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کام میں مصروف ہیں) مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں ملی ۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر حسین رضی اللہ عنہ بن علی واپس آ گئے ۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنا ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے حسین ملاقات کے لیے نہیں آئے؟ کیا بات ہوئی ؟ تو سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں (فلاں وقت) آپ سے ملنے کے لیے گیا تھا لیکن عبداللہ بن عمر کو بھی اس وقت اجازت نہیں ملی تھی اس وجہ سے میں واپس چلا گیا ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سُن کر فرمایا کہ کیا آپ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے درجہ میں ہیں ؟ اس کا اور مقام ہے، آپ کا اور مرتبہ ہے ۔

یعنی ہرگز ایسا نہیں ہے ۔ یہ جو کچھ ہمیں عزت نصیب ہے یہ سب آپ لوگوں کی وجہ سے حاصل ہے ۔"

(۲)

اسی طرح اکابر مؤرخین نے ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حَسَنَین شریفین کی تکریم و توقیر کا مکمل طور پر لحاظ کیا گیا ہے ۔ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء "تذکرہ حسین" میں درج کیا ہے کہ :

"..... حماد بن زید عن معمر عن الزهري أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ كَسَا اَبْنَاءَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ مَا يَصْلُحُ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَبَعَثَ اِلَى الْيَمَنِ فَأُتِيَ بِكِسْوَةٍ لَهُمَا فَقَالَ الْاٰنَ طَابَتْ نَفْسِيْ ."

(۱) سیر اَعلام النبلاء ذہبی جلد ۳ ص ۱۹۱، تذکرہ حسین رضی اللہ عنہ

حاصل یہ ہے کہ زہری ؒ سے منقول ہے کہ :

" (فتوحات ہونے پر باہر سے کپڑا آیا) تو حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی اولاد کو پوشاکیں عنایت کیں۔ ان میں حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کے مناسب کوئی لباس نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے علاقہ یمن کی طرف آدمی روانہ کر کے حکم بھیجا کہ ان دونوں صاحبزادوں کے موافق لباس تیار کر کے ارسال کیا جائے (جب یہ لباس آیا اور حسنینؓ نے زیب تن کیا) تو اس وقت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اب میری طبیعت خوش ہوئی ہے۔"

(نوٹ) مندرجہ ذیل مصنفین نے بھی واقعہ ہذا کو اپنے اپنے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے :-

(۲) تلخیص ابن عساکر لابن بدران، ج ۴ ص ۳۲۲ : تذکرہ حسینؓ۔

(۳) سیرۃ عمرؓ بن الخطاب، ص ۹۷ لابن الجوزی، طبع مصر۔

(۴) کنز العمال، ج ۷، ص ۱۰۶۔ طبع اول قدیم بحوالہ ابن سعد۔

(۵) البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۲۰۷۔

(۶) ریاض النضرہ محب الدین الطبری، ص ۲۸-۲۹، ج ۲ طبع مصری۔

(۴)

——— اب یہ تعلق پیش کیا جاتا ہے کہ حسنین شریفینؓ کے مالی حقوق کی رعایت حضرت عمرؓ کی طرف سے مکمل طور پر کی جاتی تھی۔ قبل ازیں اسی حصہ فاروقی کے باب دوم کے آخر میں حضرت علی المرتضیٰ کے مالی حقوق کی ادائیگی کا ذکر آچکا ہے وہاں حسنینؓ کے عطایا کا ذکر اور ہدایا کا بیان ضمناً ہوا تھا۔

اب یہاں براہ راست ان کے "مالی حقوق" کا بیان پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ فاروق حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے حقوق کو ادا کرنا اپنا فرض منصبی

اور فریضۂ دینی یقین کرتے تھے۔ حقداروں کے حق ادا کیے بغیر ان کا انصاف و عدل نا تمام رہتا تھا۔ جہاں بھی محدثین نے اور با انصاف غیر متعصب مورخین نے یہ مسئلہ لکھا ہے وہاں انہوں نے حسنینؓ کے مالی وظائف متعین کیے جانے کا ضرور ذکر کیا ہے۔ چنانچہ چند ایک حوالہ جات ہم یہاں نقل کرتے ہیں اس کے بعد انصاف کے ساتھ نتیجہ برآمد کرنا قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

(۱)

(۱)۔۔ "...... عن جعفر بن محمد عن ابیہ اَنَّ عُمَرؓ اَلحَقَ الحَسَنَ وَ الحُسَینَ بِاَبِیہِمَا وَ فَرَضَ لَہُمَا فِی خَمسَۃِ الاٰفٍ خَمسَۃِ الاٰفٍ"۔

(کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام، ص ۲۲۴،
باب فرض الاعطیۃ من الفیٔ۔ طبع مصری)

(۲)

(۲)۔ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار کی اس بحث میں مضمون ہذا کو اس طرح لکھا ہے:۔

"...... وَ فَرَضَ لِلحَسَنِ وَ الحُسَینِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا خَمسَۃَ الاٰفٍ خَمسَۃَ الاٰفٍ اَلحَقَہُمَا بِاَبِیہِمَا لِقَرَابَتِہِمَا مِن رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ سَلَّمَ" الخ

(شرح معانی الآثار طحاوی، ج ۲ ص ۱۸۱۔ آخر کتاب
وجوہ الفیٔ و قسم الغنائم۔ طبع دہلی۔)

(۳)

(۳)۔ اور حافظ ابن عساکر مشہور مورخ نے اپنی تاریخ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں یہ مسئلہ نقل کیا ہے:۔

اَنَّ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ لَمَّا دَوَّنَ الدِّیوَانَ وَ فَرَضَ العَطَاءَ اَلحَقَ الحَسَنَ وَ الحُسَینَ بِفَرِیضَۃِ اَبِیہِمَا مَعَ اَہلِ بَدرٍ لِقَرَابَتِہِمَا

مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْہُمَا خَمْسَۃَ اٰلَافِ دِرْھَمٍ“

(۳) ۔ تہذیب ابن عساکر ص ۳۲۱-۳۲۲، جلد ۴ : تذکرہ حسینؓ، لابن بدران، ج ۴ ص ۲۱۲ : تذکرہ امام حسنؓ ۔

(۴) السنن الکبریٰ مع الجوہر النقی، جلد سادس، ج ۶، ص ۳۵۰ کتاب القسم من الفیٔ والغنیمۃ للعلامہ البیہقی)

حاصل مضمون یہ ہے کہ:

”جب عمر فاروقؓ نے (اہلِ اسلام کی خاطر مال فَے وغیرہ سے بطورِ وظیفہ امداد جاری کرنے کے لیے) فہرستیں بنوائیں تو اس وقت حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کے لیے ان کے والد شریف کے حصہ کے موافق وظیفہ مقرر کیا یعنی (بدری صحابہ کرام کی طرح) پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا اس لیے کہ یہ دونوں حضرات سردار دوجہاں حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے“

(۵)

شیعہ احباب نے امام حسن مجتبیٰ کی ایک کرامت ذکر کی ہے جس کو ہم ذیل میں ان کی عبارت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ سیدنا حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب خلافتِ فاروقی کے دوران اسلامی فوج میں شمولیت کیا کرتے تھے اور جنگی معاملات میں شریک ہوتے تھے۔ اس واقعہ کو آپ مندرجہ ذیل حوالہ میں ملاحظہ فرمادیں شیعی عالم شیخ عباس قمی نے اپنی تصنیف ”تتمۃ المنتھی فی وقائع ایام الخلفاء“ میں معتضد باللہ کی خلافت کے حالات میں لکھا ہے کہ

”مسجدے ست در بلدۂ (اصفہان) معروف ”بلسان الارض“ در طرف

شرقی مزار تخت فولاد نزدیک بہ قبر فاضل ہندی اہل آنجا میگویند کو موضع زمین با حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تکلم کردہ در زمانیکہ آنحضرت در ایام خلافت عمرؓ بن الخطاب بالشکرِ اسلام بجہت فتوحات بایں مکان تشریف آوردہ وازیں جہت اورا لسان الارض میگویند ۔"

"یعنی شہر اصفہان میں ایک مسجد ہے اس کو لسان الارض کہتے ہیں مزار تخت فولاد کی شرقی جانب فاضل ہندی کی قبر کے نزدیک ہے ۔ وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب کی خلافت کے دوران اسلامی لشکر کے ساتھ امام حسنؓ فتوحات کی خاطر اس مقام میں تشریف لائے تو اس وقت یہ زمین امام حسنؓ سے ہم کلام ہوئی اور گفتگو کی ۔ اس وجہ سے لوگ اِس مقام کو "لسان الارض" کہتے ہیں ۔"

(تتمہ المنتہی شیخ عباس القمی ، ص ۲۷۲ ۔ ۳۹۰ تحت خلافت معتضد باللہ)

(۶)

نیز شیعہ اکابرین نے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے اس کی صحت و ثبوت کا دارو مدار ان کی کتبِ معتبرہ پر ہے ۔ ہم بطور الزام نقل کر رہے ہیں ۔

اس چیز سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا حسینؓ کی ایک بیوی حضرت عمرؓ کے دَورِ خلافت کی عطا شدہ ہے ۔ عجم کی فتوحات ہوئی ہیں تو اس وقت یہ خادمہ حضرت علیؓ کے مشورہ کے تحت حضرت حسینؓ کو عنایت کی گئی ۔ انہی کے بطن سے امام زین العابدین (علی بن الحسینؓ) متولد ہوئے ۔

"اصول کافی" باب الحجۃ ، مولد علی بن الحسین میں امام محمد باقر کی روایت میں ہے :-

"... عَنْ اَبِی جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا قُدِّمَتْ بِنْتُ یَزْدَجَرْدَ

عَلٰی عُمَرَ اَشْرَفَتْ لَهَا عَذَارَی الْمَدِیْنَةِ وَاَشْرَقَ الْمَسْجِدُ بِضَوْئِهَا لَمَّا دَخَلَتْهُ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْهَا عُمَرُ غَطَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ اُفٍّ بِیْرُوْجْ بَادَا هُرْمُزْ فَقَالَ عُمَرُ اَتَشْتِمُنِیْ هٰذِهٖ وَهَمَّ بِهَا فَقَالَ لَهٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَیْسَ ذَالِکَ لَکَ خَیِّرْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَحْسِبْهَا بِفَیْئِهٖ فَخَیَّرَهَا فَجَاءَتْ حَتّٰی وَضَعَتْ یَدَهَا عَلٰی رَأْسِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَا اِسْمُکِ فَقَالَتْ "جہاں شاہ" فَقَالَ لَهَا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ بَلْ شَهْرُبَانُوَیْهِ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَیْنِؓ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ لَیَلِدَنَّ لَکَ مِنْهَا خَیْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ فَوَلَدَتْ عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِؓ"

(۱) اصول کافی، باب الحجۃ۔ مولد علی بن الحسینؓ، ص ۲۹۶ طبع نول کشور۔ لکھنؤ۔

امام محمد باقرؒ کی اس روایت کا ترجمہ فارسی زبان میں ملا خلیل قزوینی نے اپنی تصنیف الصافی شرح اصول کافی میں بعبارتِ ذیل کیا ہے۔ یعنی یہی مضمون فارسی میں اس طرح ہے:

"یعنی روائیتست از امام محمد باقر علیہ السلام کہ گفت چوں آوردہ شد دختر یزدجرد نزد عمرؓ بہ با مہا رفتند دختران مدینہ برائے تماشائے حسن و جمال او چوں آوازۂ آں را شنیدہ بودند و روشن شد مسجد مدینہ بتابشِ روئے او چوں داخل مسجد شد پس چوں نظر کرد بسوئے او عمر پوشانید روئے خود را و گفت "بد روزگارہ بادا ہرمز کہ بہ بدی تدبیر او باعثِ ایں شد ...... پس عمر گفت آیا دشنام می دہد مرا ایں دختر؟ و قصد آزار کرد با او۔ پس گفت او را امیر المومنین علیہ السلام

نیست آن دشنام برائے تو بلکہ برائے دیگرے ست مخیر کن اورا
کہ برگزیند مردے را از مسلمانان و حساب کن اورا بحصۂ غنیمت آں
مرد باعتبار خمس پس مخیر کرد اورا عمرؓ پس آمد تا نہاد دستِ خود را بر
سرِ امام حسینؓ پس گفت امیر المومنینؑ چیست نامِ تو پس گفت "جہان شاہ"
پس گفت اورا امیر المومنین علیہ السلام بلکہ نام تو شہر بانویہ ست ....
.... بعد ازاں گفت امام حسین را ای ابوعبداللہ ہر آئینہ خواہد زائید البتہ برائے
تو از او پسرے کہ بہتر از اہلِ زمین است در زمانِ خود پس زائید امام زین العابدین
را "

(۲) کتاب "الصافی" شرح "اصول کافی"۔ کتاب الحجۃ، جزو سوم
حصہ دوم ص ۲۰۴-۲۰۵ ۔ طبع نول کشور لکھنؤ)

اور شیعہ کے انساب کے مشہور فاضل ابن عنبہ (جمال الدین) نے اپنی کتاب "عمدۃ الطالب
فی انسابِ آلِ ابی طالب" میں یہ مسئلہ مختصراً درج کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو :۔

".... فَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهَا شَاهُ زَنَانِ بِنْتِ كِسْرٰى يَزْدَجَرْدَ بْنِ
شَهْرَيَار .... وَقِيْلَ اِنَّ اِسْمَهَا شَهْرَبَانُو
قِيْلَ نُهِبَتْ فِىْ فَتْحِ الْمَدَائِنِ فَنَفَلَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنَ الْحُسَيْنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ "

(۳) عمدۃ الطالب، ص ۱۹۲۔ الفصل الثانی فی عقب الحسین
الشہیدؑ۔ طبع جدید ۔

(۴) ۔ یاد رہے کہ امام زین العابدین کی ماں کا فتوحاتِ عجم میں آنا اور خلافتِ فاروقی میں سیدنا
حسینؓ کو عطا ہونا وغیرہ یہ تمام واقعہ شیعہ کے مشہور مؤرخ محمد تقی سپہر نے اپنی مشہور
تاریخ ناسخ التواریخ جلد دہم حصہ اول در حالات زین العابدین میں ص ۳ و ص ۴ وغیرہ پر

مفصّل نقل کیا ہے اہلِ علم رجوع کر سکتے ہیں۔ہم نے مآخذ کی نشان دہی کر دی ہے۔

حوالہ جات مندرجہ کا خلاصہ

عوام دوستوں کے لیے اُردو میں پیشِ خدمت کیا جاتا ہے۔شیعہ مجتہدین نے لکھا ہے کہ امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ یزدجرد بادشاہ کی لڑکی جب عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں مدینہ پہنچی ہے تو اس کا حسن و جمال دیکھنے کے لیے مدینہ کی عورتیں مکانوں کے اوپر چڑھ گئیں۔اور مدینہ کی مسجد اس کی روشنی کی وجہ سے منوّر ہو گئی۔جب عمر بن الخطابؓ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنا مُنہ چُھپا لیا اور کہنے لگی کہ ہُرمز کا بُرا ہو جس کی بدتدبیری کے باعث ہمیں یہ کچھ دیکھنا پڑا۔

عمر بن الخطابؓ کہنے لگے کیا یہ لڑکی مجھے سبّ و شتم کرتی ہے؟ کچھ تنبیہ کرنی چاہی تو اس وقت علی بن ابی طالبؓ نے کہا کہ یہ آپ کو بُرا بھلا نہیں کہہ رہی بلکہ دوسرے شخص کے حق میں اس نے کچھ کہا ہے۔پھر علی المرتضیٰؓ نے عمر بن الخطابؓ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ اس لڑکی کو مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کو پسند کرنے کا اختیار دے دیں اس کے بعد اس شخص کے حصّۂ غنیمت میں اس کو شمار کر دینا۔عمر بن الخطابؓ نے اسی طرح کرتے ہوئے لڑکی کو حسبِ منشا پسندیدگی کا اختیار دے دیا۔لڑکی نے آ کر حسین بن علیؓ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا (اس طرح یہ حسینؓ کے حصّہ میں دے دی گئی)۔پھر علی المرتضیٰؓ نے اس لڑکی کا نام دریافت کیا۔اس نے کہا مجھے شاہ جہان کہتے ہیں۔حضرت علیؓ نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرا نام شہر بانو یہ تجویز ہے۔

——— پھر علی المرتضیٰؓ نے خوش خبری کے طور پر حضرت حسینؓ کو فرمایا کہ تیرے لیے اس سے فرزند ہو گا جو اپنے دَور میں تمام اہلِ زمین سے بہتر ہو گا اس کے بعد زین العابدین اس سے متولّد ہوئے۔"

ابن عنبہ کے بیان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ یہ لڑکی فتوحات مدائن میں آئی تھی اور عمر بن الخطاب نے حسین بن علی کو عنایت فرمائی۔"

ایک وضاحت

اہلِ علم پر واضح ہو کہ " بد روزگار بادا ہرمزرا " جملہ کا مطلب اسی صافی شرح اصول کافی میں بعبارتِ ذیل تحریر ہے

(ہرمز پدرِ خسرو پرویز ست) مراد ایں جا دشنام خسرو پرویز ست کہ مومن نشدہ و نامہ رسول اللہ را پارہ پارہ کردہ، تا کار بایجا رسید۔"

(صافی شرح اصول کافی، ص ۲۰۴-۲۰۵، کتاب الحجۃ جزء سوم، حصہ دوم۔ مولفہ علی بن الحسین طبع نولکشور لکھنؤ)

فصل ہذا کا خلاصہ

(۱)

حضرت سیدنا عمر بن الخطابؓ اور اس کی اولاد کے نزدیک حسنین شریفین کی بڑی قدر و منزلت تھی۔

(۲)

اور ان حضرات کی ایک دوسرے کی جانب آمد و رفت رہتی تھی اور باہمی توقیر و عزت کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔

(۳)

سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی طرف سے بعض اوقات حسنین کریمینؓ کو پوشاک و لباس بھی عنایت کیا جاتا تھا۔

(۴)

اور فاروقی خلافت کی جانب سے حسنینؓ کے لیے باقاعدہ سالانہ وظائف اور عطایا و ہدایا دیئے جاتے تھے اور وہ ان کو قبول کرتے تھے۔"

(۵)

فاروقی خلافت کے دوران سیدنا حسنؓ اسلامی فوج میں شمولیت رکھتے تھے اور شریکِ کار رہتے تھے۔

(۶)

اور شیعی مجتہدین وعلماء کی تحقیق کے موافق سیدنا حسینؓ کو ایک بیوی اسلامی فتوحات میں سے فاروقِ اعظمؓ نے عطا کی تھی اور انہوں نے بخوشی قبول کی تھی۔ اس محترمہ خاتون سے زین العابدین متولد ہوئے۔

اس واقعہ کے ذریعہ ثابت ہوا کہ:

خلافتِ فاروقی برحق تھی، غاصبانہ نہ تھی اور اس کے فوجی تصرفات سب درست تھے۔ اور اس کے غنائم کو اخذ کرنا شرعاً صحیح تھا۔ حضرت علیؓ اور ان کے صاحبزادے فاروقِ اعظمؓ سے اپنے تمام حقوق مالی وصول فرماتے تھے۔ اور ان حضرات کا آپس میں کوئی سیاسی و مذہبی اختلاف ہرگز نہ تھا۔ یہ تاریخی واقعات ان گذارشات پر شاہدِ عادل ہیں۔

فصل چہارم

فصل ہٰذا باب سوم کا آخری فصل ہے اس میں حضرت سیّدنا عمر فاروقؓ اور حضرت سیّدنا علی ابن ابی طالب کے مابین وہ واقعات جمع کیے جائیں گے جو حضرت فاروقؓ کی زندگی کے آخری حالات کے متعلق ہیں۔

ان کے چند عنوانات قائم کر کے ایک ترتیب کے ساتھ پیش خدمت کیے جاتے ہیں۔ ہر عنوان کے بعد اس کے فوائد و ثمرات ذکر کرنے کے بجائے تمام عنوانات تحریر کرنے کے بعد یکجا ان کے نتائج درج کیے جائیں گے جن کے بعد ہر منصف مزاج ان دونوں بزرگوں کے حُسنِ تعلقات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے گا اور ایک انصاف پسند انسان یقیناً ان دونوں کی تازیست دوستی کی توثیق کرے گا۔

(۱)

فارُوقی انتقال کی پیشگوئی خواب کی صورت میں

علّامہ ابُوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی نے اپنی مُسند حُمیدی میں اور امام احمدؒ نے مُسند امام احمدؒ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں ایک فاروقی خواب کا ذکر ہے جس کی تعبیر حضرت علی المرتضیٰؓ کی اہلیہ اسماء بنت عُمیس نے بیان کی کہ یہ موت کی طرف اشارہ ہے اور ایک عجمی شخص ان پر قاتلانہ حملہ کرے گا۔ عبارت ملاحظہ فرماویں:-

"... اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ ذَکَرَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذَکَرَ

اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ قَالَ رَأَیْتُ رُؤْیَا لَا اَرَاھَا اِلَّا لِحُضُوْرِ اَجَلِیْ رَأَیْتُ کَاَنَّ دِیْکًا نَقَرَنِیْ نَقْرَتَیْنِ قَالَ وَذَکَرَ لِیْ اَنَّہٗ دِیْکٌ اَحْمَرُ فَقَصَصْتُہَا عَلٰی اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ . . . . فَقَالَتْ یَقْتُلُکَ رَجُلٌ مِنَ الْعَجَمِ . . . . (روایت طویلہ ہے) . .

. . . . فَالَ فَخَطَبَ النَّاسَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاُصِیْبَ یَوْمَ الْاَرْبَعَاءِ"۔

(۱) مُسند امام احمد، تحت مسند عمرؓ بن الخطاب جلد اوّل، ص ۱۵ مطبوعہ مصر۔

(۲) مُسند حمیدی۔ تحت احادیث عمرؓ بن الخطاب، ج ۱ ص ۱۱

طبع مجلس علمی کراچی وڈابھیل۔

"حاصل یہ ہے کہ (ایک دفعہ) حضرت عمر فاروقؓ نے جُمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ حمد وثنا کی پھر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذکرِ خیر فرمایا پھر ابوبکر الصّدیقؓ کا ذکر کیا۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اس سے مَیں یہ سمجھا ہُوں کہ میری موت قریب آ گئی ہے۔

وہ اس طرح ہے کہ ایک سُرخ مُرغا ہے اُس نے میرے شکم میں دو تین بار اپنی چونچ سے ٹھونگے لگائے ہیں۔ اس خواب کو مَیں نے اسماء بنتِ عُمَیس (حضرت علیؓ کی اہلیہ) کے پاس بیان کیا۔ اسماء بنت عُمَیس نے کہا کہ عجم کا ایک آدمی تجھے قتل کر دے گا . . . ." روایت کنندہ کہتا ہے کہ عمر فاروقؓ نے جُمعہ کو یہ خطبہ دیا اور چہار شنبہ یعنی بُدھ کو ان پر یہ مُصیبت پہنچی"۔

(۲)

حضرت سیدنا عمر فاروق کے اسلام و ہجرت و خلافت و دیانتداری کے متعلق حضرت علیؓ و ابن عباسؓ کی شہادت

جب خلیفۂ ثانی فاروق اعظمؓ پر مغیرہؓ بن شعبہ کے عجمی و مجوسی غلام (ابولؤلؤ فیروز نامی) نے ذوالحجہ ۲۳ھ کی آخری تاریخوں میں قاتلانہ حملہ کیا۔حضرت عمرؓ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ اس کے بعد عمرؓ فاروق کو مسجد سے اٹھا کر ان کے مکان پر لایا گیا۔آپ تین روز زندہ رہے ہیں پھر یکم محرم ۲۴ھ کو انتقال ہوا۔

اس دوران میں صحابہ کرامؓ کی مختلف اوقات میں اپنے خلیفہ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ایک بار حضرت علیؓ اور عبداللہ بن عباسؓ فاروق اعظمؓ کے پاس تشریف رکھتے تھے۔اور حضرت عمرؓ فکرِ آخرت کے غلبہ کی وجہ سے اپنے حق میں پریشانی کا اظہار کرنے لگے تو ان کی تسلی و تشفی کے لیے عبداللہ بن عباسؓ نے اپنا بیان ذکر کیا اور حضرت علیؓ نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی۔ اس موقعہ کی عبارت اس طرح ہے۔

(۱)۔ قَالَ حَدَّثَنَا یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ قَالَ دَخَلَ اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَلٰی عُمَرَؓ حِیْنَ اُصِیْبَ فَقَالَ اَبْشِرْ فَوَاللهِ لَقَدْ کَانَ اِسْلَامُكَ عِزًّا وَلَقَدْ کَانَ هِجْرَتُكَ فَتْحًا وَوِلَایَتُكَ عَدْلًا وَلَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تُوُفِّیَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَا بَکْرٍ فَتُوُفِّیَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ وَلَقَدْ وُلِّیْتَ فَمَا اخْتَلَفَ فِیْ وِلَایَتِكَ اِثْنَانِ قَالَ عُمَرُؓ اَتَشْهَدُ بِذٰلِكَ؟ قَالَ فَکَعَ اِبْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عَلِیٌّؓ نَعَمْ نَشْهَدُ بِذٰلِكَ۔"

(۱) — کتاب الآثار لامام ابی یوسف ص ۲۰۷ ۔ رقم نمبر ۹۲۵
حیدر آباد دکن۔

(۲) — سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن جوزی ص ۱۹۳ طبع مصر

(۳) — شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید معتزلی و شیعی
ص ۲۱۵ - ۲۱۶ جلد ثالث بحث فی الآثار التی وردت
فی موت عمرؓ والکلام قالہ عند ذالک طبع بیروت

حاصل مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے جبکہ ان پر قاتلانہ حملہ ہو چکا تھا اور کہنے لگے کہ آپ کو خوشخبری ہو اللہ کی قسم آپ کا اسلام لانا (مسلمانوں کے لیے) باعثِ عزت ہوا۔ آپ کا ہجرت کرنا وجہ کشائش ہوا۔ آپ کی خلافت سراسر عدل تھی۔ آپ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب و ہم نشین تھے۔ نبی کریم نے آپ سے رضامندی کی حالت میں انتقال فرمایا۔ پھر آپ ابوبکر الصدیقؓ کے ہم نشین تھے وہ بھی رضامند ہو کر آپ سے رخصت ہوئے۔ آپ کی خلافت پر دو شخصوں نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابنِ عباس! تو اس چیز کی گواہی دیتا ہے تو ابنِ عباس سستائے۔ پاس حضرت علیؓ موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! ہم اس حقیقت کے گواہ ہیں۔ (آپ توقف و تردد نہ کریں)"۔

—— ناظرین کرام کو معلوم رہے کہ :

عبداللہ بن عباسؓ و علی المرتضیٰؓ کا حضرت عمرؓ کے پاس آخری اوقات میں جاکر جنت کی خوشخبری سنانے کے اس واقعہ کو (بہ تفاوت الفاظ) علامہ الزجاجی نے میمون بن مہران کے ذریعہ عبداللہ بن عمرؓ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(کتاب الامالی ص ۱۰۵ لابی القاسم عبدالرحمٰن بن اسحٰق
الزجاجی المتوفی ۳۴۰ھ ۔ طبع اول مصری)

یہاں پر واضح ہو کہ جس طرح نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عمرؓ پر رضامندی کی گواہی حضرت علیؓ نے دی ہے اسی طرح حضرت علیؓ پر رضامند ہونے کی گواہی حضرت فاروقؓ سے منقول و مندرج ہے۔ بخاری شریف میں ہے :-

"۔۔۔۔ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ عَنْہُ رَاضٍ"

"یعنی عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا درآں حالیکہ وہ حضرت علیؓ سے راضی و خوش تھے"

(بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۲۵۔ باب مناقب علیؓ طبع نور محمدی دہلی)

(۴۲)

قاتلانہ حملہ کے بعد حضرت علیؓ کی طرف سے کمال اظہارِ ہمدردی

"۔۔۔۔ عَنْ اَیُّوْبَ السَّخْتِیَانِیْ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بَعَثَ اِلٰی حَلْقَۃٍ مِنْ اَھْلِ بَدْرٍ کَانُوْا یَجْلِسُوْنَ بَیْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ فَقَالَ یَقُوْلُ لَکُمْ عُمَرُ اُنْشِدُکُمُ اللّٰہَ اَکَانَ ذَالِکَ عَنْ رِضًا مِنْکُمْ فَتَلَکَّأَ الْقَوْمُ فَقَامَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ لَا : وَدِدْنَا اَنَّا زِدْنَا فِیْ عُمْرِہٖ مِنْ اَعْمَارِنَا"

(۱)۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، ج ۳، ص ۱۹۹ تذکرہ جعفر صادقؒ۔ طبع مصر۔

(۲)۔ المصنف لعبد الرزاق ص ۵۱-۵۲، ج ۶ طبع بیروت

(۳)۔ " " " ص ۳۵۷-ج ۱۰- " "

"یعنی جعفر صادق اپنے والد امام باقرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ منبر نبوی اور قبر شریف

کے درمیان بدری صحابہ کرامؓ تشریف رکھا کرتے تھے۔ عمرؓ بن الخطاب پر جب
قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے ان حضرات کی طرف آدمی بھیج کر کہلا بھیجا کہ تمہیں
قسم دے کر عمرؓ بن الخطاب دریافت کرتے ہیں کہ تم ایسے واقعہ پر رضامند ہو؟
یا تمہاری رضامندی سے ہوا ہے؟ تو وہاں پر موجود تمام صحابہ وغیر صحابہ پر
گریہ طاری ہو گیا اور حضرت علیؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہرگز
نہیں! ہم تو دوست رکھتے ہیں کہ ہماری زندگیوں میں سے عمرؓ بن الخطاب
کو زندگی دے دی جائے اور ان کی حیات دراز ہو۔"

فاروقِ اعظمؓ کو حضرت علیؓ کا جنت کی بشارت دینا۔ امام حسنؓ کا تائید کرنا (۴۸)

"عَنْ اَبِی مَطَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
حِیْنَ طُعِنَ وَجَارَۃُ اَبُوْلُؤْلُؤَ وَهُوَ یَبْکِیْ فَقُلْتُ مَا یُبْکِیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ؟
قَالَ اَبْکَانِیْ خبرالسماء اَیُذْهَبُ بِیْ اِلَی الْجَنَّةِ اَمْ اِلَی النَّارِ؟ فَقُلْتُ لَهٗ
اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا
لَا اُحْصِیْهِ سَیِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَاَنْعَمَا فَقَالَ
شَاهِدٌ اَنْتَ لِیْ یَا عَلِیُّ بِالْجَنَّةِ؟ قُلْتُ نَعَمْ وَاَنْتَ یَا حَسَنُ فَاشْهَدْ
عَلٰی اَبِیْکَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ مِنْ
اَهْلِ الْجَنَّةِ"

(کنز العمال (بحوالہ ابن عساکر) ج ۶ ص ۳۶۴۔ باب
فضائلِ عمرؓ فصل فی وفاتہ۔ طبع قدیم۔ دکن)

"ابو مطر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ فرماتے تھے جب مجوسی
غلام ابو لؤلؤ نے حضرت عمرؓ پر حملہ کر دیا تھا تو میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچا۔

عمرؓ بن الخطّاب رو رہے تھے۔ مَیں نے کہا اَے امیر المؤمنین! آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے حق میں جو آسمانی فیصلہ ہے وہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ جنّت میں جاؤں گا یا دوزخ میں؟ اس وجہ سے روتا ہُوں۔ مَیں نے کہا کہ آپ کو جنت کی خوشخبری ہو، مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے بے شمار دفعہ سُنا کہ آپ فرماتے تھے پُختہ عمر کے جنّتیوں کے سردار ابوبکرؓ و عمرؓ ہونگے اور یہ بڑے عمدہ سردار ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اَے علیؓ، آپ اِس بشارت کے گواہ ہیں؟ مَیں نے کہا کہ ہاں مَیں گواہ ہُوں اور اپنے بیٹے حسنؓ کو بھی کہا کہ تو بھی اس امر کی شہادت دے کہ بفرمانِ نبوی عمرؓ اہلِ جنت میں سے ہیں۔"

(۵)

مجلسِ شوریٰ کا انتخاب اور اس میں حضرت علیؓ کی شرکت

جب حضرت فاروق اعظمؓ کے آخری لمحات آگئے اور زندگی سے مایُوس ہو گئے تو آپ نے متعدد وصایا فرمائے اور اقارب و اجانب کو نصیحتیں فرمائیں۔ اس موقع کی ایک مشہور وصیّت ہے جو سُنّی و شیعہ سب علماء نے اپنے اپنے موقع پر درج کی ہے۔ وہ اسلام کی خلافت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے تجویز فرمائی تھی۔

—— یعنی اہلِ اسلام کے اکابر حضرات میں سے چھ نفر کا انتخاب فرما کر حکم دیا کہ ان چھ بزرگوں (حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت علیؓ بن ابی طالب، الزبیرؓ، طلحہؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص) میں سے جس ہستی پر اتفاق رائے ہو جائے اس کو مسلمانوں کا خلیفہ اور امیر المومنین تسلیم کر لیا جائے اور یہ فیصلہ تین روز کے اندر مکمل کیا جائے۔

—— اور ان چھ حضرات کے انتخاب کی مصلحت و حکمت خود ہی ساتھ بیان فرما دی

کہ ان بزرگوں سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم سے رضامند ہو کر رخصت ہوئے تھے۔ اس وجہ سے ان کو باقی لوگوں پر فوقیت دی جاتی ہے۔

—— اس شش گانہ انتخاب میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو شامل و شریک رکھا گیا جیسا کہ تمام حوالہ جات میں تصریح موجود ہے۔

اب ایک ذخیرۂ حوالہ جات سے چند ایک محدثین و مؤرخین کی عبارات ہم پیش کرتے ہیں تاکہ قارئینِ کرام کو اس مسئلہ کے متعلق تسلی ہو جائے۔ آخری حوالہ شیعہ بزرگوں کے اطمینان کے لیے امالی شیخ طوسی سے نقل ہو گا۔ محولہ مقامات میں اگرچہ عبارت کا فرق پایا جاتا ہے لیکن مضمون و مفہوم واحد ہے۔

مُسندِ حُمیدی میں حضرت عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مسانید کے تحت یہ مسئلہ درج ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ:

"وَاِنِّیْ قَدْ جَعَلْتُ هٰذَا الْاَمْرَ بَعْدِیْ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ السِّتَّةِ الَّذِیْنَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ وَّهُمْ عُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَالزُّبَیْرُ وَطَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ فَمَنِ اسْتُخْلِفَ فَهُوَ الْخَلِیْفَةُ۔

(۱) مُسندِ حمیدی، ج ۱، ص ۱۷ تحت احادیث عمرؓ طبع مجلسِ علمی کراچی۔

(۲) بخاری شریف، جلد اوّل، باب مناقبِ عثمانؓ و قصۃ البیعۃ و مقتلِ عمرؓ ص ۵۲۴ طبع نور محمدی دہلی۔

(۳) مُسند امام احمدؒ، ج ۱ ص ۲۰ تحت مسانید عمر بن الخطابؓ

(۴) طبقات ابن سعد جلد ثالث، باب عمرؓ ص ۲۴۶ قسم اوّل طبع یورپ۔

(۵) - مُسندابی یعلیٰ (قلمی) لاحمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی -
ص ۷۰، تحت مسانید عمرؓ بن الخطاب - نقل شدہ
از پیر گوٹھ (سندھ)

(۶) السنن الکبریٰ بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۰ کتاب اہل
البغی - باب من جعل الامر شوریٰ ... الخ -

(۷) انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵ ص ۱۸ - باب
امر الشوریٰ و بیعۃ عثمان - طبع جدید تختی کلاں -

(۸) البدایہ والنہایہ لابن کثیر، ج ۷ ص ۱۴۷-۱۴۸
طبع اوّل مصری -

——— حاصلِ کلام یہ ہے :-
حضرتِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ

"خلافت کا معاملہ میں نے اپنے بعد ان چھ نفر کے سپرد کر دیا ہے اور ان کے حق میں وصیت کر دی ہے جن سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انتقال کے وقت راضی و خوش تھے - ان میں سے جس پر اتفاق رائے ہو جائے اس کو خلیفہ تسلیم کر لیا جائے وہ عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و عبدالرحمٰنؓ بن عوف و سعدؓ بن ابی وقاص ہیں"

(۶)

مسئلہ ہذا میں شیعہ بزرگوں کی تائید

اس کے بعد اس مسئلہ پر شیعہ احباب کا معتبر بیان مستند کتابوں سے لکھا جاتا ہے
انصاف پسند ناظرین سے توقع ہے کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق پوری طرح مطمئن ہو

جائیں گے "شیخ الطائفہ" شیخ طوسی نے اپنی سند کے ساتھ اپنی تصنیف "امالی" میں درج کیا ہے اور الشیخ الصدوق ابن بابویہ القمی نے اس کو اپنی تصنیف علل الشرائع باب ۱۳۴ میں نقل کیا ہے۔ معائنہ فرماویں۔

"۔۔۔۔ عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَۃَ الْکِنَانِی قَالَ اُحْتُضِرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ جَعَلَھَا شُوْرٰی بَیْنَ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ وَعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَطَلْحَۃَ وَالزُّبَیْرِ وَسَعْدِ بْنِ اَبِی وَقَّاصٍ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ فِیْمَنْ یُشَاوِرُ وَلَا یُوَلّٰی۔"

(۱) "الامالی" للشیخ ابی جعفر الطوسی ۱۶۷-۱۶۹، جلد۲۔
طبع نجف اشرف عراق)

(۲) علل الشرائع للشیخ الصدوق، ص ۱۷۱ باب ۱۳۴۔
طبع نجف اشرف عراق۔

"یعنی ابو الطفیل نے کہا کہ جب عمرؓ بن الخطاب کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے (خلافت کے مسئلہ کی خاطر) چھ آدمیوں کی ایک مجلس شوریٰ قائم کر دی اس میں علیؓ بن ابی طالب، عثمانؓ بن عفان، طلحہؓ و زبیرؓ سعدؓ بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بنؓ عوف شامل و شریک تھے۔

اور اپنے لڑکے عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق فرمان دیا کہ اس کو مشورہ میں لے لیا جائے لیکن اس کو والی و حاکم نہ بنانا۔"

(۷)

حضرت علیؓ کو خصوصی وصیت کرنا اور نماز کا انتظام کرنا

طبقات ابن سعد باب عمرؓ میں جہاں وصایا عمر مذکور ہیں وہاں لکھا ہے:-

"ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا ؓ فَاَوْصَاہُ ثُمَّ اَمَرَ صُہَیْبًا ؓ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ۔۔الخ

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۴۶)

"یعنی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کو بلا کر خصوصی وصیّت کی اور صہیب ؓ رومی کو حکم دیا کہ (خلافت کا مسئلہ طے ہونے تک) لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔"

اور بعض روایات میں منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے آخری وصایا جہاں فرمائی ہیں۔ وہاں ان چھ حضرات کو قسم دلا کر تقویٰ کی اور عدل و انصاف کرنے کی تاکید کی۔ (بلاذری)

(۸)

حضرت فاروق اعظمؓ کا جب انتقال ہو گیا اور اللہ کے ہاں جا پہنچے تو تمام اہل اسلام پر ہمّ و غم رنج و الم کے بادل چھا گئے۔ صحابۂ کرام مضطرب و بے چین ہو گئے۔ تمام اکابرین اس مصیبتِ عظمیٰ کی وجہ سے بے انتہا مغموم و محزون تھے۔ حضرت علیؓ نے اس موقعہ پر حضرت عمرؓ کے حق میں گوناگوں صورتوں میں اظہارِ غم کیا اور کلماتِ محبّت فرماتے اور انکی عظمت کو بیان فرمایا۔ ان کی دیانت و امانت کی قدر دانی کی اور عزت افزائی فرمائی۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ کی طرف سے موقع ہٰذا کے بیاناتِ کثیرہ میں سے صرف دو تین فرمودات، ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ ناظرین حضرات اس سے ان دونوں بزرگوں کے حُسنِ تعلقات اور باہمی عقیدت مندی کا اندازہ لگا سکیں گے۔

حضرت علیؓ کی جانب سے فاروقِ اعظمؓ کے حق میں قدردانی کے کلمات

۔۔۔ عَنِ ابْنِ عَباسٍؓ قَالَ اِنِّیْ لَوَاقِفٌ فِیْ قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰہَ لِعُمَرَؓ

بن الخطاب وَقَدْ وُضِعَ عَلٰی سَرِیْرِہٖ اِذَا رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِیْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَہٗ عَلٰی مَنْکِبِیْ یَقُوْلُ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ اَنْ کُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَکَ مَعَ صَاحِبَیْکَ لِاَنِّیْ کَثِیْرًا مَّا کُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُنْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ اَنْ کُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَکَ اللّٰہُ مَعَھُمَا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ۔"

(۱) — بخاری شریف جلد اوّل ص ۵۱۹/۵۲۰، باب مناقب ابی بکرؓ وعمرؓ، طبع نور محمدی دہلی۔

(۲) — مسلم شریف، ج ۲ ص ۲۷۴ - باب فضائل عمرؓ - طبع دہلی۔

(۳) — سُنن ابن ماجہ، ص ۱۰ - باب الفضائل طبع علیمی دہلی۔

(۴) — مُسند امام احمد، ج ۱ ص ۱۱۲ مُسندات حضرت علیؓ طبع مصر معہٗ منتخب کنز۔

(۵) — کنز العُمّال، ج ۶ ص ۳۶۵، جلد سادس روایت ۵۷۱۷ - طبع قدیم دکن۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ (انتقالِ فاروقی کے بعد) مَیں لوگوں میں موجود تھا۔ لوگ حضرت عمرؓ کے گرد اظہارِ تاسّف کے لیے جمع تھے اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کر رہے تھے۔ عمرؓ بن الخطاب کو چارپائی پر رکھا گیا تھا اس وقت میری پُشت کی طرف سے آکر میرے کندھے پر اپنا بازو رکھ کر حضرت علیؓ المرتضیٰ فرمانے لگے کہ اے عمرؓ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرماتے ہیں اُمید اور توقع رکھتا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ آپ کے دونوں ساتھیوں (نبی اقدس صلعم و ابوبکر الصدّیق) کے ساتھ اور معیّت میں کر دیگا اور ان سے ملا

دیگا اس وجہ سے کہ میں حضور علیہ السّلام سے سُنتا تھا۔ آپ فرماتے تھے
کہ مَیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے اس طرح کام کیا اور مَیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ داخل ہوئے۔
مَیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ خارج ہوئے، مَیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ چل پڑے[1]۔

حضرت علیؓ کا حضرت فاروق اعظمؓ کے اعمالنامے پر اظہارِ رشک کرنا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا۔ نمازِ جنازہ کے لیے حضرت عمرؓ کی میّت مبارک کو لاکر رکھا گیا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے تمام اہلِ اسلام کے سامنے صفوں کے رُوبرُو حضرت فاروقؓ کے ایمان و اسلام کی گواہی دی اور رشک کا اظہار فرمایا۔

— فاروق اعظمؓ کی دیانت و صداقت کے حق میں ایسی قیمتی شہادت اور کسی صحابی سے منقول نہیں ہے جیسی علی المرتضیٰؓ نے پیش کی۔

— گویا فاروق اعظمؓ کی تمام زندگی کی پاکدامنی اور بے عیبی کو ایک مختصر جملہ میں بیان فرماتے ہوئے اپنی کمال عقیدت کا اظہار کیا۔

— حضرت علیؓ کے اس بیان کو "مسجّی" والی روایت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بہت سے محدثین و فقہاء و مؤرخینِ سُنّی و شیعہ نے اس روایت کو اپنے اپنے اسانید

---

[1] تنبیہ :- اہلِ علم کی توجّہ کے لیے عرض ہے کہ روایتِ مذکورہ بالا جو متعدد محدثین سے ہم نے نقل کی ہے اس کو حاکم نیشاپوری نے المستدرک میں ابن عباس سے نقل کیا ہے وَقَالَ فی آخِرِھَا ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شرط الشیخین ولم یخرجاہ " (المستدرک للحاکم ص ۶۸ جلد ثالث، کتاب معرفۃ الصحابۃ) ۔ قولہ ولم یخرجاہ ۔ یقول العبد الضعیف المؤلف للکتاب کیف قال الحاکم ہٰذا القول وان البخاری قد ذکر ہٰذہ الروایۃ مع تفاوت الالفاظ فی باب مناقب عمر فی صحیحہ (ج ۱ ص ۵۱۹-۵۲۰) وان المسلم ایضًا اتی بہا فی صحیحہ فی باب مناقب عمر وفضائلہ فی المجلد الثانی (ج ۲ ص ۲۷۴) ۔ ہٰذہ غفلۃ منہ عافاہ اللہ وایانا ۔ سبحانہ، لا ینسٰی، ولا یسہو ولا یغفل ولا یغلط "

کے ساتھ درج کیا ہے۔ ایک ترتیب کے ساتھ ہم بھی یہاں چند روایات ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

کتاب الآثار امام ابو یوسف میں مذکور ہے:

(۱) — قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِعُمَرَ وَهُوَ مُسَجًّى مَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى بِمِثْلِ صَحِيفَتِهِ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰى"۔

(کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ ص ۲۱۵ رقم ۹۵۲ -
طبع مصر لجنۃ احیاء معارف النعمانیہ - دکن)

—— اور کتاب الآثار لامام محمد بن حسنؒ میں باسند مذکور ہے:

(۲) ——— قَالَ الامام محمد اخبرنا ابو حنیفۃؒ قال حدثنا ابو جعفر محمد بن علی قَالَ جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حِينَ طُعِنَ فَقَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ فَوَاللّٰهِ مَا فِي الْأَرْضِ أَحَدٌ كُنْتُ أَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيفَتِهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْكَ"۔

(۲) کتاب الآثار امام محمد ص ۱۴۶ باب فضائل الصحابہؓ
طبع انوار محمدی - لکھنؤ - قدیم طبع -

حاصل مضمون یہ ہے کہ امام محمد و امام ابو یوسف نے اپنے استاذ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی اور امام ابو حنیفہؒ نے امام محمد باقرؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت عمرؓ کی نعش پر حاضر ہو کر فرمایا کہ اس کفن پوش سے بہترین میرے نزدیک کوئی شخص نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوں جیسا کہ اس کا اعمال نامہ ہے میرا بھی اعمال نامہ ویسا ہی ہو"۔

امام محمدؒ باقرؒ کی شہادت

(۳) قاضی ابو مؤیّد محمد بن محمود الخوارزمی نے اپنی تصنیف "جامع مسانید الامام الاعظم" میں متعدد اسانید کے ساتھ اس قول مرتضوی کو مؤیّد و مضبوط کیا ہے۔ اس میں سے ایک روایت یہاں پیش کی جاتی ہے جو امام محمد باقرؒ کے ذریعہ منقول ہے:

"۔۔۔۔ حدثنا ابو حنیفۃ عن ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ قَالَ اَتَیْتُہٗ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ وَقَعَدْتُ اِلَیْہِ ۔۔۔۔۔۔۔ فَقُلْتُ لَہٗ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ هَلْ شَهِدَ عَلِیٌّ مَوْتَ عُمَرَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَوَلَیْسَ الْقَائِلُ مَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَلْقَی اللّٰہَ بِصَحِیْفَتِہٖ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰی ثُمَّ زَوَّجَہٗ بِنْتَہٗ لَوْلَا اَنَّہٗ رَاٰہُ اَهْلًا مَا کَانَ یُزَوِّجُهَا اِیَّاہُ وَکَانَتْ اَشْرَفَ نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ جَدُّهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْهَا عَلِیٌّ ذُو الشَّرَفِ الْمَنِیْفِ وَالْمَنْقَبَةِ فِی الْاِسْلَامِ وَاُمُّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَخُوْهَا الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَجَدَّتُهَا خَدِیْجَةُ ۔۔ الخ"

(۳) ۔ جامع مسانید الامام الاعظم للقاضی الخوارزمی۔ المتوفی ۶۶۵ھ ص ۲۰۴، جلد اوّل، باب فضائل عمرؓ طبع دائرۃ المعارف دکن۔

حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقرؒ کی خدمت میں پہنچا، سلام کیا اور بیٹھ گیا اور گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے دریافت کیا کہ اللہ آپ پر نزول رحمت فرمائے کیا حضرت عمرؓ کی وفات کے موقع پر حضرت علیؓ موجود

تھے؟

تو محمد باقرؒ فرمانے لگے کہ سبحان اللہ تعجب کی بات ہے یہ قول اس وقت کس نے کہا تھا؟ کہ

"لوگوں میں سے کوئی شخص میرے نزدیک اس کفن پوش سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ اس جیسے اعمالنامہ کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں"

پھر محمد باقرؒ نے فرمایا کہ علی المرتضیٰؓ نے اپنی دختر (ام کلثوم) کا حضرت عمرؓ سے نکاح کر دیا۔ اگر ان کو اس چیز کا اہل نہ سمجھتے تو یہ تزویج نہ کرتے"

اور یہ صاحبزادی (اپنے دور کی) تمام عورتوں سے اشرف و برتر تھی۔ اس کے نانا حضرت رسولِ خدا تھے اور اس کے باپ صاحب مناقب و فضائل علی المرتضیٰؓ تھے، اس کی ماں فاطمۃ الزہراءؓ تھی، اس کے بھائی حسنینؓ تھے جو جوانانِ جنتیوں کے سردار ہونگے اور اس کی ماں کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تھی۔۔۔الخ

مسند امام احمدؒ میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت علیؓ کا یہ قول ذکر کیا گیا ہے:-

(۴) "۔۔۔۔ ابو معشر نجیح المدینی مولیٰ بنی ہاشم عن نافع عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وُضِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بَیْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقَبْرِ فَجَاءَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حَتّٰی قَامَ بَیْنَ یَدَیِ الصُّفُوْفِ فَقَالَ هُوَ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْكَ! مَا مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَلْقَاہُ بِصَحِیْفَتِهٖ بَعْدَ صَحِیْفَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰی۔

(مسند امام احمدؒ، ج ۱ ص ۱۰۹، تحت مسندات سیدنا علیؓ معہ منتخب کنز العمال)

(۵) ۔ ۔ ۔ ۔ یونس بن ابی یعقوب عن عون بن ابی جحیفة عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ وَهُوَ مُسَجًّى ثَوْبَهٗ قَدْ قَضٰى نَحْبَهٗ فَجَاءَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْكَ اَبَا حَفْصٍ فَوَاللّٰهِ مَا بَقِیَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى بِصَحِیْفَتِهٖ مِنْكَ ۔

(۵) مسند احمد ص ۱۰۹، ج ۱، تحت مسندات مرتضوی)

حاصل یہ ہے کہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ منبر نبوی اور قبر شریف کے درمیان جب عمر فاروقؓ کا جنازہ رکھا گیا تو حضرت علیؓ تشریف لائے اور صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر تین بار فرمایا کہ اللہ کی رحمت آپ پر نازل ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سے میرے نزدیک کوئی بھی اس کفن پوش سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس جیسے اعمالنامہ کے ساتھ جا کر ملاقات کروں۔"

(۶) ۔۔ اور طبقات ابن سعد (باب حالات عمرؓ میں) اس مرتضوی قول کو بارہ عدد روایات میں نقل کیا ہے۔ پانچ عدد اسناد امام جعفر صادق و محمد باقر دونوں سے مروی ہیں تین عدد اسناد صرف محمد باقر سے منقول ہیں۔ ایک عدد سند زید بن علی سے نقل کی ہے۔ ایک محمد بن حنفیہ کے ذریعہ سے مذکور ہے۔ باقی اسانید ان ہاشمی بزرگوں کے ماسوا لوگوں سے مروی ہیں۔ معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ تمام میں یہی مرتضوی کلام بیان کیا گیا ہے۔ یہاں صرف ایک روایت اسناد محمد باقر سے نقل کر کے پیش کی جا رہی ہے۔ باقی وہاں رجوع کرنے سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ہم نے اہل علم کے لیے نشان دہی کر دی ہے۔

۔۔۔ اَخْبَرَنَا اَنَسُ بْنُ عِیَاضٍ اللَّیْثِیُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ اِنَّ عَلِیًّا

لَمَّا غُسِلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَكُفِّنَ وَحُمِلَ عَلٰى سَرِيْرِهٖ وَقَفَ عَلَيْهِ فَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا عَلَى الْاَرْضِ رَجُلٌ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيْفَتِهٖ من هٰذَا الْمُسَجّٰى بِالثَّوْبِ ۔"

(۶) طبقات ابن سعد، باب حالات عمر جلد ثالث ص ۲۶۹ - ۲۷۰ طبع یورپ لیدن ۔

مطلب یہ ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو غسل دے کر کفنایا گیا اور چارپائی پر رکھ کر سامنے لایا گیا تو حضرت علی المرتضیٰؓ تشریف لائے، حضرت عمر بن الخطابؓ کے جنازہ پر کھڑے ہو گئے اور ان کی تعریف و توثیق فرمانے لگے (اس دوران فرمایا کہ) اللہ کی قسم کوئی شخص روئے زمین پر مجھے اس کفن پوش سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کے اعمال نامہ جیسا اعمال نامہ لے کر ملاقات کروں ۔"

ایک انتباہ

اہل علم مطلع رہیں کہ یہ روایت بخاری شریف جلد اوّل، ص ۵۲۰، باب مناقب عمرؓ میں مذکور ہے لیکن الفاظ میں قلیل سا تفاوت ہے اور معیت والی روایت کے ساتھ مرکب و مخلوط کر کے درج کی گئی ہے اور اسی طرح مسلم شریف جلد ثانی باب فضائل عمرؓ میں یہ روایت ہے لیکن دوسری روایت ان یجعلک اللہ مع صاحبیک کے ساتھ ملادی گئی ہے ۔

(۷) ۔ یہی مسئلہ مستدرک حاکم جلد ثالث کتاب معرفۃ الصحابہ میں حاکم نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے :۔

..... سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ عَلِيًّا دَخَلَ عَلٰى عُمَرَ وَهُوَ مُسَجًّى

فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ ثُمَّ قَالَ مَا مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَىَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِمَا فِى صَحِيْفَتِهٖ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰى ‘‘

(۷) المستدرک للحاکم نیشاپوری، ص ۹۳-۹۴، جلد ثالث بمع تلخیص ذہبی)
تلخیص ذہبی میں اِس روایت پر کچھ نقد نہیں کیا۔ ترجمہ مذکور ہو چکا ہے۔

روایت مسجّٰی شیعہ بزرگوں میں

ناظرین باتمکین کو یہ چیز معلوم کرکے مسرت ہو گی کہ روایت مذکورہ جو ہم نے متعدد طُرق سے نقل کرکے پیش کی ہے شیعہ علماء و مجتہدین کے ہاں بھی یہ درست ہے حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے جنازہ پر بطورِ رشک اور غبطہ کے یہ کلمات فرمائے اور علی رؤس الاشہاد بیان کیے تاکہ تمام حاضرین پر حضرت عمرؓ کے حق میں حضرت علیؓ کے جذباتِ عقیدت واضح ہو جائیں۔

(۱)۔ الشیخ الصدوق ابن بابویہ القمی نے اپنی کتاب ’’معانی الاخبار‘‘ باب ۲۴۵ میں اس کلامِ مرتضوی کو باسند نقل کیا ہے۔

’’۔۔۔۔ نَظَرَ اِلَى الثَّانِىْ وَهُوَ مُسَجّٰى بِثَوْبِهٖ مَا اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَىَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيْفَتِهٖ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰى ۔۔۔ الخ‘‘

(کتاب معانی الاخبار للشیخ الصدوق، ص ۱۱۷ طبع قدیم ایران۔ باب ۲۴۵)

(۲)۔ رویٰ جعفر بن محمد عن ابیه عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ لَمَّا غُسِلَ عُمَرُ وَكُفِّنَ دَخَلَ عَلِىٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ مَا عَلَى الْاَرْضِ اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَىَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيْفَتِهٖ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰى بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ ‘‘

(۲) ۔ کتاب الشافی، ص ۱۷۱ و ۱۷۷ ۔ بمع
تلخیص الشافی، ص ۴۲۸ ۔ طبع قدیم ایران)

حاصل یہ ہے کہ امام جعفر صادق امام محمد باقر سے اور وہ جابر بن عبداللہؓ سے نقل کرتے ہیں جب عمر بن الخطاب کو غسل دے کر کفن پوشی کی گئی تو اس وقت علی علیہ السلام تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ ان پر اللہ کی رحمت اور صلوات ہو، روئے زمین پر کوئی شخص میرے نزدیک تم میں سے (اس کفن پوش سے) زیادہ پسندیدہ و محبوب نہیں ہے کہ اس جیسے اعمالنامہ کے ساتھ میں اللہ سے جا کر ملاقات کروں۔"

تنبیہ

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ شیعہ مجتہدین و علماء شیخ صدوق، سید مرتضیٰ علم الہدیٰ، شیخ ابوجعفر طوسی وغیرہم نے مسیحؒ والی روایت کے بے اصل و جعلی ہونے کا قول نہیں کیا البتہ اپنی دیرینہ خصلت کے موافق اس فرمانِ مرتضوی کی تاویلیں و توجیہیں ذکر کی ہیں اور اس قول کو خبرِ واحد قرار دے کر اس کے غیر مفید و غیر یقینی ہونے کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ حالانکہ خبرِ واحد کا مفیدِ ظن ہونا تو مسلّمات میں سے ہے اور اس قولِ مرتضوی کو نقل کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں لوگ ہیں کہ معنیً درجۂ شہرت کو پہنچتے ہیں۔ ہر بات کی تاویل کر دینا اور نہ تسلیم کرنا عداوت و مخالفت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ انصاف یہ ہے کہ تعصب کو دور کر کے مسئلہ پر غور کریں۔ نیز تقیہ کا حربہ تو ہر مقام میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی آخر الحیل یہی ذکر کیا ہے۔

(۹)

دفنِ فاروقی میں حضرت علیؓ کا شامل و شریک ہونا

فصل چہارم میں چند عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ ان میں یہ آخری عنوان ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے بعد دفن کے وقت حضرت علیؓ بمع دیگر احباب کے قبر میں اُتارنے کے لیے قبر میں خود اُترے ہیں اور اپنے دیرینہ دوست کے حق میں دوستی کا حق آخری دم تک ادا کیا۔ یعنی حضرت فاروق کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے میں شامل و شریکِ کار رہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

مرا عہدے ست با جاناں کہ تا جاں در تنم دارم
ہوا خواہانِ کویش را چو جانِ خویشتن دارم

(سبحان اللہ)

مسئلہ ہذا کی تسلّی درکار ہو تو مندرجہ ذیل مؤرخین وعلماء کی عبارات ملاحظہ فرما دیں۔

(۱) ابن جریر طبری نے ۲۳ھ کے تحت باب قصۃ الشوریٰ میں بایں الفاظ اِس مضمون کو درج کیا ہے:۔

وَنَزَلَ فِیْ قَبْرِہٖ یَعْنِیْ فِیْ قَبْرِ عُمَرَؓ اَلْخَمْسَۃُ یَعْنِیْ اَھْلَ الشُّوْرٰی. الخ

(۱) تاریخ طبری، ج ۵ ص ۲۸ جلد خامس طبع مصر۔

(۲) اور ابن اثیر جزری نے "الکامل" باب ذکر الخبر عن مقتل عمرؓ میں یہ ذکر کیا ہے کہ
نَزَلَ فِیْ قَبْرِہٖ (عُمَرؓ) عُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَالزُّبَیْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَؓ۔

(۲) الکامل لابنِ اثیر، ج ۳ ص ۲۸، باب مذکور)

(۳) حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ جلد سابع میں اِن الفاظ میں یہ مسئلہ درج کیا ہے:۔

نَزَلَ فِی قَبْرِہٖ مَعَ اِبْنِہٖ عَبْدِاللّٰہِ اَھْلُ الشُّوْرٰی سِوٰی طَلْحَۃَ فَاِنَّہٗ کَانَ غَائِبًا ... الخ

(۳) البدایہ لابن کثیر جلد سابع، ص ۱۴۵ طبع مصر۔

مندرجات بالا کا حاصل یہ ہے کہ

"(صُہیب رُومی نے حسبِ وصیّت فاروقی جنازہ پڑھایا) اس کے بعد (روضۂ نبوی میں) حضرت عمرؓ کو قبر میں اُتارنے کے لیے اہل الشوریٰ حضرات عثمانؓ و علیؓ و زبیرؓ و عبدالرحمٰنؓ و سعدؓ بن ابی وقّاص اور عبداللہ بن عمرؓ شریکِ عمل ہوتے سوا حضرت طلحہؓ کے، وہ اس وقت غائب تھے۔ (مدینہ میں موجود نہ تھے")

فوائد فصل چہارم

فصل چہارم کے اختتام پر چند فوائد ذکر کیے جاتے ہیں (جیسا کہ فصل ہذا کی ابتداء میں وعدہ کیا تھا)۔

(۱)

پیش کردہ روایات میں سے بعض روایتوں کی بڑی سنہری سندیں ہیں جن کو "سلسلۃ الذہب" کے نام سے تعبیر کرنا روا ہے جیسے کتاب الآثار امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی روایتیں ہیں۔ یہ مسندات ائمہ نے ائمہ سے روایت کی ہیں۔

نیز معلوم ہوا کہ ان حضرات میں باہمی افادہ و استفادہ ہوتا تھا۔ یہ چیز ان کے آپس میں ارتباط و روابط پر دلالت کرتی ہے۔

(۲)

حضرت فاروقؓ نے اپنے خواب کی تعبیر حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ اسماءؓ بنت عُمیس سے دریافت کی جس میں ان کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔ یہ ان بزرگوں کی باہمی محبت کی دلیل ہے۔

(۳)

نیز حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس چیز کی شہادت دی کہ عمرؓ بن الخطاب سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم رضامند ہو کر رخصت ہوئے، یہ اُن کے کمالِ ایمان کی عظیم گواہی ہے۔

(۴)

اور خلافتِ فاروقی کے متفق علیہ ہونے کی حضرت علیؓ نے تصدیق و توثیق کی یعنی فرمایا کہ یہ خلافت نہ غاصبانہ تھی نہ متغلّبانہ تھی۔ نہ اختلافی تھی۔ حضرت عمرؓ کے منتخب ہونے میں اختلاف کو کچھ دخل نہ تھا۔

(۵)

حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اپنی زندگی کو فاروقی زندگی پر قربان کر دینے کا اظہار فرمایا اور سوائے انبیاء کے ان کے ساتھ ہی انہیں اہلِ جنّت کے سردار ہونے کی خوشخبری زبانِ نبوت سے سنائی۔

(۶)

جو مجلسِ شوریٰ انتخابِ خلیفہ کے لیئے تجویز کی اس میں حضرتِ عمرؓ نے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو شامل و شریک کیا جو ان پر کمال اعتماد کی علامت ہے اور اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کے حق میں حکم دیا کہ اس سے مشورہ تو لے لیں لیکن اسے حکومت کا کوئی عہدہ نہ دیا جائے۔ یہ فاروقِ اعظم کی کمال بے غرضی اور بے نفسی کی بے نظیر مثال ہے۔

(۷)

حضرت عمرؓ فاروق نے آخری اوقاتِ زندگی میں حضرت علیؓ کو خصوصی وصیتیں فرمائی تھیں جو ان بزرگوں کے باہم اخلاص و خیر خواہی کی نشانی ہے۔

(۸)

حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عمرؓ فاروق کے حق میں نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم و صدیقِ اکبرؓ کے ساتھ دائمی معیّت کا حُسنِ ظن رکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا۔

(۹)

حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اپنے اعمالنامہ کے حق میں حضرت عمرؓ جیسا اعمالنامہ ہونے کی تمنّا کی جو فاروقی دیانت کے کمال کا بے مثال ثبوت ہے اور ان کے حُسنِ اعمال و پاکیزہ کردار کی عمدہ دلیل ہے۔

(۱۰)

نیز ان مرویّات سے عیاں ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عمرؓ کے غسل و کفن کے وقت موجود تھے اور نمازِ جنازہ و دفن میں شریک تھے حتیٰ کہ حضرت فاروقؓ کو قبر میں اتارنے کے آخری مرحلہ میں بھی حضرت علیؓ شامل تھے اور اپنے دیرینہ رفیق کا حقِ رفاقت ادا کر رہے تھے۔

——— ان تمام احوال و کوائف سے نمایاں طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آخری دم تک اِن بزرگوں کے باہمی تعلقات انتہائی مخلصانہ تھے اور یہ مراسم تازیست قائم رہے۔

——— حقیقت یہ ہے کہ یہ اکابر حضرات ایک دوسرے سے جُدا نہیں تھے بلکہ ایک دوسرے کے قریب تھے اور ایک دوسرے سے منقبض نہیں تھے بلکہ مرتبط تھے۔ ایک دوسرے سے منحرف نہیں تھے بلکہ باہم منسلک تھے۔ ایک دوسرے سے دامن کش

نہیں تھے بلکہ وابستہ تھے۔ ایک دوسرے سے رُوگرداں نہیں تھے بلکہ آپس میں گرویدہ تھے۔ ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے والے نہیں تھے بلکہ ادا کرنے والے تھے۔

وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْل ــــــ

باب چہارم

اس باب میں یہاں دو فصل قائم کیے جاتے ہیں۔ فصل اوّل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عمّ محترم حضرت سیدنا عباسؓ بن عبدالمطلب کے ساتھ فاروق اعظمؓ کے تعلقات اور باہم عقیدت مندی کے واقعات ذکر کیے جائیں گے۔ دوسرے فصل میں آپ کے اور حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی عبداللہؓ بن عباس اور حضرت عمرؓ کے باہمی روابط اور مراسم درج ہونگے۔

مندرجات ہٰذا سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت فاروقؓ بنی ہاشم کے نہایت قدردان تھے اور ان کی عزت و احترام کو ہر مرحلہ پر ملحوظ و محفوظ رکھتے تھے۔

فصل اوّل

فصل ہٰذا میں پانچ عدد عنوانات قائم کیے جاتے ہیں:

عنوانِ اوّل:- طلبِ باراں میں توسّل

مقصد یہ ہے کہ فاروقی دورِ خلافت میں جب کبھی بارش نہ ہوتی تھی اور لوگ تنگ ہو جاتے تھے تو اس مصیبت کے ازالہ کے لیے حضرت عمر فاروقؓ یہ تدبیر کرتے کہ سیدنا عباسؓ بن عبدالمطلب عمِ نبوی کی ذاتِ گرامی کے ساتھ جناب باری تعالیٰ میں توسّل کرتے ہوئے

اللہ تعالیٰ سے بارانِ رحمت طلب کرتے تھے۔ چنانچہ واقعہ ہٰذا اپنی کمی بیشی کے ساتھ کتبِ ذیل میں موجود ہے :۔

یہاں صرف بخاری شریف جلد اول الواب الاستسقاء سے واقعہ نقل کیا جاتا ہے :۔

"عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اِنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قَحَطُوا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ تعالیٰ عنہ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ "

(۱) — بخاری شریف، جلد اول ص ۱۳۷۔ پارہ چہارم۔ الواب الاستسقاء۔ طبع نور محمدی دہلی۔

(۲) — تاریخ خلیفہ ابن خیاط (المتوفی سنہ ۲۴۰ھ) تحت سنۃ ثمان عشرۃ ص ۱۰۹۔ طبع جدید۔

(۳) — المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی، ج ۳ ص ۳۳۴ کتاب معرفۃ الصحابہ۔ طبع حیدرآباد دکن۔

(۴) کنز العمال للمتقی الہندی، جلد سابع ص ۶۵۔ بحوالہ خ۔ ابن سعد۔ ابن خزیمہ۔ ابی عوانہ وحب وطب وبیہقی۔ طبع قدیم حیدرآباد دکن۔

حاصل یہ ہے کہ :۔

"انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب لوگوں میں قحط پڑ جاتا تو عمر فاروقؓ عباسؓ بن عبدالمطلب کے ساتھ توسّل کرتے ہوئے اللہ سے بارش طلب کرتے تھے و۔ سباب باری کی خدمت میں عرض کرتے کہ اے اللہ ہم تیری طرف تیرے ن۔ کے ذریعے توسّل پکڑتے تھے تو تو ہمیں بارش عنایت فرما دیتا تھا۔ اب ہم

اپنے نبیؐ کے چچا کے ذریعہ تیری جناب میں توسل کرتے ہیں تو ہمیں بارانِ رحمت عنایت فرما۔ انسؓ کہتے ہیں کہ (اس طرح کرنے سے) بارش برستی تھی) اور لوگوں کو پانی مل جاتا تھا۔"

مستدرک حاکم و کنز العمّال کی روایت میں مزید یہ اضافہ پایا جاتا ہے کہ اس موقعہ پر حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ دیا، اس میں فرمایا کہ اَے لوگو! سردارِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا عباسؓ کے حق میں پوری طرح تعظیم و تکریم ملحوظ رکھتے تھے اور ان کی قسم کو پورا کرتے تھے جس طرح ایک بیٹا اپنے والد کے حقوق کی رعایت کرتا ہے پس اَے لوگو! اپنے نبیؐ اقدس کے چچا مکرّم کے حق میں اپنے نبی کی اقتداء کرو اور پیش آمدہ مصائب میں اللہ کی طرف ان کو وسیلہ بناؤ۔

—— عنوانِ دوم ——

حضرت عباسؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان میزاب کا ایک واقعہ

—— واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسجد نبوی کی طرف جانے کے راستہ میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مکان پر ایک میزاب یعنی پرنالہ لگا ہوا تھا۔ ایک دفعہ اس کے نیچے گزرنے سے حضرت عمرؓ کے کپڑے خراب ہو گئے۔ انہوں نے میزاب کو یہاں سے اُٹھا دینے کا حکم دیا اور حضرت عباسؓ نے معارضہ کیا۔

اس کی تفصیلات مندرجہ ذیل حدیث و سیر کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہم یہاں صرف مُسند احمد کی عبارت نقل کرتے ہیں:۔

—— عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَخِيْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ لِلْعَبَّاسِ مِيْزَابٌ عَلٰى طَرِيْقِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَلَبِسَ عُمَرُ ثِيَابَهٗ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَدْ كَانَ ذُبِحَ لِلْعَبَّاسِ فَرْخَانِ فَلَمَّا وَافٰى

الْمِيْزَابَ صُبَّ مَاءً بِدَمِ الْفَرْخَيْنِ فَاَصَابَ عُمَرَ وَفِيْهِ دَمُ الْفَرْخَيْنِ فَاَمَرَ عُمَرُ بِقَلْعِهٖ ثُمَّ رَجَعَ عُمَرُ فَطَرَحَ ثِيَابَهٗ وَلَبِسَ ثِيَابًا غَيْرَ ثِيَابِهٖ ثُمَّ جَاءَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فَاَتَاهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمَوْضِعُ الَّذِيْ وَضَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُؓ لِلْعَبَّاسِ وَاَنَا اَعْزِمُ عَلَيْكَ لَمَا صَعِدْتَ عَلٰى ظَهْرِيْ حَتّٰى تَضَعَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ وَضَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَعَلَ ذَالِكَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "

(۱) مسند احمدؒ، جلد اوّل ص ۲۱۰ معہ منتخب کنز۔ تحت مسندات عباسؓ۔

(۲) المصنّف لعبد الرزاق، ج ۸ ص ۲۹۲، طبع بیروت

(۳) کتاب المراسیل لابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی ص ۱۴ باب ما جاء فی الضرار۔ مطبوعہ مصر۔

(۴) مجمع الزوائد للہیثمی جلد ۴ ص ۲۰۶ ۔ باب فی الصلح ۔ رواہ احمد و رجالہ ثقات ۔

(۵) سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲ ص ۷۰ ۔ تذکرہ عبّاس بن عبد المطلب۔

—— مندرجہ روایت کا خلاصہ یہ ہے

"حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے بیٹے عبید اللہ بن عباس (جو عبد اللہ بن عباس کے بھائی ہیں) بیان کرتے ہیں کہ خلیفۂ ثانی عمر فاروقؓ جس راستہ سے گزر کر (مسجدِ نبوی میں تشریف لاتے تھے) اس راستہ پر ہمارے والد عبّاس بن عبد المطّلب کے مکان کا میزاب یعنی پرنالہ لگا ہوا تھا ۔ ایک دفعہ جمعہ کے روز حضرت عمرؓ کپڑے پہن کر مسجد کی طرف تشریف لا رہے تھے ادھر حضرت

عباسؓ کے لیے ان کے مکان کی چھت پر دو چوزے ذبح کیے گئے تھے۔ میزاب سے ان کا خون اور پانی ٹپک کر حضرت عمرؓ کے کپڑوں پر گرا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ میزاب کو یہاں سے اکھیڑ دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے واپس تشریف لا کر لباس تبدیل کیا پھر مسجد میں پہنچے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اس کے بعد حضرت عباسؓ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اللہ کی قسم یہ میزاب تو خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس مقام میں نصب کرایا تھا۔ آپ نے اس کو اکھیڑ دیا ہے تو حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ اے عباسؓ میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میری پشت پر سوار ہو کر اس میزاب کو وہیں لگا دیں جہاں نبی کریمؐ نے نصب فرمایا۔ پس عباس بن عبدالمطلب نے اسی طرح کیا۔"

—— عنوانِ سوم ——

حضرت عباسؓ کا مقام عمر فاروقؓ کی نظر میں

"تاریخ ابن جریر طبری میں ۱۵ھ کے تحت فتح بیت المقدس کے موقع پر حضرت عباسؓ اور حضرت عمرؓ کے سفر شام کا ایک واقعہ منقول ہے۔ اس میں باہمی اکرام و اعزاز کی متعدد چیزیں برآمد ہوتی ہیں۔ کئی علماء نے اس کو نقل کیا ہے چند ایک حوالے یہاں ثبت کیے جاتے ہیں:-

"... عَنْ عَدِیِّ بْنِ سَهْلٍ قَالَ لَمَّا اِسْتَمَدَّ اَهْلُ الشَّامِ عُمَرَؓ عَلٰی اَهْلِ فَلَسْطِیْنَ اِسْتَخْلَفَ عَلِیًّا وَخَرَجَ مُمِدًّا لَّهُمْ فَقَالَ عَلِیٌّ اَیْنَ تَخْرُجُ بِنَفْسِكَ اِنَّكَ تُرِیْدُ عَدُوًّا كَلْبًا فَقَالَ اِنِّیْٓ اُبَادِرُ بِجِهَادِ الْعَدُوِّ مَوْتَ الْعَبَّاسِ اِنَّكُمْ لَوْ فَقَدْتُمُ الْعَبَّاسَ لَانْتَقَضَ بِكُمُ الشَّرُّ

كَمَا تَنْتَقِضُ اَوَّلُ الْحَبَلِ ۔

(۱)۔ تاریخ ابن جریر الطبری جلد ۴ ص ۱۵۹ تحت السنۃ الخامسۃ عشر، باب ذکر فتح بیت المقدس طبع مصر قدیم

(۲)۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، جلد ثانی، ص ۵۸۔ تذکرہ عباسؓ بن عبدالمطلب ۔

(۳)۔ کنز العمّال (بحوالہ سیف کبر) ج ۷، ص ۶۹۔ روایت ۵۶۸ طبع قدیم ۔

خلاصہ یہ ہے کہ :۔

جب اہلِ شام نے فلسطینیوں کے خلاف حضرت امیر المومنین عمرؓ فاروق سے (مرکزی) امداد طلب کی تو حضرت عمرؓ ان کی مدد کے لیے مدینہ منورہ سے نکلے اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کو مدینہ پر اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔ اس وقت حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت فاروقؓ کو (خیر خواہانہ) طور پر ذکر کیا کہ آپ بذاتِ خود کہاں تشریف لے جانا چاہتے ہیں؟ آپ جس دشمن کا ارادہ کر رہے ہیں وہ ایک کتے کی مثال ہے (یعنی جیسے کتّے کے حملہ سے احتیاطاً بچاؤ رکھا جاتا ہے اس طرح آپ کو بچاؤ رکھنا چاہیے) حضرت عمرؓ نے (جواباً ایک عجیب نکتہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی زندگی میں جہاد کی طرف مبادرت اور جلدی کرنا چاہتا ہوں، اگر (خدانخواستہ) حضرت عباسؓ تم سے مفقود ہو گئے تو تم پر شر ٹوٹ پڑے گی جیسے رسّی ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔

(فاضل ذہبیؒ نے مزید ذکر کیا کہ)

حضرت عباسؓ ان کے پیش پیش ایک گھوڑے پر سوار تھے، سیدنا عباسؓ

بڑے جمیل و خوبصورت مرد تھے۔ رومی فوج کے جرنیل اور عیسائیوں کے پیشوا سامنے سے آتے اور ان کو خلیفۂ اسلام سمجھ کر سلام کہتے، حضرت عباسؓ اشارہ کرتے کہ میں خلیفہ نہیں ہوں وہ عمرؓ بن الخطاب خلیفۃ المسلمین ہیں۔"

اور کنز العمال میں یہ بھی مذکور ہے کہ:۔

"اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوران ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں حضرت عباسؓ کا انتقال ہوا۔ اللہ کی قسم (اس وقت سے) لوگوں پر شر ٹوٹ پڑا اور پھیل گیا۔"

——— عنوان چہارم ———

حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کی نگاہ میں حضرت عباسؓ کا احترام

بزرگوں کا احترام و اکرام اسلام کے واجبات میں سے ہے۔ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب ان حضرات خلفاء سے عمر رسیدہ ہونے کے علاوہ عمّ نبوی ہونے کی وجہ سے بھی قابلِ صد تکریم و تعظیم تھے۔ اس بنا پر ہر دو خلفاء (حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ) اپنے اپنے دورِ خلافت میں ان کی بہت توقیر پیشِ نظر رکھتے تھے۔

اس مسئلہ کے لیے حوالہ جات ذیل کا مطالعہ فرما دیں:

——— "اِنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَمْ یَمُرَّ بِعُمَرَؓ وَلَا بِعُثْمَانَؓ وَهُمَا رَاكِبَانِ اِلَّا نَزَلَا حَتّٰی یَجُوْزَ الْعَبَّاسُ اِجْلَالًا لَّهٗ وَیَقُوْلَانِ عَمُّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔"

(۱) — الاستیعاب لابنِ عبد البر جلد ثالث، معہ اصابہ ص ۹۸۔ تذکرہ عباسؓ بن عبد المطلب۔

(۲) — سیر اعلام النبلاء للذہبیؒ جزء ثانی، ج ۲ ص ۶۸ تذکرہ عباسؓ۔

(۳) تہذیب التہذیب ص ۱۲۳، ج ۵ تحت عباس بن عبد المطلب بن ہاشم۔

اور کنز العمال میں بحوالہ ابن عساکر اس طرح درج ہے کہ

"..... عَنْ اِبْنِ شِہَابٍ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ فِیْ وِلَایَتِہِمَا لَا یَلْقَی الْعَبَّاسَ مِنْہُمَا وَاحِدٌ وَھُوَ رَاکِبٌ اِلَّا نَزَلَ عَنْ دَابَّتِہٖ وَقَادَھَا وَمَشٰی مَعَ الْعَبَّاسِ حَتّٰی بَلَغَہٗ مَنْزِلَہٗ اَوْ مَجْلِسَہٗ فَیُفَارِقُہٗ "۔

(۳) - کنز العمال، ج ۷ ص ۶۹ - روایت ۵۶۷ طبع اوّل قدیم)

حاصل یہ ہے کہ:

"حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں بزرگوں کا معمول تھا کہ سواری پر سوار ہو کر جا رہے ہوں اگر (سامنے سے) حضرت عباسؓ تشریف لائیں یا ان پر گزر ہو جائے تو ان کی بزرگی کا احترام کرتے ہوئے خود سواری سے اُتر جاتے اور کہتے کہ ہمارے نبی محترم کے چچا تشریف لا رہے ہیں"۔

(کنز العمال میں ہے) کہ اگر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سواری پر جا رہے ہوں اور سامنے حضرت عباسؓ کی ملاقات ہو جائے تو اپنی سواری سے اُتر جاتے اور حضرت عباسؓ کے ساتھ چل دیتے۔ حتیٰ کہ ان کی منزل تک ان کو پہنچاتے یا اُس مجلس تک جہاں انہوں نے پہنچنا ہوتا ان سے جُدا نہ ہوتے۔

عنوانِ پنجم

فاروقی خلافت میں حضرت عباسؓ کے مالی حقوق کی رعایت

خلافتِ فاروقی کے اواخر میں فتوحاتِ کثیرہ کی وجہ سے بہت اموال پہنچے تو حضرت عُمر کی مجلس میں تقسیم اموال کے سلسلہ میں مشورہ کا اجتماع ہوا۔ فیصلہ ہوا کہ جن لوگوں کی اسلام کے لیے زیادہ اور قدیم خدمات ہیں ان کو مقدم رکھا جاتے۔

نیز حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے قریبی رشتہ داروں کو

وظائف دینے میں مقدم رکھا جائے اور وظیفہ خواروں کے لیے ایک فہرست مرتب کر کے بیت المال میں محفوظ کر دی جائے جو موقعہ بموقعہ کام دیتی رہے۔ قبائل کے انساب کے ماہر لوگ اس فہرست کو مرتب کرنے میں صحیح نسب بیان کر کے نام درج کرائیں۔

اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ذیل میں روایات نقل کی جاتی ہیں:-

(۱) "۔۔۔۔ فَدَعَا عَقِيلَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَمَخْرَمَةَ بْنَ نَوْفَلٍ وَجُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ وَكَانُوا مِنْ نُسَّابِ قُرَيْشٍ فَقَالَ اكْتُبُوا النَّاسَ عَلَى مَنَازِلِهِمْ ۔۔۔۔

۔۔۔۔ وَلٰكِنِ ابْدَأُوا بِقَرَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ حَتّٰى تَضَعُوا عُمَرَ حَيْثُ وَضَعَهُ اللّٰهُ "

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۱۲۔ قسم اوّل باب عمرؓ۔ طبع قدیم یورپ لیدن۔

(۲) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵ ص ۲۳، جلد خامس تحت ۲۰ھ۔ بحث تدوین العطاء۔

(۳) کتاب الاموال، ص ۲۲۴، باب فرض الاعطیۃ من الفیئ۔ طبع مصر۔

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۶ ص ۳۶۴۔ ابواب تقسیم اموال الفیئ والغنائم۔

____ مطلب یہ ہے کہ

(حضرت عمر فاروقؓ نے ولید بن ہشام بن مغیرہ کی مذکورہ تجویز کو پسند کیا) اور قبائلِ قریش کے انساب کے ماہرین عقیلؓ بن ابی طالب۔ مخرمہؓ بن نوفل۔ جبیرؓ بن مُطعم کو بلا کر حکم دیا کہ قبائل کے تفصیل وار نام حسبِ مراتب رجسٹر میں درج کرائیں (کسی صاحب نے درمیان سے کہہ دیا کہ خلیفۂ اسلام حضرت

عمرؓ کے قبیلہ کا نام پہلے درج کیا جاتے)۔اس وقت حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نہیں! بلکہ سب سے پہلے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ وقریبی حضرات (بنی ہاشم) کے نام درجہ بدرجہ لکھے جائیں اور عمرؓ بن الخطاب کو اندراج میں وہاں جگہ دیں جہاں اس کو اللہ نے جگہ دے رکھی ہے"

تنبیہ

تحقیق کے متلاشی احباب کے لیے اطلاع کی جاتی ہے کہ مذکورہ مضمون ومفہوم کو شیعہ علماء نے بھی درج کیا ہے۔ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی، ج ۳ ص ۱۱۱ طبع بیروت۔و ج ۳ ص ۱۶۶ تحت لِلّٰهِ بلاد فلان فقد قوّم الاَوَدَ وداوی العَمَد الخ۔اور ان حوالہ جات شیعی کی عبارت قبل ازیں باب دوم فصل رابع میں بلفظہٖ تحریر کی جاچکی ہے رجوع فرمالیں۔

(۲) - اس مسئلہ کو مزید تشریح کے ساتھ مقاماتِ ذیل میں مطالعہ فرماویں۔

عبارت یہ ہے:-

"۔۔۔۔ وَفَرَضَ لِلْعَبَّاسِ ثُمَّ لِعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ۔۔۔۔ وَفَرَضَ لِنِسَاءِ الْمُهَاجِرَاتِ فَفَرَضَ لِصَفِیَّةَ بِنْتِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ سِتَّةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ وَلِاَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ اَلْفَ دِرْهَمٍ الخ"

(۱) کتاب الخراج لامام ابی یوسف ص ۴۳-۴۴ فصل کیف کان فرض عمرؓ لاصحاب الرسولؐ۔

(۲) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام، ص ۲۲۴-۲۲۶، باب فرض الاعطیہ۔

(۳) طبقات ابن سعد، ص ۲۱۳-۲۱۴-ج ۳-تذکرہ عمرؓ بن الخطاب-طبع قدیم۔

(۴) فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۵۴-۴۵۵ -
باب ذکر العطاء فی خلافت عمرؓ۔

حاصل یہ ہے کہ :

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے حضرت عباس بن عبدالمطلب کا وظیفہ بھی پانچ ہزار درہم سالانہ حضرت عمرؓ نے مقرر فرمایا ...... (جب دوسری مہاجر عورتوں کی خاطر وظیفہ متعین فرمایا) تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی پھوپھی (عمہ محترمہ) حضرت صفیہ دختر عبدالمطلب کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ مقرر فرمایا۔ اور حضرت علیؓ کی اہلیہ محترمہ اسماء دختر عمیسؓ کے لیے ایک ہزار سالانہ متعین و مقرر فرمایا۔

فصل ہذا کے یکجا فوائد و ثمرات

(۱) ۔ مشکل مواقع (قحط سالی وغیرہ) میں حضرت عمرؓ نے حضرت سیدنا عباسؓ کے ساتھ توسل اختیار کیا۔ اور دیگر لوگوں کو بھی ان کو اللہ کی طرف وسیلہ بنانے کی تلقین کی۔ یہ ان کے احترام و اکرام کے پیش نظر کیا گیا۔

(۲) ۔ میزاب کے معاملہ میں حضرت عباسؓ کی صداقت پر انہوں نے اعتبار کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اپنے حکم سے فوراً رجوع کر لیا اور اپنا انتہائی عجز و انکسار پیش کر کے فرمانِ نبوت کی قدردانی کی اور اس کو بحال و برقرار کر دیا۔

(۳) ۔ حضرت عمر فاروقؓ نے سفرِ شام کی رفاقت کے لیے حضرت عباسؓ کو منتخب کیا اور حضرت عباس جیش اسلامی کے پیش پیش رہے۔ مسلمانوں کے امین حضرت عباسؓ کے وجودِ مسعود کو حضرت فاروقؓ نے شرور و فتن سے محفوظ رہنے کا سبب

قرار دیا۔

(۴) ۔عمِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) و عمِ علی المرتضیٰؓ کا احترام حضرت عمرؓ اس قدر کرتے کہ ان کے سامنے سواری سے اتر جاتے حتیٰ کہ وہ گزر کر تشریف لے جائیں۔

(۵) اموالِ فئ وغیرہ میں بیت المال کی طرف سے حضرت عباسؓ کا سالانہ وظیفہ صرف عمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی بنا پر جاری کیا ورنہ عباسؓ بن عبد المطلب مہاجرین سابقین میں سے نہیں تھے۔ اسی طرح نبیؐ و علیؓ کی پھوپھی کا وظیفہ بھی اسی وجہ سے مقرر فرمایا اور حضرت علیؓ کی اہلیہ کا بھی خیال رکھا۔

یہ بنی ہاشم کا احترام و اکرام ہے۔ (سبحان اللہ علیٰ حسنِ رفاقتہم)

ناظرینِ با انصاف غور فرما دیں۔

یہ تمام تر واقعات ان بزرگوں کے باہمی تعلقات اور روابط کے لیے واضح نشانات ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت عباسؓ عمِ رسولؐ و عمِ علیؓ کو معزز و مؤقر جانتے تھے۔ ایک دوسرے کا لحاظ و اعزاز کرتے تھے۔ بشرطِ انصاف دیکھا جائے تو حضرت عمرؓ کی جانب سے بنی ہاشم کی یہ بیحد توقیر و تعظیم ہے۔ با ایں ہمہ اگر کوئی شخص ان حضرات کے درمیان بغض و عداوت منافرت و بغاوت کی رٹ لگاتے رکھے تو یہ محض حسد اور تعصّب ہوگا جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ہم نے واقعاتِ صحیحہ بلاکم وکاست ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں۔ منصف طبائع خود بخود حقیقتِ حال سے آگاہ ہو سکیں گے۔

فصل دوم

اس میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب کے باہمی مراسم و روابط کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عبد اللہ بن عباسؓ حضور نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباسؓ کے بیٹے ہیں اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ بنی ہاشم میں سے بہت بڑے صاحب علم و فضیلت ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں زیادتی علم کی دعائیں فرمائیں جو یقیناً مستجاب ہوئیں اور بنی ہاشم میں حضرت علیؓ کے بعد ان کا علمی مقام بہت بلند ہے شیعہ مجتہدین نے بھی ان کی علمی فضیلت کے متعلق واضح روایات نقل کی ہیں۔ شیخ ابوجعفر طوسی نے "امالی" میں اس مسئلہ کو باسناد نقل کیا ہے۔ ابن عباسؓ اپنے مخاطب کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

....."قَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ عَلِيٌّ عَلَّمَنِيْ وَكَانَ عِلْمُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَّمَهُ اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهٖ فَعِلْمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ مِنَ اللّٰهِ وَعِلْمُ عَلِيٍّ مِنَ النَّبِيِّ وَعِلْمِيْ مِنْ عِلْمِ عَلِيٍّ"

("امالی" شیخ ابی جعفر طوسی، ج ۱، ص ۱۱۔ مطبوعہ عراق نجف اشرف)

"یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اے مخاطب تیری ماں تجھے گم پائے اور واویلا کرے، حضرت علیؓ نے مجھے تعلیم دی اور ان کا علم نبی علیہ السلام سے

حاصل تھا اور نبی کو اللہ نے عرش کے اوپر سے تعلیم دی پس نبی کا علم خدا کی طرف سے ہے اور علیؓ کا علم نبی کی طرف سے ہے اور میرا علم علیؓ کے علم سے ماخوذ ہے۔"

—— واضح رہے کہ مندرجہ ذیل شیعی علماء مجتہدین نے عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب کی بڑی تعریف و توثیق نقل کی ہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کا خاص حامی ہونا درج کیا ہے۔ مجالس المؤمنین مجلس سوم مقدمہ ثالثہ تحت طائفہ اولیٰ در مشاہیر بنی ہاشم۔ تنقیح المقال از عبداللہ مامقانی تحت تذکرہ ابن عباسؓ۔ منتہی الآمال جلد اول، باب سوم فصل ہفتم ۱۵۱ پانزدہم میں شیخ عباس قمی نے ابن عباس کا ذکرِ خیر کیا ہے۔ وغیرہ۔

اس تشریح کے بعد اب ہم حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے باہم تعلقات کا نمونہ چند ایک عنوانات کے تحت بیان کرتے ہیں۔ امید ہے ناظرین کرام اس کو پسند فرمائیں گے۔

—— عنوانِ اوّل ——

فاروقی مشوروں میں ابنِ عباسؓ کا شمول

(۱)

(۱) طبقات ابن سعد تذکرہ ابن عباس میں مذکور ہے کہ۔

"... عن عطاء بن یسار اِنَّ عُمَرَؓ وَ عُثْمَانَؓ کَانَا یَدْعُوَانِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَیُشِیْرُ مَعَ اَھْلِ بَدْرٍ وَ کَانَ یُفْتِیْ فِیْ عَھْدِ عُمَرَؓ وَ عُثْمَانَ اِلٰی یوم مات۔"

(طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۲۰۔ ق ۲۔ تذکرہ ابن عباس۔ طبع قدیم)

"یعنی عطاء بن یسار کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ (اپنی خلافت کے دوران) ابن عباس کو مشورہ کے لیے بلا کر بدری صحابہ کے ساتھ شریک

رکھتے تھے اور ابن عباسؓ دونوں خلفاء کے دور میں فتوٰی دہی کا کام کرتے تھے۔ تاحیات یہ کام جاری رہا۔

(۲) - اسی طرح طبقات ابنِ سعد، ص ۱۲۰، ج ۲، ق ۲ طبع قدیم تذکرہ عبداللہ بن عباسؓ میں سعید بن جُبَیر سے روایت ہے جس میں حضرت عمرؓ کا ابن عباس کو اہلِ بدر کے ساتھ مشورہ میں شامل کرنا مذکور ہے۔

(۳) نیز مسند احمد، ج ۱، ص ۱۴۱ میں مسندات عمر فاروقؓ کے تحت عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے اس نے ابن عباسؓ سے اسی نوع کا مضمون ذکر کیا ہے۔

(۴)

طبقات ابن سعد میں ہے:

______ .... عَنْ مَرْوَانَ بْنِ اَبِی سَعِیْدٍ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عُمَرَؓ بْنِ الْخَطَّابِ یَوْمًا فَسَأَلَنِیْ عَنْ مَسْئَلَةٍ کَتَبَ اِلَیْهِ بِهَا یَعْلٰی بْنُ اُمَیَّةَ مِنَ الْیَمَنِ وَاَجَبْتُهٗ فِیْهَا فَقَالَ عُمَرُؓ اَشْهَدُ اَنَّكَ تَنْطِقُ عَنْ بَیْتِ نُبُوَّةٍ۔

(۱) طبقات ابنِ سعد، ج ۲ - ق ۲ ص ۱۲۲ - تذکرہ ابنِ عباسؓ۔

(۲) کنز العُمّال، ج ۷، ص ۵۳ - روایت ۴۱۸ - طبع قدیم

"یعنی عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں گیا۔ یمن سے یعلٰی ابنِ اُمیّہ نے ایک مسئلہ کی صورت دریافت کے لیے ارسال کی تھی۔ مجھ سے حضرت عمر فاروقؓ نے وہ صورت دریافت کی۔ میں نے اس کا صحیح جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ خانۂ نبوّت سے کلام کرتے ہیں (یعنی آپ کا علم صحیح اور درست ہے)۔

(۴۳)

کنز العمال میں بحوالہ ابن سعد لکھا ہے :

.... عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَشِيرُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ فِي الْاَمْرِ اِذَا اَهَمَّهُ وَيَقُوْلُ غُصْ غَوَّاصُ "

(کنز العمال علی متقی ہندی، ج ۷ ص ۵۲ –

روایت ۳۱۴ طبع قدیم - بحوالہ ابن سعد)

یعنی یعقوب بن یزید کہتا ہے کہ جب کوئی اہم معاملہ حضرت عمرؓ کو پیش آتا تھا تو عبداللہ بن عباسؓ کو مشورہ کے لیے بلاتے تھے اور فرماتے کہ اے غوطہ لگانے والے (علم کے دریا میں) غوطہ لگائیے (یعنی گہری سوچ کرکے جواب دیجیے)"۔

—— عنوان دوم ——

حضرت فاروقؓ کا ابنِ عباسؓ کی عیادت کرنا

طبقات ابن سعد میں ہے۔

"..... عبدالرحمٰن بن ابی زناد عن ابیہ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَخَلَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَعُوْدُهُ وَهُوَ يُحَمُّ فَقَالَ عُمَرُ اَخَلَّ بِنَا مَرَضُكَ فَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ "

(طبقات ابن سعد تذکرہ ابنِ عباس، ج ۲، ق ۲ ص ۱۲۳ طبع قدیم)

"یعنی ایک دفعہ ابن عباسؓ بخار کی تکلیف سے بیمار ہوتے ان کی بیمار پرسی کے لیے حضرت عمرؓ تشریف لے گئے۔ فرمانے لگے اے ابنِ عباسؓ، آپ کی بیماری نے ہمارے کام میں خلل اور نقصان ڈال دیا"

— — عنوانِ سوم — —

عبداللہ بن عباسؓ کی زبانی فاروقِ اعظمؓ کی مدح سرائی

شیعہ کے مشہور مؤرخ مرزا محمد تقی لسان الملک (المتوفی ۱۲۹۷ھ) نے ناسخ التواریخ" میں مشہور شیعی مؤرخ المسعودی سے نقل کرتے ہوئے حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ سے حضرت عمرؓ بن الخطاب کی عمدہ تعریف و توثیق نقل کی ہے۔ اس میں فاروقی اوصاف کو شاندار طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اصل و نقل دونوں کتابوں سے احباب کی خدمت میں حوالہ ہذا بطورِ الزام پیش کیا جاتا ہے۔ قبول فرماویں۔

— رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا حَفْصٍ كَانَ وَاللّٰهِ حَلِيْفَ الْاِسْلَامِ وَمَأْوَى الْاَيْتَامِ وَمُنْتَهَى الْاِحْسَانِ وَمَحَلَّ الْاِيْمَانِ وَكَهْفَ الضُّعَفَاءِ وَمَعْقِلَ الْحُنَفَاءِ وَقَامَ بِحَقِّ اللّٰهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا حَتّٰى اَوْضَحَ الدِّيْنَ وَفَتَحَ الْبِلَادَ، وَاٰمَنَ الْعِبَادَ اَعْقَبَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْتَقِصُهُ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ؎

(۱) — مروج الذهب المسعودی المتوفی ۳۴۶ھ۔ جزء ثالث ص ۶۰۔ تحت عنوان ذکر الصحابۃ و مدحہم ... الخ۔

(۲) — ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک، جلد پنجم، کتاب دوم، ص ۱۴۴۔ طبع ایران۔

حاصل یہ ہے کہ ابن عباسؓ بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ ابو حفص (عمرؓ بن الخطاب) پر اللہ رحم فرمائے، اللہ کی قسم وہ اسلام کے ساتھ عہد و پیمان رکھنے والے تھے یتیموں کے ماویٰ اور جائے پناہ تھے، احسان کرنے میں انتہا کو پہنچنے والے تھے، ایمان کے مرکز تھے، ضعیفوں کو پناہ دینے والے تھے۔

راست کار و راست باز لوگوں کے لیے جائے پناہ تھے، صبر کے ساتھ ارادہ خیر رکھتے ہوئے اللہ کے حقوق کو ادا کرنے کے لیے قائم رہے حتیٰ کہ انہوں نے دین کو واضح کر دیا اور شہروں کو فتح کر ڈالا اور خدا کے بندوں کو پناہ دی۔ جو شخص حضرت عمرؓ کی تنقیص و عیب جوئی کرے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہو۔"

—— عنوان چہارم ——

فاروقی روایت پر ابن عباسؓ کا اعتماد

مسند امام احمد مسندات عمر بن الخطابؓ میں مذکور ہے:

عن قتادة عن ابی العالیة عن ابن عباسؓ قَالَ شَهِدَ عِنْدِیْ رِجَالٌ مَرْضِیُّوْنَ مِنْهُمْ عُمَرُ وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔

(مسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۸ مسندات عمر بن الخطاب طبع مصر)

"یعنی ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ عمدہ لوگوں نے میرے پاس (اس مسئلہ کی) شہادت دی ہے اور ان میں سب سے پسندیدہ عمر بن الخطابؓ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عصر کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہے اور صبح کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہے۔"

ناظرین کے لیے عرض ہے ابن عباسؓ کے حضرت عمرؓ سے روایت حاصل کرنے کی صرف یہ ایک مثال عرض کی ہے ورنہ مسند احمد و دیگر حدیث کی کتابوں میں اس نوع کی بے شمار مثالیں منقول و مندرج ہیں البتہ اس میں جو بات بہت عمدہ پائی جاتی ہے

وہ" وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ" کا قول ہے" یعنی باقی لوگوں سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ عمر بن الخطاب ہیں"۔ یہ فاروق اعظمؓ کی دیانت، و امانت و صداقت کی گواہی ابن عباسؓ دے رہے ہیں۔

—— عنوان پنجم ——

حضرت فاروق کی حقانیت بروایتِ بنی ہاشم

"تاریخ کبیر" میں امام بخاری رحمۃ اللہ نے باسند روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ:

... "عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَقُّ بَعْدِیْ مَعَ عُمَرَ حَیْثُ کَانَ"

"یعنی ابن عباسؓ اپنے بھائی فضل بن عباس سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہے جہاں موجود ہو۔" (تاریخ کبیر للبخاری ص ۱۴۰، ج ۴ قسم اوّل تحت الفضل بن عباسؓ)

—— عنوان ششم ——

ابن عباسؓ کا حضرت ابوبکرؓ و سیدنا عمر فاروقؓ کے قول کو حجتِ شرعی قرار دینا

—— روایات کی کتابوں میں بصراحت منقول ہے کہ حضرت علیؓ کے چچا زاد برادر عبداللہ بن عباسؓ کا مسائلِ دینیہ کے استنباط میں یہ طریقہ تھا کہ جب کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آتی تو پہلے کتاب اللہ سے اس کا حل تلاش کرتے اور اگر قرآن مجید سے اس کا حل نہ مل سکتا تو سنتِ نبوی میں اس کا جواب ڈھونڈتے۔ اگر وہاں بھی جواب نہ دستیاب

ہوتا تو دیکھتے کہ ایسے معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر فاروقؓ نے کیا فیصلہ فرمایا ہے تاکہ اس کے موافق عمل درآمد کیا جائے۔

کبار علماء نے ان کے اس طریق کار کو متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔

چنانچہ پہلے بیہقی کا سنن کبریٰ سے اور بغوی کا شرح السنۃ سے حوالہ پیش خدمت ہے:۔

..... " عن عبید اللہ بن ابی یزید قال سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ اِذَا سُئِلَ عَنْ شَیْءٍ هُوَ فِیْ كِتَابِ اللّٰہِ قَالَ بِہٖ وَاِذَا لَمْ یَكُنْ فِیْ كِتَابِ اللّٰہِ وَقَالَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِہٖ وَاِذَا لَمْ یَكُنْ فِیْ كِتَابِ اللّٰہِ وَلَمْ یَقُلْہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَہٗ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ بِہٖ وَاِلَّا اِجْتَہَدَ رَاْیَہٗ) ۔

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد عاشر، ص ۱۱۵ طبع دکن۔

(۲) شرح السنۃ لامام البغوی جلد اول، ص ۲۰۸۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابن عباسؓ سے جب کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا جاتا وہ کتاب اللہ میں ہوتا تو کتاب اللہ سے بیان فرماتے اگر کتاب اللہ میں نہ ہوتا اور سنتِ نبوی میں بیان کیا گیا ہوتا تو سنت سے بیان فرماتے۔ اگر نہ کتاب اللہ نے اور نہ رسول اللہ نے اس کے متعلق کچھ بیان کیا ہے لیکن ابوبکرؓ و عمرؓ نے اس کو بیان کیا ہے تو (ان کا قول لے کر) اسے بیان فرماتے تھے۔ اس کے بعد اس میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی تو اپنی رائے ذکر کرتے تھے۔"

اور حافظ ابن تیمیہ الحرانی نے اپنی کتاب " الفتاوی الکبریٰ" جلد اول میں اس مسئلہ کو اپنے الفاظ میں مفصل طریقہ سے بعبارتِ ذیل درج کیا ہے۔ ناظرین کے افادہ کے لیے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔

"... وَقَدْ ثَبَتَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ كَانَ یُفْتِیْ مِنْ كِتَابِ اللّٰہِ فَاِنْ لَمْ

يَجِدْ فِيمَا سَنَّهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَفْتَى بِقَوْلِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَلَمْ يَكُنْ يَفْعَلُ ذَالِكَ بِعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَابْنُ عَبَّاسٍ حِبْرُ الْأُمَّةِ وَأَعْلَمُ الصَّحَابَةِ وَأَفْقَهُهُمْ فِي زَمَانِهِ وَهُوَ يُفْتِي بِقَوْلِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مُقَدِّمًا لِقَوْلِهِمَا عَلَى قَوْلِ غَيْرِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَقَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيْلَ" (الفتاویٰ الکبریٰ، جلد اول، ص ۴۶۶)

"یعنی روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ ابن عباسؓ (بوقت ضرورت) کتاب اللہ سے فتویٰ دیتے تھے۔ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ مل سکتا تو سنت کے ساتھ فتویٰ دیتے تھے اور کتاب و سنت دونوں سے دستیاب نہ ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے اقوال کو لے کر فتویٰ دیتے تھے۔ اور حضرت عثمانؓ و علی المرتضیٰؓ کے اقوال کو یہ درجہ نہیں دیتے تھے۔ اور ابن عباس رضؓ اُمت کے بہت بڑے عالم تھے صحابہؓ کی جماعت میں بہت دانا تھے اور زمانہ کے فقیہ تھے۔ فتویٰ دینے کے معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ و عمر فاروقؓ کے قول کو دوسرے صحابہ کے اقوال پر مقدم رکھتے تھے۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے ابن عباسؓ کے حق میں دعا فرمائی یا اللہ اس کو تفقہ فی الدین عطا فرما اور اس کو دین کا معنی سمجھا دے۔

فصل ہٰذا کے فوائد

(۱)۔ فاروقی خلافت کے دوران بنی ہاشم میں سے جیسے حضرت علی المرتضیٰؓ صحابہ کرام کی مجلس شوریٰ کے مستقل ممبر تھے اور دائمی رکن رکین تھے اسی طرح حضرت عمرؓ کی

طرف سے حضرت عباسؓ کے صاحبزادے ابنِ عباسؓ کو بھی اہم مشورہ جات میں شامل و شریک رکھا جاتا تھا اور ان کے مشوروں کو بڑا وزنی تصور کیا جاتا تھا۔

(۲) - عبد اللہ ابن عباسؓ کی بیماری میں خلیفۂ اسلام کا عیادت کو تشریف لے جانا جس طرح باہم دوستی اور مودّت کا اظہار ہے اسی طرح حضرت عمرؓ کی جانب سے بنی ہاشم کی قدر دانی و عزت افزائی کا بہترین نمونہ ہے۔

(۳) - عبد اللہ بن عباسؓ کا حضرت خلیفۂ ثانی کے اوصاف و کمالات کو بہتر سے بہتر عنوانات میں بیان کرنا دونوں حضرات کے لیے باہم عقیدت مندی و حق پسندی کا عجیب نمونہ ہے۔ اس چیز کا فریقِ ثانی کو بھی انکار نہیں ہے۔

(۴) یہ حضرات آپس میں ایک دوسرے سے دینی و مذہبی روایات و مسائل حاصل کرتے تھے اور ہاشمی حضرات کے نزدیک خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ نہایت معتمد و معتبر و موثق راوی شمار ہوتے تھے۔

(۵) - بنی ہاشم کے بزرگوں اور حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائیوں نے یہ "فرمانِ نبوت" اُمتِ مسلمہ کو پہنچا کر اعلان کر دیا کہ "حق" بہر حال عمر فاروقؓ کے ساتھ ہے۔ لہٰذا خلیفۂ ثانی کی خلافت اور اس کے تمام کارنامے و دینی خدمات سب کے سب برحق اور صحیح ہیں۔

(۶) - نیز واضح ہوا کہ ہاشمی حضرات سیدنا عمر فاروقؓ کے قول کو حجتِ شرعی کا درجہ دیتے تھے اور ان کے فرمان کو دینی مسائل میں دلیلِ شرعی تسلیم کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام اہلِ اسلام کو باہم دوستی نصیب فرماتے اور اپنے بزرگانِ دین کی غلامی و اطاعت بخشے جو آپس میں سراسر مودّت و محبت کے نمونہ تھے۔ اور رُحَمَاءُ بَیْنَھُم کے صحیح مصداق تھے۔

باب پنجم

کتاب "رحماء بینھم" کے فاروقی حصّہ کا باب پنجم آخری باب ہے۔

اس میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی اولاد شریف کے مختصر بیانات حضرت عمرؓ بن الخطاب کی توثیق وتعریف وتصدیق سے متعلقہ جمع کیے جاتے ہیں۔ ایک منصف طبع انسان بیانات ہٰذا پر نظرِ غائر کرنے کے بعد ان دونوں بزرگوں کی باہم عقیدت مندی ودوستی اور عمدہ تعلقات کو تسلیم کریگا اور حسنِ روابط کی داد دیگا۔

اِس باب کے پانچ فصل مرتب کیے جاتے ہیں اور بطریقِ ذیل اس کی ترتیب تجویز کی گئی ہے۔

فصل اوّل۔ امام حسن اور محمد بن الحنفیہ اور عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰؒ وغیرہم کے حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں بیانات۔

فصل دوم۔ امام زین العابدین اور ان کے بیٹے زید کے اقوال۔

فصل سوم۔ امام محمد باقرؒ کے فرمودات۔

فصل چہارم۔ امام جعفر صادقؒ کے ارشادات۔

فصل پنجم۔ عمر فاروقؓ کا نام حضرت علی کی اولاد میں۔

فصل اوّل

(۱)

امام حسنؓ کا فرمان کہ عمرؓ بن الخطّاب اور علیؓ المرتضیٰ میں مخالفت نہ تھی

محب الطبری نے "ریاض النضرۃ" میں ابن السمان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

"اَنَّہٗ اَخْرَجَ فِیْ کِتَابِہٖ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّؓ قَالَ لَا اَعْلَمُ عَلِیًّا خَالَفَ عُمَرَؓ وَلَا غَیَّرَ شَیْئًا مِمَّا صَنَعَ حِیْنَ قَدِمَ الْکُوْفَۃَ۔

(۱) — ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ لمحب الطبری، ج ۲، ص ۸۵ فصل فی ما رواہ علیؓ فی فضل عمرؓ الخ طبع مصری

(۲) ازالۃ الخفاء فی خلافۃ الخلفاء لمولانا شاہ ولی اللہ، ج ا ص۱۰۱ طبع قدیم۔ (فارسی) بحث آخر مسانید صحابہ وتابعین)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت علی المرتضیٰ کوفہ میں تشریف لائے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے کبھی عمرؓ بن الخطّاب کی کسی کام میں مخالفت کی ہو یا ان کے کسی کام میں تبدیلی کر دی ہو۔"

(۲)

حضرت عمرؓ و ابوبکر الصدّیقؓ کے حق میں حضرت علیؓ سے محمد بن حنفیہ کا سوال پھر ان کا جواب

ناظرین با تمکین کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد بن حنفیہ حسنین شریفین کے بعد حضرت علیؓ کی

اولاد میں بڑے صاحب فضل وکمال بزرگ ہیں شیعی عالم ومجتہد سید جمال الدین ابن عنبہ نے عمدۃ الطالب میں ان کے حق میں تحریر کیا ہے کہ :-

"كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ اَحَدُ رِجَالِ الدَّهْرِ فِي الْعِلْمِ وَالزُّهْدِ وَالْعِبَادَةِ وَالشَّجَاعَةِ وَهُوَ اَفْضَلُ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ بَعْدَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ۔"

"یعنی محمد بن الحنفیہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں علم و زہد، عبادت، شجاعت میں افضل تھے سیدنا حسنؓ و حسینؓ کے بعد حضرت علیؓ کی اولاد میں انہی کا برتر مقام ہے۔"

(۱) عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب طبع نجف اشرف، ص ۳۵۲، الفصل الثالث ۔

اسی طرح بے شمار شیعہ علماء ومجتہدین نے ابن حنفیہ کی تعریف و توثیق کی ہے ملاحظہ ہو مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ شوستری، ابتدا مجلس چہارم ۔ منتہی المقال و تنقیح المقال مامقانی وغیرہ ۔

محمد بن حنفیہؒ کا قول ذیل میں درج کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں :-

"قَالَ (ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ) قُلْتُ لِاَبِي اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ عُمَرُؓ ۔ ۔ ۔ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔"

(۱) بخاری شریف، باب مناقب ابی بکرؓ، ج ۱، ص ۵۱۸ طبع دہلی ۔

(۲) ابوداؤد شریف، جلد ثانی، ص ۲۸۸ ۔ کتاب السنۃ باب التفضیل، طبع مجتبائی دہلی

(۳) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، جلد ۵، ص ۸، تذکرہ ربیع بن ابی راشد ۔

(۴) ۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۶۶ و ۳۷۰ طبع قدیم دکن

ان حوالہ جات کا ماحصل یہ ہے کہ

"محمد بن حنفیہؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد شریف علی المرتضیٰؓ سے عرض کیا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین اُمت کون شخص ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ ہیں! میں نے عرض کیا کہ ان کے بعد کون بہترین ہے؟ فرمایا پھر عمرؓ بن الخطاب سب سے بہتر ہیں۔ پھر اس خیال سے کہ عثمانؓ کو ذکر کریں میں نے کہا کہ پھر آپ سب سے بہتر ہیں؟ جواباً فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں..... الخ"

(۴)

فاروق اعظمؓ کے عمل سے اولادِ علیؓ کا مسائلِ فقہی میں استدلال کرنا

ابنِ قتیبہ دینوری المتوفی ۲۷۶ھ نے اپنی کتاب "المعارف" باب خلافتِ علیؓ بن ابی طالب میں واقعہ ہذا نقل کیا ہے:۔

—— وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ يُكْنىٰ اَبَا مُحَمَّدٍ وَكَانَ خَيْرًا وَرَاٰى يَوْمًا يَمْسَحُ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقِيْلَ لَهٗ تَمْسَحُ؟ فَقَالَ نَعَمْ قَدْ مَسَحَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَمَنْ جَعَلَ عُمَرَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ فَقَدِ اسْتَوْثَقَ"

(المعارف لابنِ قتیبہ دینوری، ص ۹۳۔ باب خلافۃ علی المرتضیٰؓ۔ مطبوعہ مصر، طبع قدیم)

مطلب یہ ہے کہ " ابو محمد عبداللہ محض بن حسن مثنّٰی بن امام حسنؓ بہترین بزرگ تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے موزوں پر مسح کیا۔ کسی شخص نے دیکھ کر کہا کہ آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں ؟ انہوں نے کہا کہ ہاں مسح کرتا ہوں اور (استدلالاً) کہا کہ عمر بن الخطاب مسح کرتے تھے اور جس شخص نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان عمر بن الخطّاب کو دلیل بنایا اس نے مضبوط سند اختیار کی۔"

(۴)

حضرت علیؓ کے حقیقی برادر عقیل بن ابی طالب سے حضرت عمرؓ کی تعریف میں مرفوع روایت منقول ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :

عن عقیل ابن ابی طالب اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِنَّ غَضَبَکَ عِزٌّ وَرِضَاکَ حُکْمٌ۔

(اخبار اصفہان لابی نعیم اصفہانی ص ۹۷، ج ا طبع لیدن یورپ)

"عقیلؓ ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ نبی کریم صلعم نے عمرؓ بن الخطاب کو فرمایا تیرا غضب دینی حمیّت ہے اور تیرا رضامند ہونا پسندیدہ حکم ہے۔"

فصل دوم

حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدینؒ) اور ان کے صاحبزادے امام زید کے چند ایک بیانات حضرت عمر فاروقؓ کی فضیلت و منقبت میں درج کیے جاتے ہیں اس چیز سے حضرت عمرؓ کا مقام ان حضرات کے نزدیک واضح ہو گا۔

(۱)

حضرت عمرؓ و حضرت ابوبکرؓ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا قدر نزدیک تھے جس قدر اب قریب ہیں

مسند امام احمد مسندات ذی الیدین جلد چہارم میں مروی ہے کہ:

" حَدَّثَنِیْ اَبُوْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ فَقَالَ مَا کَانَ مَنْزِلَۃُ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مَنْزِلَتُھُمَا السَّاعَۃَ "

(۱)۔ مسند امام احمدؒ ج ۴، مسندات ذی الیدین۔ طبع مصر معہ منتخب کنز۔

(۲)۔ سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۳۲-۳۳ و ص ۲۱۶۔ طبع مصر۔

(۳) تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، ج ۷، ص ۳۰۶۔ تذکرہ علی بن الحسینؓ۔

(۴)۔ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۲ مطبع مجتبائی دہلی فصل
فی الاحادیث الواردۃ فی فضلہ (الصدیق)
منفرداً بالعمر سوی ما تقدم۔

حاصل یہ ہے کہ:
"ایک شخص نے زین العابدینؒ (علی بن الحسینؓ) کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا قرب حاصل تھا؟ تو زین العابدین نے فرمایا کہ جو نزدیکی اور قرب ان کی قبروں کو حاصل ہے بحالت حیات ان کو یہی تقرب نصیب تھا۔"

حضرت عمرؓ کی فضیلت کا اعتراف اور اُن پر طعن کرنے والوں کا رَدّ

اہلِ علم کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ "حلیۃ الاولیاء" ابو نعیم اصفہانی جلد ثالث تذکرہ زین العابدین میں زین العابدین سے ایک مفصّل روایت مروی ہے اس میں انہوں نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے حق میں عراقی معترضین و طاعنین کا قرآنی آیات سے استدلال کر کے خوب ردّ کیا ہے اور اس بات کی شہادت اور گواہی دی ہے کہ تم ایسے مسلمانوں میں سے ہرگز نہیں ہو جن کے حق میں قرآن مجید تعلیم دیتا ہے کہ خدا سے ان کی مغفرت طلب کی جائے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ الخ)

آخر کلام میں ان کے لیے بددُعا کی اور اپنے ہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔"
(قَالَ اُخْرُجُوْا فَعَلَ اللّٰہُ بِکُمْ)۔

(حلیۃ الاولیاء، جلد ثالث، تذکرہ (علی بن الحسین
ج ۳ ص ۱۳۷۔ طبع مصر)

اور حافظ ابن کثیرؒ نے زبیر بن بکار کے حوالہ سے عراقی معترضین کے حق میں زین العابدین کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"فَقُومُوا عَنِّی لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيكُمْ وَلَا قَرَّبَ دُوْرَكُمْ۔ اَنْتُمْ مُسْتَهْزِئُوْنَ بِالْاِسْلَامِ وَلَسْتُمْ مِنْ اَهْلِهٖ"

"یعنی زین العابدین نے عراقی طاعنین کو حکم دیا کہ ہمارے ہاں سے اُٹھ جاؤ، اللہ تم میں برکت نہ دیں اور تمہارے گھر رحمت کے قریب نہ ہوں۔ تم اسلام کے ساتھ مسخری کرتے ہو اور تم اہلِ اسلام سے نہیں ہو۔"

(البدایہ، جلد ۹ ص ۱۰۷ تحت تذکرۃ علی بن الحسین)

(۲)

اس کے بعد زین العابدینؒ کے حقیقی لڑکے اور محمد باقر کے حقیقی بھائی امام زید بن زین العابدین کا بیان لکھا جاتا ہے:

(۱)۔ عَنْ زَيْدٍ اِنَّ عَلِيًّا كَانَ يُشْبِهُ بِعُمَرَ فِي السِّيْرَةِ"

(ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۸۵۔ فصل فی ماروا‌ہ علیؓ فی فضل عمرؓ۔

"یعنی یقیناً حضرت علیؓ کی سیرت و عملی زندگی حضرت عمرؓ کے ساتھ مشابہ تھی اور ان دونوں حضرات کا ایک کردار اور ایک عمل تھا۔"

اسی وجہ سے حضرت زیدؒ مذکور فرمایا کرتے تھے کہ اَلْبَرَاءَةُ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ بَرَاءَةٌ مِنْ عَلِيٍّ"

"ابو بکرؓ و عمرؓ سے تبری و برأت کرنا بعینہ علیؓ بن ابی طالب سے

بیزاری اختیار کرنا ہے۔"

(۱)۔ سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۳۲۔۳۳ طبع مصری۔

(۲) ریاض النضرہ ص ۵۸، جلد اول۔

(۲) ——— حضرت عمرؓ کے حق میں حضرت زیدؒ کی عقیدت مندی اور ان کی دیانت داری و راست عملی کا اقرار و اعتراف کرنا اب شیعہ کی معتبر کتابوں سے ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ مضمون ہذا مسلم الطرفین ہو جاتے۔ اور قبل ازیں یہ مضامین ذرا تفصیل سے ہم حصہ صدیقی کے آخری باب پنجم میں درج کر چکے ہیں۔

——— سید جمال الدین ابن عنبہ شیعی نے کتاب "عمدۃ الطالب" میں تحت اخبار زید شہید کے لکھا ہے:

"۔۔۔۔ وَكَانَ اَصْحَابُ زَيْدٍ لَمَّا خَرَجَ سَاَلُوْهُ مَا تَقُوْلُ فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ؟ فَقَالَ مَا اَقُوْلُ فِيْهِمَا اِلَّا الْخَيْرَ وَمَا سَمِعْتُ مِنْ اَهْلِيْ فِيْهِمَا اِلَّا الْخَيْرَ فَقَالُوْا لَسْتَ بِصَاحِبِنَا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔ وَتَفَرَّقُوْا عَنْهُ فَقَالَ رَفَضُوْنَا الْيَوْمَ فَسُمُّوا الرَّافِضَةَ"

حاصل یہ ہے کہ حضرت زید نے جب (خلیفۂ وقت) کے خلاف خروج کیا اس وقت زید کے ساتھیوں نے ان سے سوال کیا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ زید فرمانے لگے کہ میں اِن دونوں کے حق میں کلمۂ خیر ہی کہتا ہوں اور اپنے خاندانی بزرگوں سے بھی ان کے بارہ میں میں نے کلمۂ خیر ہی سنا ہے۔ یہ جواب سُن کر وہ کہنے لگے کہ آپ ہمارے خلیفہ و امیر نہیں ہیں۔ زید سے یہ لوگ متفرق ہو گئے اور ساتھ چھوڑ دیا۔ زید کہنے لگے

کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے، پس ان کا نام رَفَضہ و رافضی رکھا گیا۔
(جماعت کو چھوڑ دینے والے)۔

۔۔۔۔ ایرانی بادشاہ جاہ قاچار کے وزیر اعظم مرزا تقی لسان الملک نے اپنی مشہور تصنیف ناسخ التواریخ جلد دوم میں اس واقعہ کو مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے:

۔۔۔۔ "گروہ طائفہ از معارف کوفہ با زید بیعت کردہ بودند، در خدمتش حضور یافتہ گفتند رحمک اللہ در حق ابی بکرؓ و عمرؓ چہ گوئی؟ فرمود دربارۂ ایشان جز بخیر سخن نکنم و از اہل خود نیز در حق ایشاں جز سخن خیر نشنیدہ ام۔۔۔۔۔
۔۔۔۔ بالجملہ زید فرمود ایشاں بر کسے ظلم و ستم روا ندند و بکتاب و سنتِ رسول کار کردند"

(ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۵۹۰۔ طبع ایران۔ قدیم طبع)

"یعنی کوفہ کے مشہور لوگوں کی ایک جماعت (جس نے حضرت زیدؓ کے ساتھ بیعت کی ہوئی تھی) زید کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ اللہ آپ پہ رحم فرمائے ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں آپ کیا خیال رکھتے ہیں؟ زید بن امام زین العابدینؓ نے فرمایا کہ میں ان دونوں کے حق میں کلمۂ خیر اور بہتر بات کے سوا کوئی قول نہیں کرتا۔ اور میں نے اپنے خاندان (اہلِ بیت) سے بھی ان دونوں کے بارہ میں کلمۂ خیر کے بغیر کچھ نہیں سنا"۔
(مطلب یہ ہے کہ تمام خاندانی بزرگ شیخین کے متعلق اچھا گمان رکھتے تھے) اور فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے کسی ایک شخص پر ظلم و ستم روا نہیں رکھا تھا اور کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ پہ کاربند تھے"۔

فصل سوم

اس فصل میں سیّدنا محمد باقرؒ کے فرمودات جو حضرت عمر فاروق رضؓ کے بارے میں مروی ہیں وہ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ قبل ازیں صدیقی حصّہ کے باب پنجم میں بھی ذرا تفصیل سے درج کیے جا چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ نقل کیے ہیں تاکہ جس دوست کے سامنے حصّہ صدیقی نہیں گزرا وہ بھی ائمہ اہلِ بیت کے فرامین سے ناواقف و نا آشنا نہ رہے، بلکہ ان سے مستفید ہو سکے۔

(۱)

جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت نہیں پہچانتا وہ سُنّتِ نبوی سے جاہل ہے

"۔ ۔ ۔ حدثنا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن ابی جعفرٍ محمدِ بن عليٍ قَالَ مَنْ لَمْ یَعْرِفْ فَضْلَ اَبِیْ بَکْرٍؓ وَ عُمَرَؓ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فَقَدْ جَھِلَ السُّنَّۃَ"

(۱) حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی۔ ج ۳ ص ۱۸۵ تذکرہ محمد باقرؒ۔

(۲) ریاض النضرہ، ج ۱ ص ۵۷۔ بحوالہ ابن السمان (الباب الخامس)

یعنی حضرت باقرؒ فرماتے ہیں کہ

"جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت کی شناخت نہیں رکھتا اور ان کے مرتبہ کو نہیں پہچانتا وہ سُنّتِ نبوی سے جاہل ہے"

(۲)

سیّدنا محمد باقرؒ سیّدنا ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں بزرگوں کے ساتھ محبّت و دوستی رکھتے تھے اور ان کے حق میں استغفار کرتے تھے

.... حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ....
أَكَانَ مِنْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ أَحَدٌ يَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ لَا فَأُحِبُّهُمَا وَ
أَتَوَلَّاهُمَا وَ أَسْتَغْفِرُ لَهُمَا۔

(طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۲۳۶ ۔ تذکرہ محمد باقر طبع لیدن یورپ)

حاصل یہ ہے کہ جابر کہتا ہے کہ میں نے محمد باقر کو کہا کہ .... تم اہل بیت میں کوئی شخص ایسا گزرا ہے جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو سبّ و شتم کرتا ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں! میں تو ان دونوں حضرات کو دوست رکھتا ہوں اور ان سے موالات اور محبّت رکھتا ہوں اور ان کے حق میں استغفار کرتا ہوں۔

(۳)

جو لوگ شیخین (ابوبکر الصدّیقؓ و عمر فاروقؓ) سے بیزاری و تبرّی اختیار کریں ان سے امام باقرؒ بیزار ہیں

(۱) ـ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ الْخَيَّاطُ مَوْلَى جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ قَالَ قَالَ لِي أَبُو جَعْفَرٍ
مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ لَمَّا وَدَّعْتُهُ أَبْلِغْ أَهْلَ الْكُوفَةِ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّنْ تَبَرَّأَ

مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَاَرْضَاھُمَا "

(۱) ـ حلیۃ الاولیاء، ج ۳ ـ ص ۱۸۵ ـ تذکرہ محمد باقرؒ

(۲) ـ ریاض النضرۃ ـ ج ۱ ص ۵۸ ـ الباب الخامس

یعنی شعبہ خیاط کہتا ہے کہ جب میں محمد باقرؒ کو رخصت کرنے گیا تو آپ نے (مجھے بطور وصیّت) فرمایا کہ میری طرف سے اہلِ کوفہ کو پیغام دے دو کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ سے بیزاری کرتا ہے میں اس سے بَری ہوں ـ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوں اور ان کو راضی رکھیں "

(۲) ـــــ ... عَنْ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ یَا جَابِرُ بَلَغَنِیْ اَنَّ قَوْمًا بِالْعِرَاقِ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ یُحِبُّوْنَنَا وَیَتَنَاوَلُوْنَ اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا وَیَزْعُمُوْنَ اَنِّیْ اَمَرْتُھُمْ بِذٰلِکَ فَاَبْلِغْھُمْ اِنِّیْ اِلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ بَرِیْءٌ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ وُلِّیْتُ لَتَقَرَّبْتُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِدِمَائِھِمْ لَا نَالَتْنِیْ شَفَاعَۃُ مُحَمَّدٍ اِنْ لَّمْ اَکُنْ اَسْتَغْفِرُ لَھُمَا وَاَتَرَحَّمُ عَلَیْھِمَا اَنَّ اَعْدَاءَ اللّٰہِ لَغَافِلُوْنَ عَنْھُمَا "

(۱) ـــ حلیۃ الاولیاء اصفہانی، ج ۳ ص ۱۸۵ ـ تذکرہ امام باقرؒ

(۲) ـــ ریاض النضرہ، ج ۱ ص ۵۸ ـ الباب الخامس ـ

حاصل یہ ہے کہ حضرت محمد باقرؒ نے فرمایا کہ اے جابر مجھے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عراق میں ایک قوم ہے وہ لوگ ہماری محبت اور دوستی کے دعویدار ہیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق کمی بیشی (اور طعن تشنیع) کرتے ہیں ـ (مزید برآں) یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اس چیز کا امر کیا ہے (میری جانب سے) ان کو اطلاع کر دو کہ اللہ تعالیٰ گواہ و شاہد ہے کہ میں ان سے بَری و بیزار

ہوں جس ذات کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم ہے کہ اگر مجھے اس قوم پر حکومت حاصل ہو جائے تو ان کی خون ریزی و قتل کر کے اس کے ہاں تقرب و نزدیکی حاصل کروں۔ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے لیے استغفار نہ کروں اور ان کے حق میں ترحّم و دُعا کے کلمات نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں کے مقام سے غافل ہیں۔"

(۳) ــــــ وَاَخْرَجَ الدَّارُقُطْنِی عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَنَّہٗ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ سَأَلَ اَبَا جَعْفَرِ الْبَاقِرِ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَؓ فَتَرَحَّمَ عَلَیْہِمَا فَقَالَ لَہٗ اَبُوْحَنِیْفَۃَ اِنَّہُمْ یَقُوْلُوْنَ عِنْدَنَا بِالْعِرَاقِ اَنَّکَ تَبَرَّأُ مِنْہُمَا فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ کَذَبُوْا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ ثُمَّ ذَکَرَ لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ تَزْوِیْجَ عَلِیٍّؓ بِنْتَہٗ اُمَّ کُلْثُوْمٍ بِنْتَ فَاطِمَۃَؓ مِنْ عُمَرَؓ وَاَنَّہٗ لَوْلَمْ یَکُنْ لَہَا اَھْلًا مَا زَوَّجَہٗ اِیَّاھَا فَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ لَوْکَتَبْتَ اِلَیْہِمْ فَقَالَ لَا یُطِیْعُوْنِیْ بِالْکِتَابِ۔"

(الصواعق المحرقہ، ص ۲۸۔ الفصل الخامس فی ذکر الشبہات الشیعہ تحت الشبہۃ الحادیۃ عشرۃ، ص ۲۸ طبع مصر طبع معہ تطہیر الجنان
ـــــ المناقب لامام الاعظم للموفق بن احمد المکی ج ۲ ص ۱۶۵
ـــــ المناقب للکردی ص ۱۱۰ ج ۲ طبع دکن۔

یعنی دارقطنی نے امام ابوحنیفہؒ سے تخریج کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو ابوجعفر امام محمد باقرؒ سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے حضرت صدیقؓ و حضرت فاروق اعظمؓ پر ترحّم کے کلماتِ دعائیہ ارشاد فرمائے۔ یہ سُن کر ابوحنیفہ نے محمد باقرؒ کو کہا کہ ہمارے ہاں عراق میں لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابوبکرؓ و عمرؓ سے تبرّی و بیزاری

کیا کرتے ہیں۔ محمد باقرؒ نے کہا کہ معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) ربِّ کعبہ کی قسم انہوں نے یہ سب جھوٹ اور دروغ کہا۔ پھر سیدنا باقرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے سامنے تزویج اُمِّ کلثوم کے ساتھ استدلال پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر عمرؓ بن الخطاب اس چیز کے اہل نہ ہوتے تو ان کو حضرت علیؓ اپنی دختر اُمِّ کلثوم کا نکاح نہ کر دیتے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ آپ یہ چیز اہلِ عراق کو لکھ کر ارسال کریں تو بہتر ہو گا آپ نے فرمایا وہ میری تحریر کو تسلیم نہیں کرتے۔"

(۴)۔ اسی مضمون کی ایک روایت ابنِ جریر طبری نے کثیر النوا کے ذریعہ امام باقرؒ سے نقل کی ہے۔ اس میں محمد باقرؒ نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے تبرّی و بیزاری کرنے کو ضلالت و گمراہی قرار دیا ہے اور ان حضرات کے ساتھ تولّی و محبت رکھنے کی تلقین کی ہے۔

(۱) تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۴ ص ۲۶ معہ نیشاپوری تحت الآیہ واخواناً علی سُرُرٍ متقابلین۔

(۲)۔ تفسیر ابن کثیر تحت آیت مذکورہ، ج ۲۔ ص ۵۵۴ طبع مصر۔

(۴)

اراضی کو ثُلث و رُبع پر کاشت کے لیے دینے کا مسئلہ

سیّدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ نے زمین کو حصّہ سوم و حصّہ چہارم پر مزارعت کے لیے دینے کے جواز کی خاطر استدلال قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ یَقُوْلُ آلُ اَبِیْ بَکْرٍ وَّآلُ عُمَرَ وَآلُ عَلِیٍّ

يَدْفَعُوْنَ اَرْضِيْهِمْ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ ۔"

(المصنّف لعبدالرزاق، ج ۸ ص ۱۰۱۔ باب المزارعۃ علی الثلث والربع)

"یعنی آلِ ابی بکرؓ اور آلِ عمرؓ اور آلِ علیؓ اپنی اپنی اراضی آمدن کے ثلث اور ربع پر مزارعین کو دیا کرتے تھے۔

حضرت محمد باقرؒ کے استدلال سے واضح ہو گیا کہ ان بزرگوں کا دین و مذہب ایک تھا۔ الگ الگ مذہب نہ تھا۔ مسائل میں ایک دوسرے کے افعال کو دلیل بناتے اور اعمال کو استدلال میں پیش رکھتے تھے جو ان کے باہمی اخلاص اور دوستی اور دینی اعتماد کا بیّن ثبوت ہے۔

(۵)

امام محمد باقرؒ کے اقوال و فرامین کے آخر میں ان کا قول پیش کیا جاتا ہے جو شیعہ علماء اور اہل السنۃ علماء دونوں نے نقل کیا ہے۔ کثیر النواء کے ذریعہ منقول ہے۔ کثیر النواء کا خلوصِ تشیّع محتاجِ دلیل نہیں ہے۔ امام کے اس فرمان سے بہت سے فوائد حاصل ہو رہے ہیں ان میں سے چند ایک بصورتِ عنوان یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے حبہ برابر بھی اہل بیت کے حقوق ضائع نہیں کیے۔

(۲) دونوں عالم میں دوستی و تولّی کے مستحق ہیں۔

(۳) مُغیرہ اور بنان نے ائمہ کرام پر جھوٹ و کذب تجویز کر کے مسلمانوں میں نشر کر دیئے۔

—— قَالَ اَبُوْبَكْرٍ (الجوهري) . . . . . . قَالَ يَحْيٰى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ اَبُوْ عَقِيْلٍ كَثِيْرُ النَّوَّاءِ قُلْتُ لِاَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ

اَرَاَیْتَ اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ هَلْ ظَلَمَاکُمْ مِنْ حَقِّکُمْ شَیْئًا اَوْقَالَ ذَهَبَا بِهٖ مِنْ حَقِّکُمْ فَقَالَ لَا! وَالَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا مَاظَلَمَانَا مِنْ حَقِّنَا مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاکَ اَفَاَتَوَلَّاهُمَا قَالَ نَعَمْ وَیْحَکَ تَوَلَّهُمَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا اَصَابَکَ فَفِیْ عُنُقِیْ ثُمَّ قَالَ فَعَلَ اللهُ بِالْمُغِیْرَةِ وَبَنَّانَ فَاِنَّهُمَا کَذَبَا عَلَیْنَا اَهْلَ الْبَیْتِ"

(۱)۔ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفٰی از علامہ نور الدین السمہودی ج ۳ ص ۱۰۰۱۔ فصل فی صدقاتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲)۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید المعتزلی الشیعی طبع بیروت، شام، ج ۴ ص ۱۱۳۔ بحث فدک الفصل الاوّل۔

حاصل یہ ہے کہ:

"کثیر النواء کہتا ہے کہ میں نے امام باقرؒ سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں کیا ابوبکرؓ و عمرؓ بن الخطاب نے تمہارے حقوق میں ظلم وستم روا رکھا تھا؟ یا تمہارے حق کو برباد اور ضائع کر دیا تھا؟ امام نے جواب دیا کہ بالکل نہیں! اس ذات کی قسم جس نے تمام عالم کے نذیر پر اپنا قرآن مجید نازل فرمایا۔ ان دونوں (بزرگوں نے) ہمارے حقوق سے ایک دانہ کے برابر بھی ضائع نہیں کیا اور ظلم نہیں کیا۔

کثیر کہتا ہے پھر میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ہوں ان دونوں کے ساتھ تولّی اور دوستی رکھوں؟ سیّدنا محمد باقرؒ نے فرمایا کہ ان سے تجھے دنیا و آخرت دونوں عالم میں دوستی رکھنی چاہیے! اور (بالفرض) کوئی وبال پیش آئے تو وہ میری گردن پر ہوگا۔

پھر فرمایا کہ مغیرہ بن سعید اور بنان کے ساتھ اللہ تعالیٰ وہی معاملہ فرمائے جس کے وہ اہل ہیں۔ ان دونوں نے ہم اہلِ بیت پر جھوٹ، کذب و افتراء و دروغ بنا بنا کر پھیلا دیے اور ہماری طرف منسوب کر دیئے۔"

محمد باقر کا یہ فرمان جس کو شیعہ و سنّی علماء نقل کر رہے ہیں بڑا وزنی ہے اور بنظر توجہ کا مستحق ہے۔ ناظرین کرام اس کو بار بار ملاحظہ فرما کر صحیح رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

فصل چہارم

اِس فصل میں حضرت جعفر صادقؒ کے وہ اقوال درج کیے جاتے ہیں جن میں حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی عظمت اور فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ قبل ازیں حصّہ صدیقی باب پنجم میں یہ مضمون مفصّل گذر چکا ہے یہاں مختصراً تحریر ہے۔

(۱)

جو شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے ساتھ تولّی و دوستی نہ کرے اس کو شفاعۃ نبویؐ نصیب نہ ہو

. . . "عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی حَفْصَةَ قَالَ قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَبُوْبَکْرٍ جَدِّیْ اَفَیَسُبُّ الرَّجُلُ جَدَّہٗ لَا نَالَتْنِیْ شَفَاعَۃُ مُحَمَّدٍ اِنْ لَمْ اَکُنْ اَتَوَلَّاهُمَا وَاَبْرَأُ مِنْ عَدُوِّهِمَا"

(سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن جوزی، ص ۲۲ طبع مصری)

یعنی سالم کہتا ہے کہ سیّدنا جعفر صادق نے فرمایا کہ ابوبکرؓ میرے (جد اور نانا ہیں) کوئی شخص اپنے آباء و اجداد کو گالی دیتا ہے؟ نبی اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت ہی مجھے نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکرؓ و عمرؓ سے تولّی اور دوستی نہ رکھوں اور میں اُن کے دشمن سے بیزاری اختیار نہ کروں۔"

(۲)

حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ امام عادل تھے حق پر تھے تا زیست حق پر قائم رہے قیامت میں ان پر اللہ کی رحمت ہو

. . . . فَقَالَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَا تَقُوْلُ

کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے، پس ان کا نام رَفَضہ و رافضی رکھا گیا۔ (جماعت کو چھوڑ دینے والے)"

۔ ــــ ایرانی بادشاہ جاہ قاچار کے وزیر اعظم مرزا تقی لسان الملک نے اپنی مشہور تصنیف ناسخ التواریخ جلد دوم میں اس واقعہ کو مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے:

. . . . "کہ طائفہ از معارف کوفہ با زید بیعت کردہ بودند، در خدمتش حضور یافتہ گفتند رحمک اللہ در حق ابی بکرؓ و عمرؓ چہ گوئی؟ فرمود در بارۂ ایشاں جز بخیر سخن نکنم و از اہل خود نیز در حق ایشاں جز سخن خیر نشنیدہ ام . . . . .

. . . . بالجملہ زید فرمود ایشاں بر کسے ظلم و ستم نراندند و بکتاب و سنّتِ رسول کار کردند۔"

(ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۵۹۰ ۔ طبع ایران ۔ قدیم طبع)

"یعنی کوفہ کے مشہور لوگوں کی ایک جماعت (جس نے حضرت زیدؒ کے ساتھ بیعت کی ہوئی تھی) زید کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ اللہ آپ پر رحم فرماتے ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں آپ کیا خیال رکھتے ہیں؟ زید بن امام زین العابدینؒ نے فرمایا کہ میں ان دونوں کے حق میں کلمۂ خیر اور بہتر بات کے سوا کوئی قول نہیں کرتا ۔ اور میں نے اپنے خاندان (اہلِ بیت) سے بھی ان دونوں کے بارہ میں کلمۂ خیر کے بغیر کچھ نہیں سنا۔"

(مطلب یہ ہے کہ تمام خاندانی بزرگ شیخین کے متعلق اچھا گمان رکھتے تھے) اور فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے کسی ایک شخص پر ظلم و ستم روا نہیں رکھا تھا اور کتاب اللہ و سنّتِ رسول اللہ پر کاربند تھے۔"

فصل سوم

اس فصل میں سیدنا محمد باقرؒ کے فرمودات جو حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں مروی ہیں وہ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ قبل ازیں صدیقی حصہ کے باب پنجم میں بھی ذرا تفصیل سے درج کیے جا چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ نقل کیے ہیں تا کہ جس دوست کے سامنے حصہ صدیقی نہیں گزرا وہ بھی ائمہ اہلِ بیت کے فرامین سے ناواقف و نا آشنا نہ رہے، بلکہ ان سے مستفید ہو سکے۔

(۱)

جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت نہیں پہچانتا وہ سُنّتِ نبوی سے جاہل ہے

...... حدثنا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن ابی جعفر محمد بن علیٍ قال مَن لم یَعرِف فَضلَ ابی بکرٍ وعُمرَ رضی اللہ تعالٰی عنہما فقد جَہِلَ السُّنَّۃَ۔

(۱) حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، ج ۳ ص ۱۸۵ تذکرہ محمد باقرؒ۔

(۲) ریاض النضرہ، ج ۱ص ۵۷ بحوالہ ابن السمان (الباب الخامس)

یعنی حضرت باقرؒ فرماتے ہیں کہ

"جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت کی شناخت نہیں رکھتا اور ان کے مرتبہ کو نہیں پہچانتا وہ سُنّتِ نبوی سے جاہل ہے۔"

(۲)

سیّدنا محمد باقرؒ سیّدنا ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں بزرگوں کے ساتھ محبّت و دوستی رکھتے تھے اور ان کے حق میں استغفار کرتے تھے

..... حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ .....

اَكَانَ مِنْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اَحَدٌ يَسُبُّ اَبَا بَكْرٍ وَّ عُمَرَؓ قَالَ لَا فَاَحِبَّهُمَا وَ

اَتَوَلَّاهُمَا وَ اَسْتَغْفِرْ لَهُمَا ۔"

(طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۲۳۶ - تذکرہ محمد باقرؒ طبع

لیدن یورپ)

حاصل یہ ہے کہ جابر کہتا ہے کہ میں نے محمد باقر کو کہا کہ ..... تم اہلِ بیت میں کوئی شخص ایسا گزرا ہے جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو سب و شتم کرتا ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں! میں تو ان دونوں حضرات کو دوست رکھتا ہوں اور ان سے موالات اور محبّت رکھتا ہوں اور ان کے حق میں استغفار کرتا ہوں۔"

(۳)

جو لوگ شیخین (ابوبکر الصدّیقؓ و عمر فاروقؓ) سے بیزاری و تبرّی اختیار کریں ان سے امام باقرؒ بیزار ہیں

(۱) ـــ حَدَّثَنِيْ شُعْبَةُ الْخَيَّاطُ مَوْلٰى جَابِرِ الْجُعْفِيِّ قَالَ قَالَ لِيْ اَبُوْ جَعْفَرٍ

مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ لَمَّا وَدَّعْتُهُ اَبْلِغْ اَهْلَ الْكُوْفَةِ اِنِّيْ بَرِيْئٌ مِمَّنْ تَبَرَّاَ

مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَ اَرْضَاھُمَا "

(۱) ۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۳ ص ۱۸۵ ۔ تذکرہ محمد باقرؒ

(۲) ۔ ریاض النضرۃ ۔ ج ۱ ص ۵۸ ۔ الباب الخامس

یعنی شعبہ خیاط کہتا ہے کہ جب مَیں محمد باقرؒ کو رخصت کرنے گیا تو آپ نے (مجھے بطور وصیّت) فرمایا کہ میری طرف سے اہلِ کوفہ کو پیغام دے دو کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ سے بیزاری کرتا ہے مَیں اس سے بَری ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوں اور ان کو راضی رکھیں "

(۲) ـــــ . . . عَنْ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ یَا جَابِرُ بَلَغَنِیْ اَنَّ قَوْمًا بِالْعِرَاقِ یَزْعُمُوْنَ اَنَّہُمْ یُحِبُّوْنَنَا وَ یَتَنَاوَلُوْنَ اَبَا بَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا وَ یَزْعُمُوْنَ اَنِّیْ اَمَرْتُہُمْ بِذٰلِکَ فَاَبْلِغْہُمْ اِنِّیْ اِلَی اللّٰہِ مِنْہُمْ بَرِیْءٌ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ وُلِّیْتُ لَتَقَرَّبْتُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِدِمَائِہِمْ لَا نَالَتْنِیْ شَفَاعَۃُ مُحَمَّدٍ اِنْ لَّمْ اَکُنْ اَسْتَغْفِرُ لَہُمَا وَ اَتَرَحَّمُ عَلَیْہِمَا اَنَّ اَعْدَاءَ اللّٰہِ لَغَافِلُوْنَ عَنْہُمَا "

(۱) ـــ حلیۃ الاولیاء اصفہانی ، ج ۳ ص ۱۸۵ ۔ تذکرہ امام باقرؒ

(۲) ـــ ریاض النضرہ ، ج ۱ ص ۵۸ ۔ الباب الخامس ۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت محمد باقرؒ نے فرمایا کہ اے جابر مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ عراق میں ایک قوم ہے وہ لوگ ہماری محبت اور دوستی کے دعویدار ہیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق کج بحثی (اور طعن تشنیع) کرتے ہیں ۔ (مزید برآں) یہ کہتے ہیں کہ مَیں نے ان کو اس چیز کا امر کیا ہے (میری جانب سے) ان کو اطلاع کر دو کہ اللہ تعالیٰ گواہ و شاہد ہے کہ مَیں ان سے بَری و بیزار

ہتوں جس ذات کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم ہے کہ اگر مجھے اس قوم پر حکومت حاصل ہو جائے تو ان کی خون ریزی و قتل کر کے اس کے ہاں تقرب و نزدیکی حاصل کروں مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے لیے استغفار نہ کروں اور ان کے حق میں ترحم و دعا کے کلمات نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں کے مقام سے غافل ہیں۔"

(۳) ـــــ وَاَخْرَجَ الدَّارُقُطْنِی عَنْ اَبِی حَنِیْفَةَ اَنَّهٗ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ سَاَلَ اَبَا جَعْفَرِ الْبَاقِرَ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَؓ فَتَرَحَّمَ عَلَیْهِمَا فَقَالَ لَهٗ اَبُوْحَنِیْفَةَ اِنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ عِنْدَنَا بِالْعِرَاقِ اَنَّکَ تَبَرَّاُ مِنْهُمَا فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ کَذَبُوْا وَرَبِّ الْکَعْبَةِ ثُمَّ ذَکَرَ لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ تَزْوِیْجَ عَلِیٍّؓ بِنْتَهٗ اُمَّ کُلْثُوْمٍ بِنْتَ فَاطِمَةَؓ مِنْ عُمَرَؓ وَاَنَّهٗ لَوْلَمْ یَکُنْ لَهَا اَهْلًا مَا زَوَّجَهٗ اِیَّاهَا فَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ لَوْکَتَبْتَ اِلَیْهِمْ فَقَالَ لَا یُطِیْعُوْنِیْ بِالْکِتَابِ۔"

(الصواعق المحرقۃ، ص ۲۸۔ الفصل الخامس فی ذکر الشبہات الشیعۃ تحت الشبہۃ الحادیۃ عشرۃ، ص ۲۸ طبع مصر طبع معہ تطہیر الجنان
ـــــ المناقب لامام الاعظم للموفق بن احمد المکی ج ۲ ص ۱۶۵
ـــــ المناقب للکردی ص ۱۱۰ ج ۲ طبع دکن۔

یعنی دارقطنی نے امام ابوحنیفہؒ سے تخریج کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو ابوجعفر امام محمد باقرؒ سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے حضرت صدیقؓ و حضرت فاروق اعظمؓ پر ترحم کے کلماتِ دعائیہ ارشاد فرمائے۔ یہ سنکر ابوحنیفہ نے محمد باقرؒ کو کہا کہ ہمارے ہاں عراق میں لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابوبکرؓ و عمرؓ سے تبری و بیزاری

کیا کرتے ہیں۔ محمد باقرؒ نے کہا کہ معاذاللہ (اللہ کی پناہ) ربِّ کعبہ کی قسم انہوں نے یہ سب جھوٹ اور دروغ کہا۔ پھر سیدنا باقرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے سامنے تزویج اُمّ کلثوم کے ساتھ استدلال پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر عمرؓ بن الخطاب اس چیز کے اہل نہ ہوتے تو ان کو حضرت علیؓ اپنی دختر اُمّ کلثوم کا نکاح نہ کر دیتے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ آپ یہ چیز اہلِ عراق کو لکھ کر ارسال کریں تو بہتر ہوگا آپ نے فرمایا وہ میری تحریر کو تسلیم نہیں کرتے۔"

(۴)۔ اسی مضمون کی ایک روایت ابنِ جریر طبری نے کثیر النواء کے ذریعہ امام باقرؒ سے نقل کی ہے۔ اس میں محمد باقرؒ نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے تبرّی و بیزاری کرنے کو ضلالت و گمراہی قرار دیا ہے اور ان حضرات کے ساتھ تولّی و محبت رکھنے کی تلقین کی ہے۔

(۱) تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۴ ص ۲۶ معہ نیشاپوری تحت الآیہ واخواناً علیٰ سُررٍ متقابلین۔

(۲)۔ تفسیر ابن کثیر تحت آیت مذکورہ، ج ۲۔ ص ۵۵۴ طبع مصر۔

(۴)

اراضی کو ثُلث و رُبع پر کاشت کے لیے دینے کا مسئلہ

سیّدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ نے زمین کو حصّہ سوم و حصّہ چہارم پر مزارعت کے لیے دینے کے جواز کی خاطر استدلال قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ يَقُوْلُ آلُ اَبِيْ بَكْرٍ وَّآلُ عُمَرَ وَّآلُ عَلِيٍّ

یَدۡفَعُوۡنَ اَرۡضِیۡهِمۡ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ ۔"

(المصنف لعبد الرزاق، ج ۸ ص ۱۰۱۔ باب المزارعۃ علی الثلث والربع)

"یعنی آلِ ابی بکرؓ اور آلِ عمرؓ اور آلِ علیؓ اپنی اپنی اراضی آمدن کے ثلث اور ربع پر مزارعین کو دیا کرتے تھے۔

حضرت محمد باقر کے استدلال سے واضح ہو گیا کہ ان بزرگوں کا دین و مذہب ایک تھا۔ الگ الگ مذہب نہ تھا۔ مسائل میں ایک دوسرے کے افعال کو دلیل بناتے اور اعمال کو استدلال میں پیش رکھتے تھے جو ان کے باہمی اخلاص اور دوستی اور دینی اعتماد کا بیّن ثبوت ہے۔

(۵)

امام محمد باقرؒ کے اقوال و فرامین کے آخر میں ان کا قول پیش کیا جاتا ہے جو شیعہ علماء اور اہل السنۃ علماء دونوں نے نقل کیا ہے۔ کثیر النواء کے ذریعہ منقول ہے۔ کثیر النواء کا خلوصِ تشیّع محتاجِ دلیل نہیں ہے۔ امام کے اس فرمان سے بہت سے فوائد حاصل ہو رہے ہیں ان میں سے چند ایک بصورتِ عنوان یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے حبہ برابر بھی اہل بیت کے حقوق ضائع نہیں کیے۔

(۲) دونوں عالم میں دوستی و تولّی کے مستحق ہیں۔

(۳)۔ مغیرہ اور بنان نے ائمہ کرام پر جھوٹ و کذب تجویز کر کے مسلمانوں میں نشر کر دیئے۔

"قَالَ اَبُوۡبَکۡرِ (الجَوۡهَرِی) .... قَالَ یَحۡیٰی بۡنُ الۡمُتَوَکِّلِ اَبُوۡ عَقِیۡلٍ کَثِیۡرُ النَّوَّاءِ قُلۡتُ لِاَبِیۡ جَعۡفَرٍ مُحَمَّدِ بۡنِ عَلِیٍّ جَعَلَنِیَ اللّٰهُ فِدَاکَ

اَرَاَیْتَ اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ هَلْ ظَلَمَاکُمْ مِنْ حَقِّکُمْ شَیْئًا اَوْقَالَ ذَهَبَا بِهٖ مِنْ حَقِّکُمْ فَقَالَ لَا! وَالَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا مَاظَلَمَانَا مِنْ حَقِّنَا مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاکَ اَفَاَتَوَلَّاهُمَا قَالَ نَعَمْ وَیْحَکَ تَوَلَّهُمَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا اَصَابَکَ فَفِیْ عُنُقِیْ ثُمَّ قَالَ فَعَلَ اللّٰهُ بِالْمُغِیْرَةِ وَبَنَانَ فَاِنَّهُمَا کَذَبَا عَلَیْنَا اَهْلَ الْبَیْتِ ۔"

(۱) ۔ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفٰے از علامہ نورالدین السمہودی ج ۳ ص ۱۰۰۱ ۔ فصل فی صدقاتہ صلی اللہ علیہ وسلّم ۔

(۲) ۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید المعتزلی الشیعی ۔ طبع بیروت، شام، ج ۳ ص ۱۱۳ ۔ بحث فدک الفصل الاوّل ۔

حاصل یہ ہے کہ:

"کثیر النواء کہتا ہے کہ میں نے امام باقرؒ سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں کیا ابوبکرؓ و عمرؓ بن الخطاب نے تمہارے حقوق میں ظلم و ستم روا رکھا تھا؟ یا تمہارے حق کو برباد و ضائع کر دیا تھا؟ امام نے جواب دیا کہ بالکل نہیں! اس ذات کی قسم جس نے تمام عالم کے نذیر پر اپنا قرآن مجید نازل فرمایا۔ ان دونوں (بزرگوں نے) ہمارے حقوق سے ایک دانہ کے برابر بھی ضائع نہیں کیا اور ظلم نہیں کیا۔

کثیر کہتا ہے پھر میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ہوں ان دونوں کے ساتھ تولّی اور دوستی رکھوں؟ سیدنا محمد باقرؒ نے فرمایا کہ ان سے تجھے دنیا و آخرت دونوں عالم میں دوستی رکھنی چاہیے! اور (بالفرض) کوئی وبال پیش آئے تو وہ میری گردن پر ہوگا۔

پھر فرمایا کہ مغیرہ بن سعید اور بنان کے ساتھ اللہ تعالیٰ وہی معاملہ فرمائے جس کے وہ اہل ہیں ان دونوں نے ہم اہلِ بیت پر جھوٹ، کذب وافتراء و دروغ بنا بنا کر پھیلا دیے اور ہماری طرف منسوب کر دیئے"۔

—— محمد باقر کا یہ فرمان جس کو شیعہ و سُنّی عُلماء نقل کر رہے ہیں بڑا وزنی ہے اور بہزار توجہ کا مستحق ہے۔ ناظرین کرام اس کو بار بار ملاحظہ فرما کر صحیح رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

فصل چہارم

اِس فصل میں حضرت جعفر صادقؒ کے وہ اقوال درج کیے جاتے ہیں جن میں حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی عظمت اور فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ قبل ازیں حصّہ صدیقی باب پنجم میں یہ مضمون مفصّل گذر چکا ہے یہاں مختصراً تحریر ہے۔

(۱)

جو شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے ساتھ تولّی و دوستی نہ کرے اس کو شفاعۃ نبوی نصیب نہ ہو

.... "عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِیْ حَفْصَۃَ قَالَ قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَبُوْبَکْرٍ جَدِّیْ اَفَیَسُبُّ الرَّجُلُ جَدَّہٗ لَا نَالَتْنِیْ شَفَاعَۃُ مُحَمَّدٍ اِنْ لَمْ اَکُنْ اَتَوَلَّاھُمَا وَاَبْرَأُ مِنْ عَدُوِّھِمَا"

(سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن جوزی، ص ۳۲ طبع مصری)

یعنی سالم کہتا ہے کہ سیدنا جعفر صادق نے فرمایا کہ ابوبکرؓ میرے (جد اور نانا ہیں) کوئی شخص اپنے آباء و اجداد کو گالی دیتا ہے؟ نبی اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت ہی مجھے نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکرؓ و عمرؓ سے تولّی اور دوستی نہ رکھوں اور میں اُن کے دشمن سے بیزاری اختیار نہ کروں۔"

(۲)

حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ امام عادل تھے حق پر تھے تا زیست حق پر قائم رہے قیامت میں ان پر اللہ کی رحمت ہو

.... فَقَالَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَا تَقُوْلُ

فِیْ حَقِّ اَبِیْ بَکْرٍؓ وَعُمَرَؓ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ھُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْہِ فَعَلَیْھِمَا رَحْمَۃُ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔"

(کتاب "احقاق الحق" قاضی نور اللہ شوستری شیعی، ج ا ص ۱۶ طبع مصر قدیم۔ وص ۷۰ جلد اول طبع جدید طہرانی معہ تعلیقات نجفی)

حاصل یہ ہے کہ:

"ایک شخص نے جعفر صادقؒ سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کیا تو امام موصوف نے جواباً فرمایا کہ یہ دونوں بزرگ (تمام اہلِ اسلام) کے امام تھے، عدل و انصاف کرنے والے تھے، حق بات پر قائم رہے، حق پر ہی ان کا خاتمہ ہوا۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے۔"

(۳)

حضرت جعفر صادقؒ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ تولّی و دوستی رکھتے تھے، ان کی قبر پر جا کر سلام مسنون کہتے تھے۔

—— وَالْمَرْوِیُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّہٗ کَانَ یَتَوَلَّاھُمَا وَیَاْتِی الْقَبْرَ فَیُسَلِّمُ عَلَیْھِمَا مَعَ تَسْلِیْمِہٖ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔"

(۱) —کتاب الشافی، ص ۲۳۸ طبع قدیم مع تلخیص الشافی از سید مرتضیٰ الشیعی۔

(۲) —شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید الشیعی، ج ۴ ص ۱۴۰۔ بحث فدک۔ الفصل الثالث۔

مطلب یہ ہے کہ جعفر صادقؒ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ دوستی اور مودّت رکھتے تھے جس وقت سیّد الاوّلین و آلآخرین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قبر شریف پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوتے تو ابوبکر الصدّیق اور عمرؓ بن الخطّاب کی قبور پر بھی سلام و تسلیم کہتے تھے۔"

—— اہلِ علم پر واضح رہے کہ صاحب الشافی سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ اس چیز کا کوئی معقول جواب نہیں پیش کر سکے۔ آخر الحیل وہی دیرینہ نسخہ استعمال فرمایا ہے کہ امام سے یہ کلام بطور تقیہ کے صادر ہوا ہے۔"

فصل پنجم

—— یہ اس باب کا آخری فصل ہے اس میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں اپنے بیٹوں کا نام عُمر تجویز کیا ہے۔ امام حسنؓ کی اولاد میں ان کے ایک لڑکے کا نام عُمر موجود ہے۔ امام حسینؓ کے صاحبزادوں میں شیعہ علماء نے ایک کا نام عُمر تحریر کیا ہے۔ اسی طرح زین العابدین نے اپنے ایک لڑکے کا نام عُمر رکھا ہے۔

- حضرت عُمرؓ کا مبارک نام حضرت علی المرتضیٰؓ کی اولاد شریف میں نسلاً بعد نسلٍ جاری رہنا کوئی اتفاقیہ امر نہیں اور نہ ہی کوئی وقتی واقعہ ہے یہ ایک حقیقتِ صحیحہ ہے جو ان ائمہ کرام کے درمیان ہمیشہ جاری رہی۔

اس چیز نے ثابت کر دیا کہ سیّدنا حضرت علیؓ اور سیّدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے درمیان مودّت تھی، محبّت تھی، دوستی تھی، یگانگت تھی۔ ان حضرات کے درمیان کسی قسم کی مذہبی یا سیاسی کوئی دشمنی نہ تھی، نفرت نہ تھی، مخالفت نہ تھی، معاندت نہ تھی۔

اس مسئلہ کے لیے مندرجہ واقعات مضبوط دلیل کی حیثیّت رکھتے ہیں۔

اب شیعہ بزرگوں کی معتبر کتابوں سے حوالہ جات بلفظہٖ نقل کر کے پیش کیے جاتے ہیں۔

یہ مضمون حصّہ صدیقی کے آخری باب پنجم کے فصل ہفتم میں ذرا مفصّل بیان کیا جا چکا ہے اور سُنّی و شیعہ دونوں جانب کی کتب سے بیان ہوا۔ اب یہاں یہ مسئلہ مختصراً صرف شیعی کتابوں سے نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱)

حضرت عمر بن الخطاب کا مبارک نام
حضرت علی المرتضیٰ کے صاحبزادوں میں

اوّل:

—— مشہور شیعہ مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب المتوفی ۲۵۸ھ یا ۲۵۹ھ نے اپنی تاریخ یعقوبی میں حضرت علیؓ کی ذکور اولاد یعنی صاحبزادے شمار کرتے ہوئے گیارھویں نمبر پر عمر بن علیؓ کا ذکر کیا ہے۔ عبارت ذیل ہے:

"...... وَكَانَ لَهُ مِنَ الْوَلَدِ الذُّكُورِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ ذَكَرًا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَمُحَسِّنُ مَاتَ صَغِيرًا اُمُّهُمْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ (ص) .... وَعُمَرُ اُمُّهُ اُمُّ حَبِيْبٍ بِنْتُ رَبِيْعَةَ الْبَكْرِيَّةُ .... الخ"

(تاریخ یعقوبی، ج ۲ ص ۲۱۳۔ تحت حالاتِ علی المرتضیٰ، طبع جدید بیروت)

دوم:

شیعہ کے مُسلّم مجتہد علامہ "الشیخ المفید" (محمد بن محمد النعمان) متوفی ۴۱۳ھ نے اپنی معتبر تالیف "الارشاد" باب ذکر اولاد امیر المومنین علیہ السلام میں حضرت علی المرتضیٰ کی مذکر و مؤنث اولاد ستائیس ۲۷ عدد نام بنام درج کی ہے۔ الحسن والحسین .... اور چھٹے (ساتویں نمبر پر عمر اور اس کی بہن رقیہ کو جو اس کی توام ہے (یعنی جڑواں جنی ہوئی ہے) لکھا ہے وعمر ورقیة کانا توامین .... الخ"

(ارشاد شیخ مفید، ص ۱۶۷ - ۱۶۸ - طبع جدید طہرانی - باب
ذکر اولاد علی علیہ السلام -

سوم:

شیعہ کے مشہور و معروف منقبت گو و تراجم نویس فاضل علی بن عیسیٰ اربلی نے اپنی کتاب "کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ" (جو ۶۸۷ھ کی تصنیف ہے) میں حضرت علیؑ کی اولاد شریف کے ذکر میں چودہ ۱۴ عدد صاحبزادے اور انیس ۱۹ عدد لڑکیاں تحریر کی ہیں وہاں شمار میں تیرھویں نمبر پر عمر بن علیؓ کا نام لکھا ہے۔ عبارت ذیل ہے:-

"..... الذکور الحسنؑ والحسینؑ و محمد الاکبر - عبید اللہ
و ابوبکر والعباس و عثمان و جعفر و عبد اللہ و محمد الاصغر و
یحیی و عون و عمر و محمد الاوسط علیہم السلام"

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد اول، ص ۵۹۰
مع ترجمۃ المناقب فارسی، طبع جدید تبریز طہران)

چہارم:-

سید جمال الدین احمد بن علی المعروف ابن عنبہ متوفی ۸۲۸ھ نے اپنی تصنیف عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب الفصل الخامس میں تحریر کیا ہے ......

"ذَکَرَ عَقَبَ عُمَرَ الاَطرَفِ بنِ امیر المؤمنین علیہ السلام
اُمُّہُ الصَّھبَاءُ التَّغلِبِیَّۃُ ... مِن سَبیِ الیَمَامَۃِ .... الخ

(عمدۃ الطالب، ص ۳۶۱ - الفصل الخامس مطبوعہ
نجف اشرف عراق - طبع جدید، مطبع حیدریہ)

پنجم:

گیارھویں صدی کے مشہور مجتہد ملا باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ) نے اپنی معتبر کتاب

جلاء العیون" فارسی باب عدد شہداء اہل البیت (جو عاشورا کے روز شہید ہوئے تھے) میں لکھا ہے کہ :۔

"نو نفر از فرزندان امیر المومنینؑ ۔ حضرت سید الشہدا، و عباس و پسر او محمدؓ و عمرؓ و عثمانؓ و جعفرؓ و ابراہیم و عبد اللہ اصغر و محمد اصغر پسران امیر المومنین علیہ السلام ۔ الخ

(جلاء العیون ، ص ۴۶۴-۴۶۵ فارسی ملا باقر ، تحت ذکر شہداء کربلا از اولاد امیر المومنین ، طبع تہران ، سن طباعت ۱۳۳۴ھ)

ششم :

کتاب منتہی الآمال از علامہ شیخ عباس القمی شیعی مجتہد صدی چہاردہم ، فصل ششم میں امیر المومنین علیؓ کی اولاد کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"..... عمر و رقیہ کبریٰ ست کہ ہر دو تن توأم از مادر متولد شدند و مادر ایشاں امِ حبیب دختر ربیعہ است ... الخ

(اہلِ علم پر واضح رہے کہ اسی امِ حبیب کو الصہباء الثعلبیہ بھی کہتے ہیں)۔

(منتہی الآمال ص ۱۹۲-۱۸۷ ، ج اول تحت فصل مذکور)

ہفتم :

شیخ عباس قمی شیعی چودھویں صدی کے مجتہد مذکور نے اپنی کتاب "تحفۃ الاحباب" میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس صاحبزادہ کا تذکرہ لکھا ہے :

"عمر بن علی بن ابی طالب (ع) ۔ کنیت اش ابو القاسم مادرش صہباء است و با رقیہ توأم بدنیا آمدہ و آنجناب بفصاحتِ زبان و سماحتِ طبع معروف بود .... و او آخر کس ست از پسران

امیرالمومنینؑ کہ وفات کردہ ... الخ

(تحفۃ الاحباب ۲۵۱-۲۵۲ تحت عمر بن علی)

تمام مندرجہ حوالہ جات کا خلاصہ وحاصل یہ ہے کہ

(۱) —— حضرت علی المرتضیٰؓ کے ایک صاحبزادہ کا نام عمر ہے۔

(۲) —— اس کی کنیت ابوالقاسم ہے اور اس کا لقب الاطرف ہے۔

(۳) —— یہ اپنی حقیقی بہن رقیہ بنت علی المرتضیٰ کے ساتھ توام (یعنی جڑواں) پیدا ہوا تھا۔

(۴) —— ان دونوں (عمر و رقیہ) کی ماں کا نام الصہباء التغلبیہ البکریہ ہے جو صدیقی خلافت میں قبیلہ بنی تغلب کے قیدیوں میں قید ہو کر آئی تھی۔ اس کی کنیت ام حبیب بنت ربیعہ ہے۔ (یہ سیدنا صدیق اکبر کا حضرت علیؓ کو عطیہ تھا

(۵) —— صاحبزادہ عمر بن علی بڑا فصیح اللسان اور طبعاً سخی مرد تھا۔

(۶) —— حضرت علی المرتضیٰ شیر خداؓ کے صاحبزادوں میں سب سے آخر میں اس کی وفات ہوئی۔

(۲)

حضرت عمر فاروقؓ کا نام امام حسن مجتبیٰ کی اولاد میں ——

اوّل :-

—— شیعہ کے معتبر مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر نے اپنی تاریخ یعقوبی میں امام حسنؓ کی اولاد کے ذکر کے تحت لکھا ہے کہ امام حسن کے آٹھ عدد لڑکے تھے اور تیسرے لڑکے کا نام عمر ہے۔

عبارت یعقوبی یہ ہے۔

—— وکان للحسن من الولد ثمانیۃ ذکور وہم الحسنؑ بن الحسن

والمثنیؒ) وامّہ خولۃ بنت منظور الفزاریۃ - وزیدؒ بن الحسن وامّہ ام بشر بنت ابی مسعود الانصاری الخزرجی - وعمرؒ والقاسمؒ و ابوبکرؒ وعبدؒ الرحمٰن لامھات اولاد شتّیؒ وطلحۃؒ وعبیدؒ اللہ"

(تاریخ یعقوبی جلد ثانی ،ص ۲۲۸ ـ طبع جدید بیروت
ذکر اولاد امام حسن بن علی بن ابی طالب)

دوم

شیخ مفید نے اور اسی طرح شیعہ فاضل اربلی نے کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں امام حسن مجتبیٰ کی اولاد کے تذکرہ میں حضرت حسن (مثنیٰ) بن امام حسن کے حالات کے لیے الگ فصل قائم کیا ہے وہاں امام حسن کے فرزندوں میں عمر بن الحسن درج کیا ہے۔ اور ابوبکر بن الحسن کا نام بھی لکھا ہے"

(۱) ارشاد شیخ مفید ص ۱۷۶، باب ذکر ولد الحسن بن علی علیہم السلام۔
(۲) کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۵۸ ـ طبع تبریزی ایرانی۔
بمع ترجمۃ المناقب فارسی۔

سوم

اور سید جمال الدین ابن عنبہ شیعی بزرگ نے اپنی کتاب عمدۃ الطالب میں امام حسنؓ کی اولاد میں زیدؒ۔ حسن مثنیؒ۔ عبدؒ اللہ (اس کی کنیت ابوبکر ہے)۔ وعمرؒ وغیرہ ذکر کیے ہیں"

(عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب ،ص ۸۱
بیان اولاد امام حسنؓ ـ طبع مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق)

چہارم

شیعوں کے مسلّم مجتہد ملّا باقر مجلسی نے "جلاء العیون" میں اہل بیت کے شہداء کربلا

کی تعداد ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

"... وچہار نفر از فرزندانِ امام حسن ابوبکرؓ وعبداللہؓ وقاسمؓ وبشرو بعضی بجائے بشر عمر گفتہ اند۔

واز فرزندانِ امام حسینؓ آنچہ مشہور ست علی اکبر وعبداللہ کہ درکنار حضرت شہید شد وبعضی ابراہیم ومحمد وحمزہ وعلی دیگر وجعفر وعمر وزید گفتہ اند۔"

(کتاب "جلاء العیون" فارسی ملا باقر مجلسی، ص ۴۶۴-۴۶۵ باب دربیان عدد شہداء اہل البیت کہ در روز عاشورہ شہید شدند)

پنجم

شیخ عباس قمی مجتہد صدی چہاردہم نے اپنی مشہور کتاب منتہی الآمال باب چہارم، فصل ششم امام حسن کی اولاد کے ذکر میں درج کیا ہے کہ

"... عمر بن الحسن و دو برادر اعیانی او قاسم وعبداللہ و مادر ایشان ام ولد است۔ ۔ الخ

(منتہی الآمال، ج ا ص ۲۴۲۔ باب مذکور و فصل مذکور۔ طبع تہران۔ تختی خورد)

حوالہ جات ہذا کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ـــ امام حسن مجتبیٰ بن علی المرتضیٰ کے صاحبزادے علی اختلاف الروایات آٹھ عدد ہیں۔

(۲) ـــ ان میں ایک صاحبزادہ بالاتفاق عمر بن الحسن ہے۔

(۳) ـــ اس کی ماں اُمّ ولدہ ہے۔

(۴) ـــ بعض علماء کے نزدیک یہ بھی اپنے چچا امام حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوا تھا

(۳)

حضرت سیّدنا عمرؓ بن الخطّاب کا اسمِ گرامی امام زین العابدین علی بن الحسینؓ کی اولاد میں جاری ہے

اوّل - اصول کافی کتاب الحجۃ باب مایفصل بہ بین دعوی المحق والمبطل فی امر الامامۃ میں محمد بن یعقوب کلینی رازی نے ایک تعزیت کا واقعہ درج کیا ہے اس میں عمر بن علی بن الحسین کا ذکر موجود ہے - عبارتِ ذیل ملاحظہ فرما کر تسلّی کریں:-

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ مُحَمَّدِ الْجَعْفَرِیِّ قَالَ اَتَیْنَا خَدِیْجَۃَ بِنْتَ عُمَرَ بْنِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ نُعَزِّیْھَا بِابْنِ بِنْتِھَا فَوَجَدْنَا عِنْدَھَا مُوْسٰی بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَسَنِ فَاِذَا ھِیَ فِیْ نَاحِیَۃٍ قَرِیْبًا مِّنَ النِّسَاءِ فَعَزَّیْنَاھَا... الخ"

(اصول کافی کتاب الحجۃ ص ۲۲۵ - طبع لکھنؤ نول کشور - باب مایفصل بہ بین دعوی المحق والمبطل فی امر الامامۃ)

یعنی عبد اللہ جعفری کہتا ہے کہ ہم علی بن الحسین (زین العابدین) کے بیٹے عُمر کی لڑکی خدیجہ نامی کے پاس اس کی لڑکی کے بیٹے یعنی دوہتے کی تعزیت کرنے کے لیے آئے خدیجہ کے پاس عبد اللہ بن حسن کے لڑکے موسیٰ موجود تھے - اور یہ خود ایک کونہ میں عورتوں میں بیٹھی تھیں اس وقت ہم نے تعزیت کی... الخ"

دوم - "ارشاد شیخ مفید" میں باب ذکر ولد علی بن الحسین (امام زین العابدین) علیہما السلام میں پندرہ ۱۵ عدد اولاد ذکر کی ہے - محمد باقر۱ - عبد اللہ۲ - الحسن۳ والحسین۴ و زید۵ و عمر۶ و الحسین۷ الاصغر و عبد الرحمٰن۸ و سلیمان۹ و علی۱۰ ... الخ"

یعنی یہاں چھٹے نمبر پر عمرؔ کا نام مذکور ہے۔ اس کے بعد لڑکیاں درج کی ہیں۔"

(ارشاد شیخ مفید، ص ۲۴۴۔ باب اولاد
زین العابدین، طبع جدید طہران۔ سن طباعت ۱۳۷۷ھ)

سوم ۔ علی بن عیسٰی فاضل اربلی شیعی نے کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۸۴ مع ترجمۃ المناقب فارسی، باب ذکر ولد علی بن الحسین علیہم السلام میں زین العابدین کی اولاد شمار کی ہے وہاں پہلے نمبر پر محمدؒ باقر دوسرے نمبر پر زیدؒ، تیسرے نمبر پر "عمرؒ" ہے (زید اور عمر دونوں کی ماں اُمِ ولد ہے)۔"

چہارم ۔ عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب میں زین العابدین کی اولاد میں ص ۱۹۴ آخر الفصل الثانی اور ص ۳۰۵۔ المقصد الرابع میں عمر بن زین العابدین کا ذکر خیر موجود ہے۔

(عمدۃ الطالب ص ۱۹۴۔ ۳۰۵۔ طبع حیدریہ
نجفِ اشرف عراق)

پنجم ۔ چودھویں صدی کے مشہور و معروف شیعی مجتہد شیخ عباس قمی نے اپنی معتبر و مستند کتاب منتہی الآمال جلد دوم باب ششم فصل ہفتم میں امام زین العابدین کی اولاد کے تحت درج کیا ہے کہ:

".... زید و عمر از ام ولد دیگر۔ ... الخ"

یعنی زین العابدین کے دو بیٹے زید و عمر اُمّ ولد سے تھے ۔ ... الخ

(کتاب "منتہی الآمال"، ج ۲ ص ۴۳ و ۴۵ و ۴۶۔
ذکر اولاد زین العابدین)

ششم ۔ اور شیخ عباس قمی موصوف نے اپنی تصنیف "تحفۃ الاحباب" میں عمر نامی اسماء کے تحت زین العابدین کے لڑکے عمر الاشرف کا ذکرِ خیر کیا ہے اور بڑی مدح و ثنا کے ساتھ تذکرہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ (عمر) از فضلائے تابعین و جلیل القدر

صاحب ورع و والی صدقات پیغمبرؐ و امیر المومنینؓ بوده ... الخ "
(تحفۃ الاحباب ص ۲۵۷ ـ تحت اسماء عُمر ـ طبع طہران)

الختام بالخیر

کتاب "رُحماء بینہم" کے فاروقی حصہ کو یہاں ختم کیا جاتا ہے ـ یہ کتاب ہٰذا کا دوسرا حصہ ہے ـ

ناظرین باتمکین کی خدمت میں مکرّر گذارش کی جاتی ہے کہ رسالہ ہٰذا کے اختتام پر اس حصہ کے تمام مضامین پر اجمالی نظر کر لی جائے ـ کُل پانچ باب تھے ـ پھر ہر ایک باب میں کسی جگہ دو فصل اور کہیں چہار فصل اور بعض جگہ پانچ فصل تجویز کیے گئے تھے ـ اس طرح کل سترہ ۱۷ فصول میں یہ مختلف و متنوّع عنوانات مکمّل کیے گئے ہیں ـ

حضرت سیّدنا عُمر بن الخطاب رضؓ کے مابین اور حضرت علیؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کی اولاد شریف کے درمیان جو تعلقات و روابط سرِدست دستیاب ہُوئے وہ ذکر کیے ہیں ـ

تعلقات ہٰذا کا نہ استیعاب مقصود تھا نہ ہی ہو سکا ہے ـ یہ مسئلہ بڑا وسیع ہے اور تمام کتابیں بھی دستیاب نہیں اور جو کتب میسّر ہیں ان کا بالاستیعاب دیکھنا بھی کارے دارد ہے صرف اپنے شوق کی حد تک یہ چند چیزیں جمع کی ہیں (تقبلّہا اللہ تعالیٰ منّا) ـ گویا خداوند قدّوس کے فرمان" رحماء بینہم " کا ایک عملی و علمی نمونہ پیش خدمت کر دیا ہے ـ بزرگانِ دین و اکابرین اُمّت کے متعلق یہ ادنیٰ خدمت اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ان کے اقدامِ طیّبہ میں ہمارا حشر و نشر کر دے اور ان کی معیّتِ اُخروی نصیب فرما دے تو یہ اس کا احسانِ عظیم اور لُطفِ عمیم ہو گا ـ

اس کے بعد اس کا تیسرا حصہ عثمانی ہو گا ـ مالک کریم اپنی نصرتِ خاصہ سے بہرہ ور

فرمائے تو اتمام ہو سکتا ہے۔

وھو المستعان وعلیہ التکلان صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ وصفوۃ مخلوقہٖ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

ناچیز: محمد نافع عفا اللہ عنہ جامع محمدی شریف ضلع جھنگ

مراجع برائے کتاب رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ حصّہ دوم (فاروقی)

نامِ کتاب	سنِ وفات صاحبِ کتاب
۱ ۔ مؤطا امام مالکؒ	۱۷۹ ھ
۲ ۔ کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ	۱۸۲ ھ
۳ ۔ کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ	۱۸۲ ھ
۴ ۔ کتاب الآثار لامام محمدؒ	۱۸۹ ھ
۵ ۔ کتاب الحجۃ لامام محمدؒ	۱۸۹ ھ
۶ ۔ کتاب الخراج لیحیٰی ابن آدم القرشی	۲۰۳ ھ
۷ ۔ المُصَنَّف لعبدالرزاق بن ہمام (۱۱ جلد)	۲۱۱ ھ
۸ ۔ مُسْنَد حمیدی للحافظ ابی بکر عبداللہ الزبیر	۲۱۹ ھ
۹ ۔ کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام	۲۲۴ ھ
۱۰ ۔ غریب الحدیث لابی عبید القاسم بن سلام، ۴ جلد	۲۲۴ ھ
۱۱ ۔ السُّنَن لسعید بن منصور	۲۲۷ ھ
۱۲ ۔ طبقات لمحمد ابنِ سعد (۸ جلد) طبع لیدن	۲۳۰/۲۳۵ ھ
۱۳ ۔ المصنف لابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	۲۳۵ ھ
۱۴ ۔ کتاب نسب قریش لابی عبداللہ المصعب بن عبداللہ بن مصعب الزبیری (الزبیری)	۲۳۶ ھ
۱۵ ۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط (ابوعمرو) ۔ ۲ جلد	۲۴۰ ھ
۱۶ ۔ المُسْند لامام احمد بن حنبلؒ، ۶ جلد معہ منتخب کنز العمال ۔	۲۴۱ ھ

۱۷ - کتاب المحبّر لابی جعفر محمد بن حبیب بن امیہ بغدادی ۔ ۲۴۵ھ

۱۸ - تاریخ کبیر لامام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (۸ جلد) ۲۵۶ھ

۱۹ - تاریخ صغیر " " " " (طبع ہند) ۲۵۶ھ

۲۰ - الصحیح لامام محمد بن اسماعیل بخاری، طبع نور محمدی ۔ ۲۵۶ھ

۲۱ - الصحیح لامام مسلم بن حجاج القشیری (طبع نور محمدی) ۲۶۰ھ

۲۲ - السنن لابن ماجہ (ابو عبداللہ محمد بن یزید ماجہ) ۲۷۳/۲۷۵ھ

۲۳ - کتاب المراسیل لابی داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، ۲۷۵ھ

۲۴ - جامع ترمذی لابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۵/۲۷۹ھ

۲۵ - سنن ابی داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۷۵ھ

۲۶ - المعارف لابن قتیبہ (ابو محمد عبداللہ بن مسلم
بن قتیبہ الکاتب الدینوری) ۲۷۶ھ

۲۷ - انساب الاشراف احمد بن یحییٰ بلاذری (مطبوعہ ۱۹۵۹ء) ۲۷۷/۲۷۹ھ

۲۸ - فتوح البلدان " " " (سن طباعت ۱۹۵۹ء) " ھ

۲۹ - کتاب قیام اللیل وقیام رمضان للشیخ محمد بن نصر المروزی ۲۹۴ھ

۳۰ - مسند ابی یعلیٰ احمد بن علی الموصلی (قلمی پیر گوٹھ سندھ) ۳۰۷ھ

۳۱ - تاریخ ابن جریر طبری محمد بن جریر ابی جعفر الطبری ۳۱۰ھ

۳۲ - کتاب الکنیٰ والاسماء لابی بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی ۳۱۰ھ

۳۳ - شرح معانی الآثار لابی جعفر احمد بن محمد بن سلامت الطحاوی ۳۲۱ھ

۳۴ - کتاب الامالی لابی قاسم عبدالرحمٰن بن اسحاق الذجاجی ۳۴۰ھ

۳۵ - السنن لدارقطنی ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی ۳۸۵ھ

۳۶ - المستدرک للحاکم ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری ۴۰۵ھ

۳۷ - حلیۃ الاولیاء لابی نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (۱۰ جلد) ۴۳۰ھ

۳۸ - فضائل ابی بکر الصدیقؓ لابی طالب محمد بن علی بن الفتح الحربی العشاری
(معہ رسائل اخر، شرح ثلاثیات البخاری وغیرہ) ۴۴۶ھ

۳۹ - کتاب جمہرۃ انساب العرب لابی محمد علی بن احمد بن سعید
المعروف ابن حزم الظاہری الاندلسی ۴۵۶ھ

۴۰ - السنن الکبریٰ لابی بکر احمد بن حسین البیہقی (۱۰ جلد) ۴۵۸ھ

۴۱ - الاستیعاب لابن عبدالبر ابی عمرو یوسف بن عبدالبر النمری
معہ الاصابہ لابن حجر (۴ جلد) ۴۶۳ھ

۴۲ - کتاب الکفایہ فی علم الروایہ خطیب بغدادی ۴۶۳ھ

۴۳ - کتاب التمہید لابن عبدالبر ۴۶۳ھ

۴۴ - جامع بیان العلم لابن عبدالبر ۴۶۳ھ

۴۵ - اصول فخر الاسلام بمعہ شرح کشف الاسرار علی بن محمد البزدوی ۴۸۲ھ

۴۶ - اصول سرخسی لشمس الائمہ لابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی ۴۸۳/۴۹۰ھ

۴۷ - المناقب للامام اعظم للموفق بن احمد المکی ۵۶۸ھ

۴۸ - شرح السُّنہ لامام البغوی ابی محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی ۵۱۶ھ

۴۹ - تلخیص ابن عساکر لابن بدران ۵۷۱ھ

۵۰ - تاریخ عمر بن الخطاب لابن جوزی ابوالفرج بن جوزی ۵۹۷ھ

۵۱ - اسد الغابہ لابن اثیر الجزری (محمد بن محمد بن عبدالکریم الشہیر عز الدین ۶۳۰ھ

۵۲ - التاریخ الکامل لابن اثیر الجزری ۶۳۰ھ

۵۳ - مقدمہ ابن صلاح ابوعمرو عثمان بن صلاح شہرزوری ۶۴۳ھ

۵۴ - جامع مسانید امام اعظم للقاضی خوارزمی (ابوالموید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی - ۶۶۵ھ

۵۵ - ریاض النضرہ لمحب الطبری (لابی جعفر احمد محب الطبری) ۶۹۴ھ

۵۶ - تفسیر مدارک لابی البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی ۷۰۱ھ

۵۷ - الفتاوی الکبری للحافظ ابن تیمیہ الحرانی ۷۲۸ھ

۵۸ - تفسیر غرائب القرآن لنظام الدین حسن بن محمد بن حسین القمی النیشا پوری ۷۳۰ھ

۵۹ - مشکوٰۃ المصابیح ولی الدین خطیب تبریزی - سن تالیف ۷۳۷ھ

۶۰ - تفسیر بحر المحیط لاثیر الدین ابی عبداللہ محمد بن یوسف ابی حیان اندلسی ۷۴۵/۷۵۴ھ

۶۱ - تذکرۃ الحفاظ شمس الدین ابی عبداللہ بن عثمان الذہبی ۷۴۸ھ

۶۲ - سیر اعلام النبلاء للذہبی (۲۳ جلد) ۷۴۸ھ

۶۳ - الباعث الحثیث لابن کثیر عماد الدین ابی الفدا الدمشقی ۷۷۴/۷۷۵ھ

۶۴ - تفسیر لابن کثیر عماد الدین دمشقی ۷۷۴/۷۷۵ھ

۶۵ - البدایہ والنہایہ لابن کثیر عماد الدین دمشقی (۱۴ جلد) ۷۷۴/۷۷۵ھ

۶۶ - مجمع الزوائد لنور الدین الہیثمی (۱۰ جلد) ۸۰۷ھ

۶۷ - المناقب للامام اعظم للشیخ محمد بن محمد بن شہاب الکردی ۸۲۷ھ

۶۸ - لسان المیزان للحافظ ابن حجر ابی الفضل احمد بن علی العسقلانی (۶ جلد) ۸۵۲ھ

۶۹ - تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی (۱۲ جلد) ۸۵۲ھ

۷۰ - کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف للشیخ برہان الدین بن موسیٰ الطرابلسی ۹۰۵ھ

۷۱ - وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ (علامہ نور الدین السمہودی) ۹۱۱ھ

۷۲ - تاریخ الخلفاء للسیوطی (جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ

۷۳ - تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ لعلی بن محمد بن عراق الکنانی ۹۶۳ھ

۷۴ - الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی (شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی) ۹۷۳/۹۷۵ھ

۷۵ - کنز العمال (طبع اول) علی متقی الہندی (۸ جلد) ۹۷۵ھ

۷۶ ۔ کشف الظنون از حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ کاتب چلپی۔ ۱۰۶۷/۱۰۶۸ھ

۷۷ ۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ) ۱۱۷۶ھ

۷۸ ۔ نبراس شرح شرح عقائد (مولانا عبدالعزیز پرہاروی) ۱۲۳۹ھ

۷۹ ۔ تحفہ اثنا عشریہ (مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ) ۱۲۳۹ھ

۸۰ ۔ روح المعانی (سید محمود آلوسی) ۱۲۷۰ھ

کتب شیعہ استفادہ نمودہ برائے رحماء بینہم حصہ دوم (فاروقی)

سن وفات	نام کتاب و مصنف
۲۵۶/۲۵۸ھ	۱ - تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی)
۲۸۲ھ	۲ - اخبار الطوال للدینوری، ابی حنیفہ احمد بن داؤد
ق قرن الثالث)	۳ - قرب الاسناد (عبداللہ بن جعفر الحمیری ابو العباس القمی)
۳۲۹ھ	۴ - اصول کافی (محمد بن یعقوب کلینی رازی)
۳۲۹ھ	۵ - فروع کافی (〃 〃 〃 〃)
۳۴۶ھ	۶ - مروج الذہب لابی الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی)
۳۸۱ھ	۷ - علل الشرائع - (شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی)
۳۸۱ھ	۸ - معانی الاخبار (〃 〃 〃 〃 〃 〃)
ق قرن رابع)	۹ - رجال کشی (ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی)
۴۰۴ھ	۱۰ - نہج البلاغہ متن (شیخ سید شریف الرضی ابو الحسن محمد بن ابی احمد الحسین
۴۰۶ھ	۱۱ - تنزیہ الانبیاء (سید مرتضیٰ علم الہدیٰ)
۴۰۶ھ	۱۲ - کتاب الشافی (〃 〃) معہ تلخیص الشافی للطوسی
۴۱۳ھ	۱۳ - ارشاد شیخ مفید - (محمد بن نعمان المفید)
۴۶۰ھ	۱۴ - الامالی (شیخ ابو جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ)
۴۶۰ھ	۱۵ - تہذیب الاحکام - شیخ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی
۴۶۰ھ	۱۶ - الاستبصار 〃 〃 〃 〃 〃
۵۴۸ھ	۱۷ - احتجاج طبرسی، (شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی)

۱۸ - مناقب خوارزمی (اخطب خوارزم الموفق بن احمد بن محمد البکری المکی) ۵۶۸ھ

۱۹ - مناقب ابن شہر آشوب (محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی) ۵۸۸ھ

۲۰ - شرح نہج البلاغہ حدیدی (ابو حامد عبد الحمید بن بہاؤ الدین محمد المدائنی بن ابی الحدید) ۶۵۶ھ

۲۱ - شرح نہج البلاغہ (لابن میثم) (کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی) - ۶۷۹ھ

۲۲ - کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ (علی بن عیسٰی اربیلی) معہ ترجمۃ المناقب فارسی - ۶۸۷ھ

۲۳ - عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب (سید جمال الدین ابن عنبہ) ۸۲۸ھ

۲۴ - معالم الاصول (شیخ جمال الدین ابو منصور حسن بن زین الدین) ۱۰۱۱ھ

۲۵ - احقاق الحق - (قاضی نور اللہ شوستری مرعشی) ۱۰۱۹ھ

۲۶ - مجالس المومنین - (" " " ") ۱۰۱۹ھ

۲۷ - بحار الانوار - (ملا باقر مجلسی) ۱۱۱۱ھ

۲۸ - جلاء العیون (" " " ") ۱۱۱۱ھ

۲۹ - حیات القلوب (" " " ") ۱۱۱۱ھ

۳۰ - حق الیقین - (ملا باقر مجلسی) ۱۱۱۱ھ

۳۱ - حملہ حیدری (مرزا رفیع باذل ایرانی) تاریخ تالیف: ۱۱۱۹ھ

۳۲ - الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ (شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی) ۱۲۹۱ھ

۳۳ - ناسخ التواریخ (مرزا محمد تقی لسان الملک (۱۴ جلد) ۱۲۹۷ھ

۳۴ - تاریخ طراز مذہب مظفری (صدی سیزدہم)

۳۵ - تنقیح المقال - (عبد اللہ المامقانی) (" " ")

۳۶ - تتمۃ المنتہی - (شیخ عباس القمی) ۱۳۵۹ھ

۳۷ - تحفۃ الاحباب (" " ") ۱۳۵۹ھ

کتب شیعہ استفادہ نمودہ برائے رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ حصّہ دوم (فاروقی)

سنِ وفات	نام کتاب و مصنف
۲۵۶/۲۵۸ھ	۱ - تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی)
۲۸۲ھ	۲ - اخبار الطوال للدینوری، ابی حنیفہ احمد بن داؤد
(قرن الثالث)	۳ - قرب الاسناد (عبداللہ بن جعفر الحمیری ابو العباس القمی)
۳۲۹ھ	۴ - اصول کافی (محمد بن یعقوب کلینی رازی)
۳۲۹ھ	۵ - فروع کافی (" " ")
۳۴۶ھ	۶ - مروج الذہب لابی الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی)
۳۸۱ھ	۷ - علل الشرائع - (شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی)
۳۸۱ھ	۸ - معانی الاخبار (" " " " " ")
(قرن رابع)	۹ - رجال کشی (ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی)
۴۰۴ھ	۱۰ - نہج البلاغہ متن (شیخ سید شریف الرضی ابو الحسن محمد بن ابی احمد الحسین
۴۰۶ھ	۱۱ - تنزیہ الانبیاء (سید مرتضیٰ علم الہدیٰ)
۴۰۶ھ	۱۲ - کتاب الشافی (" " ") معہ تلخیص الشافی للطوسی
۴۱۳ھ	۱۳ - ارشاد شیخ مفید - (محمد بن نعمان المفید)
۴۶۰ھ	۱۴ - الامالی (شیخ ابو جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ)
۴۶۰ھ	۱۵ - تہذیب الاحکام - شیخ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی
۴۶۰ھ	۱۶ - الاستبصار - " " " " "
۵۴۸ھ	۱۷ - احتجاج طبرسی، (شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی)

۱۸ - مناقب خوارزمی (اخطب خوارزم الموفق بن احمد بن محمد البکری المکی) ۵۶۸ھ

۱۹ - مناقب ابن شہر آشوب (محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی) ۵۸۸ھ

۲۰ - شرح نہج البلاغہ حدیدی (ابو حامد عبد الحمید بن بہاؤ الدین محمد المدائنی بن ابی الحدید) ۶۵۶ھ

۲۱ - شرح نہج البلاغہ (لابن میثم) (کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی) - ۶۷۹ھ

۲۲ - کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ (علی بن عیسٰی اربیلی) معہ ترجمۃ المناقب فارسی - ۶۸۷ھ

۲۳ - عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب (سید جمال الدین ابن عنبہ) ۸۲۸ھ

۲۴ - معالم الاصول (شیخ جمال الدین ابو منصور حسن بن زین الدین) ۱۰۱۱ھ

۲۵ - احقاق الحق - (قاضی نور اللہ شوستری مرعشی) ۱۰۱۹ھ

۲۶ - مجالس المومنین - (" " " ") ۱۰۱۹ھ

۲۷ - بحار الانوار ، (ملا باقر مجلسی) ۱۱۱۱ھ

۲۸ - جلاء العیون (" " " ") ۱۱۱۱ھ

۲۹ - حیات القلوب (" " ") ۱۱۱۱ھ

۳۰ - حق الیقین - (ملا باقر مجلسی) ۱۱۱۱ھ

۳۱ - حملہ حیدری (مرزا رفیع باذل ایرانی) تاریخ تالیف : ۱۱۱۹ھ

۳۲ - الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ (شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی) ۱۲۹۱ھ

۳۳ - ناسخ التواریخ (مرزا محمد تقی لسان الملک ۱۴ جلد) ۱۲۹۷ھ

۳۴ - تاریخ طراز مذہب مظفری (صدی سیزدہم)

۳۵ - تنقیح المقال - (عبد اللہ المامقانی) (" " ")

۳۶ - تتمۃ المنتہی - (شیخ عباس القمی) ۱۳۵۹ھ

۳۷ - تحفۃ الاحباب (" " ") ۱۳۵۹ھ

۳۸۔ منتہی الآمال۔ (شیخ عباس القمی) ۱۳۵۹ھ

۳۹۔ شرح نہج البلاغۃ (ترجمہ فارسی) فیض الاسلام سید علی نقی) سن تالیف ۱۳۶۲ھ

۴۰۔ ترجمہ مصائب النواصب (فارسی) مصنف قاضی نور اللہ،
مترجم مرزا محمد علی رشتی۔ } ۱۳۲۴ھ

۴۱۔ فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ (مولوی امیر دین حکیم۔ مولوی
محمد علی جھنگوی) } صدی چہاردہم

"رُحَمَآءُ بَیْنَهُم"

(جلد اوّل حصّہ صدیقی)

کتاب "رُحَمَآءُ بَیْنَهُم" کی دوسری جلد (حصّہ فاروقی) آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔
اس کتاب کی پہلی جلد حصہ صدّیقی، صُوری و معنوی جملہ خوبیوں سے آراستہ شائع ہو چکی ہے۔ جس میں خلیفۂ اوّل سیّدنا صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خانوادۂ نبوت، حضرت علیؓ، حسنین شریفین اور دیگر افرادِ اہل بیت کے ساتھ حُسنِ سلوک، حقوق کی ادائیگی، باہمی بہترین مراسم اور عمدہ تعلقات کو جامع و مانع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اہلِ سنت کی ۹۲ کتب اور اہلِ تشیّع کی ۶۴ کتب سے استفادہ کردہ کتاب اہلِ قرابت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم اور صدّیقِ اکبرؓ کے باہمی حسنِ تعاون و حُسنِ معاملت پر اپنے انداز کی پہلی کتاب ہے۔

عبارت سادہ عام فہم، اندازِ بیان مُثبت اور مصلح جویانہ۔ حوالہ کی ہر کتاب کی اصل عبارت اور ترجمہ اس خوبی کے ساتھ دیا گیا ہے کہ مطالعہ سے بے شمار شکوک و شبہات خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔

عمدہ کاغذ، آفسٹ طباعت، طلائی جلد سے مزیّن

ضخامت: ۴۶۴ صفحات

قیمت صرف:- ۲۵ روپے

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

(جلد سوم حصہ عثمانی)

اس کتاب کی تیسری جلد حصہ عثمانی ہے۔ جس میں خلیفۂ سوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت علی المرتضیٰ اور خانوادۂ نبوت نیز بنو ہاشم کے ساتھ حسنِ مراسم اور نسبی تعلقات بیان کیے گئے ہیں۔ اور عثمانی دورِ خلافت میں ان حضرات کے ساتھ کس قدر حسنِ سلوک روا رکھا گیا ہے۔ اور ان حضرات کی طرف سے امورِ خلافت میں کس قدر تعاون رہا ہے۔ نیز خاندانی تعلقات کس قدر گہرے تھے۔

ایسے بے شمار واقعات قدیم و جدید کتبِ اہلِ سنت اور کتب شیعہ نیز انساب اور تاریخ کی کتابوں سے جمع کیے گئے ہیں۔ مزید برآں ان مطاعن کے تحقیقی جوابات دیے گئے ہیں جن کا سیدنا عثمان غنیؓ کی طرف غلط انتساب کیا گیا ہے۔ عنقریب یہ حصہ بھی صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ شائع ہونے والا ہے۔

حدیثِ ثقلین

اس کے ساتھ ہی فاضل مصنف کی دوسری تصنیف حدیثِ ثقلین کا دوسرا ایڈیشن اب آفسٹ طباعت پر شائع کیا جا رہا ہے۔ حدیث ترکت فیکم الثقلین . . . . کی تحقیقی تشریح ہے۔ یہ ان لوگوں کی عجمی سازش کو بے نقاب کرنے کی کامیاب کوشش ہے جو سنت کے بالمقابل امامت کو مرکز قرار دیتے ہیں اور اس حدیث کو خلافت بلافصل میں بطور استدلال پیش کرتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گا کہ تشریعِ اسلامی کا مرکز و محور سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ

تالیف: حضرت مولانا محمد نافع صاحب

مکتبہ بکس لاہور

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ ——— (سورۃ فتح)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو اُن کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں۔

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

(مہربان اندر میانِ خود ——— شاہ ولی اللہؒ)

(رحمدل ہیں درمیان اپنے ——— شاہ رفیع الدینؒ)

حصّہ سوم (عثمانی)

اس میں

خلیفہ ثالث حضرت سیّدنا عثمانؓ اور حضرت سیّدنا علی المرتضیٰؓ اور اُن کے خاندان کے درمیان نسبی روابط اور دیگر مراسم اور تعلقات جدید انداز میں پیش کیے گئے ہیں جو قبل ازیں اس دور میں سامنے نہیں آسکے ——— یہ حصہ سوم سابق حصص کی طرح پانچ ابواب پر مشتمل ہے، اور جدت مضامین کے اعتبار سے قابلِ ملاحظہ ہے۔

تالیف: حضرت مولانا محمد نافع صاحب

مکتبہ بکس ۵- بخش سٹریٹ، بیرون موری دروازہ، لاہور

مصنّف : ——— حضرت مولانا محمّد نافع صاحب

ناشر : ——— محمد ذاکر اکیڈمی

مطبع : ——— زاہد بشیر پرنٹرز لاہور

کاتب : ——— محمد صدیق چاہ میراں، لاہور

اشاعتِ اوّل ——— جولائی ۱۹۷۹ء (۱۳۹۹ھ) ——— ۲۰۰۰

اشاعت دوم ۵۰۰

قیمت ۳۵/۰۰ روپے

فہرست مضامین

باب اوّل

(خاندانی و نسبی تعلّقات)

یہاں سات عدد رشتے درج ہونگے

دوم :

سوم :

باب دوم

باب سوم

باب چہارم

باب ہٰذا کا اجمالی نقشہ چھ عنوانات کی شکل میں

۱- عنوانِ اوّل:

۲۔عنوانِ دوم

۳۔عنوانِ سوم

۴۔ عنوانِ چہارم

۵۔ عنوان پنجم

باب پنجم

مراجع کتب شیعہ برائے کتاب "رحماء بینہم" حصہ سوم عثمانی

نمبر شمار	نام کتاب	سن وفات صاحبِ کتاب
۱	تاریخ یعقوبی از احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی	سنہ ۲۵۶ھ / ۲۵۸ سنہ ۲۸۴ھ
۲	قرب الاسناد از عبداللہ بن جعفر الحمیری	(القرن الثالث)
۳	مقاتل الطالبیین از ابوالفرج علی بن حسین بن محمد الاصفہانی صاحب الاغانی۔	سن تالیف سنہ ۳۱۳ھ
۴	کتاب الروضہ (مع الفروع الکافی) جلد ثالث	سنہ ۳۲۹ھ
۵	التنبیہ والاشراف للمسعودی (طبع مصر) از ابوالحسن علی بن الحسین بن علی مسعودی	سنہ ۳۴۵ھ / ۳۴۶
۶	مروج الذہب للمسعودی ابوالحسن علی بن الحسین بن علی مسعودی	سنہ ۳۴۶ھ
۷	معانی الاخبار للشیخ الصدوق ابن بابویہ القمی	سنہ ۳۸۱ھ
۸	"رجال کشی" طبع قدیم بمبئی / طبع جدید طہران از ابوعمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی	(القرآن الرابع)
۹	نہج البلاغۃ طبع مصر از شیخ سید شریف الرضی ابی الحسن محمد بن ابی احمد الحسین۔	سنہ ۴۰۴ھ
۱۰	الارشاد للشیخ المفید (محمد بن نعمان المفید)	سنہ ۴۱۳ھ
۱۱	الامالی للشیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفۃ الطوسی	سنہ ۴۶۰ھ
۱۲	احتجاج طبرسی طبع قدیم ایران از شیخ ابی منصور احمد بن علی الطبرسی۔	سنہ ۵۴۸ھ

١٣ - المناقب للخوارزمی (اخطب خوارزم الموفق بن احمد بن محمد البکری المکی — سنہ ۵۶۸ھ

١٤ - المناقب لابن شہر آشوب طبع ہندوستان از محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی — سنہ ۵۸۸ھ

١٥ - حدیدی شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید (از ابو حامد عبد الحمید بن بہاؤ الدین محمد المدائنی — سنہ ۶۵۶ھ

١٦ - شرح نہج البلاغہ لابن میثم البحرانی (از کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی — سنہ ۶۷۹ھ

١٧ - کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ از علی بن عیسیٰ الاربلی - سن تالیف سنہ ۶۸۷ھ

١٨ - حواشی عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب سید جمال الدین بن عنبہ — سنہ ۸۲۸ھ

١٩ - بحار الانوار از ملا باقر مجلسی — سنہ ۱۱۱۱ھ

٢٠ - حیات القلوب از ملا باقر مجلسی (طبع نول کشور لکھنؤ) — سنہ ۱۱۱۱ھ

٢١ - جلاء العیون لملا باقر مجلسی — سنہ ۱۱۱۱ھ

٢٢ - الدرۃ النجفیہ (شرح نہج البلاغہ) از شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی — سنہ ۱۲۹۱ھ

٢٣ - ناسخ التواریخ از لسان الملک مرزا محمد تقی وزیر اعظم سلطان ناصر الدین قاچار شاہ ایران — سنہ ۱۲۹۷ھ

٢٤ - تنقیح المقال للشیخ عبد اللہ مامقانی — سنہ ۱۳۰۰ھ

٢٥ - تحفۃ الاحباب فی نوادر آثار الاصحاب للشیخ عباس القمی — سنہ ۱۳۵۹ھ

٢٦ - منتہی الآمال للشیخ عباس القمی — سنہ ۱۳۵۹ھ

٢٧ - ترجمہ و شرح فارسی فیض الاسلام (طبع طہران) سید علی نقی) - سن تالیف سنہ ۱۳۶۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلحمد للّٰہ ربّ العٰلمین ۔ الرَّحمٰن الرَّحیم ۔ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد الاوّلین والآخرین امام الرسل وخاتم النبیّین وعلیٰ آلہ الطیّبین و بناتہ الاربعۃ الطاھرات وازواجہ المطھّرات واصحابہ المزکّین المنتخبین وعلیٰ سائر اتباعہ باحسانٍ الیٰ یوم الدّین وعلیٰ جمیع عباد اللّٰہ الصالحین ۔ رضوان اللّٰہ علیھم اجمعین ۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد بندۂ ناچیز محمد نافع بن مولانا عبدالغفور بن مولانا عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہم ساکن قریہ محمّدی (متصل جامعہ محمّدی شریف) ضلع جھنگ غربی پنجاب (پاکستان) عرض کرتا ہے کہ کتاب "رُحَمَاءُ بَیْنَھُم" کا یہ سوم حصّہ (عثمانی) ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے ۔

۱ ۔ اس میں خلیفۂ ثالث حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کے درمیان خوشگوار تعلقات اور باہمی احترام و اکرام کے مراسم ایک ترتیب سے ذکر کیے گئے ہیں ۔

۲ ۔ اور دَورِ ہٰذا کی ضرورت کے تحت بعض مطاعن عثمانی (یعنی مسئلہ اقرباء نوازی) کے جوابات بھی تالیف کیے گئے ہیں جنہیں مستقل تصنیف کی شکل میں عنقریب پیش کیا جائیگا ۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

۳ ۔ سابقہ حصص (صدیقی ۔ فاروقی) کی طرح یہاں بھی پانچ ابواب میں مضامین مندرجہ کو مرتّب کیا گیا ہے ۔ پانچ۵ کے عدد کو محبوب رکھنے والے احباب کے لیے گویا فرحت کا سامان پیدا کر دیا ہے ۔

۴ ــــ قبل ازیں بھی ذکر کر دیا ہے کہ کتاب ہٰذا کے ذریعہ بحث و مباحثہ مقصود نہیں اور نہ ہی ہمیں کسی جوابی کارروائی کا انتظار ہو گا۔ یہاں ان حضرات کا باہمی قرب اور تعلق پیش کرنا منظور ہے۔ جیسا کہ کتاب اللہ نے اِس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے۔

۵ ــــ دینی مسائل میں افراط و تفریط آجکل ترقی پذیر ہے۔ حدود سے تجاوز کا دَور دَورہ ہے۔ اس وقت کی اہم ضرورت ہے کہ صحابہ کرامؓ کے "صحیح مقام" کو سلف صالحین کے طریقہ پر محفوظ و ملحوظ رکھا جائے اور کتاب و سُنّت کی روشنی میں ان کی اِتّباع کو زندگی کا نصب العین بنایا جائے۔ یہی چیز آخرت میں مُوجب نجات ہو گی۔

۶ ــــ ناظرینِ کرام مندرجہ واقعاتِ کتاب ہٰذا کو ایک ایک کر کے ملاحظہ فرما کر غور کریں کہ سیّدنا عثمانؓ بن عفان اور سیّدنا علیؓ ایک دوسرے کے کتنے قریب تھے؟ ایک دوسرے کو کیسا سمجھتے تھے؟ عملی زندگی میں اُن کا باہم کیا طرزِ عمل تھا؟ ایک کا رویّہ دوسرے کے حق میں کیسا تھا؟ ابتداء سے لے کر انتہا تک ان کا باہمی معاشرتی سلوک ہمیں کیا سبق دیتا ہے؟

ان عنوانات کو سامنے رکھ کر کتاب ہٰذا کا مطالعہ فرما دیں۔ ان بزرگوں کے متعلق پیدا کردہ شکوک و شبہات خود بخود مندفع ہو جائیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

مختصر تمہیدات

۱ ــــ "تعلّقات" کے ان مضامین کی حقانیت وصداقت پر ہمارا اصل استدلال قرآن مجید سے ہے۔ اللہ کی کتاب نے صراحۃً بیان فرما دیا ہے کہ نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے مابین "اخوّتِ دینی" اور "اسلامی برادری" کا رشتہ ہمیشہ سے قائم ہے۔

ــــ باقی روایات و تاریخی واقعات وغیرہ جو کچھ بھی ہم اس باب میں ذکر کریں گے، وہ سب نصِ قرآنی کی تائید و تصدیق کے طور پر درج کریں گے۔

۲ ــــ جب اس مسئلہ کے لیے اصل دلیل کتاب اللہ سے ہے۔ تو استدلال کے مقام میں وہی روایات لائق اعتماد ہونگی جو "نصوصِ قرآنی" و "سُنّتِ مشہورہ" کے برخلاف نہ ہوں۔

اور اس کے برعکس جن روایات میں ان بزرگوں کے درمیان تنازعات اور مناقشات کے نقشے کھینچے گئے ہیں۔ وہ تمام تر ذخیرے یہاں معارضے کے مقام میں مفید نہ ہوں گے اور ان سے استدلال کرنا درست نہ ہوگا۔

قبولِ روایت کے متعلق اہل السُّنّۃ کے چند ضوابط

۱ ـــــ خطیب بغدادیؒ نے کتاب "الکفایہ فی علم الروایہ" صفحہ ۴۳۰ میں اس مضمون کی ایک باسند روایت ابوہریرہؓ سے نقل کی ہے۔

"عن ابی ھُرَیرۃ عن النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم انّہ قال سیأتیکم عنّی احادیث مختلفۃ فما جاءکم مُوافقًا لکتاب اللہ وسنّتی فھو منّی وما جاءکم مخالفًا لکتاب اللہ وسُنّتی فلیس منّی۔"

"یعنی حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ میری طرف منسُوب شُدہ مختلف قسم کی روایات عنقریب تمہارے پاس پہنچیں گی جو کتاب اللہ اور میری سُنّتِ (مشہورہ) کے مطابق ہوں وہ درست ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سُنّت کے معارض ہوں وہ صحیح نہیں ہوں گی۔"

اِس روایت کے ذریعہ واضح ہو گیا کہ احادیث کی کتابوں میں یا تواریخ میں یا فضائل ومناقب کی کتب میں کتاب وسُنّت کے برخلاف جو کچھ مواد پایا جائے وہ ہرگز التفات کے قابل نہیں۔

۲ ـــــ عُلمائے حدیث کے ہاں روایات کے باب میں ایک یہ قاعدہ بھی جاری و ساری ہے۔ جو فاضل ذہبیؒ نے "تذکرۃ الحفاظ" جلد اوّل صفحہ ۱۲ پر تذکرہ سیّدنا حضرت علیؓ میں درج کیا ہے پہلے حضرت علیؓ کا فرمان تحریر کیا ہے پھر اس پر اپنی طرف سے ناصحانہ تشریح ثبت

کی ہے۔ لکھتے ہیں:

عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ وَ دَعُوْا مَا یُنْکِرُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ یُّکَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ؟ (قال الذھبی) فَقَدْ زَجَرَ الْاِمَامُ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رِوَایَةِ الْمُنْکَرِ وَحَثَّ عَلَی التَّحْدِیْثِ بِالْمَشْهُوْرِ وَهٰذَا اَصْلٌ کَبِیْرٌ فِی الْکَفِّ عَنْ بَثِّ الْاَشْیَاءِ الْوَاهِیَةِ وَالْمُنْکَرَةِ مِنَ الْاَحَادِیْثِ فِی الْفَضَائِلِ وَالْعَقَائِدِ وَالرَّقَائِقِ۔"

(۱) تذکرۃ الحفاظ ص۱۲، ج ۱ للذہبی تذکرہ حضرت علیؓ، مطبوعہ حیدر آباد دکن۔

(۲) کنز العمال ص ۲۴۲، ج ۵، طبع اول (بحوالہ خط۔ فیہ) جلد خامس، کتاب العلم۔ آداب العلم متفرقہ۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا فرمان ہے کہ معروف و مشہور چیزیں بیان کیا کرو اور منکر یعنی معروف و مشہور کے خلاف باتیں عوام میں نہ ذکر کیا کرو۔ کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟ فاضل ذہبیؒ اس مرتضوی قول کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ ہمارے امام و مقتدیٰ علی المرتضیٰ نے ہمیں شاذ و منکر روایات کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اور مشہور و معروف چیزوں کے بیان کرنے میں رغبت دلائی ہے۔ اور بے سروپا و بے اصل روایات کے پھیلانے اور تشہیر کرنے سے روکنے کے لیے یہ شاندار قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ یہ روایات خواہ عقائد سے تعلق رکھتی ہوں یا فضائل اور ترغیبات کے باب سے ہوں، سب کی خاطر یہ قانون ضروری اور لازمی ہے۔

تسلیمِ روایت کے لیے

علمائے شیعہ کے قواعد

۱ —— امام محمد باقرؒ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا حجۃ الوداع والا خطبہ نقل فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام کا ارشاد ذکر کرتے ہیں۔

"فاذا اتاکم الحدیث فاعرضوہ علیٰ کتاب اللّٰہ عزّ وجلّ و سُنّتی فما وافق کتاب اللّٰہ و سُنّتی فخذوا بہ و ما خالفَ کتاب اللّٰہ و سُنّتی فلا تأخذوا بہ"۔

(احتجاج طبرسی، ص ۲۲۹، احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی علیہما السلام فی انواعِ شتیٰ، طبع قدیم۔ ایران)

حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سُنّت پر پیش کرو جو کتاب اللہ اور میری سُنّت کے موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو کتاب اللہ اور میری سُنّت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو اور اس پر عمل درآمد نہ کرو)۔

۲ —— مغیرہ بن سعید بڑا مکّار آدمی تھا۔ وہ امام باقرؒ کے نام سے بے شمار جعلی روایات چلایا کرتا تھا۔ امام جعفر صادقؒ مغیرہ بن سعید کی اس "تدلیس" اور "جعل سازی" کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں سے بطورِ نصیحت ایک فائدہ بیان فرماتے ہیں:

فاتقوا اللّٰہ ولا تقبلوا علینا ما خالف قول ربّنا تعالیٰ وسُنّۃ

نبیّنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم"

"یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف کرو، جو چیز کتاب اللہ اور سُنّتِ نبی علیہ السلام کے برخلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو"

(۱) رجال کشی تذکرہ مغیرہ بن سعید، ص ۱۴۶ طبع بمبئی قدیم

رجال کشی تذکرہ، مغیرہ بن سعید، ص ۱۹۵۔ طبع جدید تہران

(۲) تحفۃ الاحباب فی نوادر آثار الاصحاب للشیخ عباس القمی،

ص ۲۷۳۔ تحت مغیرہ بن سعید۔

تنبیہ - ان قواعد کے متعلق مزید تفصیل قبل ازیں "حصہ صدیقی" و "حصہ فاروقی" کی ابتدا میں درج کی جا چکی ہے۔ یہاں مختصراً بیان کیا ہے۔

اس کے بعد اصل کتاب کے مضامین کو شروع کیا جاتا ہے۔ باب اوّل میں نسبی روابط کا بیان ہے وہ ملاحظہ فرماویں۔

خاندانِ بنی ہاشم اور خاندانِ حضرت عثمانؓ

کی

رشتہ داریاں ——— ایک نظر میں

(۱) اَروٰی بنت کُریز بنت اُمِ حکیم البیضاء بنت عبد المطلب بن ہاشم

حضرت علیؓ کی پھوپھی زاد بہن ——— حضرت عثمانؓ کی ماں

(۲) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی — حضرت عثمانؓ کی زوجہ

(۳) حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی — حضرت عثمانؓ کی زوجہ

(۴) اُمِ کلثوم بنتِ عبد اللہ بن جعفر طیارؓ:

حضرت علیؓ کے بھتیجے کی صاحبزادی — حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے ابان کی بیوی

(۵) سکینہ بنت سیّدنا حسینؓ:-

حضرت علیؓ کی پوتی — حضرت عثمانؓ کے پوتے زید بن عمر کی بیوی۔

(۶) فاطمہ بنت سیّدنا حسینؓ:-

حضرت علیؓ کی پوتی — حضرت عثمانؓ کے پوتے عبد اللہ بن عمر کی بیوی

(۷) اُم القاسم بنتِ حسن مثنّٰی:-

حضرت سیّدنا حسن بن علیؓ کی پوتی — حضرت عثمانؓ کے پوتے مروان بن ابان کی بیوی۔

نوٹ:- نقشہ ہذا کی تفصیل باب اوّل میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب اوّل

خاندانی و نسبی تعلّقات

معاشرتی زندگی میں مضبوط تر تعلقات خاندانوں کے باہم نسبی روابط شمار کیے جاتے ہیں۔ ایک خانوادے کا دوسرے خانوادے کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق ہونا خوشگی کا پختہ مظاہرہ تصور کیا جاتا ہے۔ قبیلہ کا آپس میں رشتہ لینا دینا باہم یگانگت کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ نسبی مراسم قبائل میں ہمیشہ جاری رہتے ہیں۔ ان کے ذریعہ قبیلہ قبیلے کے قریب تر رہتا ہے اور ایک دوسرے کا کفو شمار کیا جاتا ہے۔ یہ معاشرہ کے فطری اصول ہیں۔ ہر باشعور انسان اور ذی تجربہ آدمی ان کو صحیح تصور کرتا ہے۔ بنا بریں اس مقام میں حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ اور حضرت علیؓ بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم کے مبارک خاندان کے بعض نسبی رشتے نقل کیے جاتے ہیں۔ اور اس مسئلہ کی تمہید میں حضرت علیؓ کا اپنا بیان نہج البلاغہ وغیرہ شیعہ تصانیف سے درج کیا جاتا ہے جو حضرت امیر معاویہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا اس میں حضرت علیؓ نے ان ہر دو خاندانوں کے باہم رشتہ لینے و رشتہ دینے کا اقرار کیا ہے اور باہم ایک کفو ہونے کو تسلیم کیا ہے اگرچہ واقعہ میں فرقِ مراتب موجود ہے۔

فرماتے ہیں کہ

..........لَمْ يَمْنَعْنَا قَدِيْمُ عِزِّنَا وَلَا عَادِىْ طَوْلِنَا عَلٰى قَوْمِكَ اَنْ خَلَطْنَاكُمْ بِاَنْفُسِنَا فَنَكَحْنَا وَاَنْكَحْنَا فِعْلَ الْاَكْفَاءِ۔

(نہج البلاغہ، طبع مصر، ج ۲، ص ۳۲ من کتاب لہٗ علیہ السلام الی معاویہؓ وھو من محاسن الکتب)

.... "یعنی آپ کی قوم پر ہمارے دیرینہ غلبہ نے ہم کو اس بات سے منع نہیں کیا کہ ہم آپ لوگوں کو اپنے (قبیلہ ہیں) ملائیں پس ہم نے (تم سے) نکاح کیے۔ اور تمہارے ساتھ اپنے اہل قبیلہ کے نکاح کر دیئے۔ جیسا کہ ہم کفو" و "ہم نسل" لوگ باہم رشتے لیتے دیتے ہیں۔"

حضرت علی المرتضیٰؓ کے مندرجہ بالا کلام کا فارسی ترجمہ شیعہ کے مشہور عالم سید علی نقی الملقب بہ "فیض الاسلام" نے اپنی شرح کے جزء پنجم صفحہ ۸۸۸، طبع طہران پر ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

"شرفِ کہن و بزرگی دیرین ما را با خویشاوندان تو منع نہ کرد از اینکہ شما را با خود؛ خلط نمودہ بیامیختیم و از شما زن گرفتیم و بشما زن دادیم چنانکہ اقران و مانند آں انجام می دہند۔"

(ترجمہ و شرح فارسی فیض الاسلام، ج ۵ ص ۸۸۸ تحت کلام مذکور)

ابن ابی الحدید شیعی شارح "نہج البلاغہ" نے عبارت مذکورہ کے تحت بنی عبد شمس اور بنی ہاشم ہر دو خاندانوں کے باہم چھ عدد رشتے ذکر کیے ہیں تفصیل مطلوب ہو تو حدیدی کو اس مقام سے ملاحظہ کر کے تسلی کی جا سکتی ہے۔

اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کے خاندانوں کے درمیان چند متعدد نسبی تعلقات اور رشتہ داریاں جو تاریخِ اسلام میں پائی جاتی ہیں، یہاں ان کو ایک ترتیب سے ذکر کیا جاتا ہے۔ امید ہے ناظرین کرام "تاریخی حقائق" کو ملاحظہ فرما کر بآسانی عمدہ نتائج مرتب فرمانے میں کوئی دشواری نہیں محسوس کریں گے۔

خاندان ہاشم و بنو امیہ میں رقابت کی حقیقت ماہنامہ الفرقان جولائی ۱۹۶۲ء جلد ۱۰ شمارہ ۷ الفرقان اگست ۱۹۶۲ء شمارہ ۸

مادرِ حضرت عثمانؓ بن عفّان کا رشتہ

(۱)

حضرت سیدنا عثمانؓ کا شجرۂ نسب اِس طرح ہے:

ابو عبد اللہ عثمانؓ ذو النورین بن عفانؓ بن ابی العاصؓ بن اُمیہؓ بن عبد شمسؓ بن عبد منافؒ۔

اور آپ کی والدہ کا نام اروٰی بنت کریز ہے۔ اور اروٰی کی والدہ (یعنی حضرت عثمانؓ کی نانی) کا نام امِ حکیم البیضاء بنت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان اگست ۱۹۶۲ء ستمبر ۱۹۶۲ء شمارہ ۸، ۹

اہلِ انساب و مشہور مؤرخین کی عبارات ذیل میں یہ رشتہ مذکور ہے طبقات ابنِ سعد میں اروٰی کے تذکرہ کے تحت جلد ہشتم صفحہ ۱۶۶ میں لکھا ہے کہ:

"اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی وامّہا ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی تزوّجہا عفان بن ابی العاص بن امیہ فولدت لہ عثمان وآمنۃ ابنی عفان . . . . واسلمت اروی بنت کریز وہاجرت الی المدینۃ بعد ابنتہا ام کلثوم بنت عقبۃ وبایعت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ولم تزل بالمدینۃ حتّٰی ماتت فی خلافۃ عثمان بن عفان۔"

(۱) طبقات ابن سعد، جلد ثامن صفحہ ۱۶۶، تذکرہ اروی طبع لیدن۔

(۲) تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۳۱ طبع نجف اشرف عراق۔

(۳) انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۱، طبع بغداد ذکر عثمان بن عفان۔

(۴) کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی، ص ۴۰۷۔ طبع حیدر آباد دکن۔

——— اور اُسد الغابہ لابن اثیر اور مستدرک حاکم میں رشتہ ہذا کو اس طرح ذکر کیا گیا ہے:-

"اُروی بنت کریز بن حبیب بن عبد شمس وھی ام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ و امہا ام حکیم وھی البیضاء بنت عبد المطلب عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماتت فی خلافۃ عثمان"

(۱) مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۹۶۔ طبع دکن۔

(۲) اُسد الغابہ لابن اثیر الجزری، ج ۵ ص ۱۹۱، باب النساء

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت اروی رضی جو کریز کی دختر ہیں ان کی ماں کا نام اُمّ حکیم البیضاء بنتِ عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ یہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمۂ محترمہ (یعنی پھوپھی) ہیں۔ حضرت اروی کے ساتھ عفان بن ابی العاص بن امیہ نے نکاح کیا عفان کا ایک لڑکا عثمان رضی اور ایک لڑکی آمنہ رضی متولد ہوئیں ...... اروی اسلام لائیں اور اپنی لڑکی امّ کلثوم بنت عقبہ کے بعد ہجرت کی اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت سے مشرف ہوئیں۔ ہمیشہ مدینہ میں مقیم رہیں۔ اپنے بیٹے عثمان بن عفان کی خلافت کے ایّام میں فوت ہوئیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن کل الصحابۃ اجمعین)۔

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عثمان کی نانی امّ حکیم البیضاء بنت عبد المطلب جو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ یہ حضرت نبی کریم کے والد شریف عبد اللہ بن عبد المطلب کی توأم تھیں (یعنی جڑواں تھی) اور ایک شکم سے پیدا شدہ تھیں "استیعاب" لابن عبد البر جلد چہارم تذکرہ اروی بنت عبد المطلب میں یہ تصریح موجود ہے۔ اربابِ تحقیق رجوع کر سکتے ہیں۔

یہ علم "تاریخ و انساب" کے تاریخی حقائق ہیں۔ تمام اہلِ علم شیعہ سنّی وغیرہما سب حضرات ان رشتوں کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ شیعہ کتاب نہج البلاغہ کی شرح میں ابن ابی الحدید شیعی معتزلی نے کئی مقامات میں لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کو "ابن خالی" (یعنی ماموں کے بیٹے) کے الفاظ سے حضرت عثمان رضی خطاب کرتے ہیں۔ مطالعہ کنندگانِ کتاب مذکور پر

یہ امر مخفی نہیں۔

چودھویں صدی کے شیعی مجتہد و عالم کبیر شیخ عباس قمی نے منتہی الآمال جلد اوّل فصل نہم باب احوال اقربا رسول خدا میں اس رشتہ کو بایں الفاظ درج کیا ہے ۔۔۔

۔۔۔۔۔" واما ام حکیم بنت عبد المطلب پس او زوجۂ کریز بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بودہ "

——غرضیکہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے اس رشتہ کو شیعہ و سنّی ارباب علم سب صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ رشتہ ہذا کے ذریعہ جو حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے نسبی تعلقات قائم ہیں ان کو ایک شکل میں یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

روابطِ نسبی

۱ —— ام حکیم البیضاء بنت عبد المطّلب بن ہاشم (جو حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والد شریف عبد اللہ کی توأم ہیں اور نبی کریمؐ کی عمّہ محترمہ (پھوپھی) ہیں اور حضرت علیؓ کی بھی عمّہ محترمہ ہیں) حضرت عثمانؓ کی سگی نانی ہیں۔

۲ —— یعنی عثمانؓ امّ حکیم بیضاء کے نواسے ہیں اور حضرت صفیہ بنت عبد المطّلب عمّہ النبیؐ کی بھانجی (یعنی خواہر زادی) کے بیٹے ہیں۔ اور حضرت صفیہؓ حضرت عثمانؓ کی ماں کی حقیقی خالہ ہیں۔

۳ —— حضرت علیؓ کے والد ابو طالب حضرت عثمان کی ماں کے ماموں ہیں اور حضرت عثمانؓ کی ماں (اروی) ان کی بھانجی ہے۔

۴ —— حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عثمانؓ کی ماں کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ اسی طرح حضرت جعفر طیّار و حضرت عقیلؓ بھی حضرت عثمانؓ کی ماں کے ماموں زاد بھائی ہیں۔

۵ ـــــ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ و جعفر طیارؓ و عقیلؓ کی پھوپھی زاد بہن (دارمی) کے لڑکے ہیں۔

۶ ـــــ حضرت عثمانؓ، حضرت سید الشہداء حمزہؓ و حضرت عباس بن عبد المطلب کی خواہر زادی (بھانجی) کے بیٹے ہیں۔

۷ ـــــ حضرت حمزہؓ و عباسؓ حضرت عثمانؓ کی والدہ (اروی) کے سگے ماموں ہیں جیسا کہ ابو طالب ماموں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے حضرت عثمانؓ کی والدہ بنی ہاشم کی نواسی ہیں یعنی ان کے ننہیال والے بنی ہاشم تھے اس بنا پر یہ رشتے حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے درمیان قائم دائم ہیں اور مزید چیزیں بھی جو اس سلسلہ میں قابلِ ذکر ہیں وہ بھی آرہی ہیں، انتظار فرمادیں۔ واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعضٍ کا مصداق ملاحظہ فرما کر امید ہے آپ مسرور ہونگے (انشاء اللہ)۔

سرور کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات کے ساتھ حضرت عثمانؓ کا رشتہ ذی النورینؓ (دامادی)

حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ و حضرت اُم کلثوم (جن کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہے) یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ بن عفان کے نکاح میں آئیں۔

اس دوہرے رشتہ کی بنا پر حضرت عثمانؓ کو اُمت نے "ذوالنورین" کے لقب سے یاد کیا۔ یعنی نبیؐ کے دو نور یکے بعد دیگرے ان کو نکاح میں نصیب ہوتے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "تاریخ الخلفاء" باب ذکرِ عثمانؓ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے سوا اولادِ آدمؑ میں کوئی شخص ایسا نہیں گذرا جس کے نکاح میں نبی کی دو دختر

آئی ہوں۔"

"قَالَ الْعُلَمَاءُ وَلَا يُعْرَفُ اَحَدٌ تَزَوَّجَ بِنْتَيْ نَبِيٍّ غَيْرُهٗ وَلِذَالِكَ سُمِّيَ ذَا النُّوْرَيْنِ الخ۔"

اور ابن حجر مکّی نے بھی یہی قول "الصواعق" میں ذکر کیا ہے۔

(۱) تاریخ الخلفاء سیوطیؒ ص ۱۰۵، طبع مجتبائی دہلی۔ باب ذکر عثمان بن عفان رضؓ۔

(۲) "الصواعق المحرقہ" لابن حجر المکّی، ص ۱۰۷، الباب السابع، الفصل الاوّل۔

(۳) کنز العمّال، جلد ششم، ص ۳۷۱ تحت فضائل ذی النّورین عثمان رضؓ،

(۴) کنز العمّال، ج ۶، ص ۳۷۵، بحوالہ ابن عساکر۔

اس مبارک رشتہ کے متعلق جو حضرت عثمان کو خاندان بنی ہاشم کے ساتھ حاصل ہے کسی خاص حوالہ کی حاجت نہیں۔ ذو النّورین کی رشتہ داری فریقین کے نزدیک مسلمات میں سے ہے۔ تاہم عوام کے لیے بطور وضاحت چند ایک حوالہ جات درج ذیل ہیں:۔

(۲)

طبقات ابن سعد جلد ہشتم میں نبی کریمؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کے حالات میں لکھا ہے:

(۱) ـــــ رُقیّہ بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم و امّہا خدیجۃ بنت خویلد . . . . . کَانَ تَزَوَّجَهَا عُتبۃ بن ابی لَهَبٍ بن عبد المطّلب قبل النبوّۃ فلمّا بُعِثَ رسُول اللہ وانزل اللہ تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ فقال لہٗ ابولھب . . . ففارقہا

لم یکن دخل بها فاسلمت حین اسلمت امها خدیجۃ بنت خویلد و بایعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم هی واخواتها حین بایعہ النساء وتزوجها عثمان بن عفان وهاجرت معہ الیٰ ارض الحبشۃ .... قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انهما لَاَوَّلُ من هاجر الی اللہ تبارک وتعالیٰ بعد لوطٍ ..... ولدت لہ بعد ذالک ابنًا فسماہ عبد اللہ وکان عثمان یکنّٰی بہ فی الاسلام وبلغ ستّ سنین ..... فمات ولم تلد لہ شیئًا بعد ذالک وهاجرت الی المدینۃ بعد زوجها عثمان حین هاجر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ومرضت ورسول اللہ یتجهّز الی بدرٍ فخلف علیها رسول اللہ عثمانؓ بن عفان فتوفّیت ورسول اللہ (صلعم) ببدر فی شهر رمضان (۱) ...... و قدم زید بن حارثۃ من بدر بشیرًا فدخل المدینۃ حین سوّی التراب علیٰ رقیّۃ بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

(۲) ــــ وضَرَبَ رسُولُ اللّٰہِ صلّی اللہ علیہ وسلّم لِعُثْمَانَ وَسَهْمِہٖ وَاَجْرِہٖ لَاخِلَافَ بَیْنَ اَهْلِ السِّیَرِ فِیْ ذَالِکَ ۔

(۱) اُسد الغابہ، تذکرہ رقیّہؓ ج ۵، ص ۴۵۶

(۲) " تذکرہ عثمانؓ بن عفان، ج ۳، ص ۳۷۷

مندرجہ بالا عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صاحبزادی رقیّہؓ کی ماں خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد تھیں۔ دعویٰ نبوّت سے قبل عُتبہ بن ابی لہب بن عبد المطّلب کے نکاح میں آئیں۔ جب آنجناب نے نبوّت کا اعلان فرمایا اور سورۃ "تبّت یدا ابی لہب" نازل ہوئی تو ابولہب نے اسلام سے دشمنی کی بنا پر اپنے بیٹے عُتبہ کو حضرت

رقیہؓ کے طلاق دینے پر مجبور کیا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی اس نے طلاق دے دی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ جب اسلام لائیں تو حضرت رقیہؓ بھی اپنی بہنوں سمیت اسلام لائیں۔ اور حضور علیہ السلام سے بیعت کی جبکہ دوسری عورتوں نے بھی اسلام لاکر بیعت کی۔ پھر حضرت عثمانؓ بن عفان سے ان کی شادی ہوئی اور ملک حبشہ کی طرف اپنے خاوند عثمانؓ کی معیت میں ہجرت کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنی اہلیہ سمیت اللہ کی راہ میں ہجرت کی حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمانؓ اوّل ان لوگوں میں ہیں۔

—— حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمانؓ بن عفّان کا ایک لڑکا عبداللہ نامی متولّد ہوا۔ اِس بنا پر اسلام میں حضرت عثمانؓ کی کنیت ابوعبداللہ مشہور ہوئی۔ قریباً چھ سال زندہ رہنے کے بعد عبداللہ کی وفات ہوگئی۔

اس کے بعد حضرت رقیہؓ سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

—— جب حضرت عثمانؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو رقیہؓ نے ساتھ ہجرت کی۔ حضور نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب جنگِ بدر کی تیاری کی تو حضرت رقیہؓ بیمار تھیں اس لیے ان کی تیمارداری کی خاطر حضرت عثمانؓ کو ان کے پاس رہنے کی ہدایت فرمائی۔

نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم بدر میں ہی تھے کہ حضرت رقیہؓ فوت ہوگئیں (رمضان شریف سنہ ۲ھ)۔ زیدؓ بن حارثہ جب فتحِ بدر کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے تو اُس وقت لوگ حضرت رقیہؓ کو دفن کر کے قبر پر مٹی ڈال رہے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۶۔ تذکرہ رقیہ رضی اللہ عنہا)

شیعہ کُتُب سے تائید

اہل تشیّع کے مشہور مؤرخ المسعودی (متوفّی ۳۴۵ھ) نے اپنی کتاب "التنبیہ و

الاشراف" میں مذکورہ رشتہ کی تائید کی ہے۔ لکھتے ہیں :۔

"..... وکان لہ من البنین تسعۃ، عبد اللہ الاکبر، توفی ولہ من العمر ست سنین۔ اُمّہ رقیّۃ بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ علی ما قدمنا۔ الخ

(التّنبیہ والاشراف للمسعودی (الشیعی)
ص ۲۵۵، تحت ذکر خلافۃ عثمانؓ)

ماحصل یہ ہے کہ :۔ کہ آپ (حضرت عثمانؓ بن عفان) کے نو۹ بیٹے تھے۔ (ایک) عبد اللہ الاکبر تھے جو چھ سال کی عُمر میں وفات پا گئے تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ رُقیّہ بنتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تھیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

حضرت عثمانؓ کی غزوۂ بدر کے غنائم واجر میں شرکت

حضرت عثمانؓ بن عفان ذوالنُّورَین کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے غزوۂ بدر کے غنائم اور اجر دونوں میں دیگر مجاہدین کے ہم پلّہ شریک اور بہرہ ور فرمایا۔ اس مسئلہ میں اہلِ سِیَر و تاریخ اور احادیث کی کتب میں تفصیلات موجود ہیں۔ تسکینِ خاطر کے لیے درج ذیل حوالہ جات کو ملاحظہ فرمائیں :۔

(۱) اُسد الغابہ، ج ۵، ص ۴۵۶، تذکرۂ رقیّہؓ
(۲) اُسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۷۷، تذکرۂ عثمان غنیؓ
(۳) صحیح بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۲۳، باب مناقب عثمانؓ بن عفان (طبع نور محمدی دہلی)

مسئلہ مذکورہ کی شیعہ کُتُب سے تائید

شیعہ مسلک کے اکابر مؤرخین نے بھی اس چیز کی تائید کی ہے کہ سیدہ رقیہؓ کی بیماری کی وجہ سے حضرت عثمانؓ معرکۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ تاہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے غنائمِ بدر میں اُن کا حصّہ باقاعدہ متعیّن فرما کر ادا فرمایا تھا۔ اور اجر و ثواب میں برابر کا شریک کیا تھا۔ چنانچہ مشہور شیعی مؤرخ مسعودی نے اپنی تصنیف "التنبیہ و الاشراف" میں یہ مضمون (تحت السنۃ الثانیہ) بایں الفاظ تحریر کیا ہے:۔

"..... عثمانؓ بن عفان تخلّف عن بدرٍ لمرض رقیّۃ بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم فضرب لہ بسھمہ فقال یارسول اللہ و اجری؟ قال واجرک" الخ

(التنبیہ والاشراف للمسعودی، ص ۲۰۵، طبع مصر القاہرہ، تحت السنۃ الثانیہ)

ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صاحبزادی سیّدہ رقیہؓ کی بیماری کی وجہ سے حضرت عثمانؓ معرکۂ بدر میں شامل ہونے سے رہ گئے۔ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے غنائم میں آپ کا حصّہ مقرر فرمایا۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا، میرے اجر و ثواب کا کیا ہُوا؟ آپؐ نے فرمایا اجر و ثواب بھی حاصل ہے۔"

دفعِ دہم

حضرت عثمانؓ چونکہ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان کے تحت بنت رسولؐ اللہ کی تیمار داری کے لیے مدینہ شریف میں رہ گئے تھے۔ یہ تخلّف یعنی پیچھے رہ جانا بفرمانِ نبوّت تھا۔ اس لیے اسلام کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں پائی گئی۔

اور وقتی ضروریات کے تحت اسی طرح حضرت علیؓ کا غزوہ تبوک سے تخلف یعنی پیچھے رہ جانا پایا گیا ہے۔ وہاں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ہوا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی تخلّف فرمانِ نبوّت کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ خدائے قدوس کے رسولِ معظّم صلی اللہ علیہ وسلم معاملہ ہٰذا میں حضرت عثمانؓ پر راضی ہیں۔ اور غنائمِ بدر میں شریک کرنا، اور اجر و ثواب میں شامل فرمانا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی واضح دلیل ہے۔

حضرت اُمِّ کُلثومؓ بنتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳)

طبقاتِ ابن سعد، جلد ہشتم (باب النساء) تذکرۂ اُمِّ کلثوم میں مذکور ہے:

"اُمِّ کلثومؓ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہے۔ والدۂ محترمہ کا اسمِ گرامی خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد ہے۔ حضور علیہ السلام کی بعثت (یعنی دعوائے نبوّت) سے قبل اس کا نکاح عُتَیبہ بن ابی لہب بن عبدالمطّلب بن ہاشم سے ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی تھی، جب بعثتِ نبوی ہوئی، قرآن مجید میں کفّار کی مذمّت نازل ہونے لگی اُس وقت ابولہب اور امِّ جمیل زوجہ ابی لہب نے اپنے لڑکے عُتَیبہ سے طلاق دلوادی۔ آپ اپنے والد شریف کے ساتھ مکہ مکرّمہ مقیم رہیں۔ جب اُن کی والدۂ محترمہ اسلام لائیں تو اُس وقت یہ بھی اسلام لائیں۔ اور جب دیگر خواتینِ اسلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اُس وقت حضرت اُمِّ کلثومؓ نے بھی اپنی بہنوں کے ساتھ حضورؐ سے بیعت کی۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال میں ہجرتِ مدینہ کی۔ مدینہ میں

مقیم رہیں۔

جب صاحبزادی حضرت رقیہؓ (عثمانؓ بن عفان کی بیوی) فوت ہوگئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے ام کلثومؓ کا نکاح کر دیا۔ ربیع الاوّل ۳ھ میں نکاح ہوا۔ اسی سال ۳ھ جمادی الاخریٰ میں ان کی رخصتی بھی کر دی گئی۔ اپنی وفات تک حضرت عثمانؓ کے ساتھ آباد رہیں، اور عثمان بن عفان سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور شعبان ۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔"

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۵، طبع لیڈن تذکرہ ام کلثومؓ بنت رسول اللہ صلعم۔

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر، جلد ۴، معہ اصابہ ص ۴۶۳-۴۶۴، تذکرہ ام کلثومؓ۔ طبع مصری

(۳) اُسد الغابہ، جلد ۵، تذکرہ ام کلثوم بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۶۱۲ - طبع طہران)

مزید چند فضیلتیں

(۱)

تاریخ و روایات کی کتابوں میں یہ بات بہ تصریح موجود ہے جب بقضاء الٰہی حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تو حضرت عثمانؓ بن عفان کو اس مبارک رشتہ کے انقطاع کا سخت صدمہ ہوا۔ اور بجد مغموم ہوئے۔ کچھ ایام افسردگی اور پریشانی کے عالم میں گزرے۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس نوعیت کا بصد حسرت تذکرہ کیا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا کہ:

"يَا عُثْمَانُ هٰذَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَأْمُرُنِيْ عَنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ اُزَوِّجَكَ اُخْتَهَا اُمَّ كُلْثُوْمٍ عَلٰى مِثْلِ صَدَاقِهَا وَعَلٰى مِثْلِ عِشْرَتِهَا فَزَوَّجَهٗ اِيَّاهَا - اخرجها الثلاثة (ابن مندة - ابونعيم - ابن عبد البرّ)

(۱) اُسد الغابہ، تذکرہ امّ کلثوم بنت النبی صلعم، ج ۵، ص ۶۱۲-

(۲) المستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۴۹ - تذکرہ امّ کلثوم بنت الرسول

"یعنی اے عثمان! اللہ عزوجلّ کی طرف سے جبریل علیہ السّلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ رقیہؓ کی بہن اُمّ کلثوم کو مَیں تجھے نکاح کر دُوں اور مہر وہی ہوگا جو رقیہؓ کے لیے مقرر ہُوا تھا۔ اور معاشرتی گذران بھی بطریقِ سابق رکھنی ہوگی۔ اس کے بعد اپنی پیاری صاحبزادی اِمّ کلثوم کا حضرت عثمانؓ کے ساتھ نکاح کر دیا۔

نیز اس کے موافق ایک روایت امام بخاری نے اپنی کتاب تاریخ کبیر میں باسند نقل کی ہے اور کنز العمّال میں بھی مذکور ہے اور خطیب بغدادی نے تاریخِ بغداد میں اپنی سند سے ذکر کی ہے۔

"...... عن اُمّہٖ اِمّ عیاش وکانت امةً لرقیّة بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قالت قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مَا زَوَّجْتُ اُمَّ كُلْثُوْمٍ مِنْ عُثْمَانَ اِلَّا بِوَحْيٍ مِنَ السَّمَاءِ۔

"یعنی سیّدنا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صاحبزادی رقیہؓ کی خادمہ مسماۃ امّ عیّاش نے کہا کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ مَیں نے آسمانی وحی کی بنا پر ہی اپنی دختر اُمِّ کلثوم کو عثمانؓ بن عفان سے نکاح

کر دیا۔"

(۱) تاریخ کبیر بخاری، ج ۲، ق ۱، ص ۲۸۱، باب روح۔

(۲) کنز العمّال، ص ۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰، جلد ۶، باب فضائل ذی النوّرین۔

(۳) تاریخ بغداد، جلد دوازدہم، ص ۳۶۴، تذکرہ فضل بن جعفر بن عبداللہ۔

(۴) مجمع الزوائد ہیثمی، جلد ۹، ص ۸۳۔

(۲)

جب صاحبزادی امِّ کلثوم رضؓ کا بامرِ الٰہی ۹ھ میں انتقال ہو گیا، حضرت عثمان رضؓ کی غمگینی اور پریشانی کی انتہا ہو گئی۔ اِس دوران جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوات و التسلیمات نے ایک بیان ارشاد فرمایا۔ اس میں حضرت عثمان رضؓ کی کمال فضیلت اور عزت افزائی ذکر کی۔ اس بیان کو حضور علیہ السّلام سے نقل کرنے والے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ ہیں یعنی امّتِ محمدیّہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضؓ نے اس فضیلتِ عثمانیہ سے رُوشناس کرایا۔

——— روایتِ ہٰذا محدّث ابن مندہ نے با سند نقل کی ہے۔ پھر اس سے ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ (تذکرہ عثمان) میں درج کی ہے۔

——— اسی طرح حافظ ابن عساکر نے اس روایت کو اپنی سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ سے نقل کیا ہے۔ پھر علّامہ سیوطیؒ نے "تاریخ الخلفاء" (تذکرہ عثمان رضؓ) میں اس کو درج کیا ہے اور ابن حجر مکیؒ نے ابن عساکر کے حوالہ سے صواعق محرقہ میں (فضائل عثمانی) کے تحت نقل کیا ہے۔

اس مضمون کی متعدد روایات حدیث کی کتابوں میں دستیاب ہیں مگر ہم نے یہاں صرف حضرت علی رضؓ بن ابی طالب سے جو مروی ہے اس کو اخذ کیا ہے۔ "اسد الغابہ" میں ہے:-

...... عقبة بن علقمة قال سمعت علیؓ بن ابی طالب یقول سمعتُ رسولَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول لَوْاَنَّ لِی اَرْبَعِیْنَ بِنْتاً زَوَّجْتُ عُثْمَانَ وَاحِدَۃً بَعْدَ وَاحِدَۃٍ حَتّٰی لَایَبْقٰی مِنْھُنَّ وَاحِدَۃٌ۔

(۱) اسد الغابہ لابن اثیر الجزری جلد ثالث، تذکرہ عثمانؓ، ص ۳۷۶۔

(۲) تاریخ الخلفاء، جلال الدین سیوطیؒ، ص ۱۰۸، طبع مجتبائی دہلی۔
فصل فی الاحادیث الواردۃ فی فضلہٖ غیر ما تقدم۔

(۳) الصواعق المحرقہ لابن حجر مکی، ص ۱۱۰، فصل فضائل عثمانؓ، طبع ثانی، مصری۔

مطلب یہ ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اقدس صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سے سُنا آپ فرماتے تھے اگر میری چالیسؓ بیٹیاں ہوتیں تو میں عثمانؓ کو یکے بعد دیگرے نکاح کر دیتا حتیٰ کہ ایک بھی نہ رہ جاتی۔ (یعنی باری باری سب کا نکاح کر دیتا)۔

(۳)

تیسری چیز یہاں یہ قابلِ ذکر ہے کہ صاحبزادی اُمِّ کلثومؓ کی ۹ھ میں جب تقدیرِ الٰہی سے وفات ہوئی تو خود حضور نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے جنازہ پڑھایا اور حضرت علیؓ (اپنی سالی کے) دفن کے لیے خود قبر میں اُترے۔ فضل بن عباسؓ بن عبدالمطلب، اسامہؓ بن زیدؓ بن حارثہ بھی ان کے ساتھ تھے اور پورے احترام کے ساتھ معصومہ محترمہ کو ان کی آخری آرام گاہ تک پہنچایا۔

عبارتِ ذیل میں یہ مضمون مذکور ہے

وَتُوُفِّیَتْ فی تسعٍ (۹ھ) مِنَ الْھِجْرَۃِ وَصَلّٰی عَلَیْھَا اَبُوْھَا

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَزَلَ فِیْ حُفْرَتِہَا عَلِیٌّ وَالْفَضْلُ وَاُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ"

(۱) طبقات ابنِ سعد، ج ۸، ص ۲۶۔ تذکرہ امّ کلثوم طبع لیدن

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر معہ اصابہ، ج ۴، ص ۴۶۷، تذکرہ اُمِّ کلثوم، طبع مصر۔

(۳) اسد الغابہ لابن اثیر الجزری، ج ۵، ص ۶۱۲۔ تذکرہ اُمِّ کلثوم۔ طبع طہران۔

رشتہ ذی النورین کی تائید شیعہ کتب سے

اپنی کتابوں سے ہم نے مختصراً رشتہ ہٰذا کے مختلف حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ خواص کو تو پہلے سے ہی اس نسبی تعلق کا علم ہے، صرف ناواقف احباب اور عوام کے لیے بقدرِ ضرورت تشریح کر دی ہے۔

اب خیال ہے کہ شیعہ بزرگوں کی کتب سے بھی اس رشتہ کو پیش کیا جائے۔

ان کی قدیم و جدید کتب میں یہ رشتہ مسلمات سے ہے اور ان کے علماء اس سے خوب واقف ہیں لیکن دیرینہ عادت کے موافق اس مبارک تعلق کو "قبیح انتسابات" کے ساتھ آمیخت کر کے نہایت کریہ منظر اور بُری شکل میں درج کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو:- حیات القلوب مُلّا باقر مجلسی جلد دوم، باب پنجاہ و یکم، فصل اوّل، ص ۷۱۸ تا ۷۲۳۔ طبع نول کشور لکھنؤ)۔

——— اور مقصد صرف مقامِ عثمانؓ بن عفان کو داغدار اور عیب دار کرنا ہوتا ہے اور حضرت عثمانؓ کی تنقیص کرنی مطلوب ہوتی ہے۔ اگرچہ اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند منصب کی پناہ بخدا تحقیر ہو جائے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے رفیع مرتبہ کی معاذ اللہ

"تذلیل ہو جاتے ان کے ہاں اس چیز کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ والی اللہ المشتکیٰ و بیدہٖ زمام الھدیٰ۔

——— بہر کیف اصل مسئلہ کی تصدیق ان لوگوں کی کتابوں سے ہم عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اہلِ فہم و فراست احباب پر نفس مسئلہ کی پختگی خوب واضح ہو جائے گی اور حق بات خوب صاف ہو کر سامنے آجائے گی۔ انصاف پسند طبائع امر حق کو تسلیم کر لیا کرتی ہیں۔ واللہ یھدی الی الحق۔ والحق احقّ ان یتبع۔

ناظرین کرام پر واضح کیا جاتا ہے کہ شیعہ قدیم و جدید بے شمار کتب میں (یہ رشتہ) مذکور و مزبور ہے۔ یہاں صرف چند حوالہ جات بطور نمونہ درج کیے جا رہے ہیں۔ حوالہ جات کی فراوانی مدنظر نہیں ہے۔

اصل عبارات بمع ترجمہ درج کرنے کے بعد آخر بحث میں ان کے فوائد و نتائج تحریر کیے جائیں گے (ان شاء اللہ)۔

بناتِ سرورِ کائنات ﷺ کا تذکرہ اور حضرت عثمانؓ کی دامادی

(۱)

مشہور شیعی عالم مسعودی (المتوفی ۳۴۶ھ) نے اپنی تصنیف "مروج الذہب" جلد دوم میں حضور علیہ السلام کی اولاد شریف کے ذکر کے تحت لکھا ہے کہ:

"وکل اولادہٖ صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجۃ خلا ابراھیم، وولد لہ صلی اللہ علیہ وسلم القاسم وبہٖ کان یکنیّ وکان اکبر بنیہ سنًّا ورقیّتہ وام کلثوم وکانتا تحت عتبۃ وعتیبۃ ابنی ابی لھبٍ (عمہ) فطلقاھما الخبر یطول ذکرہٗ فتزوجھما عثمان بن عفان واحدۃً بعد واحدۃٍ ... الخ

(مروج الذہب لابی الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی
ج ۲، ص ۲۹۸ - طبع خامس، سن طباعت ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء)

"یعنی صاحبزادہ ابراہیم کے علاوہ نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی تمام اولاد خدیجۃ الکبریٰؓ سے ہے۔ نبی کریمؐ کے صاحبزادۂ گرامی حضرت قاسم —— جو تمام صاحبزادگان سے بڑے تھے اور جن کے نام پر آپ کی کنیت مشہور ہے۔ اور حضورؐ کی صاحبزادیاں رقیہ اور اُمّ کلثوم آپؐ کے چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ و عتیبہ کے نکاح میں تھیں۔ پھر انہوں نے ان دونوں کو طلاق دے دی۔ اس واقعہ کا ذکر طویل ہے۔ پھر عثمانؓ بن عفان نے ان دونوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے نکاح کیا۔ ۔ ۔ الخ" (مروج الذہب، ج ۲، ص ۲۹۸)

(۲)

ملا باقر مجلسی نے "حیات القلوب" جلد دوم، باب پنجاہ و یکم میں تحریر کیا ہے:

" و ابن بابویہ بسند معتبر آں حضرت روایت کردہ ست کہ از برائے حضرت رسولؐ متولد شد از خدیجہ قاسم و طاہر و نام طاہر عبداللہ بود و امّ کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ۔ و حضرت امیر المومنینؑ فاطمہ را تزویج نمود و تزویج نمود زینب را ابوالعاص بن ربیع و او مردے بود از بنی امیہ و عثمان بن عفان اُمّ کلثوم را تزویج نمود ۔ ۔ ۔ برحمت الٰہی واصل شد۔ پس چوں بجنگ بدر رفتند حضرت رسولؐ رقیہ را باو تزویج نمود۔"

(حیات القلوب" ملا باقر مجلسی، جلد دوم، باب ۵۱،
ص ۷۱۸، طبع نول کشور لکھنؤ)

(۳)

فاضل شیخ عباس القمی نے اپنی کتاب "منتہی الآمال، جلد اول فصل ہشتم، دربیان

احوال اولاد امجاد آنحضرت) میں لکھا ہے کہ :

"در قرب الاسناد از حضرت صادق علیہ السلام روایت شدہ ست کہ از برائے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم از خدیجہ متولد شد طاہر و قاسم و فاطمہ و اُمِّ کلثوم و رقیہ و زینب۔ و تزویج نمود فاطمہؓ را بحضرت امیر المؤمنین علیہ السلام و زینب را بابی العاص بن ربیع کہ از بنی امیہ بود و اُمِّ کلثوم را بعثمان بن عفان پیش ازانکہ بخانہ عثمان برود برحمت الٰہی واصل شد و بعد ازو حضرت رقیہ را باو تزویج نمود"

(۱) منتہی الآمال، شیخ عباس قمی، ج ۱، ص ۱۰۸ فصل ششم دربیان احوال اولاد۔

(۲) تنقیح المقال فی علم الرجال بیشخ عبداللہ المامقانی، ج ۳، ص ۷۳۔۷۴، ضمن فصل النساء، آخر جلد ثالث، باب الہمزہ۔

"حیات القلوب" "منتہی الآمال" وغیرہ کی عبارات کا حاصل یہ ہے :۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجہ الکبریٰ سے مندرجہ ذیل اولاد شریف ہوئی: حضرت قاسمؓ، حضرت طاہرؓ (جن کو عبداللہ کہتے ہیں)، حضرت اُمِّ کلثومؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت زینبؓ و فاطمہؓ۔ اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ سے ہوا۔ اور زینبؓ کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے کیا گیا جو بنی اُمیہ میں سے تھے اور عثمان بن عفان کے ساتھ اِمِّ کلثومؓ کا نکاح ہوا۔ پھر وہ فوت ہوگئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دختر رقیہ کا نکاح عثمان بن عفان سے کر دیا۔"

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ شیعہ علماء میں مختلف اقوال ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن عفان کے حبالۂ عقد میں پہلے رقیہ آئیں اور بعد میں اُمِّ کلثومؓ آئیں۔ یا پہلے نکاح اُمِّ کلثوم سے

ہُوا تھا، بعد میں رقیہؓ سے ہُوا حضرت عثمانؓ کے نکاح میں ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، یہ متفق علیہ مسئلہ ہے البتہ تقدیم نکاح و تاخیر نکاح میں شیعہ علماء نے اختلاف کیا ہے "حیات القلوب" و "منتہی الآمال" کے مندرجہ بالا حوالہ جات ایک قول کے موافق شمار ہونگے اور اصل مسئلہ (یعنی دامادی حضرت عثمانؓ) کے مؤید و مصدق ہیں جو اس بحث میں مطلوب ہے۔

مسئلہ کی تائید میں حضرت علی المرتضیٰؓ کا فرمان

(۴)

شیعہ کی مشہور کتاب "نہج البلاغہ" میں حضرت علیؓ کا یہ کلام مذکور ہے۔ باغیوں نے محاصرہ کر کے جب شدت و تنگی پیدا کر دی، اُس وقت حضرت علیؓ تشریف لائے اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ حسبِ موقع گفتگو فرمائی۔ اس کلام کے دوران مندرجہ ذیل کلمات حضرت عثمانؓ کو خطاب کر کے ادا کیے۔ فرمایا کہ:-

وَاللهِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لَکَ مَا اَعْرِفُ شَیْئًا تَجْهَلُهٗ وَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَمْرٍ لَا تَعْرِفُهٗ مَا سَبَقْنَاکَ اِلٰی شَیْءٍ فَنُخْبِرُکَ عَنْهُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَیْءٍ فَنُبَلِّغَکَهٗ وَقَدْ رَأَیْتَ کَمَا رَاَیْنَا وَسَمِعْتَ کَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ کَمَا صَحِبْنَا وَمَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ اَوْلٰی بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْکَ وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَشِیْجَةَ رَحِمٍ مِنْهُمَا وَنِلْتَ مِنْ صِهْرِهٖ مَا لَمْ یَنَالَا۔"

(نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۳۰۳، صفحہ ۳۲۲۔ طبع مصری۔ من کلام لہٗ علیہ السلام لعثمان عندما ارسلہ الناقمون علیہ۔ الخ)

"(یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں ہو رہا کہ آپ سے کیا کہوں؟ (کیونکہ) مَیں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جس سے آپ ناواقف ہوں اور نہ مَیں آپ کی کسی ایسی چیز کی طرف رہنمائی کر سکتا ہوں جو آپ کو معلوم نہ ہو۔ کسی معاملہ میں آپ سے مَیں سبقت نہیں رکھتا جس کی آپ کو خبر دوں اور نہ خلوت میں مَیں نے کوئی چیز حاصل کی جو آپ تک پہنچاؤں۔ اور آپ نے رسولِ خُدا کا دیدار حاصل کیا جس طرح ہم نے زیارت کی۔ اور آپ نے بھی (نبی کریمؐ) سے اسی طرح سُنا جس طرح ہم نے سُنا۔ اور حضور علیہ السلام کے آپ بھی ہم نشین تھے جیسا کہ ہم ہمنشین تھے۔ اور ابوبکرؓ بن ابی قحافہ و عمرؓ بن الخطاب حق بات پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ حقدار نہیں تھے اور اے عثمانؓ! آپ نسبی قرابت میں ان دونوں (یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ) سے رسول خداؐ کے زیادہ قریب ہیں اور آپ کو نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ دامادی کا شرف حاصل ہے جو ان دونوں کو حاصل نہیں ہوا۔"

(نہج البلاغہ بمقام مذکور)

نہج البلاغہ کی مذکورہ عبارت کی تشریح میں سید علی نقی فیض الاسلام شیعی نے اپنی شرح فارسی میں لکھا ہے۔ (حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا) کہ:

"۔۔۔ تو از جہت خویشی بر سول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ از انہا نزدیک تری (یعنی خویشاوندی عثمانؓ از ابوبکرؓ و عمرؓ بہ پیغمبر اکرمؐ نزدیک تر است) و بدامادی پیغمبرؐ مرتبہ یافتی کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نیافتند۔"

(شرح نہج البلاغۃ فارسی، ج ۳، ص ۵۱۹، طبع طہران)

چند افادات

رشتہ ذی النورین ذکر کرنے کے بعد یہاں بعض چیزوں کی وضاحت درکار ہے وہ درج کی جاتی ہے۔

(۱)

اس مقام کے تمام مندرجات (سُنّی۔شیعہ) پر نظر کر لینے کے بعد روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ سرورِ کائنات نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی چار صاحبزادیاں ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید بائیس ۲۲ پارہ سورۃ احزاب کے آخر میں پردہ کا مسئلہ بیان کرتے وقت اللہ عزّوجل نے ذکر فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ الخ۔

"یعنی اے پیغمبر خدا اپنے ازواج اور بیٹیوں کو اور مومنوں کی عورتوں کو حکم دیجیے کہ نزدیک کریں اپنے اوپر اپنی بڑی چادریں"۔

——— اور اسلامی تاریخ (شیعہ۔سُنّی) سب ہی اس بات پر متفقہ شہادت دیتی ہے کہ آپؐ کی اولاد شریف صاحبزادہ ابراہیمؓ کے ماسوا سب لڑکے اور لڑکیاں (جو چار عدد ہیں) حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے پیدا ہوئیں۔ لڑکیوں کے مبارک اسماء یہ ہیں: حضرت زینبؓ۔ حضرت رقیہؓ۔ حضرت اُمّ کلثومؓ، حضرت فاطمہؓ۔ یہ چاروں باہم حقیقی بہنیں ہیں۔

خدا تعالیٰ کی کتاب کی گواہی (جو سب سے زیادہ وزنی ہے) اور تمام معتبر اسلامی تاریخ کی شہادت کے بعد کسی غرضِ فاسد اور سینہ زوری سے یہ کہہ دینا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک ہی حقیقی صاحبزادی ہیں اور کوئی حقیقی لڑکی نہ تھی، یہ چیز سَو فیصد غلط ہے۔

اور مقدس نسلِ نبی پر افتراءِ عظیم ہے اور تاریخ اسلام کی تغلیط ہے۔ واللہ تعالیٰ سب کو
ہدایت نصیب فرمائے)۔

(۲)

دوسری یہ چیز قابلِ تشریح ہے کہ بعض کم فہم لوگ اس بات پر اصرار کرنے لگتے ہیں
کہ یہ لڑکیاں (حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت اُمِ کلثومؓ) حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے
سابق ازواج سے ہیں یا حضرت خدیجہؓ کی خواہرزادیاں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد
نہیں ہیں۔ (ترجیع)

یہ بات سراسر جعلی، موضوع اور بناوٹی ہے۔ حقیقتِ واقعہ کے خلاف ہے۔ اسلام
کی تاریخ اور کتبِ رجال وتراجم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کے برعکس ہے۔ اہلِ اسلام پر
واضح رہے کہ چاروں صاجزادیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں ہیں اور حضرت
خدیجۃ الکبریٰ کے بطنِ مبارک سے ہیں۔

سابق ازواج کی اولاد کہنا یا خواہرزادیاں کہنا اس قول کی خود شیعہ کے اکابر علماء و
مجتہدین نے تردید کر دی ہے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی یازدہم صدی کے مجتہد نے "حیات القلوب"
میں اس مسئلہ کو تحریر کرتے ہوئے ہر دو قول کو بالفاظ ذیل رد کر دیا ہے:-

"بر نفی ایں ہر دو قول روایاتِ معتبرہ دلالت می کند"

یعنی معتبر و مستند روایات ان ہر دو قول کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔

(حیات القلوب، جلد دوم، باب پنجاہ و یکم (۵۱)
ص ۷۱۹، طبع نول کشور لکھنؤ (ہندوستان)

فلہٰذا اس قسم کے مصنوعی اقوال جو صحیح چیز کے خلاف نشر کیے جاتے ہیں ان کو
نہ تو درخورِ اعتناد سمجھا جائے گا اور نہ قبول کیا جائے گا۔

اربابِ تحقیق کی مزید اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ملا باقر مجلسی کی طرح شیخ عبداللہ

مامقانی شیعی نے تنقیح المقال جلد ثالث کے آخر میں فصل رابع (فی ذکر نساء لهن روایتہ) میں ہر سہ صاحبزادیوں (زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ) کے تذکرے میں ان کے ربیبہ ہونے یا خدیجہ کبریٰ کی خواہر زادیاں ہونے کے شبہات کا جواب مکمل تحریر کر دیا ہے۔ تھوڑا سا انصاف ساتھ ملا لیا جائے تو مزید کسی جواب کی حاجت نہیں۔ (تنقیح المقال جلد ثالث کے آخر میں فصل رابع صفحہ ۷۳-۷۷-۷۸-۷۹) ملاحظہ ہو۔

(۳)

نیز کتب فریقین کے مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو نورِ نظر (رقیہؓ۔ واُمِ کلثوم) حضرت عثمانؓ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے ہونے کی وجہ سے انہیں دامادی کی دوبار سعادت نصیب ہوئی۔ اور امت کی طرف سے "ذوالنورین" کا مبارک لقب حاصل ہوا (جو اور کسی شخص کو حاصل نہیں ہو سکا)۔ اور ساتھ ہی حضرت عثمانؓ کو حضرت علی المرتضیٰؓ کے "ہم زُلف" ہونے کا شرف ملا ہے۔ اور شرف بالائے شرف حاصل کر کے وہ اپنی خوش بختی میں ممتاز ٹھہرے۔

(۴)

——چوتھی یہ چیز قابلِ غور ہے کہ حضرت عثمانؓ کو دامادِ نبوی ہونے کا شرف بحکم الٰہی اور وحی آسمانی نصیب ہوا (جیسا کہ روایات بتلا رہی ہیں) جس طرح حضرت علیؓ کو دامادِ نبوت ہونے کی سعادت خدا کے حکم سے حاصل ہوئی۔ ہر دو حضرات کو اہلِ خانۂ نبوت کے ساتھ شرفِ تعلق حکم الٰہی کے تحت نصیب ہوا۔ اس لیے کہ زبانِ نبوت خدا کے فرمان کے تحت جاری ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (یعنی نہ آپ اپنی خواہشِ نفسانی سے بات کرتے ہیں ان کا ارشاد صرف وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے)۔

ایک شبہ کا ازالہ

ـــــــ حضرت عثمانؓ بن عفان کے رشتۂ دامادی کو داغدار کرنے کے لیے بعض لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے متعلق قصے مشہور کر رکھے ہیں کہ عثمانؓ نے پہلے ایک صاحبزادی کو سخت زد و کوب کیا، پسلیاں توڑ ڈالیں حتیٰ کہ وہ شہید ہوگئیں۔ پھر دوسری صاحبزادی کے ساتھ بھی نہایت بُرا سلوک کیا، مارا پیٹا، خدا جانے کیا کیا ایذائیں پہنچائیں۔ اندریں حالات وہ بھی انہیں مصائب میں فوت ہوگئیں۔ حضرت عثمانؓ بن عفان پر اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض تھے۔

یہ شبہات ان کی بہت سی کتابوں میں اپنی تفصیلات کے ساتھ مذکور ہیں۔ سردست "حیات القلوب" جلد دوم از ملّا باقر مجلسی صفحہ ۲۰۷ تا ۲۲۳، باب ۵۱، طبع نول کشور لکھنؤ ملاحظہ کریں تو موجبِ اطمینان ہوگا۔

جواب

جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر ایذارسانی کے یہ قصے واقعۃً صحیح ہیں تو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) براہِ راست "نبی" اور "ولی" (حضرت علیؓ) پر اعتراضات و الزامات وارد ہوں گے۔ مثلاً:

(۱) ـــــــ "غنائمِ بدر" میں سے عثمانؓ کو حصہ رسدی کیوں ادا کیا؟ اور اجر و ثواب میں کیسے شریک کیا؟

(۲) ـــــــ اگر پہلی لختِ جگر پر یہ مظالم ڈھائے گئے تھے تو اس کے بعد دوسری عزیزہ کو (معاذ اللہ) ایسے ظالم کے نکاح میں کیسے دے دیا؟ اور آیاتِ قرآنی اور احکامِ خداوندی :-

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (پ ۶)
وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ (پ ۱۲)
وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (پ ۲۵) وغیرہ

کو کیسے فراموش کر دیا؟ اور عمل در آمد نہ کیا؟

(۴) ـــــ کسی ادنیٰ شخص کی لڑکی کے ساتھ ایسے ظلم و ستم کے واقعات پیش آئیں، حتیٰ کہ اس کی لڑکی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتے۔ آیا وہ اپنے اس قسم کے بدقماش داماد کو دوسری بار لڑکی دے دینے پر آمادہ ہو سکتا ہے؟ اور اس کے ساتھ بدستور تعلقات زندگی بھر قائم رکھ سکتا ہے؟

یہ چیز تو عقل و عادت کے خلاف ہے۔ کوئی عقل مند، باغیرت، ذی شعور، باوقار آدمی ایسا نہیں کر سکتا۔ نبی مقدسؐ کی ذات تو ہر منقصت و ہر مذلّت سے منزّہ اور مبرا ہے۔ آپ سے ان چیزوں کے صدور کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔
نیز ہر شریف خاندان اور باعزت قبیلہ میں ان کے داماد کی عزت و توقیر ملحوظ رکھی جاتی ہے، فلہٰذا نبی کی دامادی اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کی ہم زلفی" کا احترام جو شخص بھی ملحوظ رکھے گا وہ ان تمام الزام تراشیوں کو غلط اور بے وزن قرار دے گا۔

(۵)

نیز حضرت علی المرتضیٰؓ کے نہج البلاغۃ والے مندرجہ بالا تائیدی بیان نے کئی مسئلے صاف کر دیے ہیں۔ انصاف شرط ہے، مثلاً:۔

(ا) ـــــ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان کوئی مذہبی اختلاف نہ تھا۔ وہ ایک مذہب اور ایک دین رکھتے تھے جس پر وہ آخر دم تک متحد و متفق تھے۔

(۲) ــــــ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کو اپنے علم و دانش میں برابر اور مساوی تصور کرتے تھے۔

(۳) ــــــ حضرت علیؓ اپنے آپ کو اعمالِ خیر میں حضرت عثمانؓ سے سابق نہیں جانتے تھے۔

(۴) ــــــ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور شرف ہم نشینی حاصل کرنے میں حضرت علیؓ کا حضرت عثمانؓ کو اپنا مثل قرار دینا سیدنا عثمان کے کامل الایمان اور صالح الاعمال ہونے کے لیے مضبوط ترین شہادت اور قوی دلیل ہے۔

(۵) ــــــ نیز حضرت عثمانؓ کے دامادِ نبیؐ ہونے کی حضرت علیؓ نے تصدیق کی اور اپنے ہم زُلف ہونے کی تائید کی ہے۔ اس لیے کہ حضرت فاطمہؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت اُمِ کلثومؓ باہمی حقیقی ہمشیرگان ہیں اور خدیجۃ الکبریٰ کے بطنِ مبارک سے نبی پاک کی حقیقی اولاد ہیں۔

ــــــ مختصر یہ ہے کہ رشتہ ہٰذا کے اثبات کے لیے حضرت علیؓ کے بیانِ بالا کے بعد مزید کسی حوالہ وحجت کی حاجت نہیں۔ اس لیے کہ دوستوں کے ہاں متفق علیہ عقیدہ ہے کہ "الحق ینطلق علی لسان علیؓ" (علیؓ کی زبان پر حق بات جاری ہوتی ہے)۔

(۴)

حضرت جعفر طیّارؓ کی پوتی اُمِّ کلثوم کا نکاح حضرت عثمانؓ کے لڑکے ابان بن عثمانؓ کے ساتھ

——خاندان بنی ہاشم کا رشتۂ چہارم حضرت عثمانؓ کے خاندان کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کی مختصر تشریح ذیل میں مذکور ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کے حقیقی برادر حضرت جعفر بن ابی طالب (طیارؓ) کے لڑکے مسمّٰی عبداللہ بن جعفرؓ کی لڑکی حضرت اُمِّ کلثومؓ کا نکاح اَبان بن عثمانؓ بن عفّان سے ہوا۔

ابن قُتیبہ دینوری (المتوفی ۲۷۶ھ) نے اپنی کتاب "المعارف" میں نکاح ہٰذا کو دو مقام میں ذکر کیا ہے۔ ایک اخبار عثمان بن عفانؓ کے تحت، دوسری دفعہ اخبار علی بن ابی طالبؓ میں نقل کیا ہے۔ ذیل میں عبارت بلفظہٖ ملاحظہ فرمادیں۔

اَبان بن عثمانؓ کے تذکرہ میں ہے کہ:

(۱) .... وکانت عندہ ام کلثوم بنت عبد اللّٰہ بن جعفر الخ۔

(المعارف، صفحہ ۸۶)

(۲) عبداللہ بن جعفرؓ کی اولاد کے حالات میں لکھا ہے کہ

.... فاما ام کلثوم فکانت عند القاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب........ ثم تزوجہا ابان بن عثمان بن عفان الخ

(المعارف، صفحہ ۹۰۔ طبع مصر)

(۱)۔ حاصل یہ ہے کہ عبداللہ بن جعفر طیّار کی لڑکی مسماۃ اُمِّ کلثوم اَبان بن عثمانؓ کے نکاح میں تھی۔

(۲) ۔یعنی حضرت ام کلثومؓ پہلے قاسم بن محمد بن جعفرؓ کے نکاح میں تھیں۔ . . . .
. . . . اس کے بعد ابانؒ بن عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔

(۵)

اس سلسلہ میں اب رشتۂ پنجم ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ:
سیدنا حسین بن علی المرتضیٰؓ کی صاحبزادی حضرت سکینہ بنت حسینؓ، حضرت عثمانؓ کے پوتے زیدؒ بن عمرو بن عثمانؓ کے نکاح میں تھیں۔ پہلے کتب انساب کی عبارت تحریر کی جاتی ہے۔ پھر ترجمہ عرض کیا جائے گا۔
"تذکرہ سکینہ مذکورہ میں درج ہے کہ:

(۱) ــــ . . . . . تزوّجها مصعب بن الزبير بن العوام ابتكرها فولدت له فاطمة ثم قتل عنها فخلف عليها عبد الله بن عثمان بن عبد الله بن حكيم بن حزام . . . . فولدت له عثمان الّذى يقال له قرين وحكيما و ربيحه فهلك عنها فخلف عليها زيد بن عمرو بن عثمان بن عفان الخ

(۱) طبقات ابن سعد، جلد ہشتم، ص ۳۴۹، تذکرہ سکینہ بنت الحسین، طبع لیدن
(۲) کتاب نسب قریش لمصعب زبیری، ج ۲، ص ۵۹ ۔ طبع مصر

(۲) ــــ . . . . . وزيد بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان هٰذا هُوالذى كانت عندهٗ سكينة بنت حسين فهلك عنها فورثته ـ

(۱) کتاب نسب قریش، ج ۴ ص ۱۲۰، مصعب زبیری
(۲) المعارف لابنِ قُتیبہ، تحت اولادِ عثمان بن عفانؓ ص ۸۷ ۔۹۴ طبع مصر
(۳) جمہرۃ انساب العرب لابن حزم، ج ۱، ص ۸۶ طبع جدید۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کی صاحبزادی سکینہؒ کے ساتھ مصعبؒ بن زُبیر

بن عوام نے نکاح کیا۔ ان کی ایک بچی متولد ہوئی جس کا نام فاطمہ تھا۔ پھر مصعبؓ انتقال کر گئے، اس کے بعد سکینہؒ کا نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام سے ہوا۔ عبداللہ کی مندرجہ ذیل اولاد سکینہ سے ہوئی۔ عثمان جس کو قرین بھی کہتے تھے، حکیم اور ایک لڑکی ربیحہ ہوتی۔ پھر وہ فوت ہو گئے۔ اس کے بعد زید بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان نے سکینہ سے نکاح کیا۔ زید ان کے پاس فوت ہوئے اور سکینہ نے ان سے وراثت پائی۔"

(۶)

حضرت فاطمہؒ بنت الحسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب کا نکاح حضرت عثمانؓ کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ کے ساتھ ہوا

یہ اس نوعیت کا چھٹا رشتہ ہے جو خاندان بنی ہاشم کا حضرت عثمانؓ کے قبیلہ کے ساتھ ہوا تھا۔ اس کی تشریح و توضیح مندرجہ ذیل عبارات میں پیش کی جاتی ہے، بغور ملاحظہ فرما دیں۔

طبقاتِ ابن سعد میں مذکور ہے کہ :

"........ تزوجها (فاطمة) ابن عمها حسن بن حسن بن علی بن ابی طالبؓ فولدت له عبد الله (المحض) و ابراهیم وحسنا و زینبؒ ثم مات عنها فخلف علیها عبد الله بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان زوجها اياه ابنها عبد الله بن حسن بامرها فولدت له القاسم ومحمد وهو الديباج سمى بذالك لجماله و رقیة بنی عبد الله بن عمرو۔"

(۱) طبقات ابن سعد، جلد ہشتم، ص ۳۴۷-۳۴۸-طبع لیدن، تذکرہ فاطمہ بنت حسینؓ۔

(۲) کتاب نسب قریش لمصعب زبیری، ج ۳، ص ۱۱۴

(۳) کتاب المحبّر لابی جعفر محمد بن حبیب بن امیّہ بغدادی، ص ۴۰۴-طبع حیدر آباد دکن۔

(۴) کتاب الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی، جلد ثالث القسم الثانی، ص ۲۰۱-طبع حیدر آباد دکن۔

(۵) المعارف لابن قُتَیبہ دینوری، ص ۹۳-طبع مصر۔

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ:

—— فاطمہ دختر حسینؓ کے ساتھ ان کے چچا زاد برادر حسن بن حسن (مثنّیٰ) نے نکاح کیا۔ اس سے حضرت عبداللہ محض۔ حضرت ابراہیم، حضرت حسن، حضرت زینب اولاد پیدا ہوئے۔ پھر حضرت حسن فوت ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت سیّدنا عثمانؓ بن عفان کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ کے ساتھ فاطمہ کا نکاح ہُوا۔ فاطمہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کے ذریعہ نکاح کی اجازت دی۔ عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان سے ایک لڑکی مسماۃ رقیہ اور دو لڑکے ایک قاسم دوسرے محمد الدیباج پیدا ہوئے۔ محمد کو ان کے حُسن و جمال کی وجہ سے الدیباج کہا جاتا تھا۔"

یاد رہے کہ فاطمہ بنت حسین کی والدہ کا نام ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ تھا۔

اِس رشتہ کو شیعہ علماء نے مندرجہ ذیل مقامات میں درج کیا ہے۔

—— ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ:

واُمّہ فاطمۃ بنت الحسین کان عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عثمانؓ بن عفان تزوّجہا بعد وفات الحسن بن الحسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب۔

(۱) مقاتل الطالبین، ص ۶۷، طبع ایران، تذکرہ محمد مذکور

(۲) التنبیہ والاشراف للمسعودی، ص ۲۵۵، تحت ذکر خلافت عثمانؓ بن عفان۔

(۳) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید، طبع بیروت، ص ۶۷۵ جلد سوم، تحت عبارت نکحنا وانکحنا فعل الاکفاء، الخ

(۴) حواشی عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب المقصد الثانی فی عقب حسن المثنیٰؒ۔

(۵) ناسخ التواریخ، جلد ششم از کتاب دوم، طبع قدیم، ص ۴۳۵ میں درج کیا ہے کہ:

"۔۔۔ وبعد از حسن مثنیٰؒ فاطمہ بحبالۂ نکاح عبد اللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان در آمد"

مندرجہ شیعی حوالہ جات کا ترجمہ یہ ہے کہ:

۔۔۔ فاطمہ دختر حسینؓ، حسن مثنیٰؒ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کے پوتے عبد اللہ کے نکاح میں آئیں۔

اُمید ہے کہ قلبی اطمینان کے لیے اسی قدر حوالہ جات فریقین کی کتابوں سے کافی متصوّر ہوں گے۔

(۷)

سیّدنا حسنؓ کی پوتی (اُمّ القاسم) حضرت عثمانؓ کے پوتے مرْوان بن اَبان بن عثمانؓ کے نکاح میں تھی

یہ ساتواں رشتہ فاضل مُصْعَب زُبیری نے اپنی کتاب "نسبِ قُریش" جلد ثانی، صفحہ ۵۳ میں بعبارتِ ذیل نقل کیا ہے۔ اور ابن حزم اور ابو جعفر بغدادی نے بھی ذکر کیا ہے:۔

وكانت امّ القاسم بنت الحسن بن الحسن عند مروان بن ابان بن عثمانؓ بن عفان فولدت له محمد بن مروان ثم خلف عليها حسين بن عبد الله بن عبيد الله بن العباس بن عبد المطلب فتوفيت عنده وليس لها منه ولد۔

(۱) کتاب نسب قریش، ص ۵۳، الجزء الثانی لمصعب الزبیری۔

(۲) جمہرۃ انساب العرب لابن حزم، ج ۱، ص ۸۵

(۳) کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی، ص ۴۳۸۔

مطلب یہ ہے کہ سیّدنا امام حسنؓ کی پوتی ام القاسم بنت الحسن بن الحسن کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ کے پوتے مسمّٰی مروان بن ابان بن عثمانؓ بن عفان کے ساتھ ہُوا ان سے ایک لڑکا محمد پیدا ہُوا۔ اس کے بعد امّ القاسم کا نکاح حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ بن العباس بن عبد المطّلب سے ہُوا، ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور امّ القاسم کا انتقال حسین بن عبداللہ مذکور کے پاس ہُوا۔

تنبیہ

(رشتہ داری کے اثرات)

——— خاندان بنی اُمیّہ اور خاندانِ بنی ہاشم کے درمیان بہت سے رشتے اسلامی تاریخ میں پائے جاتے ہیں بعض رشتے اسلام سے قبل کے ہیں اور بعض رشتے بعد از اسلام کے ہیں لیکن ہم ان تمام کو جمع کرنے کے درپے نہیں ہوتے۔

ہم نے صرف چند رشتے فی الحال ذکر کر دیئے ہیں جن میں حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وساطت براہِ راست پائی جاتی ہے۔

یہ سب رشتے خاندانِ بنی ہاشم نے برضا و رغبت دیئے اور خاندانِ حضرتِ عثمانؓ نے بخوشی لیے تھے۔ یہاں جبر و اکراہ کو کچھ دخل نہیں۔ اُمِّ حکیم بیضاء بنت عبد المطّلب کے رشتہ کے ماسوا سب بعد از اسلام کے نسبی روابط ہیں۔

——— مُنصف طبائع اور انصاف پسند حضرات اب اپنی فہم فراست کے موافق غور و خوض فرما سکتے ہیں کہ

(۱) ——— حضرت عثمانؓ بن عفّان اور ان کا خاندان اچھا قبیلہ ہے اور بہتر خاندان ہے؟ یا بُرا ہے؟ آیا قابلِ تعریف و تحسین ہے؟ یا قابلِ نفرت و مذمّت ہے؟؟

(۲) ——— حضرت عثمانؓ کا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت علیؓ کے ساتھ کچھ حسبی و نسبی تعلق ہے؟ یا حضرت عثمانؓ بیگانہ تھے؟

(۳) ——— آیا حضرت عثمانؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کو خلافت وغیرہ کے مسائل میں عداوت و خصومت تھی؟ یا ان معاملات میں اتّحاد و اتفاق تھا؟؟؟

(۴) ——— بالفرض اگر حضرت عثمانؓ اور ان کا خاندان بُرا ہے اور قابل نفرت

ومذمت ہے اور حضرت عثمانؓ نبیؐ و علیؓ کے لیے بیگانہ تھے۔ اور مسئلہ خلافت میں ان کی باہمی خصومت و عداوت تھی۔

تو سوال یہ ہے حضرت علیؓ کے خاندان نے اور اولادِ علیؓ نے یہ خاندانی عداوتیں اور یہ نسلی خصومتیں اور قبائلی عصبیتیں کیسے جلد تر ختم کر ڈالیں؟ باپ دادا کے سب منافشات کیسے یکسر فراموش کر دیئے؟ اور ایسے لوگوں کو اپنے رشتے ناتے دینے کیسے گوارا کر لیے؟ اور ایک نہیں متعدد رشتے کس طرح دے دیئے؟

اصل گزارش یہ ہے کہ نسلاً بعد نسلٍ علوی، حسنی و حسینی ہاشمی رشتوں کا خاندان عثمانی کو دیا جانا صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ ان حضرات کے اکابر کے درمیان نہ عداوت تھی نہ بغاوت تھی نہ خاندانی خصومت تھی اور نہ قبائلی عصبیت تھی۔ نہ لڑائی تھی، نہ نفرت تھی۔ یہ سب حضرات آپس میں متفق و متحد تھے اور باہم شفیق و مہربان تھے۔

—— لیکن چالاک اور عیار راویوں نے زیبِ داستاں کے لیے گوناگوں قسم کے قصے تراش دیئے اور مسلمانوں کے درمیان افتراق و انتشار پھیلانے کے لیے اس قسم کی چیزیں نشر کر دیں، جن میں ان ہر دو خاندانوں کے مابین پرخاش نظر آئے اور قبائلی عصبیتیں نمایاں طور پر معلوم ہوں۔

ہم نے اہلِ فہم و فکر حضرات کے سامنے دونوں خانوادوں کے بعض نسبی تعلقات سامنے رکھ دیئے ہیں اور دعوتِ غور و فکر دے دی ہے۔ منصف مزاج حضرات کے لیے بہترین نتائج پر پہنچنے کے لیے اب کوئی دقت نہ ہوگی۔ (انشاء اللہ العزیز)

—— x ——

باب دوم

مسئلہ بیعت

——باب اوّل میں دونوں خانوادوں کے درمیان نسبی روابط بیان کیے گئے ہیں اس کے بعد باب دوم میں حضرت علی المرتضیٰؓ کا حضرت عثمانؓ کے ساتھ بیعتِ خلافت کا مسئلہ درج کیا جاتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے جس طرح حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے ساتھ بخوشی و رضا تعجیلاً بیعتِ خلافت کی تھی، ٹھیک اسی طرح حضرت سیدنا عثمانؓ کے ساتھ بھی حضرت علیؓ نے بغیر جبر و اکراہ کے بیعت کی تھی۔

چنانچہ اس موقعہ کے واقعات کو محدثین و مؤرخین نے نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے آخری اوقات میں صحابہ کرام میں سے چھ آدمیوں کو منتخب کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ فرمایا کہ ان حضرات میں سے جس شخص پر اتفاق رائے ہو جائے اس کو خلیفۃ المسلمین تجویز کر لیا جائے۔

پھر ان میں سے حضرت طلحہؓ نے اپنا اختیار رہا اپنی رائے حضرت عثمانؓ کو دے دی۔ اور حضرت زبیرؓ نے اپنی رائے حضرت علیؓ کے حق میں دے دی۔ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے اپنا حقِ اختیار حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے سپرد کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے فرمایا کہ میں اپنے لیے خلافت نہیں چاہتا لہٰذا یہ معاملہ میرے

سپرد کیجیے۔

اب صورتِ حال حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے درمیان محدود ہو گئی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے ضروری جستجو اور اہم غور و فکر اور دونوں بزرگوں سے گفت و شنید کے بعد مسجد نبوی میں صحابۂ کرام و دیگر عوام مسلمین کے اجتماع میں ایک مؤثر تقریر کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کر لی۔ پھر ان کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی اور تمام حاضرین نے بیعت کر لی۔ کسی نزاع و اختلاف کے بغیر یہ اہم مرحلہ طے ہو گیا۔

بہت سے علماء نے بیعت ہٰذا کے واقعہ کو اپنے اپنے موقعہ پر درج کیا ہے چند ایک حوالہ جات ناظرین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ طبقات ابن سعد میں مذکور ہے:

(۱) . . . . عن سلمة بن ابی سلمة بن عبد الرحمٰن عن ابیه قَالَ اَوَّلُ مَنْ بَايَعَ لِعُثْمَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ۔

(طبقات ابن سعد، ذکر بیعۃ عثمان، جلد ثالث ص ۴۲، طبع لیدن)

(۲) "المصنّف" لعبدالرزاق میں بہ الفاظ ذیل یہ مسئلہ درج ہے۔

"..... فمسح علی یدہٖ فبایعهٗ ثم بایعه الناس ثم بایعهٗ علیؓ

(المصنّف مذکور، جلد پنجم، ص ۴۷۸ طبع اوّل بیروتی)

(۳) . . . . حدثنی عمر بن عمیرۃ بن ھنیٔ مولیٰ عمر بن الخطاب عن ابیه عن جدہٖ قَالَ اَنَا رَاَيْتُ عَلِيًّاؓ بَايَعَ عُثْمَانَؓ اَوَّلَ النَّاسِ ثم تَتَابَعَ النَّاسُ فَبَايَعُوْا۔ (بخاری شریف جلد اوّل، ص ۵۲۵ باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علیٰ عثمان بن عفان)

(۱) طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۴۳، ذکر بیعۃ عثمانؓ

(۲) طبقات ابن سعد جلد ثالث تذکرہ عمرؓ ص ۲۴۵ طبع لیدن

(۳) کتاب التمہید والبیان، ص ۱۱۱، الباب الثالث طبع
بیروت، لبنان۔

(۴) ——— بخاری شریف میں یہ واقعہ بالفاظ ذیل مندرج ہے:۔
عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے جب دونوں (حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ) سے پختہ عہد وپیمان لے لیا تو فرمایا:

ارفع یدک یا عثمان فبایعہٗ فبایع لہ علیؓ وولج اھل الدار فبایعوہ۔

(بخاری شریف، جلد اوّل، ص ۵۲۵۔ باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علیٰ عثمان بن عفان)

علامہ بیہقیؒ نے کتاب قتال اہل البغی کے تحت سنن کبریٰ، جلد ہشتم میں ذکر کیا:۔

(۵) ——— ..... فلما اخذ المیثاق قال ارفع یدک یا عثمان فبایع لہ علی رضی اللہ عنہما وولج اھل الدار فبایعوہ۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ثامن، ص ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ طبع حیدرآباد دکن
باب من جعل الامر شوریٰ بین المستصلحین لہ۔ کتاب قتال اہل البغی)

(۶) ——— حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ جلد سابع تحت سنۃ اربع وعشرین (۲۴ھ) واقعہ بیعت ذکر کیا ہے ...... وجاء الیہ الناس یبایعونہ وبایعہٗ علی بن ابی طالب اوّلاً ویقال آخراً۔

(البدایہ، ج ۷، ص ۱۴۷، تحت سنہ ۲۴ھ)

حوالہ جات ہٰذا کا خلاصہ یہ ہے کہ

جب عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دونوں حضرات (عثمانؓ بن عفان وعلیؓ بن ابی طالب) سے عہد وپیمان لے لیا تو حضرت عثمانؓ کو کہا کہ آپ بیعت لینے کے لیے ہاتھ بڑھایئے پہلے عبدالرحمٰنؓ نے بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی۔ پھر تمام حاضرین نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کی۔ اگرچہ بعض روایات کے اعتبار سے تقدیم وتاخیر منقول ہے لیکن

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت علیؓ سمیت سب حضرات نے اِس مجلس میں حضرت عثمانؓ سے بیعت کر لی تھی۔

(۷)——اور علامہ ابن تیمیہؒ الحرانی نے منہاج السنۃ، جلد ثالث میں اس مسئلہ کے متعلق امام احمدؒ بن حنبل کا بیان ذکر کیا ہے وہ ناظرین کرام کے معلومات میں اضافہ کے لیے پیشِ خدمت ہے۔

قال الامام احمد بن حنبلؒ لم یتفق الناس علیٰ بیعۃ کما اتفقوا علیٰ بیعۃ عثمانؓ ولّاہ المسلمون بعد تشاورہم ثلاثۃ ایّام وھم مؤتلفون متفقون متحابّون متوادّون معتصمون بحبل اللہ جمیعاً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فلم یعدلوا بعثمان غیرہ کما اخبر بذالک عبد الرحمٰنؓ بن عوف۔ الخ

(منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ، جلد ثالث، ص ۲۳۳-۲۳۴
تحت الخلاف الثامن فی امر الشوریٰ)

یعنی امام احمدؒ نے فرمایا کہ جس طرح بیعتِ عثمانؓ پر لوگوں نے اتفاق کر لیا اس طرح کسی بیعت پر اتفاق نہیں ہوا۔ اہلِ اسلام نے تین روز کی باہم مشاورت کے بعد حضرت عثمانؓ کو اپنا والی و حاکم تسلیم کیا۔ اس مسئلہ (یعنی خلافتِ عثمانی) پر مسلمان متفق و متحد ہو گئے۔ انہوں نے آپس میں محبت و دوستی کے ساتھ اللہ کے دین کی رسّی کو مجتمع ہو کر مضبوط پکڑ لیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کسی دوسرے شخص کو عثمانؓ کے برابر نہ تجویز کیا جیسا کہ حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف نے (اپنے فیصلہ میں) اس چیز کی خبر دی۔"

(۸)—— اسی طرح حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر حضرت علیؓ کے بیعت کرنے کو حافظ ابن حجرؒ نے "الاصابہ فی تمییز الصحابہؓ" میں اور ابن اثیر الجزری نے "اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہؓ" (تذکرہ عثمانؓ بن عفان) میں ذکر کیا ہے۔ اختصار کی بنا پر صرف حوالہ

کا ماخذ بیان کر دینا کافی سمجھا ہے۔ تذکرہ عثمانی کی طرف رجوع فرمالیں۔

مسئلہ ہٰذا کی تائید از کتبِ شیعہ

حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کی بیعت حضرت سیدنا عثمانؓ کے ساتھ شیعہ بزرگوں کے ہاں مسلّمات میں سے ہے، مختلف فیہ مسائل میں سے نہیں لیکن ان بزرگوں کے نزدیک جیسے حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ بیعت مجبوری کے طور پر ہوئی تھی اسی طرح حضرت عثمانؓ کے ساتھ بھی حضرت علیؓ کی بیعت مقہوری کے طور پر ہوئی۔ یہ ان حضرات کا دیرینہ شیوہ ہے کہ حضرتِ شیرِ خدا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے ہر کردار اور ہر عمل کو مجبوری و مقہوری کا رنگ دے کر پیش کرتے ہیں۔ اور ہر واقعہ کے لیے ایسی روایات مجوّز فرمایا کرتے ہیں کہ جن میں شیرِ خدا کی بیچارگی ویسی نمایاں ہوتی ہے۔ یہ چیز بندہ اپنی جانب سے نہیں عرض کر رہا بلکہ شیعہ کتب کے ہر مطالعہ کرنے والے منصف مزاج پر یہ بات واضح ہے۔

مختصر یہ ہے کہ شیعہ کے سب بزرگوں نے اس بیعت کو تسلیم کیا ہے لیکن اسی طرز و طریق کے ساتھ جس طرح ہم سابقاً عرض کر چکے ہیں۔

سر دست ہم مندرجہ ذیل چند شیعی حوالہ جات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ان میں حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے ساتھ بیعتِ خلافت کرنا بالتصریح مذکور ہے۔

(۱)

شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر الطوسی (محمد بن حسن بن علی) المتوفی ۴۶۰ھ نے اپنی مستند کتاب "امالی" مجلد ثانی (الجزء ثامن عشر) میں واقعہ بیعت خلافت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ:-

. . . . لَمَّا قُتِلَ جَعَلَنِیْ سَادِسَ سِتَّةٍ فَدَخَلْتُ حَیْثُ اَدْخَلَنِیْ وَکَرِهْتُ اَنْ اُفَرِّقَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَشُقَّ عَصَاهُمْ فَبَایَعْتُمْ عُثْمَانَ فَبَایَعْتُهٗ الخ ـ

یعنی جب عمر بن الخطاب پر قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے مجلس شوریٰ کے چھ منتخب آدمیوں میں مجھے چھٹا آدمی مقرر کیا تو میں ان کے شامل کرنے پر ان میں شریک ہو گیا ـ اور میں نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کو ناپسند کیا اور اتفاق کی لاٹھی کو توڑ ڈالنا مکروہ جانا پس تم لوگوں نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کی میں نے بھی عثمانؓ بن عفان سے بیعت کی ـ

(امالی الشیخ الطوسی، ص ۱۲۱، مجلد ثانی (جزء ثامن عشر)
مطبوعہ "مطبع النعمان" نجف اشرف، عراق ـ
سن طباعت ۱۳۸۴ھ و ۱۹۶۴ء)

(۲)

ابن ابی الحدید شیعی معتزلی مدائنی المتوفی ۶۵۶ھ نے اپنی "شرح نہج البلاغۃ" میں بالفاظ ذیل اس مسئلہ کو بیان کیا ہے اور اپنی مخصوص تدبیر کی صورت میں تحریر کیا ہے ـ

قال عبدالرحمٰن بن عوف لِعَلِیٍ بایع اِذَنْ وَاِلَّا کُنْتُ مُتَّبِعًا غیر سبیل المؤمنین وانفذنا فیک ما امرنا بہ فقال لقد علمتم اَنِّیْ اَحَقُّ بِھَا مِنْ غَیْرِیْ . . . . . . ثُمَّ مَدَّ یَدَهٗ فَبَایَعَ ـ

(۱) شرح نہج البلاغۃ حدیدی، جلد ثانی، ج ۲ ص ۹۷ ـ
طبع بیروت تحت کلامہ علیہ السلام لَمَّا عزموا علی بیعت عثمانؓ ـ

(۲) ــ ناسخ التواریخ از لسان الملک مرزا محمد تقی، جلد دوم،
از کتاب دوم ص ۹۴۴ طبع قدیم ایران۔ تحت
بحث بیعت با عثمان بن عفان۔

یعنی عبد الرحمٰن بن عوف نے علی المرتضیٰ سے کہا کہ اس وقت بیعت کیجیے ورنہ آپ مومنوں کے راستہ پر چلنے والے نہیں ہوں گے اور آپ کے حق میں ہم وہی حکم نافذ کریں گے جس کے ہم مامور ہیں تو علیؓ بن ابی طالب نے کہا کہ تم یقین سے جانتے ہو کہ کسی دوسرے شخص سے خلافت کا میں زیادہ حقدار ہوں . . . . . پھر اپنا ہاتھ پھیلایا اور عثمانؓ سے بیعت کی۔

(۳)

اور دوسرے مقام میں اسی شرح حدیدی میں (من کلام لہٗ علیہ السّلام فی وقت الشوریٰ) کے عنوان کے ذیل میں متن (لن یسرع احد قبلی الی دعوۃ حق وصلۃ رحم الخ) کے تحت اس مسئلہ کی طویل بحث کی ہے اپنے پسندیدہ اندازِ گفتگو میں تحریر کیا ہے:

فَقَامُوْا اِلٰی عَلِیٍّ فَقَالُوْا قُمْ فَبَایِعْ عُثْمَانَ قَالَ فَاِنْ لَمْ اَفْعَلْ فَالُوْا نُجَاهِدُکَ قَالَ فَمَشٰی اِلٰی عُثْمَانَ حَتّٰی بَایَعَهٗ۔ الخ

(۳) ــ حدیدی شرح نہج البلاغۃ، جلد ۲، ص ۹۱۷۔
طبع بیروت، بحث فی شان الشوریٰ ومبایعۃ لعثمان۔

مندرجۂ بالا کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؓ کو مجبور کر کے کہا: اٹھو حضرت عثمانؓ سے بیعت کرو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر میں بیعت نہ کروں تو؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ سے جہاد کریں گے تو اس صورت میں حضرت علیؓ اٹھے اور عثمانؓ کے پاس جا کر بیعت کی۔

دُوسری گذارش

شیعہ کے ہاں حضرت علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہج البلاغۃ میں انتخابِ خلیفہ اور امام المسلمین کے تجویز کرنے کے لیے قاعدہ اور ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ اس کے اعتبار سے بھی حضرت عثمانؓ کا خلیفہ منتخب ہونا بالکل درست ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: انّما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجلٍ وسمّوہ اماماً کان ذالک للّٰہ رِضیً۔

(نہج البلاغۃ، جلد ثانی، ص۸ طبع مصری)

یعنی خلافت کے مشورہ کا حق واختیار صرف مہاجرین وانصار کے لیے ہے اور کسی کے لیے نہیں۔ اگر مہاجر وانصار ایک شخص پر مجتمع ہو کر اس کو امام نامزد کریں تو وہ خدا کے نزدیک پسندیدہ امام ہوگا۔"

مندرجات بالا کے ذریعہ واضح ہو گیا کہ

(۱) ــــ ایک تو یہ کہ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی تھی اور مہاجرین وانصار و دیگر مسلمانوں کے ساتھ متفق ہو کر بیعت کی تھی۔

(۲) ــــ دوسرا یہ کہ یہ بیعت درست تھی۔ انتخابِ خلیفہ کے ضابطہ کے مطابق تھی۔ اصل مشورہ کا اختیار اور حق اکابر مہاجرین وانصار کو تھا انہوں نے حضرت عثمانؓ کو تجویز کیا اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے منظور کر لیا۔ فلہٰذا خلافتِ عثمانی کی صحت اور درستگی میں کوئی اشتباہ نہ رہا اور اس کی حقانیت وصداقت مسلّم ثابت ہوئی۔

(۳) ــــ تیسرا مرتضوی فرمانِ بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ خلفاء حضرات کی خلافت انتخاب ومشورہ سے قائم ہوئی تھی خدا کی طرف سے کسی نص پر مبنی نہیں تھی۔

کلام ہٰذا الزامی نہیں ہے

اس کے بعد ناظرین یاد رکھیں کہ حضرت علیؓ کا یہ کلام (جس میں ضابطۂ انتخاب بیان کیا گیا ہے) حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ ہُوا تھا۔ یہ تحقیقی مقولہ ہے، اس کلام کے الزامی ہونے پر کوئی لفظ (مثلاً لکم، وعندکم وغیرہ وغیرہ) بطور قرینہ موجود نہیں۔ بلکہ اس کے الزامی ہونے کے خلاف اس میں لفظ انّما مستقل قرینہ ہے جو اس کلام کا تحقیقی و تاکیدی ہونا ثابت کرتا ہے۔

اور کسی خارجی کتاب کی عبارت ساتھ ملا کر ان کلمات کو الزامی قرار دینا سَراسر تکلّف بارد ہے اور توجیہ القول بمالا یرید بہ قائلہٗ کا مصداق ہے اور کلامِ مرتضوی میں خواہ مخواہ بے جا تصرّف ہے اور عقیدت مندی کے تقاضوں کے برخلاف ہے۔

رفعِ اشتباہ

رطب و یابس جمع کرنے والے بعض مؤرخین نے حضرت سیّدنا عثمانؓ کی بیعت کے موقعہ پر حضرت سیّدنا علی بن ابی طالبؓ کی طرف ایسی چیزیں منسوب کر دی ہیں جن سے ان حضرات (علیؓ، عثمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ) کی باہم سوءِ ظنّی اور بے اعتمادی بلکہ آپس میں چپقلش نظر آتی ہے۔ عبدالرحمٰن بنؓ عوف کے حق میں حضرت علیؓ کا سخت کلامی کرنا اور ان کو دھوکہ باز اور فریب دہندہ کہنا وغیرہ وغیرہ پایا جاتا ہے۔ اس کے متعلق مختصراً تحریر ہے کہ :

(۱)

علّامہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب البدایہ جلد سابع تحت سنۃ ۲۴ھ (اربع و عشرین) میں اس موقعہ کی رطب و یابس قسم کی روایات پر خوب نقد کیا ہے فرماتے ہیں

کہ اس نوع کی مرویات ایسے لوگوں سے منقول ہیں کہ دِرجَالُ لَایُعْرَفُوْنَ) یعنی یہ ایسے راوی ہیں کہ رجال وتراجم کی کتابوں میں ان کا تذکرہ دستیاب ہی نہیں ہوتا اور ان کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کیسے بزرگ تھے ؟

اور اس بحث کے اختتام میں لکھا ہے کہ الاخبار المخالفۃ لما ثبت فی الصحاح فھی مردُودۃ علیٰ قائلیھا وناقلیھا۔

یعنی صحیح روایات کے خلاف جو روایات بھی منقول ہیں وہ ان کے قائلین وناقلین پر رد کر دینے کے قابل ہیں اور غیر مقبول ہیں۔ ان کا کوئی وزن نہیں۔

(البدایہ، ج ۷، ص ۱۴۷)

(۲)

دوسری گذارش یہ ہے ، حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کی وفات کے بعد بیعت کے مسئلہ کے لیے اکابر صحابہؓ خصوصاً اہلِ شوریٰ حضرات میں موقعہ بموقعہ مشورہ کی مجالس منعقد ہوئیں ان میں باہم اس مقصد پر مذاکرات ہوتے وہ اکابر علماء نے نقل کیے ہیں۔ وہ منقولات ان مناقشہ نما روایات کی تردید وتغلیط کرتی ہیں۔ لہٰذا مخالفت انگیز ومناقشہ خیز روایات کو (جنہیں منکر کہا جاتا ہے) ناقابلِ اعتماد سمجھا جائے گا۔ اور معروف مرویّات پر اعتماد کیا جائے گا۔ اس مقام کی معروف روایات میں سے ایک روایت ہم یہاں بطور نمونہ نقل کرتے ہیں جس کو علّامہ سفارینی حنبلی نے "عقیدۃ السفارینی" میں اس بحث کے تحت نقل کیا ہے۔ اور مشہور مؤرّخ ابن خلدون نے بحث بیعت کے مقام میں اس کو درج کیا ہے :

"۔۔۔ وکانت مبایعتہٗ بعد موت عمرؓ بثلاث لیالٍ وکان عبدالرحمٰن بن عوف قبل ان یتخلّٰی عنھا احدٌ فَدَخَلَا بِعُثْمَانَ فَقَالَ لَہٗ فان لم نبایعک فمن تشیر عَلَیَّ ؟ قال علیٌّ وقال لعلیٌّ ان لم

نبایعک فمن تشیر علیّ؟ قال عثمان ثم دعا الزبیر فقال ان لم
نبایعک فمن تشیر علیّ؟ قال علیؓ او عثمانؓ الخ

(۱) تاریخ ابنِ خلدون جلد ثانی، ص ۹۹۶ بحث مقتل عمرؓ
وامر الشوریٰ وبیعۃ عثمانؓ۔ طبع بیروت لبنان۔
(۲) "لوائح الانوار البہیّہ" المعروف بعقیدۃ السفارینی
للشیخ محمد بن احمد السفارینی جلد ۲، ص ۳۱۷ بحث
مذکور، مطبوعہ مصر۔ سن طباعت ۱۳۲۴ھ

حاصل یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی وفات کے بعد تین یوم کے اندر حضرت عثمانؓ سے بیعتِ خلافت کی گئی۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت عثمانؓ کو خلوت میں جاکر ان سے کہا کہ اگر ہم لوگ آپ سے بیعت نہ کریں تو آپ دوسرے کس شخص کے حق میں مشورہ دیتے ہیں؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ پھر علی بنؓ ابی طالب کے حق میں مشورہ دیتا ہوں۔ اسی طرح حضرت علیؓ سے الگ ہو کر عبدالرحمن بنؓ عوف نے مشورہ طلب کیا کہ اگر ہم آپ سے بیعت نہ کریں تو کس شخص کے حق میں آپ کی رائے ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ عثمان بنؓ عفان سے بیعت کی جاتے، پھر عبدالرحمٰن نے حضرت زبیرؓ بن عوام کو بلاکر دریافت کیا کہ اگر ہم لوگ آپ سے بیعت نہ کریں تو آپ کا کیا خیال ہے؟ تو زبیرؓ نے کہا کہ علیؓ یا عثمانؓ سے بیعت کی جاتے۔"

خلاصہ

یہ ہے کہ فریقین کے حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں اکابرین رسیدنا عثمانؓ وسیدنا علیؓ) کے درمیان مسئلہ خلافت خوش اسلوبی سے طے ہو گیا تھا۔ اس

موقع پر کوئی ہنگامہ آرائی نہیں ہوئی، کوئی فتنہ و فساد نہیں ہوا۔

- اور کسی واقعہ پر رائے زنی کرنا اہلِ فہم و فکر کے نزدیک کوئی قبیح امر نہیں اور کسی چیز کے متعلق اظہارِ خیالات کرنا عقلمندوں کے ہاں کوئی جرم نہیں بلکہ اس کو مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ بس اسی قدر واقعات پیش ہوئے اور انہی حدود کے اندر اندر بیعتِ عثمانی کا مسئلہ اِتمام پذیر ہو گیا تھا۔

- مسئلہ خلافت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی انقباض واقع نہیں ہوا اور کسی قسم کی روگردانی نہیں پائی گئی۔ واقعہ ہٰذا سے پہلے یہ حضرات جس طرح باہم متفق تھے اس کے بعد بھی اسی طرح ان کے بہترین تعلقات قائم رہے عثمانی دَور کے تمام ایام میں (جو بارہ یوم کم بارہؔ سال تھے) حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے ساتھ امورِ خلافت میں معاون و مددگار رہے۔

یہ سب چیزیں صاف بتلاتی ہیں کہ حضرت عثمان ذی النورینؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی بیعت شرحِ صدر کے ساتھ واقع ہوئی تھی، کسی مجبوری و مقہوری کے تحت نہیں ہوئی تھی۔

- نیز یہ چیز بھی فریقین کے بیانات سے واضح ہوتی ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰؓ اور سیدنا عثمانؓ کے درمیان قبائلی تعصب اور خاندانی گروہ بندی ہرگز نہ تھی اور نہ ہی یہ مسائل نسلی عصبیت کے زاویۂ نگاہ سے طے کیے جاتے تھے۔

★

باب سوم

اس باب میں سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سیّدنا علی المرتضیٰؓ کے ساتھ مختلف نوعیت کے روابط نیز فضائل و مناقب اور تعلقات ذکر کیے جائیں گے جو سیّدنا علی المرتضیٰؓ کی زبانِ مبارک سے منقول ہیں یا دیگر ہاشمیوں نے بیان کیے ہیں۔ آخر بحث میں شیعہ حضرات کی معتبر کتب سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت کی چند چیزیں نقل کی جائیں گی۔

——— اس نوع کی ایک ایک فضیلت مستقل عنوان کی حیثیت رکھتی ہے اور اس میں اس چیز کی دعوتِ فکر موجود ہے کہ سیّدنا حضرت علی المرتضیٰؓ، سیّدنا عثمانؓ ذوالنورین کو کیا کچھ سمجھتے تھے؟ کس مقام پر فائز المرام خیال فرماتے تھے؟ ان بزرگوں کا باہم رشتہ عقیدت کس درجہ مضبوط تھا؟ اور تعلقِ مودّت کس طرح مربوط تھا؟

یہ تمام عنوانات ان مندرجات میں حقیقتہً موجود ہیں منصفانہ غور و خوض کی ضرورت ہے! واقعات کی شکل میں حقائق پیش خدمت ہیں، تدبر فرما دیں۔

——— ہر فضیلت کے بعد نتائج ذکر کرنے کے بجائے آخر بحث میں یکجا تخرجات تحریر کیے جائیں گے جو نہایت قابلِ التفات ہوں گے۔ اور انہیں بنظرِ غائر ملاحظہ کرنا مفید ہوگا۔

(ا)

حضرت علیؓ کے نکاح اور شادی میں حضرت عثمانؓ کی طرف سے مخلصانہ اعانت اور امداد

—— جب حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ کے ساتھ نکاح ہوا اس کی ضروری تفصیلات "حصہ صدیقی" میں (بحث نکاح ہٰذا) کے تحت قبل ازیں درج کر دی گئی ہیں۔ اب یہاں صرف یہ ذکر کرنا ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہرا کی شادی کے لیے جو سامان خرید کیا گیا یا اس موقع کی دیگر ضروریات مہیا کی گئی تھیں وہ تمام تر نقدی حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو ہدیۃً و ہبۃً عنایت فرمائی تھی اور انہوں نے بخوشی قبول کر لی تھی۔ پھر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں جب عثمانی ہدیہ کی خبر پہنچائی گئی تو نبی کریم نے حضرت عثمانؓ کو بہت بہت دعائیں دیں۔

سُنّی و شیعہ کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے ملاحظہ فرمایا جائے۔

اختصاراً صرف چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

شرح مواہب اللدُنیہ سے

مواہب اللدنیہ مع شرح زرقانی جلد ثانی بحث تزویج علیؓ میں منقول ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی و نکاح کی ضروریات پورا کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا کہ:

فبعها (الدرع) فبعتها من عثمان بن عفان باربعمائةٍ وثمانين درهمًا ثم ان عثمانؓ ردّ الدرع الی علیؓ فجاء بالدرع والدراهم الی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فدعا لعثمان بدعوات - الخ

(زرقانی علی المواہب، ج ۲، ص ۳ - بحث تزویج علی بفاطمۃ
طبع مصر الطبعۃ الاُولیٰ، سن طباعت ۱۳۲۵ھ)

"یعنی تو اپنی زرہ کو فروخت کر دے حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی زرہ عثمانؓ بن عفان کو چار سو اسی درہم میں بیچ دی۔ اس کے بعد عثمانؓ بن عفان نے وہ زرہ پھر علیؓ المرتضیٰ کو واپس کر دی۔ حضرت علیؓ نے زرہ اور دراہم (نقدی) دونوں چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر پیش کر دیں اور عثمانؓ کا یہ تمام ماجرا بیان کیا تو سرورِ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے حق میں بہت دعائیں فرمائیں۔"

"کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" اور "بحار الانوار" سے

ساتویں صدی ہجری کے شیعہ عالم علی بن عیسیٰ الاربلی نے اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اوّل (ذکر تزویج علیؓ بفاطمہؓ) میں اور مجلسی نے "بحار الانوار" میں اس واقعہ کو مفصل نقل کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے علیؓ بن ابی طالب کو فرمایا کہ اپنی زرہ بیچ ڈالیے۔

قال علی فانطلقت وبعتہ باربع مائۃ درھم (سود ھجریۃ) من عثمانؓ بن عفان فلما قبضت الدراھم منہ وقبض الدرع منی قال یا ابا الحسن الستُ اولیٰ بالدرع منک؟ وانت اولیٰ بالدراھم منی؟ فقلت بلیٰ! قال فان الدرع ھدیۃ منّی الیک۔ فاخذت الدراھم والدرع واقبلت الیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فطرحت الدرع والدراھم بین یدیہ واخبرتہ بما کان من امر عثمان فدعالہ بالخیر۔

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ از علی بن عیسیٰ الاربلی جلد اوّل ذکر تزویج علی بفاطمہ ج ۱ ص ۴۸۵ مع ترجمۃ المناقب فارسی طبع جدید طہران)

(۲) بحار الانوار ملا باقر مجلسی، ص ۳۹-۴۰، جلد عاشر، باب تزویج فاطمہؓ بعلیؓ۔

"یعنی حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ (حسبِ ہدایتِ نبوی) میں نے جاکر اپنی زرہ عثمانؓ بن عفان کو چار صد درہم کے عوض میں فروخت کر دی۔ جب درہم میں نے وصول کر لیے اور زرہ عثمانؓ بن عفان نے لے لی تو اس کے بعد عثمانؓ فرمانے لگے کہ اے ابن ابی طالب! زرہ اب میری ہو چکی اور دراہم آپ کے ہو چکے؟ میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔

اس کے بعد عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ زرہ آپ کو میری طرف سے بطورِ ہدیہ و تحفہ پیشِ خدمت ہے۔ تو میں نے دراہم اور زرہ دونوں چیزیں سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی خدمتِ اقدس میں لاکر حاضر کر دیں اور عثمانؓ کا میرے ساتھ یہ حُسنِ معاملہ بھی بیان کیا تو سردارِ دوجہاںؐ نے عثمانؓ بن عفان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔"

حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ کے نکاح کا شاہد و گواہ ہونا

——— حضرت علی المرتضیٰؓ کے نکاح کے لیے جو مجلس منعقد ہوئی اس میں دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ حضرت عثمان غنیؓ کو بھی مدعو کیا گیا اور نکاح ہٰذا (علی المرتضیٰؓ کی تزویج حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ہونے کا گواہ اور شاہد قرار دیا گیا۔ فریقین کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

محب الطبری نے ریاض النضرۃ و ذخائر العقبیٰ ہر دو کتابوں میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔

——— سردارِ دوعالم نبی کریم علیہ السلام والتسلیم نے حضرت انسؓ کو فرمایا کہ اُخْرُجْ اُدْعُ لِی اَبَا بَکْرٍؓ وَ عُمَرَؓ وَ عُثْمَانَؓ وَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِؓ بْنَ عَوْفٍ وَ سَعْدَؓ بْنَ

ابی وقاصؓ وطلحۃؓ والزبیرؓ وبعدۃٍ من الانصارؓ قال فدعوتھم فلما اجتمعوا عندہٗ کلھم واخذوا مجالسھم۔۔۔۔ ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ امرنی ان اُزوّج فاطمۃ۔۔۔۔۔ من علیٍ بن ابی طالبؓ فاشھدوا انی تد زوّجتہٗ۔ الخ

(۱) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، ص ۱۴۱-۲، ج ۲، باب تزویج فاطمہؓ من علیؓ۔

(۲) ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ للمحب الطبری ص ۳۱ باب تزویج فاطمہ۔

حاصل یہ ہے کہ

"انسؓ کہتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و عبدالرحمٰنؓ و سعدؓ و طلحہؓ و زبیرؓ کو اور چند آدمی انصار سے بلا لاؤ۔ حضرت انسؓ ان تمام حضرات کو بلا لائے جب یہ سب حضرات حاضر خدمت ہو کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؓ کا نکاح علی بنؓ ابی طالب سے کر دوں پس تم لوگ اس چیز کے گواہ اور شاہد ہو جاؤ کہ میں نے علیؓ سے فاطمہؓ کا نکاح کر دیا۔ اور چار سو مثقال مہر مقرر کر دیا ہے۔" الخ

——اس واقعہ کو شیعہ علماء نے بھی اپنی عمدہ تصانیف میں قریباً اسی طرح نقل کیا ہے۔ اختصار عبارت کے ساتھ اس کو درج کیا جاتا ہے ملاحظہ فرماویں "کشف الغمہ" میں علی بن عیسیٰ اربلی ذکر کرتے ہیں کہ:

—— عن انسؓ قال کنت عند النبیؐ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم
.... (قال) فانطلق فادع لی ابا بکر وعمر وعثمان و
علیاً وطلحۃ والزبیر وبعدد ھم من الانصار قال فانطلقت
فدعوتھم لہٗ فلما ان اخذوا مجالسھم قال رسول اللّٰہ صلّی
اللّٰہ علیہ وسلّم .... ثم انی اُشْہِدُکُمْ اَنِّی قَدْ
زوّجتُ فاطمۃؓ من علیؓ علیٰ اربع مائۃ مثقال فضۃٍ۔ الخ۔

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ لعلی بن عیسیٰ الاربلی المتوفی ۶۸۷ھ
جلد اوّل، ص ۴۷۱-۴۷۲۔ ترجمۃ المناقب فارسی۔ باب
تزویج فاطمہ۔ طبع جدید طہرانی۔

(۲) المناقب للخوارزمی، ص ۲۴۲۔ باب تزویج مذکور۔ الفصل
العشرون، ص ۲۵۲ و ۲۵۳۔ مطبع حیدریہ نجف اشرف
عراق۔ سن طباعت ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء

(۳) بحار الانوار ملا باقر مجلسی، جلد عاشر، ج ۱۰، ص ۳۷-۳۸
باب تزویج فاطمہ۔ طبع ایران۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

"انسؓ کہتے ہیں کہ میں نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھا .... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جاؤ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ کو اور اتنی تعداد میں انصار کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں چلا گیا اور ان سب حضرات کو حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بلا لایا۔ جب یہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو نبی کریم نے ارشاد فرمایا .... میں تم سب حاضرین مجلس کو اس بات کا گواہ اور

شاہد قرار دیتا ہوں کہ میں نے چار سو مثقال مہر کے عوض میں فاطمہؓ کا نکاح علی بن ابی طالبؓ سے کر دیا۔"

(۲)

حضرت عثمانؓ کے مومن، صالح، متقی، محسن ہونے کی مرتضوی شہادت

—— حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ ان کی جماعت کے ایک شخص نے ان سے دریافت کیا کہ اگر لوگ مجھ سے سوال کریں کہ آپ کے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے متعلق کیا خیالات ہیں؟ تو میں جواب میں کیا ذکر کروں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ:

—— اخبرھم ان قولی فی عثمان احسن القول ان عثمان کان مِنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔

یعنی فرمایا کہ عثمانؓ کے حق میں میرا بہت عمدہ خیال ہے یقیناً عثمانؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے حق میں قرآن مجید میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ:

"وہ لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، پھر پرہیزگاری کی۔ اور یقین کیا، پھر تقویٰ اختیار کیا اور نیکوکاری کی، اللہ نیکوکاری کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

حضرت علیؓ کا یہ فرمان مندرجہ ذیل کتب میں اپنے اپنے الفاظ میں مذکور ہے اور

پہلی روایت

روی ابوالخیثمة فی فضائل الصحابة من طریق الضحاک عن النزال بن سبرة قلنا لعلیؓ حدثنا عن عثمان قال ذاک امرء یدعیٰ فی الملاء الاعلیٰ ذاالنورین۔

(۱) الاصابہ معہ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۵، تذکرہ عثمانؓ

واخرج ابوخیثمة فی فضائل الصحابة وابن عساکر عن علیؓ بن ابی طالب انہ سئل عن عثمانؓ فقال ذاک امرأ یدعیٰ فی الملاء الاعلیٰ ذاالنورین کان ختن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ ابنتیہ۔

(۲) تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص ۱۰۵۔ تذکرہ عثمان بن عفان، مطبع مجتبائی دہلی۔

(۳) کنز العمال، ج ۶، ص ۳۷۳، روایت ۵۸۰۶۔ باب فضائل ذی النورین عثمانؓ۔

خلاصہ روایات یہ ہے کہ "نزال بن سبرة کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ عثمانؓ بن عفان کے مقام کے متعلق بیان فرمادیں تو آپ نے فرمایا کہ عثمانؓ وہ شخص ہیں جن کو "ملأ اعلیٰ" (یعنی آسمانوں پر فرشتوں کی جماعت) میں "ذوالنورین" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کے داماد ہیں۔ نبی کریم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔"

دوسری روایت

کثیر بن مرہ ناقل ہے، علی متقی ہندی نے ابن عساکر کے حوالہ سے کنز العمال میں

اس کو ذکر کیا ہے۔

——— عن کثیر بن مرۃ قال سئل علی بن ابی طالب عن عثمان قال نعم یسمّٰی فی السماء الرابعۃ ذا النورین وزوّجہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم واحدۃً بعد واحدۃٍ ثم قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من یشتری بیتًا یزیدہ فی المسجد غفر اللّٰہ لہٗ فاشتراہ عثمان فزادہٗ فی المسجد فقال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من یبتاع مربد بنی فلان فیجعلہٗ صدقۃً للمسلمین غفر اللّٰہ لہٗ فاشتراہ عثمان فجعلہٗ صدقۃً علی المسلمین فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم من یجہّز ھٰذا الجیش یعنی جیش العسرۃ غفر اللّٰہ لہٗ فجھّزھم عثمان حتّٰی لم یفقدوا عقالاً۔

(کنز العمّال، ج ۶، ص ۳۷۹ (بحوالہ ابن عساکر) روایت ۵۸۷۵ باب فضائل ذی النورین عثمانؓ، طباعت اوّل، دکن)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ:

حضرت علی المرتضیٰؓ سے بعض آدمیوں نے حضرت عثمانؓ کے حق میں سوال کیا تو

۱ ——— آپ نے فرمایا وہ بہترین شخص تھے، چوتھے آسمان پر ان کا نام "ذو النورین" تحریر کیا گیا۔ اور نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں نکاح کر دیں۔

۲ ——— پھر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مکان خرید کر مسجد میں اضافہ کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت فرما دیں گے۔ عثمانؓ نے وہ مکان خرید کر مسجد میں ملا دیا۔

۳ ——— پھر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمان دیا کہ فلاں قبیلہ کا مربد (یعنی باڑہ) خرید کر

عام مسلمانوں کے لیے جو آدمی وقف کرے گا اُس کے لئے بخشش و مغفرت ہو گی۔ عثمانؓ بن عفان نے وہ مکان خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

۴ ـــ پھر حضور علیہ السّلام نے فرمان جاری کیا کہ جیش العسرۃ یعنی غزوۂ تبوک والے لشکر کے لیے تیاری کا سامان جو شخص پیش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دینگے، تو عثمانؓ نے پالان کسنے کی رسّی تک سامانِ لشکر مہیا کر دیا۔"

عُلماء کا ایک قول

علّامہ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء (بحث فضائل عثمانی) میں علماء کا ایک قول نقل کیا ہے ہم بھی ناظرین کے افادہ کے لیے یہاں درج کرتے ہیں۔ قبل ازیں باب اوّل میں اس کا بعض حصّہ نقل ہو چکا ہے۔

"قال العلماء ولا یعرف احد تزوّج بنتی نبیٍ غیرہ ولذالک سمّی ذا النورین فھو من السابقین الاوّلین واوّل المہاجرین واحد العشرۃ المشھود لھم بالجنۃ واحد الستّۃ الذین توفی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راضٍ واحد الصحابۃ الّذین جمعوا القرآن، الخ۔"

(تاریخ الخلفاء سیوطی، ص ۱۰۵ طبع مجتبائی دہلی ذکر عثمانؓ)

خلاصہ یہ ہے کہ علماء اُمّت فرماتے ہیں:۔

(۱) ـــ کہ حضرت عثمانؓ بن عفان کے بغیر کوئی شخص ایسا نہیں گزرا جس کے نکاح میں نبی کی دو دخترآئی ہوں، اسی وجہ سے ان کا نام "ذوالنورین" رکھا گیا۔

(۲) ـــ عثمانؓ پہلے پہلے ایمان والے مسلمانوں میں سے تھے جنہیں سابقین اوّلین کہا جاتا ہے۔

(۳) ـــــ عثمانؓ اولین مہاجرین میں سے تھے (اور دو ہجرتوں کے ثواب حاصل کرنے والوں میں سے تھے)۔

(۴) ـــــ جن دس صحابہ کرامؓ کو جنت کی بشارت مل چکی ہے، ان میں سے ایک عثمانؓ تھے۔

(۵) ـــــ جن چھ آدمیوں سے نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم راضی رخصت ہوئے ان میں ایک عثمان تھے۔

(۶) ـــــ جن صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید جمع کیا ان میں سے ایک عثمانؓ تھے۔ رضی اللہ عنہ وعن کل الصحابۃ اجمعین۔

(۴)

اُمّت میں مقامِ عثمانؓ کا تعیُّن
حضرت علی المرتضیٰؓ کی زبان سے

ـــــ سیّدنا حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ اس خُطبہ کو علّامہ ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد بن سلیمان بن اشعث سجستانی المتوفی ۳۱۶ھ نے "کتاب المصاحف" میں باسند نقل کیا ہے، اس میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ ناظرین کرام توجہ فرماویں۔

..... عن عبد خیر قال خطب علیؓ رضی اللہ عنہ فقال افضل الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ و افضلھم بعد ابی بکرؓ عمرؓ، ولو شئت ان اسمّی الثالث لسمّیتہٗ قال فوقع فی نفسی من قولہ ان اسمی الثالث لسمیتہ فاتیتُ

الحسين بن علي فقلت ان امير المؤمنين خطب فقال ان افضل الناس بعد النبي صلّى الله عليه وسلم ابوبكر۔ وافضلهم بعد ابي بكرؓ عمرؓ۔ ولو شئت ان اسمي الثالث لسمّيته فوقع في نفسي فقال الحسينؓ فقد وقع في نفسي كما وقع في نفسك فسألته فقلت يا اميرَ المؤمنين من الّذي لو شئت ان تسمّيه لسمّيته؟ قال المذبوح كما تذبح البقرة "

(کتاب "المصاحف" لابی بکر عبداللہ بن ابی داؤد السجستانی ص ۳۵-۳۶ طبع مصر تحت عنوان ماکتب عثمان من المصاحف)

"یعنی عبدِ خیر ذکر کرتا ہے کہ (ایک دفعہ) حضرت علیؓ نے خطبہ دے کر فرمایا کہ نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابوبکرؓ ہیں اور ان کے بعد سب سے افضل عمرؓ بن الخطاب ہیں۔ اگر میں تیسرے شخص کا نام ذکر کروں تو کر سکتا ہوں۔

عبدِ خیر کہتا ہے کہ میں نے خیال کیا تیسرا شخص کون ہے؟ یہ چیز میں نے حضرت حسین بن علیؓ سے دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ میرے دل میں بھی یہ بات گزری تھی۔ پھر میں نے امیر المؤمنین علیؓ سے خود دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو لوگوں نے ذبح کر ڈالا جیسے گائے ذبح کی جاتی ہے۔ (یعنی افضلیّت میں تیسرے شخص عثمان ہیں جن کو باغیوں نے وحشت ناک کیفیت سے شہید کر دیا)۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جمیع الصحابۃ اجمعین۔

(۵)

دینِ عثمانؓ کا مقام علی المرتضیٰؓ کی نظروں میں

——— گذشتہ مسئلہ میں حضرت علیؓ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کی زبانی حضرت سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کا مقام تمام اُمت میں تیسرے نمبر پر مذکور ہوا۔

اب یہ امر نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دین کی اہمیت حضرت علیؓ کے قلب میں کیا تھی؟ اور حضرت عثمانؓ کے اسلام کو وہ کس قدر وزنی شمار کرتے تھے؟

——— ابن عبدالبر نے الاستیعاب فی اسماء الاصحاب (تذکرہ عثمانی) میں یہ قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"...... قال علیؓ رضی اللہ عنہ من تبرّأ من دینِ عثمانؓ فَقَدْ تَبَرَّأَ مِنَ الْاِیْمَانِ "

(الاستیعاب" معہ اصابہ، ج ۳، ص ۷۶ ـ تذکرہ حضرت عثمانؓ)

"یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جس شخص نے حضرت عثمانؓ کے دین سے تبرّی و بیزاری اختیار کی یقیناً وہ اپنے ایمان و اسلام سے بری ہو گیا"

مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے بیانات کے ذریعہ یہ مسئلہ فیصلہ شدہ ہے کہ جو آدمی حضرت عثمانؓ کو ایماندار نہیں جانتا وہ خود ایماندار نہیں۔ جو حضرت عثمانؓ سے بیزار ہو گا وہ دینِ اسلام سے بیزار ہو گا۔

(۶)

حضرت علیؓ کی جانب سے حضرت عثمانؓ کے متعلق سابق الخیرات اور غیر معذب ہونے اور جنتی ہونے کی گواہی

ذیل میں مرویاتِ مرتضوی نقل کی جاتی ہیں جن میں مندرجہ مسائل درج ہیں۔

(۱) علامہ البلاذری نے اپنی مشہور تصنیف انساب الاشراف جلد خامس، باب امر عثمانؓ میں باسند نقل کیا ہے۔

"...... عن ابی سعید اخی محمد بن زیاد قال قال علیؓ انا واللہ علیٰ اثر الذی اتی بہ عثمان لقد سبقت لہ فی اللہ سوابق لا یعذبہ بعدھا ابداً"

(انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۹، طبع یروشلم)

"یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اسی نقش قدم پر چل رہا ہوں جس پر عثمانؓ آرہے تھے، اللہ کے دین کے معاملہ میں انہیں (خیرات و حسنات میں) سبقتیں حاصل ہیں جن کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو کبھی بھی عذاب نہیں دے گا۔

(۲) ـــــ علی متقی ہندی نے کنز العمال میں متعدد باسند علماء کے حوالہ سے حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:۔

ـــــ عن ابی سعید مولیٰ قدامۃ بن مظعون قال قال علیؓ وذکر عثمان اما واللہ لقد سبقت لہ سوابق لا یعذبہ اللہ بعدھا ابداً۔"

(۱)ــــ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۷۳ - روایت ۵۸۰۷ بحوالہ ابن ابی الدنیا والحاکم فی الکنیٰ - کر -

(۲)ــــ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۷۹ - روایت ۵۸۷۸ بحوالہ ابن عساکر جلد سادس -

"مطلب یہ ہے حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کا ذکر کیا فرمانے لگے کہ اللہ کی قسم ان کو بہت سے امورِ خیر میں سبقت حاصل ہے اس کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی عذاب نہیں دے گا -

(۳)ــــ ...... عن یوسف بن سعید مولیٰ حاطب عن محمد بن حاطب وکان قدم البصرۃ مع علیؓ ان علیًا ذکر عثمان فقال و معہ عود ینکت بہ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِنَّا الْحُسْنٰی اُولٰئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ - اولئک عثمانؓ واصحاب عثمانؓ "

(انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۱۰۰ باب امر عثمان بن عفان - طبع جدید یروشلم)

حاصل یہ ہے کہ "حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کا ذکر کیا اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے زمین کرید رہے تھے - آیت ہٰذا (تحقیق وہ لوگ جن کے لیے ہماری جانب سے وعدۂ حسنیٰ یعنی جنت مقرر ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور کر دیتے جائیں گے) پڑھ کر فرمایا کہ یہ لوگ عثمانؓ اور ان کے ساتھی ہیں "

(۷)
عثمانی خلافت میں حضرت علیؓ کا قرآن سُنانا

ــــ نوافل میں قرآن خوانی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں ہمیشہ

ہوتی تھی اور بعض اوقات جماعت سے ہوتی تھی۔ رمضان المبارک میں یہ مبارک کام باقاعدگی سے مسجد نبوی میں جاری رہتا تھا۔ خلافتِ عثمانی کے ایام میں بعض دفعہ حضرت علی المرتضیٰ رضؓ یہ جماعت کراتے تھے، جو خلیفہ کے ساتھ ان کے درست تعلقات ہونے کا بہترین ثبوت ہے۔

چنانچہ یہ واقعہ محدثین نے مندرجہ ذیل عبارت میں درج کیا ہے:

"۔۔۔۔ قتادۃ عن الحسنؒ امّنا علی بن ابی طالبؓ فی زمن عثمانؓ عشرین لیلۃ ثم احتبس فقال بعضھم قد تفرّغ لنفسہٖ ثم اَمَّھُم اَبُوْحَلِیْمَۃَ مُعَاذُ القاری فکان یقنت۔"

(کتاب قیام اللیل وقیام رمضان والوتر، ص ۱۵۵، از محمد بن نصر المروزی المتوفی ۲۹۴ھ۔ باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جماعۃ لیلاً تطوعاً فی شہر رمضان)۔

حاصل یہ ہے کہ:

"قتادہ نے حسن سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران حضرت علی بن ابی طالبؓ نے ہمیں بیس راتیں (تراویح) کی امامت کرائی اور نماز پڑھائی، پھر (بقایا راتوں میں) رک گئے (نہ تشریف لاتے)۔ بعض لوگ کہنے لگے کہ حضرت مرتضیٰ الگ ہو کر اپنی عبادت میں لگ گئے۔ پھر ابوحلیمہ معاذ القاری نے ان لوگوں کی امامت کرائی وہ دعائے قنوت پڑھتے تھے۔"

حضرت علیؓ کا قراءۃ عثمانی کی سماعت کرنا

محدث عبدالرزاق نے اپنے "مصنف" جلد ثانی میں یہ واقعہ نقل کیا ہے:۔

—— عبد الرزاق عن ابن عیینة عن مسعر عن الحسن بن سعد عن ابیه قال اقبلت مع علی بن ابی طالب من ینبع، قال فصام علیؓ وکان علی راکبًا وافطرت لانی کنت ماشیًا حتّٰی قدمنا المدینة لیلًا فمررنا بدار عثمانؓ بن عفان فاذا ھو یقرأ قال فوقف علیؓ یستمع قرأتہ ثم قال علیؓ انّہ یقرأ وھی فی سورة او قال فی سورة النحل۔ قال ابو بکر (عبد الرزاق) اُخبِرْتُ ان بین ینبع و بین المدینة اربعة ایام۔

(المصنّف لعبد الرزاق، جلد ۲، ص ۵۰۰۔ طبع بیروت منجانب مجلس علمی کراچی، ڈابھیل)

"یعنی حسن بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ینبع کے مقام سے حضرت علیؓ کے ساتھ میں واپس آیا، حضرت علیؓ روزہ دار تھے اور سواری پر سوار تھے اور میں پیدل ہونے کی وجہ سے روزہ دار نہ تھا، رات کے وقت ہم مدینہ پہنچے، حضرت عثمانؓ بن عفان کے مکان کے پاس سے گزر ہوا وہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ حضرت علیؓ ٹھہر گئے اور ان کی قرآت سننے لگے، پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ فلاں سورة (یعنی سورة نحل) سے تلاوت کر رہے ہیں۔

ابو بکر عبد الرزاق (صاحبِ کتاب) کہتا ہے کہ مدینہ طیبہ اور مقامِ ینبع کے درمیان چار یوم کی مسافت تھی۔"

تنبیہ

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ ینبع کے مقام میں حضرت علیؓ کی جاگیر مزروعہ زمین تھی جو خلافتِ فاروقی میں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے لیے متعین فرما دی تھی، ...

اس کی نگہداشت کے لئے گاہے گاہے حضرت علی وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ قبل ازیں حصہ فاروقی کے باب دوم کے آخر میں صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰ پر اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۸)

حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ کو سواری عنایت فرمانا

—— اس واقعہ کو حافظ ابونعیم اصفہانی (احمد بن عبداللہ) المتوفی ۴۳۰ھ نے اپنی مشہور تصنیف اخبار اصفہان یا تاریخ اصفہان جلد ثانی میں محمد بن محمد بن یوسف المکی الجرجانی کے تذکرہ کے تحت لکھا ہے، یہ تمام کتاب باسند ہے۔ اور واقعات کو سند کے ساتھ ہی درج کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"........ عن انس قال جاء علی رضی اللہ عنہ الی النبیّ صلّی علیہ وسلّم ومعہٗ ناقۃٌ فقال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ماھٰذہ الناقۃ ؟ قال حملنی علیھا عثمانؓ فقال النبیّ علیہ السّلام یا علیّ اتق الدنیا فان من کثر نشبہٗ کثر شغلہٗ ومن کثر شغلہ اشتدّ حرصہٗ ومن اشتدّ حرصہ کثر ھمہٗ و نَسِیَ رَبَّہٗ فَمَاظَنُّکَ یَاعَلِیُّ بِمَنْ نَسِیَ رَبَّہٗ۔"

(اخبار اصفہان، ج ۲، ص ۲۸۹ تحت تذکرہ محمد بن محمد بن یوسف المکی الجرجانی)

"یعنی انسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰؓ ناقہ (یعنی اونٹنی) پر سوار ہو کر پہنچے۔ آپ نے فرمایا یہ کس کی اونٹنی ہے؟ کیسی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض

کیا کہ عثمانؓ بن عفان نے مجھے سواری کے لیے دی ہے۔

(پھر نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علیؓ کو ترک ماسوی اللہ اور تعلّق باللہ کے متعلق چند نصائح فرماتے) ۔ فرمایا اے علیؓ! دنیا داری سے بچو! جس کا دنیا سے تعلق کثیر ہو جاتا ہے اس کے شغل و مشاغل زیادہ ہو جاتے ہیں۔ جتنے مشاغل ہوں تو حرص بڑھ جاتی ہے۔ جب حرص و لالچ بڑھ جائے تو افکار و غم بہت ہو جاتے ہیں اور اپنے رب کو انسان فراموش کر دیتا ہے۔ جو شخص اپنے ربّ تعالیٰ کو بھلا دے اے علیؓ! تو اس کے حق میں کیا گمان رکھے گا؟"

(۹)

حضرت عثمانؓ کا حضرت علی المرتضیٰؓ کو دعوتِ طعام دینا

—— حدیث کی مشہور کتاب سُنن ابی داؤد، جلد اوّل، ابواب الحج میں دعوتِ طعام کا واقعہ ہذا مذکور ہے:۔

"۔۔۔۔۔ وکان الحارث خلیفۃ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الطائف فصنع لعثمان طعاماً فیہ من الحجل والیعاقیب ولحم الوحش فبعث الی علیؓ رضی اللہ عنہ فجاءہ الرسول و ھو یخبط لاباعر لہ فجاء وھو ینفض الخبط عن یدہٖ فقالوا لہ کُل فقال اطعموہ قوماً حلالاً فانا حرم الخ"

(السنن لابی داؤد، ج ۱، ص ۲۶۳ - باب لحم الصید للمحرم - کتاب الحج - طبع مجتبائی دہلی)

حاصل یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عثمانؓ کی طرف سے طائف کے علاقہ پر الحارث نامی ایک شخص امیر تھا۔ اس نے حضرت عثمانؓ کے لیے

طعام تیار کر کے ارسال خدمت کیا۔ طعام میں چکور وغیرہ پرندے اور جنگلی حلال جانور (گورخر وغیرہ) پکے ہوئے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کی طرف آدمی بھیجا کہ طعام کے لیے تشریف لائیے۔ اس وقت حضرت علیؓ اپنے اونٹوں کے لیے درختوں کے پتے جھاڑ کر ہاتھ صاف کر رہے تھے۔ عرض کیا گیا کھانا تیار ہے، تناول فرمائیے۔ آپ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ احرام نہیں باندھے ہوئے (غیر محرم ہیں) ان کو یہ طعام کھلائیے۔ ہم لوگ احرام باندھے ہوئے ہیں (محرم) کے لیے شکار کے گوشت کا کھانا درست نہیں)۔"

حضرت عثمانؓ کے حق میں ہاشمیوں کے بیانات

——قبل ازیں عموماً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودات اور واقعات حضرت عثمانؓ کے متعلقہ نقل کیے گئے ہیں، اس کے بعد حضرت علیؓ کی اولاد اور چچازاد بھائیوں کے بیانات میں سے چند اشیاء درج کی جاتی ہیں۔ ان میں حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی فضیلت و عظمت و اہمیت کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۰)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان

علامہ محمد بن یحییٰ بن ابی بکر الاندلسی المتوفی ۷۴۱ھ نے اپنی تصنیف "کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان" میں کتاب الشریعۃ کے حوالہ سے ابن عباس کی روایت نقل کی ہے اور محب الطبری نے ریاض النضرۃ میں بھی ذکر کی ہے۔ اور کتاب ازالۃ الخفا میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اس روایت کو درج کیا ہے۔

روی الآجری فی کتاب الشریعۃ باسنادہ عن میمون بن مہران عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قال قحط المطر علیٰ عہد ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فاجتمع الناس الیٰ ابی بکرؓ فقالوا السماء لم تمطر والارض لم تنبت والناس فی شدۃٍ شدیدۃٍ فقال ابو بکر الصدیقؓ انصرفوا واصبروا فانکم لا تمسون حتی یفرج اللہ الکریم عنکم فما لَبِثْنَا اِلَّا قلیلًا ان جاء اُجَرَاءُ عثمانؓ من الشام۔ فجاءتہ مائۃ راحلۃٍ بُرًّا اوقال طعامًا فاجتمع الناسُ الی باب عثمان فقرعوا علیہ الباب۔ فخرج الیہم عثمانؓ فی ملأٍ من الناس فقال ما تشاؤن؟ قالوا الزمان قد قحط اَلسَّمَآءُ لَمْ تُمْطُرْ وَالْاَرْضُ لَاتُنْبِتُ وَالنَّاسُ فی شدۃٍ شَدِیْدَۃٍ وقد بلغنا ان عندک طعامًا فبعنا ہ حتیٰ نوسّع علی فقراء المسلمین فقال عثمان حُبًّا وَکَرَامَۃً اُدْخُلُوا فاشتروا فدخل التجار فاذا الطعام موضوعٌ فی دار عثمانؓ۔ فقال معشر التجار کم تربحونی علی شرائی من الشام؟ قالوا للعشرۃ اثنا عشر! قال عثمانؓ زادونی قالوا للعشرۃ اربعۃ عشر قال عثمانؓ قد زادونی قالوا للعشرۃ خمسۃ عشر قال عثمانؓ قد زادونی قال التجار یا ابا عمرو ما بقی فی المدینۃ تجار غیرنا فَمَنِ الَّذِیْ زَادَکَ؟ قال زادنی اللہ عزّ وجلّ بکل درہم عشرۃ اعندکم زیادۃ؟ قالوا اللّٰہم لا! قال فانّی اشہد اللہ انی قد جعلتُ ہٰذا الطَّعَامَ صَدَقَۃً علی فقراء المسلمین قال ابن عباس رض فرأیت من لیلتی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم یعنی فی

المنام وھو علی برذون ابلق علیہ حلۃ من نور وھو مستعجل فقلت یا رسول اللہ فقد اشتد شوقی الیک والی کلامک فاین تبادر؟ فقال یا ابن عباس ان عثمانؓ بن عفان قد تصدق بصدقۃ وان اللہ عزوجل قد تقبلھا منہ ۔ الخ ۔

(۱) کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ ص ۲۴۲-۲۴۳ طبع بیروت لبنان ۔ از محمد بن یحییٰ اندلسی)

(۲) الریاض النضرہ لمحب الطبری، جلد ۲، ص ۱۴۵-۱۴۶ ۔ ذکر صدقاتہ ۔

(۳) ازالۃ الخفا لشاہ ولی اللہ دہلویؒ، فارسی کامل مقصد دوم ص ۲۲۴، تحت مآثر عثمانی، طبع قدیم بریلی) ۔

خلاصہ روایت ہٰذا یہ ہے

کہ میمون بن مہران ابن عباسؓ سے ذکر کرتا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت میں ایک دفعہ قحط رونما ہوا، بارش نہ ہوئی، لوگ مجتمع ہو کر حضرت صدیقِ اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے ۔ کہنے لگے کہ آسمانی بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین نے کچھ نہیں اگایا، لوگ بہت تنگی و مصیبت میں گرفتار ہیں ۔ سیدنا ابوبکرؓ نے فرمایا صبر کرتے ہوتے واپس جائیے ۔ اللہ تعالیٰ کریم ذات ہے، شام تک شاید کشادگی کی کوئی صورت پیدا فرما دیں ۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت عثمانؓ کے کارندے (جو شام کے علاقہ میں تجارتی غلہ کے لیے گئے ہوئے تھے) مدینہ پہنچ گئے ۔ ایک صد سواری گندم کی لدی ہوئی ملک شام سے لے آتے ۔ (اطلاع ملنے پر) مدینہ کے لوگ حضرت عثمانؓ

کے دروازہ پر جمع ہو گئے۔ دروازہ پر دستک دی، حضرت عثمانؓ باہر تشریف لائے (دیکھتے ہیں) کہ ایک کثیر انبوہ مدینہ کے تجار کا دروازہ پر پہنچا ہُوا ہے۔ عثمانؓ ذوالنورین نے دریافت فرمایا کیا بات ہے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ بارش نہ ہونے کے باعث شہر میں قحط پڑ گیا ہے۔ لوگوں میں خوراک کے متعلق سخت اضطراب ہے۔ ہمیں معلوم ہُوا ہے کہ جناب کے ہاں غلہ آیا ہے، آپ ہمیں فروخت کر دیں تاکہ مسلمان فقراء کے لیے فراخیٔ طعام کی صورت پیدا کی جائے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا بہت اچھا! آئیے خرید کیجیے۔ مدینہ کے تجار اندر آئے، مکان میں غلہ کا سٹاک موجود تھا۔ حضرت ذوالنورین نے فرمایا کہ میری خرید پر آپ لوگ کس قدر منافع دے سکتے ہیں؟ تو تاجر کہنے لگے کہ دس کی خرید پر بارہ (۱۲) روپیہ دے سکتے ہیں۔ عثمانؓ فرمانے لگے مجھے اس سے زیادہ نفع مل سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دس کے عوض چودہ روپیہ (۱۴) لے لیں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا مجھے اس سے زیادہ منفعت حاصل ہو سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پندرہ (۱۵) لے لیں۔ عثمانؓ نے فرمان دیا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ ملتا ہے۔ اس وقت انہوں نے عرض کیا کہ مدینہ کے تاجر تو ہم لوگ ہیں آپ کو اس قدر زائد نفع کون دے رہا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روپیہ کے بدلہ میں دس مل رہے ہیں، تم اس قدر زیادہ دے سکتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ نہیں ہو سکتا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس بات پر شاہد قرار دیتا ہوں کہ میں نے یہ سارا غلہ فقراء مسلمانوں پر للہ صدقہ کر دیا۔ کوئی قیمت وصول نہیں کی جائے گی۔

——— ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ مَیں اسی رات خواب میں رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرّف ہُوا۔ آپؐ ایک عمدہ ترکی ابلق اسپ پر سوار ہیں، نوُرانی لباس زیبِ تن ہے، جلدی تشریف لے جانے کی سعی فرما رہے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ! مجھے آپؐ کے دیدار کا بہت شوق تھا، گفتگو کرنے کی تمنّا تھی، کہاں عجلت فرما رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اَے ابن عباسؓ! عثمانؓ بن عفان نے صدقہ کیا ہے، اللہ نے اس کو قبولیت بخشی ہے، اِس سلسلہ میں جنت میں اجتماعِ خوشنودی ہو رہا ہے، مجھے شمولیّت کے لیے بُلایا گیا ہے۔"

(۱۱)

سیّدنا حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب کا بیان

فضیلت وعظمتِ عثمانی کے سلسلہ میں سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کا ایک بیان اکابر علماء نے ذکر کیا ہے۔ وہ ناظرین کے افادہ کی خاطر نقل کیا جاتا ہے۔

اس روایت کو حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ"، جلد سابع میں تحت حالاتِ عثمانؓ محدّث ابی یعلیٰ کے حوالہ سے درج کیا ہے، اور علّامہ نوُرالدّین الہیثمی نے "مجمع الزوائد" جلد تاسع، باب وفاتِ عثمانؓ میں اِس روایت کو ذکر کیا ہے۔ اور اس کو شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ نے ازالۃ الخفاء، جزء اوّل میں نقل فرمایا ہے۔ ازالۃ الخفاء کے الفاظ میں یہاں اندراج کیا جاتا ہے۔ ان بیانات کے فوائد آخر بحث میں یکجا عرض کیے جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

——— ...... قال (رضیع الجارود) کنت بالکوفۃ فقام الحسن بن علی خطیباً فقال یا ایّھا الناس! رأیت البارحۃ فی منامی عجباً

رأیت الربّ تعالیٰ فوق عرشہ فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حتیّٰ قام عند قائمۃٍ من قوائم العرش فجاء ابوبکر فوضع یدہٗ علیٰ منکب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ثم جاء عمرؓ فوضع یدہٗ علیٰ منکب ابی بکرؓ ثم جاء عثمانؓ فکان بیدہٖ رأسُہٗ فقال ربِّ سل عبادک فیمَ قتلُوُنی قال فانبعث من السماء میزابانِ من دمٍ فی الارض قال فقیل لعلیؓ الا تریٰ ما یحدّث به الحسن قال یحدّث بما رأیٰ“

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء فارسی۔ جزء اوّل قدیم طبع بریلی، ج ۱، ص ۱۰۷)۔

”.......من طریق آخر عن الحسن بن علیؓ قال لا اقاتل بعد رؤیا رأیتہا رأیت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم واضعًا یَدَہٗ علی العرش ورأیت ابا بکرؓ واضعًا یدہٗ علی النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ورأیت عمرؓ واضعًا یدہٗ علیٰ ابی بکرؓ ورأیت عثمانؓ واضعًا یدہٗ علی عمرؓ ورأیت دماءً دونہم فقلت ما ھٰذہ الدماء فقیل دماء عثمان یطلب اللہ بہٖ“

(۱) ”ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء“ از شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ، ج ۱، ص ۱۰۷۔ جزء اوّل فارسی، طبع قدیم۔

(۲) ”البدایہ والنہایہ“ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۹۴-۱۹۵، تحت حالات سیّدنا عثمانؓ بن عفان۔

(۳) ”مجمع الزوائد ومنبع الفوائد“ للہیثمی، ج ۹، ص ۹۶ باب وفات سیّدنا عثمانؓ۔

روایات کا حاصل یہ ہے کہ :-

"ایک دفعہ کوفہ میں سیدنا حسنؓ بن علیؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، فرمایا کہ اے لوگو! رات کو میں نے عجیب خواب دیکھا ہے اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر قائم ہیں۔ سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے عرش کے ایک پایہ کے پاس قیام فرما ہوئے۔ پھر ابوبکرؓ تشریف لائے اور انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دوشِ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا، پھر عمرؓ آئے انہوں نے ابوبکرؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ پھر عثمانؓ بن عفان آئے (بروایتِ دیگر) انہوں نے عمرؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ عثمانؓ اپنا سر بریدہ ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور آکر عرض کیا کہ یا اللہ اپنے بندوں سے دریافت فرمائیے کہ کس بنا پر انہوں نے مجھے قتل کر ڈالا؟

پھر سیدنا حسنؓ فرمانے لگے کہ آسمان سے زمین کی طرف خون کے دو میزاب (پرنالے) اُترتے دکھائی دیتے (کہا گیا کہ یہ خونِ عثمانؓ ہے اس کا مطالبہ ہوگا)۔

اس کے بعد حضرت علیؓ سے لوگوں نے کہا کہ آپ دیکھتے نہیں کہ حسنؓ کیا بیان کر رہے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو کچھ دیکھا ہے وہی بیان کر رہے ہیں۔"

——— نیز اسی مضمون کے موافق سیدنا حسن بن علیؓ کا بیان کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان، ص ۲۳۵ پر مفصل مذکور ہے۔ دیگر مناقبِ عثمانی کے ساتھ یہاں مذکورہ کا ذکر کیا ہے۔ ذیل میں حوالہ بیان کر دینا کافی سمجھا گیا ہے۔ اہلِ شوق رجوع فرما کر تسلی کر لیں۔ کتاب التمہید کے مصنف محمد بن یحییٰ بن ابی بکر المتوفی ۷۴۱ھ ہیں اور اندلس کے

مشہور علماء میں سے گزرے ہیں۔

—— وفی روایۃ عن عبد العزیز بن الولید بن سلیمان بن ابی السائب قال سمعت ابی یذکر عن الحسنؓ بن علی رضی اللہ عنہ انہ سمع اعمی یذکر عثمان رضؓ و یتنا ولہ فقال الحسن رضؓ ألعثمان یقولون؟ لقد قتل رحمہ اللہ وما علی الارض افضل منہ وما علی الارض من المسلمین اعظم حرمۃ منہ ......

...... لولم یکن الا ما رأیت فی مناحی لکفانی فانی رأیت السماء انشقت فاذا انا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکرؓ عن یمینہ وعمرؓ عن یسارہ والسماء تمطر دمًا فقلت ما ھذا فقیل ھذا دم عثمان قتل مظلومًا۔"

(کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان رضؓ طبع بیروت۔ لبنان، ص ۲۳۵)

(۱۲)

سیّدنا زین العابدین بن سیّدنا حسینؓ کا بیان

—— حضرت زین العابدینؒ کی اس مندرجہ روایت کو ابو نعیم اصفہانی نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء" جلد سوم تذکرہ زین العابدین میں ذکر کیا ہے اور شیعہ بزرگوں کے مشہور فاضل علی بن عیسیٰ آربلی نے ۶۸۷ھ میں اپنی تالیف "کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" جلد ثانی میں تذکرہ زین العابدین کے تحت درج کیا ہے۔ کشف الغمہ سے نقل پیش خدمت ہے تاکہ شیعہ دوستوں کے لیے زیادہ اطمینان کا باعث ہو۔

قدم علیہ نفرٌ من اھل العراق فقالوا فی ابی بکر و عمر و عثمان رضی

اللہ عنہم فلمّا فرغوا من کلامہم قال لھم الا تخبرونی انتم المہاجرون الاوّلون الّذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصادقون؛ قالوا لا! قال فانتم الذین تبوّؤا الدّار والایمان من قبلھم یحبّون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃً مما اوتوا ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ؛ قالوا لا! قال اما انتم قد تبرّأتم ان تکونوا من احد ھٰذین الفریقین وانا اشھد انکم لستم من الذین قال اللہ فیھم والّذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الّذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غِلًّا لِلّذین آمنوا اُخْرُجُوا عَنّی فَعَلَ اللہُ بِکُمْ"

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ از علی بن عیسیٰ اربلی شیعی، ص ۲۶ جلد ثانی بمع ترجمۃ المناقب فارسی، طبع تہران۔

(۲) "حلیۃ الاولیاء" از ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی۔ (المتوفی سنہ ۴۳۰ھ)۔ جلد ثالث، ج ۳، ص ۱۳۷، طبع مصر

حاصل یہ ہے کہ:۔

"(ایک دفعہ) زین العابدین کے پاس عراق کی ایک پارٹی آئی اور ابوبکر الصدیقؓ، عمرؓ و عثمانؓ کے حق میں طعن و اعتراضات کیے، جب وہ مطاعن سے فارغ ہوئے تو زین العابدینؒ نے فرمایا کہ یہ تبلاؤ کیا تم اوّلین مہاجرین میں سے ہو جن کے حق میں قرآن مجید میں آیا ہے کہ وہ اپنے مکانات و جائیدادوں سے نکال دیئے گئے، محض اللہ کی رضامندی اور فضل کے

طلبگار تھے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے تھے وہ لوگ صادق و مخلص تھے؟ عراقیوں نے جواب دیا کہ ہم ان سے نہیں ہیں۔

پھر زین العابدین نے دریافت کیا کہ کیا تم وہ لوگ ہو جن کے متعلق کتاب اللہ میں مذکور ہے کہ جنہوں نے دار الاسلام مدینہ کو وطن بنایا اور مہاجرین میں سے پہلے انہوں نے ایمان میں جگہ پیدا کی جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اس کو پسند کرتے ہیں اور اپنے دلوں میں کوئی خلش نہیں محسوس کرتے اس چیز سے جو مہاجر دیتے جائیں۔ اپنے نفسوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو تنگی ہو۔ عراقی کہنے لگے کہ ہم ان میں سے بھی نہیں ہیں!

سیدنا زین العابدین نے فرمایا کہ تم نے ان دونوں فریق میں سے ہونے سے بیزاری اختیار کی اب میں تمہارے حق میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی ہرگز نہیں جن کے لیے خدا تعالیٰ فرمان دیتا ہے (جو لوگ بعد میں آئے کہتے ہیں اے اللہ ہم کو اور ہمارے سابق ایمان لانے والے بھائیوں کو بخش دے اور ہمارے قلوب میں مومنوں کے حق میں کھوٹ اور کینہ نہ ڈال دینا)۔ تم ہمارے یہاں سے نکل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ وہی معاملہ کرے جس کے تم اہل ہو۔"

(۱۴)

سیّدنا جعفر صادق بن سیّدنا محمد باقر کا بیان

—— ابن سعد نے اپنی مشہور تصنیف "طبقات ابن سعد" میں حضرت سیّدنا امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ وہاں ان کے لباس و پوشاک وغیرہ تک کا بیان کیا ہے اس مقام میں جعفر صادق سے نقل کر کے حضرت

عثمانؓ کے حق میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ بن عفانؓ اپنی انگوٹھی بائیں ہاتھ میں زیب تن کیا کرتے تھے۔ عبارت ذیل ہے:

——— عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان عثمان تختم فی الیسار۔"

"یعنی جعفر صادقؒ اپنے والد محمد باقر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ اپنی انگشتری (انگوٹھی)، بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔"

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۴۰۔ تحت ذکر لباس عثمان طبع لیدن)

معلوم ہوا حضرت علیؓ کی اولاد شریف اور ائمہ کرام سیدنا عثمانؓ کو صرف اچھا ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ مسائلِ دینیہ میں حضرت عثمانؓ کی شخصیت کو قابل نمونہ سمجھتے تھے اور ان کے اعمال کے ساتھ شرعی مسئلہ میں استدلال پکڑتے تھے۔

نتائج و فوائد

باب سوم میں عثمانی متعلقات کی بہت سی چیزیں درج ہو چکی ہیں۔ آخر میں ان کے فوائد اور ماحصل کو یکجا پیش کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کا استفادہ مکمل ہو سکے۔ یہ تمام چیزیں حضرت علی المرتضیٰؓ اور دیگر ہاشمیوں کے فرمودات کی روشنی میں ثابت ہو رہی ہیں۔

(۱)

جب علی المرتضیٰؓ کی حضرت فاطمہؓ کے ساتھ تزویج ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے چار صد درہم خیر خواہی و احسان کے طور پر پیش کیے جن سے شادی کے تمام اخراجات کی کفالت ہوئی اور یہ کام انجام پایا۔

(۲-۳)

"حضرت عثمان بن عفانؓ مومن کامل، متقی، صالح، احسان کنندہ، حیا دار، صلہ رحمی کرنے والے، متورع و پرہیزگار، خوفِ خدا رکھنے والے تھے۔

——— "ذوالنورین" کے لقب سے شرف یاب ہوتے یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بار داماد ہوتے اور اس عزت و شرف میں تمام لوگوں سے ممتاز تھے۔

اور اولادِ آدم میں یہ شرف عثمانؓ کے بغیر کسی آدمی کو نہیں نصیب ہوا۔ نیز مسلمانوں کے بڑے بڑے مشکل اوقات میں انہوں نے متعدد بار نصرتیں کیں اور بخشش و مغفرت کا تمغہ حاصل کیا۔

(۴)

—— اُمّتِ اسلامیہ میں شیخینؓ کے بعد ان کا مقام تھا یعنی جس طرح "خلیفۂ ثالث" تھے اسی طرح افضلیّت میں تیسرے مقام پر فائز تھے اور سرکشوں و ظالموں نے ان کو ظلماً شہید کیا یقیناً وہ شہید فی سبیل اللہ ہیں۔

(۵)

—— حسنات "و امورِ خیر" میں سبقت لے جانے والے تھے اس کی وجہ سے ان کو کبھی عذاب نہ ہوگا۔ جنت ان کو نصیب ہوگی اور جہنّم سے بعید رہیں گے۔

(۶-۷)

—— حضرت علیؓ و حضرت عثمانؓ ایک دوسرے کے بارے میں درست معاملہ تھے اور بہتر تعلقات رکھتے ایک دوسرے کے ایّام میں امامت کرلتے تھے اور عند الضرورۃ سواری مہیّا کرتے اور دعوتِ طعام دیتے تھے۔

(۸)

—— ابنِ عباسؓ کے بیان سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر تنگی و شدّت کے اوقات میں حضرت عثمانؓ نے بڑی فیّاضی سے اہلِ اسلام اور اہلِ مدینہ کی امداد کی جو عند اللہ مقبول ہوئی۔ اور اس پر ان کو عجیب بشارتیں نصیب ہوئیں جو ان کے لیے آخرت میں کامیابی کے نشانات ہیں۔

(۹)

—— سیّدنا حسن بن علیؓ کے بیان سے متعدّد چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ حضرت

صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت عثمان غنیؓ کی خلافتیں علی الترتیب بالکل صحیح تھیں ان کے تسلسل خلافت میں کسی قسم کے غصب و بغاوت و عداوت کو کچھ دخل نہ تھا اور تغلب سینہ زوری کا یہاں کوئی شائبہ نہ تھا۔

اُمتِ اسلامیہ میں حضرت عثمانؓ کا مقام درجہ سوم میں ہے، فضیلت، اور خلافت دونوں اعتبار سے یہی ترتیب درست ہے۔

قتلِ عثمانؓ ظالمانہ تھا، حضرت عثمانؓ مظلوماً شہید ہوئے، قاتلوں کو عند اللہ سزا ملے گی۔

—— سیدنا حسنؓ کے اس بیان کی حضرت علیؓ نے تردید نہیں فرمائی بلکہ تائید کردی۔ لہٰذا ہاشمیوں کے بیانات مزید وزنی ہو گئے۔

(۱۰)

—— حضرت زین العابدینؓ کے بیان سے واضح ہوا کہ

(۱) علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد شریف میں تمام حضرات عثمانؓ کے متعلق حسنِ عقیدت رکھتے تھے۔ جس طرح شیخین کے لیے طعن و تشنیع نہیں سنتے تھے اسی طرح حضرت عثمانؓ کے حق میں مطاعن سننا ناپسند کرتے اور اعتراضات کو قبیح جانتے تھے۔

(۲) جو لوگ حضرات خلفاء ثلاثہؓ سے تبرّی و بیزاری کرتے ان سے اولادِ علیؓ بھی بیزاری اختیار کرتی اور اجتناب کرتی تھی۔

(۳) نیز خلفاء ثلاثہؓ کے طاعنین و مخالفین کا اپنے ہاں سے اخراج کر دیتے تھے یہ ان حضرات کے ساتھ ہاشمیوں کی حسنِ عقیدت کی بہترین علامت ہے۔ اور مخالفین کے ساتھ قطع تعلق کا عملی مظاہرہ ہے۔

(۱۱)

حضرت جعفر صادقؒ کے بیان نے واضح کر دیا کہ حضرت عثمانؓ کی شخصیت مسائلِ دینیہ میں قابلِ استدلال ہستی ہے اور حضرت عثمانؓ کا کردار بطور نمونہ کے مقبول اور لائقِ اتباع ہے۔

ہاشمی اکابر کی زبانی حضرت عثمانؓ کا مقام

(بحوالہ کتب شیعہ)

——— سیدنا امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مکارم شیعہ کے علماء و مجتہدین نے بھی اپنی معتبر تصانیف میں ذکر کیے ہیں۔ ناظرین کی توجہ کی خاطر چند ایک چیزیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

غور و فکر کے بعد فضیلتِ عثمانی کا مسئلہ آشکارا ہو جائے گا اور اندازہ ہو سکے گا کہ بنی ہاشم کے اکابرین حضرت عثمانؓ کو کس قدر احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے حق میں کس قدر خوش عقیدہ تھے۔

(۱)

سیّدنا حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب کا بیان

——— ابن بابویہ القمی (شیخ صدوق) نے اپنی کتاب "معانی الاخبار" میں حضرت سیّدنا حسنؓ کی مرفوع روایت نقل کی ہے اس میں خلفاء ثلاثہ (حضرت صدیقؓ، حضرت فاروقؓ، حضرت عثمانؓ) کی عظمت کا بیان ہے۔

. . . . . . عن الحسنؓ بن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان ابا بکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان

عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد" الخ

(کتاب "معانی الاخبار" للشیخ الصدوق المتوفی ۳۸۱ھ ص ۱۱۰ طبع ایران - قدیم طبع) - (کذا فی تفسیر الحسن العسکری)

"یعنی حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ میرے گوش کی طرح ہے اور عمرؓ بمنزلہ میری چشم کے ہے اور عثمانؓ میرے دل کے قائم مقام ہے"

(۲)

سیّدنا جعفر صادق کی زبانی حضرت عثمانؓ کی فضیلت

——— قیامت کے قریب امام مہدی کے ظہور کے دور میں چند علامات (عند الشیعہ) رونما ہونگی۔ ان نشانات میں ایک نشان یہ بھی ہوگا کہ اُس وقت آسمان سے (قدرت کی طرف سے) اوّل و آخر یوم میں ایک آواز آئے گی:-

"قال (الصادقؑ) ینادی منادٍ من السماء اوّل النّهار الا انّ علیاً صلوات الله علیه وشیعته هم الفائزون، قال وینادی منادٍ آخر النهار الا انّ عثمان وشیعته هم الفائزون" رواه الکلینی فی فروعه الجزء الثالث کتاب الروضة"

(فروع کافی الجزء الثالث کتاب الروضہ ص ۱۴۶ طبع نولکشور لکھنؤ کتاب الروضۃ من الکافی جلد ثانی مع ترجمہ فارسی، ج ۲، ص ۲۰۹، بحساب علامات ظہور امام قائم، طبع جدید طہرانی)

یعنی جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ (امام مہدی کے دور میں) اوّل دن میں آسمان سے آواز سنائی دے گی کہ اچھی طرح سن لو! علی اور ان کی جماعت

کامیاب او ... المرام ہے اور آخر دن میں آسمان سے یہ ندا آئے گی کہ گوش ہوش سے سنو! عثمانؓ اور ان کی جماعت کامیاب و مقصود یافتہ ہے"

(۳)

امام جعفر صادقؒ کا ایک اور بیان

——— فروع کافی کتاب الروضہ میں شیعی فاضل کلینی رازی نے سیدنا جعفر صادقؒ کی ایک طویل روایت باسند نقل کی ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جو واقعات پیش آئے ان میں حضرت عثمانؓ کی خدماتِ جلیلہ درج کی ہیں، فرماتے ہیں:-

——— قال (ابو عبد اللہ) فارسل الیہ (عثمانؓ بن عفان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فقال انطلق الیٰ قومک من المؤمنین فبشّرھم بما وعدنی ربّی من فتح مکۃ فلمّا انطلق عثمان لقِیَ ابان بن سعید فتاخر عن السرج فتحمّل عثمان بین یدیہ ودخل عثمان فاَعلَمَھُم وکانت المُنَاوَشَۃُ فجلس سھیل بن عمرو عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وجلس عثمان فی عسکر المشرکین وبایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ المسلمین وضرب باحدیٰ یدیہ علی الاخریٰ لعثمان وقال المسلمون طوبیٰ لعثمان قد طاف بالبیت وسعیٰ بین الصفا والمروۃ واَحَلَّ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ما کان لیفعل فلمّا جاء عثمان قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اَطُفتَ بِالبَیتِ؟

فقال ماکنت لاطوف بالبیت و رسول اللہ صلعم لم یطف ۔

(فروع کافی جلد سوم کتاب الروضہ ، ج ۳ ، ص ۱۵۱ ، طبع نول کشور لکھنؤ ۔ حالات غزوۂ حدیبیہ ۔ وطبع جدید طہرانی ، ج ۲ ، ص ۳۲۸ ۔

ملا باقر مجلسی نے "حیات القلوب" جلد دوم ، باب ۳۸ شش و ہشتم میں "غزوۂ حدیبیہ" کے حالات کے تحت مندرجہ واقعات کو بعبارت ذیل بیان کیا ہے ۔

"کلینی بسند حسن کالصحیح از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است چوں حضرت رسولؐ بغزوہ حُدَیبیہ در ماہ ذیقعدہ بیروں رفت . . . . پس حضرت رسولِ کریمؐ بنزد عثمان فرستاد کہ بروبسوئے قوم خود از مومناں و بشارت دہ ایشانرا بآنچہ وعدہ دادہ است مرا خدا از فتح مکہ ۔ چوں عثمان روانہ شد ابان بن سعید را در راہ دید پس ابان از زین برجست و در عقب زین نشست و او را بر روئے زین سوار کرد پس عثمان داخل شد و رسالہ حضرت را رسانید و ایشاں مہیائے جنگ بودند پس سہیل نزد حضرت رسولؐ نشست و عثمان نزد مشرکان و حضرت دراں وقت از مسلماناں بیعتِ رضوان گرفت و بروایت شیخ طبرسی چو مشرکاں عثمان را حبس کردند و خبر بحضرت رسید کہ او را کشتند حضرتؐ فرمود کہ ازیں جا حرکت می کنم تا بایشاں قتال کنم و مردم را بسوئے بیعت دعوت نمائم و برخاست و پشت مبارک بدرخت داد و تکیہ کرد و صحابہ باآنحضرت بیعت کردند کہ با مشرکاں جہاد کنند و نگریزند و بروایت کلینی حضرتؐ یکدست خود را بر دست دیگر زد و برائے عثمان بیعت گرفت . . . . پس مسلماناں گفتند کہ خوشا حال عثمان کہ طواف

کعبہ کرد و سعی میان صفا و مروہ کرد و مُحِل شد، حضرت فرمود کہ نخواہد کرد چوں عثمان آمد حضرت پرسید کہ طواف کردی؟ گفت چوں تو طواف نہ کردہ بودی من نہ کردم۔"

(حیات القلوب از مُلا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی جلد دوم، باب سی و ہشتم در بیان غزوہ حدیبیہ، ج ٢، ص ٤٨٩-٤٩٠ طبع نول کشور لکھنؤ۔

مندرجہ روایات کا حاصل یہ ہے کہ:

"حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کو بُلوا کر فرمایا کہ مکہ میں اپنی قوم کی طرف جائیے ان کو خوشخبری دیجیے کہ اللہ کا وعدہ ہو چکا ہے کہ مکہ فتح ہوگا۔ عثمانؓ چل پڑے راستہ میں ایک شخص ابان بن سعید ملا۔ وہ (عثمانؓ کے احترام میں) سواری کی زین سے متأخر ہوگیا اور عثمانؓ بن عفان کو اپنے آگے زین پر سوار کر لیا۔ عثمانؓ مکہ میں مشرکین کے ہاں پہنچے۔ اہلِ مکہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا اور مقصد سے آگاہ کیا۔ وہ لوگ جنگ کے لیے تیار تھے۔

اور مشرکین کا فرستادہ آدمی (سہیل بن عمرو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپہنچا۔ اور عثمانؓ اہلِ مکہ کے ہاں پہنچ گئے (اس دوران میں مسلمانوں کے ہاں خبر پہنچی کہ مشرکوں نے عثمانؓ کو قتل کر ڈالا تو اس چیز پر نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اس جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک ہم ان سے قتال کر کے بدلہ نہ لے لیں)۔

پس آپ ایک درخت کی طرف پُشت لگا کر بیٹھ گئے اور سب حاضرین صحابہؓ نے (اس مقصد پر) بیعت کی۔ اور حضرتؐ نے اپنا ایک

ہاتھ لے کر دوسرے ہاتھ پر لگایا۔ یہ عثمانؓ کے لیے بیعت قرار دی۔ (اس کے بعد خبر ملی کہ عثمانؓ قتل نہیں ہوئے زندہ ہیں) تو بعض مسلمانوں نے کہا کہ عثمانؓ کو بڑی سعادت نصیب ہوئی کہ کعبہ کا طواف کیا ہوگا، صفا و مروہ میں سعی کی ہوگی، پھر احرام کھولا ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ عثمانؓ نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔

جب عثمانؓ آئے تے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا: "تم نے بیت اللہ کا طواف کیا تھا؟" تو انہوں نے عرض کیا کہ خدا کے نبیؐ نے طواف نہ کیا ہو تو میں طواف نہیں کر سکتا تھا۔"

جعفر صادق کے بیان سے فوائد

(۱)۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمانؓ کو خصوصیت سے بلوا کر اہل مکہ کی طرف بشارت و پیغامات دے کر ارسال کرنا مقبولیت و عظمت عثمانی کو آشکارا کرتا ہے۔

(۲)۔ صلح و جنگ جیسے مواضع و مواقع میں پیغامات کے لیے جانبین کے معتمد علیہ آدمی کو مجوز کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا حضرت عثمانؓ کی دیانتداری و راست گوئی پر نبوت کو کامل اعتماد تھا۔

(۳)۔ قتل عثمانؓ کی خبر پر حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لیے بیعت کا اہتمام فرمانا، (جس کو بیعت رضوان سے تعبیر کیا جاتا ہے) مقام عثمانؓ کو واضح کرتا ہے۔

(۴)۔ (پھر حضرت عثمانؓ کے بخیر و عافیت زندہ رہنے کی خبر معلوم ہونے کے باوجود نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان جاری رکھی اور بیعت کے اجر ثواب میں عثمانؓ کو شامل کیا، اس طرح کہ اپنے ایک ہاتھ مبارک کو عثمانؓ کا

ہاتھ قرار دے کر اپنے ہاتھ پر عثمانؓ کی جانب سے بیعت کی۔ یہ شرف اور کسی صحابؓ کو نصیب نہیں ہو سکا۔

(۵)۔ موانع و عوائق کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف اور صفاء مروہ میں سعی نہیں کر سکے تو حضرت عثمانؓ نے بھی دونوں کام باوجود عدم موانع کے نہیں سرانجام دیئے۔ حضرت عثمانؓ کی کمالِ اطاعتِ نبویؐ اور کمالِ محبت کا یہ بیّن ثبوت ہے۔

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ سیدنا جعفر صادقؒ نے حضرت عثمانؓ کے یہ تمام فضائل و مکارم اُمت کو بیان فرما کر اپنے اخلاص و مودّت کا اظہار فرما دیا اور بتا دیا کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہم بنی ہاشم کی پوری عقیدت ہے اور ان سے کسی قسم کی عداوت و نفرت و بیزاری نہیں۔

(۴)

سیّدنا عثمانؓ کے حق میں عبداللہ بن عباسؓ کا بیان

——— ایک دفعہ سیّدنا امیر معاویہؓ کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ تشریف لے گئے۔ شرفاءِ قریش اور بھی موجود تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عباسؓ سے چند چیزیں دریافت کیں۔ ان میں یہ بات بھی ذکر کی کہ عثمانؓ بن عفان کے حق میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو عبداللہ بن عباسؓ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں حضرت عثمانؓ کی صفات بیان فرمائیں۔

——— .... قال (ابن عباس) رحم اللہ ابا عمرو کان و اللہ اکرم الحفدۃ و افضل البررۃ ھجادًا بالاسحار کثیر الدموع عند ذکر النار۔ نھاضًا عند کل مکرمۃٍ۔ سباقًا الی کل منحۃٍ۔ حییًّا۔ ابیًّا

وفیاً، صاحب جیش العسرۃ۔ ختن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ فاعقب اللہ علیٰ من یلعنہ لعنۃ اللاعنین الیٰ یوم الدین۔"

(۱) ـــ تاریخ المسعودی الشیعی، جلد الثالث، ج ۳، ص ۶۰، طبع جدید مصری، سن طباقہ (۱۹۶۷ء)

(۲) ـــ ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک۔ کتاب ۲ جلد ۵، ص ۱۴۴ ۔ طبع طہران قدیم طبع۔

یعنی ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ عثمانؓ (ابو عمرو) پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے:۔

(۱) اپنے خدام و غلاموں پر مہربانی کرنے والے تھے۔

(۲) نیکی کرنے والوں میں سے افضل تھے۔

(۳) شب خیز و شب زندہ دار تھے۔

(۴) دوزخ کے ذکر پر نہایت گریہ کرنے والے تھے۔

(۵) عزت و وقار کے اُمور میں اُٹھ کھڑے ہونے والے تھے۔

(۶) بخشش و عطاء کی طرف سبقت کرنے والے تھے۔

(۷) حیادار تھے۔

(۸) بُرائی سے انکار کرنے والے تھے۔

(۹) وفادار تھے۔

(۱۰) اسلامی لشکر کے تنگی کے مواقع میں امداد کرنے والے تھے۔

(۱۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ جو شخص عثمانؓ پر لعن وطعن کرے اس پر اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تک لعنت جاری رکھے۔

——— حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جو گیارہ عدد یہاں فضائل عثمانی بیان فرمائے ہیں یہ خود بخود واضح ہیں ان میں مزید کسی تشریح کی حاجت نہیں۔ صرف ایک چیز یہاں ناظرین یاد رکھیں کہ شیعہ بزرگوں کی مستند و معتبر کتابوں میں درج ہے کہ ابن عباسؓ کا علم حضرت علیؓ کے علم سے آیا ہے اور حضرت علیؓ کا علم نبی علیہ السلام کے علم سے حاصل ہوا اور نبی کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

..... فقال ابن عباس علیؑ علّمنی وکان عِلْمُه من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ورسول اللہ عِلْمُه من اللہ من فوق عرشہ فعلم النبیّ من اللہ وعلم علیٍ من النبیّ وعلمی من علم علیؓ"

ا۔ کشف الغمہ، ج ا، ص ۵۰۷، بمع ترجمہ فارسی المناقب طبع جدید طہرانی۔

۲۔ امالی شیخ طوسی، ج ا، ص اا طبع نجف اشرف عراق۔

دوستو! یاد رکھو کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے انہی علوم میں سے مندرجہ بالا روایت بھی ہے جس میں حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے فضائل و کمالات کو نہایت احسن طریقہ سے ابن عباسؓ کی زبانِ مبارک سے بیان فرمایا گیا ہے۔

انتباہ

(ا) اگر کسی شیعہ دوست کو مسعودی مؤرخ کے تشیّع میں شبہ ہو تو تھوڑی سی تکلیف فرما کر اپنی کتاب "تنقیح المقال فی احوال الرجال" للشیخ عبداللہ المامقانی ج ۲، ص ۲۸۳، تحت علی بن الحسین بن علی المسعودی ملاحظہ فرماویں نہایت تسلّی ہو جائے گی۔ یہ گزارش قبل ازیں بھی ہم نے عرض کر دی ہوئی ہے۔

یاد دہانی کے لیے پھر یہاں تحریر کر دیا ہے۔

(۲) ۔نیز شیخ عباس قمی نے اپنی تصنیف تحفۃ الاحباب صفحہ ۲۲۷ پر (تحت علی بن الحسین بن علی الهذلی المعروف المسعودی) فاضل مسعودی کے حق میں درج کیا ہے کہ:

"این شیخ جلیل از اجلّہ امامیّہ است و بر بعضے از علماء اشتباہ شدہ و آنجناب را از علماء عامہ محسوب نمودہ اند"

یعنی "مسعودی امامیّہ کے بڑے بزرگوں میں سے ہے اور بعض علماء پر یہ بات مشتبہ ہو گئی کہ انہوں نے مسعودی کو سُنّی علماء سے شمار کر دیا"

—— مختصر یہ ہے کہ

شیعہ کے اکابر علماء و مؤرخین نے مندرجہ بالا ابنِ عبّاس کی روایت کو نقل کیا ہے عبداللہ بن عباسؓ بنی ہاشم کے کبار علماء میں سے ہیں جن کی ساری زندگی حضرت علیؑ کی نصرت و حمایت میں گزری۔

ان کا یہ بیان ہم نے دوستوں کی کتابوں سے پیش کیا ہے۔حضرت سیدنا عثمانؓ کا مقام (جو ہاشمی حضرات کے نزدیک ہے) معلوم کرنے کے لیے امید ہے یہ بیان کافی ہو گا۔

باب چہارم

—— باب ہٰذا میں سیّدنا امیر المومنین عثمان رضؓ ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضؓ و ہاشمی بزرگوں کے مابین مختلف انواع کے روابط و تعلقات ذکر کیے جائیں گے۔

(۱) باہمی مشورہ سے احکامِ شرعی کا نفاذ۔ اسلامی حدود کا اِجراء، شراب نوشی، زنا وغیرہ جرائم پر سزائیں۔

(۲) خلافتِ عثمانی میں اہم عہدوں اور مناصب پر ہاشمی بزرگوں کا تعیّن کیا جانا۔

(۳) ہاشمی حضرات کا عدالتِ عثمانی کی طرف رجوع کرنا اور فیصلوں کا مشاورت سے طے پانا۔

(۴) حضرت سیّدنا عثمان رضؓ کا ہاشمی جنازوں کا پڑھانا۔

(۵) خلافتِ عثمانی کے دوران جہاد اور جنگی واقعات میں ہاشمی احباب کا شریک کار رہنا۔

(۶) رشتہ دارانِ نبیؐ اور اولادِ علیؓ کے "مالی حقوق" کی ادائیگی کا خیال رکھنا وغیرہ عنوانات کے تحت اس باب میں کلام کیا جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

—— اختصار کے پیشِ نظر باب کے آخر میں مندرجہ واقعات کے فوائد و ثمرات یکجا عرض کیے جائیں گے۔ جن میں اُلفت و رفاقت کا ثبوت اور خاندانی تعصّب کا فقدان واضح ہو جائے گا۔

—(۱)—

اجرائے احکام میں حضرت عثمانؓ و علی المرتضیٰؓ کا عملی تعاون

قبل ازیں بھی یہ چیز واضح کی گئی کہ سیدنا صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے دَورِ خلافت میں قضا کے عہدہ پر علی المرتضیٰؓ مامور و متعین کیے جاتے تھے۔ حدود اللہ جاری کرنے کی ضرورت پیش آتی تو کئی دفعہ یہ خدمت حضرت علیؓ کی نگرانی میں انجام پاتی تھی۔

اسی طرح حضرت سیدنا عثمانؓ کی خلافت میں معاملات کے فیصلے اور اجراءِ احکام کی ضرورت پیش آتی تو حضرت علی المرتضیٰ کو ان مواقع میں شامل رکھا جاتا تھا۔ اور حد جاری کرنے، جرائم قبیحہ پر سزا دینے کا موقعہ پیش آتا تو حضرت عثمانؓ کئی بار یہ کام حضرت علیؓ کے سپرد فرمایا کرتے تھے۔

”خلیفۃ المسلمین“ کے لیے بیک وقت تمام کام خود سرانجام دینے مشکل ہوتے ہیں۔ بنا بریں نظامِ خلافت میں تقسیم کار کے طور پر اسی قسم کے مسائل متعدد دفعہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے ذمہ لگاتے جاتے تھے اور وہ باحسن وجوہ ان کو تمام فرماتے تھے۔

قضایا کی مشاورت میں حضرت علیؓ کی شمولیت

علامہ بیہقیؒ نے عثمانی دَور کے مقدمات کے فیصلہ کرنے کے طریق کار کا بعبارت ذیل ذکر کیا ہے۔

اپنی سند کے ساتھ فرماتے ہیں:

ـــــ عن عمرو بن عثمان بن عبد اللہ بن سعید وکان اسمہ الصرم فسماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعیداً قال حدثنی جدی قال کان عثمان رضی اللہ عنہ اذا جلس علی المقاعد جاءہ الخصمان فقال لاحدھما اذھب ادع علیاً وقال للآخر اذھب فادع طلحۃ والزبیر ونفراً من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقول لھما تکلما ثم یقبل علی القوم فیقول ما تقولون فان قالوا ما یوافق رأیہ امضاہ والا نظر فیہ بعد فیقومان وقد سلما۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱۰، ص ۱۱۲
باب من یشاور، کتاب آداب القاضی)

ـــــ ...... عمر بن عثمان بن عبد اللہ بن سعید کہتے ہیں کہ میرے پردادا کا نام الصرم تھا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تبدیل فرما کر سعید نام تجویز فرمایا، پھر ان کے دادا نے ذکر کیا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کے تنازعات کے فیصلہ کے لیے تشریف فرما ہوتے تو ان کی خدمت میں فریقین (مدعی، مدعا علیہ) پہنچتے، ایک کو فرماتے کہ جا کر علی ابن ابی طالبؓ کو بلا لائیے اور دوسرے کو حکم دیتے کہ ایک جماعت صحابہ کو معہ طلحہؓ و زبیرؓ کے بلا کر لائیے۔ اس کے بعد فریقین کو ارشاد فرماتے کہ اب اپنے اپنے بیانات پیش کیجیے۔ بیانات کی پیشی کے بعد ان صحابہ کرام (یعنی حضرت علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ وغیرہم) کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ آپ حضرات کی اس مقدمہ کے فیصلہ کے متعلق کیا رائے ہے؟ (اس معاملہ میں) اگر حضرت عثمانؓ کی رائے

ان حضرات کی رائے کے موافق ہو جاتی تو اسی وقت اس کا فیصلہ فرما کر اجرا کر دیتے تھے۔ اگر رائے میں اختلاف ہوتا تو بعد میں غور و فکر کرتے۔ پس دونوں فریق اٹھ کر واپس ہوتے درآں حالیکہ وہ اپنے فیصلہ کے متعلق راضی ہو چکے ہوتے۔"

شیعہ علماء نے لکھا ہے کہ خلفاء ثلاثہؓ کے دور میں حدود اللہ جاری کرنے کا کام حضرت علیؓ کے سپرد ہوا کرتا تھا۔ کتاب قرب الاسناد میں یہ روایت باسند درج ہے۔

"...... جعفر بن محمد عن آباءہٗ ان ابابکر و عمر و عثمان کانوا یرفعون الحدود الی علی بن ابی طالب الخ

(قرب الاسناد لعبد اللہ بن جعفر الحمیری۔ باب دیۃ الہاشمیہ وغیرہا، ص ۱۳۲، طبع طہرانی)

یعنی حضرت جعفر صادق اپنے آباؤ اجداد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ حدیں جاری کرنے کے مقدمات کو حضرت علی بن ابی طالب کے سپرد کر دیتے تھے۔"

——اس طرح اشتراکِ عمل سے اور ایک دوسرے کے ساتھ عملی تعاون سے ان حضرات کے درمیان دینی روابط قائم تھے۔ اس پر چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

شراب نوشی پر سزا۔ ولید بن عقبہ کا واقعہ

"...... عن حصین بن ساسان الرقاشی قال حضرت عثمان بن عفان واتی بالولید بن عقبۃ قد شرب الخمر و شھد علیہ حمران بن ابان و رجل آخر فقال عثمان لعلیؓ اقم علیہ، فامر علی عبد اللہ بن جعفر ان یجلدہ فاخذ فی جلدہ و علیؓ

یعد حتیٰ جلد اربعین ثمّ قال لہٗ اَمْسِکْ قال جلد رسُول اللّٰہ علیہ وسلّم اربعین وجلد ابو بکر اربعین وعمر صدرًا من خلافتہٖ ثم اتمّہا عمر ثمانین وکلٌّ سنّۃٌ وھٰذا احبّ الیّ "۔

(کنز العمّال، ج ۳، ص ۱۰۲، روایت ۱۸۷۵، جلد ثالث طبع اوّل - دکن)

اور بخاری شریف جلد اول باب مناقب عثمان میں یہ واقعہ مختصرًا بالفاظ ذیل موجود ہے

.... ان عثمانؓ دعا علیًّا فأمرہٗ ان یجلدہٗ فجلدہٗ ثمانین "۔

(بخاری شریف، جلد اول، ص ۵۲۲ - باب مناقب عثمانؓ)

خلاصہ یہ ہے کہ حصین بن ساسان رقاشی نے کہا کہ میں حضرت عثمانؓ کے پاس حاضر ہُوا، اُس وقت حضرت ولیدؓ بن عقبہ کو پیش کیا گیا اس نے شراب نوشی کی تھی اس پر دو گواہوں (حمران بن ابان اور ایک اور شخص) نے شہادت دی۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ اس پر حد قائم کی جائے۔ حضرت علیؓ نے اپنے بھتیجے عبد اللہؓ بن جعفر کو فرمان دیا کہ ولید کو حد لگائیے۔ عبد اللہ بن جعفر نے درّے لگانے شروع کیے۔ حضرت علیؓ ساتھ ساتھ شمار کرتے گئے حتیٰ کہ چالیس۴۰ درّے لگاتے گئے۔ پھر فرمایا ٹھہریئے! فرمانے لگے کہ نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے چالیس درّے لگاتے تھے اور ابو بکرؓ الصدّیق نے چالیس لگائے اور عمرؓ بن الخطّاب نے اپنی خلافت کی ابتدا میں چالیس دُرّے لگائے پھر اَسّی عدد کر دیئے اور تمام عدد سُنّت کا طریقہ ہے اور یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے"۔

اور بخاری کی روایت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ ولیدؓ کو حد لگائیے تو حضرت علیؓ نے ولید کو اَسّی دُرّے لگائے"۔

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ مذکورہ واقعہ کی تائید شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ فاضل کلینی نے "فروع کافی" باب مایجب فیہ الحد من الشراب میں اور ابن شہر آشوب نے اپنے مناقب میں اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں ذکر کی ہے۔

.....قال سمعت اباجعفر علیہ السلام یقول ان الولید بن عقبۃ حین شھد علیہ بشرب الخمر قال عثمان لعلیؑ صلوات اللہ اقض بینہ و بین ھؤلاء الذین یزعمون انہ شرب الخمر فامر علیؓ فجلد بسوط لہ شعبتان اربعین جلدۃ"۔

(۱) فروع کافی جلد ثالث، ج ۳، ص ۱۱۷۔ باب مایجب فیہ الحد من الشراب۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔

(۲) مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۱۲۰ فصل مسابقتہ علیہ السلام بالحزم و ترک المداہنۃ۔ طبع ہند

(۳) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۲۶۷ بحوالہ ابی الفرج الاصفہانی الشیعی، طبع بیروت۔ ذکر الولید ما فعلہ حتیٰ استوجب الحد والعزل۔

(۴) تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۶۵، جلد ثانی، طبع بیروت

یعنی محمد باقر فرماتے ہیں کہ ولید بن عقبہ کے خلاف جب شراب پینے کی شہادت دی گئی تو حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ ولید اور اس کے شہادت دہندہ کے درمیان فیصلہ کیجیے پس حضرت علیؓ نے ولید کو چالیس کوڑے لگوائے۔ اس کوڑے کی دو شاخیں بنی ہوئی تھیں۔

ایک وضاحت

سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے شراب نوشی کی سزا میں جو اضافہ کر کے اسّی درّہ تک کر دیا تو یہ پیش آمدہ حالات کی بنا پر تھا اور زجر و توبیخ میں سختی کی ضرورت تھی۔ نیز یہ چیز تمام اکابر صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ان کی رضامندی سے ہوئی۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اس پر عمل درآمد رہا اور حضرت علیؓ نے اس بات کی قولاً و فعلاً تائید کی اور فرمایا کہ وکلٌّ سنّۃٌ ھٰذا احب الیّ (یعنی اضافہ شدہ سزا یہ سب سنّت کے موافق ہے اور مجھے بہت پسندیدہ ہے)۔

اندریں حالات کسی صحابی نے (ہاشمی ہو یا غیر ہاشمی) اس قسم کے اضافہ کو سُنّت کے طریقے کے خلاف نہیں قرار دیا۔

احباب کی تسکینِ خاطر کے لیے مزید عرض کیا جاتا ہے کہ اگر عند الضرورۃ سزا میں اس طرح اضافہ کرنا "بدعت" ہے (جیسا کہ حضرت عمرؓ سے صادر ہوا) تو

ع ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند"

یعنی "ائمہ معصومین نے بھی شراب خور کی سزا اسّی عدد دُرّے ہی ذکر کی ہے۔

عبارتِ ذیل ملاحظہ فرماویں۔ شیعہ کی کتاب فروع کافی میں ہے کہ:

"۔۔۔ ۔۔۔ عن اسحٰق بن عمار قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السّلام عن رجلٍ شرب حسوۃ خمر قال یجلد ثمانین جلدۃ قلیلھا وکثیرھا حرامٌ"

(فروع کافی، ج ۳، ص ۱۱۷ باب ما یجب فیہ الحد من الشراب۔ طبع لکھنؤ۔

دوسری روایت میں ہے کہ:

ابو عبد اللہ علیہ السّلام یقول ان فی کتاب علیٍ صلوات اللہ علیہ یضرب شارب الخمر ثمانین وشارب النبیذ ثمانین "

(فروع کافی، ج ۳، ص ۱۱۷، جلد ثالث باب مذکور)

"یعنی حضرت جعفر صادق رضؓ نے فرمایا کہ شراب پینے والے کی سزا اَسّی دُرّے ہے خواہ تھوڑی پیئے خواہ زیادہ۔ اور نبیذ پینے کی سزا بھی اسّی دُرّے ہیں "

جعفر صادقؒ کے فرمان سے معلوم ہُوا کہ شراب خوری کی سزا جو عند الضرورۃ بڑھا دی گئی تھی وہ ہرگز بدعت نہیں تھی۔

تنبیہ

ولید بن عقبہ کی شراب نوشی اور اس پر سزا کی مزید بحث انشاء اللہ تعالیٰ جواب مطاعنِ عثمانی کے تحت بحث ثانی میں آئے گی۔ وہاں ولید پر تراشیدہ الزامات کے جوابات مفصل درج ہوں گے۔ وہاں آپ اس مسئلہ کی باقی بحث ملاحظہ فرما سکیں گے۔

زنا پر حد لگانے کا واقعہ

مُسند امام احمد جلد اوّل میں مُسندات مرتضوی کے تحت مندرجۂ ذیل واقعہ مذکور ہے:۔

"۔ ۔ ۔ عن الحسن بن سعد عن ابیہ ان یحنس وصفیّۃ کانا من سبی الخمس فزنت صفیّۃ برجلٍ من الخمس فولدت غلامًا فادّعاہ الزانی ویحنس فاختصما الی عثمانؓ فرفعھما الی

علیؓ بن ابی طالب فقال علیؓ اقضی فیھما بقضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر وجلدھما خمسین خمسین "

(مُسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۰۴، تحت مسندات علیؓ طبع مصر معہ منتخب کنز)

"یعنی (خلافتِ عثمانی میں) ایک شخص مسمیٰ یحنس اور مسماۃ صفیہ مال غنیمت میں سے بطورِ خمس کے قیدی بنا کر لائے گئے۔ (اس دوران) میں صفیہ نے قیدیوں میں ایک شخص کے ساتھ زنا کیا اس کا بچہ متولد ہوا۔ بچہ کے متعلق زانی نے اور یحنس مذکور نے حضرت عثمانؓ کی عدالت میں تنازعہ پیش کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس مقدمہ کو حضرت علیؓ کی طرف روانہ کر دیا (کہ ان کا فیصلہ کیجیے)۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نبوی فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں، بچہ نکاح والے کو ملے گا اور زانی کو پتھر نصیب ہو گا، پھر زانی و زانیہ کو پچاس پچاس تازیانے لگائے گئے۔"

بدفعلی کی سزا کا واقعہ

مندرجہ ذیل واقعہ میں حضرت عثمانؓ ذوالنورین اور حضرت علیؓ کا باہم مشورہ ہوا، اس کے بعد مجرم کو سزا دی گئی۔

—— عن سالم بن عبد اللہ و ابان بن عثمان و زید بن حسن ان عثمان بن عفان اتی برجل قد فجر بغلام من قریش فقال احصن؟ قالوا قد تزوج بامرأۃ ولم ید خل بھا بعد

فقال علیؓ لعثمانؓ لو دخل بہا لحل علیہ الرجم فاما اذ لم یدخل بہا فاجلدہ الحد فقال ابو ایوبؓ اشھد انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الذی ذکر ابو الحسن فامر بہ عثمان فجلد مائۃ "۔

(۱) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد لنور الدین الہیثمی (علی بن ابی بکر المتوفی ۸۰۷ھ) بحوالہ الطبرانی۔ ج ۶، ص ۲۷۲۔ باب ما جاء فی اللواط۔

(۲) کنز العمال، ج ۳، ص ۹۹ بحوالہ (طب)۔ روایت ۱۸۳۰، طبع اول قدیم۔

حاصل کلام یہ ہے کہ:

"سالم بن عبداللہ۔ ابان بن عثمان۔ زید بن حسن ان تینوں نے کہا کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے ایک قریش کے غلام کے ساتھ بدفعلی کی تھی (حضرت علیؓ بھی موجود تھے) حضرت عثمانؓ نے دریافت فرمایا کہ یہ شخص شادی شدہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس کا نکاح ہوا ہے البتہ رخصتی نہیں ہوئی۔ اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص شادی شدہ ہوتا (یعنی رخصتی ہو چکی ہوتی) تو اس پر رجم واجب تھا (یعنی سنگسار کر کے اس کو جان سے مار دیا جاتا)۔

جب اس کی بیوی کی رخصتی نہیں ہوئی تو اس پر حد لگانی چاہیے۔ (یعنی دُرّے لگائے جائیں) ابو ایوب رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس طرح ابو الحسن (علی بن ابی طالبؓ) نے مسئلہ بیان

کیا ہے اسی طرح مَیں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سُنا تھا۔
اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے (اس کے اجراء کا) حکم صادر فرمایا۔ ہر کار شخص کو ایک سو دُرّے لگائے گئے۔

چشم تلف کر دینے کا ایک مقدمہ

شیعہ علماء نے اس واقعہ کو فروع کافی میں امام جعفر صادقؓ سے نقل کیا ہے:

—— عن ابی عبد اللہ علیہ السّلام قال ان عثمان اتاہ رجل من قیس بمولی لہ قد لطم عَیْنَہٗ فانزل الماء فیہا وھی قائمۃ لیس یبصر بہا شیئًا فقال لہ اُعْطِیْکَ الدیۃ فابٰی قال فارسل بہما الیٰ علی علیہ السّلام وقال احکم بین ھٰذین فاعطاہ الدیۃ فابٰی قال فلم یزالوا یعطونہ حتیٰ اعطو دیتین قال فقال لیس ارید الّا القصاص الخ

(فروع کافی جلد ثالث، ص ۱۷۵، باب ان الجروح قصاص، طبع نول کشور لکھنؤ)

یعنی حضرت جعفر صادقؒ کہتے ہیں کہ قبیلہ قیس کا ایک شخص اپنے مولیٰ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے پاس تنازع لے کر آیا کہ اس نے یعنی مولیٰ نے اس کی آنکھ پھوڑ ڈالی ہے آنکھ سے بینائی جاتی رہی ہے اس میں پانی بھر گیا لیکن آنکھ اپنی جگہ موجود تھی۔

حضرت عثمانؓ نے (مصالحت کی کوشش کرتے ہوئے) فرمایا کہ مَیں تجھے (آنکھ کے عوض میں) دیت دلاتا ہوں۔ اس شخص نے عوضانہ لینے سے انکار کر دیا۔ جعفر صادق کہتے ہیں کہ عثمانؓ نے ان

دونوں کو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ آپ ان کا فیصلہ کریں
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی پہلے دیت (یعنی جرم کا عوضانہ) دینا چاہا وہ انکاری
ہوا حتیٰ کہ دو دیتیں (دوگنا عوضانہ) اس کو دینے کے لیے تیار ہوئے
مگر اس شخص نے قصاص لینے کے بغیر کوئی چیز قبول نہ کی۔"

(۲)

عثمانی خلافت میں ہاشمی حضرات کے عہدے اور مناصب

—— سابقہ واقعات سے معلوم ہوا کہ اجراءِ احکامات کے سلسلہ میں عہدِ عثمانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ دستِ راست کے طور پر کام کرتے تھے۔

—— اب یہ چیز ذکر کی جاتی ہے۔ خلافتِ عثمانی میں دیگر ہاشمی بزرگوں کو بھی (جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ہیں اور حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی عم زاد برادران ہیں) عہدۂ قضا پر قاضی تجویز کیا جاتا تھا اور وہ بخوشی اس منصب کو قبول کر کے نظامِ خلافت میں شریکِ کار رہتے تھے۔

اور بعض اوقات ہاشمی نوجوانوں کو اہم مواضع کا والی وحاکم بنایا جاتا تھا۔ وہ حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے تھے اور نظامِ حکومت میں شامل ہو کر عمدہ نظم قائم رکھتے تھے۔

—— ان حضرات کے پیشِ نظر "اسلامی نظام" کا اجراء وقیام تھا جسے وہ بحسن وخوبی سرانجام دیتے تھے اور "دینی نظام" کا احیاء وابقاء تھا جس کو وہ

اعلیٰ پیمانہ پر قائم کیے ہوئے تھے۔

ان کے سامنے قبائلی تفریق، نسلی امتیازات اور خاندانی عداوتیں ہرگز نہ تھیں یہ بعد کی پیدا کردہ چیزیں ہیں۔ ناظرین کرام اس عرضداشت کو خوب ملحوظ رکھیں۔

ذیل میں چند واقعات اِس مسئلہ پر پیش کیے جاتے ہیں، امید ہے اطمینان کا باعث ہونگے۔

قضاء کا عہدہ

(۱) ـــــ ابوطالب کے برادر حارث بن عبدالمطّلب کے پوتے مغیرہ بن نوفل بن الحارث قریشی ہاشمی عہد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام) میں ہجرت سے قبل مکہ مکرّمہ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ بڑے زیرک، باہمّت اور مدبّر جوان تھے حضرت علی المرتضیٰؓ کے بعد انہوں نے حضور علیہ السّلام کی نواسی (امامہؓ بنت ابی العاص) کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ حضرت امامہؓ کی ماں حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تھیں۔

ـــــ مغیرہؓ بن نوفل کے متعلق تراجم صحابہ کی کتابوں میں لکھا ہے ...

"...وکان المغیرۃ بن نوفل قاضیاً فی خلافۃ عثمان"

یعنی خلافتِ عثمانی میں مغیرہؓ بن نوفل قاضی اور جج تھے۔

(۱) ـــــ الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۳ ص ۳۶۶۔ مع اصابہ تحت مغیرہ بن نوفل القرشی الہاشمی۔

(۲) ـــــ اُسد الغابہ لابن اثیر الجزری، ج ۴، صفحہ ۴۰۸ تحت مغیرہ بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم

(۳) الاصابہ (مع استیعاب) ج ۳، ص ۴۴۳ تحت مغیرہ بن نوفل بن الحارث۔ الخ۔

گورنری کا عہدہ

(۲) ابوطالب کے بھائی حارث بن عبدالمطلب کے پڑپوتے عبداللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب القرشی الہاشمی ہیں ان کی ماں کا نام ہند بنت ابی سفیان ہے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عبداللہ کا تولد ہوا ان کو ان کی ماں (ہند) اپنی بہن ام حبیبہؓ (بنت ابی سفیان) جو نبی کریم علیہ السلام کی حرم محترم تھیں، کے پاس لائیں۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ فرمایا امّ حبیبہ! یہ کون بچہ ہے؟ تو امِّ حبیبہ نے عرض کیا کہ یہ آپ کے چچا زاد برادر کا اور میری بہن کا بچہ ہے۔ پھر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بابرکت لعابِ دہن عبداللہ کے منہ میں ڈالا اور ان کے حق میں کلماتِ دعاء فرماتے۔

انہی حضرت عبداللہؓ کے متعلق مذکور ہے کہ

"...... انّہ کان علی مکۃ زمن عثمان"

"...... خلافتِ عثمانی کے دوران حضرت عبداللہ بن الحارثؓ مکہ شریف پر حاکم اور والی تھے۔"

(۱) الطبقات الکبیر لابن سعد، ج ۵، ص ۱۵ تحت عبداللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

(۲) تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، ج ۵ ص ۱۸۱ جلد خامس، تحت عبداللہ المذکور

مکّہ میں اہم کاموں پر تعیّنات

(۳) صحابہ کرامؓ کے تراجم ذکر کرنے والے علماء نے لکھا ہے کہ عبداللہ

مذکور کے والد الحارثؓ بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب ہاشمی صحابی تھے اور مکہ شریف میں بعض اہم کاموں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو متعین فرمایا تھا پھر عہدِ صدیقی اور فاروقی میں حسبِ سابق مامور تھے اور عثمانی دورِ خلافت میں بھی حضرت عثمانؓ کی طرف سے بعض اُمور پر اسی طرح متعین و مقرر رہے۔ اس کے بعد بصرہ کی طرف منتقل ہو گئے، اور خلافتِ عثمانی کے آخر میں بصرہ میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

یہ مسئلہ عبارتِ ذیل میں درج ہے:

—— .... واستعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحارث بن نوفل علی بعض اعمال مکة ثم ولاہ ابوبکرؓ و عمرؓ وعثمانؓ مکة۔ الخ

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۴۔ ق ۱، ص ۳۹ تحت الحارث بن نوفل بن الحارث۔

—— فاستعملہ علی بعض عملہ بمکة واقرہ ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمان ثم انتقل الی البصرة ..... ومات بہا فی آخر خلافة عثمان ''

(۲) الاصابہ لابن حجر، ج اول، ص ۲۹۲ تحت الحارث بن نوفل بن الحارث۔

(۴)

عدالتِ عثمانی کی طرف ہاشمیوں کا رجوع کرنا اور فیصلہ طلب مقدمات کا باہم مشورہ سے طے پانا اور عثمانی فیصلوں کی تصدیق و تائید کرنا

مندرجہ عنوانات پر ذیل میں روایات کی کتابوں سے واقعات نقل کیے ہیں۔ انصاف پسند حضرات ان چیزوں پر نظر مائرہ فرمائیں گے تو عثمانی خلافت کی حقانیت و صداقت جیسے نتائج و فوائد پر بآسانی مطلع ہوسکیں گے۔

(۱)

اس واقعہ کو عبدالرزاقؒ اپنی المصنّف میں اور بیہقیؒ نے السنن الکبریٰ میں ذکر کیا ہے۔

..... هشام بن عروة يحدث عن ابيه قال اتى عبد الله بن جعفر الزبير فقال انى ابتعت بيعًا بكذا وكذا وان عليًّاؓ يريد ان يأتى عثمانؓ فيسأله ان يحجر عليّ فقال له الزبيرؓ فانا شريك فى البيع فاتى على عثمانؓ فقال له ان ابن جعفر ابتاع كذا كذا فاحجر عليه فقال الزبير انا شريكه فى البيع فقال عثمانؓ كيف احجر على رجلٍ فى بيعٍ شريكه الزبير۔

(۱)۔ المصنّف لعبد الرزاق، ج ۸، ص ۲۶۷-۲۶۸ باب المفلس والمحجور علیہ۔

(۲)۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۶، ص ۶۱، طبع مذکور

"ہشام بن عُروہ اپنے باپ عُروہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن جعفرؓ طیار ایک روز حضرت زبیرؓ بن عوام کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ مَیں نے فلاں زمین اتنے اتنے (دراہم) سے خرید کی ہے (اور حضرت علیؓ کو یہ خرید ناپسند ہے اور وہ اس کے خلاف ہیں)۔ حضرت علیؓ خلیفۂ وقت عثمانؓ کے پاس جاکر میرے خلاف مجھ پر حجر کرانا یعنی (پابندی) لگوانا چاہتے ہیں۔ تو حضرت زبیرؓ نے کہا کہ مَیں اس بیع میں تیرے ساتھ شریک ہو جاتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے پاس تشریف لاتے اور کہا کہ (ہمارے برادرزادے) عبداللہ بن جعفرؓ نے فلاں چیز خرید کی ہے آپ ان پر حجر (یعنی پابندی) لگا دیجیے۔ اور حضرت زبیرؓ بھی وہاں پہنچ گئے فرمانے لگے کہ اس خرید میں بھی شریک ہوں اس وقت حضرت عثمانؓ نے فرمایا جس بیع میں حضرت زبیرؓ جیسے بزرگ شریک ہو جائیں اس پر میں حجر کیسے کر سکتا ہوں؟ (یعنی پابندی لگانا مناسب نہیں)۔"

(۲)

دوسرا واقعہ امام مالکؒ کی مشہور کتاب مؤطا امام مالکؒ میں مذکور ہے اور ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے بھی اس کو نقل کیا ہے:-

..... عن محمد بن یحیی بن حبان قال کانت عند جدی حبان امرأتان هاشمیة وانصاریة فطلق الانصاریة وهی ترضع فمرت بها سنة ثم هلک و لم تحض فقالت انا ارثه لم احض فاختصما الی عثمان بن عفان فقضی لها بالمیراث فلامت الهاشمیة

عثمان فقال ھذا عمل ابن عمک ھو اشار علینا بھذا یعنی علیؓ بن ابی طالب۔

(۱) مؤطا امام مالک ص ۲۰۸، باب طلاق المریض مطبوعہ مجتبائی دہلی

(۲) المصنف لابن ابی شیبہ ج ۵، ص ۲۱۰، باب ما قالوا فی الرجل یطلق امرأتہ، فترتفع حیضتھا۔ طبع حیدر آباد دکن۔

(۳) کتاب السنن لسعید بن منصور، ص ۳۰۸۔ القسم الاول من المجلد الثالث۔ مجلس علمی ڈابھیل۔

(۴) المؤطا لامام محمد، ص ۲۶۹ طبع مصطفائی قدیم۔ باب المرأۃ یطلقھا زوجھا طلاقاً ... الخ۔

حاصل یہ ہے کہ:

محمد بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ میرے دادا حبانؓ بن منقذ کے نکاح میں دو عورتیں تھیں، ایک ہاشمیہ دوسری انصاریہ۔ حبان نے انصاریہ کو طلاق دے دی۔ وہ مرضعہ تھی، یعنی بچہ کو دودھ پلاتی تھی۔ حبانؓ اندریں حالات فوت ہو گئے۔ انصاریہ کو ایک سال تک حیض نہ آیا۔ اس نے اپنے متوفی خاوند کے مال میں میراث کا دعویٰ دائر کر دیا۔ ہاشمیہ و انصاریہ دونوں یہ مقدمہ حضرت عثمانؓ کی عدالت میں لے گئیں۔ انصاریہ کو میراث سے حضرت عثمانؓ نے حصہ دے دیا تو ہاشمیہ حضرت عثمانؓ کو ملامت کرنے لگی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تیرے چچا زاد بھائی علیؓ بن ابی طالب نے اس میں اسی طرح رائے دی، یہ ان کا فیصلہ ہے جس کو نافذ کیا گیا۔"

تنبیہ ۔ اس ہاشمیہ عورت کا نام ہند بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب تھا۔ اس کا تذکرہ الاستیعاب جلد چہارم میں اور الاصابہ میں بھی درج ہے۔ وہاں

یہ قصہ بھی منقول ہے اور اُسد الغابہ میں ہند بن ربیعہ بن عبد المطلب کے تحت قصۂ مندرجۂ بالا مذکور ہے۔

اس واقعہ کو شیعہ علماء نے بھی حسبِ عادت قطع و برید کر کے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۱۲۔ جزء ثالث طبع ہند قضایاہ (علیہ السلام) فی عہد الثالث۔

(۴)

"مُصنّف عبد الرزاق" جلد سادس میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالبؓ کی اپنی زوجہ فاطمہ بنت عتبہ سے ایک دفعہ ناچاقی ہو گئی۔ بیوی خاوند سے ناراض ہو کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں شکایت لے کر پہنچی۔ (روایت میں ہے) کہ

فشدت علیہا ثیابہا فجاءت عثمانؓ فذکرت ذالک لہٗ فضحک فارسل الی ابن عباس و معاویہؓ فقال ابن عباسؓ لافرقن بینہما فقال معاویہ ماکنت لافرّق بین شیخین من بنی عبد مناف فاتیا فوجدا ھما قد اغلقا علیہما ابوابہما و اصلحا امرھما فرَجَعَا۔

(المصنّف لعبد الرزاق جلد ۶ ص ۵۱۲ - طبع مجلس علمی)

"یعنی عقیل کی بیوی (فاطمہ بنتِ عتبہ) نے بُرقع پہن لیا اور حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہنچی۔ اپنا تمام قصّہ بیان کیا۔ (سُن کر) حضرت عثمان ذوالنورینؓ ہنس پڑے اور اس جھگڑے کا فیصلہ ابن عباسؓ اور امیر معاویہؓ کے سپرد فرمایا۔ (میاں بیوی کے بیانات سُن کر) عبداللہ بن عباسؓ

نے کہا کہ میری راستے میں ان دونوں کے درمیان تفریق وجدائی کر دی جاتے۔ اور امیر معاویہؓ نے کہا کہ میں بنی عبد مناف کے دو عمر رسیدہ ہستیوں کے درمیان تفریق کرانا نہیں چاہتا۔ (اس کے بعد دونوں فیصل حضرات (ابن عباسؓ و امیر معاویہؓ) عقیلؓ بن ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ میاں بیوی نے گھر کا دروازہ بند کر رکھا ہے اور باہم صلح کر لی ہے تو یہ حضرات واپس تشریف لے آئے۔

(۴)

عبدالرزاق نے اپنے "مصنف" جلد سابع، ابواب الطلاق میں مندرجہ ذیل واقعہ ذکر کیا ہے:-

...... عن ایوب قال کتب الولید الی الحجاج ان سل من قبلک عن المفقود اذا جاء وقد تزوجت امرأته فسأل الحجاج ابا ملیح بن اسامة فقال ابو ملیح حدثتنی بنیمة بنت عمر الشیبانیة انها فقدت زوجها فی غزوة غزاها فلم تدر أهلک ام لا؟ فتربصت اربع سنین ثم تزوجت فجاء زوجها الاول وقد تزوجت قالت فرکب زوجای الی عثمان فوجداه محصوراً فسألاه وذکر اله امرهما فقالا عثمان أعلی هذه الحال؟ قالا قد وقع ولابد قال فخیر الاول بین امرأته وبین صداقها قال فلم یلبث ان قتل عثمان فرکبا بعد حتی اتیا علیاً بالکوفة فسألاه فقال أعلی هذه الحال؟ قالا قد کان ما تری ولابد من القول فیه قالت واخبراه بقضاء عثمان فقال ما اری لهما الا ما قال عثمان۔

فاختار الاوّل الصداق قالت فاعنت زوجی الآخر بالفین کان الصداق اربعة آلاف -

(المصنّف لعبد الرزاق، ج ۷، ص ۸۸-۸۹- باب التی تعلم مہلک زوجہا)

... ابوملیح بن اُسامہ کہتے ہیں کہ ایک عورت نبیہہ بنت عمر شیبانیہ نے مجھے بیان کیا، ایک غزوہ میں اس کا خاوند مفقود الخبر ہوگیا۔ پتہ نہیں چلتا تھا کہ مرگیا یا زندہ ہے ؟ وہ عورت چار برس تک انتظار کرتی رہی (تاکہ کوئی خبر مل سکے) اس کے بعد اس نے دوسری جگہ نکاح کرلیا (جب شادی ہوچکی تو) پہلا شوہر پہنچ گیا (تنازعہ رونما ہوگیا) نبیہہ بنت عمر نے کہا کہ (فیصلہ کرانے کے لیے) میرے دونوں خاوند حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہنچے۔ ان ایام میں حضرت عثمانؓ باغیوں کی وجہ سے محصور تھے۔ زوجین نے اپنا مسئلہ پیش کیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ان حالات میں دریافت کرتے ہو؟ انہوں نے (معذرت کرتے ہوتے) عرض کیا کہ یہ واقعہ پیش آ گیا اس کا فیصلہ ضروری ہے۔ تو حضرت عثمانؓ نے فیصلہ فرمایا کہ پہلے خاوند کو دو صورتوں میں سے ایک اختیار کرنی ہوگی، یا تو عورت کو اختیار کرے، یا اپنا مہر لے لے، کچھ دن گزرے تو حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔ اور (حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوتے) -

پھر دونوں خاوند حضرت علیؓ کے پاس کوفہ میں مقدمہ لے گئے حضرت مرتضیٰؓ سے فیصلہ طلب کیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ ان پریشان کن حالات میں دریافت کرتے ہو؟ جواب میں دونوں نے عذر خواہی کرتے ہوتے فیصلہ کے لیے اصرار کیا اور حضرت عثمانؓ کا سابقہ فیصلہ بھی بتایا تو اس وقت

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس مقدمہ کے متعلق میرا وہی فیصلہ ہے جو عثمانؓ نے دیا۔ میری وہی رائے ہے جو عثمانؓ نے قائم کی۔ تو پہلے خاوند نے مہر بینے کو پسند کیا۔ شبیہہ کہتی تھی کہ مہر چار ہزار درہم تھا۔ مہر ادا کرنے میں میں نے دو ہزار دے کر دوسرے خاوند کی اعانت کی۔"

(۴)

امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ بن عفان کا ہاشمی حضرات کی عظمت کو ملحوظ رکھنا اور ہاشمیوں کے جنازے کی نماز پڑھانا

—— عنوان بالا کے سلسلہ میں چند چیزیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں ان میں حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور اکابر ہاشمی حضرات کے خوش تر مراسم درج ہیں اور دونوں خاندانوں کے مابین عمدہ تعلقات مذکور ہیں۔

(۱)

حضرت عباس بن عبد المطلب کا احترام

سیدنا عباسؓ جس طرح علی المرتضیٰؓ کے عم محترم ہیں اسی طرح سید الکونین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے چچا ہیں۔ بنی ہاشم کے اکابر بزرگ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حد درجہ تعظیم فرماتے تھے اور ان کے اکرام کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ روایات کی کتابوں میں منقول ہے کہ

(۱) —— وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجلّہ و

یعظّمه و ینزلهٗ منزلۃ الوالد من الولد و یقول ھٰذا بقیۃ آبائی "۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۶۱۔ تذکرہ عباس بن عبدالمطلب تحت سنۃ ۳۲ھ)

"یعنی رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم عبّاس بن عبدالمطلب کا اجلال و احترام کرتے تھے، جیسے اولاد اپنے والد کی عزت و توقیر کرتی ہے۔ اور آپ فرماتے تھے حضرت عباسؓ ہمارے آباء و اجداد کے بقایا ہیں (یہ باقی رہ گئے ہیں دوسرے فوت ہو چکے ہیں)۔

(۲) ــــــ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت و تابعداری کرتے ہوتے حضرات صحابۂ کرامؓ بھی حضرت عباس کا اکرام و اجلال ملحوظ رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے متعلق مذکور ہے۔

ــــــ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه و عثمانؓ بن عفان کانا اذا مرّا بالعباس وھما راکبان ترجّلا اِکرامًا له ۔

(۱) البدایہ، ج ۷، ص ۱۶۲۔ تذکرہ عباس تحت ۳۲ھ

(۲) الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۳، ص ۹۸، معہ الاصابہ تذکرہ عباس بن عبدالمطلب۔

(۳) تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۱۲۳۔ تحت عباس بن عبدالمطّلب۔

"یعنی سیدنا عمر فاروقؓ و سیّدنا عثمان ذوالنورینؓ جب سوار ہونے کی حالت میں حضرت عباسؓ کے پاس گزرتے تو سواری سے اُتر جاتے اور پیادہ پا چلنے لگتے۔ یہ حضرت عباسؓ کے احترام کے پیشِ نظر کرتے تھے"۔

(۳)—— حضرت عثمان ذوالنورین کی خلافت کے زمانہ میں ایک شخص نے حضرت عباسؓ کی توہین کی ۔اس پر حضرت عثمانؓ نے اس کو سزا دی تھی ۔طبری اور کنز العمال میں یہ قصہ مندرج ہے ۔

—— . . . عن القاسم بن محمد قال کان مما احدث عثمان فرضی به منه انه ضَرَبَ رَجُلًا فِیْ مُنَازَعَةٍ اِسْتَخَفَّ فِیْهَا بالعباس بن عبد المطّلب فقیل لَهٗ فقال اَیُفَخَّمُ رسُول الله صلّی الله علیه وسلّم عَمَّهٗ وَاُرَخِّصُ فِی الْاِسْتِخْفَافِ بِهٖ لَقَدْ خَالَفَ رَسُوْلَ اللهِ صلّی الله علیه وسلّم مَنْ رَضِیَ فِعْلَ ذَالِکَ فرضی بِهٖ مِنْه ۔

"حاصل یہ ہے کہ قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ذوالنورین نے ایک جدید کام کیا اور وہ پسند کیا گیا ۔ وہ یہ کہ ایک شخص کا عم نبوی حضرت عباسؓ کے ساتھ تنازعہ ہو گیا ۔اس نے حضرت عباسؓ کے حق میں خفت آمیز کلمات استعمال کیے ۔ اس پر حضرت عثمان ذوالنورین نے اس کو زدوکوب کیا ۔لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو کہا (کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ؟) جواباً فرمانے لگے کہ نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم تو اپنے چچا عباس کی تعظیم کریں اور مَیں ان کے استخفاف و استحقار کی رخصت دے دوں ؟

جو شخص ایسے فعل پر راضی ہو اور اس کو پسند کرے اس نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت کر دی ۔"

(۱) تاریخ ابن جریر طبری ، ج ۵ ، ص ۱۳۶ ۔ تحت ذکر بعض سیر عثمانؓ ۔

(۲) کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ ص ۸۵ - ۸۶ ۔

(۳) کنز العمال، ج ۷، ص ۶۹، طبع اوّل کتاب الفضائل۔
ذکر عباس بن عبد المطلب۔

(۲)

حضرت ذوالنورین نے حضرت عباسؓ کی نماز جنازہ پڑھائی

(۱) ــــ ابن عبد البرّ نے الاستیعاب میں اور ابن کثیر نے البدایہ میں مسئلہ ہذا کو درج کیا ہے، فرماتے ہیں:

.....” توفی العباس بالمدینہ یوم الجمعۃ لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من رجب وقیل بل من رمضان سنۃ اثنتین و ثلاثین (۳۲ھ) قبل قتل عثمان رضی اللہ عنہ بسنتین و صلی علیہ عثمان رضی اللہ عنہ ودفن بالبقیع وھو ابن ثمان وثمانین سنۃ “

(۱) الاستیعاب لابن عبد البر جلد ثالث، ص ۱۰۰،
تذکرہ عبّاس بن عبد المطلب۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، جلد ۷، ص ۱۶۲ تحت سنۃ ۳۲ھ
ذکر عباس۔

” یعنی ۳۲ھ (بتیس ہجری) ۱۲ رجب یا (عند البعض) رمضان المبارک بروز جمعہ مدینہ طیبہ میں حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلبؓ کا انتقال ہوا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے قریبًا دو برس قبل یہ واقعہ پیش آیا۔ نماز جنازہ حضرت ذوالنورین عثمانؓ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون

ہوتے۔ اٹھاسی سال کی عمر پائی۔"

حضرت علیؓ کے صاحبزادہ محمد بن حنفیہ کی نماز جنازہ حضرت عثمانؓ غنی کے صاحبزادے ابان بن عثمانؓ نے پڑھائی۔

(۲) ـــــ محمد بن حنفیہؒ کی والدہ (خولہ بنت جعفر بن قیس) قبیلہ بنی حنیفہ سے تھی۔ جنگِ یمامہ کے قیدیوں میں قید ہو کر آئی تھی۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ کے حکم سے حضرت سیدنا علیؓ کو عطا کی گئی۔

محمد بن حنفیہؒ کی وفات محرّم الحرام کی ابتداء ۸۱ھ میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر (۶۵) پینسٹھ سال کی تھی۔ خلیفۂ وقت عبدالملک بن مروان تھا۔ خلیفۂ وقت کی جانب سے مدینہ طیبہ کے والی و حاکم حضرت اَبان بن عثمان بن عفان تھے۔ جب محمد بن حنفیہ کا جنازہ لایا گیا اس وقت ابان بن عثمان غنیؓ بھی تشریف لائے۔ محمد بن حنفیہؓ کے بیٹے ابو ہاشم عبداللہ وغیرہ موجود تھے، انہوں نے ابان بن عثمانؓ کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

"نحن نعلم انّ الامام اولیٰ بالصلوٰۃ ولو لا ذالک ما قدّمناک فقال زید بن السائب ھٰکذا سمعت ابا ھاشم یقول فتقدم فصلّٰی علیہ۔

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۸۶ ـ طبع لیدن، تذکرہ محمد بن حنفیہ)

"یعنی ہم کو معلوم ہے کہ (مسلمانوں کا) امام اور حاکم نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ اگر یہ مسئلہ اس طرح نہ ہوتا تو ہم آپ کو

مقدم نہ کرتے۔ پھر آبان بن عثمان بن عفان آگے بڑھے اور محمد بن حنفیہ کی نماز جنازہ پڑھائی ۔"

تنبیہ

ناظرین کرام کی خدمت میں ہم یہاں ایک سابقہ مسئلہ کی یاد دہانی کرانا مناسب خیال کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ دین اسلام کا قاعدہ اور قانون یہ ہے کہ نماز جنازہ پڑھانے کا حق امیر المؤمنین اور حاکم وقت کو ہوتا ہے جیسا کہ یہاں یہ مسئلہ حضرت علیؓ کے پوتے اور محمد بن حنفیہ کے لڑکے بیان کر رہے ہیں یا پھر وہ شخص پڑھا سکتا ہے جسے حاکم وقت کی اجازت حاصل ہو۔ اس قاعدہ شرعی کے تحت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کا جنازہ حضرت سیدنا امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھایا تھا اور کسی صاحب نے نہیں پڑھایا۔ اور جہاں کہیں روایات کی کتابوں میں صدیق اکبرؓ کے ماسوا اس جنازہ پڑھانے کا ذکر پایا جاتا ہے وہ راوی کا اپنا ظن و گمان ہے اور قاعدہ شرعی (مسلم بین الفریقین) کے مقابلہ میں روایت کرنے والے کا اپنا گمان و ظن متروک ہوتا ہے قبل ازیں کتاب ہذا کے صدیقی حصہ (بحث جنازہ سیدہ فاطمہؓ) میں یہ مسئلہ مفصل و مدلل بیان کر دیا گیا ہے۔ رجوع فرما دیں۔

عبداللہ بن جعفر طیار کا جنازہ حضرت اَبان بن عثمانؓ نے پڑھایا

(۴۳) حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب حضرت علی المرتضیٰؓ کے حقیقی بھتیجے اور داماد تھے۔ بنی ہاشم کے مشہور بزرگ اور نیک صالح آدمی تھے۔ اکثر مؤرخین اور اہل التراجم نے لکھا ہے کہ ان کا انتقال سن اَسّی (۸۰ھ) ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوا خلیفہ عبدالملک کی طرف سے اس وقت مدینہ کے حاکم اور امیر اَبان بن سیدنا عثمانؓ بن عفان تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار فوت ہوتے تو ان کی نماز جنازہ حضرت ابان موصوف

نے پڑھائی۔ یہ اُس سال کا واقعہ ہے جس سال مکہ میں بہت بڑا سیلاب آیا تھا اور لدے ہوئے اونٹوں کو بھی بہا کر لے گیا تھا (اس کو عام الجحاف کہتے تھے)۔

(۱) الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۲، ص ۲۷۶ معہ الاصابہ، تذکرہ عبداللہ بن جعفر)۔

(۲) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۱۳۵۔ تذکرہ عبداللہ۔

(۳) الاصابہ فی احوال الصحابہ لابن حجر، ج ۲، ص ۲۸۱ معہ استیعاب۔ تذکرہ عبداللہ بن جعفر طیار۔

(۵)

خلافتِ عثمانی میں ہاشمی حضرات کا شریکِ جہاد ہونا

حضرت سیدنا ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَورِ خلافت میں دیگر صحابہ کرام کی طرح ہاشمی حضرات بھی ہر مرحلہ پر امیر المومنین عثمانؓ کے ساتھ ہوتے تھے اور ہر مقام میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہوتے تھے۔ اور ان حضرات کے درمیان قبائلی تعصب اور باہمی عصبیت کا شائبہ تک نہ تھا۔ چنانچہ اس نوع کے چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں جن میں حضرت علیؓ کے صاحبزادوں (سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ) و بھتیجوں و چچازاد بھائیوں وغیرہ ہاشمی حضرات کا جنگی مواقع میں شریک کار ہونا اور شریک جہاد ہونا ثابت ہے۔

(۱)

غزوۂ طرابلس و افریقیہ وغیرہ

(سنہ ۲۶ھ)

مشہور مؤرخ ابن اثیر الجزری نے الکامل میں اور ابن خلدون نے تاریخ ابن خلدون میں نقل کیا ہے کہ:

(۱) ..... فاستشار عثمانؓ من عندہ من الصحابۃ فاشار اکثرھم بذالک فجھّز الیہ العساکر من المدینۃ وفیھم جماعۃٌ من اعیان الصحابۃ منھم عبد اللّٰہ بن العباس وغیرہٗ فسار بھم عبد اللّٰہ بن سعد الیٰ افریقۃ فلما وصلوا الیٰ برقۃ لقیھم عقبۃ بن نافع فیمن معہٗ من المسلمین الخ

(الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۴۵۔ تحت سنۃ ست وعشرین (سنہ ۲۶ھ)۔ طبع مصر

(۲) ..... ثم لَمَّا وَلِیَ عبد اللّٰہ بن ابی سرح استأذن عثمان فی ذالک و استمدّہٗ فاستشار عثمانؓ الصحابۃَ فاشاروا بہٖ فجھّز العساکر من المدینۃ وفیھم جماعۃٌ من الصحابۃ منھم ابن عباس وابن عمرو ابن عمرو بن العاص وابن جعفر والحسن والحسین وابن الزبیر وساروا مع عبد اللّٰہ بن ابی سرح سنۃ ست وعشرین (۲۶) ولقیھم عقبۃ بن نافع فیمن معہ من المسلمین ببرقۃ ثم ساروا الیٰ طرابلس فنھبوا الروم عندھا ثم ساروا الیٰ افریقیۃ وبثّوا السرایا فی کل ناحیۃٍ ۔

(تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۰۳۔ تحت عنوان ولایۃ عبداللہ بن ابی سرح علی مصر و فتح افریقیہ)

ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ:

۲۶ھ (چھبیس) میں جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (مصر کے علاقے کے) امیر اور والی مقرر ہوئے تو (خلیفۂ وقت) حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے (مغربی ممالک طرابلس وغیرہ) اور افریقیہ کی طرف جہاد پر جانے کے لیے اذن طلب کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا۔ ان حضرات نے جہاد پر جانے کا مشورہ دیا (کہ ان اطراف میں اسلامی لشکر جانا چاہیے)۔ اندریں حالات مدینہ طیبہ سے جہاد کے لیے ایک لشکر مرتب کیا گیا جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت شامل ہوئی۔

عبداللہ بن العباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن جعفر، الحسن بن علی المرتضیٰ، الحسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ وغیرہم حضرات اس میں شریک و شامل تھے۔ اور یہ جیش اسلامی (۲۶ھ) میں عبداللہ بن ابی سرح کی نگرانی و قیادت میں جہاد کے لیے روانہ ہوا۔ اور برقہ کے مقام پر عقبہ بن نافع سے ان کی ملاقات ہوئی اس کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت تھی۔ پھر یہ تمام حضرات طرابلس وغیرہ کی طرف چل پڑے۔ اور علاقہ روم سے ان کو غنائم حاصل ہوئے اس کے بعد (یہ کثیر) جماعت افریقیہ کی مہم کی طرف روانہ ہو گئی۔ اور اس ملک کے مختلف علاقہ جات کی طرف انہوں نے اپنے مجاہدین پھیلا دیئے۔"

تنبیہ :- افریقہ کی ان جنگوں کو بعض مؤرخین نے ۲۷ھ (سبع وعشرین) کے تحت درج کیا ہے۔ چنانچہ خلیفہ ابنِ خیاط نے اپنی تاریخ کے جلد اوّل میں ۲۷ھ کے واقعات میں ان کو ذکر کیا ہے۔

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۴۳، تحت سنۃ ۲۷ھ سبع وعشرین)۔

(۲)

غزوۂ خراسان وطبرستان وجرجان وغیرہ میں شریک ہونا

(۳۰ھ)

اس کے چند برس بعد مندرجۂ ذیل ممالک کی طرف سعید بن العاص اموی کی قیادت میں ایک لشکرِ اسلامی کوفہ سے سنۃ تیس ۳۰ ہجری میں روانہ ہُوا۔ اس میں بھی اکابر ہاشمی حضرات پُوری طرح شریکِ کار ہوتے، مدتوں جہاد میں شریکِ عمل رہے۔ فتوحات حاصل کیں، غنائم میں سے حصّہ لیا اور بخیر و عافیت واپس ہوتے۔

ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں ابن اثیر جزری نے الکامل میں اور ابنِ کثیر نے البدایہ میں اپنی اپنی عبارات میں ان واقعات کو درج کیا ہے۔ اور ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں اس کو نقل کیا ہے۔

(۱) ــــ . . . . عن حنش بن مالک قال غزا سعید بن العاص من الکوفۃ سنۃ (۳۰ھ) یرید خراسان ومعہ حذیفۃ بن الیمان وناس من اصحاب رسول اللہ ومعہ الحسن والحسین وعبد اللہ بن العباس وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عمرو بن العاص و

عبداللہ بن الزبیر۔ الخ

(تاریخ الامم والملوک لابن جریر الطبری، ج ۵، ص ۵۷، تحت سنۃ ثلاثین ۳۰ طبع قدیم مصر)۔

(۲) ـــــ ..... فان سعیداً غزاها من الکوفۃ سنۃ ثلاثین ۳۰ و معہ الحسنؓ والحسینؓ و ابن عباس و ابن عمر بن الخطاب و عبداللہ بن عمرو بن العاص وحذیفۃ بن الیمان وابن الزبیر و ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ

(تاریخ ابن اثیر الجزری (الکامل)، ج ۳، ص ۵۴۔ ذکر غزوہ طبرستان)

(۳) ـــــ ذکر المدائینی ان سعید بن العاص رکب فی جیش فیہ الحسن والحسین والعبادلۃ الاربعۃ وحذیفۃ بن الیمان فی خلقٍ من الصحابۃ وسار بہم فمرّ علی بلدان شتّٰی یصالحونہٗ علٰی اموالٍ جزیلۃٍ حتیٰ انتہیٰ الی بلد معاملۃ جرجان فقاتلوہ حتّٰی احتاجوا الی صلوٰۃ الخوف۔''

البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۴۔ تحت سنۃ ثلاثین من الہجرۃ۔

(۴) تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۱۸۔ تحت عنوان، غزوۂ طبرستان، طبع بیروت۔

مندرجاتِ بالا کا حاصل یہ ہے کہ

سن تیس ۳۰ ہجری میں کوفہ کے مقام سے جہاد کے لیے ایک جیشِ اسلام تیار ہو کر خراسان وغیرہ ممالک کی طرف روانہ ہُوا۔

لشکر کی کمان اور قیادت سعید بن العاص اموی نے کی (جو حضرت عثمانؓ کی جانب

سے کوفہ کے حاکم تھے)۔ اس لشکر میں بہت سے اکابر حضرات شریک ہوئے شریک ہونے والوں میں حضرت حسن بن علیؓ، حضرت حسین بن علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ۔ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ۔ وغیرہم حضرات تھے۔

مختلف مواضعات اور شہروں پران کا گذر ہوا۔ اموالِ کثیرہ پر صلح و مصالحت ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ جرجان کے علاقہ میں جا پہنچے۔

وہاں جنگ و قتال کی نوبت پیش آئی اور اس موقعہ پر صلوٰۃ الخوف بھی پڑھی گئی۔"

(۳)

سن تیس ۳۲ ہجری میں شرکتِ جہاد کا ایک واقعہ

سن ۳۲ھ میں سیدنا عثمان بن عفانؓ کے دورِ خلافت میں سعید بن العاص (اموی) کی ماتحتی میں اسلامی لشکر بلنجر کے علاقہ میں پہنچا۔ اہلِ بلنجر اور ترک قوم دونوں نے مل کر مسلمان فوجوں کا مقابلہ کیا اور شدید قتال پیش آیا۔ مسلمانوں کے ایک عظیم آدمی عبدالرحمٰن بن ربیعہ شہید ہو گئے۔ وقتی طور پر مسلمانوں کو شکست کا سامنا ہوا۔

—— پھر مسلمانوں نے اپنی فوج کے دو حصے کر لیے۔ فوج کا ایک حصہ بلادِ خزر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور فوج کا دوسرا حصہ علاقہ جیلان و جرجان کی جانب چل دیا۔ لشکر کے اس دوسرے حصہ میں حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوہریرہؓ شامل و شریک تھے۔

مؤرخ ابن جریر طبری اور ابنِ اثیر جزری اور ابنِ کثیر دمشقی نے اپنے

الفاظ میں واقعہ ہٰذا کو نقل کیا ہے۔ اور مندرجہ ذیل عبارت البدایہ سے منقول ہے۔

...... فقتل یومئذٍ عبدالرحمٰن بن ربیعہ کان یقال لہٗ ذوالنور و انھزم المسلمون فافترقوا فرقتین ففرقۃٌ ذھبت الیٰ بلاد الخزر۔ وفرقۃٌ سلکوا ناحیۃ جیلان و جرجان وفی ھٰؤلاء ابوھریرۃ وسلمان الفارسی رضی اللہ عنہم۔

(۱)۔۔۔ تاریخ ابن جریر الطبری، ج ۵، ص ۸۷۔ تحت سنۃ ۳۲ھ۔ طبع مصر قدیمی۔

(۲)۔۔۔ الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۶۶ تحت سنۃ ۳۲ھ۔ طبع مصر۔

(۳)۔۔۔ البدایہ، ص ۱۶۰، لابن کثیر، جلد سابع تحت سنۃ ۳۲ھ طبع مصر۔

جہاد میں شرکت اور اس قسم کے واقعات اسلامی تاریخ میں بہت پائے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے اکابر صحابہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دور میں ہمیشہ شریکِ جہاد رہتے تھے۔ مندرجہ واقعہ میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کا شریکِ غزوات ہونا مذکور ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ وہ بزرگ ہیں جو شیعہ احباب کی روایات کی رُد سے ہمیشہ ہر کام میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی منشاء اور رضامندی کو سامنے رکھتے تھے۔ اور ان کے مشورہ کے بغیر کوئی عملی پروگرام نہیں جاری کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ کے خاص ہم نواؤں میں سے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح خود ہاشمی حضرات خلافتِ عثمانی میں شریک جہاد

رہتے تھے اسی طرح ہاشمیوں کے ہم نوا حضرات بھی اس دورِ مبارک میں شرکتِ جہاد کو کارِ خیر جانتے تھے اور جہاد میں عملاً حصہ لیتے تھے۔

(۴)

۳۵ھ کا ایک واقعہ

—— حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلبؓ کے ایک فرزند معبدؓ بن العباس ہیں۔ ان کی کنیت ابو العباس ہے۔ ان کی والدہ کا نام امّ الفضل ہے۔ امّ الفضل حضرت میمونہ (امّ المومنینؓ) کی ہمشیرہ تھیں۔

حضرت معبد بن العباسؓ حضور علیہ السلام کے عہدِ مبارک میں متولد ہوئے تھے۔ بچپن تھا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث محفوظ نہیں کر سکے۔ ان کے متعلق علماء تراجم نے لکھا ہے کہ سیدنا عثمان بن عفانؓ کے عہدِ خلافت میں یعنی ۳۵ھ میں عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کی ماتحتی میں افریقہ کے علاقہ میں شریکِ جہاد ہوئے اور وہاں شہید ہوگئے۔ بعض علماء نے معبد بن عباس کے شرکتِ جہاد کے واقعہ کو ۳۵ھ سے قبل بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے۔

مندرجہ ذیل عبارت میں یہ واقعہ منقول ہے۔ اہلِ علم کی تسلی کے لیے عبارت ذکر کی جاتی ہے۔

—— معبد بن العباس بن عبد المطلب بن هاشم القرشی الهاشمی یکنّٰی ابا العباس ولد علیٰ عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یحفظ عنه قتل بافریقیة شهیدًا سنة

خمس وثلاثین فی زمن عثمان رضی اللہ عنہ وکان قد غزاھا مع ابن ابی سرح و امہٗ ام الفضل لبابۃ بنت الحارث اخت میمونۃ زوج النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

(۱) الاستیعاب لابن عبدالبر (معہ اصابہ) ج ۳، ص ۴۳۶-۴۳۷ تحت معبد بن العباس۔

(۲)۔۔۔ الاصابہ لابن حجر (معہ استیعاب) جلد ثالث، ص ۴۵۷ تحت معبد بن العباس۔

(۳)۔۔۔ اسد الغابہ، جلد رابع لابن اثیر الجزری، ص ۳۹۲ تحت معبد مذکور۔

(۴)۔۔۔ فتوح البلدان بلاذری، ص ۲۳۴۔ تحت فتح افریقیہ طبع اُولیٰ، مصر۔

ناظرین کرام!

۔۔۔۔ ان تاریخی حقائق نے بتلا دیا کہ حضرت عثمانؓ کے دَورِ خلافت میں ہاشمیوں اور اُمویوں کے درمیان قبائلی تعصّب نہ تھا اور قبیلہ پرستی کا تصور پیش نظر نہ تھا اور نہ ہی ہاشمی، اموی امتیازات ان کے سامنے تھے، صرف اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر باہم متفق و متحد ہو کر کام کرتے تھے اور اسلام کی اشاعت کے لیے جہاد میں شامل ہوتے تھے۔

(۶)

سیّدنا عثمانؓ کی خلافت میں نبی کریمؐ کے رشتہ داروں کے مالی حقوق

سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے دَورِ مقدس میں حضور کے رشتہ داروں کے

مالی حقوق خمس سے۔ فدک کی آمد سے۔ اور دیگر فتوحات وعطیات وغیرہ سے ادا کیے جاتے تھے۔ پھر سیدنا صدیق اکبرؓ کے دور میں بھی نبوی دستور کے موافق ذوی القربیٰ کے مالی حقوق پورے کیے جاتے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت میں بھی اقارب رسولؐ کے یہ واجبات احسن طریقہ سے پورے ہوئے۔ ان کی تفصیلات فریقین کی کتب کے حوالہ جات کے ساتھ قبل ازیں حصہ صدیقی وحصہ فاروقی میں ہم درج کر چکے ہیں۔

اب حصہ عثمانی میں "مالی حقوق" کی ادائیگی کے مسئلہ کو دہرانا مناسب خیال کیا ہے تاکہ ناظرین باتمکین پر واضح ہو جائے کہ حضرت عثمانؓ بھی اپنی خلافت میں "مالی حقوق" کو صحیح طور پر ادا کرتے تھے۔ خلفاء ثلاثہؓ میں سے کسی خلیفہ نے بھی یہ حقوق نہ تو ضائع کیے اور نہ غصب کیے بلکہ اموالِ مفتوحہ میں سے موقع بموقع ادا کرتے رہے۔

——— جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک یہ چیز مسلّم ہے کہ حضرات خلفاء ثلاثہؓ عادل اور منصف تھے، ظالم اور غاصب نہیں تھے۔ حضرت عثمانؓ نے کسی شخص پر ظلم اور ستم روا نہیں رکھا۔ عدل وانصاف ان کی صفت تھی۔ حقداروں کا حق ادا کرنا اپنا فراضیہ سمجھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ساتھیوں کی قرآن مجید میں یہ صفت بیان کی ہے کہ:

"يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا۔ الخ

یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرنا ان کا شیوہ ہے"

تو یہ حضرات ایسے کام کرتے تھے جن سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ اور جن کاموں سے حق تعالیٰ ناراض ہوں وہ ان کے نزدیک بھی نہیں جاتے تھے۔ لہٰذا قرآن مجید کی ان تصریحات کے بعد واقعات اور حوالہ جات کی شکل میں چند چیزیں پیش خدمت ہیں جو اصل مضمون کے لیے مؤید ہیں۔ اور تاریخ اسلامی کے اوراق پر ثبت ہیں۔

اِس مسئلہ کے اثبات کے لیے پہلے چند ایک واقعات اپنی کتابوں سے ناظرین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد شیعہ احباب کی کتابوں سے اس مسئلہ کی تائید سامنے رکھی جائے گی۔

حضرت علیؓ کے لیے عثمانی عطیات

(۱) ــــ سعید بن العاص حضرت عثمانؓ کی طرف سے کوفہ کے والی وحاکم تھے۔ ایک دفعہ کوفہ سے مدینہ پہنچے۔ اس موقع کا واقعہ لکھا ہے:۔

"قَدِمَ سعید بن العاص المدینۃ وافداً علیٰ عثمانؓ فبعث الیٰ وجوہ المهاجرین والانصار بصلاتٍ وکُسیً وبعث الیٰ علی بن ابی طالبؓ ایضاً فقبل مابُعِثَ اِلَیْہ۔

"یعنی سعید حضرت عثمانؓ کی خدمت میں کوفہ سے مدینہ پہنچے اور مہاجرین وانصار کے سرکردہ لوگوں کی طرف عطیات بھجواتے اور کپڑے پوشاکیں ارسال کیں اور حضرت علیؓ کی طرف بھی عطیے اور ہدیے ارسال کیے۔ حضرت علیؓ نے ان کو قبول فرمایا۔" (طبقات ابن سعد ج ۵، ص ۲۱ تحت سعید بن العاص)

(۲) ــــ اسی طرح سنہ ۳۱ھ میں جب خراسان کا علاقہ طوس آمل اور مرو وغیرہ مقامات عبداللہ بن عامر فاتح کی نگرانی کے تحت مفتوح ہوئے اور ان مہموں کے بعد عبداللہ بن عامر واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو امیر المؤمنین عثمانؓ کی خدمت میں حاضری دی (اس کے بعد) اہل مدینہ کو عطیات دینے شروع کیے۔ حضرت علیؓ کو تین ہزار درہم بھجواتے۔ حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے عبداللہ ابن عامر کو فرمایا کہ تیرا بُرا ہو تو نے علیؓ بن ابی طالب کے لیے صرف یہ قلیل رقم ارسال کی عبداللہ بن عامر نے عرض کیا کہ ایک شخص کو زیادہ دینے کو میں نے ناپسند کیا اور

اس کے متعلق آپ کی رائے بھی مجھے معلوم نہ تھی۔

امیر المومنین عثمانؓ نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب کو زیادہ دیجیے اس کے بعد عبداللہ نے حضرت علیؓ کی طرف بیس ہزار درہم ارسال کیے اور اس کے ساتھ دیگر اشیاء بھی بھجوائیں۔

—— مسجد نبوی میں ایک حلقہ لگا ہوا تھا۔ اس کے پاس حضرت علیؓ تشریف لاتے۔ وہ لوگ قریش کے متعلق عبداللہ بن عامر کے ہدایا و عطایا کا باہم تذکرہ کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ عبداللہ بن عامر قریشی جوانوں کے سردار ہیں۔ ان کی بات مزاحمت کے قابل نہیں۔

طبقات ابن سعد کی عبارت ذیل میں یہ واقعہ مذکور ہے:

.... فقال (عثمانؓ) لابنِ عامر قبّح اللہ رأیک أتوسل الیٰ علیٍؓ بثلاثة آلاف درهم قال کرهت ان اغرق ولم ادر ما رأیک قال فأغرِقْ قال فبعث الیه بعشرین الف درهم وما یتبعها قال فراح علیؓ إلی المسجد فانتهیٰ الی حلقته وهم یتذاکرون صِلاتِ ابن عامر هذا الحیّ من قریش فقال علی هو سیّد فتیان قریش غیر مدافع۔

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۳ تذکرہ عبداللہ بن عامر، طبع لیدن۔

(۳) مطلبی ہاشمی کے لیے ایک خاص رعایت

—— تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی جاہلیت کے دور میں (اسلام سے قبل) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تجارتی کاموں میں

شریکِ کار رہتے تھے۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو اس زمانہ میں ربیعہ مذکور کے لڑکے عباسؒ بن ربیعہ نے امیر المؤمنین عثمانؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامر بن کریز کو تحریر فرما دیں کہ وہ مجھے ایک لاکھ درہم قرض دے دے۔ دوسرے یہ کہ مجھے رہائش کے لیے مکان کی ضرورت ہے۔

چنانچہ حضرت سیدنا عثمانؓ نے عبداللہ بن عامر بن کریز کو تحریراً فرمان دیا اور ابنِ عامر نے ایک لاکھ درہم عباس کو دے دیا۔ اور مکانات کے لیے ایک حویلی ان کے لیے متعین کردی۔ اس کو دارِ عباس بن ربیعہ آج تک کہا جاتا ہے۔ یہ واقعہ عبارتِ ذیل میں منقول ہے:۔

"عن مُحَیم بن حفص قال کان ربیعة بن الحارث بن عبد المطلب شریک عثمان فی الجاھلیّة فقال العباس بن ربیعة لعثمان اکتب لی ابن عامر یسلفنی مائة الف فکتب فاعطاه مائة الف وصله بها و اقطعهٗ دارهٗ دار العباس بن ربیعة الیوم"

(تاریخ الامم والملوک للطبری، ص ۱۳۸-۱۳۹ جلد خامس تحت سنة ۳۵ھ۔ ذکر بعض سیر عثمان بن عفانؓ طبع مصر)

مالی حقوق کی ادائیگی کا مسئلہ

(شیعہ کتب سے)

حضرت عثمانؓ کے ماموں زاد برادر عبداللہ بن عامر بن کریز فتحِ خراسان کی مہم پر گئے ہوئے تھے۔ خراسان کو فتح کیا۔ غنائم حاصل ہوئے۔ اس علاقے کے بادشاہ یزدجرد کی دو لڑکیاں مالِ غنیمت میں محبوس ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔

پھر خلیفۂ وقت حضرت عثمانؓ نے انہیں حضرات حسنینؓ کو عطا فرمایا۔ یہ تمام واقعہ شیعہ علماء نے امام علی رضاؒ کی زبانی درج کیا ہے۔ ذیل میں ان کی معتبر کتاب سے نقل کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ میں مضمونِ بالا کی تائید ہے۔

کتاب تنقیح المقال میں "شہر بانو" کے تحت لکھا ہے کہ:

.... عن سهل بن القاسم النوشنجانی قال قال لی الرضاؒ بخراسان ان بیننا و بینکم نسباً قلت وما هو؟ ایها الامیر! قال ان عبد اللہ بن عامر بن کریز لما افتتح خراسان اصاب ابنتین لیزدجرد ابن شہریار ملک الاعاجم فبعث بهما الی عثمان بن عفان فوهب احدٰهما للحسن و الاخریٰ للحسینؓ فماتتا عندهما نفساوین و کانت صاحبة الحسین نفست بعلی بن الحسین علیهما السلام۔ الخ

"یعنی سہل بن قاسم نوشنجانی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضاؒ نے مجھے خراسان کے علاقہ میں فرمایا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان نسبی رشتہ ہے میں نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟ تو علی رضاؒ نے فرمایا کہ جب عبداللہ بن عامر نے (جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے افواج کے امیر تھے) خراسان فتح کیا تو عجمیوں کے بادشاہ یزدجرد بن شہریار کی دو لڑکیاں اس کو ہاتھ لگیں، اس نے دونوں لڑکیوں کو حضرت عثمانؓ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔"

پھر حضرت عثمانؓ نے ایک لڑکی حضرت حسن بن علیؓ کو بخش دی اور دوسری حضرت حسین بن علی کو دے دی۔ یہ دونوں لڑکیاں حضرت حسنؓ و حسینؓ کے ہاں صاحبِ اولاد ہو کر فوت ہوئیں۔ اور جو لڑکی

حضرت حسین کی اہلیہ تھیں ان سے حضرت علی بن حسینؓ (زین العابدین) متولد ہوئے تھے۔"

(تنقیح المقال فی علم الرجال للشیخ عبداللہ المامقانی ص۸۰،
ج ۳، من فصل النساء، باب السین والشین تحت شہر بانو
طبع طہران۔ (آخر جلد ثالث)

(ب) ابن ہیثم بحرانی نے شرح نہج البلاغہ میں بلی کانت فی ایدینا فدک الخ متن کے ذیل میں ایک طویل بحث کی ہے۔ اٹھارہ مقاصد بیان کیے ہیں۔ مقصد ثامن میں یہ روایت نقل کی ہے، اس میں حضرت سیدہ فاطمہؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ

لہ قولہٗ اہلیہ الخ۔ کہا جا سکتا ہے کہ

شہر بانو کا یہ واقعہ قبل ازیں حصہ صدیقی وحصہ فاروقی میں حضرت عمرؓ کے فتوحات و غنائم میں درج ہو چکا ہے یہاں حضرت عثمانؓ کے فتوحات میں نقل کرنا تضاد بیانی ہے۔ اس شبہ کے ازالہ کے لیے صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ ہم نے شیعہ علماء کا بیان بطور الزام نقل کر دیا ہے۔ اگر یہ تضاد بیانی ہے تو ان کے علماء نے ذکر کی ہے ہم ناقل ہیں۔ یہ ان کے ائمہ کے فرمودات ہیں۔ اگر ضرورت سمجھیں تو اس کا رفع تضاد خود ہی فرما دیں۔ ہمارے استدلال میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا شہر بانو (بنت یزدجرد) کا واقعہ اگر خلافتِ فاروقی میں پیش آیا تھا تب بھی ٹھیک ہے۔ اگر خلافتِ فاروقی میں نہیں بلکہ خلافتِ عثمانی میں ہوا تب بھی درست ہے۔ مقصود یہ ہے کہ خلیفۂ دوم و خلیفۂ سوم نے ہاشمیوں کے مالی حقوق غنائم وغیرہ سے ادا کیے، ضائع نہیں کیے۔ اور ان حضرات کے باہمی تعلقات و روابط ٹھیک طرح قائم تھے۔ ھذا ہو المرام۔

(منہ)

کی فدک کے متعلق جو گفتگو ہوئی وہاں مذکور ہے۔

کان رسول اللہ صلعم یَأخُذُ من فدک قوتکم ویقسّم الباقی ویحمل منہ فی سبیل اللہ ولک علی اللہ ان اصنع بہا کما کان یصنع فرضیت بذالک واخذت العھد علیہ بہ وکان یأخذ غلّتہا فیدفع الیھم منہا ما یکفیہم ثُمَّ فعلت الخلفاء بعدہٗ کذالک الخ

(۱) شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی، ج ۵، ص ۱۰۷ طبع جدید طہرانی۔ تحت مقصد ثامن، ذکر فدک

(۲) "درۃ النجفیہ" لابراہیم بن حاجی حسین، ص ۳۳۲ طبع قدیم ایران، ذکر فدک، تحت متن مذکور بلٰی کانت فی ایدینا فدک۔

"یعنی ابوبکر الصدّیق نے حضرت فاطمہؓ سے کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کے مصارف فدک سے لے لیتے تھے اور باقی مال کو تقسیم کر دیتے اور اللہ کی راہ میں لگا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر میں آپ کے حق میں وہی صورت جاری رکھوں گا جو آپ کے والد شریف آپ کے حق میں جاری رکھتے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ اس بات پر رضامند ہو گئیں، اور حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اس چیز پر پختہ عہد لیا۔ حضرت ابو بکرؓ فدک کی آمدنی کا غلہ لے کر آلِ نبیؐ کو دیتے تھے جتنا قدر ان کی ضرورت کو پورا کر سکے اور کافی ہو جائے۔ پھر حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے بعد خلفاء (عمر بنؓ الخطاب و عثمانؓ بن عفان و علی بن ابی طالبؓ) اسی طرح

عمل کرتے رہے اور دیتے رہے :"

—— شیعہ احباب کی دو معتبر کتابوں کے حوالہ کے بعد شیعہ کا ایک مزید حوالہ درج کرنا ضروری خیال کیا ہے اس وجہ سے کہ مندرجہ ذیل عبارت میں ابن ابی الحدید شیعی نے ہر ایک خلیفہ کا الگ الگ نام تحریر کر کے یہ مضمون بیان کیا ہے :-

(۳) .... کان ابوبکر یأخذ غلتها ویدفع الیهم منها ما یکفیهم ویقسم الباقی وکان عمر کذالک ثم کان عثمان کذالک ثم کان علی کذالک الخ "

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید الشیعی ، ج ۴ ، ص ۱۱۱. طبع بیروت - باب ما فعل ابوبکرؓ بفدک و ما قالہ فی شانہا) -

خلاصہ یہ ہے " فدک کی آمد کا غلّہ لے کر حضرت ابوبکرؓ آل نبیؐ کو دیتے تھے جو ان کو کافی ہوتا تھا اور باقی کو تقسیم کر دیتے تھے اور حضرت عمرؓ بن الخطاب بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ بن عفان بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت علیؓ بن ابی طالب بھی اسی طرح کرتے تھے "

(۴) —— چودھویں صدی کے مشہور شیعہ عالم و مجتہد سید علی نقی فیض الاسلام نے اپنی فارسی شرح نہج البلاغہ میں بھی مسئلہ بالفاظ ذیل درج کیا ہے :-

" ... خلاصہ ابوبکر غلّہ وسود آں گرفتہ بقدر کفایت باہل بیت علیہم السلام میداد و خلفاء بعد از وہم برآں اسلوب رفتار نمودند "

یعنی فدک کی آمدن (غلہ وغیرہ) بقدر کفایت اہل بیت کو حضرت ابوبکرؓ دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد والے خلفاء نے بھی اسی کے

موافق عمل جاری رکھا"

(ترجمہ وشرح فارسی نہج البلاغہ، ج ۵، ص ۹۶۰، طبع طہرانی۔
تحت عبارت بلیٰ کانت فی ایدینا فدک من کل ما اظلتہ السماء الخ)

فوائد و نتائج

باب چہارم میں جو واقعات درج کیے گئے ہیں وہ حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر ہاشمی حضرات اور حضرت عثمانؓ کے مابین تعلقات کے چند نمونے ہیں ان سے مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱)

احکامِ خداوندی کے اجراء ونفاذ میں ان حضرات (یعنی عثمان ذوالنورینؓ وعلی المرتضیٰ) کے باہم مشورے ہوتے تھے اور اشتراکِ عمل سے حدود اللہ جاری کرتے تھے۔ اسلامی احکام کے اِجراء میں ایک دوسرے کے ساتھ پوری طرح تعاون کرتے تھے۔ ان بزرگوں یعنی عثمانی وہاشمی حضرات کا آپس میں کوئی عناد نہ تھا۔ اور خلافت کے معاملات میں اور اجرائے احکام میں کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ باہم عملی تعاون قائم تھا۔

(۲)

عہدِ عثمانی میں ہاشمی احباب کو بھی حکومت میں عہدے ومناصب دیئے گئے تھے جیسا کہ بنو اُمیّہ اور دیگر قبائل کو دیئے گئے۔ ہاشمیوں کو اس مسئلہ میں نظر انداز نہیں کیا گیا اور ان کے ساتھ خاندانی تعصّب کا برتاؤ نہیں کیا گیا۔

(۳)

ہاشمی حضرات (یعنی حضرت علیؓ بن ابی طالب ودیگر ہاشمی لوگ) عند الضرورۃ عدالتِ عثمانی کی طرف رجوع کرتے اور فیصلے طلب کرتے تھے۔ یہ واقعات بتلاتے

ہیں کہ بنو ہاشم کے نزدیک بھی خلافت عثمانی برحق تھی اور عدالت عثمانی صحیح تھی۔ اس کے فیصلے شریعتِ اسلامی کے مطابق تھے۔ نیز واضح ہوا کہ خلافتِ عثمانی غاصبانہ اور باغیانہ نہ تھی بلکہ منصفانہ اور عادلانہ تھی۔ اس کی عدالت کے فیصلے خلافِ شرع نہیں ہوتے تھے۔ ان کی خلافت و عدالت کو غیر شرعی اور اسلامی قواعد کے برخلاف کہنا حقائق کو جھٹلانا اور انصاف کا خون کرنا ہے۔

(۴)

حضرت عثمانؓ ہاشمی اکابر حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب وغیرہ کی عظمت و احترام کو پوری طرح ملحوظ رکھتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی قرابت و رشتہ داری کی بنا پر یہ سب معاملہ کیا جاتا تھا اور ہاشمیوں کے جنازے کا موقعہ آتا تو خود امیرالمومنین حضرت عثمانؓ یا ان کے نائب نماز جنازہ پڑھانے کا حق ادا کرتے تھے۔ امامت نماز کا حق خلیفہ کو ہوتا ہے۔ اس اسلامی قاعدے کے تحت عمل ہوا کرتا تھا۔ مختصر یہ کہ ان ایّام میں ہاشمیوں کے جنازوں کو ہاشمی نہیں پڑھاتے تھے بلکہ عثمانی حضرات پڑھاتے تھے جو ان کے باہمی اتحاد مذہب و اتفاق مسلک کی بیّن دلیل ہے۔

(۵)

حضرت عثمان بن عفانؓ کی خلافت کے ایّام میں کفّار کے ساتھ جہاد کی ضرورت پیش آتی تو ہاشمی بزرگ اور حضرت علیؓ کی اولاد حضرت حسنؓ و حسین وغیرہما خلیفۂ وقت کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے تھے اور مہم سر کرنے میں دوش بدوش ہو کر جنگ کرتے تھے اور غنائم سے حصّہ پاتے تھے۔ اس دَور میں غنائم قواعد شرعی کے خلاف نہیں تقسیم ہوتے تھے بلکہ صحیح طریقہ کے مطابق ان کی تقسیم ہوتی تھی۔ اکابر ہاشمیوں کو اس تقسیم پر کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا۔ ان حضرات کا غزوات میں یکے بعد دیگرے بار بار شرکت کرنا ہی اس مسئلہ کی صحت کے لیے نہایت عمدہ قرینہ ہے۔ اور

افریقیہ کے غنائم میں غلط تقسیم کا طعن معترضین کی طرف سے درست نہیں ہے۔ نیز ان بزرگوں کا اشتراکِ عمل جس طرح باہمی اتفاق و اتحاد پر دلالت کرتا ہے اسی طرح اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ خلافتِ عثمانی ان اکابر کے نزدیک بھی برحق تھی نیز حضرت عثمانؓ کے صحیح و برحق خلیفہ ہونے میں ہاشمی حضرات کو کوئی شبہ نہ تھا۔ خلافت کے معاملات میں سب ہاشمی حضرات امیر المومنین عثمانؓ بن عفان کے ساتھ ہوتے تھے۔ قبائلی عصبیت کا اس دور میں نام و نشان تک نہ تھا، اور خاندانی عداوتیں یکسر مفقود تھیں۔ یہ چیزیں بعد کی پیدا کردہ ہیں۔

(۶)

نیز واضح ہوا کہ چاروں خلفاء (صدیق اکبرؓ، فاروق اعظم، عثمانؓ ذوالنورین، حضرت علیؓ) کی خلافتوں کے دور میں خمس و فدک کی آمد کی تقسیم میں کوئی فرق نہ تھا۔ آل نبیؐ و اولادِ علیؓ کی ضروریات کو فدک کی آمدنی سے پورا کیا جاتا تھا۔ رشتہ دارانِ نبوت کے مالی حقوق بشمول حضرت عثمانؓ کے کسی خلیفہ سابق نے ضائع نہیں کیے۔ حقوقِ مالیہ کے غصب کیے جانے کا یہ پروپیگنڈا صرف صحابہ کرامؓ کے متعلق بدظنی و بدگمانی پھیلانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ جو حقائق کے بالکل برعکس ہے۔

؎ صِدّیقؓ عکسِ حُسنِ کمالِ محمّدؐ است
فارُوقؓ ظلِّ جاہ و جلالِ محمّدؐ است

؎ عثمانؓ ضیاءِ شمعِ جمالِ محمّدؐ است
حیدرؓ بہارِ باغِ خصالِ محمّدؐ است

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی
بُوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
ہم مشرب ہیں یارانِ نبی
کچھ فرق نہیں اِن چاروں میں

باب پنجم

محاصرۂ عثمانی کے متعلقات

(۱)

سیّدنا امیر المومنین عثمان ذوالنّورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے واقعہ سے قبل تمام مسلمان آپس میں متفق و متحد تھے۔ ان کے درمیان کوئی رخنہ اندازی نہ تھی کفر کی طاقتوں کو ختم کرنے میں ہمہ تن مصروف تھے۔ واقعہ ہذا پیش آنے کے بعد مسلمانوں میں اختلافات برپا ہو گئے۔ مسلمانوں کی متفقہ قوت جو اعداء اسلام کے مٹانے میں صرف ہوتی تھی وہ باہمی آویزش اور نزاع میں صرف ہونے لگی۔ آپس میں جنگ و جدال کا دروازہ کھل گیا اور جو برکات نبوت مسلمانوں میں پہلے موجود تھیں وہ اس واقعہ کے بعد بطریق سابق قائم نہ رہ سکیں اور رفتہ رفتہ ختم ہونے لگیں۔

(۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں بعض لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چند کارندوں سے بعض انتظامی معاملات میں کچھ شکایات پیدا ہو گئیں۔ شر پسند افراد نے جن کا سرغنہ عبداللہ بن سبا ایک یہودی نومسلم تھا، ان چیزوں کو ہوا دے کر اعتراضات اور مطاعن کی شکل دے دی پھر آہستہ آہستہ فسادیوں نے

بغاوت[1] کا رنگ اختیار کر لیا۔ ان اشرار کا اصل مقصد مرکزِ اسلام پر ضرب لگا کر اہلِ اسلام میں پھوٹ ڈالنا تھا جو انہوں نے خلیفۂ اسلام کے قتل کے ذریعہ پورا کیا۔ چنانچہ دار الحکومت (مدینہ طیبہ) پر انہوں نے چڑھائی کر دی۔ بیتِ خلافت کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ مدت محاصرہ رکھا۔ محاصرہ کے دوران ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ ہجری کو خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو ظلماً شہید کر ڈالا۔

(۲)

ہاشمی حضرات نے جو اس موقعہ پر حضرت عثمانؓ کے ساتھ رفاقت کا ثبوت دیا اور ان کی ہمدردی کی۔ اس چیز کو یہاں باب پنجم میں چند عنوانات کی صورت میں اندراج کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کرام حضرت عثمانؓ کے آخری ایّام تک موافقت اور رفاقت کے واقعات کو ایک تسلسل کے ساتھ ملاحظہ فرما سکیں۔ اور واضح ہو جائے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان آخری مراحل تک اتفاق و اتحاد قائم تھا۔ تمام عمر ان میں کوئی عداوت و بغاوت نہیں تھی۔ خاندانی منافشات ان میں بالکلیہ موجود نہ تھے اور قبائلی عصبیّتیں یکسر مفقود تھیں اور خاندانی و نسلی تفریق اس دور میں ہرگز پیشِ نظر نہ تھی۔ ان چیزوں نے بعد میں جنم لیا ہے۔ مندرجہ واقعات اس چیز کی شہادت دے رہے ہیں۔

---

[1] انتظامی شکایات کی بنا پر بغاوت پیدا ہونے کے اسباب و علل کیا تھے؟ فتنہ و فساد اٹھانے والے کون لوگ تھے؟ اہلِ مدینہ نے محاصرہ کے دوران خلیفۂ وقت کی حمایت کی یا مخالفت؟ یہ تمام چیزیں تفصیل طلب ہیں۔ ہمارے سابق مضمون اور کتاب کے موضوع سے یہ الگ بحثیں ہیں اس لیے ہم نے ان کو یہاں قصداً نہیں ذکر کیا۔ (منہ)

چند عنوانات

نیابتِ حج اور ابن عباسؓ کا انتخاب

باغیوں نے مدینہ شریف کی ناکہ بندی کر لی تھی اور سیّدنا عثمان ذوالنّورین کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کی آمد و رفت رُک گئی۔ گھر سے باہر مسجد نبوی تک جانا دشوار ہو گیا۔ انہی ایام میں حج کا موسم قریب آ گیا۔ باغیوں سے بچاؤ کرنے کے لیے دارِ عثمانی کے دروازے پر جو حضرات نگرانی کر رہے تھے ان میں ہاشمی حضرات بھی تھے (جیسا کہ تفصیل آ رہی ہے) اور حضرت علیؓ کے عمِ محترم سیّدنا عباس بن عبدالمطلبؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن عباسؓ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ انہوں نے حتی المقدور فسادیوں کو باغیانہ حرکات سے سخت منع کیا اور دارِ عثمانؓ کی پوری طرح نگرانی کی۔

ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ ما زال ابن عباسؓ ینھیٰ عن قتل عثمان و یعظم شانہٗ، "یعنی باغیوں کو ابن عباس ہمیشہ قتلِ عثمانؓ سے منع کرتے رہے اور ان کی عظمتِ شان بیان فرماتے رہے۔ (انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۱۰۱)۔

اسی دوران میں ایک روز حضرت عثمانؓ اپنے مکان کی چھت پر چڑھے اور آواز دے کر عبداللہ بن عباسؓ کو بلوایا، ان کو خطاب کر کے فرمانے لگے کہ حج کا موسم آ گیا ہے آپ میری طرف سے امیرِ حج بن کر انتظاماتِ حج کے لیے جائیے! ابنِ عباسؓ نے جواباً عرض کیا کہ اللہ کی قسم ان فسادی باغیوں کے ساتھ جہاد کرنا میرے نزدیک حج بیت اللہ سے زیادہ پسند ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے ان کو خداوند تعالیٰ کی قسم دے کر فرمایا کہ آپ ضرور جائیں۔ چنانچہ سن پینتیس (۳۵ھ) میں ابن عباس امیرِ حج بن کر روانہ ہوئے اور حضرت عثمانؓ کی جانب سے امیرِ حج کے فرائض سرانجام دیئے۔

حضرت حسین کی اہلیہ تھیں ان سے حضرت علی بن حسینؓ (زین العابدین) متولد ہوتے ۔"

(تنقیح المقال فی علم الرجال للشیخ عبداللہ المامقانی ص۸۰، ج ۳، من فصل النساء، باب السین والشین تحت شہربانو طبع طہران ۔ (آخر جلد ثالث)

(۲/۱) ابن ہیثم بحرانی نے شرح نہج البلاغہ میں بلیٰ کانت فی ایدینا فدک الخ متن کے ذیل میں ایک طویل بحث کی ہے ۔ اٹھارہ مقاصد بیان کیے ہیں ۔ مقصد ثامن میں یہ روایت نقل کی ہے، اس میں حضرت سیدہ فاطمہؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ

ے قولہ اہلیہ الخ ۔ کہا جا سکتا ہے کہ

شہربانو کا یہ واقعہ قبل ازیں حصہ صدیقی و حصہ فاروقی میں حضرت عمرؓ کے فتوحات و غنائم میں درج ہو چکا ہے یہاں حضرت عثمانؓ کے فتوحات میں نقل کرنا تضاد بیانی ہے ۔ اس شبہ کے ازالہ کے لیے صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ ہم نے شیعہ علماء کا بیان بطور الزام نقل کر دیا ہے ۔ اگر یہ تضاد بیانی ہے تو اُن کے علماء نے ذکر کی ہے ہم ناقل ہیں ۔ یہ ان کے ائمہ کے فرمودات ہیں ۔ اگر ضرورت سمجھیں تو اس کا رفع تضاد خود ہی فرما دیں ۔ ہمارے استدلال میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا شہربانو (بنت یزدجرد) کا واقعہ اگر خلافتِ فاروقی میں پیش آیا تھا تب بھی ٹھیک ہے ۔ اگر خلافتِ فاروقی میں نہیں بلکہ خلافتِ عثمانی میں ہوا تب بھی درست ہے ۔ مقصود یہ ہے کہ خلیفۂ دوم و خلیفۂ سوم نے ہاشمیوں کے مالی حقوق غنائم وغیرہ سے ادا کیے ، ضائع نہیں کیے ۔ اور ان حضرات کے باہمی تعلقات و روابط ٹھیک طرح قائم تھے ۔ ھٰذا ھو المرام ۔

(منہ)

کی فدک کے متعلق جو گفتگو ہوئی وہاں مذکور ہے۔

کان رسول اللہ صلعم یأخذ من فدک قوتکم ویقسم
الباقی ویحمل منہ فی سبیل اللہ ولک علی اللہ ان اصنع
بھا کما کان یصنع فرضیت بذالک واخذت العھد علیہ
بہ وکان یأخذ غلّتھا فیدفع الیھم منھا ما یکفیھم
ثمّ فعلت الخلفاء بعدہٗ کذالک الخ

(۱) شرح نہج البلاغہ لابن ہیثم بحرانی، ج ۵، ص ۱۰۷
طبع جدید طہرانی۔ تحت مقصد ثامن، ذکر فدک
(۲) "درۃ النجفیہ" لابراہیم بن حاجی حسین، ص ۳۳۲
طبع قدیم ایران، ذکر فدک، تحت متن مذکور بلیٰ
کانت فی ایدینا فدک۔

"یعنی ابو بکر الصدیق نے حضرت فاطمہؓ سے کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کے مصارف فدک سے لے لیتے تھے اور باقی مال کو تقسیم کر دیتے اور اللہ کی راہ میں لگا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر میں آپ کے حق میں وہی صورت جاری رکھوں گا جو آپ کے والد شریف آپ کے حق میں جاری رکھتے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ اس بات پر رضامند ہو گئیں، اور حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اس چیز پر پختہ عہد لیا۔ حضرت ابو بکرؓ فدک کی آمدنی کا غلہ لے کر آلِ نبیؐ کو دیتے تھے جتنا قدر ان کی ضرورت کو پورا کر سکے اور کافی ہو جائے۔ پھر حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے بعد خلفاء (عمر بن الخطابؓ وعثمانؓ بن عفان وعلی بن ابی طالبؓ) اسی طرح

عمل کرتے رہے اور دیتے رہے۔"

——شیعہ احباب کی دو معتبر کتابوں کے حوالہ کے بعد شیعہ کا ایک مزید حوالہ درج کرنا ضروری خیال کیا ہے اس وجہ سے کہ مندرجۂ ذیل عبارت میں ابن ابی الحدید شیعی نے ہر ایک خلیفہ کا الگ الگ نام تحریر کر کے یہ مضمون بیان کیا ہے:۔

(۳) ۔۔۔۔ کان ابوبکر یأخذ غلتها و یدفع الیهم منها ما یکفیهم و یقسم الباقی و کان عمر کذالک ثم کان عثمان کذالک ثم کان علی کذالک الخ"

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید الشیعی، ج ۴، ص ۱۱۱۔ طبع بیروت۔ باب ما فعل ابوبکرؓ بفدک و ما قالہٗ فی شانہا)۔

خلاصہ یہ ہے "فدک کی آمد کا غلہ لے کر حضرت ابوبکرؓ آل نبیؐ کو دیتے تھے جو ان کو کافی ہوتا تھا اور باقی کو تقسیم کر دیتے تھے اور حضرت عمرؓ بن الخطاب بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ بن عفان بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت علیؓ بن ابی طالب بھی اسی طرح کرتے تھے۔"

(۴)—— چودھویں صدی کے مشہور شیعہ عالم و مجتہد سید علی نقی فیض الاسلام نے اپنی فارسی شرح نہج البلاغہ میں بھی مسئلہ بالفاظ ذیل درج کیا ہے:۔

"۔۔۔۔ خلاصہ ابوبکر غلہ و سود آں گرفتہ بقدر کفایت باہل بیت علیہم السلام میداد و خلفاء بعد از وہم بر آں اسلوب رفتار نمودند۔"

یعنی فدک کی آمدن (غلہ وغیرہ) بقدر کفایت اہل بیت کو حضرت ابوبکرؓ دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد والے خلفاء نے بھی اسی کے

موافق عمل جاری رکھا"

(ترجمہ وشرح فارسی نہج البلاغہ، ج ۵، ص ۹۶۰، طبع طہرانی۔
تحت عبارت بلیٰ کانت فی ایدینا فدک من کل ما اظلتہ السماء الخ)

فوائد و نتائج

باب چہارم میں جو واقعات درج کیے گئے ہیں وہ حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر ہاشمی حضرات اور حضرت عثمانؓ کے مابین تعلقات کے چند نمونے ہیں ان سے مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱)

احکامِ خداوندی کے اجراء و نفاذ میں ان حضرات (یعنی عثمان ذوالنورینؓ و علی المرتضیٰ) کے باہم مشورے ہوتے تھے اور اشتراکِ عمل سے حدود اللہ جاری کرتے تھے۔ اسلامی احکام کے اجراء میں ایک دوسرے کے ساتھ پوری طرح تعاون کرتے تھے۔ ان بزرگوں یعنی عثمانی و ہاشمی حضرات کا آپس میں کوئی عناد نہ تھا۔ اور خلافت کے معاملات میں اور اجرائے احکام میں کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ باہم عملی تعاون قائم تھا۔

(۲)

عہدِ عثمانی میں ہاشمی احباب کو بھی حکومت میں عہدے و مناصب دیئے گئے تھے جیسا کہ بنو اُمیہ اور دیگر قبائل کو دیئے گئے۔ ہاشمیوں کو اس مسئلہ میں نظر انداز نہیں کیا گیا اور ان کے ساتھ خاندانی تعصب کا برتاؤ نہیں کیا گیا۔

(۳)

ہاشمی حضرات (یعنی حضرت علیؓ بن ابی طالب و دیگر ہاشمی لوگ) عند الضرورۃ عدالتِ عثمانی کی طرف رجوع کرتے اور فیصلے طلب کرتے تھے۔ یہ واقعات بتلاتے

ہیں کہ بنو ہاشم کے نزدیک بھی خلافت عثمانی برحق تھی اور عدالت عثمانی صحیح تھی۔ اس کے فیصلے شریعتِ اسلامی کے مطابق تھے۔ نیز واضح ہُوا کہ خلافتِ عثمانی غاصبانہ اور باغیانہ نہ تھی بلکہ منصفانہ اور عادلانہ تھی۔ اس کی عدالت کے فیصلے خلافِ شرع نہیں ہوتے تھے۔ ان کی خلافت و عدالت کو غیر شرعی اور اسلامی قواعد کے برخلاف کہنا حقائق کو جھٹلانا اور انصاف کا خون کرنا ہے۔

(۴)

حضرت عثمانؓ ہاشمی اکابر حضرت عباسؓ بن عبد المطلب وغیرہ کی عظمت و احترام کو پُوری طرح ملحوظ رکھتے تھے۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قرابت و رشتہ داری کی بنا پر یہ سب معاملہ کیا جاتا تھا اور ہاشمیوں کے جنازے کا موقعہ آتا تو خود امیر المومنین حضرت عثمانؓ یا ان کے نائب نماز جنازہ پڑھانے کا حق ادا کرتے تھے۔ امامت نماز کا حق خلیفہ کو ہوتا ہے۔ اس اسلامی قاعدے کے تحت عمل ہُوا کرتا تھا۔ مختصر یہ کہ ان ایّام میں ہاشمیوں کے جنازوں کو ہاشمی نہیں پڑھاتے تھے بلکہ عثمانی حضرات پڑھاتے تھے جو ان کے باہمی اتحاد مذہب و اتفاق مسلک کی بیّن دلیل ہے۔

(۵)

حضرت عثمان بن عفانؓ کی خلافت کے ایّام میں کفّار کے ساتھ جہاد کی ضرورت پیش آتی تو ہاشمی بزرگ اور حضرت علیؓ کی اولاد حضرت حسنؓ و حسین وغیرہما خلیفہ وقت کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے تھے اور مہم سر کرنے میں دوش بدوش ہو کر جنگ کرتے تھے اور غنائم سے حصّہ پاتے تھے۔ اس دَور میں غنائم قواعد شرعی کے خلاف نہیں تقسیم ہوتے تھے بلکہ صحیح طریقہ کے مطابق ان کی تقسیم ہوتی تھی۔ اکابر ہاشمیوں کو اس تقسیم پر کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا۔ ان حضرات کا غزوات میں یکے بعد دیگرے بار بار شرکت کرنا ہی اس مسئلہ کی صحت کے لیے نہایت عمدہ قرینہ ہے۔ اور

افریقیہ کے غنائم میں غلط تقسیم کا طعن معترضین کی طرف سے درست نہیں ہے۔
نیز ان بزرگوں کا اشتراکِ عمل جس طرح باہمی اتفاق و اتحاد پر دلالت کرتا ہے اسی
طرح اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ خلافتِ عثمانی ان اکابر کے نزدیک بھی برحق تھی
نیز حضرت عثمانؓ کے صحیح و برحق خلیفہ ہونے میں ہاشمی حضرات کو کوئی شبہ نہ تھا۔ خلافت
کے معاملات میں سب ہاشمی حضرات امیر المومنین عثمانؓ بن عفان کے ساتھ ہوتے
تھے۔ قبائلی عصبیت کا اس دور میں نام و نشان تک نہ تھا، اور خاندانی عداوتیں
یکسر مفقود تھیں۔ یہ چیزیں بعد کی پیدا کردہ ہیں۔

(۶)

نیز واضح ہوا کہ چاروں خلفاء (صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمانؓ ذوالنورین،
حضرت علیؓ) کی خلافتوں کے دور میں خمس و فدک کی آمد کی تقسیم میں کوئی فرق نہ تھا۔
آل نبیؐ و اولادِ علیؓ کی ضروریات کو فدک کی آمدنی سے پورا کیا جاتا تھا۔ رشتہ دارانِ
نبوت کے مالی حقوق بشمول حضرت عثمانؓ کے کسی خلیفہ سابق نے ضائع نہیں کیے۔
حقوقِ مالیہ کے غصب کیے جانے کا یہ پروپیگنڈا صرف صحابہ کرامؓ کے متعلق بدظنی
و بدگمانی پھیلانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ جو حقائق کے بالکل برعکس ہے۔

○

ے صدیقؓ عکسِ حُسنِ کمالِ محمدؐ است
فارُوقؓ ظلِّ جاہ وجلالِ محمدؐ است
ے عثمانؓ ضیاءِ شمعِ جمالِ محمدؐ است
حیدرؓ بہارِ باغِ خصالِ محمدؐ است

○

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی
بُوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
ہم مشرب ہیں یارانِ نبی
کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

○

باب پنجم

محاصرۂ عثمانی کے متعلقات

(۱)

سیدنا امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے واقعہ سے قبل تمام مسلمان آپس میں متفق و متحد تھے۔ ان کے درمیان کوئی رخنہ اندازی نہ تھی کفر کی طاقتوں کو ختم کرنے میں ہمہ تن مصروف تھے۔ واقعہ ہذا پیش آنے کے بعد مسلمانوں میں اختلافات برپا ہو گئے۔ مسلمانوں کی متفقہ قوت جو اعداء اسلام کے مٹانے میں صرف ہوتی تھی وہ باہمی آویزش اور نزاع میں صرف ہونے لگی۔ آپس میں جنگ و جدال کا دروازہ کھل گیا اور جو برکات نبوت مسلمانوں میں پہلے موجود تھیں وہ اس واقعہ کے بعد بطریق سابق قائم نہ رہ سکیں اور رفتہ رفتہ ختم ہونے لگیں۔

(۲)

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری ایام میں بعض لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے چند کارندوں سے بعض انتظامی معاملات میں کچھ شکایات پیدا ہو گئیں۔ شر پسند افراد نے جن کا سرغنہ عبداللہ بن سبا ایک یہودی نومسلم تھا، ان چیزوں کو ہوا دے کر اعتراضات اور مطاعن کی شکل دے دی۔ پھر آہستہ آہستہ فسادیوں نے

بغاوت[1] کا رنگ اختیار کر لیا۔ ان اَشرار کا اصل مقصد مرکزِ اسلام پر ضرب لگا کر اہلِ اسلام میں پھوٹ ڈالنا تھا جو انہوں نے خلیفۂ اسلام کے قتل کے ذریعہ پورا کیا۔ چنانچہ دارالحکومت (مدینہ طیبہ) پر انہوں نے چڑھائی کر دی۔ بیتِ خلافت کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ مدت محاصرہ رکھا۔ محاصرہ کے دوران ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ ہجری کو خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو ظلماً شہید کر ڈالا۔

(۳)

ہاشمی حضرات نے جو اس موقعہ پر حضرت عثمانؓ کے ساتھ رفاقت کا ثبوت دیا اور ان کی ہمدردی کی۔ اس چیز کو یہاں باب پنجم میں چند عنوانات کی صورت میں اندراج کیا جاتا ہے تاکہ قارئینِ کرام حضرت عثمانؓ کے آخری ایّام تک موافقت اور رفاقت کے واقعات کو ایک تسلسل کے ساتھ ملاحظہ فرما سکیں۔ اور واضح ہو جائے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان آخری مراحل تک اتفاق و اتحاد قائم تھا۔ تمام عمر ان میں کوئی عداوت و بغاوت نہیں تھی۔ خاندانی منافشات ان میں بالکلیہ موجود نہ تھے اور قبائلی عصبیّتیں یکسر مفقود تھیں اور خاندانی و نسلی تفریق اِس دَور میں ہرگز پیشِ نظر نہ تھی۔ ان چیزوں نے بعد میں جنم لیا ہے۔ مندرجہ واقعات اس چیز کی شہادت دے رہے ہیں۔

---

[1] انتظامی شکایات کی بنا پر بغاوت پیدا ہونے کے اسباب و علل کیا تھے؟ فتنہ و فساد اٹھانے والے کون لوگ تھے؟ اہلِ مدینہ نے محاصرہ کے دوران خلیفۂ وقت کی حمایت کی یا مخالفت؟ یہ تمام چیزیں تفصیل طلب ہیں۔ ہمارے سابق مضمون اور کتاب کے موضوع سے یہ الگ بحثیں ہیں، اس لیے ہم نے ان کو یہاں قصداً نہیں ذکر کیا۔ (منہ)

چند عنوانات

نیابتِ حج اور ابن عباسؓ کا انتخاب

باغیوں نے مدینہ شریف کی ناکہ بندی کرلی تھی اور سیّدنا عثمان ذوالنّورین کے مکان کا محاصرہ کرلیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کی آمد و رفت رُک گئی۔ گھر سے باہر مسجد نبوی تک جانا دشوار ہوگیا۔ انہی ایام میں حج کا موسم قریب آگیا۔ باغیوں سے بچاؤ کرنے کے لیے دارِ عثمانی کے دروازے پر جو حضرات نگرانی کر رہے تھے ان میں ہاشمی حضرات بھی تھے (جیسا کہ تفصیل آرہی ہے) اور حضرت علیؓ کے عمِ محترم سیّدنا عباس بن عبدالمطلبؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن عباسؓ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ انہوں نے حتی المقدور فسادیوں کو باغیانہ حرکات سے سخت منع کیا اور دارِ عثمانؓ کی پُوری طرح نگرانی کی۔

ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ ما زال ابن عباسؓ ینھیٰ عن قتل عثمان ویعظم شانہٗ، "یعنی باغیوں کو ابن عباس ہمیشہ قتلِ عثمانؓ سے منع کرتے رہے اور ان کی عظمتِ شان بیان فرماتے رہے۔ (انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۱۰۱)۔

اسی دوران میں ایک روز حضرت عثمانؓ اپنے مکان کی چھت پر چڑھے اور آواز دے کر عبداللہ بن عباسؓ کو بلوایا، ان کو خطاب کرکے فرمانے لگے کہ حج کا موسم آگیا ہے آپ میری طرف سے امیرِ حج بن کر انتظاماتِ حج کے لیے جائیے! ابنِ عباسؓ نے جواباً عرض کیا کہ اللہ کی قسم ان فسادی باغیوں کے ساتھ جہاد کرنا میرے نزدیک حج بیت اللہ سے زیادہ پسند ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے ان کو خداوند تعالیٰ کی قسم دے کر فرمایا کہ آپ ضرور جائیں۔ چنانچہ سن پینتیس (۳۵ھ) میں ابن عباس امیرِ حج بن کر روانہ ہوتے اور حضرت عثمانؓ کی جانب سے امیرِ حج کے فرائض سرانجام دیئے۔

یہ مضمون مندرجہ ذیل کتب میں مصنفین نے اپنی اپنی عبارات میں نقل کیا ہے اختصار کے پیش نظر صرف تاریخ ابن جریر طبری کی عربی عبارت لکھی جاتی ہے۔ باقی حضرات کا حوالہ دے دینا کافی ہو گا۔

...... فاشرف عثمانؓ علی الناس فقال یا عبد اللہ بن عباس فَدُعِیَ لہٗ فقال اذھب فانت علی الموسم وکان ممن لزم الباب فقال واللہ یا امیر المومنین لجھاد ھٰؤلاء احبّ الیّ من الحجّ فَاَقْسَمَ علیہ لینطلقن فانطلق ابن عباس علی الموسم تلک السنۃ (۳۵ھ)"

(۱) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۲۷۔ طبع مصری

...... عن ابنِ عباسٍ قال دعانی عثمان فَاسْتَعْمَلَنِیْ علی الحجّ فخرجت الی مکۃ فاقمت لِلنّاسِ الحج وقرأت علیھم کتاب عثمان الیھم ثم قدمت المدینۃ قد بُوْیِعَ لِعَلِیٍّ۔ الخ

(۲)۔ تاریخ ابن جریر طبری جلد ۵، ص ۱۵۹، تحت حالات سنۃ خمس وثلاثین۔

(۳)۔ انساب الاشراف للبلاذری، ص ۲۲ ۔ ۲۳ جلد پنجم طبع جدید

(۴) الکامل لابن اثیر الجزری، جلد ۳، ص ۸۰۔ ذکر مقتل عثمانؓ۔

(۵) کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان لمحمد بن یحییٰ الاندلسی ص ۱۲۴، ذکر منع عثمان من الماء۔ طبع بیروت

(۶)۔ البدایہ لابن کثیر ج ۷، ص ۱۸۷ بحث صفۃ قتل عثمانؓ

(۷)۔ تاریخ ابن خلدون جلد ثانی ص ۱۰۵۱ بحث حصار عثمان ومقتلہ۔

(۸) اسد الغابہ فی احوال الصحابہ، ج ۳، ص ۱۹۵، تذکرہ عبد اللہ بن عباس۔

(۹) کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی ۔ص ۲۵۸ ۔طبع حیدر آباد دکن۔

شیعہ مؤرخین سے تائید

مشہور شیعی مؤرخ (یعقوبی) نے لکھا ہے کہ محاصرہ عثمانی کے دوران عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب نے ۳۵ھ میں لوگوں کو حج کرایا۔عبارت یہ ہے

والسنة التی قتل فیها فانه حج بالناس عبد الله بن عباس وھی سنة ۳۵ھ۔

(تاریخ یعقوبی، ص ۱۷۶، جلد ثانی، طبع بیروت بحث آخر ایام عثمان بن عفان)۔

—— ابن عباسؓ سیدنا عثمانؓ کو اضطرار و پریشانی کے عالم میں چھوڑ کر سفر کے ہرگز آمادہ نہ تھے لیکن خلیفہ برحق کی اطاعت و فرمانبرداری کو مقدم رکھتے ہوئے بطور نائب خلیفہ کے حج کرانے کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے بعد میں باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو ناحق قتل کر ڈالا۔

عبداللہ بن عباسؓ کو جب حضرت عثمانؓ مظلوم کی شہادت کی اطلاع ملی تو نہایت رنجیدہ خاطر اور غمناک ہوتے اور اپنے تأثرات ان الفاظ میں ظاہر فرماتے، فرمایا

کہ لو ان الناس اجمعوا علیٰ قتل عثمان لرموا بالحجارة کما رمی قوم لوط۔

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۵۶، تذکرہ عثمان بن عفان۔طبع لیڈن

(۲) انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۱۰۱۔طبع جدید۔

(۳) کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ، ص ۲۲۴ طبع بیروت

یعنی اگر تمام لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل پر اتفاق و اجماع کر لیتے تو ان پر اسی طرح پتھروں کی بارش برسائی جاتی جس طرح قومِ لوط پر سنگباری کی گئی تھی۔

حضرت علی المرتضیٰ اور اُن کی اولاد کی مدافعانہ کوششیں

محاصرہ کے دوران باغیوں کی مدافعت کے لیے بار بار کوشش ہوتی رہی صحابہ کرامؓ نے متعدد دفعہ اپنی اپنی جگہ اس شرارت کو دُور کرنے کی سعی کی حضرت علیؓ اور ان کی اولاد شریف نے مسئلہ ہٰذا کو حل کرنے میں بڑی ہمت صرف کی لیکن حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے کسی فرد کو اس سلسلہ میں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔

(۱) —— عبداللہ بن رباح حضرت سیدنا حسن بن علیؓ کی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں کہ:

"۔۔۔۔ فلقیتُ الحسن بن علیؓ داخلاً علیہ فرجعنا معہٗ لنسمع مایقول قال اَنَا ھٰذا یا امیر المؤمنین فَاْمُرْنِی بامرِک قال اِجْلِسْ یا ابنَ اَخِیْ حتی یاتی اللہ بامرہٖ فَاِنَّہٗ لاحاجۃ لِیْ فی الدُّنیا او قال فی القتال۔"

(المصنّف لعبدالرزاق، ج ۱۱، ص ۴۴۷، طبع مجلس علمی)

"یعنی ابن رباح کہتے ہیں کہ میری حسن بن علیؓ سے ملاقات ہوئی۔ محاصرہ کے دوران وہ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے۔ ہم لوگ بھی دونوں حضرات کی گفتگو سننے کے لیے ان کے ساتھ واپس آگئے۔ سیدنا حسن بن علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو کہا کہ اے امیر المومنین! آپ جو حکم مجھے فرما دیں وہ بجا لاؤں گا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اے بھتیجے اپنی جگہ تشریف رکھیے! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکمِ تقدیر پورا فرما دیں۔ مجھے دُنیا کی کوئی حاجت نہیں یا فرمایا مجھے جنگ و جدال کی کوئی حاجت نہیں۔"

(۲) ——— اسی طرح عبداللہ بن عمرؓ کے غلام اور شاگرد مسمی نافع اس موقع کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"..... عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمرؓ قال اقبل ھو والحسن بن علیؓ یوم قتل عثمانؓ فقالا لو امرنا لقاتلنا ولکنہ قال کفوا۔"

(کتاب "اخبار اصفہان" لابی نعیم الاصفہانی، ج ۲، ص ۱۲۹ طبع لیدن)

"مطلب یہ ہے کہ جس روز عثمانؓ بن عفان شہید کر دیئے گئے اس روز حضرت حسنؓ و عبداللہ بن عمرؓ دونوں نے کہا کہ اگر حضرت عثمانؓ ہمیں حکم دیتے تو ہم قتال اور جنگ کرتے لیکن انہوں نے حکم دیا کہ سب (اپنے ہاتھ) روک لیں (اور کوئی میری خاطر جنگ نہ کرے)۔"

——— سیدنا حسن بن علیؓ کی کوشش مذکور کو حضرت شیخ سید علی الہجویری لاہوریؒ نے اپنی مشہور تصنیف "کشف المحجوب" باب سابع میں عبارت ذیل میں درج کیا ہے۔

"..... چوں حسن اندر آمد و سلام گفت و ویرا بداں بلیّت تعزیت کرد و گفت یا امیر المومنین من بے فرمانِ تو شمشیر بر مسلمانان نتوانم کشید و تو امام برحقی مرا فرمان دہ تا بلائے این قوم از تو دفع کنم عثمانؓ ویرا گفت یا ابن اخی! ارجع واجلس فی بیتک حتیٰ یاتی اللہ بامرہ فلا حاجۃ لنا فی اہراق الدماء۔ ای برادرزادہ من! بازگرد و اندر خانۂ خود بنشیں! تا فرمانِ خداوند تعالیٰ و تقدیر وی چہ باشد؟ کہ مارا بخون ریختنِ مسلمانان حاجت نیست۔"

(کشف المحجوب از شیخ سید علی بن عثمان بن علی الغزنوی الہجویری اللاہوری۔ باب السابع فی ذکر ائمتہم من الصحابۃ طبع سمرقند ص ۸۶۔ طبع قدیم لاہور، ص ۵۲)۔

حاصل یہ ہے کہ:

سیدنا حسن بن علیؓ نے اندر داخل ہو کر سلام کہا اور مصیبت پیش آمدہ پر ان کی تعزیت کی اور کہا کہ اے امیر المومنین! میں آپ کے حکم کے بغیر تلوار بے نیام نہیں کرنا چاہتا، آپؓ امام و خلیفہ برحق ہیں۔ اجازت فرمایئے تاکہ ہم آپ سے یہ مصیبت دفع کریں۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا اے برادرزادہ! آپ واپس تشریف لے جائیے اور اپنے مکان پر تشریف رکھیے! حتیٰ کہ خداوندِ کریم کا حکمِ تقدیر جس طرح ہو پورا ہو جائے۔ مسلمانوں کی خوں ریزی کی ہم کو ضرورت نہیں۔"

(۳) ــــــ مشہور مؤرخ خلیفہ ابن خیاط (المتوفی ۲۴۰ھ) نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ محاصرۂ عثمانی کے موقعہ پر حضرت حسنؓ کے ساتھ حضرت حسینؓ بن علی اور صحابہ کرامؓ اور تابعین بھی مدافعت میں شریک تھے۔ لکھتے ہیں کہ:

.... عن یحیی بن عتیق عن محمد بن سیرین قال انطلق الحسن والحسین وابن عمر وابن الزبیر ومروان کلھم شاک فی السلاح حتیٰ دخلوا الدار فقال عثمان اعزم علیکم لما رجعتم فوضعتم اسلحتکم ولزمتم بیوتکم۔

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ص ۱۵۱-۱۵۲۔ جلد اول۔ طبع عراق)

مطلب یہ ہے کہ:

"محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ و عبداللہ بن عمرؓ و عبداللہ بن زبیرؓ و مروان یہ تمام حضرات ہتھیار بند ہو کر (مدافعت کے لیے) حضرت عثمانؓ کے مکان میں پہنچے۔ حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو فرمایا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ واپس چلے جائیں اور اسلحہ رکھ دیں۔ اور اپنے اپنے گھروں میں جا کر بیٹھ جائیں (یعنی مدافعانہ کارروائی ترک کر دیں)۔"

(۴) —— مندرجہ بالا روایات کے بعد اب علامہ ابن کثیرؒ کی روایات نقل کی جاتی ہیں جن میں مضمون بالا ذرا مفصل درج ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"—— كذالك كان عثمانؓ بن عفان يكرم الحسنؓ و الحسينؓ ويحبهما۔"

"یعنی حضرت عثمانؓ بن عفان، حسنین شریفین، دونوں کے ساتھ اکرام و اعزاز کے ساتھ پیش آتے تھے اور دونوں سے محبت کرتے تھے۔"

—— پھر لکھا ہے کہ:

"وقد كان الحسن بن عليؓ يوم الدار وعثمان بن عفان محصور۔ عنده و معه السيف متقلداً به يحاجف عن عثمان فخشي عثمان عليه فاقسم عليه ليرجعن الى منزلهم تطييباً لقلب عليؓ و خوفاً عليه رضي الله عنهم۔"

(البدایہ لابن کثیر، ص ۳۶-۳۷، جلد ثامن۔ تحت حالات امام حسنؓ در سنہ ۴۹ھ)

یعنی جس وقت حضرت عثمانؓ محصور تھے اس وقت حضرت حسن بن علیؓ ان کی نگرانی اور حفاظت کرنے والوں میں موجود تھے۔ تلوار گلے میں ڈالے ہوئے حضرت

عثمانؓ کی ڈھال بن کر ان کی مدافعت کر رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ کو خوف ہوا کہ (تقابل و مقابلہ ہو جانے کی وجہ سے) حسن بن علیؓ کو گزند نہ پہنچ جائے۔ اس پر قسم دے کر ان کو کہا کہ ضرور بالضرور آپ واپس گھر تشریف لے جائیں۔ یہ اقدام حضرت علیؓ کے قلب کے اطمینان کی خاطر اور ازالۂ خوف کے لیے کیا۔"

——— ابن کثیرؒ نے موقعہ ہٰذا کی مزید تفصیل کرتے ہوئے مندرجۂ ذیل وضاحت بھی لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

——— کان الحصار مستمراً من اواخر ذی القعدۃ الیٰ یوم الجمعۃ الثامن عشر ذی الحجۃ (۳۵ھ) للذین عندہٗ فی الدار من المہاجرین والانصار.... فیھم عبد اللہ بن عمرؓ و عبد اللہ بن الزبیر و الحسن و الحسین و مروان وابو ھریرۃؓ وخلقٌ من موالیہ ولو ترکھم لمنعوہ فقال لھم اقسم علی من لی علیہ حق ان یکف یدہٗ و ان ینطلق الیٰ منزلہ وعندہٗ من اعیان الصحابۃ وابنائھم جم غفیرٌ و قال لرقیقہٖ من اغمد سیفہٗ فھو حرٌ۔"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۸۱، تحت سنۃ خمس وثلاثین)

"یعنی اواخر ذو القعدہ سے لے کر روز جمعہ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ تک مسلسل محاصرہ جاری رہا۔ مہاجرین و انصار میں سے ان کے مکان میں (حفاظت و خیر خواہی کے طور پر) موجود تھے:

ان حضرات میں عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ، حسن بن علیؓ، حسین بن علیؓ، مروان، ابوہریرہؓ اور ان کے خدام و غلام وغیرہ تھے۔

اگر حضرت عثمانؓ ان لوگوں کو نہ روکتے تو باغیوں کو منع کر سکتے تھے (لیکن عثمانؓ نے) ان لوگوں کو قسم دے کر کہا کہ جس شخص پر میرا حق ہے وہ (باغیوں کے مقابلہ سے) اپنے ہاتھ کو روک دے اور اپنے گھر روانہ ہو جاتے۔ حالانکہ اکابر صحابہؓ اور ان کی اولاد کا ایک جمِ غفیر حضرت عثمانؓ کے ہاں موجود تھا۔ اور حضرت عثمانؓ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ جس نے اپنی تلوار نیام میں کر لی وہ آزاد ہے۔" (سُبحان اللہ)

محاصرہ کے واقعات کیلیے مزید حوالہ جات ایک ترتیب سے ملاحظہ ہوں

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاشمی وغیر ہاشمی تمام حضرات کو اپنی حمایت کی خاطر کسی اقدام کرنے سے منع فرما دیا تھا جیسا کہ مندرجہ بالا حوالہ جات میں مذکور ہے۔ اس کے باوجود از راہِ ہمدردی و خیر خواہی یہ حضرات باغیوں کو ہٹانے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو محفوظ رکھنے کی امکانی صورتوں کو اختیار کرتے رہے۔

محاصرہ کافی ایام تک جاری رہا۔ اس کے دوران متعدد دفعہ مدافعت کی صورتیں پیش آتی رہیں۔ حضرت علیؓ اپنے عزیزوں کو بار بار بھیجتے رہے۔ اور خود بھی کئی دفعہ بنفس نفیس تشریف لے جا کر شریروں سے مدافعت کرتے رہے۔

اس حالت میں بعض اوقات ہاشمی حضرات کو مجروح اور زخمی ہونے کی بھی نوبت آئی اور اگر بعض دفعہ پانی کی قلت واقع ہو گئی تو حضرت مرتضیٰؓ نے پوری قوت کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے مکان میں پانی پہنچانے کا انتظام کیا اگرچہ اس سلسلہ میں ہاشمیوں کے خدّام کو زخمی ہونا پڑا۔

باغیوں اور مفسدین نے موقعہ پاکر آخر کار حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا تو یہ وحشتناک اطلاع پاکر حضرت علیؓ بمع دیگر صحابہ کرامؓ کے حسرت و افسوس کرتے ہوئے حضرت عثمانؓ کے مکان پر پہنچے۔ باب عثمانؓ پر اپنے عزیزوں کو حفاظت کے لیے کھڑا کیا ہوا تھا، ان کو غضبناک ہو کر زدوکوب کیا اور سخت غمناک ہوئے۔

واقعات ہذا ایک شکل میں پیش کرنے کے لیے اجمالاً درج کیے جاتے ہیں جو اہلِ سُنّت و شیعہ دونوں کی کتابوں سے منقول ہیں۔ دونوں بزرگوں کے مابین ہمدردی و تعلقات کا ایک نقشہ اس طریقہ سے ٹھیک طور پر سامنے آجاتا ہے۔

(ا)

"وقال للحسنؓ والحسینؓ اذهبا بسیفکما حتی تقوما علیٰ باب عثمان فلا تدعا احداً یصل الیه وبعث الزبیر ابنه عبد الله وبعث طلحة ابنه .... وبعث عدة من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ابناءهم لیمنعوا الناس الدخول علی عثمان"

(کتاب انساب الاشراف بلاذری، ص ۶۸-۶۹، جلد ۵۔
طبع جدید، باب مسیر اہل الامصار الی عثمانؓ۔)

"یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے لڑکوں حسنؓ و حسینؓ کو فرمایا کہ تلواریں لے کر حضرت عثمانؓ کے مکان کے دروازے پر کھڑے ہو جائیں۔ کوئی شخص (اعداء میں سے) اندر نہ جاسکے۔ اسی طرح حضرت زبیرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اور حضرت طلحہؓ نے اپنے لڑکے کو حفاظتی طور پر بھیجا۔ اور متعدد صحابہ کرام نے اپنی اولادوں کو حکم دیا

کہ حضرت عثمانؓ کے مکان کی مدافعت کرنے کا کام سرانجام دیں۔"

— وسار الیه جماعة من ابناء الصحابة عن امر آبائهم منهم الحسن و الحسین و عبد الله بن الزبیر . . . . وعبد الله بن عمر وصاروا یحاجّون عنه ویناضلون دونه ان یصل الیه احد منهم" (البدایه)

"یعنی صحابہ کرامؓ کے لڑکوں کی ایک جماعت حضرت عثمانؓ کی طرف اپنے آباء کے حکم کے موافق حفاظت کی خاطر پہنچی ہوئی تھی، ان میں حضرت حسنؓ و حسینؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ شامل تھے۔ اس مقصد کی خاطر کہ اگر کوئی حضرت عثمان کی حویلی پر حملہ آور ہو تو اس کی مدافعت و مزاحمت کریں۔"

یہ مضمون مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

(۱) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۷۶، تحت ذکر حصر امیر المومنین عثمانؓ۔

(۲) الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۸۷ ذکر مقتل عثمانؓ۔

(۳) کتاب التمہید والبیان فی مقتل عثمان، ص ۱۷۵ طبع بیروت از محمد بن یحییٰ بن ابی بکر اندلسی۔

(۴) کتاب التمہید لابی الشکور السالمی، ص ۱۶۳ طبع لاہور۔ بحث القول الرابع فی خلافت عثمان۔

شیعہ کی طرف سے تائید

(۱)

محاصرہ کے دوران سیدنا عثمانؓ بن عفان سے مدافعت کے مضمون کو شیعی

علماء و مجتہدین نے اپنے طرز بیان کی شکل میں لکھا ہے تاہم اتنی چیز انہوں نے بھی تسلیم کی ہے کہ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد اور ان کے عزیزوں نے محاصرہ کے ایام میں حضرت عثمانؓ بن عفان سے باغیوں کو دفع کرنے کا فریضہ بار بار سرانجام دیا اور اپنی خیر خواہی و ہمدردی کا پورا پورا ثبوت دیا۔ ہاتھ سے مدافعت کی۔ زبان سے مفسدین کو فہمایش کی لیکن، باغیوں نے کوئی بات تسلیم نہ کی اور شر سے باز نہ آئے۔

——— ابن ابی الحدید شیعی نے شرح نہج البلاغہ میں بہت سے مقامات پر یہ مسئلہ بیان کیا ہے چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

(۱) .... ومانعهم الحسن بن علی وعبدالله بن الزبير ومحمد بن طلحة ومروان وسعيد بن العاص وجماعةٌ معهم من ابناء الانصار فزجرهم عثمان وقال انتم فی حلٍّ من نصرتی فابوا ولم يرجعوا الخ

(شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۹۷۔

تحت محاصرۃ عثمان ومنعہ الماء، طبع بیروت، جلد اول)

یعنی (مصری وغیرہ مفسدین کو) حسن بن علیؓ و عبداللہ بن الزبیر محمد بن طلحہ و مروان و سعید بن العاص نے منع کیا اور (اس منع کرنے میں) ان کے ساتھ انصار کے بیٹوں کی بھی ایک جماعت تھی۔ حضرت عثمانؓ نے سب کو اس کام سے روک دیا اور کہا کہ تم میری نصرت و امداد کرنے سے آزاد ہو۔ لیکن ان سب حضرات نے حضرت عثمانؓ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور ان کے مکان سے واپس نہ ہوئے۔ (یعنی حفاظت کرتے رہے)۔"

(۲) ...... فقد حضر هو بنفسه مراراً وطرد الناس

عنه و انفذ الیه ولدیه و ابن اخیه عبد اللہ۔ الخ

"یعنی (محاصرہ کے موقعہ پر) حضرت علیؓ، عثمانؓ بن عفان کے ہاں کئی بار خود حاضر ہوتے اور لوگوں کو دارِ عثمانؓ سے ہٹایا اور اپنے لڑکوں اور بھتیجے عبد اللہ بن جعفر کو ان کی معاونت کے لیے بھیجا۔"

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید الشیعی المعتزلی، ج ۱۰ ص ۵۸۱، جزء عاشر، طبع قدیم ایران)۔

(۳) ـــــ ۔۔۔۔ وقد نھی علیؑ اھل مصر وغیرھم عن قتل عثمان قبل قتلہ مراراً، نابذھم بیدہ ولسانہ وباولادہ فلم یغن شیئاً وتفاقم الامر حتیٰ قتل۔ الخ

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی، ج ۱۴ ص ۱۶۱۔ قدیم طبع ایرانی و طبع بیروتی، ج ۳ ص ۹۴۴ تحت قول انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکرؓ)

"یعنی حضرت عثمانؓ کے قتل ہونے سے پہلے علی بن ابی طالب نے (لوگوں کو) قتلِ عثمانؓ سے کئی بار منع کیا۔ حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے ان کو ہٹایا اور اپنی زبان سے روکا۔ اور اپنی اولاد شریف کے ذریعہ مدافعت کرائی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور معاملہ عظیم ہو گیا۔ حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔"

ـــــ شیعی فاضل ابن میثم بحرانی نے بھی شرح نہج البلاغہ میں اس مضمون کو بعبارت ذیل درج کیا ہے :۔

"۔۔۔ لم ینقل عن علیؑ فی امر عثمان الّا انہٗ لزم بیتہٗ واعتزل عنہ بعد ان دافع عنہ طویلاً بیدہ ولسانہ فلم یمکن الدفع۔ الخ

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی، ج ۳۱، ص ۴۸۳ طبع قدیم ایرانی و طبع جدید، ج ۴، ص ۳۵۴ طہرانی۔ تحت عبارت نہج یا معاویہ اِن نَظَرتَ بِعَقلِکَ دُونَ ھَوَاکَ الخ)

"یعنی حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں علی بن ابی طالب سے یہی منقول ہے کہ علیؓ نے عثمانؓ کی بہت ہی مدافعت کی کوشش کی، ہاتھ سے بھی، زبان سے بھی، لیکن جب کوئی صورت کارگر نہ ہو سکی تو علی المرتضیؓ الگ ہو کر گھر بیٹھ گئے۔"

شیعہ علماء کے بیانات نے ہمارے مندرجات کی تائید کر دی۔ مذکورہ مسئلہ کی تصدیق کی صورت میں یہ بیانات ہم نے یہاں نقل کیے ہیں تاکہ قارئین کرام کو تسلی ہو جائے۔

(۲)

محاصرہ ہذا کافی طویل تھا، اس میں بعض اوقات شدتِ حالات کی صورت میں سنگباری تک نوبت پہنچی۔ حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے ابان بن عثمانؓ نے آکر حضرت علیؓ کو اس چیز کی اطلاع کی۔ ذیل میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

"... عن اسحاق بن راشد عن ابی جعفر انبأنا ابان بن عثمان بن عفانؓ قال کثر علینا الرمی بالحجارۃ اتیت علیاً فقلت یا عم قد کثرت علینا الحجارۃ فمشیٰ معی فرما ھم حتیٰ فترت یدہٗ ثم قال یا ابن اخی اجمع موالیکم ومن کان منکم بسبیلٍ ثم لتکن ھٰذہٖ حالکم۔"

(انساب الاشراف للبلاذری، طبع جدید، ج ۵، ص ۷۸)

"یعنی حضرت عثمانؓ کے لڑکے ابان نے کہا کہ جب ہم پر باغیوں کی جانب سے

سنگباری زیادہ ہوگئی تو میں نے حضرت علیؓ کے پاس پہنچ کر عرض کیا کہ اے چچا جان! ہم پر تو بہت پتھر برسائے جا رہے ہیں تو حضرت علیؓ خود میرے ساتھ چل پڑے اور تشریف لا کر ان کی طرف جوابی طور پر سنگباری کی حتیٰ کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ تھک گئے، پھر فرمایا اے بھتیجے! اپنے خدام اور جو لوگ آپ کی حمایت میں ہیں ان کو جمع کر لو، پھر تم اس طرح اجتماعی صورت میں ہو کر رہو۔"

اسی طرح محاصرہ میں حضرت علیؓ کی جانب سے نصرت و امداد کا ذکر صاحبِ کنز العمال نے بھی اس موقعہ پر کیا ہے مندرجۂ ذیل مقام ملاحظہ ہو۔

(کنز العمال، ج ۶، ص ۳۸۶ -طبع اول، روایت ۵۹۴۷ -

(۳)

حضرت امام حسنؓ کا مجروح ہونا

محاصرہ کے دوران حفاظتی تدابیر کرتے ہوئے ایک دفعہ حسن بن علیؓ بن ابی طالب زخمی ہو گئے -یہ واقعہ بلاذری اور ابن کثیر نے ذکر کیا ہے۔

(۱)... "وقد رمی الناس عثمان بالسہام حتیٰ خضب الحسن بالدماء علی بابہ .... وشج قنبر مولی علیؓ" - الخ

(۲)—....عن سعدان بن بشر الجہنی عن ابی محمد الانصاری قال شہدت عثمان فی الدار والحسن بن علی یضارب عنہ فجرح الحسن فکنت فیمن حملہ جریحاً - الخ

(انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۹۵/۶۹، طبع جدید)

"یعنی لوگوں نے عثمانؓ پر تیر اندازی کی، حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ کے

دروازہ پر حضرت حسنؓ خون آلود ہو گئے اور حضرت علیؓ کے غلام قنبر کے سر پر زخم آئے۔

(دیگر عبارت کا مطلب یہ ہے کہ) ابو محمد انصاری کہتے ہیں کہ جس روز عثمانؓ بن عفان قتل کیے گئے ہیں، میں اس واقعہ میں حاضر تھا۔ حضرت حسن بن علیؓ بن ابی طالب، عثمانؓ بن عفان کی مدافعت کرتے کرتے زخم خوردہ ہو گئے اور زخمی حالت میں میں نے انہیں اٹھایا۔"

(۳) —— وَجُرِحَ عبد اللہ بن الزُبیر جراحاتٌ کثیرۃٌ و کذالک جُرِحَ حسن بن علی و مروان بن الحکم۔"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۸۸، باب صفۃ قتلہ (عثمانؓ)

"یعنی (بعض حالات میں) ابن زبیر بہت زخمی ہو گئے اور اسی طرح حضرت حسن بن علیؓ اور مروان بن حکم بھی زخمی ہوئے۔"

(۴)

بعض دفعہ حضرت عثمانؓ کے مکان میں پانی کی قلت ہو گئی۔ سخت پریشانی کا سامنا ہوا۔ حضرت علیؓ کو اطلاع ملی کہ پانی کی کمیابی کی وجہ سے حالت دگرگوں ہو رہی ہے۔ فوراً حضرت علیؓ نے پانی پہنچانے کا انتظام کیا۔ اگرچہ اس سلسلہ میں سخت دشواریاں پیش آئیں۔ بعض دفعہ ہاشمی خدام زخمی ہوئے۔ حضرت مرتضیٰ نے پوری پوری معاونت کی اور پانی ارسال کیا۔

بلاذری کی عبارت برائے ملاحظہ ذکر کی جاتی ہے اور طبری کے اس مقام کا صرف حوالہ ذکر کر دینا کافی ہے۔

"..... قال جبیر بن مطعم حصر عثمان حتیٰ کان لا یشرب الا من فقیرٍ فی دارہٖ فدخلت علی علیٍ فقلت أرضیت

بھذا ؟ ان یُحصَرا بن عمنک حتیٰ واللہ مایشرب اِلّامن فقیرٍ فی دارہٖ فقال سبحان اللہ او قد بلغوا بہٖ ھٰذہ الحال قلت نعم! فعمد الی روایا ماء فادخلہا الیہ فسقاہ ؎

(انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۷۷، تحت امر عمرو بن العاص وغیرہ)

حاصل یہ ہے کہ جُبیر بن مطعم نے کہا کہ حضرت عثمانؓ اس طرح محصُور کر دیئے گئے کہ پینے کے لیے پانی ان کو نہیں ملا۔ ان کی حویلی میں ایک فقیر و قلاش شخص تھا۔ مجبوری کی حالت میں اس سے پانی لیتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر مَیں نے حضرت علیؓ کے پاس جا کر کہا کہ آپ کی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے (عثمانؓ) اس حالت میں اس طرح محصور ہیں۔ کیا آپ اس حالت پر راضی ہیں ؟ پانی پینے کو نہیں مل رہا۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ سُبحان اللہ انہوں نے یہاں تک نوبت پہنچا دی ؟ مَیں نے کہا کہ بالکل! تو اس وقت حضرت علیؓ نے پانی لانے والے جانوروں پر پانی ارسال کر کے پلانے کا انتظام کیا۔"

دوسری جگہ بلاذری نے یہ روایت بھی درج کی ہے کہ:

"......فبلغ ذالک علیاً فبعث الیہ بثلاث قِرَبٍ مملوّۃٍ ماءً فما کادت تصل الیہ وجرح بسببہا عدۃ من موالی بنی ھاشم و بنی امیّۃ حتی وصلت الخ۔

(انساب الاشراف، ج ۵، ص ۶۸-۶۹- باب مسیر اہل الامصار الی عثمان)

یعنی حضرت علیؓ کو پانی کی تنگی کی خبر پہنچی تو حضرت عثمانؓ کی طرف پانی

کی تین مشکیں پر کر کے بھجوائیں۔ پانی کا پہنچانا بہت مشکل ہو رہا تھا، اس وجہ سے بنی ہاشم و بنی امیہ کے کئی خدام مزاحمت میں زخمی ہوئے تب جا کر پانی پہنچا۔"

—— تاریخ طبری و تاریخ ابن اثیر میں بھی پانی پہنچانے کی مساعی کا مضمون موجود ہے۔ ملاحظہ فرما دیں۔

(۱) تاریخ الامم والملوک للطبری، ج ۵، ۱۲۷، تحت ۳۵ھ مطبوعہ مصری

(۲) تاریخ ابن اثیر للجزری، ج ۳، ص ۸۷، ذکر مقتل عثمانؓ۔ طبع مصر۔

پانی پہنچانے کے واقعہ کی تائید شیعہ کتب سے

شیعہ کے مشہور مؤرخ مرزا محمد تقی لسان الملک نے ناسخ التواریخ میں بعبارت ذیل اس کو لکھا ہے:۔

—— نگذاشتند کہ کس آب بسرائے او برد۔ عثمان بربام سرائے آمد ندا در داد کہ آیا علی بن ابی طالب درمیان شما جائے دارد گفتند نیست عثمانؓ خاموش شد وانہ بام فرود آمد ایں خبر بعلی علیہ السلام بردند علی غلام خویش قنبر را بدو فرستاد وپیام داد کہ شنیدم مرا ندا کردہ ای بگو حاجت چیست؟ گفت ایں قوم آب از من باز گرفتہ اند و گروہے از فرزنداں وعزیزانِ من تشنہ اند اگر توانی مرا آب فرست علی علیہ السلام آن جماعت را خطاب کرد فقال ایہا الناس! ان الذی تفعلون لایشبہ امر المؤمنین ولا امر الکافرین ان الفارس

والروم لتا سر فتنقطعم فتستقی فواللہ لا تقطعوا الماءعن الرجل۔ فرمود کہ اے مردم کردارِ شما نہ با مسلماناں مانندہ ست ونہ با کافران ہمانا کافران فارس وروم را اسیر میکنند لیکن آب ونان می دہند۔ وآب را ازیں مردم بازنگیرید۔ قوم ابا داشتند و رضائی دادند۔ لاجرم علی علیہ السلام [۳] مشک آب بدست چند تن از بنی ہاشم بدو فرستاد تا ہمگاں بخورند و سیراب شدند۔"

(۱) ناسخ التواریخ جلد دوم کتاب دوم، ص ۵۳۱۔ طبع قدیم طہران۔ تحت واقعہ ہٰذا۔

—— اور شیخ عباس قمی شیعہ نے منتہی الآمال کے حاشیہ میں مختصراً اس واقعہ کو عبارتِ ذیل میں درج کیا ہے:۔

—— مکشوف باد کہ عثمان بن عفان را مصریاں در مدینہ محاصرہ کردند و منع آب از وے نمودند خبر با امیر المومنین علیہ السلام رسید آنجناب متغیر شدند واز برائے او آب فرستادند و شرح قضیۂ او در تواریخ مسطور ست:۔

(۲) حاشیہ منتہی الآمال، ج ۱، ص ۲۳۵۔ تحتی خورد طبع ایران۔ تحت مقصد سوم فصل اوّل، دربیان آمد امام حسین بزمین کربلا و گفتگو امام با عمر بن سعد۔

(۳) فوائد الرضویہ، جلد دوم، ص ۴۲۷۔ طبع ایران۔

خلاصۂ روایت

"عثمان رضؓ بن عفان کے ہاں باغی لوگ پانی نہیں پہنچنے دیتے تھے (ایک دفعہ) عثمانؓ نے اپنے مکان کے اوپر چڑھ کر آواز دی کہ علی بن ابی طالب

موجود ہیں ؟ حاضرین نے جواب دیا کہ موجود نہیں ! عثمانؓ خاموش ہو کر نیچے چلے گئے۔ کسی نے اس بات کی علی المرتضیٰ کو اطلاع کی۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے قنبر غلام کو عثمانؓ کی خدمت میں بھیجا اور پیغام دیا کہ آپ نے مجھے بلایا تھا کیا ضرورت ہے ؟ بیان کیجیے۔ عثمانؓ نے کہا کہ مخالف قوم نے ہمارا پانی روک رکھا ہے۔ میرے فرزند اور دیگر عزیز پیاسے ہیں، تشنگی غالب آگئی ہے۔ اگر ہو سکے تو پانی بھجوائیے حضرت علی بن ابی طالبؓ نے باغی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو ! جو معاملہ تم کر رہے ہو نہ مومنوں کا طریق کار ہے نہ کافروں کا فارسی اور رومی قیدیوں کو قید میں کھانا دیتے ہیں، پینے کو پانی دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اس شخص (یعنی عثمانؓ) کا پانی بند نہ کرو۔ باغیوں نے (بات تسلیم کرنے سے) انکار کر دیا۔ اور اس پر رضامند نہ ہوئے۔ بہر کیف حضرت علی بن ابی طالبؓ نے بنی ہاشم کے چند آدمیوں کے بدست پانی کی تین مشکیں حضرت عثمانؓ کی طرف روانہ کیں تب وہ سب لوگ پانی سے سیراب ہوئے"

—— اور دوسری روایت کا حاصل یہ ہے کہ

"جب مصری وغیرہ لوگوں نے حضرت عثمانؓ کا مدینہ میں محاصرہ کر لیا اور پانی تک انہوں نے بند کر دیا تو حضرت علیؓ کو اس چیز کی خبر پہنچی، آنجناب پریشانی سے متغیر ہو گئے۔ اور حضرت عثمانؓ کے لیے انہوں نے پانی بھجوایا۔ اس قصہ کی تفصیل تواریخ میں لکھی ہے"

(حاشیہ منتہی الآمال از شیخ عباس قمی تحت مقصد سوم فصل اول، در بیان ورود امام حسین بکربلا۔ گفتگو نمودن امام با عمر بن سعد)

(۵)

حفاظتی تدابیر کارگر نہ ہو سکیں، تمام مساعی بے سُود ثابت ہُوتے۔ آخر کار اشرار الناس باغیوں نے اپنا مقصود ایک طویل محاصرے کے بعد پُورا کر ڈالا یعنی حضرت عثمان ذوالنورین کو شہید کر ڈالا۔ یہ وحشتناک خبر معلوم کر کے تمام صحابۂ کرام (جو مدینہ میں موجود تھے) اور حضرت علی المرتضیٰ سب مضطربانہ صورت میں دارِ عثمانؓ کی طرف پہنچے۔ حضرت علیؓ تو غصّہ میں آکر اپنوں کو ضرب و شتم کرنے لگے کہ آپ لوگوں کی موجودگی میں یہ واقعہ کیسے پیش آگیا؟ اور حضرت علیؓ بے ساختہ روتے تھے۔

یہ المناک واقعہ مندرجہ ذیل مقامات میں دستیاب ہے۔

بلاذری نے انساب الاشراف جلد خامس میں لکھا ہے کہ:

"...... وصعدت امرأته الى الناس فقالت ان امير المؤمنين قد قتل فدخل الحسنؓ والحسين ومن كان معهما فوجدوا عثمان مذبوحًا فانكبوا عليه يبكون وخرجوا و دخل الناس فوجدوه مذبوحًا وبلغ الخبر عليًّاؓ وطلحة و الزبير وسعدًا ومن كان بالمدينة فخرجوا وقد ذهب عقولهم للخبر الذى اتاهم حتى دخلوا على عثمان فوجدوه مقتولاً فاسترجعوا وقال علىؓ لابنيه كيف قتل امير المؤمنين وانتما على الباب؟ ورفع يده فلطم الحسن وضرب صدر الحسين وشتم محمد بن طلحة وعبد الله بن الزبير وخرج علىؓ وهو غضبان حتّٰى اتى منزله"

(۱) انساب الاشراف احمد بن يحيىٰ، ص ۶۹-۷۰، جلد ۵ (طبع یروشلم)

(۲) تاریخ الاسلام للذھبی ص ۱۳۹ ج ۲ تحت محاصرہ عثمانی ۳۵ھ

(۲) تاریخ الخلفاء سیوطی بحوالہ ابن عساکر، ص ۱۱۲ طبع دہلی فصل فی خلافۃ عثمانؓ۔

(۳) عقیدۃ السفارینی للشیخ محمد بن احمد السفارینی الحنبلی ج ۲، ص ۳۲۶ - طبع مصر۔

خلاصہ یہ ہے کہ

(شہادت کے بعد) حضرت عثمانؓ کی عورت (نائلہ) مکان پر چڑھ کر کہنے لگیں کہ امیر المؤمنین (عثمانؓ) قتل کر دیئے گئے۔ تو اس وقت حضرت حسنؓ و حسینؓ اور جو آدمی ان کے ساتھ (حویلی کے دروازہ پر) موجود تھے مکان کے اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت عثمانؓ ذبح کر دیئے گئے ہیں غم کی وجہ سے ان پر گر گئے اور رونے لگے۔ پھر باقی لوگ اندر آئے۔ حضرت عثمانؓ کو مذبوح پایا۔ یہ خبر حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ و سعدؓ کو پہنچی، اور جو بھی مسلمان مدینہ میں موجود تھے سب کو معلوم ہوا سب لوگ حیرانی کے ساتھ اپنے گھروں سے باہر نکل آئے، ہوش اڑے ہوئے تھے۔ سب کلمہ ترجیع (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھ رہے تھے اور حضرت عثمانؓ مذبوح ان کے سامنے تھے۔

(اضطراب کے عالم) میں حضرت علیؓ نے اپنے بیٹوں کو فرمایا کہ امیر المؤمنین کیسے قتل ہو گئے؟ حالانکہ تم (حویلی کے) دروازہ پر موجود تھے۔ اور ان کو ضرب و شتم کی۔ حسنؓ کو طمانچہ مارا اور حضرت حسینؓ کے سینے پر مارا۔ ابن طلحہؓ و ابن زبیرؓ کو سخت سست کہا۔ اسی غضبناکی کی حالت میں عثمانؓ کے مکان سے باہر آگئے اور اپنے مکان کی طرف چلے گئے۔" الخ

اِس مقام کی ایک دوسری روایت

حادثہ ہٰذا کے واقعات کو نقل کرتے ہوئے مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ بے ساختہ روتے ہوتے حضرت عثمانؓ شہید پر گر گئے۔ البدایہ میں ہے :-

—— روی الربیع بن بدر عن سیار بن سلامۃ عن ابی العالیۃ ان علیاً رضی اللہ عنہ دخل علی عثمان فوقع علیہ وجعل یبکی حتی ظنوا انہ سیلحق بہ "

(البدایہ جلد ۷، ص ۱۹۲ تحت حالات شہادتِ عثمانؓ)

"یعنی (جب عثمانؓ بن عفان شہید کر دیتے گئے) تو حضرت علیؓ ان کے ہاں پہنچے اور روتے ہوتے ان پر بے ساختہ گر گئے (ان کی وارفتگی کی حالت دیکھ کر) دیکھنے والے گمان کرنے لگے کہ علیؓ بھی عثمانؓ کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں (یعنی ان کا بھی دم یہیں نکلتا ہے)۔

—— نیز سانحہ ہٰذا کے بعد حضرت علیؓ کے گھرانے میں بھی حضرت عثمانؓ مظلوم پر نالہ و بکاء کے واقعات تاریخی کتابوں میں ملتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کا مظلومانہ قتل حضرت علیؓ کے نزدیک کس قدر اندوہناک و المناک تھا۔ اور حضرت علیؓ اور اُن کے گھرانے کے لوگ ان کی مظلومیت پر رویا کرتے تھے۔

چنانچہ بلاذری نے اپنی سند سے واقعہ ذیل نقل کیا ہے :-

.... عن سلمۃ بن عثمان عن علی بن زید عن الحسن قال دخل علیؓ یوماً علی بناتہ وھن یمسحن عیونھن فقال ما لکن تبکین؟ قلن نبکی علی عثمان فبکی وقال ابکین "

(انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۱۰۳۔ بحث رؤیا عثمان ومقتلہ)

"یعنی ایک روز حضرت علیؓ اپنی بیٹیوں کے پاس تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں اور آنکھوں سے آنسو صاف کر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں رو رہی تھیں؟ صاحبزادیوں نے عرض کیا کہ (مظلومیتِ) عثمانؓ پر رو رہی تھیں (یہ سُن کر) حضرت علیؓ خود رو پڑے اور فرمایا کہ (ان پر) رو سکتی ہو۔"

جنازہ عثمانی و دفن وغیرہ میں حضرت علیؓ و اولادِ علیؓ کی شمولیت

——— اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہر چیز پر غالب ہے۔ اسی کی حکمت و قدرت کے تحت شہادتِ عثمانی واقع ہوگئی۔ اس کے بعد بھی باغی مفسدین کی نارِ عداوت نہ بُجھی۔ حضرت عثمانؓ مظلوم کا کفن دفن اور جنازہ پُر امن طریق سے ہو جانا ان کے لیے ناگوار تھا۔ نامساعد حالات کے باوجود صحابہؓ کرام نے بڑی ہمت کر کے آخری احکام (جنازہ، کفن دفن) کو نہایت مستعدی سے سر انجام دیا۔ ان حضرات میں حضرت علی المرتضیٰؓ اور سیدنا حسن بن علیؓ برابر کے شریک کار تھے۔

——— مؤرخین نے اپنی طرزِ نگارش کے موافق اس موقعہ پر بھی کئی رطب و یابس مختلف قسم کی روایات جمع کر ڈالی ہیں۔ تاہم یہ چیزیں بھی ذکر کی ہیں کہ حضرت عثمانؓ مظلوم کے متعلقہ آخری مراحل میں حضرت علی المرتضیٰؓ و سیدنا حسن بن علیؓ نے شامل ہو کر حقِ رفاقت ادا کیا۔

——— غور و فکر کرنے کے بعد (بشرط انصاف) عقل اس بات کی متقاضی ہے کہ محاصرہ کی طویل میعاد میں پریشان کن حالات کے تحت جب یہ حضرات

حضرت عثمانؓ کی حمایت و معاونت برابر کرتے رہے تھے (جیسا کہ عنوانات بالا کے ذریعہ ہم نے تفصیل ذکر کی ہے) تو جنازہ و دفن جیسے ضروری معاملات میں بھی یقیناً شریک و شامل ہونگے۔

ذیل میں مقصد ہذا کو بیان کرنے والی روایات نقل کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمادیں۔

طبری میں ہے۔

(۱) ۔ ۔ ۔ خرج مروان حتیٰ اتیٰ دار عثمان فاتاہ زیدؓ بن ثابت وطلحۃ بن عبید اللہ وعلیؓ و الحسن وکعب بن مالک وعامۃ من ثم من اصحابہ فتوافیٰ الی موضع الجنائز صبیانٌ و نسائٌ فاخرجوا عثمان فصلیٰ علیہ مروان ثم خرجوا بہ حتیٰ انتھوا الی البقیع فدفنوہ فیہ مما یلی حش کوکب۔"

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵ ۔ص ۱۴۴۔ تحت ذکر الخبر عن الموضع الذی دفن فیہ عثمانؓ)

حاصل یہ ہے کہ:

"مروان، زیدؓ بن ثابتؓ، طلحہؓ، علیؓ بن ابی طالب، حسن بن علی، کعب بن مالک اور بھی جو لوگ عثمانؓ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ عثمانؓ کے مکان پر پہنچے اور کچھ لڑکے اور عورتیں بھی (جنازہ کے لیے) آملے۔ حضرت عثمانؓ کو گھر سے باہر لائے۔ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد یہ تمام احباب جنازہ کو بقیع کے مقام میں لاتے جو حش کوکب کے قریب تھا وہاں دفن کر دیا۔"

کتاب "التمہید والبیان" میں بحوالہ امام احمد مذکور ہے کہ

(۲) وخرج بہ ناس یسیر من اھلہ والزبیرؓ والحسن بن علیؓ

وابوجہم ومروان بن الحکم بین العشائین فاتوا بہ حائطاً من حیطان المدینۃ یقال لہٗ حش کوکب خارج البقیع فصلّٰی علیہ جبیر بن مطعم وقیل حکیم بن حزام وقیل مروان وقیل صلی علیہ الزبیر کذا ذکرہ الامام احمد فی المسند ؎

(کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۱۴۲ - طبع بیروت)

{منداحمد ص ۶۳ ج ۱ تحت من اخبار عثمانؓ}

اور یہ روایت بھی درج کی ہے کہ

(۳) . . . . وقیل شھد جنازتہٗ علی وطلحۃ وزید بن ثابت وکعب بن مالک وعامۃ من کان ثم من اصحابہ ؎

(۱) کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ ص ۱۴۲، طبع بیروت۔

(۲) الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۹۱۔ ذکر الموضع الذی دفن فیہ ومن صلّٰی علیہ۔

(۳) تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۵۳ بحث حصار عثمانؓ ومقتلہ، طبع جدید بیروت۔

"البدایہ" میں ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ

(۴) . . . . . قیل بل دفن من لیلتہٖ ثم کان دفنہ ما بین المغرب والعشاء خفیۃً من الخوارج وقیل بل استؤذن فی ذالک بعض رؤسائہم۔ فخرجوا بہٖ فی نفر قلیل من الصحابۃ فیہم حکیم بن حزام وحویطب بن عبد العزّٰی وابو الجہم

بن حذیفة ونیّار بن مکرّم الاسلمی و جبیر بن مطعم و زید بن ثابت وکعب بن مالک وطلحة والزبیر وعلی بن ابی طالب وجماعة من اصحابه ونسائه منهنّ امرأتاه نائلة (بنت الفرافصه) وام البنین بنت عبداللّٰہ بن حصین وصبیان .... و جماعة من خدمه حملوه علیٰ باب بعد ما غسلوه وکفنوه و زعم بعضهم انه لم یغسل ولم یکفن والصحیح الاوّل۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۹۱)

خلاصۂ کلام

(۲) "یعنی عثمانؓ کے گھر والوں سے کچھ لوگ اور چند مزید آدمی حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت حسن بن علیؓ، حضرت ابوجہم بن حذیفہؓ، مروان بن حکم وغیرہم حضرت عثمانؓ کو مغرب وعشا کے درمیان گھر سے جنازہ کے لیے باہر لائے اور حش کوکب نامی جگہ جو باغوں میں سے ایک باغ تھا اور بقیع سے خارج تھا اس کے پاس لے آئے۔ جبیر بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی یا حکیم بن حزام نے یا مروان نے یا زبیرؓ نے، علی اختلاف الاقوال نماز پڑھائی (اور وہاں دفن کیے گئے)۔"

(۳) ـــــ یعنی مؤرخین کا قول ہے کہ حضرت عثمانؓ کے جنازہ میں حضرت علیؓ بن ابی طالب، طلحہؓ بن عبیداللہ، زید بن ثابت، کعبؓ بن مالک اور عام لوگ جو ان کے ساتھیوں میں سے موجود تھے حاضر ہوتے (اور نماز پڑھی گئی)۔

(۴) ـــــ ... یعنی اسی رات کو حضرت عثمانؓ کو دفن کیا گیا۔ باغیوں سے بچاؤ کر کے مغرب وعشاء کے درمیان دفن کیا گیا۔ بعض نے کہا ہے کہ باغیوں کے رؤسا سے اذن طلب کر کے حضرت عثمانؓ کے جنازہ کو لوگ باہر لاتے۔ بعض صحابۂ کرامؓ

حکیم بن حزامؓ۔ حویطب بن عبدالعزیٰ و ابوالجہم بن حذیفہؓ و نیار بن مکرمؓ اسلمی و جبیرؓ بن مطعم و زیدؓ بن ثابت و کعبؓ بن مالک و طلحہؓ و زبیرؓ و علیؓ بن ابی طالب اس موقعہ پر شامل و حاضر تھے اور ان کے ساتھیوں کی ایک جماعت اور ان کی عورتوں میں سے حضرت نائلہؓ و اُمّ البنینؓ اور لڑکے بھی شامل تھے .... حضرت عثمانؓ کے خدام کی ایک جماعت غسل دلانے اور کفنانے کے بعد ان کو اٹھا کر دروازہ پر لاتی۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ان کا غسل و کفن نہیں کیا گیا لیکن (یہ صحیح نہیں ہے) بلکہ اوّل بات صحیح ہے۔

شیعہ کُتب سے تائید

ابن ابی الحدید شیعی نے شرح نہج البلاغہ میں اس واقعہ کو یُوں نقل کیا ہے کہ

"..... وخرج به ناسٌ يسيرٌ من اهله ومعهم الحسن بن علي وابن الزبير وابوجهم بن حذيفة بين المغرب والعشاء فاتوا به حائطاً من حيطان المدينة يعرف بحش كوكب وهو خارج البقيع فصلوا عليه ـ الخ

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید الشیعی، ج ۱، ص ۹۷ طبع قدیم ایرانی و طبع بیروتی ج ۱، ص ۱۹۸ تحت تمن من خطبتہ لہ علیہ السلام فی معنی قتل عثمان بن عفان۔

"یعنی حضرت عثمانؓ کے گھر والے چند آدمی ان کو (دفن کرنے کے لیے) گھر سے باہر لاتے۔ ان لوگوں کے ساتھ حضرت حسن بن علیؓ، عبداللہ بن زبیرؓ ابوجہمؓ وغیرہ تھے۔ مغرب و عشاء کے درمیان (جنازہ باہر لے جانے کی صورت کی گئی) جنت البقیع کے باہر "حش کوکب" کے نام سے ایک

مقام تھا وہاں لا کر عثمانؓ پر انہوں نے نماز جنازہ پڑھی ۔

اختتام بحثِ محاصرہ

—— یہ تمام واقعات ایک ایک کر کے بتلا رہے ہیں کہ اس دردناک حادثہ میں حضرت علیؓ اور ان کی اولاد شریف نے کس قدر خدمات سرانجام دیں۔ اور اپنے حقوقِ مودت اور برادرانہ روابط کا کس طرح اِتمام کیا؟ حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے آخری ایام میں باغیوں کی مدافعت کی خاطر حضرت علی المرتضیٰؓ نے قدم قدم پر پُرزور کوشش صرف کی۔ سنگباری کا جواب سنگباری سے دیا۔ ان کی اولاد جوابی کارروائی میں زخمی ہوئی۔ حضرت عثمانؓ کے گھر میں پانی ارسال کیا۔ اگرچہ پانی پہنچانے والوں نے زخم کھائے۔ ان مراحل سے گزر کر جب باغی اپنے ظالمانہ مقصد میں کامیاب ہو گئے تو حضرت علیؓ سخت اندوہناک و غمناک ہوئے اور اپنے عزیزوں کو زجر و توبیخ کی اور ضرب و شتم کی۔ پھر اس کے بعد سب سے آخری مرحلہ (یعنی جنازۂ عثمانی و دفن وغیرہ میں برابر کے شریک کار و شاملِ حال رہے۔ یہ تمام چیزیں حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے درمیان دائمی مودت و محبت کا بیّن ثبوت ہیں جو آخری ایام تک قائم و دائم رہی ہیں ۔

حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد میں سیّدنا عثمانؓ کا نام مروّج تھا

یہ ایک فطری امر ہے کہ آدمی اپنی اولاد کے نام تجویز کرتے وقت پوری احتیاط

سے کام لیتا ہے۔ اپنے بیٹے بیٹیوں کے نام اسی نوعیت کے رکھتا ہے کہ وہ اس کی زندگی میں باعثِ عزت و افتخار بنیں۔ نام تجویز کرنے سے اس کے ذہن و قلب اور فطری لگاؤ کا پتہ چلتا ہے۔ اس ضمن میں بالعموم قابلِ احترام، معزز اور معروف ایسی ہستیوں کے ناموں کو ترجیح دی جاتی ہے جن کے ساتھ اُسے اُنس اور محبت ہو اور انہیں مبارک و عظیم سمجھا جاتا ہو۔ اور جن لوگوں کے بارے میں دل کے اندر کسی قسم کی کدورت پائی جاتی ہو، غیظ و غضب ہو یا ان سے نفرت ہو، ان کے اسماء کو اپنی اولاد میں رواج دینا پسند نہیں کیا جاتا۔

اس نفسیاتی اصول اور قلبی لگاؤ کے آئینہ میں جب ہم حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ کی اولاد میں سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کے مبارک اسماء ملتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰؓ خلفاء ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرتِ عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں دل کے کسی کونے کے اندر کسی قسم کی عداوت یا بغض نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ انہیں معزز و محترم، اور بزرگ ہستیاں سمجھتے تھے۔ تب ہی تو آپ نے اپنی اولاد میں ان اسماء کو رواج دیا۔

کتاب کے حصہ اوّل (صدیقی) اور حصہ دوم (فاروقی) میں شیعہ و سُنّی دونوں فریق کی مشہور و معتبر کتابوں کے حوالہ جات سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؓ اور دیگر ہاشمی بزرگوں کی اولاد میں ابوبکرؓ و عمرؓ نام پائے جاتے ہیں۔ کتاب کے حصہ سوم (عثمانی) میں بتلایا جاتا ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرح حضرت علی المرتضیٰؓ کی اولاد شریف میں عثمانؓ کا نام بھی پایا جاتا ہے۔ جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ان بزرگوں (حضرت علیؓ اور دیگر ہاشمیوں) کو حضرت عثمان ذوالنورینؓ سے بھی صحیح عقیدت تھی۔ اور اس مبارک اسم کو مستحسن و متبرک سمجھتے تھے۔

ذیل میں اس مسئلہ پر چند حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔ پہلے اپنی کتابوں

سے درج کیے جائیں گے۔ اس کے بعد شیعی کتابوں سے تائید پیش کی جائے گی۔

(۱)۔ ابو عبد اللہ المصعب بن عبد اللہ الزبیری (متوفی ۲۳۶ھ) نے اپنی کتاب "نسب قریش" میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی اولاد شمار کی ہے۔ وہاں ذکر کیا ہے۔

"...... عمرؓ بن علیؓ ورقیہ وھما توأم، امھما الصھباء من سبی خالد بن الولید وکان عمر آخر ولد علی بن ابی طالب ... العباس بن علی ..... اخوتہ لابیہ و امّہ بنو علی، وھم عثمان وجعفر وعبد اللہ فقتل قبلہ۔ الخ

"حضرت علیؓ کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، عمرؓ بن علیؓ اور رقیہؓ جڑواں تھے۔ ان کی والدہ صہباء تھیں۔ جو خالدؓ بن ولید کے قید کردہ غلاموں (لونڈیوں) میں آئی تھیں۔ پانچویں نمبر پر عباس بن علیؓ اور ان کے حقیقی بھائیوں کو ذکر کیا ہے۔ اور وہ عثمان بن علیؓ جعفر بن علیؓ اور عبد اللہ بن علیؓ ہیں جو (میدانِ کربلا میں) عباس بن علیؓ سے پہلے شہید ہوئے"

(کتاب نسبِ قریش، ص ۴۳، طبع مصر
ذکر اولاد علی بن ابی طالب)

(۲)۔ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی (متوفی ۴۵۶ھ) اپنی معروف کتاب "جمہرۃ انساب العرب" میں اولاد علیؓ ابن ابی طالب کے تحت لکھتے ہیں:

"...... والعباس ... وابوبکر وعثمان وجعفر ...

وقتل ابوبکر وجعفر وعثمان والعباس مع اخیہم الحسین الخ

ترجمہ ..... چھٹے نمبر پر عباس، ساتویں نمبر پر ابوبکر، آٹھویں نمبر پر عثمان اور نویں نمبر پر جعفر ہیں ..... ابوبکر، جعفر، عثمان اور عباس اپنے بھائی حسین کے ساتھ (میدانِ کربلا) میں شہید ہوتے۔"

(جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ص ۳۸-۳۷
جلد اول طبع جدید مصری ذکر اولاد امیر المومنین)

(۳) ــــ طبقات ابنِ سعد جلد ثالث میں سیّدنا علی المرتضیٰ کی اولاد کے تذکرہ میں لکھا ہے:

"....... وابوبکر بن علی قُتل مع الحسین .... والعباس الاکبر بن علی وعثمان وجعفر الاکبر وعبد اللہ قتلوا مع الحسین بن علی الخ ....

ترجمہ:- اولادِ حضرت علیؓ سے ابوبکر بن علی حضرت حسینؓ کے ساتھ (کربلا میں شہید ہوئے۔ .... اور عباس اکبر بن علی، عثمان، جعفر الاکبر اور عبداللہ (برادرانِ حسینؓ) اپنے بھائی حسین کے ساتھ (کربلا میں) شہید ہوتے۔"

(طبقات ابن سعد، ص ۱۱-۱۲-جلد۳-طبع لیدن
تحت ذکر علی ابن طالب رضی اللہ عنہ)

(۴) ــــ تاریخ خلیفہ بن خیاط میں سنتہ احدیٰ وستین (۶۱ھ) کے تحت شہداء کربلا کے ضمن میں لکھا ہے:

.... قال ابو الحسن وقتل معہ عثمان بن علی، امّہ ام البنین ایضاً۔

ترجمہ :۔ ابوالحسن نے کہا ہے کہ حضرت حسینؓ کے ساتھ اُن کے بھائی عثمان بن علی بھی شہید ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام ام البنین تھا۔
(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۲۳۴ طبع نجف اشرف عراق
تحت سنۃ احدیٰ و ستین ذکر مقتل الحسین واصحابہ)

حضرت عثمانؓ کا نام اولادِ علیؓ میں (شیعہ کتب سے)

(۵) ـــــ احمد بن یعقوب (الشیعی) نے اپنی مشہور تاریخ یعقوبی میں حضرت علیؓ کی نرینہ اولاد ۱۴ انفر ذکر کی ہے۔ ان میں عثمان نام دو بار ذکر کیا ہے۔

"...... والعباس و جعفر قتلا بالطف وعثمان وعبداللہ امھم ام البنین بنت خرام الکلابیہ .... وعثمان الاصغر و یحییٰ وامھما اسماء بنت عمیس الخثعمیہ ..الخ

ترجمہ :۔ حضرت حسین کے دو بھائی عباس اور جعفر کربلا میں شہید ہوئے۔ اور عثمان اور عبداللہ ان چاروں کی والدہ ام البنین بنت خرام الکلابیہ تھی۔ .... اور عثمان الاصغر اور یحییٰ فرزندانِ علیؓ تھے۔ ان کی والدہ کا نام اسماء بنت عُمَیس خثعمیہ تھا۔

(تاریخ یعقوبی، ص ۲۱۳، جلد ثانی، مطبوعہ بیروت
از احمد بن یعقوب الکاتب العباسی (الشیعی)
(المتوفی ۲۵۶ھ) تحت ذکر اولاد علی)

(۶) ـــــ ابوالفرج اصفہانی (الشیعی) نے اپنی کتاب مقاتل الطالبیین میں کربلا کے

شہداء میں حضرت حسینؓ کے بھائیوں کے نام الگ الگ درج کیے ہیں جن کو شہادت نصیب ہوئی۔ ان میں عثمانؓ بن علی کا نام بھی ہے عبارت ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

"..... وعثمان بن علی بن ابی طالب علیہم السلام و امہ ام البنین .... قُتِل عثمان بن علی وھو ابن احدیٰ وعشرین سنۃ۔ الخ

ترجمہ: حضرت علیؓ کے منجملہ صاحبزادوں میں سے ایک عثمانؓ بن علی تھے ان کی والدہ کو امّ البنین کہتے تھے .... اور عثمان جس وقت (کربلا میں) شہید ہوتے ان کی عمر اکیس برس تھی۔

(مقاتل الطالبیین، ص ۲۳ طبع قدیم ایران تحت شمار شہداء کربلا)

(۷) ـــــ مشہور شیعی مؤرخ مسعودی نے اپنی تصنیف "التنبیہ والاشراف" میں حضرت علیؓ کی خلافت کے تحت ان کی اولاد شمار کی ہے۔ وہاں حضرت علی المرتضیٰ کے گیارہ لڑکے درج کیے ہیں۔ ان میں آٹھویں نمبر پر عثمان نامی لڑکے کا ذکر کیا ہے۔

(التنبیہ والاشراف للمسعودی، ص ۲۵۸ تحت ذکر خلافت علی بن ابی طالب، (سن طباعت ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء)

(۸) ـــــ اسی طرح مسعودی نے ایام یزید بن معاویہ کے تحت کربلا کے شہداء کے اسماء کی فہرست درج کی ہے۔ وہاں تیسرے نمبر پر عثمان بن علی کا نام ذکر کیا ہے۔

"..... وقتل معہ من ولد ابیہ ستۃ وھم العبّاس و جعفر و عثمان و محمد الاصغر و عبد اللہ و ابوبکر۔ الخ

(التنبیہ والاشراف، ص ۲۶۳ للمسعودی) تحت
ذکر شہداء کربلا)

" یعنی کربلا میں سیدنا حسینؓ کے ساتھ ان کے والد کی اولاد میں سے (بھائیوں میں سے) چھ بھائی شہید ہوتے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں عباسؓ، جعفرؓ، عثمانؓ، محمد اصغر، عبداللہ اور ابوبکرؓ۔ حاصل یہ ہے کہ ایک تو ثابت یہ ہوا کہ عثمان نامی حضرت علیؓ کے صاحبزادے ہیں۔ دوسرا یہ کہ وہ صاحبزادے (عثمان بن علی) اپنے بھائی حسین کی معیت میں کربلا میں شہید ہوتے تھے۔ اسلامی تاریخ میں ان کا نام شہداء کربلا میں درج ہے "

(۹)— شیخ مفید نے اپنی کتاب " الارشاد " میں حضرت علیؓ کی اولاد کے نام لکھے ہیں۔ ان میں عثمان نام مذکور ہے۔

" .... وعثمان وعبد اللہ الشہداء مع اخیہم حسین بطف۔ امہم ام البنین الخ ......

ترجمہ: حضرت علیؓ کے بیٹے عثمانؓ اور عبداللہ اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوتے۔ ان کی ماں کا نام امّ البنین تھا۔

(الارشاد للشیخ المفید (محمد بن محمد بن نعمان الملقب بالمفید، ۱۶۷-۱۶۸ طبع جدید تہران
تحت اولاد امیر المومنین)

(۱۰) فاضل علی ابن عیسیٰ اربلی نے اپنی کتاب " کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ " میں حضرت علیؓ کی نرینہ اولاد چودہ بتائی ہے۔ ان میں ساتویں نمبر پر عثمان بن علی کو شمار کیا ہے۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ بمعہ ترجمہ فارسی المناقب
ص ۵۹۰، جلد اوّل، طبع جدید ایران۔ باب ذکر
اولاد امیر المومنین)۔

(۱۱) سید جمال الدین احمد بن علی المعروف ابن عنبہ نے اپنی کتاب "عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب" کے فصل رابع اور خامس میں حضرت علیؑ کے صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے۔

...... اُمّہ (ام عباس) وام اخوتہ عثمان و جعفر و
عبد اللہ ام البنین فاطمۃ بنت حزام ابن خالد الخ۔

ترجمہ: عباس ابن علی اور اُن کے بھائیوں عثمان، جعفر اور عبداللہ پسرانِ حضرت علیؓ کی والدہ کو ام البنین فاطمہ بنت حزام بن خالد کہتے تھے۔

(عمدۃ الطالب، ص ۳۵۶ طبع نجف اشرف عراق
الفصل الرابع فی ذکر عقب العباس بن امیر المومنین علیہ السلام)

(۱۲) ـــــ گیارھویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی معتبر تصنیف "جلاء العیون" میں شہداء اہلِ بیت کی تعداد جو یوم عاشورا کو شہید ہوئے، ذکر کی ہے لکھتے ہیں۔

"...... نو نفر از فرزندانِ امیر المومنین علیہ السلام حضرت سید الشہداءؑ و عباسؓ و پسر او محمدؓ و عمرؓ و عثمانؓ و جعفر و ابراہیمؓ و عبداللہ الاصغر و محمد الاصغر الخ۔

ترجمہ: یوم عاشورہ میں امیر المومنین حضرت علیؓ کی اولاد سے درج ذیل نو افراد شہید ہوئے۔ ایک حضرت حسین (سید الشہداء) دوسرے عباس، تیسرے آپ کے فرزند محمد، چوتھے عمر، پانچویں عثمان، چھٹے جعفر، ساتویں ابراہیم، آٹھویں عبداللہ الاصغر اور نویں محمد الاصغر۔ الخ

(جلاء العیون از محمد باقر مجلسی، ص ۴۶۴ ـ طبع
طہران ـ تحت ذکر شہداء کربلا از اولاد علی المرتضیٰ)

مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کا مبارک نام حضرت علیؓ کی اولاد میں پایا جاتا ہے جس کو اہل سُنت علماء و مؤرخین اور شیعہ علماء اور شیعہ مورخین نے بے شمار کتابوں میں تحریر کیا ہے جن میں سے مندرجۂ بالا چند ایک حوالہ جات شیعہ و سُنّی کتب سے ہم نے نقل کر دیئے ہیں۔ نقل صحیح ہے، اہلِ علم مراجعت فرما کر تسلی کر سکتے ہیں۔

اور بے شمار مصنّفین نے اس مسئلہ کو اپنی اپنی تصنیفات میں درج فرمایا ہے سب کتابوں سے نقل کرنا دشوار تھا اس لیے صرف بارہ عدد شیعہ و سُنّی حوالہ جات پر اکتفا کر دینا کافی سمجھا گیا ہے۔ بارہ کا عدد شیعہ احباب کے ہاں متبرک بھی ہے۔ ان کو فرحت حاصل ہو گی۔ گویا یہ مسئلہ مسلمات میں سے ہے کہ سیّدنا علیؓ نے اپنے فرزندوں کا نام عثمان رکھا ہے۔ اور حضرت علیؓ کے گھر میں عثمان نام موجود تھا۔

جیسے ابوبکر و عمر نام حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادوں کے تجویز فرمائے تھے، اسی طرح عثمان کا مبارک نام بھی اپنے فرزندوں کے لیے منتخب فرمایا۔

حضرت علیؓ کے فرزندوں کے یہ نام تجویز ہونا خلفاء ثلاثہؓ اور ان کے درمیان انس و محبّت کی بیّن دلیل ہے۔ اور باہمی تعلق و ارتباط کا واضح ثبوت ہے۔ اس قسم کے روشن دلائل کا انکار کرتے ہوئے پھر بھی خیال جمائے رکھنا کہ ان حضرات کے درمیان دشمنی و عداوت تھی۔ اور قبائلی عصبیت موجود تھی یہ نام تو ویسے ہی رکھ دیئے تھے۔ انصاف کا خون کرنا اور حق بات کو ٹھکرا دینے کے مترادف ہے۔ بلکہ نفس الامر میں واقعات سے ابا کرنا ہے جو عقلمند آدمی کے لیے زیبا نہیں۔

خاتمۂ کتاب

کتاب "رُحماءُ بینھم" کے حصّہ اوّل (صدّیقی) اور حصّہ دوم (فاروقی) کے بعد اب حصّہ سوم (عثمانی) بحمدہٖ تعالیٰ تمام ہوگیا۔

کتاب کے ہر سہ حصص پر نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور حضرت علی المرتضیٰؓ (بمع ان کے خاندان کے) درمیان اخوّتِ دینی و محبّتِ اسلامی قائم تھی۔ ان میں کوئی عداوت و عناد نہ تھا (نہ مسئلہ خلافت میں اور نہ غیر خلافت میں)۔

——— نیز ان حضرات کے لیے احیائے دین و بقائے اسلام مقصودِ زندگی تھا نسلی امتیازات، خاندانی عداوتیں، قبائلی تفریق و عصبیّت اور حصولِ اقتدار وغیرہ وغیرہ جیسے حقیر نظریات ان کے پیش نظر نہ تھے۔

کتاب اللہ قرآن مجید اس پر شاہدِ عادل ہے اور کتاب ہٰذا کے ہر سہ حصّہ کے مندرجات اس مسئلہ پر مستقل گواہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

——— جن لوگوں نے اسلام کے اس بہترین دَور میں قبائلی تعصب کے تصورات دکھلانے کی سعی کی ہے انہوں نے اپنے زورِ قلم سے حقائق و واقعات کا رنگ بدل کر از خود تاریخ سازی کی ہے اور اپنا مافی الضمیر منوانا چاہا ہے۔ ھداھم اللہ تعالیٰ وعافاھم۔

مالک کریم جل شانہٗ کا بے حد و شمار شکر ہے جس نے اپنے ناچیز بندے کو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں تعلقات کے عجیب مضمون کو

مرتب کرنے کی توفیق نصیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کتاب سے انتفاع کا موقعہ عنایت فرمائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اہلِ بیت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت و اطاعت نصیب فرمائے اور ان کے ساتھ حسنِ ظن قائم رکھنے کی عادت بخشے اور خاتمہ بالایمان میسر فرما کر آخرت و عافیت میں ان کی شفاعت اور معیّت سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔ اور کتاب سے استفادہ کرنے والے احباب سے امید کی جاتی ہے کہ دعا تے مغفرت سے فراموش نہیں فرمائیں گے۔

ع برکریماں کارہا دشوار نیست

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ وحبیبہ وخلیلہ وعلیٰ آلہ واصحابہ و اتباعہ باحسان الیٰ یوم الدین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ربیع الاول ۱۳۹۸ھ — دعا جو ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ

(مارچ ۱۹۷۸ء) — جامعہ محمدی۔ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ

(پاکستان)

مراجع برائے کتاب "رحماء بینہم" حصہ سوم عثمانی

سن وفات صاحب کتاب	نام کتاب	نمبر شمار
۱۷۹ھ	المؤطا لامام مالکؒ	۱
۲۱۱ھ	المصنف لعبد الرزاق بن ہمام (۱۱ جلد)	۲
۲۲۷ھ	کتاب السنن لسعید بن المنصور (مجلس علمی)	۳
۲۳۰ھ	طبقات ابن سعد از محمد بن سعد (کاتب الواقدی) ۸ جلد۔ طبع لیدن	۴
۲۳۵ھ	المصنف لابن ابی شیبہ (قلمی پیر جھنڈا سندھ) ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبہ	۵
۲۳۶ھ	کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری (ابو عبداللہ المصعب بن عبداللہ بن مصعب الزبیری)	۶
۲۴۰ھ	تاریخ خلیفہ ابن خیاط (ابو عمرو خلیفہ ابن خیاط) طبع نجف اشرف عراق۔	۷
۲۴۱ھ	مسند امام احمد بن حنبل الشیبانی معہ منتخب کنز العمال (۶ جلد)۔ طبع قدیم مصر	۸
۲۴۵ھ	کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی از محمد بن حبیب بن امیہ طبع حیدر آباد دکن	۹
۲۵۶ھ	صحیح بخاری شریف امام محمد بن اسمٰعیل البخاریؒ	۱۰
۲۵۶ھ	تاریخ کبیر لامام بخاری محمد بن اسمٰعیل البخاریؒ (۸ جلد)	۱۱

١٢ - السنن لابی داود سلیمان بن اشعث سجستانی ؒ — سنہ ۲۷۵ھ

١٣ - المعارف لابن قتیبہ دینوری (ابو محمد عبداللہ بن مسلم الکاتب الدینوری۔ — سنہ ۲۷٦ھ

١۴ - انساب الاشراف للبلاذری (از احمد بن یحییٰ طبع بغداد) — سنہ ۲۷۷ھ / ۲۷۹

١۵ - فتوح البلدان للبلاذری (احمد بن یحییٰ بلاذری) — سنہ ۲۷۷ھ / ۲۷۹

١٦ - کتاب قیام اللیل وقیام رمضان والوتر از محمد بن نصر المروزی — سنہ ۲۹۴ھ

١٧ - التاریخ لابن جریر الطبری ابو جعفر محمد بن جریر — سنہ ۳۱۰ھ

١٨ - المصاحف لابی بکر عبداللہ بن ابی داؤد سجستانی — سنہ ۳۱٦ھ

١٩ - کتاب الجرح والتعدیل از ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی (۸ جلد) — سنہ ۳۲۷ھ

٢٠ - المستدرک للحاکم ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ النیشاپوری، طبع دکن۔ — سنہ ۴۰۵ھ

٢١ - تاریخ جرجان لابی القاسم حمزہ بن ابی یوسف السہمی۔ — سنہ ۴۲۷ھ

٢٢ - کتاب اصفہان (یا تاریخ اصبہان)، لابی نعیم الاصفہانی — سنہ ۴۳۰ھ

٢٣ - حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی — سنہ ۴۳۰ھ

٢۴ - کتاب کشف المحجوب للشیخ علی ہجویری لاہوری (علی بن عثمان بن علی غزنوی الہجویری ؒ) — سنہ ۴۵٦ھ

٢۵ - جمہرۃ انساب العرب لابن حزم، طبع جدید۔ ابو محمد علی بن احمد بن سعید المعروف ابن حزم الظاہری اندلسی۔ — سنہ ۴۵٦ھ

٢٦ - السنن الکبریٰ للبیہقی ابی بکر احمد بن حسین — سنہ ۴۵۸ھ

٢٧ - الکفایہ فی علم الروایہ خطیب بغدادی — سنہ ۴٦۳ھ

٢٨ - تاریخ بغداد للخطیب بغدادی (۱۴ جلد) — سنہ ۴٦۳ھ

٢٩ - الاستیعاب معہ الاصابہ لابن عبدالبر (طبع مصری)، ابو عمر (یوسف بن البر النمری الاندلسی — سنہ ۴٦۳ھ

۳۰ - ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر (تاریخ ابن عساکر) سنہ ۵۷۱ھ

۳۱ - اسد الغابہ لابن اثیر الجزری (طبع طہران) از محمد بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی الشہیر عزالدین الجزری - سنہ ۶۳۰ھ

۳۲ - الکامل لابن اثیر الجزری سنہ ۶۳۰ھ

۳۳ - ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ابوجعفر احمد المحب الطبری سنہ ۶۹۴ھ

۳۴ - منہاج السنۃ لابن تیمیہ احمد بن عبد الحلیم الحرانی الدمشقی الحنبلی سنہ ۷۲۸ھ ۷۴۸

۳۵ - کتاب التمہید والبیان از محمد بن یحیٰی بن ابی بکر الاندلسی سنہ ۷۴۱ھ

۳۶ - تذکرۃ الحفاظ للذہبی (ابوعبد اللہ بن عثمان شمس الدین الذہبی) سنہ ۷۴۸ھ

۳۷ - البدایہ لابن کثیر عماد الدین ابوالفدا الدمشقی - سنہ ۷۷۴ھ ۷۷۵

۳۸ - تاریخ ابن خلدون (عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون الحضرمی) سن تالیف سنہ ۷۷۹ھ

۳۹ - مجمع الزوائد ہیثمی نور الدین الہیثمی (۱۰ جلد) سنہ ۸۰۷ھ

۴۰ - الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر (معہ الاستیعاب) سنہ ۸۵۲ھ

۴۱ - تہذیب التہذیب ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی المعروف ابن حجر سنہ ۸۵۲ھ

۴۲ - تاریخ الخلفاء جلال الدین السیوطی، طبع مجتبائی دہلی - سنہ ۹۱۱ھ

۴۳ - الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی (شہاب الدین احمد حجر الہیتمی المکی) سنہ ۹۷۳ھ ۹۷۵

۴۴ - کنز العمال از علی متقی الہندی (۸ جلد) طبع اوّل دکن - سنہ ۹۷۵ھ

۴۵ - شرح مواہب اللدنیہ لمحمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی - سن تالیف سنہ ۱۱۱۷ھ

۴۶ - لوائح الانوار البہیہ شیخ محمد بن احمد السفارینی الحنبلی المعروف بعقیدۃ السفارینی - سنہ ۱۱۷۳ھ

۴۷ - ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سنہ ۱۱۷۶ھ

رحماء بینہم

تالیف:۔ حضرت مولانا محمد نافع صاحب

مکتبہ بکس، لاہور

أُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ ۝ (قرآن مجید۔ سورۃ حجرات)
ایں جماعت ایشانند راہ یافتگاں۔ (شاہ ولی اللہؒ)
یہ لوگ وہ ہیں بھلائی پانے والے (شاہ رفیع الدینؒ)

مسئلہ اقربا نوازی

(ملحق بکتاب رحماء بینہم حصہ عثمانی)

کتاب ہذا میں خلیفہ راشد حضرت سیدنا عثمانؓ ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے اقربا نوازی کے الزام کو صاف کرنے کی مخلصانہ کوشش کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کا دامنِ خلافت اس میں داغدار نہیں اور حضرت عثمانؓ حدِ جواز سے متجاوز نہیں۔ نیز عثمانی خلافت کی ایک گونہ مختصر تاریخ اس میں آگئی ہے اور حضرت عثمانؓ کے عہدہ دار منصب یافتہ رشتہ داروں کی خدمات اور کردار کو صحیح طریقہ سے پیش کیا گیا ہے۔

تالیف

محمد نافع عفا اللہ عنہ

مکتبہ بخش ۵ بخشی سٹریٹ بیرون موری دروازہ لاہور

نام کتاب : مسئلہ اقربا نوازی

مصنّف : مولانا محمد نافع

ناشر : مکہ بکس

مطبع : منظور پرنٹنگ پریس لاہور

کاتب : محمد صدیق، پاہ میراں لاہور

تعداد اشاعت : ہزار

تاریخ اشاعت (بار اوّل) اپریل ١٩٨١ء

قیمت۔ بکس بورڈ: تیس ٣٠/ روپے

" مجلد اعلیٰ ایڈیشن: چالیس ٤٠/ روپے

(٢) مکہ بکس۔ ٥ بخشی سٹریٹ (بیرون موری گیٹ)

سرکلر روڈ۔ لاہور

فہرست مضامین

بحث ثانی

بحث ثالث (طریق اوّل) ۳۱۴

بحث رابع ۳۳۵

اقرباء کے لیے مالی عطیات کی بحث 〃

بحث خامس ۳۶۳

کتاب "حدیثِ ثقلین"

— یہ کتاب "رحماء بینھم" کے مؤلف کی تالیف ہے۔ اس میں مشہور روایت "ترکت فیکم الثقلین ..." کی علمی و تحقیقی تشریح کی گئی ہے کہ لوگوں کا اس روایت کے ساتھ "خلافت بلافصل" میں استدلال کرنا صحیح نہیں بلکہ کتاب اللہ کے ساتھ "سنتِ نبوی" کو اصل مرکزیت حاصل ہے۔

— کتاب کے پہلے حصہ میں روایت ہذا کے متعلقہ اسانید (کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی) کے الفاظ پر اوّلاً بحث کی گئی ہے۔ دوسرے حصہ میں (کتاب اللہ و سنتی) کے الفاظ کو بہت سی باسند کتب سے جمع کر دیا گیا ہے۔

— مؤلف نے اہلِ تحقیق کے لیے روایت ہذا کے الفاظ و اسانید فراہم کرنے میں مقدور بھر قابلِ قدر سعی کی ہے جو ملاحظہ کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔

مکتبہ بکس ۵۔ بخش سٹریٹ، بیرون موری دروازہ، لاہور

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

——— جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ کا معروف دینی ادارہ ہے اور بفضل خدا بین الملی شہرت کا حامل ہے۔ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم رکھنے میں کوشاں رہنا اس کی منفرد خصوصیت ہے۔ ملک میں شیعہ و سُنّی حضرات کے درمیان کھچاؤ رہتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ دونوں فرقوں کے عوام نے خلفائے راشدین کی زندگیوں کا قریب سے مطالعہ نہیں کیا ورنہ وہ قرآن مجید کی اس صداقت سے کھلی چشم پوشی نہ کرتے کہ اللہ نے ان سب کو "رحماء بینھم" فرمایا ہے یعنی آپس میں محبت اور مودّت کے رشتوں میں منسلک ہیں۔"

——— ضرورت تھی کہ اللہ کا کوئی نیک بندہ جو علم و فضل کی دولت سے مالامال ہو، اس موضوع پر قلم اٹھاتے۔ الحمدللہ کہ مولانا محمد نافع صاحب کو جو دار التصنیف جامعہ محمدی شریف کے سرکردہ رکن ہیں، خدا نے یہ توفیق دی اور انہوں نے فریقین کی مشہور کتابوں کے حوالہ سے منصفانہ اور مصالحانہ انداز میں "رحماء بینھم" کے نام سے جامع تحقیقی کتاب لکھی۔ کتاب تین حصّوں پر مشتمل ہے۔ صدیقی حصّہ، فاروقی حصّہ اور عثمانی حصّہ۔ ہر سہ حصص زیورِ انطباع سے آراستہ ہو کر بفضلہ تعالیٰ پورے ملک میں مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کے تعلقات خلفائے ثلاثہ سے نہایت دوستانہ اور برادرانہ تھے۔ تیسرے حصے میں حضرت عثمانؓ پر مخالفین کی طرف سے کیے گئے "اقربا نوازی" کے اعتراضات کا مسئلہ محتاجِ وضاحت تھا مگر اس اندیشہ سے کہ عثمانی حصہ کا حجم بڑھ جائے گا، یہ طے پایا کہ مسئلہ اقربا نوازی" کے نام سے جداگانہ کتاب چھاپ دی جائے گی۔ چنانچہ مذکورہ کتاب اب پیش کی جا رہی ہے۔ اُمید ہے احباب کو اس سے استفادہ کرنے میں آسانی رہے گی اور مسائل الجھنے نہیں پائیں گے۔ اس کتاب کے پانچ باب ہیں۔ ہر باب کو بحث کا نام دیا گیا ہے۔ ہر بحث ایک جداگانہ موضوع سے متعلق ہے۔

— بحث اوّل :۔ اس میں عہدِ عثمانی کے حکّام اور مناصب پھر ان کا باہمی تناسب ذکر کیا گیا ہے۔ سترہ مقامات میں بیس عدد غیر اُموی حکّام تھے۔ اور صرف چار مقامات پر چند اموی حاکم تھے۔

— بحث ثانی :۔ میں عہدِ عثمانی کے ان حکّام کی صلاحیت و اہلیت کا تذکرہ ہے۔ جن پر معترضین نے عثمانی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اعتراض وارد کیا۔ مثلاً ولید بن عقبہ، سعیدؓ بن العاص، عبداللہ بنؓ عامر، امیر معاویہؓ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور مروان بن حکم۔ مؤلف نے ثابت کیا ہے کہ یہ لوگ پختہ مزاج حکّام، عالم و عامل اور انصاف پسند تھے اور اُمت کے ممتاز دانشور اور باصلاحیت منتظم تھے۔

— بحث ثالث :۔ میں اس چیز کا بیان ہے کہ صرف عہدِ عثمانی میں ہی اقرباء کو منصب نہیں دیئے گئے بلکہ عہدِ رسالت میں اور عہدِ فاروقی اور مرتضوی میں بھی اپنے اپنے اقرباء کو مناصب دیئے گئے۔ جن کو واقعات کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔

— بحث چہارم :۔ میں عطیہ جات کے ضمن میں یہ وضاحت معتبر اِسناد کے ساتھ دی گئی ہے کہ حضرت عثمانؓ اپنے اقرباء کو ذاتی وسائل سے عطیے دیتے تھے بیت المال سے نہیں دیتے تھے۔

— بحث پنجم :- میں اس اعتراض کی صفائی پیش کی گئی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد کے آخری مراحل میں شرعی احکام کی خلاف ورزی کی تھی اور حدود اللہ کو پامال کیا۔ اس سلسلے میں امام بخاریؒ، علامہ ابن عربی اور شیخ عبدالقادرؒ جیلانی وغیرہم کے صفائی کے بیانات پیش کیے گئے ہیں۔

نیز شہادت عثمانی کے اصل اسباب اور موجبات کو واضح کیا گیا ہے کہ اسلام اور اہلِ اسلام کے ساتھ اعداء اسلام کو دشمنی تھی جس کو انہوں نے قتلِ عثمانی کے ذریعہ پورا کیا۔ دَورِ عثمانی کے نقائص اور خامیاں موجبِ شہادت نہیں تھیں۔

— "مسئلہ اقرباء نوازی" کا طرزِ استدلال اور اندازِ بیان اتنا واضح ہے کہ مؤید اس کے مطالعہ سے مزید انشراح حاصل کرے گا اور معترض یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ میں نے ذوالنورین کے نورانی کردار کو دھندلکے میں ڈالنے کی جسارت کیوں کی۔ وباللہ التوفیق۔

ناشرین

بناتِ اربعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

یعنی سردارِ دوجہاں (صلے اللہ علیہ وسلم) کی چار صاحبزادیاں

تصنیف : حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ العالی

اس کتاب میں سردارِ دوعالم کی چار صاحبزادیوں کے حالاتِ زندگی اور ان کی فضیلتیں اور عظمتیں بڑی وضاحت اور تفصیل سے درج کی گئی ہیں۔ حالاتِ زندگی کے کھوج میں فریقین کی معتبر کتابوں سے بڑی خوبی سے استفادہ کیا گیا ہے۔ کتاب ہذا کے ایمان افروز مندرجات ملاحظہ کرنے سے اولادِ نبوی کے ساتھ صحیح اور سچی عقیدت اور محبت کو فروغ ملے گا اور اس دور میں بعض اطراف سے ان پاکیزہ اور مقدس طاہرات کے خلاف جو شبہات قوم میں پھیلائے جا رہے ہیں، ان کا مدلل اور مسکت جواب بھی کتاب میں فراہم ہے۔

بناتِ رسول پر یہ اپنی نوعیت کی بے مثال کتاب ہے جس کے بغیر کوئی بھی لائبریری مکمل نہیں کہلا سکتی۔

مسلمانوں کے سائنسی کارنامے

تالیف : پروفیسر طفیل ہاشمی شعبہ علومِ اسلامیہ علامہ اقبال یونیورسٹی۔ اسلام آباد

اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے سائنسی کارناموں کو اجاگر کیا جائے اور ان کی واقعی خدمات پر پڑے ہوئے دھول کے دبیز پردوں کو ہٹا کر تاریخ کا حقیقی چہرہ قارئین کے سامنے رکھا جائے۔ چنانچہ پروفیسر طفیل ہاشمی نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ معرکۃ الآراء کتاب تالیف کی جس میں طب، ہیئت، ریاضی، کیمیا، طبیعیات، نباتات، زراعت اور ٹیکنالوجی میں اندلس کے مسلمان سائنسدانوں کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور یورپ کی علمی بددیانتیوں کو بے نقاب کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں کی کون کونسی ایجادات کا سہرا انہوں نے اپنے سر باندھ لیا تھا۔ الغرض یہ کتاب سائنسدانوں، محققین، پروفیسروں۔ تاریخ سائنس کے ماہرین۔ ایم۔اے علوم اسلامیہ کے طلبہ، اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے دیگر قارئین کے لیے بے نظیر تحفہ ہے۔

مکتبہ کو فخر ہے کہ اتنی بلند پایہ علمی کتاب کی اشاعت اس کے حصہ میں آئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الاوّلین والاٰخرین امام الرسل وخاتم النبیّین وعلیٰ بناتہ الاربعۃ الطاھرات وازواجہ المطھرات وعلیٰ آلہ الطیبّین واصحابہ المزکّین المنتخبین الذین اجتھدوا فی دین اللّٰہ حق اجتھادہٖ ونصروہ فی ھجرتہٖ وھاجروا لنصرتہ وجاھدوا فی سبیل اللّٰہ حق جہادہٖ وعلیٰ جمیع عباد اللّٰہ الصالحین وسائر اتباعہ باحسان الیٰ یوم الدین۔

خطبہ مسنونہ کے بعد بندۂ ناچیز محمد نافع عفا اللّٰہ عنہ کی جانب سے ناظرین کی خدمت میں گزارش ہے کہ :

امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ خلفاء راشدین میں سے خلیفۂ راشد ہیں اور جمہورِ امّتِ مُسلمہ میں شیخین کریمینؓ کے بعد تیسرے مقام پر فائز ہیں۔ اور اسلام میں لاتعداد فضائل کے حامل ہیں۔ امانت، دیانت، صداقت، سخاوت، حیا، صلہ رحمی وغیرہ صفات میں کامل واکمل ہیں۔ ان کے یہ اوصافِ حمیدہ مسلّمات میں سے ہیں۔

تاہم بعض لوگ حضرت عثمانؓ کے خلاف ہیں اور یہ مخالفت عناد کی بنا پر ہی معلوم ہوتی ہے اور کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ حضرت موصوف پر کئی قسم کے مطاعن مرتب کیے گئے ہیں۔ مخالفینِ عثمانؓ ان کی جو فہرست مرتب کرتے ہیں ان میں سرِ فہرست جو طعن رکھا جاتا ہے وہ " اقربا نوازی کا مسئلہ " ہے۔ طعن قدیمی ہے

اس کے جوابات بھی بانی مطاعن کے ساتھ ہر دور میں علماء دیتے رہے ہیں۔

اس دور میں پھر اس طعن کو جدید زیب و زینت کے ساتھ سجا کر عوام کے سامنے پیش کیا گیا ہے حالانکہ یہ ایک مردہ و فرسودہ بحث تھی، اس کو پھر زندہ کرنے کی امت کو ضرورت نہ تھی اور نہ اس دور کا تقاضا تھا۔

خدا جانے کن مصالح اور کن مقاصد کے تحت اس خوابیدہ بحث کو با حوالہ مرتب کر کے بیدار کیا گیا۔ اس سے عوام و خواص پریشان و مغموم ہوتے اور مخالفین عثمانؓ مسرور و محظوظ ہوئے اور مزید افتراق و انتشار کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ جس دور میں امتِ مسلمہ کو جوڑنے کی ضرورت ہے اس دور میں قوم کے توڑنے کے سامان فراہم کرنا دین و ملت کی خیر خواہی نہیں ہے۔

"مقامِ صحابہ" کی حمایت کے لیے اور "خلیفہ راشد" سے سوءظنی رفع کرنے کی خاطر اس مسئلہ کو مناظرانہ انداز میں نہیں بلکہ واقعات و حقائق کی صورت میں تحریر کیا جاتا ہے۔ بس یہی مقصود ہے۔

ان معروضات کو ملاحظہ فرمانے کے بعد مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور طعن مذکور زائل ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

ناظرین کرام صرف دو باتوں کی تکلیف کریں۔ ایک تو مسئلہ ہذا کی پوری بحث پر نظر ڈالیں۔ دوسرا تعصب دور فرما کر تھوڑا سا انصاف ساتھ ملالیں۔ پھر یہ مسئلہ اچھی طرح حل ہو جائے گا۔

(وما توفیقی اِلّا باللہ)

ابتدائی معروضات

(۱) کتاب ہذا کے مندرجات پیش کرنے سے پہلے چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں:
"مسئلہ اقربا نوازی" سمجھانے کے لیے ہم یہاں ان شاء اللہ تعالیٰ پانچ بحثیں درج کریں گے۔ اور ان میں جہاں اس مسئلہ کو مثبت انداز میں سمجھایا جائے گا وہاں ساتھ ساتھ اس دور کے اکابر بنی ہاشم و بنی امیہ کو ایک دوسرے کے قریب دکھانے کی بھی کوشش کی جائے گی۔

(۲) عام متداول طرزِ تصنیف کے خلاف اس کتاب میں یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ عموماً ایک مضمون و مفہوم کو عام ناظرین کرام کے لیے حوالہ کتاب کی عبارت سے پہلے خلاصہ کے طور پر درج کر دیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اصل حوالہ کی عبارت عموماً درج کی گئی ہے تاکہ اہلِ علم حضرات عبارت ملاحظہ فرما کر مضمون کی تسلی حاصل کر سکیں۔ یہ طرز رواجاً بالکل متروک ہے اور جدید اہلِ قلم حضرات اس کو پسند بھی نہیں کریں گے۔ چنانچہ بطور معذرت یہ گزارش پیش کی گئی ہے کہ اس کو محسوس نہ فرمادیں۔

(۳) مسئلہ مندرجہ کی تائید کے لیے بعض اوقات حوالہ جات کی کثرت درج کر دی گئی ہے۔ اس سے مضمون مندرجہ کی تائید و توثیق مطلوب ہوتی ہے۔
دوسری بات یہ ہے کہ ہر شخص کے پاس ذخیرۂ کتب مشکل سے دستیاب ہوتا ہے۔ متعدد کتب درج کرنے کا یہ فائدہ ہو گا کہ جو کتاب جس شخص کے پاس موجود

ہوگی اس کی طرف رجوع کر کے مضمونِ مندرجہ کی تائید حاصل کر سکے گا۔

اس کے بعد چند تمہیدات پیش کی جاتی ہیں اور تمہیدات کے بعد اصل مواد کو پانچ بحثوں کی صورت میں پیش خدمت کیا جائے گا۔

(بعونہٖ تعالیٰ)

تمہیدات

(۱)

— پہلے یہاں قابلِ توجہ یہ بات ہے کہ کسی نصِ شرعی (آیت و صحیح حدیث) میں یہ کوئی ضابطہ ہے؟ کہ مسلمانوں کا حاکم اور والی اپنے دَورِ حکومت میں اپنے کسی رشتہ دار کو حکومت کے عہدہ پر فائز نہیں کر سکتا۔ اور اسے کسی اپنے قریبی عزیز کو عہدہ دینے کا کوئی اختیار نہیں۔

— تو یہ واضح چیز ہے کہ اس قسم کا کوئی قانون شرعی موجود نہیں جس کی سیدنا عثمانؓ بن عفان نے مخالفت کر دی ہو اور اس کی خلاف ورزی کے دانستہ طور پر مرتکب ہوئے ہوں۔

دَورِ عثمانی کے ناقدین حضرات بھی اس بات کو تسلیم تو کرتے ہیں کہ حضرت ذوالنورینؓ نے اس معاملہ میں کسی ضابطۂ شرعی کو نہیں توڑا، لیکن "اقربا نوازی" کا اعتراض فرمانے سے چوکتے بھی نہیں۔ جدید عنوانات کے ساتھ اس کو خوب تازہ رکھتے ہیں۔ اور بار بار اعادہ کیا کرتے ہیں تاکہ حضرت عثمانؓ کے حق میں تنفر قائم رہے اور بدظنی جاری رہے۔

(لکل امرئٍ ما نوی)

(۲)

دوسری بات یہ ہے کہ حکومت کے عہدہ داروں اور کارندوں (جن کو "عمّال" و "ولاۃ" کہا جاتا ہے) کے نصب و عزل کا مسئلہ ایک اجتہادی امر ہے جو خلیفۂ اسلام

کی رائے کی طرف تفویض کیا گیا ہے۔ اس معاملہ کے نشیب و فراز کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ امیر المومنین ان مواقع کی ضرورتوں کو بہتر سمجھتا ہے۔ اپنی بصیرت کے موافق جب حکام کا تقرر و تعیین کرتا ہے تو مصلحت کے تحت کرتا ہے۔ یہ چیز اکابر علماء نے اپنے کلام میں درج فرما دی ہے۔

(۱) القاضی ابوبکر بن العربی الاندلسی "العواصم من القواصم" میں ایک مقام میں لکھتے ہیں کہ

—— "الولایۃ اجتہاد" یعنی کسی کو والی و حاکم بنانا ایک اجتہادی کام ہے۔

(العواصم ص۸۷)

دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں کہ

—— اَلوَلَایَاتُ وَالعَزَلَاتُ لَهَا مَعَانٍ وَحَقَائِقُ لَایَعلَمُهَا کَثِیرٌ مِنَ النَّاسِ۔ الخ

یعنی حکام کے نصب و عزل میں کئی مقاصد و حقائق ہوتے ہیں جن کو بہت لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ (مطلب یہ ہے کہ ان تقاضوں کو ذمہ دار حضرات ہی صحیح سمجھ سکتے ہیں۔

(العواصم من القواصم، ص ۲۴۳ تحت نکتہ طبع لاہور)

(۲) —— اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں فرماتے ہیں :-

"۔۔۔۔ میگویم کہ نصب و عزل مفوض ست برائے خلیفہ۔ اگر اجتہاد خلیفہ مودی شود بآنکہ از فلاں شخص کار اُمت سرانجام می یابد لازم میشود بر وئے نصب او"

یعنی ہم کہتے ہیں کہ نصب و عزل کا کام خلیفۃ المسلمین کی رائے کے سپرد ہے

اور اس کو تفویض کیا گیا ہے۔ اگر خلیفہ کی رائے یہ ہو جائے کہ اُمت کا کام فلاں شخص سے سرانجام پا سکتا ہے تو لازم ہوتا ہے کہ اس کو اس عہدہ پر فائز کرے۔"

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۲۷۲ بحث مطاعن ختنین۔ طبع مجتبائی دہلی)

۔۔۔۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عمال و حکام کے عزل و نصب کے مسئلہ کو اپنی صوابدید کے موافق بہتر طریق سے سرانجام دیا۔ اور اس میں قوم و ملت کی خیر خواہی مدنظر رکھی۔ اپنی مجتہدانہ مساعی میں کوئی تقصیر نہیں واقع ہونے دی۔ اس کے باوجود اگر عہد ہذا کے حکام (جو نہ فرشتے تھے نہ معصوم عن الخطا تھے) سے اپنے فرائض میں کچھ کوتاہی واقع ہوئی یا ان سے غلطیاں سرزد ہوئیں اور کسی فعل قبیح کے مرتکب ہوئے تو ان تمام چیزوں کو حضرت عثمانؓ کے کردار و کار کردگی میں ڈال دینا قرینِ انصاف نہیں۔ جو کچھ امور ان سے سرزد ہوتے وہ سیدنا عثمانؓ کے ایما یا فرمان سے نہیں ہوئے۔ اسی مفہوم کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی تصنیف قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین کی عبارت ذیل میں بطور جواب پیش کیا ہے:۔

"۔۔۔ میگوئیم ہر چہ از ایشاں بوقوع آمد نہ بامر ذی النورینؓ بود و نہ بوفق صلاح دید وے و در خلافت علم غیب خود شرط نیست۔ آنچہ شرط خلافت ست اجتہاد ست و ذی النورین در اجتہاد تقصیر نہ کرد"

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۲۷۲ بحث مطاعن ختنین۔ طبع مجتبائی دہلی)

یعنی ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ ان کے کارکنوں اور کارندوں سے صادر ہوا وہ حضرت ذوالنورینؓ کے فرمان سے نہیں تھا اور نہ ان کی صوابدید کے موافق

ہُوا۔ خلافت کے معاملہ میں علمِ غیب شرط نہیں ہے۔ خلافت کے مسائل کے لیے جو چیز شرط ہے وہ اجتہاد ہے اور اجتہادی امور میں حضرت عثمانؓ نے کوتاہی نہیں کی۔"

(۳) —— اشکالِ مذکور رفع کرنے کے لیے حضرت شاہ صاحب موصوفؒ نے اپنی کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" کے مآثرِ امیر المومنین عثمانؓ میں مزید کلام فرمایا ہے جس کے ملاحظہ کرنے سے معترضین کا مذکورہ بالا شبہ بالکل زائل ہو جاتا ہے۔ منصف احباب کی خاطر ہم کتاب کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں اس کے بعد عوام کے لیے اس کا مفہوم اُردو میں ذکر کر دیں گے۔

—— ازاں جملہ آنکہ اصحاب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) را از حکومت بلاد معزول ساخت و حداث بنی امیہ را کہ در اسلام سابقت نداشتند حاکم گردانید مثل عزل ابی موسٰی بعبد اللہ بن ابی عامر از بصرہ و عزل عمرو بن العاص از مصر بہ ابن ابی سرح۔

وجوابِ ایں اشکال آنست کہ عزل و نصب را خدائے عزّوجل بر رائے خلیفہ باز گذاشتہ است می باید کہ خلیفہ تحرّی کند در صلاح مسلمین و نصرتِ اسلام و برحسب ہماں تحرّی بعمل آرد اگر اصابت کرد فلہٗ اجرہٗ مرّتین و اگر در تحرّی خطا واقع شد فلہٗ اجرہٗ مرّۃً۔ ایں معنی ازاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحدِ تواتر رسید۔ و در بعض احیان مولٰی را معزول ساختند و دیگرے را بجائے او نصب فرمودند برائے مصلحتے چنانکہ در غزوۂ فتح رأیت انصار از سعد بن عبادہ گرفتند بہ سبب کلمہ کہ از زبانِ او جستہ بود و بہ پسر او قیس بن سعد دادند۔

و گاہے مفضول را منصوب می ساختند بنا بر مصلحتے چنانکہ اُسامہ را

امیرِ شکر فرمود وکبار مہاجرین را تابع وے گردانیدند در آخرِ حال۔

وہمچنیں شیخین نیز در ایّامِ خلافتِ خود بعمل آوردند۔ وبعد حضرت عثمانؓ حضرت مرتضیٰؓ ودیگر خلفاء ہمیشہ ہمیں دستور کردہ آمدند۔ پس بر حضرت ذی النورینؓ ازیں وجہ بازخواست نیست۔ اگر بحکم تحرّی خود شخصی از حدّاث را والی کردہ باشد وشخصی از قدماء اصحاب را معزول ساخت خصوصاً در قصص کہ نقل کردہ اند چوں تامل نمودہ می آید اصابت رائے ذی النورینؓ اوضح من الشمس فی رابعۃ النہار بظہور می رسد۔

زیرا آنکہ ہر عزلے وہر نصبے یا متضمن اخماد فتنۂ اختلاف جند ورعیت بودہ است یا مثمر فتح اقلیمے از اقالیم دار الکفر لیکن ہوائے نفسانی ابصار مبتدعین را اعمیٰ ساختہ ؎

وَعَیْنُ الرِّضَا مِنْ کُلِّ عَیْبٍ کَلِیْلَۃٌ
وَلٰکِنَّ عَیْنَ السُّخْطِ تُبْدِیْ الْمَسَاوِیَا

(کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ مقصد دوم
ص ۲۴۷ تحت مآثر امیر المؤمنین عثمان بن عفانؓ
طبع قدیم بریلی)

یعنی حضرت عثمانؓ کے متعلق جو اشکالات وارد کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ اشکال ہے کہ نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کو بڑے شہروں کی حکومت سے معزول کر کے بنی امیہ کے نوخیز نوجوانوں کو (جو اسلام کے سابقین میں نہ تھے) والی وحاکم بنا دیا۔ مثلاً بصرہ سے ابو موسیٰ اشعریؓ کو معزول کر کے عبد اللہ بن عامر کو، اور مصر سے عمرو بن العاص کو معزول کر کے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو حاکم

بنایا۔

____ اس کا جواب یہ ہے کہ عزل ونصب کے معاملہ کو خدا تعالیٰ نے خلیفۂ اسلام کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔ امیر المومنین کو مسلمانوں کی خیر خواہی اور اسلام کی امداد کرنے میں تحرّی اور سعی کرنی چاہیے اور اپنی تحرّی کے موافق عمل درآمد کرے۔ اگر خلیفہ کی رائے درست ہوئی تو اس کے لیئے دگنا اجر ہے۔ اگر اس میں خطا سرزد ہوگئی تو اُسے ایک اجر ملے گا۔

یہ مسئلہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے تواتر معنوی کی حد تک پہنچا ہے۔

____ مقامی مصلحت کے پیش نظر بعض اوقات ایک حاکم کو معزول کر دیتے تھے اس کی جگہ دوسرے کو نصب فرما دیتے تھے جیسا کہ غزوۂ فتح میں سعد بن عبادہ سے انصار کا علم لے لیا گیا (ان کی زبان سے ایک کلمہ نکل گیا تھا) اور ان کے فرزند قیس بن سعد کو دے دیا گیا۔

اور وقتی تقاضے کی بنا پر کبھی کم مرتبہ کے آدمی کو امیر بنا دیتے تھے جس طرح اُسامہؓ بن زید کو امیر لشکر بنا دیا اور کبار مہاجرین کو اُسامہ کے تابع وماتحت کر دیا۔

شیخینؓ حضرات نے اپنے ایّام خلافت میں اسی طرح عمل درآمد کیا۔ حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت مرتضیٰؓ نے اور دیگر خلفاء نے یہی دستور جاری رکھا پس حضرت ذوالنورینؓ پر اس وجہ سے بازپرس نہیں۔

اپنی جستجو کی بنا پر نو عمر لوگوں میں سے اگر ایک شخص کو انہوں نے حاکم بنا دیا اور قدیم اصحاب سے بعض کو معزول کر دیا خصوصاً ان مواقع میں

جنہیں نقل کیا گیا ہے اگر بغور دیکھا جائے تو حضرت عثمانؓ کی رائے کی اصابت و درستگی اظہر من الشمس ہے کیونکہ ان کا عزل و نصب یا تو کسی لشکر و رعیت کے فتنۂ اختلاف کو فرو کرنے کے ضمن میں تھا یا پھر کفار کے ممالک کو اسلام کی فتح مندی کا ثمرہ دینے کے لیے تھا۔ لیکن اہلِ بدعت کی آنکھیں (اس معاملہ میں) ہوائے نفس کی وجہ سے نابینا ہو رہی ہیں ؎

"یعنی رضامندی کی آنکھ عیب بیان کرنے سے تھکی ماندی ہے لیکن ناراضگی کی آنکھ بُرائیوں کو ظاہر کرتی ہے۔"

اسی کے مناسب کسی نے فارسی میں خوب کہا ہے کہ

"ہنر بچشمِ عداوت بزرگ تر عیب است"

(۴) ــــ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی اشکالِ ہٰذا کے جواب میں "تحفہ اثنا عشریہ" میں یہی فرمایا ہے کہ

ــــ جواب ازیں طعن آنکہ امام را می باید کہ ہر کرا لائق کارے داند۔ آں کار را باو سپارد و علم غیب اصلاً نزد اہل سنت بلکہ جمیع طوائف مسلمین غیر از شیعہ شرطِ امامت نیست۔ و عثمانؓ با ہر کہ حسنِ ظن داشت و کار آمدنی دانست و امین و عادل شناخت و مطیع و منقاد خود گمان برد ریاست و امارت باو داد۔

(تحفہ اثنا عشریہ فارسی، ص ۳۰۵ مطاعن عثمانی تحت جواب طعن اوّل۔ طبع جدید، لاہور)

"یعنی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام و خلیفہ کے لیے چاہیے کہ جس شخص کو اس کام کا اہل سمجھے وہ کام اس کے سپرد کردے۔ شیعہ کے علاوہ

تمام اہلِ اسلام کے نزدیک خلافت وامامت کے لیے علمِ غیب شرط نہیں حضرت عثمانؓ نے جس شخص کے حق میں اچھا گمان کیا، کام کرنے والا معلوم کیا، امانت دار، منصف جانا، مطیع اور تابعدار خیال کیا اس کو عہدۂ امارت وحکومت دے دیا۔"

——— حاصل یہ ہے کہ

اُمّت کے اکابر علماء نے یہ تصریح کر دی ہے کہ

— عزل ونصب کا مسئلہ اجتہادی ہے۔ خلیفۃ المسلمین کی طرف مفوّض ہے۔ بتقاضائے وقت اپنی تحری وجستجو کے مطابق خلیفہ اسے سرانجام دے سکتا ہے۔

— عمّال کا انتخاب اگر درست ہُوا تو خلیفہ کو دُگنا ثواب ہے۔ اگر کچھ خطا ہو گئی تو ایک گنا ثواب ہے اور خطا معاف ہے۔

— اگر بالفرض خلیفہ کی صوابدید کے موافق عمّال (یعنی کارندوں) نے کام سرانجام نہیں دیا تو اس میں خلیفہ ماخوذ نہیں۔

(۳)

حکومت کے عاملین (وعمّال) کا عزل ونصب حضرت عمرؓ بھی اپنے دورِ خلافت میں اپنی صوابدید کے موافق کیا کرتے تھے اور بوقتِ ضرورت حکام میں تبدیلی فرمایا کرتے تھے۔

یہ چیز خلیفہ کے لیے ناگزیر ہوتی ہے اور اس سے چارۂ کار نہیں ہوتا حضرت فاروقِ اعظمؓ کے چند مشہور صحابہ کرامؓ کو معزول کرنے اور ان کی جگہ دوسرے حضرات کو نصب کرنے پر دو چار مثالیں ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)

— بصرہ سے حضرت عمرؓ نے مشہور صحابی مغیرہ بن شعبہؓ کو معزول کر دیا۔ ان کی

جگہ ابو موسیٰ اشعریؓ کو متعین کیا۔

"الاصابہ" میں درج ہے کہ"۔۔۔۔واستعملہ (ابا موسیٰ) عمرؓ

علی امرۃ البصرۃ بعد ان عزل المغیرۃ۔ الخ"

(۱) الاصابہ معہ الاستیعاب ص ۳۵۲، ج ۲
تحت عبداللہ بن قیس (ابی موسیٰ)

(۲) الاستیعاب معہ الاصابہ، ص ۳۶۳، ج ۲
تحت ابی موسیٰ (عبداللہ بن قیس)

(۳) تاریخ طبری، ص ۲۰۷، جلد رابع تحت
سنہ ۱۷ھ، طبع مصری قدیم۔

(۲)

سیدنا فاروق اعظمؓ نے اسلام کے مشہور سپہ سالار خالدؓ بن الولید کو ایک دفعہ ایک عطیہ دینے کی وجہ سے معزولی کا حکم دیا اور ابو عبیدہؓ کی طرف فرمان تحریر کیا کہ"اس منصب سے خالد کو الگ کر دیں اور اس کا کام خود سنبھال لیں"

"۔۔۔۔ اعزلہ علیٰ کل حال واضمم الیک عملہ الخ"

(۱) تاریخ ابن جریر الطبری، ص ۲۰۵، جلد ۴
تحت سنہ ۱۷ھ۔ طبع مصری قدیم

(۲) کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ، ص ۱۴۸
طبع ثانی، مصری فصل فی الکنائس والبیع
والصلبان۔

(۳)

۔۔۔اسلام کے مشہور مجاہد، ملت کے عظیم کارکن سعد بن ابی وقاصؓ کو حضرت عمرؓ نے

اہلِ کوفہ کی شکایت کی بنا پر معزول کر دیا۔ ان کے قائم مقام عمار بن یاسرؓ کو صلوٰۃ پر مقرر فرما دیا۔

وفیہا (سنہ ۲۱ھ) شکا اھل الکوفۃ سعد بن مالک (ابی وقاص)
الیٰ عمر فعزلہ وولّٰی عمار بن یاسر بالصلوٰۃ۔"

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط (المتوفی سنہ ۲۴۰ھ)
جلد اوّل، ص ۱۲۲۔ طبع اوّل عراق۔

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی، ص ۷۹، جلد اول
تحت تذکرہ سعد بن مالک۔

(۴)

مذکورہ واقعہ سنہ ۲۱ھ میں پیش آیا۔ پھر سنہ ۲۲ھ میں حضرت عمرؓ نے عمار بن یاسر کو کوفہ سے معزول کر دیا۔

"وفیہا (سنہ ۲۲ھ) عزل عمرؓ عماراً عن الکوفۃ۔"

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ص ۱۲۵، جلد اوّل مطبوعہ عراق)

—— فاروقی دور کے یہ چند ایک واقعات بطور مثال عرض کیے گئے ہیں یہاں سے اندازہ ہو گیا کہ یہ سب کچھ وقتی تقاضوں اور مقامی مصلحتوں کے پیش نظر ہوا کرتا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ پر ان تبدیلیوں کے باعث کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا، تو صاف یہ ہے کہ سیدنا عثمانؓ پر بھی عزل و نصب کے مسئلہ میں طعن نہ کیا جائے۔

—— البتہ یہ چیز باقی ہے کہ فاروق اعظمؓ نے تبدیلیاں کیں تو ان کی جگہ پر اپنے قبیلہ کے آدمیوں کو نہیں نصب کیا لیکن حضرت عثمانؓ بن عفان نے اپنی برادری کے لوگوں کو متعین کر دیا تو اس شبہ کے ازالہ کے لیے قلیل سا انتظار فرما دیں۔

چند اہم بحثیں

عزل و نصب کا مسئلہ ناظرین کے سامنے وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے مسئلہ کی نوعیت معلوم کرنے کے لیے اس قدر کافی ہے۔

تاہم اس مقام پر مزید بحثیں ہم پیش کرتے ہیں۔ ناظرین کرام تعصب اور گروہ بندی سے الگ ہو کر اگر انصاف کے ساتھ ان پر نظر غائر فرمائیں گے تو انشاء اللہ اطمینان بخش ثابت ہونگی۔ اور سیدنا عثمانؓ کی پوزیشن بے داغ معلوم کرنے کے لیے بے حد مفید رہیں گی۔ معترض دوست کہتے ہیں کہ:

"عثمان بن عفان نے اپنی حکومت کے عہدوں کو اپنے قبیلہ کے لوگوں میں تقسیم کر ڈالا"

"قسم الولایات بین اقاربہ الخ

(منہاج الکرامہ، ص ۶۶ لابن المطہر الحلی الشیعی
طبع لاہور تحت مطاعن عثمانی) مطبوعہ در آخر
منہاج السنہ لابن تیمیہ الحرانی۔

مختصر یہ کہ عثمان نے اپنوں کو غلط مناصب دے دیئے، بے جا تقرریاں کیں اور ناجائز عہدے تقسیم کیے جس کی وجہ سے قبائلی عصبیتوں اور گروہ بندی کی فضا پیدا ہو گئی۔ آخر یہی چیز فتنہ و فساد کا موجب بنی اور قتل عثمانؓ پر منتج ہوئی۔

اس چیز کے متعلق قارئین کرام کے لیے پانچ بحثیں پیش خدمت ہیں۔

اوّلاً:-

یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جن مناصب پر طعن کی بنیاد ہے وہ کتنی تعداد میں اقارب عثمانی کو دیئے گئے؟ اور کتنے مناصب غیر اقرباء کے لیے تجویز کیے گئے نیز اس طرح

عثمانی رشتہ داروں میں کتنی تعداد میں عمّال و حکام مجوزتھے ؟ اور کتنے لوگ غیر رشتہ داروں میں سے مختلف مقامات پر حاکم بنائے گئے تھے ؟

ثانیاً :

یہ چیز قابل وضاحت ہوگی کہ جن اقرباء کو یہ عہدے اور مناصب دیئے گئے وہ کس قسم کے لوگ تھے ؟ کس کردار کے مالک تھے ؟ کیا ان کی وجہ سے ملّت اور دین کو نقصان پہنچا ؟ اسلام کی بربادی ہوئی ؟ یا اس کے برعکس وہ اچھے آدمی تھے۔ عمدہ کردار رکھتے تھے ، کئی فضیلتوں کے حامل تھے۔ ان کی وجہ سے ملّتِ اسلامیہ کو بہت فائدہ ہوا۔ مذہب کی ترقی ہوئی ، اسلام کا بول بالا ہوا ، دین کی آواز اقصائے عالم تک پہنچی۔

ثالثاً :۔

یہ بات لائق توجہ ہوگی کہ اپنے قبیلہ اور خاندان کو مناصب دہی کی رعایت کیا صرف دَورِ عثمانی میں ہوئی ہے ؟ یا اس دَور سے قبل یا بعد کسی دوسرے دَور میں بھی یہ حمایت پائی گئی ؟ اس مسئلہ میں باقی اَدوار کے ساتھ عثمانی دَور کا تقابل و توازن قائم کرنا مناسب ہے تاکہ عثمانی عہد کے موردِ طعن ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کیا جاسکے۔

رابعاً :

یہ چیز قابلِ بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ اگر مالی عطیاتِ کثیرہ اپنے اقرباء کو عطا فرماتے تھے تو کیا حضرت موصوف کا یہ مال دینا شرعاً صحیح تھا اور اس کی نوعیت کیا تھی ؟

اس مسئلہ کے لیے عقلاً و نقلاً بحث کی جائے گی جو ازالۂ شبہات کے لیے قابلِ اطمینان ہوگی۔

خامساً :-

یہ آخری بحث ہوگی کہ حضرت عثمانؓ کے دَورِ خلافت میں اقرباء نوازی (منصب کے اعتبار سے ہو یا عطاتے اموال کے اعتبار سے) قبائل میں تعصب و نفرت کا موجب بن کر آخری ایام میں فسادات کا باعث ہوئی ؟ یا ان فسادات کے لیے دواعی و اسباب دوسرے امور تھے ؟ آخر بحث میں اس چیز کا (انشاء اللہ تعالیٰ) پوری طرح تجزیہ کیا جائے گا جو اصل واقعات کے مطابق ہوگا۔

مندرجہ ہر پانچ ابحاث کی اب کچھ قدر تفصیل درج کی جاتی ہے۔ اطمینانِ قلبی کے ساتھ مطالعہ فرمادیں، فائدہ بخش ثابت ہوگی۔

ان پانچ بحثوں پر کتاب ہٰذا تمام ہوگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

بحث اوّل

عہدِ عثمانی رضؓ کے مناصب اور حکّام پھر ان کا باہمی تناسُب

——حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں اسلامی مملکت ایک وسیع ترین رقبہ پر مشتمل تھی۔ مصر کا تمام ملک، شام کا علاقہ افریقہ کا ایک بہت بڑا حصّہ۔ انتہائے مغرب میں مراکش و اندلس تک۔ ادھر حجاز کے تمام حلقے مکہ و مدینہ اور یمن وغیرہ سمیت۔ دوسری طرف فارس کے تمام علاقے خراسان وغیرہ تک۔ مشرق میں مکران کی حدود تک۔ یہ طویل و عریض اسلامی سلطنت حضرت عثمان رضؓ کے زیرِ انتظام تھی۔

ظاہر چیز ہے کہ اتنے وسیع ملک میں انتظامات قائم رکھنے کے لیے چند عہدے اور چند عمّال و حکام کافی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ صرف بڑے بڑے عہدوں کے لیے بھی ایک خاصی جماعت کی ضرورت تھی۔

تو اس صورتِ حال کے پیشِ نظر مسئلہ ہٰذا کی تمام متعلقہ تفصیلات کو صحیح طور پر معلوم کر لینا سخت مشکل ہے اور راویانِ تاریخ بھی حسبِ منشا ساتھ نہیں دیتے۔

تاہم مالا یدرک کلّہ لا یترک کلّہ کے قاعدہ کے موافق مناصب اور حکّام کے مسئلہ کو ہم کسی قدر بیان کرتے ہیں جو سہولت سے دستیاب ہیں۔ اس سے عہدہ داری میں باہمی تناسب کا مسئلہ بخوبی معلوم ہو سکے گا۔

چند عہدے اور مناصب

(۱)

قضاء (ججی)

عثمانی خلافت میں قضاء (ججی) کے منصب پر متعدد اکابر مختلف اوقات میں متعین رہے ہیں ان میں مندرجہ ذیل حضرات بھی ہیں۔

(۱) ـــــ حضرت سیدنا عثمانؓ کی جانب سے مدینہ منورہ میں قضاء کے عہدہ پر زید بن ثابت انصاریؓ (صحابی) تھے۔

"... وکان علی قضاء عثمان یومئذٍ زید بن ثابتؓ"

(۱) ـ تاریخ ابن جریر للطبری، ص ۱۴۹، ج ۵ تحت عمال عثمانؓ، سنہ ۳۵ھ

(۲) ـ الکامل لابن اثیر الجزری، جلد ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۳) ـ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۲۷ تحت ذکر بیعتہ علیؓ بالخلافۃ۔

(۲) ـــــ خلافت عثمانیؓ میں مغیرہ بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب الہاشمی قاضی تھے۔

"... وکان المغیرۃ بن نوفل قاضیاً فی خلافۃ عثمانؓ"

(۱) — الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۳، ص ۳۶۶
معہ اصابہ۔ تحت مغیرہ مذکور۔
(۲) — اسدالغابہ لابن اثیر، ج ۴، ص ۴۰۸
تحت المغیرہ مذکور۔
(۳) — الاصابہ لابن حجر، ص ۴۴۳، ج ۳۔
معہ استیعاب تحت المغیرہ بن نوفل

——(۲)——

بیت المال (یا خزانہ)

—— مؤرخین نے عہدِ عثمانی میں اسلامی بیت المال پر متعدد لوگوں کا مقرر کیا جانا تحریر کیا ہے۔ ان میں سے بعض حضرات کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

—— بیت المال کے منصب پر عبداللہ بن ارقم (صحابی) فائز تھے۔ پھر انہوں نے استعفا پیش کیا تو حضرت عثمانؓ نے اسے منظور کر لیا۔

"...... وکان علی بیت المال عبد اللہ بن ارقم ثم استعفی فعفاہ"

(۱) تاریخ خلیفہ بن الخیاط، ج ۱، ص ۱۵۷
جزء اوّل تحت عمال عثمانؓ
(۲) اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۱۵ تحت
عبداللہ بن ارقم۔

عہدِ عثمانی میں بیت المال پر عبداللہ بنؓ الارقم کے نگران (ناظر) رہنے کو

حافظ ابن حجرؒ نے بھی الاصابہ جلد ثانی میں درج کیا ہے۔

(الاصابہ، ج ۲، ص ۲۶۵ تحت عبداللہ بن ارقم)

——بعض اوقات اس منصب پر زید بن ثابت انصاریؓ کا متعین ہونا بھی اسماء رجال کی کتابوں میں منقول ہے۔

"... وکان (زید) علیٰ بیت المال لعثمانؓ۔"

(اسد الغابہ لابن اثیر الجزری، ج ۲، ص ۲۲۳
تحت زید بن ثابت انصاری طبع طہران)

——ابن جریر و ابن اثیر و ابن کثیر وغیرہ مورخین نے ذکر کیا ہے کہ عثمانی خلافت میں بیت المال کے عہدہ پر عقبہ بن عمرو فائز تھے۔

"... وعلیٰ بیت المال عقبۃ بن عمرو"

(۱)—— تاریخ طبری ج ۵، ص ۱۴۹۔ تحت
عمال عثمانؓ۔

(۲)—— الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵۔
تحت عمال عثمانؓ۔

(۳)—— البدایہ، ج ۷، ص ۲۲۷ تحت ذکر
بیعت علی بالخلافۃ۔

——(۳)——

خراج وعُشر وغیرہ کی وصولی کا صیغہ

——دورِ عثمانی میں بعض لوگوں کو خراج وعشر وغیرہ (اسلامی ٹیکس) کی وصولی پر متقرر کیا جاتا تھا۔ آج کل کی اصطلاح میں ٹیکس کی وصولی کے لیے تحصیلدار

کا تجویز کیا جانا سمجھ لیا جائے۔

چنانچہ عراق وغیرہ کے علاقے کے لیے جابر بن فلان المزنی اور سماک الانصاری متعین تھے۔

"... وعلی خراج السواد جابر بن فلان المزنی .....
وسماک الانصاری، الخ"

(۱) — تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸ تحت عمال عثمان ۔ ۳۵ھ

(۲) — الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمال عثمانی ۔

(۳) — البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۲۷ تحت ذکر بیعۃ علی بالخلافۃ۔

(۴) کتاب التمہید والبیان، ص ۱۴۹ ۔ تحت الباب الثامن ۔ طبع بیروت، لبنان

———(۴)———

فوجی افسر

اسلامی فوج کا الگ شعبہ تھا اس میں حسب مراتب لوگ متعین کیے جاتے تھے ۔ مختلف علاقہ جات کے لیے متعدد جرنیل اور نگران مقرر تھے۔ کوفہ کے علاقہ کے لیے القعقاع بن عمرو نامی فوجی آفیسر تھے۔

"وعلیٰ حربها القعقاع بن عمرو"

(۱) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸ تحت عمال عثمان ۳۵ھ

(۲) ـــ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ـ تحت اسماء عمّالِ عثمانی۔

(۳) ـــ البدایہ، ج ۷، ص ۲۲۷۔ تحت ذکر بیعتِ علیؓ بالخلافۃ۔

(۴) ـــ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان، ص ۱۴۹۔ الباب الثامن

ـــ (۵) ـــ

شرطہ (پولیس)

پبلک میں مقامی انتظامات درست رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس قسم کے امور کے لیے خلافتِ عثمانی میں شرطہ یعنی پولیس کا شعبہ قائم تھا۔ اس کام پر مجوزہ آفیسر عبداللہ بن قنفذ، قبیلہ بنی تیم کے قریشی تھے۔

"... وکان علیٰ شرطہ عبداللہ بن قنفذ من بنی تیم قریش"

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، جزء اول ص ۱۵۷۔ تحت عمّال عثمانی مطبوعہ عراق)

۶

الکاتب (منشی ومحرّر)

خلیفۂ اسلام کے لیے تحریری ضروریات کی خاطر ایک محرّر ومنشی درکار ہوتا ہے عہدِ عثمانی میں یہ خدمت مروان بن الحکم نے سرانجام دی۔

"..... وکاتبہ مروان بن الحکم"

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۵۷ جزء
اوّل تحت عمال عثمانی، مطبوعہ عراق)

(۷)

نیابتِ حج

(سنہ ۳۵ھ)

عہد عثمانی میں جب آخری حج کا موقعہ آیا تو حضرت عثمانؓ کو باغیوں نے اپ
مکان میں محصور کر رکھا تھا۔ خود حج کے لیے تشریف لے جانے سے معذور تھے۔
اس وقت حضرت علیؓ کے چچا زاد برادر حضرت عبداللہ بن عباس مطلبی ہاشمیؓ
بلوا کر اپنی طرف سے امیرِ حج بنا کر مکہ شریف روانہ کیا۔ ابن عباسؓ نے امیر المو
عثمانؓ کے حکم سے مکہ شریف میں جا کر مسلمانوں کو حج کروایا۔ یہ سنہ ۳۵ھ کا

"... عن عکرمۃ عن ابن عباسؓ ان عثمان بن عفان استعملہ
علی الحج فی السنۃ التی قتل فیہا سنۃ خمس وثلاثین (۳۵)
فخرج فحجّ بالناس بامر عثمانؓ۔"

(۱) — طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۴۴ قسم اوّل تحت
ذکر بیعت عثمانؓ۔ طبع لیدن

(۲) — تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۵۴
تحت سنہ ۳۵ھ۔ طبع عراق۔

تنبیہ: قبل ازیں ہم یہ واقعہ رحماء بینہم کے حصہ سوم عثمانی کے باب پنجم کی

یں ذکر کر چکے ہیں اور ساتھ متعدد کتب سے حوالہ جات درج کر دیتے ہیں۔ یہاں عہدہ جات کے شمار کی خاطر دوبارہ نقل کیا ہے۔

یہ عہدہ حضرت عثمانؓ نے ہاشمی بزرگ کو عنایت فرمایا کسی اموی کو نہیں دیا۔ خاندانی عصبیت کا اندازہ آپ یہاں سے لگا سکتے ہیں کہ اس کی اصلیت کس قدر ہے؟ اور پروپیگنڈے کو کس قدر دخل ہے؟

فائدہ

یہ چند ایک مناصب اور عہدے تاریخ کے اوراق سے ہم نے ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں۔

ان میں صرف ایک مروان بن الحکم حضرت عثمانؓ کے چچا زاد برادر اور داماد ہیں۔ باقی مندرجہ بالا اہل مناصب میں سے کوئی صاحب بھی بنی امیہ سے نہیں بلکہ بعض بنی ہاشم سے ہیں اور بعض دوسرے قبائل سے ہیں۔

——اب یہاں رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں کا باہم تناسب لگانا اقرباء و غیر اقرباء کا شمار کرنا ناظرین کرام پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اپنے انصاف پسند قلب سے قبائلی عصبیت دُور فرما کر خود ہی موازنہ فرمالیں۔ میزانِ عدل آپ کے ہاتھ میں ہے۔

"کاتب" کے منصب کے متعلق اور مروان بن حکم کے لیے چند چیزیں عنقریب ہم انشاء اللہ عرض کریں گے تاکہ یہ مسئلہ بہتر طریق سے واضح ہو جائے۔

بعض اہم مقامات اور ان کے حکّام

(خلافتِ عثمانی میں)

قبل ازیں سابقہ عنوان میں چند ایک مناسب کا ذکر کیا ہے۔ اب چند مشہور مقامات کے وُلاۃ و حکّام کا بیان کر دینا مناسب ہے۔ ان مقامات کے والی و حاکم کی حیثیت اس علاقہ کے لیے ڈپٹی کمشنر یا کمشنر کی طرح ہوتی تھی۔ اس حلقہ کے انتظامات ان کے سپرد ہوتے تھے۔

ان تفصیلات کے ذریعے اموی حکّام اور غیر اموی حکّام کا پتہ لگانا آسان ہوگا اور معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عثمانؓ نے کتنے افراد بنی اُمیہ سے لے کر حاکم بنا دیئے اور کتنی تعداد بنو امیہ کے ماسوا مقرر کی؟

(ا)

مکّۃ المکرّمہ

مختلف مواقع پر عہدِ عثمانی میں مکہ شریف کے لیے مندرجہ ذیل حاکم د والی متعین رہے ہیں۔

اوّل:۔ خالد بن العاص بن ہشام المخزومی (صحابی)

الانتباہ [1] قارئین کرام کی خدمت میں معذرت عرض کی جاتی ہے کہ مآخذ کی بعینہٖ عبارات نقل کرنے اور پھر ان کا ترجمہ دینے میں طوالت ہوتی ہے اس وجہ سے بعض مقامات میں صرف اُردو میں مطلب ذکر کرنے کے بعد حوالہ بتا دیا گیا ہے۔ تسلی فرمادیں اپنی طرف سے حوالہ کی صحت کی کوشش کی گئی ہے۔ (منہ)

(۱)۔۔۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۶ تحت
عمال عثمانی۔

(۲)۔۔۔ تجرید اسماء الصحابہ، ج ۱، ص ۱۶۲، للذہبی
دائرۃ المعارف طبع حیدر آباد دکن تحت خالد
بن العاص۔

دوم ۔۔۔ علی بن عدی بن ربیعہ (صحابی)

(۱)۔۔۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۶ تحت
عمال عثمانی۔

(۲)۔۔۔ تجرید اسماء الصحابہ، ص ۴۲۴، ج ۱۔ للذہبیؒ
دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔

سوم ۔۔۔ عبداللہ بن عمرو الحضرمی

(۱)۔۔۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸ تحت عمال عثمانی ۳۵ھ

(۲)۔۔۔ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵۔ ″ ″ ″

(۳)۔۔۔ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ
ص ۱۵۰، الباب الثامن۔ طبع بیروت۔

(۴)۔۔۔ اور صاحب تاریخ یعقوبی (شیعہ) نے ص ۷۶، ا تحت
ایام عثمانؓ طبع بیروت۔ لبنان (جلد ثانی) میں عبداللہ
مذکور کا مکہ شریف پر عامل عثمانی درج کیا ہے۔

چہارم ۔۔۔ عبداللہ بن الحارث بن نوفل مطلبی ہاشمی ابو محمد (لقب ببّہ)

(۱)۔۔۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵ تحت
عبداللہ مذکور۔ طبع لیدن۔

(۲) تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، ص ۱۸۱،
جلد ۵ ۔ تحت عبداللہ بن الحارث ۔

——— (۲) ———

المدينة المنورة

پنجم ——— جب حضرت عثمانؓ اپنے دَورِ خلافت میں حج کو تشریف لے جاتے تو زید بن ثابت انصاریؓ (صحابی) کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب متعیّن فرما کر جاتے تھے ۔

(۱) تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ص ۱۵۶، جزء اوّل
تحت تسمیہ عمالِ عثمانی (طبع نجف اشرف عراق ۔
(۲) اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ للجزری، ج ۲، ص ۲۲۲
تحت زید بن ثابتؓ ۔

——— (۳) ———

الطائف

ششم ——— الطائف پر عہدِ عثمانی میں القاسم بن ربیعہ الثقفی والی اور حاکم تھے

(۱) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸ تحت عمالِ عثمانی
(۲) الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۹۵ ۔
تحت اسماء عمالِ عثمانی ۔
(۳) کتاب التمہید والبیان، ص ۱۵۰ الباب
الثامن ۔ طبع بیروت ۔ لبنان ۔
(۴) تاریخ یعقوبی (شیعی)، ج ۲، ص ۱۷۶ تحت ایام عثمانؓ

—(۴)—

الصنعاء (یمن)

ہفتم ـــــ صنعاء کے علاقہ پر یعلیٰ بن منیۃ التمیمی صحابی والی و حاکم تھے (جن کو یعلیٰ بن امیتہ بھی کہا جاتا ہے)

(۱) ـــ الاستیعاب، ج ۳، ص ۶۲۵، تحت یعلیٰ بن امیتہ التمیمی۔

(۲) ـــ الاصابہ، ج ۳، ص ۶۳۰ مع الاستیعاب تحت یعلیٰ مذکور

(۳) ـــ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸ تحت اسماء عمال عثمانؓ۔

(۴) ـــ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالہ۔

(۵) ـــ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ، ص ۱۵ طبع بیروت

(۶) ـــ تاریخ یعقوبی (شیعی)، ج ۲، ص ۱۷۶ ـ ذکر ایام عثمانؓ۔

—(۵)—

الجند (یمن)

ہشتم ـــــ عہد عثمانی میں جند کے مقام پر عبداللہ بن ابی ربیعۃ المخزومی صحابی والی و حاکم تھے۔

(۱) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۳، ص ۱۵۵۔ تحت عبداللہ بن ربیعۃ المذکور، طبع تہران۔

(۲) الاصابہ، ج ۲، ص ۲۹۷ تحت عبداللہ بن ربیعہ

(۳) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸ تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۴) الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالہ

(۵) — کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ، الباب الثامن، ص ۱۵۰ طبع بیروت۔

———(۶)———

آذربیجان

نہم ——— آذربیجان کے حلقے پر اشعث بن قیس کندی (صحابی) والی و حاکم تھے۔

(۱) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۱، ص ۹۸ تحت الاشعث۔

(۲) — تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸، تحت اسماء عمالِ عثمانؓ۔

(۳) — الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالہ

(۴) — البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۲۷۔ تحت بیعتہ علیؓ بالخلافۃ۔

(۵) — کتاب التمہید والبیان، ص ۹۴۱۔ الباب الثامن

———(۷)———

حلوان

دہم ——— اور حلوان کے علاقہ کے لیے عتیبہ بن النہاس حاکم تھے۔

(۱) — تاریخ لابن جریر طبری، ج ۵، ص ۱۴۹۔ تحت اسماء عمالِ عثمانؓ۔

(۲)۔ الکامل لابن اثیر جزری، ج ۳، ص ۹۵ تحت، اسماء عمال عثمان رضؓ۔

(۳)۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۲۷، تحت بیعت علیؓ بالخلافۃ۔

(۴)۔ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان رضؓ، الباب الثامن، ص ۱۴۹ طبع بیروت لبنان۔

—— (۸) ——

ہمذان

یازدھم —— ہمذان پر عہدِ عثمانی میں نُسَیر نامی ایک صاحب والی وحاکم تھے۔

(۱)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمالِ عثمانؓ

(۲)۔ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالِ عثمانؓ

(۳)۔ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ، ص ۱۴۹۔ باب ثامن۔

تنبیہ:۔ حافظ ابنِ کثیر نے البدایہ، ج ۸، ص ۵۶ ۵۱ھ ذکر جریر بن عبداللہ البجلی میں لکھا ہے کہ قد کان (جریر) عاملاً لعثمان علی ھمذان۔

یعنی حضرت عثمانؓ کے لیے (ایک مدت تک) ہمذان پر جریر بن عبداللہ بجلی (صحابی) بھی حاکم و والی تھے!

—— اور مشہور مؤرخ یعقوبی شیعی نے بھی تاریخ یعقوبی میں ہمذان پر حضرت عثمانؓ کی طرف سے جریر مذکور کا حاکم و والی ہونا درج کیا ہے۔

(تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۷۶ تحت ایام عثمانؓ (عمالِ عثمانی)

(۹)

اصبہان

دوازدھم ــــ اصفہان کے علاقہ پر حضرت عثمانؓ کی جانب سے السائب بن الاقرع والی تھے۔ (یہ صحابی ہیں)۔

(۱) ــــ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۲) ــــ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالہ

(۳) ــــ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ
الباب ثامن، ص ۱۵۰ طبع بیروت

(۱۰)

جرجان

سیزدھم ــــ جرجان کے مقام پر ذوالجوشن الضبابی حاکم تھے۔
(کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ
الباب الثامن، ص ۱۵۰ طبع بیروت لبنان)

(۱۱)

ماسبذان

چہاردھم ــــ "علاقہ ماسبذان پر ایک شخص حُبَیش نامی والی تھے"۔

(۱) ــــ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۲) ــــ الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالہ

(۳)ـــ کتاب التمہید والبیان، ص ۱۵۰ الباب الثامن۔

ـــــ(۱۲)ـــــ

قرقیسا

پانزدہم ــــ قرقیسا کے مقام پر (بعض اوقات) جریر بن عبداللہ (صحابی) حاکم و والی تھے۔

(۱)ـــ تاریخ ابن جریر طبری، ص ۱۴۸، جلد ۵ تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۲)ـــ تاریخ ابن اثیر (الکامل) ص ۹۵، ج ۳ تحت اسماء عمالہ

(۳)ـــ تاریخ ابن کثیر (البدایہ) ج ۷، ص ۲۲۷ تحت بیعۃ علی بالخلافۃ۔

(۴)ـــ کتاب التمہید والبیان لمحمد بن یحییٰ بن ابی بکر، ص ۱۴۹۔ باب ہشتم۔

ـــــ(۱۳)ـــــ

ماہ

شانزدہم ــــ مقام ماہ میں مالک بن حبیب نامی ایک صاحب حاکم تھے۔

(۱)ـــ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۲)ـــ تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۳، ص ۹۵۔ تحت اسماء عمالہ

(۳)ـــ کتاب التمہید والبیان، ص ۱۴۹۔ الباب الثامن

(۱۴)

الرّیّ

ھفدھم ـــــ رَیّ کے علاقہ پر عہدِ عثمانی میں سعید بن قیس حاکم و والی تھے۔

(۱) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۲) تاریخ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالہ

(۳) کتاب التمہید والبیان، ص ۱۴۹۔ الباب الثامن

(۱۵)

قومس

ھژدھم ـــــ قومس کے مقام پر عثمانی حاکم جبلہ بن حیوۃ الکنانی تھے۔

(کتاب التمہید والبیان، ص ۱۵۰، الباب الثامن طبع بیروت)

(۱۶)

الموصل

نوزدھم ـــــ اور موصل کے علاقہ کے لیے حکیم بن سلامۃ والی و حاکم تھے۔

(کتاب التمہید والبیان لمحمد بن یحییٰ بن ابی بکر الاندلسی، ص ۱۴۹، باب ہشتم)

(۱۷)

الصنعاء (شام)

بستم ـــــ صنعاء کے مقام پر ثمامۃ بن عدی (صحابی) حضرت عثمانؓ کی طرف سے

والی و حاکم تھے۔

"... کان (ثمامة) امیر العثمانؓ علی صنعاء"

(۱) الاستیعاب ـ معہ الاصابہ، ج ۱، ص ۲۰۵
تحت ثمامہ بن عدی

(۲) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ص ۲۴۸-۲۴۹
جلد اول تحت ثمامہ بن عدی ـ طبع طہران۔

اعتراض کنندگان کی نظروں میں چند مقامات

مشہور مقامات میں سے اب صرف آخری چار مقامات (کوفہ ـ بصرہ ـ شام ـ مصر) کے والیوں کا ذکر باقی ہے وہ اب بیان کیا جاتا ہے۔ اور عہدہ کتابت کا بھی ساتھ ذکر ہوگا ـ معترضین احباب کی طرف سے یہ مقامات خصوصاً جائے اعتراض تصور کیے جاتے ہیں۔ ہم نے ان مقامات کی متعلقہ چیزیں پیش کی ہیں ان پر منصفانہ نظر غائر فرما کر حضرت عثمانؓ کے طریق کار کا جائزہ لیں اور معلوم کریں کہ:

آیا یہ سب کچھ کسی تعصب اور خویش پروری کی بنا پر ہوتا رہا ہے؟ یا مسلمانوں کی بہتری اور وقتی تقاضوں کی بنا پر کیا جاتا رہا ہے؟ چونکہ امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ کی دیانت داری اور صداقت اور امانت پر جمہور اہل اسلام کو یقین اور اعتماد ہے اس وجہ سے ان کی کارکردگی اور پالیسی کو کسی شک و شبہ کی نگاہ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اب ان مقامات کی متعلقہ اشیاء کو ملاحظہ فرما دیں۔

(۱۸)

الکوفہ

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ خلافت عثمانی کے دور اول اور آخری دور میں

کوفہ پر غیر اموی حاکم و والی تھے۔ درمیان میں ۲ دو عدد عثمانی رشتہ دار (ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص) والی بنائے گئے۔

کوفہ میں عزل و نصب کے متعلق تھوڑی سی وضاحت لکھی جاتی ہے جو حقیقت واقعہ سمجھنے کے لیے مفید ہوگی۔

——— فاروقی خلافت کے آخری ایام میں کوفہ پر مغیرہ بن شعبہ (صحابی) حاکم تھے۔ عہدِ عثمانی میں یہ تقریباً ایک سال تک والی رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے انہیں معزول کر کے حضرت سعد بن ابی وقاص کو والی بنایا اور ساتھ یہ فرمایا کہ ان کی یہ معزولی کسی خیانت یا بُرائی کی وجہ سے نہیں ہے یعنی وقتی مصلحت کے تحت کی گئی ہے۔

(تاریخ ابن خلدون جلد ثانی، ص ۹۹۸ - ۹۹۹ -
طبع بیروت لبنان تحت مقتل عمرؓ وامر الشوریٰ
وبیعت عثمانؓ)

——— پھر ۲۶ھ میں سعد بن ابی وقاص کو معزول کیا اور ولید بن عقبہ کو حاکم بنایا۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۱ تحت ۲۶ھ
طبع اوّل مصری)

——— اس کے بعد ۲۹ھ میں ولید بن عقبہ کو معزول کر دیا اور سعید بن العاص کو والی و حاکم مقرر کیا۔

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۳۸ - جزء اوّل تحت ۲۹ھ

(۲) تہذیب التہذیب، ص ۱۴۲ - ۱۴۴، جلد ۱۱، تحت
ذکر ولید بن عقبہ۔

——— کچھ مدت کے بعد اہلِ کوفہ نے سعید بن العاص کے خلاف شورش

کھڑی کر دی (جیسا کہ عراقیوں کی فطرت ہے) اور سعید کے عزل کا تقاضا کیا تو حضرت عثمانؓ نے ان کے مطالبہ کے پیشِ نظر ۳۴ھ میں سعید کو معزول کر دیا اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

پھر ابو موسیٰؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت تک والی و حاکم رہے۔

یہ مضمون مندرجۂ ذیل مقامات میں دستیاب ہے ملاحظہ فرماویں :-

(۱)—— تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۴۵، تحت ۳۴ھ۔

(۲)—— تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۷، تحت تسمیہ عمال عثمانؓ۔

(۳)—— الاصابہ لابن حجر، ج ۲، ص ۳۵۲، معہ الاستیعاب تحت ذکر ابی موسیٰؓ (عبداللہ بن قیس)

(۴)—— طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۲ تحت ذکر سعید بن العاص۔ طبع اوّل لیدن۔

تنبیہ

شیعہ مؤرخین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ عثمانی خلافت کے آخری ایام میں کوفہ کے والی و حاکم ابو موسیٰ اشعریؓ تھے۔

"۔ ۔ ۔ و علی الکوفۃ ابا موسیٰ الاشعری"

(تاریخ یعقوبی شیعی، ج ۲، ص ۱۷۶ بحث عمالِ عثمانؓ، طبع بیروت لبنان۔

مندرجہ کوائف کی روشنی میں

—— یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ کوفہ پر عثمانی خلافت کے دوران اموی حکام کو ہی مسلط نہیں رکھا گیا بلکہ اوّل و آخر سالوں میں غیر اموی حضرات

حاکم بنائے گئے تھے۔ صرف درمیانی مدت میں دو عدد اموی اشخاص کو یکے بعد دیگرے والی حاکم بنایا گیا تھا۔

——پھر اس مدت میں بھی جب تبدیلی کے لیے حالات متقاضی ہوئے تو حضرت عثمانؓ نے والی کی معزولی فرما دی۔ اس موقعہ پر کسی قسم کی شدت نہیں پیدا ہونے دی۔ معزولی کے اسباب جو بھی لوگوں نے کھڑے کر دیئے۔ ان پر حضرت عثمانؓ نے کوئی سختی نہیں فرمائی۔

ولید بن عقبہ پر ان کے مخالفین نے شراب نوشی کا افترا باندھا۔ حضرت عثمانؓ کے پاس اس بات کی گواہی دے دی۔ تو حضرت عثمانؓ نے ولید پر حد لگائی اور اس کو معزول کر دیا۔ (اس واقعہ کے تفصیلی حوالہ جات ہم انشاء اللہ بحث ثانی میں ذکر کریں گے وہاں اس واقعہ کا پس منظر بہت عمدہ طریقہ سے معلوم ہو سکے گا)۔

——اسی طرح سعید بن العاص کے خلاف شورش پسندوں نے شورش کھڑی کر دی۔ (سبیا کہ اہل عراق کے طبائع میں عموماً شر و فساد تھا) تو حضرت عثمانؓ نے شر کو فرو کرنے کے لیے سعید کی تبدیلی فرما دی۔

یہ تمام حالات حضرت سیدنا عثمانؓ کی انصاف پسندی، عدل گستری، سلامت روی کی گواہی دیتے ہیں اور حتی المقدور عوام کی بہتری اور پبلک کی رعایت کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔

——حضرت عثمانؓ پر طعن و الزام قائم کرنے والے احباب نے اپنے معترضانہ ذوق کے مطابق ان تمام چیزوں کو خویش پروری و قبائلی عصبیت کے پلڑے میں ڈال دیا ہے اور قبیلہ پروری کی تاریخ مرتب کرنے کی خاطر زینہ بنا لیا ہے۔ (فیا للعجب)۔

(۱۹)

البصرۃ

— عثمانی خلافت میں بصرہ کے حاکم پہلے ابو موسیٰ الاشعری تھے (جن کا نام عبداللہ بن قیس ہے) ۔ پھر ۲۹ھ میں قریباً پانچ سال کے بعد (وقتی تقاضوں کی بنا پر) ان کو معزول کیا گیا ۔ ان کی جگہ عبداللہ بن عامر کو حضرت عثمانؓ نے حاکم اور والی بنایا ۔

"..... وولّی ابن عامر البصرۃ سنۃ تسع وعشرین"

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۰۸ ۔ تحت تسمیۃ عمّال عثمانؓ ۔

"..... واستعملہ عثمان رضی اللہ عنہ علی البصرۃ سنۃ تسع وعشرین بعد ابی موسیٰ ۔ الخ

(۲) ۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ص ۱۹۱، ج ۳ ۔ تحت ذکر عبداللہ بن عامر بن کریز)

— اس معزولی و تبدیلی کو معترضین حضرات نے خدا جانے کیا کچھ رنگ دے دیا ہے؟ حالانکہ ان حضرات کے درمیان اس موقعہ پر کسی قسم کی کشیدگی اور رنجیدگی نہیں پیدا ہوئی ۔ اس چیز پر مندرجہ ذیل اشیاء بطور شہادت پیش کی جاتی ہیں ان میں غور فرما دیں ۔

(۱)

— حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو جب معزول کیا گیا اور عبداللہ بن عامر حاکم مقرر ہو کر بصرہ پہنچے تو اس وقت لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے حضرت ابو موسیٰؓ نے

عبداللہ بن عامر کے حق میں کلام فرمایا وہ قابلِ تنقید ہے اور طعن کرنے والے احباب کے لیے لائقِ عبرت ہے۔

——— حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ نے فرمایا کہ:

"... قد اتاکم فتیً من قریشٍ کریم الامّہات والعمّات والخالات یقوم بالمال فیکم ھٰکذا وھٰکذا ... الخ

(۱) نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۴۷-۱۴۸

تحت حالات عامر بن کریز۔

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی، ص ۱۳، ج ۳ -

تحت عبداللہ بن عامر

(۳) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۳۶ تحت ۲۹ھ

یعنی قریش میں سے ایسے باعزت جوان آپ کے پاس پہنچے ہیں جن کی مائیں، پھوپھیاں، خالائیں، شریف اور سخی ہیں۔ اور اس طرح اس طرح تم کو مال دیں گے (یعنی خوب سخاوت کریں گے)۔

(۲)

——— اور اس موقعہ پر عبداللہ بن عامر نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے ان کا احترام و اکرام ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی گفتگو کی جو ان کے اخلاص و صفائی معاملات پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ باہمی عدم تکدّر و عدم منافست کا واضح ثبوت ہے

"... فاتاہ ابن عامر فقال یا ابا موسیٰ ما احد من بنی اخیک اعرف بفضلک منی انت امیر البلد ان اقمت والموصول ان رحلت قال جزاک اللہ یا ابن اخی خیراً ثم ارتحل الی الکوفۃ۔"

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۲ تحت عبداللہ بن عامر بن کریز طبع اوّل لیدن ۔

"یعنی عبداللہ بن عامر نے عرض کیا کہ اے ابوموسیٰ آپ کے بھتیجوں میں سے آپ کے فضل و شرف کو مجھ سے زیادہ پہچاننے والا کوئی نہیں ۔ اگر آپ یہاں (بصرہ) میں قیام فرما دیں تو آپ کی حیثیت امیرِ شہر کی ہوگی اور اگر یہاں سے (دوسری جگہ) منتقل ہو جائیں تو بھی آپ کے ساتھ تعلق اور ارتباط قائم ہے ۔

حضرت ابوموسیٰؓ نے (جواباً) فرمایا اے برادر زادے! اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے، اس کے بعد وہ کوفہ کی طرف منتقل ہو گئے ۔"

(۳)

نیز یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ بصرہ سے یہ ان کی تبدیلی رضامندی کے ساتھ ہوئی تھی ۔ اس میں کسی جبر و اکراہ یا ناخوشگواری کو دخل نہیں تھا ورنہ دوسری بار ابوموسیٰ اشعریؓ کوفہ میں والی بننا قبول نہ فرماتے ۔

ان واقعات نے مسئلہ صاف کر دیا کہ منصب ہٰذا کی تبدیلی آپس میں باعزت طریقہ سے ہوئی تھی ۔ کسی قسم کی باہم کشیدگی اور پریشانی نہیں پیش آئی تھی ۔

—— گروہ بندی اور عصبیّت کی تاریخ سازی کرنے والے حضرات کو اللہ ہدایت بخشے جنہوں نے اصل واقعات کو الٹ پلٹ کر مسئلہ کی تصویر کا رُخ ہی بدل ڈالا ۔ یہ ان بزرگوں کا اپنا فنّی کمال ہے ۔ ورنہ حقیقت میں حضرت عثمانؓ کے پیشِ نظر قبائلی عصبیت بالکل نہ تھی ۔

—— (۲۰) ——

الشام

عہدِ نبوی | امیر معاویہؓ کے متعلق اتنی وضاحت ضروری ہے کہ امیر معاویہؓ کا

کاتبِ نبوی ہونا تو مسلمات میں سے ہے۔ اس کے علاوہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک عہد میں بعض اوقات امیر معاویہؓ کو عہدہ و منصب عطا فرمایا۔ جب وائل بن حجر اسلام لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک قطعہ اراضی عطا فرمانے کا ارادہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہؓ کو ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ جا کر وہاں سے ایک حلقۂ زمین ان کے لیے متعین کر کے ان کو دے دیں۔ اہلِ علم کی تسلی کے لیے حوالہ کی اصلی عبارت ذکر کی جاتی ہے۔ وائل خود کہتے ہیں کہ:

"۔۔۔۔فبعث (رسول اللہ صلعم) معی معاویۃ بن ابی سفیان قال و امرہٗ ان یعطینی ارضاً فیدفعھا الیّ۔"

(تاریخ کبیر بخاری، ص ۱۷۵-۱۷۶، ج ۴ ق ۲ تحت وائل بن حجر)

اور اسد الغابہ و اصابہ میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔

"۔۔۔۔واقطعہٗ ارضاً وارسل معہ معاویۃ بن ابی سفیان وقال اعطھا ایاہ۔"

(اسد الغابہ، ج ۵، ص ۸۱، تحت وائل بن حجر۔ طبع طہران۔)

(الاصابہ، ج ۳، ص ۹۲ ۵ مع استیعاب۔ ذکر وائل بن حجر)

عہدِ صدیقی | صدیق اکبرؓ کی خلافت میں بھی امیر معاویہؓ کو ایک باعزت منصب حضرت صدیقؓ نے عنایت فرمایا۔

علاقہ شام میں امیر معاویہؓ کے بڑے برادر یزید بن ابی سفیان فتوحات اسلامیہ

کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے ان کی معاونت کے طور پر وہاں ایک امدادی جماعت بھیجنے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے شام کی طرف ایک جماعت روانہ کی اور اس جماعت پر امیر معاویہؓ کو امیر بنا کر رخصت فرمایا۔

عبارت ہٰذا میں یہ مضمون ملاحظہ فرمادیں:۔

——۔۔۔۔ واجتمع الیٰ ابی بکر ناسٌ فامّر علیہم معاویۃ وامرہ باللحاق بیزید فخرج معاویۃ حتی لحق بیزید ۔۔۔ الخ

(۱)—— تاریخ الطبری، ج ۴، ص ۳۰، تحت سنہ ۱۳ھ

(۲)—— البدایہ لابن کثیرؒ، ج ۷، ص ۷، تحت سنہ ۱۳ھ

عہدِ فاروقی | عہدِ فاروقی میں شام کے علاقہ میں یزید بن ابی سفیان فوت ہوگئے۔ (یہ سنہ ۱۷ھ یا سنہ ۱۸ھ میں طاعون عمواس کا موقعہ ہے)۔

تو ان کے قائم مقام امیر معاویہؓ کو حضرت فاروق اعظمؓ نے اس حلقہ کا امیر متعین فرمایا۔

پھر حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں شام کے علاقہ کا حاکم امیر معاویہؓ کو ہی برقرار رکھا۔

ذیل میں یہ مضمون درج ہے تسلی فرمالیں۔

"۔۔۔ ثم جمع عمر الشام کلہا لمعاویۃ واقرّہ عثمان"

(۱)—— سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۳، ص ۸۸ تحت معاویہ بن ابی سفیان۔

(۲)—— الاصابہ لابن حجر، ص ۴۱۲، ج ۳۔ تحت معاویہ بن ابی سفیان۔

(۳)—— تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۷، تحت تسمیۃ عمال عثمانؓ۔

(۴)—— تہذیب الاسماء واللغات للنووی، ج ۲، ص ۱۰۲
تحت معاویہؓ بن ابی سفیان۔

عہدِ عثمانی | مندرجاتِ بالا کے ذریعہ واضح ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہؓ کو کوئی جدید حاکم نہیں مقرر کیا بلکہ سابق خلفاء کے مقرر شدہ حاکم کو علاقہ شام کے لیے برقرار رکھا۔

امیر معاویہؓ اپنی طبعی صلاحیتوں کی بنا پر اپنے فرائض واجبی کو عمدہ طریقہ سے سرانجام دیتے تھے۔ حکمرانی کا سلیقہ تھا اور عوام کے مسائل حل کرنے میں کوئی خامی نہیں چھوڑتے تھے اور نہ ہی رعایا کی طرف سے کوئی خاص شکایت پیش آتی تھی۔

ان حالات کے تحت اگر مزید علاقے مفتوحہ ان کی تحویل میں دے دیئے گئے تو اس سے فتنے وفسادات کھڑے ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
جس آدمی کی شخصیت کے ساتھ عناد ہو تو اس کے متعلق قدم قدم پر اعتراضات قائم کیے جا سکتے ہیں۔

—— گروہی تعصب سے الگ ہو کر اگر انصاف سے کام لیا جائے تو اس مقام میں حضرت امیر معاویہؓ کا ایک اپنا بیان کافی وشافی ہے۔
وہ بھی ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

حضرت امیر معاویہؓ کا اپنا بیان | "۔۔۔۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان معصوماً فولّانی فادخل فی امرہٖ ثم استخلف ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فولّانی ثم استخلف عمرؓ فولّانی ثم استخلف عثمانؓ فولّانی فلم اَلِ لِاَحَدٍ منہم ولم یولّنی اِلّا وھو راضٍ عَنّی"

(تاریخ ابن جریر الطبری، ج ۵، ص ۸۷، تحت ۳۳ھ۔ ذکر تسییر من سیّر من اہل الکوفۃ الیہا)

"یعنی امیر معاویہؓ (کوفہ کی ایک جماعت کو خطاب کر رہے تھے)، فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے انہوں نے مجھے حاکم اور والی بنایا اور اپنے کام میں داخل کیا

پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، انہوں نے بھی مجھے حاکم بنایا ان کے بعد عمرؓ خلیفہ ہوتے انہوں نے بھی مجھے والی مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ کے بعد عثمانؓ خلیفہ ہوتے تو انہوں نے بھی مجھے حاکم بنایا۔ پس میں ان میں سے جس کے لیے والی بنا اور جس نے بھی مجھے والی بنایا وہ سب مجھ سے راضی رہے (کسی کو شکایت نہیں ہوئی)۔"

خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ــــ امیر معاویہؓ کے حق میں جو سنتِ نبوی تھی حضرت عثمانؓ نے اس کے موافق عمل درآمد کیا۔

(۲) ــــ اسی طرح صدیقی و فاروقی دَور کا جو طریق کار امیر معاویہؓ کے لیے آ رہا تھا، حضرت عثمانؓ نے اسی کو جاری رکھا۔ کوئی جدید طرزِ عمل نہیں اختیار کیا۔

(۳) ــــ ان کے عوام کی طرف سے امیر کی تبدیلی کا کوئی تقاضا سامنے نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے ان کو بدل دیا جاتا۔

اندریں حالات سیّدنا عثمانؓ کے حق میں امیر معاویہؓ کو حاکمِ شام رکھنے پر گروہی تعصب اور قبائلی عصبیّت کا پروپیگنڈا کرنا نہایت ناانصافی ہے اور حقیقتِ واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔

(٢٠)

مصر

خلافتِ عثمانی میں حضرت عمروؓ بن العاص مصر کے حاکم اور والی تھے۔ وقتی تقاضوں کے موافق عثمانی دَور کے سالِ چہارم میں یعنی ٢٧ھ میں ان کو معزول کیا گیا۔

ان کی جگہ پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو متعین کیا گیا۔ یہ حضرت عثمانؓ کے رضاعی برادر تھے یعنی حضرت عثمانؓ نے عبداللہ کی ماں کا دودھ پیا تھا۔

(ملاحظہ ہو:- اسد الغابہ، ج ٣، ص ١٧٣۔ تحت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح)

——عبداللہ بن سعد مذکور بنی امیہ سے نہیں ہیں بلکہ بنی عامر سے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کا رضاعی برادر ہونا ہی ان کا جرم تجویز کر لیا گیا ہے۔

——منصب کی یہ تبدیلی بھی کسی تعصب یا قبیلہ پرستی کی بنا پر نہیں کی گئی تھی حضرت عثمانؓ کے سامنے قبائلی عصبیت وغیرہ کے نظریات بالکل نہ تھے، بلکہ اس موقعہ کی مصالح اور ضرورتوں کے تحت، یہ تبادلے کیے جاتے تھے۔

اس چیز پر مندرجہ ذیل واقعات ہم ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔ ان میں غور کرنے سے یہ مسئلہ صاف ہو جائے گا۔

اوّل ——خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

——وفیہا (سنہ ٢٧ھ) عزل عثمان بن عفان عمرو بن العاص عن مصر وولاّھا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فغزا ابن ابی سرح افریقیّۃ ومعہ العبادلۃ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن عمروؓ، عبداللہ بن الزبیرؓ۔ الخ

"یعنی ۲۷ھ میں عمرو بن العاصؓ کو حضرت عثمانؓ نے مصر سے معزول کیا اور عبداللہ بن سعد کو والی بنایا تو عبداللہ نے اسی سال افریقہ کی جنگ کی مہم شروع کی۔ اس جنگی مہم میں عبداللہ بن عمر اور عمرو بن العاص کے لڑکے عبداللہ اور ابن زبیر وغیرہم اس کے ساتھ شریک جنگ ہوئے۔"

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۳۴۔ تحت ۲۷ھ۔

(۲) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۷۔ تحت تسمیۃ عمال عثمانؓ۔

(۳) فتوح البلدان بلاذری، ص ۲۳۴ تحت عنوان فتح افریقہ۔

(۴) تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۰۳، جلد ثانی تحت عنوان ولایۃ عبداللہ بن ابی سرح علیٰ مصر و فتح افریقہ۔ طبع بیروت

دوم ـــــ اس کے بعد دوسرا واقعہ (۳۰ھ) کا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمادیں۔

ـــ خلافت عثمانی میں خراسان و طبرستان وغیرہ علاقوں کی فتوحات کے لیے ایک زبردست فوج تیار کی گئی۔ امیر لشکر سعید بن العاص اموی تھے۔ بڑے بڑے اکابرین اُمّت اور صحابۂ کرامؓ اس مہم میں شریک ہوئے۔ ان حضرات میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بھی تھے اور وہ اس کار خیر میں بخوشی شریک ہوتے تھے۔

اہل علم کی تسلّی کے لیے طبری کی عبارت بلفظہٖ درج کی جاتی ہے اور باقی مورخین کا صرف حوالۂ کتاب دے دیا ہے۔

"... عن حنش بن مالك قال غزا سعيد بن العاص من

الکوفۃ سنۃ ۳۰ھ یرید خراسان ومعہ حذیفۃ بن
الیمان وناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ومعہ الحسن والحسین وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن
عمرو وعبد اللہ بن عمرو بن العاص وعبد اللہ بن الزبیر۔الخ

(۱)۔۔۔ تاریخ للطبری، ج ۵، ص ۵۷ ۔ ذکر الخبر عنہ
عن غزو سعید بن العاص طبرستان۔

(۲)۔۔۔ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۵۴ ۔ ذکر غزوہ طبرستان

(۳)۔۔۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۴ تحت ۳۰ھ

(۴)۔۔۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۱۸ تحت
غزوۂ طبرستان ۔طبع بیروت۔

۔۔۔ اگر عمرو بن العاص کی معزولی متعصبانہ اور قابل اعتراض تھی تو اس دور کے اکابر صحابہ کرامؓ کو اولاً حق پہنچتا تھا کہ اس کے خلاف عملاً احتجاج کرتے اگر خلیفۂ اسلام اپنی قبیلہ پرستی سے باز نہ آتے تو ان کے اہم کاموں میں شریک کار ہونا ترک کر دیتے ۔یہاں معاملہ برعکس ہے کہ خود عمرو بن العاصؓ کے صاحبزادے عبد اللہ بن عمرو بن العاص اسی سال (۲۷ھ) میں افریقیہ کی مہم میں باقی اکابرین کے ساتھ شریک جہاد ہوتے ۔اور غنائم سے دوسروں کی طرح حصہ رسدی حاصل کیا۔ اور دوسرے کسی بزرگ نے بھی یہ اعتراض نہیں کھڑا کیا۔

۔۔۔ پھر ۳۰ھ میں بھی غزوۂ طبرستان وغیرہ میں یہی صاحبزادے دیگر بزرگوں کی طرح شریک جنگ ہوتے اور ان مہموں میں پوری طرح حصہ لیا۔

مختصر یہ ہے کہ ان واقعات کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے والد (عمرو بن العاص) کو ان کے منصب سے کسی گروہ بندی اور

عصبیت کی وجہ سے الگ نہیں کیا گیا تھا بلکہ وقتی مصلحت اور ملّی ضرورت کے تحت یہ معاملہ پیش آیا تھا۔

اکابر صحابہ کرام کے تعامل سے یہ مسئلہ صاف اور بے غبار ہے۔

اعتراض کنندگان کی کج بحثی کا کوئی علاج نہیں۔ مالک کریم سب مسلمانوں کو تمام صحابہ کرام کے حق میں حسنِ ظنی کی توفیق عطا فرماتے۔ اور معترض احباب کو ہدایت بخشے۔

کاتب کا منصب

"تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے لیے مروان بن الحکم الکاتب تھا"

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۵۷ ۱، تحت عمال عثمانی، طبع عراق)۔

حکومت کے عہدوں میں اس دور کے اعتبار سے کاتب کا صحیح مفہوم "منشی" اور "محرّرِ دفتر" ہے۔ معترضین حضرات نے اس چھوٹے سے عہدہ کے مفہوم کو من مانی تشریحات کا جامہ پہنا کر کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ پوری سلطنتِ عثمانی کا سیکرٹری تجویز فرما کر تمام ملک کے دروبست پر مسلّط فرما دیا۔

اعتراض کنندگان کے بابرکت قلم کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے اور ان کے فنِ خطابت کا یہ کمال ہے ورنہ اس دور میں کہاں منشی و محرّر کا مقام اور کہاں تمام ملک پر مسلّط سکرٹری کا منصب؟

ع جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(۱) اس سلسلہ میں ناظرین کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ مروان بن الحکم عہدِ عثمانی

میں ہمیشہ کاتب (یعنی منشی یا محرّر) کے عہدہ پر نہیں تھا۔ بلکہ ایک زمانہ تو اس کو البحرین کے علاقہ پر حاکم و والی بنایا گیا۔

خلیفہ بن خیّاط نے اس مسئلہ کو بالفاظ ذیل درج کیا ہے :-

"....ومن وُلاتِہٖ علیھا مروان بن الحکم"

(تاریخ خلیفہ بن خیّاط ص ۱۵۹، جزء اوّل تحت تسمیۃ عمّالِ عثمانی)

"یعنی حضرتِ عثمانؓ کے دَور میں جو لوگ بحرین کے علاقہ کے لیے والی و حاکم بنائے گئے ان میں مروان بن حکم بھی ہے۔"

(۲) دوسری یہ چیز ہے کہ بعض اوقات مروان نے اسلامی جنگوں میں شرکت کی ہے۔ چنانچہ بلاذری نے غزوۂ افریقیہ کے واقعات کے تحت نقل کیا ہے:

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے جنگِ افریقیہ کے لیے تیاری کی تو اس کی امداد کے لیے ایک عظیم جماعت مدینہ طیّبہ سے حضرت عثمانؓ نے روانہ کی۔ ان لوگوں میں معبد بن العباس بن عبدالمطلب ہاشمی۔ مروان بن الحکم اموی۔ ... عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاص وغیرہم بہت سے حضرات تھے۔

"....و امدّہٗ بجیشٍ عظیم فیہ معبد بن العباس بن عبدالمطلب و مروان بن الحکم بن ابی العاص ... الخ

(فتوح البلدان احمد بن یحیٰی بلاذری ص ۲۳۴۔ تحت عنوان فتح افریقیہ۔ طبع مصری)

—— اسی طرح ابن عذاری المراکشی نے اپنی کتاب "البیان المغرب فی اخبار المغرب" کی ابتدا میں درج کیا ہے کہ فتح افریقیہ کے لیے جو مسلمانوں کا لشکر گیا

تھا اس میں مروان بن الحکم موجود تھا اور شریکِ لشکر تھا۔

"... خرج جیش المسلمین الی فتح افریقیۃ وفی الجیش مروان بن الحکم"

(کتاب البیان المغرب فی اخبار المغرب ص ۳ تحت ذکر فتح افریقیہ۔ طبع بیروت)

ان تاریخی واقعات کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ مروان بن الحکم، عہدِ عثمانی میں ہمیشہ "کاتب" بھی نہیں رہا ہے چہ جائیکہ تمام سلطنتِ عثمانی پر سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے فائز رہا ہو۔

—— اس کے بعد یہ گذارش بھی قابلِ توجہ ہے کہ:

— جو شخص بھی خلیفۃ المسلمین کا کاتب و محرّر مقرر رہو وہ سلطنتِ اسلامی کا سیکرٹری بن جاتا ہے؟ یہ کوئی اصولِ ریاست میں سے نہیں ہے۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل واقعات سامنے رکھیں اور تدبّر فرماویں۔

(۱) —— مثلاً حضرت سیّدنا صدّیق اکبرؓ کے عہد میں حضرت عثمانؓ بن عفان ان کے کاتب و منشی تھے۔

"... وکان عثمان بن عفّان کاتبًا لابی بکر الصدّیق" الخ

(کتاب المحبّر لابی جعفر البغدادی، ص ۳۷۷ تحت اسماء اشراف الکتّاب۔ طبع دکن)

(۲) —— اور فاروقِ اعظمؓ کے عہد میں زید بن ثابت انصاریؓ کاتب و محرّر تھے اور ایک شخص معیقیب بھی کاتب تھے۔

"وکاتب عمرؓ زید بن ثابت وقد کتب لہ معیقیب" الخ

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۳۰، الجزء الاوّل، طبع عراق۔
تحت تسمیۃ عمّال عمر بن الخطّاب کتّابہٗ و حاجبہٗ و خازنہٗ، الخ

مطلب یہ ہے کہ ان خلفاء حضرات کے کاتبوں اور منشیوں کو کوئی بھی سلطنت کا سیکرٹری نہیں تصوّر کرتا تو حضرت عثمانؓ کے محرر و منشی کے متعلق ملک بھر کا سیکرٹری بنانے کی کیوں تکلیف فرمائی جا رہی ہے؟

تنبیہ

"الکاتب" کے منصب کے ضمن میں ایک "تاریخی اصطلاح" کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دور کے بہت بعد عباسی خلفاء وغیرہ کے ایام میں خلیفہ کے ہاں ایک منصب "الکاتب" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ علم و ادب میں فائق اور حالاتِ حاضرہ سے باخبر شخصیت کو اس کے لیے منتخب کیا جاتا تھا۔

وہ خلیفہ کے لیے علمی، ادبی، خطابی ضروریات کو پورا کرتا تھا تحریر و تقریر کے مقاصدِ حکومت اس کے ذریعہ مکمل کرتی تھی۔ اس منصب کے عہدہ دار کو حاکمانہ تصرفات اور اختیاراتِ حکومت سے کچھ تعلق نہ ہوتا تھا۔

—— ایسے مخصوص منصب "الکاتب" کا عثمانی ایامِ خلافت میں سرے سے کوئی وجود نہیں تھا۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں جو "کاتب" خلیفہ کے لیے کام کرتے تھے ان کی حیثیت ہم نے صدیقی و فاروقی دور کے کاتبوں میں اوپر عرض کر دی ہے اس سے زیادہ کچھ نہ تھی۔ یہی حیثیت حضرت عثمانؓ کے سامنے مروان کی تھی۔

معترض احباب نے "مشترکہ لفظی"، یعنی الکاتب کے لفظ کے ذریعہ فریب

دینے کی سعی کی ہے اور عثمانی دور کے منشی و محرّر کے منصب کو تمام ملک کے چیف سیکرٹری کے نام سے تعبیر کر دیا ہے اور عثمانی خلافت کے تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں دکھلانے کی تجویز کی ہے جو بالکل خلاف واقعہ ہے اور سراسر فریب دہی ہے۔

انصاف پسند حضرات سے امید ہے کہ ان معروضات کے بعد "منصب ہٰذا" کے مسئلہ کو خود حل فرما سکیں گے۔

—— مروان بن الحکم کے متعلق بعض اشیاء بحث ثانی میں (بعونہ تعالیٰ) درج ہونگی۔ تھوڑے سے انتظار کی تکلیف فرما دیں۔

عزل و نصب کے معاملہ میں امام بخاریؒ کی ایک روایت

اس مسئلہ کی بحث اوّل کا یہ آخری حصّہ ہے۔ امید سے زیادہ طوالت ہو گئی ہے تاہم مندرجۂ ذیل روایت کا اندراج عزل و نصب کی بحث میں مفید سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

امام بخاریؒ نے "تاریخِ صغیر" میں باسند روایت نقل کی ہے:

—— حدثنا جبیر حدثنی جھیم الفھری قال انا شاھد الامر کلّہ قال عثمانؓ لیقم اھل کل مصر کرھوا صاحبھم حتی اعزلہ عنھم و استعمل الّذی یحبّون فقال اھل البصرۃ رضینا بعبد اللّٰہ بن عامر فاقرّہ وقال اھل الکوفۃ اعزل عنا سعید بن العاص و استعمل ابا موسیٰ ففعل

وقال اهل الشام قد رضينا بمعاوية فاقرّه وقال اهل مصر اعزل عنا ابن ابی سرح واستعمل علينا عمرو بن العاص ففعل۔"

(تاریخ صغیر امام بخاری، ص ۴۴، ۴۵ طبع الہ آباد (ہند)

"یعنی (ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ) حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ جن مقامات کے لوگ اپنے حاکم کو ناپسند کرتے ہوں وہ کھڑے ہو جائیں۔ (ان کے تقاضے کی بنا پر) ان کے حاکم اور والی کو معزول کر دوں گا اور جس شخص کو وہ پسند کرتے ہوں اس کو عامل و حاکم بنا دوں گا۔ (اس اعلان کے بعد)

(۱) ــــــ اہل بصرہ نے کہا کہ عبداللہ بنؓ عامر پر ہم راضی ہیں۔ یہ ہمیں منظور رہے تو ان کے لیے ابن عامر کو برقرار رکھا۔

(۲) ــــــ اور کوفہ والوں نے کہا ہمارے ہاں سے سعید بن العاص کو معزول کر دیجیے اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو حاکم بنا دیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے اسی طرح کر دیا۔

(۳) ــــــ اہل شام نے کہا کہ ہم امیر معاویہؓ کی حکومت پر راضی ہیں تو حضرت عثمانؓ نے شام کے علاقہ کے لیے انہیں برقرار رکھا۔

(۴) ــــــ اہل مصر نے کہا کہ ہمارے ہاں سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو معزول کر کے عمرو بنؓ العاص کو عامل و والی بنا دیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے اسی طرح کر دیا۔

ــــــ اس روایت کے اعتبار سے سیدنا امیر المومنین عثمانؓ کا کردار اس معاملہ میں نہایت بے داغ نظر آتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کامل دیانتداری کے ساتھ

عوام کے احساسات اور مفادات کو پوری طرح ملحوظ رکھا کسی قسم کی جانبداری اور قبیلہ پرستی سامنے نہیں رکھی ۔

اس روایت نے بڑے بڑے الجھاؤ صاف کر دیتے ہیں اور اس نوعیت کی بیشتر داستانیں ختم کر کے رکھ دی ہیں ۔

معترضین حضرات اگر تعصب دُور فرما کر انصاف پسندی اور خدا خوفی سے کام لیں تو مسئلہ صاف ہو چکا ہے ۔ اس میں کوئی خفا باقی نہیں رہا ۔

تنبیہ

امام بخاریؒ کی مندرجہ روایت سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ مروان بن حکم کی بے اعتدالیوں کی داستانیں اور اس کے ملکی تسلّط کے قصّے جو سنائے جاتے ہیں وہ بیشتر بے اصل اور لغو ہیں اگر ان میں اصلیّت ہوتی تو اس دَور کے مسلمانوں نے حضرت عثمانؓ کے سامنے جہاں عزل و نصب کے دیگر مسائل پیش کیے تھے وہاں مروان کے الگ کروانے کا مسئلہ بھی ضرور پیش کرتے اور اس کو برطرف کروا دیتے ۔ حضرت عثمانؓ کی طرف سے تو اس نوعیّت کے مسائل حل کرانے کی پیش کش ہوئی تھی اور حاضرین پھر بھی مروان کے حق میں خاموش رہے ۔ سچ ہے کہ "السکوت فی معرض الحاجۃ الی البیان بیانٌ"۔

(اصول البزدوی، ص ۱۶۰، باب تقسیم الراوی
طبع نور محمد، کراچی)

اختتام بحث اوّل

اس بحث کے اوّل سے لے کر آخر تک مناسبِ عثمانی اور ان کے حکّام کی ایک

تفصیل دے دی گئی ہے۔ ان میں اموی وغیر اموی کا حساب لگانا اور اقربا و غیر اقربا کا شمار کرنا ناظرین کرام کے لیے بڑی سہولت سے ہو سکتا ہے۔ عہدِ عثمانی کی تمام سلطنت پر تدبّر سے نظر ڈال کر تناسب خود لگائیں اور موازنہ قائم کریں کہ کس قدر بنوامیہ کو مسلّط کر دیا گیا اور کتنی تعداد باقی قبائل کے حکّام کی تھی؟

کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دَور میں جانب دارانہ سلوک روا رکھا تھا؟ اور اپنے قبیلہ کے افراد کو تمام سلطنتِ عثمانی پر قابض بنا دیا تھا؟

—— ہم نے تاریخی مواد قلیل سی سعی کر کے بحوالہ کتب آپ حضرات کے سامنے رکھ دیا ہے نتیجہ پر پہنچنا اب قارئین حضرات کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

مختصر یہ ہے کہ اتنی عظیم و وسیع سلطنت میں صرف چار پانچ آدمی رشتہ دار حاکم بنائے گئے اور ان میں سے بھی بعض حسبِ ضرورت ادلتے بدلتے رہے۔ کیا اسی کا نام ہے "حکومت کے تمام اختیارات ایک خاندان کے لیے جمع کر دیئے گئے ہیں" انصاف فرما دیں۔

—— اس کے بعد اب دوسری بحث شروع ہوگی اس میں ان حضرات کی لیاقت اور صلاحیت و کردار کا مسئلہ سامنے رکھا جائے گا۔ اور ان کی دینی، ملّی خدمات کا ذکر کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

بحث ثانی

یہاں اس اعتراض کا جواب پیش کرنا مناسب ہے جس میں معترض دوستوں نے لکھا ہے کہ:

"فانّہ ولّی امور المسلمین من لا یصلح للولایۃ حتّٰی ظھر من بعضھم الفسوق و من بعضھم الخیانۃ ... الخ

"منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامامۃ لابن المطہر الحلی الامامی الشیعی بحث مطاعن عثمانی ص ۶۶

مطبوعہ در آخر جلد رابع از منہاج السُّنہ (طبع لاہور)

"یعنی عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے تمام اُمور کا ایسے کارندوں کو حاکم بنا دیا جو لوگ حکومت کرنے کی "صلاحیت" اور "لیاقت" نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ ان میں سے بعض افراد سے فسق و فجور ظاہر ہوا اور بعضوں سے خیانتیں صادر ہوئیں وغیرہ وغیرہ"

——— حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اقرباء میں سے یہ وہی اشخاص ہیں جن کا بحث اوّل میں ذکر ہو چکا ہے یعنی ولید بن عقبہ۔ سعید بن العاص، عبداللہ بن عامر بن کریز۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ مروان بن الحکم۔

ان حضرات پر یہ طعن ہے کہ ان لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکومت کی ذمہ داریاں سپرد کیں حالانکہ یہ لوگ حکومت کی اہلیت و صلاحیت نہیں رکھتے

تھے بلکہ فاسق و خائن تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی حکومت کو نقصان پہنچایا۔ ان کی وجہ سے دین کا تنزل ہوا۔ اسلام کی بربادی ہوئی اور ان کو مناصب ملنے کی وجہ سے جاہلی تعصب، اور قبائلی دھڑے بندی اس دور میں پھر عود کر آئی اور یہ چیز قتلِ عثمانی پر منتج ہوئی۔

——اس مسئلہ کے جواب کے لیے پہلے چند تمہیدات پیشِ نظر رکھیں اس کے بعد مندرجہ بالا افراد میں سے ہر ایک کی پوزیشن الگ الگ ملاحظہ فرما دیں۔

اس طریقہ سے معلوم ہو سکے گا یہ کس قسم کے لوگ تھے؟ ان کا کردار کیا تھا؟ ان کے سبب سے ملتِ اسلامیہ کو فائدہ ہُوا یا نہ ہُوا؟ اسلام کی انہوں نے کتنی خدمات، سر انجام دیں۔ اور یہ لوگ اسلامی سلطنت کے حق میں اہل ثابت ہوتے یا نا اہل؟ کیا ان لوگوں کی وجہ سے کوئی قبائلی عصبیت لوٹ آئی تھی؟ یا صرف پروپیگنڈا ہے؟

تمہیدات

(۱)

——معصیت اور خطا سے معصوم ہونا انبیاء علیہم السّلام کی صفت ہے۔ مندرجہ حضرات خطا سے مبّرا نہ تھے۔ نہ فرشتوں کی طرح گناہوں سے محفوظ تھے۔ انسان تھے اور انسان سے خطا سرزد ہونا کچھ بعید نہیں۔

(۲)

——اعتراض پیدا کرنے والے احباب نے ان لوگوں کے نقائص د

معائب عوام کے سامنے بڑی کوشش سے نشر فرماتے ہیں۔ ان لوگوں کے کردار کی بھی پسندیدہ تصویر ان کے پاس تھی جو انہوں نے دکھلا دی ہے۔

اب ہم آئندہ اوراق میں ان مطعونین کی شخصیت کی تصویر کا دوسرا رُخ پیش کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے ناظرین حضرات کے لیے ایک شخص کے محاسن و قبائح کے دونوں پہلو پیش نظر ہوں گے۔

بالفرض ان میں کچھ خامیاں تھیں تو ساتھ ہی ان کی خوبیوں کو بھی ملحوظِ نظر رکھنا ہو گا۔ ع

"عیب وی جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو"

(۳)

یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ حضرت سیدنا عثمانؓ نے ان لوگوں پر اعتماد کیا اور ذمہ داریاں سپرد فرمائیں اگر مفوضہ امور کے یہ اہل نہ ہوتے اور ان میں صلاحیت نہ ہوتی تو حضرت عثمانؓ ان لوگوں کو اُمت کے اہم کام تفویض ہی نہ فرماتے۔

اب ان چھ حضرات کے متعلقات علی الترتیب پیش کیے جاتے ہیں اس پر بحث ثانی تمام ہو گی۔

ولید بن عقبہؓ کے متعلقات

نسب اور اسلام | پدری سلسلہ نسب اس طرح ہے :

—— ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس ....
یکنّٰی ابو وہب .....

(طبقات، ابن سعد، ج ۶، ص ۱۵۔
تحت ولید بن عقبہ)

—— اور مادری نسب یہ ہے :

" امّہ اروٰی بنت کریز بن ربیعہ ..... وھو اخو عثمان
بن عفان لامّہ ...."

(طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۱۵۔
تحت ولید بن عقبہ)

—— و امّ بنی عقبۃ ھٰؤلاء اروٰی بنت کریز بن ربیعہ
.... و امّھا البیضاء ام حکیم بنت عبد المطلب توأمۃ
ابی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم و اخوھم لامّھم
عثمان بن عفّان "

(نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۴۶
تحت، اولاد عقبہ بن ابی معیط)

مطلب یہ ہے کہ ولید بن عقبہؓ اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے چھٹی پشت

(یعنی عبد مناف) میں نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کے ساتھ نسب میں شریک ہیں اور (چھٹا دادا مشترک ہے۔ اور ولید کی کنیت ابو وہب ہے۔

اور (ماں کی جانب سے تعلق اس طرح ہے کہ

ولید کی ماں کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ ہے۔ اور اروی حضرت عثمانؓ کی بھی ماں ہے۔ اس وجہ سے ولید اور حضرت عثمانؓ باہم ماں جائے برادر ہیں۔

پھر اروی بنت کریز کی ماں (یعنی ولید و عثمانؓ دونوں کی نانی) البیضاء ام حکیم ہے جو عبد المطلب بن ہاشم کی لڑکی ہے۔

——— اور البیضاء ام حکیم نبی کریم علیہ السّلام کے والد شریف حضرت عبد اللہ کی توأم ہے (یعنی ایک بطن سے پیدا شدہ ہیں) لہٰذا عقبہ کی اولاد (ولید وغیرہ) حضرت عثمانؓ کے لیے ماں جائے برادر ہیں۔

——— تشریح ہٰذا کے ذریعے ولید اور حضرت عثمانؓ کا نسبی تعلق معلوم ہو گیا۔ اور ساتھ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت علیؓ کے ساتھ جو ولید کی قرابت نسبی و خاندانی ہے وہ بھی واضح ہو گئی[1] یعنی ولید کی ماں بنی ہاشم حضرات کی بنت البنت (نواسی) ہے (۲) ولید کی ماں کے ننہال بنی ہاشم ہیں (۳) اور ولید بن عقبہ حضرت علیؓ کی پھوپھی زاد بہن کے لڑکے ہیں۔

——— اور ولید فتح مکّہ کے موقعہ پر ایمان لائے تھے۔ (مشہور روایت یہی ہے) اور حضور علیہ الصلوٰۃ کے صحابہ کرامؓ میں سے ہیں۔

.... الولید بن عقبة بن ابی معیط ... من مسلمة الفتح ....

(۱) ——— تجرید اسماء الصحابہ، ج ۲ ص ۱۳۹ للحافظ الذہبی طبع اوّل، دکن۔

. . . . و اسلم الولید واخوہ عمارۃ یوم الفتح . . . ."

(۲)— الاصابہ، ج ۳، ص ۶۰۱، جلد ثالث معہ الاستیعاب تحت الولید بن عقبہ۔

یعنی ولید اور ان کا برادر عمارہ دونوں فتح مکہ کے روز ایمان لائے تھے۔

طبعی لیاقت ولید فتح مکہ کے موقعہ پر ایمان لائے۔ اپنی ذاتی لیاقت کی بنا پر کئی اوصاف کے مالک تھے۔ قبیلۂ قریش کے اہم لوگوں میں سے تھے۔ شرفاءِ قوم میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ بہادر و شجاع تھے۔ باحوصلہ آدمی اور سخی مرد تھے۔ اپنے دور کے شاعر بھی تھے۔

یہ چیزیں عبارتِ ذیل میں ملاحظہ فرماویں۔

(۱) . . . . . . وکان الولید من رجال قریش وشعرائہم و کان لہ سخاء . . . الخ

(۲) . . . . . . وکان الولید شجاعًا شاعرًا جوادًا . . . الخ

(۳)— اسلم یوم الفتح . . . . . وکان من رجال قریشٍ ظرفًا وحلمًا وشجاعۃً وادبًا وکان شاعرًا شریفًا . . . الخ"

(۱) نسب قریش المصعب الزبیری، ص ۱۳۸ تحت اولاد عقبہ بن ابی معیط۔

(۲) الاصابہ، ج ۳، ص ۶۰۱۔ معہ استیعاب تحت الولید بن عقبہ۔

(۳) تہذیب التہذیب، ص ۱۴۲-۱۴۳، ج ۱۱ تحت الولید بن عقبہ۔

حاکم و عامل بنایا جانا

علماء رجال و تراجم نے لکھا ہے کہ
(۱) ـــــ فتح مکہ کے بعد نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنی مصطلق کے صدقات کی وصولی پر عامل و حاکم مقرر فرمایا۔

(۲) ـــــ پھر صدیقِ اکبرؓ نے اپنے دَورِ خلافت میں قبیلہ بنی قضاعہ کے صدقات پر ولید بن عقبہ اور عمرو بن العاص دونوں کو عامل متعین فرمایا۔ اور ان دونوں کو رخصت کرنے کے لیے حضرت صدیقؓ خود مدینہ سے باہر تشریف لے گئے۔ دونوں حضرات کو خدا خوفی کی وصیتیں فرمائیں اور روانہ کیا۔

(۳) ـــــ اور فاروقی دَور میں حضرت فاروقِ اعظمؓ نے ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنی تغلب کے صدقات پر عامل و حاکم کی حیثیت سے تعینات فرمایا۔

(۴) ـــــ اور حضرت عثمانؓ نے بھی ولید بن عقبہ کو عامل و حاکم مقرر کیا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے (یعنی بحث اوّل میں گزر چکا ہے۔

مقاماتِ ذیل کی طرف رجوع کریں۔ یہاں یہ مسئلہ درج ہے۔

(۱) .... الولید بن عقبۃ بن ابی معیط علی بنی مصطلق الخ اسلم یوم الفتح بعثہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم علی صدقات بنی مصطلق۔

(۱) ـــ کتاب المحبر ص ۱۲۶ تحت امراء نبوی۔

(۲) ـــ تہذیب التہذیب، ج ۱۱ ص ۱۴۲ تحت الولید

(۲) .... کتب ابوبکر الی عمرو بن العاص والی ولید بن عقبۃ وکان علی النصف من صدقات قضاعۃ وقد کان ابوبکرؓ شیّعہما مبعثہما علی الصدقۃ واوصٰی کلّ

واحدٍ منهما بوصيّةٍ اتّق الله فی السرّ والعلانیة ۔"

(تاریخ للطبری، ج ۴، ص ۲۹ تحت سنہ ۱۳ھ)

(۳)..... وولّاه عمر علی صدقات بنی تغلب وولّاه عثمان علی الکوفة ثم عزله ..... وفی تسع وعشرین عزل عثمان عن الکوفة الولید بن عقبة ... الخ

(تہذیب التہذیب، ص ۱۴۳-۱۴۴، ج ۱۱ تحت الولید بن عقبۃ)

کارکردگی وکارنامے (۱)

اس سلسلہ میں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں :-

ولید بن عقبہ میں کام کی اہلیت تھی اور انتظام کی صلاحیت بھی۔ اس بنا پر خلفائے راشدین کی طرف سے ملّت کے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔

—— چنانچہ حضرت عمرؓ کی جانب سے قبیلہ بنی تغلب پر عامل رہے اور عرب الجزیرہ کے علاقہ پر حاکم ووالی متعیّن تھے۔

—— جب ان کو کوفہ پر حضرت عثمانؓ نے والی بنایا تو عرب الجزیرہ سے کوفہ کی طرف پہنچے تھے۔ عہدِ عثمانی کے دوسرے سال میں کوفہ پر ان کا یہ تقرر ہُوا تھا۔

—— اپنے عمدہ کردار کی وجہ سے لوگوں میں پسندیدہ تھے اور رعیّت کے ساتھ رفق ونرمی کا برتاؤ رکھتے تھے۔

—— قریباً پانچ سال تک کوفہ پر حاکم رہے۔ اس مدّت میں ان کی حویلی پر عوام کو روکنے کے لیے کوئی دربان نہیں تھا۔ (یعنی مستغیث کو اپنی معروضات پیش کرنے کی ہر وقت اجازت تھی)

اہلِ علم کی تسلّی کے لیے حوالہ کی عبارت درجِ ذیل ہے۔ طبری میں ہے کہ

"...... وکان (الولید بن عقبۃ) علی عرب الجزیرۃ عاملًا لعمر بن الخطاب فقدم الولید فی السنۃ الثانیۃ من امارۃ عثمان ...... فقدم الکوفۃ وکان احب الناس فی الناس وارفقھم بھم فکان بذالک خمس سنین و لیس علی دارہ باب"

اور ابن کثیر کی عبارت میں یہ مضمون اس طرح ہے۔

"...... واستعمل الولید بن عقبہ وکان عاملًا لعمر علی عرب الجزیرۃ فلما قدمھا اقبل علیہ اھلھا فاقام بھا خمس سنین ولیس علی دارہ باب وکان فیہ رفق بو عیتہ"

(۱)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴۸، ۲۶ھ، تحت ذکر سبب عزل عثمان عن الکوفۃ سعدًا و استعمالہ علیہا الولید"

(۲)۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۱، تحت ۲۶ھ۔ طبع اوّل مصری

(۲)

جنگی کارناموں کے سلسلہ میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ ولید بن عقبہ نے آذربیجان اور آرمینیا کے علاقہ پر کوفہ سے ایک لشکر مرتب کرکے پیش قدمی کی۔ یہ دونوں علاقے قبل ازیں مفتوح ہونے کے بعد نقضِ عہد کرکے بغاوت

کر چکے تھے۔ ولید اس جیش کے ذریعہ ان پر حملہ آور ہوئے۔ دوبارہ فتح کیا غنائم حاصل کیے۔ مخالفین کو قیدی بنایا گیا۔ بے شمار اموال مسلمانوں کے ہاتھ لگے ——— آذربیجان و آرمینیہ کے لوگوں کو جب اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے صلح اختیار کی (جیسا کہ حضرت حذیفہ بن یمان کے ساتھ صلح کی تھی یعنی آٹھ لاکھ درہم سالانہ مسلمانوں کو ادا کریں گے۔ امیر ولید بن عقبہ نے ان سے یہ بطور سالانہ جزیہ کے وصول کیا اور غنائم حاصل کر کے کوفہ کی طرف بسلامت واپس ہوئے۔

عبارت ذیل میں یہ مضمون مذکور ہے:-

——— ان الولید بن عقبة سار بجیش الکوفة نحو آذربیجان وآرمینیة حین نقضوا العهد فوطی بلادهم واغار باراضی تلك الناحیة فغنم وسبی واخذ اموالاً جزیلةً فلمّا ایقنوا بالهلکة صالحهم اهلها علی ما کانوا صالحوا علیه حذیفة بن الیمان ثمان مائة الف درهم فی کل سنة فقبض منهم جزیة سنةٍ ثم رجع سالمًا غانمًا الی الکوفة - الخ

(البدایہ لابن کثیر، ص ۱۴۹-۱۵۰، ج ۷، تحت سـ۲۵ـنہ ھ، تذکرہ خلافت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان، طبع اوّل مصر)

(۴۲)

جب اہل روم نے مسلمانوں کے ساتھ شدید مقابلہ کیا۔ اہل شام کو خوف

لاحق ہوا تو انہوں نے خلیفۂ وقت سیّدنا حضرت عثمانؓ سے جنگی امداد طلب کی۔ حضرت عثمانؓ نے امدادی لشکر روانہ کرنے کے لیے امیرِ کوفہ ولید بن عقبہ کو فرمان جاری کیا کہ جب میرا یہ حکم پہنچے تو اپنے بھائیوں (اہلِ شام) کے لیے آٹھ ہزار کے لگ بھگ امدادی لشکر تیار کیجیے۔ اور ایک شریف بہادر امانتی آدمی کی ماتحتی میں روانہ کریں۔ فرمان ہٰذا پہنچنے پر ولید بن عقبہ نے اہلِ اسلام کو اطلاع کرائی۔ اہلِ شام کی معاونت کے لیے بڑی مستعدی کے ساتھ لوگوں کو آمادہ کیا۔ جہاد پر آمادگی کی خاطر لیکچر دیئے۔ جب بہت بڑی فوج تیار ہوگئی تو سلمان بن ربیعہ کو ان پر امیر بنا کر شام کی طرف لشکر روانہ کیا۔

مسلمانوں کے لشکر بلادِ روم میں جا کر جمع ہوتے تو اہلِ اسلام کو فتوحات ہوئیں۔ غنائم حاصل کیے اور بے شمار قلعوں کو اسلام کے زیرِ نگیں کیا۔

البدایہ میں یہ مضمون ہے کہ:

...... جاشت الروم حتی خاف اھل الشام وبعثوا الیٰ عثمانؓ یستمدونہٗ فکتب الیٰ ولید بن عقبۃ ان اذا جاءك کتابی ھٰذا فابعث رجلاً امیناً کریماً شجاعاً فی ثمانیۃ آلاف .... الیٰ اخوانکم بالشام فقام الولید بن عقبۃ فی النّاس خطیباً حین وصل الیہ کتاب عثمانؓ فاخبرھم بما امرہ بہٖ امیرالمؤمنین وندب الناس وحثّھم علی الجھاد ومعاونۃ معاویۃ واھل الشام وامّر سلمان بن ربیعۃ علی النّاس الذین یخرجون الی الشام .... فلمّا اجتمع الجیشان شنّوا الغارات علی بلاد الروم فغنموا وسلبوا شیئاً کثیراً وفتحوا حصوناً

كَثِيرَةً وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۰، تذکرہ خلافت امیر المومنین حضرت عثمانؓ)

ولید بن عقبہؓ کے متعلق بعض اشکالات اور اُن کا حل

سابقاً چند چیزیں ولید کے مقام کے متعلق ذکر کی گئی ہیں۔ اب ان کے متعلق معترضین کے بعض اعتراضات اور ان کے جوابات پیش خدمت کیے جاتے ہیں۔

(۱)

ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قبیلہ بنی مصطلق کی طرف سے نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ولید بن عقبہ کو صدقات کی وصولی کے لیے روانہ فرمایا۔ جب ولید قبیلہ ہٰذا کے قریب پہنچے تو بعض لوگ ان کی آمد پر بطور پیش قدمی باہر آئے۔ ولید انہیں دیکھ کر واپس ہوئے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آکر رپورٹ دے دی کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں، میرے قتل کے درپے تھے اور انہوں نے صدقات دینے سے انکار کر دیا ہے۔

حضور علیہ السّلام یہ بات معلوم کر کے ناراض ہوئے۔ ان پر فوج کشی کا ارادہ کیا۔ اس وقت ولید کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ

تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ۔"

(پارہ ۲۶ - سورۂ حجرات)

ترجمہ :- "اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لائے تو تحقیق کر لو۔ کہیں جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے۔ پھر کل کو اپنے کیے پر لگو پچھتانے ۔"

خلاصہ یہ ہے کہ ولید نے جھوٹ بولا تھا۔ اس وجہ سے ان کو قرآن کریم نے فاسق کہا ہے ۔ ولید کی رپورٹ دینے پر مسلمانوں میں ایک بڑا حادثہ پیش آنے والا تھا اتفاقاً بچاؤ ہو گیا ۔

حلِّ اشکال

اس آیت کے تحت کئی قسم کی روایات مفسرین نے لکھ دی ہیں۔ ان میں بیشتر تو مجاہد و قتادہ ، ابن ابی لیلیٰ وغیرہم پر موقوف روایات ہیں ، مرفوع نہیں اور یہ لوگ اس دور کے آدمی نہیں بلکہ بعد کے زمانہ کے ہیں ۔

اور جو چند ایک (ام سلمہ ، ابن عباس وغیرہما) کی مرفوع روایات ملتی ہیں ۔ ان کے اسانید بھی کوئی بخاری و مسلم کے اسانید کی طرح غیر مجروح اور پختہ نہیں ، بلکہ ان پر نقد و تنقید کے مواقع موجود ہیں ۔

——— ولید کے متعلق واقعہ کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہاں چند امور قابلِ وضاحت ہیں ۔

(۱) ——— جاہلیت کے دور میں ولید بن عقبہ اور قبیلہ بنی مصطلق کے درمیان سابقہ عداوت تھی ۔

"۔ ۔ ۔ وکان بینہ وبینھم عداوۃ فی الجاھلیۃ ۔ ۔ ۔ الخ

(۱) ــــــ مدارج السالکین لابن القیم، ج ۱، ص ۳۶۰
(۲) ــــــ تفسیر خازن معہ بغوی، ج ۶، ص ۲۲۲ تحت الآیۃ

(۲) ولید کو شیطان کی دھوکہ دہی

ولید کی آمد کی قبیلہ مذکور کو اطلاع ہوئی پیش قدمی کے طور پر بعض لوگ سامنے آئے تو ایک شیطان نے ولید کو بتلایا کہ یہ تو آپ کے قتل کے ارادہ پر آرہے ہیں تو ولید خوف کھا کر واپس چل پڑے اور آکر یہ ماجرا بیان کیا کہ بنی مصطلق صدقات سے انکاری ہوگئے ہیں اور میرے قتل کے درپے ہوتے ... الخ

"... فحدثه الشیطان انهم یریدون قتله فهابهم فرجع من الطریق الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ان بنی المصطلق منعوا صدقاتهم فارادوا قتلی ...الخ

(مدارج السالکین لابن القیم الجوزیہ، ج ۱، ص ۳۶۰۔
طبع مصر، سن طباعت ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء

تنبیہ

"... فحدثه الشیطان کے الفاظ کو مندرجہ ذیل علماء نے اس واقعہ میں ذکر کیا ہے :۔

(۱) تفسیر ابن جریر للطبری، ص ۷۸، پارہ ۲۶۔ تحت الآیہ
(۲) تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۲۰۹، تحت الآیہ
(۳) تفسیر بغوی معہ خازن، ج ۶، ص ۲۲۲۔ تحت الآیہ
(۴) تفسیر خازن معہ بغوی، ج ۶، ص ۲۲۲۔ تحت الآیہ

اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ ولید کو شیطان نے بتلایا کہ یہ لوگ تمہارے قتل کے درپے ہیں اور صدقات دینے سے منکر ہو گئے ہیں۔

—— شیطان کی فریب کاریاں اور مکّاریاں خدا کے نیک بندوں کے ساتھ ہمیشہ سے جاری ہیں۔ اس موقعہ پر بھی شیطان نے فریب دہی سے کام لیا۔ یہ تفصیل نہیں مل سکی کہ انسانی شکل میں تشکل ہو کر یہ دھوکہ دیا، یا آواز دیکر یہ شر پیدا کر دیا، یا اس نے کوئی اور صورت اختیار کی۔

بہر کیف یہ شیطانی فریب کاری تھی جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا۔

—— ولید کو ناپسند جاننے والے احباب ولید پر برس پڑے اور ان کو خوب بدنام کیا (انما لامرأٍ ما نوی)، حالانکہ مفسّرین نے "فحدثہ الشیطان" کا لفظ نقل کر کے ولید بن عقبہ کے دامن کو بچا دیا تھا۔ اور حقیقتِ واقعہ بیان کر دی تھی۔

۳۔ ولید پر فاسق کا اطلاق ٹھیک نہیں ہے

واقعہ ہٰذا اور اس آیت کے پیشِ نظر علماء نے جو تحقیق درج کی ہے اس کو بھی ملحوظ رکھیں۔ وہ قابلِ توجہ ہے :۔

(۱) علّامہ فخر الدین الرازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں آیت ہٰذا کے تحت لکھا ہے :۔

"ہم کہتے ہیں کہ آیت ہٰذا (ان جاءکم فاسق بنبأ) کا نزول عمومی طور پر کسی شخص کے بیان کے تثبّت اور فاسق کے قول پر عدمِ اعتماد کی خاطر ہوا ہے۔ اور جس شخص نے یہ قول نقل کیا ہے کہ صرف واقعہ ولید کے لیے اس آیت کا نزول ہے۔ یہ ضعیف ہے اور اس کے ضعف پر یہ چیز دال ہے کہ :۔

"اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ فلاں آدمی کے لیے میں نے یہ آیت نازل کی"

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی یہ منقول نہیں کہ آیت کا ورود صرف ولید کے بیان کے لیے ہے اور بس۔

غایت مافی الباب یہ ہے کہ یہ آیت اس موقعہ پر نازل ہوئی تھی اور نزولِ آیت کی تاریخ کے طور پر یہ واقعہ ہے۔

—— اس کی ہم تصدیق کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی تائید ہوتی ہے کہ ولید پر لفظ "فاسق" کا اطلاق ایک بعید چیز ہے۔ اس وجہ سے کہ (شیطانی دھوکہ کی بنا پر) ولید نے وہم اور گمان کیا تھا۔ اس میں وہ چوک گئے اور چوک جانے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا"

اہلِ علم کی تسلّی کے لیے بعینہٖ عبارت درج ذیل ہے :-

"..... بل نقول هو نزل عاماً لبيان تثبت وترك الاعتماد على قول الفاسق ويدلّ على ضعف قول من يقول انها نزلت لكذا ان الله تعالىٰ لم يقل انى انزلتها لكذا والنبى صلى الله عليه وسلم لم ينقل عنه انه بين ان الآية وردت لبيان ذٰلك فحسب - غاية ما فى الباب انها نزلت فى ذٰلك الوقت وهو مثل التاريخ لنزول الاية ونحن نصدق ذٰلك ويتاكد ما ذكرنا ان اطلاق لفظ "الفاسق" على الوليد شيئ بعيد لانّه توهم وظن فاخطأ والمخطئ لا يسمّٰى فاسقاً ... الخ

(تفسیر کبیر للرازی، ص ۵۸۹، ج ۷، تحت لآیہ (المسئلۃ الاولیٰ)

(۲) ـــــــ تفسیر خازن میں بھی اسی کے موافق مسئلہ ہٰذا لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"قیل ھو عام نزلت لبیان التثبت وترك الاعتماد
علیٰ قول الفاسق وھو اولیٰ من حکم الاٰیۃ علی رجل
بعینہ لانّ الفسوق خروج عن الحق ولا یُظَنُّ بالولید
ذٰلك اِلاّ اَنَّہٗ ظنّ وتوھّم فَاَخطاَ"

(تفسیر خازن معہ بغوی، ج ۶، ص ۲۲۲
تحت الآیہ۔ طبع ثانی مصری)

(۳) ـــــــ تفسیر صاوی علی الجلالین، ص ۱۰۹ - ۱۱۰ (تحت الآیہ) میں بھی یہی مسئلہ درج ہے۔ اہلِ علم کے لیے اطلاع کر دی گئی ہے۔

ـــــــ مندرجہ بالا امور کی روشنی میں یہ چیز واضح ہو گئی کہ:-

● ـــــــ اس قسم کے مواقع میں یہ قاعدہ ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ

"العبرۃ لعموم الالفاظ لالخصوص الموارد"

یعنی الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ خصوصی واقعہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔"

● ـــــــ جاہلیت کے دَور کی سابقہ عداوت کی وجہ سے ولید بن عقبہ کو اگر شیطان نے دھوکہ میں ڈال دیا اور وہ اس معاملہ میں چوک گئے تو ان حالات میں ان کو فاسق کے "لقب" سے یاد کرتے رہنا کسی طرح درست نہیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ خطاء اجتہادی مُسقطِ عدالت نہیں ہُوا کرتی۔ لہٰذا ان کی عدالت ثابت ہے اور ان پر "فاسق" کا لقب تجویز کرنا مناسب نہیں۔

ـــــــ اس اشکال اور اس کے حل کے آخر میں اتنی چیز مزید ذکر کی جاتی ہے

کہ دَورِ نبوّت میں، اور دَورِ صدیقی و دَورِ فاروقی میں ولید بن عقبہ کو "فاسق" کے نام سے نہیں یاد کیا گیا۔ اور نہ ہی ان کو یہ طعنہ دیا جاتا تھا۔ بلکہ حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ نے اپنی اپنی خلافتوں کے دوران ولید پر پورا اعتماد کیا۔ نظامِ خلافت میں شریکِ کار کیا۔ عہدے و منصب انہیں عطا کیے۔ بالفرض اگر ولید بن عقبہ فاسق اور قابلِ مذمت شخص تھے تو شیخینؓ نے ان کے ساتھ یہ قابلِ عزت اور لائق احترام سلوک کیوں روا رکھا؟

کیا ولید کے متعلقہ واقعات اور آیات ان حضرات سے مخفی ہو گئی تھیں؟ یہ چیز غور کرنے کے قابل ہے۔ تعصب سے الگ ہو کر تدبّر فرمائیے۔

(۲)

عثمانی دَور پر معترض احباب اس موقعہ پر دوسری یہ چیز بھی ذکر کیا کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کو وصایا میں فرمایا کہ آلِ ابی معیط (جو ولید بن عقبہ کے دادا ہیں) کو لوگوں کی گردنوں پر مسلّط نہ کر دینا۔ حضرت عثمانؓ نے وصیت کی پرواہ نہ کی اور آل ابی معیط کو لوگوں پر مسلّط کر ڈالا۔

حضرت عمرؓ نے جس خطرہ کو محسوس کیا تھا وہ پورا ہو کر رہا، وغیرہ۔

اس چیز کو صاف کرنے کے لیے آئندہ سطور ملاحظہ فرماویں۔

رفعِ اشتباہ

جن روایات سے یہ اعتراض مستنبط کیا گیا ہے وہ کوئی بخاری کی طرح صحیح السند نہیں۔ ان کے رواۃ میں کئی طرح سے مجروح لوگ موجود ہیں۔

——علی سبیل التنزّل اگر روایت بالا کو ٹھیک فرض کر لیا جائے تو

اس روایت میں جہاں مذکورہ وصیّت حضرت عثمانؓ کے لیے درج ہے اسی روایت میں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو بھی وصیت فرمائی ہے اور قسم دے کر فرمایا کہ

"اے علی! اگر تم لوگوں کے امور کے متولی بنو تو لوگوں کی گردنوں پر بنو ہاشم کو سوار نہ کر دینا۔

پوری عبارت ملاحظہ فرماویں۔ طبری اور طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:-

"انشدك الله یا علیؓ! ان ولیت من امور الناس شیئاً ان تحمل بنی هاشم علیٰ رقاب الناس انشدك الله یا عثمانؓ ان ولّیت من امور الناس شیئاً ان تحمل بنی ابی معیط علیٰ رقاب الناس - الخ

(۱)۔۔۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۔ تحت سنة ۲۳ھ
عنوان ذکر الخبر عن مقتله (عمر) طبع مصری قدیم طبع)
(۲)۔۔۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۴۹، تحت تذکرۃ عمرؓ، طبع لیدن۔

(مطلب عبارت یہ ہے) ۔۔۔۔۔ حضرت عمرؓ نے وصیت کے طور پر علیؓ بن ابی طالب کو فرمایا۔

"اے علیؓ! اگر آپ لوگوں کے اُمور کے والی و متولّی بنائے جائیں تو لوگوں کی گردنوں پر بنی ہاشم کو سوار نہ کر دینا۔ پھر حضرت عثمانؓ کو خطاب کر کے فرمایا کہ:-

"اے عثمانؓ! اگر آپ لوگوں کے اُمور کے والی و متولّی بنائے جائیں تو ابو معیط کی اولاد کو لوگوں کی گردنوں پر مسلّط نہ کر دینا۔"

روایت ہٰذا کی بنا پر معترض حضرات کو اگر اعتراض کرنا ہی مقصود ہے تو اعتراض دونوں بزرگوں پر مساوی طور پر قائم ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت علیؓ نے بھی حضرت عمرؓ کی وصیت قبول نہ کی اور اپنے رشتہ داروں (یعنی بنو ہاشم) کو اپنے دورِ خلافت میں "اہم عہدے" اور "کلیدی مناصب" عطا فرما دیئے۔ (جس کی تفصیل عنقریب بحث ثالث میں انشاء اللہ آ رہی ہے۔

——— ہمارا موقف تو یہ ہے کہ دونوں بزرگوں پر اس مسئلہ میں نقد و تنقید کرنا مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے اپنے حالات کے اعتبار سے درست صورت اختیار کی تھی لیکن معترض دوستوں نے روایتِ بالا کے ذریعہ اپنی کمال حذاقت کی وجہ سے حضرت عثمانؓ پر نقد کر ڈالا اور حضرت علیؓ کو ترک کر دیا۔

یہ تو ایسی مثال ہوئی جیسے مقولہ مشہور ہے کہ

"نزلہ برعضو ضعیف می ریزد"

ان کے خیال میں حضرت عثمان بن عفانؓ کمزور تھے۔ ان پر وار کر لیا۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ مضبوط تھے ان کو بچا دیا۔ (تعصّب کے یہ نمونے ہیں۔ قدم قدم پر ناظرین ملاحظہ فرماتے رہیں)۔

——— عوام ناظرین کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ حضرت عثمانؓ نے آلِ ابی معیط میں سے صرف ایک فردِ واحد (ولید بن عقبہ بن ابی معیط) کو چند سال کے لیے کوفہ کا والی بنایا تھا (جیسا کہ بحث اوّل میں مفصّلاً ذکر کیا گیا) غالباً دوسرے کسی کو حاکم بنایا ہی نہیں۔ باقی چند اقرباء کو جو عہدے دیئے تھے وہ حضرات آلِ ابی معیط میں سے نہیں ہیں۔ اس اعتراض کی حقیقت یہی کچھ ہے جو پیش کر دی ہے۔ معترض حضرات کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔

حضور علیہ السلام کے تمام صحابۂ کرام قابلِ احترام اور لائقِ عقیدت

ہیں۔ ان میں تفریق پیدا کر کے بنو امیہ کے صحابہؓ کو مطعون کرنا اور بنو ہاشم صحابہؓ کو بری قرار دینا یہ نہایت ناروا تقسیم ہے۔ جو دین کے تقاضوں اور اسلام کے مقتضیات کے بالکل برخلاف ہے اور فرمانِ خداوندی (ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ، یعنی دین کو قائم کرو اور اس میں تفرق و تفریق نہ پیدا کرو) کے بالکل برعکس ہے۔

الانتباہ

(اہلِ علم کے لیے)

—— معترض حضرات نے سیدنا حضرت عثمانؓ کے کردار کو داغدار کرنے کے لیے اس مقام میں "کتاب الاستیعاب" سے مندرجۂ ذیل روایت نقل کی ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ نے اپنے امکانی جانشینوں کے متعلق کلام کیا وہاں مذکور ہے کہ:-

"ابنِ عباس کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت عمرؓ کے ساتھ چل رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے زور سے ٹھنڈا سانس لیا۔ ایسا معلوم ہوا کہ پسلی ٹوٹی ہے۔ عرض کیا کہ کوئی عظیم معاملہ پیش آیا ہے؟ فرمایا کہ ہاں اُمت کے بارے میں اپنے قائم مقام کے متعلق کیا صورت اختیار کروں؟ یہ چیز سامنے ہے۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ معتمد شخصیت کو آپ متعین کر دیں تو کر سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ علی المرتضیٰؓ لوگوں میں زیادہ حق رکھتے ہیں۔ میں نے کہا، ہاں۔ وہ سابق الاسلام عالم اور قرابت دار ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے لیکن وہ:-

(۱) کثیر الدعابہ ہیں (ان میں مسخرہ پن زیادہ ہے)۔ پھر میں نے کہا کہ عثمان بن عفان مناسب ہیں تو فرمایا کہ

(۲) ــــــ ان کو اگر میں جانشین تجویز کر دوں تو وہ (بنوامیہ سے) بنوابی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیں گے۔ وہ خدا کی نافرمانی کریں گے ․․․․ پھر لوگ عثمانؓ کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے اور ان کو قتل کر دیں گے۔

پھر میں نے طلحہ بن عبید اللہ کا نام پیش کیا تو فرمایا کہ

(۳) ــــــ ان میں بڑائی اور تکبّر ہے، ایسا والی ٹھیک نہیں۔

پھر میں نے کہا کہ زبیرؓ بن عوام کو بنا دیں تو فرمایا کہ

(۴) ــــــ یہ لوگوں کو صاع اور مُد کے معاملہ میں بھی مارنے لگیں گے (یعنی سخت گیر ہیں) ایسا نہیں چاہیے۔

پھر میں نے کہا کہ سعد بن ابی وقّاص کو مقرر کر دیں تو فرمایا کہ

(۵) ــــــ یہ صرف جنگی صلاحیّت رکھتے ہیں (جنگی سوار ہیں)

پھر میں نے عبد الرحمٰن بنؓ عوف کا نام ذکر کیا تو فرمایا کہ

(۶) ــــــ وہ آدمی اچھے ہیں لیکن اس مسئلہ میں ضعیف اور کمزور ہیں۔ قوی آدمی چاہیے۔

(الاستیعاب لابن عبد البر تذکرہ علی بن ابی طالب
جلد ثانی، ص ۴۶۷ - طبع حیدر آباد دکن)

ــــــ ــــــ ــــــ روایت ہذا کے ذریعہ حضرت عثمانؓ کے کردار کو مطعون کرنا اور ان کی پالیسی کو غلط ثابت کرنا مقصود ہے۔ اس ضمن میں ولید بن عقبہ (جو بنی ابی معیط سے ہیں) وہ بھی ملزم ہو سکیں گے۔

ــــــ قارئینِ کرام کی تفہیم کی خاطر مندرجۂ بالا روایت کے متعلق ہم

چند تشریحات پیش کرتے ہیں۔ وہ ایک دفعہ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ مغالطہ دور ہو جائے گا جو حضرت عثمانؓ کی کارکردگی اور پالیسی کے متعلق لوگ دینا چاہتے ہیں۔

مندرجہ بالا روایت کے متعلق دو طرح کا کلام کیا جائے گا۔ روایۃً و درایۃً پہلے اس کی سند کے اعتبار سے مختصر سی بحث کی جاتی ہے۔ اس کے بعد باعتبار "درایت" کے کلام کیا جائے گا۔

اوّل

—— ایک بات تو یہ ہے کہ مندرجہ بالا روایت (جو ابنِ عباسؓ سے منقول ہے) الاستیعاب کے مصری نسخہ (جس کے ساتھ "الاصابہ" لابن حجر مطبوعہ ہے) میں مفقود الخبر ہے۔ اس نسخہ کے متوقع مقامات کو (خصوصاً تذکرہ علی بن ابی طالبؓ) تو دیکھا گیا لیکن یہ روایت مجھے نہیں دستیاب ہو سکی۔ پھر الاستیعاب کے نسخہ مطبوعہ حیدر آباد دکن کی طرف رجوع کیا تو تذکرہ حضرت علیؓ میں ملی ہے اور اپنے طویل اسناد کے ساتھ درج ہے۔

گویا یہ روایت الاستیعاب کے بعض نسخوں میں مفقود ہے اور بعض میں پائی جاتی ہے۔ یہاں سے شبہ پیدا ہو گیا کہ ہو سکتا ہے کہ مصنّف کتاب نے نظرِ ثانی کے وقت اس روایت کو اصل کتاب سے خارج کر دیا ہو۔ پھر بعض ناقلین کی طرف سے دوسرے نسخہ میں اس کو داخل رکھا گیا ہو۔ بہرکیف اختلافِ نسخ کے ذریعہ اس کا معاملہ مشتبہ اور محتمل سا ہو گیا۔ تسلی بخش نہ رہا۔

—— دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کا سلسلۂ اسناد بڑا طویل ہے۔ اس کے تمام رواۃ پر بحث کرنے کی فرصت ہی نہیں اور حاجت بھی نہیں۔ صرف ان میں سے ایک راوی (محمد بن اسحاق) کی پوزیشن معلوم کر لینی کافی ہے۔

اس کی وجہ سے روایت کا غیر معتبر اور غیر معتمد ہونا خوب واضح ہو جائے گا۔

محمّد بن اسحٰق پر کلام

—۔ابن اسحٰق کے حق میں علماء رجال نے توثیق و تضعیف مدح وجرح دونوں چیزیں مفصل نقل کی ہیں۔ اس مقام میں مندرجۂ ذیل اشیاء کا لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ کسی نتیجہ پر پہنچنے میں آسانی ہو سکے۔

ابن اسحاق کی تدلیس

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب المدّلسین میں ابنِ اسحاق کی تدلیس کو بالفاظ ذیل درج کیا ہے

"محمد بن اسحٰق بن یسار المطلبی المدنی صاحب المغازی صدوق مشهور بالتدلیس عن الضعفاء والمجهولین و عن شرٍّ منهم وصفه بذالك احمد والدارقطنی وغیرهما۔

(کتاب المدّلسین، ص ۱۹ تحت المرتبۃ الرابعۃ طبع مصری۔قدیم طباعت)

یعنی ابن اسحاق صدوق ہے۔تاہم ضعیف اور مجہول لوگوں سے تدلیس کرنے میں مشہور رہے اور جو ان لوگوں میں شر ہیں ان سے بھی تدلیس کرتا ہے یعنی جن لوگوں سے روایت کرتا ہے ان کا نام نہیں ذکر کرتا بلکہ نام حذف کر دیتا ہے۔

ایک قاعدہ برائے مدلّس

اس مقام میں علماء نے ضابطہ نقل کیا ہے کہ جو شخص مدلّس ہو اور کلمہ "عن" سے روایت کرے تو وہ چیز قابلِ حجّت نہیں رہتی۔چنانچہ نصب الرایہ کے حواشی میں امام نوَوی سے یہ مسئلہ منقول ہے۔

۔۔۔ قال النووی فی شرح المہذب، ج ۵، ص ۱۳۳۰۰۰۰۰

"اسنادہٗ ضعیف فیہ محمد بن اسحاق صاحب المغازی وھو مدلّس واذا قال المدلّس "عن" لا یحتجّ بہٖ انتھٰی کلامہٗ۔

(حواشی نصب الرایہ ص ۲۵۱، ج ۲ تحت باب الجنائز، طبع مجلس العلمی ڈابھیل (ہند)

یہاں الاستیعاب کی مذکورہ روایت میں راوی محمد بن اسحاق ہے اور صیغہ "عن" سے اپنے شیخ زہری سے یہ روایت نقل کی ہے۔ ابنِ اسحاق نے حسبِ عادت تدلیس کرتے ہوئے خدا جانے کیسے راوی کو حذف کر کے روایت چلا دی۔

ابن اسحاق کا تفرّد اور شذوذ

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب جلد تاسع میں لکھا ہے کہ ایک شخص ایوب بن اسحاق بن سامری نے امام احمدؒ سے محمد بن اسحاق کی اس حدیث کے متعلق سوال کیا جس میں وہ منفرد ہوں تو امام احمدؒ نے جواب میں فرمایا کہ نہیں قبول کی جائے گی۔

"۔۔۔ قال ایوب بن اسحاق بن سامری سألت احمد فقلت لہٗ یا اباعبداللہ اذا انفرد ابن اسحاق بحدیث تقبلہ قال لا"

(تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۴۳، تحت محمد بن اسحاق مذکور۔ طبع حیدر آباد دکن)

(۲) علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابن اسحاق پر بڑی بحث کی

ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ . . . . ما انفرد ابہ فنیہ نکارۃ ۔ یعنی اس کی منفردانہ روایات منکر ہوتی ہیں (معروف روایات کے خلاف لاتا ہے)۔

(میزان الاعتدال للذہبی ص ۲۴ جلد ۳۔
تحت محمد بن اسحاق۔ طبع مصری قدیم)

(۳) ــــــ اسی طرح علامہ بدر الدین العینیؒ نے شرح بخاری میں امام بیہقیؒ سے نقل کیا ہے کہ جن روایات میں ابن اسحاق منفرد ہو ان کے قبول کرنے سے علماء اجتناب کرتے ہیں۔ (یعنی درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے)۔

"… فقال البیہقی الحفاظ یتوقون ما ینفرد بہ ابن اسحاق… الخ

(عمدۃ القاری شرح البخاری للعینی، ج ۶ ص ۱۷۸،
باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن)

(۴) ــــــ ابن اسحاق کی کئی منفردانہ، شاذ روایات کتابوں میں درج ہیں مثلاً ا۔ "عشر رضعات" کی روایت حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ:-

"ولقد کان فی صحیفۃ تحت سریری فلمّا مات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وتشاغلنا بموتہ دخل داجن فاکلھا۔"

(سنن ابن ماجہ، ص ۱۴۱، باب رضاع الکبیر
طبع نظامی دہلی)

یہ روایت قرآن کی سالمیت اور حفاظت کے منافی ہے۔ راوی محمد بن اسحاق ہے۔

(۲) اسی طرح ماتم کے اثبات و جواز کے لیے ماتمی لوگ مندرجہ ذیل روایت پیش کرتے ہیں۔ اس میں مذکور ہے، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ

"...... انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قبض و هو فی حجری ثم وضعت رأسہ علی وسادۃ وقمت التدم مع النساء واضرب وجھی"۔

(تاریخ ابن جریر للطبری، ج ۳، ص ۱۹۷، سنہ ۱۱ھ ذکر الاحداث التی کانت فیہا)

یہ روایت بھی ابن اسحاق کی مرہونِ منت ہے اور شاذ ہے۔ ماتم کی تائید کنندہ ہے۔

(۳) اسی طرح زیر بحث روایت جو الاستیعاب سے معترض احباب نے نقل کی ہے۔ یہ محمد بن اسحاق کی شاذہ روایات اور متفردانہ مرویات میں سے ہے اور اس کے متفردات کا حکم متعدد علماء سے گذشتہ سطور میں ہم نقل کر چکے ہیں وہ قابلِ قبول نہیں اور غیر معتمد ہیں۔ لہٰذا یہ روایت غیر مقبول اور متروک ہے۔

—— دوم ——

پہلی بحث روایت کے اعتبار سے مختصر سی کی گئی۔ اب ثانی بحث درایت کے اعتبار سے کی جاتی ہے۔

(۱) —— شیعہ اور سُنّی دونوں فریق کی کتابیں اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے مرض الوفات میں مذکور چھ اشخاص (سیدنا علی المرتضیٰؓ، سیدنا عثمانؓ، سیدنا طلحہؓ، سیدنا زبیر بن العوام، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا عبد الرحمٰن بن عوفؓ) پر اعتماد کر کے مسئلہ خلافت ان کے سپرد کر

دیا تھا۔

(۱) --- بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۲۴، جلد اوّل، باب مناقب، عثمانؓ بن عفان، قصۃ البیعۃ والاتفاق علیٰ عثمانؓ۔ طبع نور محمدی دہلی۔

(۲) --- الامالی للشیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی، ص ۱۶۷-۱۶۹، ج ۲- مجلس یوم الجمعہ، ۲۶ محرم ۴۵۷ھ مطبوعہ نجف اشرف عراق۔

ناظرین کرام غور فرماویں۔ الاستیعاب والی مذکورہ روایت نے یہ بتلایا کہ حضرت عمرؓ نے ان ہر چھ اشخاص (جو امکانی جانشین حضرت عمرؓ کے ہو سکتے تھے) کی "فطری خامیاں اور نفسیاتی کمزوریاں" ایک ایک کر کے بیان کر دیں اور ان میں سے کسی کو خلافت کا اہل نہ قرار دیا۔ اور مرض الموت کے واقعہ نے (جو بخاری شریف و دیگر حدیث و تاریخ کی کتابوں میں متفق علیہ طور پر درج ہے) واضح کیا کہ حضرت عمرؓ نے انہی چھ حضرات مذکور پر اعتماد کرتے ہوئے خلافت اسلامی کا تمام بوجھ ان پر رکھا۔ دوسرے لفظوں میں امّتِ اسلامیہ کی تمام باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دے دی تاکہ ان میں سے جس کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ وہ تمام اہلِ اسلام کے لیے حاکم و والی متصوّر ہو گا۔

(۱) --- ادھر ناقابلِ اعتمادی کے اوصاف بیان کرنا، اُدھر انہی حضرات پر انتہائی اعتماد کرنا یہ چیز "فاروقی بصیرت" کے خلاف اور فاروقی تدبّر کے بالکل برعکس ہے۔

(۲) --- نیز لطف کی بات یہ ہے کہ جس ذات (یعنی عثمانؓ) کے متعلق (مذکورہ روایت کی بنا پر) اس قدر خطرات کا اظہار (بطور پیش گوئی) پیش بینی کے ہو چکا تھا۔ مجوزہ مجلسِ شوریٰ نے اسی کو ہی خلیفہ منتخب کیا اور عثمانؓ کے حق میں

"مجوزہ خدشات" ان لوگوں کو معلوم ہی نہ ہو سکے۔ یا پھر (معاذ اللہ) یہ لوگ خطا کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

خلاصہ یہ ہے کہ الاستیعاب کی مذکورہ روایت تسلیم کر لینے سے کئی خرابیاں پیش آتی ہیں۔ مثلاً:

(۱) ـــــ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے کلام اور ان کے عملی کارنامہ میں بالکل تضاد اور تخالف پایا جاتا ہے یعنی جس شخصیت (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے متعلق اس قدر خدشات کا اظہار فرمایا۔ پھر اسی کو انتخاب میں زیرِ تجویز رکھ دیا۔ صحیح فکر اس طریقہ کو درست نہیں تسلیم کر سکتی۔

(۲) ـــــ مذکورہ چھ آدمیوں کی مجلس نے (جو اسلام کے سب سے سربرآوردہ اشخاص پر مشتمل تھی) جو انتخابی کارنامہ انجام دیا وہ غلط تھا، صحیح نہیں تھا۔

(۳) ـــــ تیسری خرابی یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی (معہ دیگر حضرات کے) پوزیشن خراب کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وقار کو داغدار کر دیا یعنی ان کے حق میں "کثیر الدعابہ" (بہت مسخرہ ہونا) تجویز کر دیا جو ایک "خفت آمیز" بات ہے۔ ان کے شایانِ شان نہیں۔

ـــــ بہر کیف اس قسم کی خرابیوں کی بجائے یہ فیصلہ سہل ہے کہ یوں کہا جائے کہ روایت ہٰذا سے پیدا کردہ خدشات و خطرات سب مفروضے تھے۔ ان میں کوئی صداقت نہیں۔

ـــــ یہ روایت بے سروپا و بے اصل ہے۔ جس پر طعن کی بنیاد قائم کی گئی ہے۔

ـــــ دوسرے لفظوں میں بناء الفاسد علی الفاسد ہے جس کو معترض احباب نے عثمانی دور رضی اللہ عنہ کی قباحت و فضیحت کو نشر کرنے کے لیے عوام میں پھیلایا، اور

ثوابِ دارین حاصل کیا۔ (منہ)

(۳)

اس موقعہ پر تیسرا طعن یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ ولید بن عقبہ شراب خور تھے۔ ان پر گواہوں نے شراب خوری کی شہادت دی۔ یہ الزام ثابت ہو گیا۔ لہٰذا حضرت عثمانؓ نے ولید پر حد لگوائی اور ان کو معزول کر دیا (جیسا کہ قبل ازیں کتاب رحماء بینہم حصہ سوم عثمانی کے باب چہارم میں گزر چکا ہے)۔

دفعِ الزام

اتنی بات درست ہے کہ ولید کے خلاف شراب خوری کی لوگوں نے شہادت دی۔ اس کے بعد ان پر حد لگائی گئی۔

روایات میں بھی یہی کچھ مذکور ہے اور اس واقعہ کے پس منظر کے متعلق محدثین عموماً خاموش ہیں۔

محدثین حضرات نے اس واقعہ کے پس منظر کے متعلق کچھ کلام نہیں کیا۔ واقعہ کی صحت و سقم کی طرف توجہ ہی مبذول نہیں کی۔ صرف شراب نوشی پر شہادت پائے جانے سے حد لگوانے کا واقعہ نقل کر دیا ہے۔

——— شہادت فراہم کرنے والے کیسے لوگ تھے؟ کون افراد تھے؟ شہادت ہٰذا کسی سازش کا نتیجہ تھی؟ یا بناوٹ تھی؟

اس چیز کی بابت سابق محدثین عموماً خاموش نظر آتے ہیں۔

البتہ بعض قدیم مؤرخین مثلاً طبری وغیرہ نے یہ کریدکی ہے اور پھر متاخرین محدثین نے بھی اس معاملہ پر ناقدانہ نگاہ کی ہے، جیسا کہ آئندہ سطور میں ہم اس پر

حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔

——— یہاں سے عیاں ہوتا ہے اہلِ سازش کی طرف سے ولید کے خلاف بناوٹ تھی۔ ولید کو مطعون کر کے ان کے منصب سے الگ کروانا مطمحِ نظر تھا اور بس!

۔ ——— یہ چیز کہ ولید نے شراب خوری کی ہو، یہ بات درست نہیں۔ اس واقعہ کا پس منظر مؤرخین نے لکھا ہے اور اصل واقعہ سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ اس کو معلوم کرنے کے بعد مسئلہ ہذا صاف ہو سکے گا اور الزام دُور ہو جائے گا۔

——— تاریخ ابن جریر طبری میں مذکور ہے:۔

"... اجتمع نفر من اهل الكوفة فعملوا فی عزل الوليد فانتدب ابو زينب بن عوف (الازدی) وابو مورّع بن فلان الاسدی للشهادة عليه فغشّوا الوليد واكبّوا عليه فبينا هم معه يوما فی البيت ..... فنام الوليد و تفرق القوم عنه وثبت ابو زينب وابو مورع فتناول احدهما خاتمه ثم خرجا .... وقد اراد اهيبة فطلبهما فلم يقدر عليهما وكان وجههما الى المدينة فقدما على عثمان ومعهما نفر ممن يعرف عثمان ممن قد عزل الوليد عن الاعمال فقالوا له فقال من يشهد؟ فقالوا ابو زينب وابو مورّع ...... فقال كيف رأيتما؟ قالا كنّا من غاشيته فدخلنا عليه وهو يقئ الخمر فقال مايقئ الخمر الّا شاربها فبعث اليه فلمّا دخل على عثمانؓ .... فحلف له الوليد واخبره خبرهم فقال نقيم الحدود ويبوء شاهد

المزور بالنار فاصبر یا اخی ..." الخ

(تاریخ طبری، ص ۶۱، ۶۲، جلد ۵ تحت سنہ ۳۰ھ)

... "یعنی اہلِ کوفہ کی ایک جماعت جمع ہوئی۔ ولید کے معزول کرنے کے لیے عملی پروگرام بنایا۔ ایک شخص ابوزینب بن عوف ازدی قبیلہ سے۔ دوسرا ابومورع بن فلان اسدی قبیلہ سے، ان دونوں نے ولید کے خلاف گواہی دینے کا کام اپنے ذمہ لیا۔

ایک روز ولید بن عقبہ کے پاس گئے مجلس میں قریب تر ہو کر شریک ہوئے .... اتفاق سے ولید سو گئے اور دوسرے لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ ابوزینب اور ابومورع بیٹھے رہے (موقع پا کر) ان میں سے ایک نے ولید کی انگوٹھی (مہر والی) پکڑ لی اور وہاں سے نکل کھڑے ہوئے ...... ایک سنگین معاملہ ان کے ارادہ میں تھا ..... (ولید بیدار ہوتے) انہوں نے ان دونوں کو طلب کرایا۔ یہ دونوں نہ ملے۔ دونوں نے (کوفہ سے نکل کر) مدینہ شریف کا رُخ کیا حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہنچے۔ ابوزینب و ابومورع کے ساتھ دیگر لوگ بھی تھے ...... (جن کو ولید نے اپنے مناصب سے الگ کر دیا تھا) ان سب نے مل کر ولید کی شکایت پیش کی حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کون اس واقعہ کی گواہی دیتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ابوزینب اور ابومورع گواہی دیتے ہیں ... حضرت عثمانؓ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ولید کو تم نے کس حالت میں دیکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ولید کے پاس آنے جانے والے لوگ ہیں۔ ہم ولید کے پاس گئے تو وہ شراب کی قے کرنے لگے حضرت عثمانؓ

نے فرمایا کہ شراب کی قے وہی کرتا ہے جس نے شراب پی ہو۔ ۱

پھر حضرت عثمانؓ نے ولید کی طرف آدمی ارسال کر کے اسے مدینہ منورہ میں طلب کیا۔ جب ولید حضرت عثمانؓ کے پاس آئے ....

تو ولید نے اس کام (یعنی شراب خوری نہ کرنے) کا حلف اٹھایا، اور اپنا معاملہ بیان کیا۔

۔ ـــــ (شہادت کی بنا پر) حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ہم حد قائم کرتے ہیں (یعنی شراب خوری کی سزا دیتے ہیں) گواہ اگر جھوٹے ہیں تو وہ دوزخ کی آگ کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ اے برادر، صبر کیجیے۔ (پھر حد لگوائی، وغیرہ)

(تاریخ طبری، ص ۶۱-۶۲، ج ۵)

ـــــ طبری کی اس روایت کے ذریعہ واضح ہو گیا کہ:

ـــــ کوفہ کے شریر طبع لوگوں نے ایک مستقل سکیم تیار کی تھی تاکہ ولید کو معزول کرایا جائے۔

ـــــ اس منصوبہ کے تحت انہوں نے جعلی شہادت دی جس پر حد لگوائی گئی۔ درحقیقت ولید نے شراب خوری نہیں کی تھی۔

ـــــ بظاہر شہادت لہذا قانون شرعی کے اعتبار سے مکمل تھی۔ اس لیے حضرت عثمانؓ نے اس کو رد نہ کیا۔ بلکہ اس پر عملدر آمد کیا۔

ـــــ اور قرینہ موجود ہے کہ حضرت عثمانؓ اس واقعہ کو جعلی خیال کرتے تھے، اس وجہ سے کہ فرمایا ”جھوٹے لوگ دوزخ کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

یہ تمام کوفہ کے فسادی و عنادی طبع لوگوں کی داستان ہے۔ جس میں انہوں نے ایک اچھے باکردار شریف انسان کو ملوث کر دیا۔

دیگر علماء کے اقوال

اب ہم ذیل میں چند دیگر علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں جنہوں نے اس واقعہ کو بعض کوفیوں کی طرف سے ایک متعصبانہ کارروائی ذکر کی ہے اور شہادت کو ناحق گواہی قرار دیا ہے۔

(۱) ـــــ "الاصابہ" میں منقول ہے کہ "ویقال ان بعض اهل الکوفة تعصّبوا علیه فشهدوا علیه بغیر الحق"۔

(الاصابہ، ج ۳، ص ۶۰۱ تحت الولید بن عقبہ)

(۲) ـــــ قیل فی الولید بخصوصه ان بعض اهل الکوفة تعصّبوا علیه فشهدوا علیه بغیر الحق"۔

(فتح المغیث للسخاوی شرح الفیۃ الحدیث، ج ۳، ص ۱۰۴ تحت معرفۃ الصحابہ۔ طبع مدینہ طیبہ)

یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی اور شمس الدین السخاوی فرماتے ہیں کہ بعض کوفی لوگوں نے ولید کے ساتھ تعصب کیا اور ناحق شہادت ان کے خلاف دے دی۔

ـــــ اب روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ولید کے خلاف یہ سب کچھ سازش تھی جس کی بناء پر کوفیوں نے معزولی کرائی تھی۔

ـــــ معترض حضرات ان قصہ ہائے پارینہ کو دوبارہ تازہ کر کے ولید کے خلاف نفرت پھیلانے کی سعی فرما رہے ہیں۔ حالانکہ کبار علماء نے ولید کی ان چیزوں کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ "فالصواب السکوت"۔ کہ صحیح اور درست یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے"۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، ج ۱۱، ص ۱۴۴ طبع اوّل۔ دکن تحت تذکرہ ولید)

اللہ تعالیٰ ان معترضین کو ہدایت بخشے اور فرمانِ الٰہی "وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا

لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔

سعید بن العاص رضؓ کے متعلقات

سعید بن العاص بنی امیہ میں سے ہیں۔ یہ ولید بن عقبہ کے بعد کوفہ پر حضرت عثمان رضؓ کی طرف سے والی بنائے گئے تھے۔ مخالفین ان پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ

"۔۔۔ فظهر منه ما ادى الى ان اخرجه اهل الكوفة منها"

(سعید بن العاص سے ایسی چیزیں صادر ہوئیں جن کی وجہ سے اہلِ کوفہ نے ان کو کوفہ سے نکال دیا)۔

(منہاج الکرامۃ لابن مطہر الحلی الشیعی، ص ۶۶۔
تحت مطاعن عثمانی طبع لاہور، مع منہاج السنّہ)

اس کے بعد سعید بن العاص کا اجمالی تذکرہ ہم قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں جس کے پیش نظر سعید مذکور کی شخصیت و کردار، اخلاق و عادات اور اسلامی خدمات، واضح ہو سکیں گی۔ اور وارد کردہ اعتراضات کے ساتھ ان کا موازنہ کیا جا سکے گا۔

نام و نسب اور صحابی ہونا —— علماء کرام نے لکھا ہے کہ سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن امیہ القرشی الاموی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہے۔ اور بعض نے یہ فرمایا ہے کہ انتقالِ نبوی کے وقت سعید کی عمر نو ۹ سال کی تھی (یعنی صغار صحابہ میں ان کا شمار تھا)

"قال ابن ابی حاتم عن ابیه له صحبة (قلت) كان له يوم

مات النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم تسع سنین۔

(۱) ـــــ الاصابہ، ج ۲، ص ۵۴ تحت سعید بن العاص۔

(۲) ـــــ تہذیب التہذیب، ص ۴۹، ج ۴۔ تحت تذکرہ سعید مذکور۔

علمی قابلیت زبانِ عرب کے بہت بڑے بلیغ اور فصیح اللسان تھے۔ نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے ساتھ لب و لہجہ میں مشابہت تامہ رکھتے تھے۔

"۔۔۔ ان عربیۃ القرآن اقیمت علی لسان سعید بن العاص لانہ کان اشبھھم لھجۃ برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم۔

(۱) ـــــ الاصابہ، ج ۲، ص ۵۴ تحت سعید بن العاص

(۲) ـــــ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۴۹۔ تحت سعید

(۳) ـــــ الاستیعاب، ص ۹، جزثانی، الاصابہ تحت سعید بن العاص۔

کریمانہ اخلاق سعید بن العاص کے سیرت نگار علماء نے لکھا ہے کہ سعید بڑے حلیم الطبع اور باوقار تھے۔ قوم کے باسخا لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ نہایت عمدہ سیرت رکھنے والے تھے اور بھلائی میں بہت ہی مشہور تھے۔

"روی عن صالح بن کیسان قال کان سعید بن العاص حلیماً وقوراً۔

(۱) الاصابہ، ص ۴۶، ج ۲۔ تحت سعید۔

"وکان من سادات المسلمین والاجواد المشھورین
.... وقد کان حسن السیرۃ، جید السریرۃ .... وکان
کریماً جواداً ممدوحاً۔

(۱) ــــ البدایہ لابن کثیر، جلد ۸، ص ۸۷، تذکرہ سعید۔

(۲) ــــ البدایہ لابن کثیر، ص ۸۴، جلد ۸، تحت ۵۱ھ، طبع اوّل۔

کارنامے حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے (آخری) دور میں سعید بن العاص عراق کے علاقہ پر حضرت عمرؓ کے عاملین میں سے تھے۔

اور حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے حاکم بنائے گئے تو انہوں نے طبرستان اور جرجان کے علاقے کو فتح کیا۔ ان کے لشکر میں حضرت حُذیفہؓ جیسے کبار صحابہؓ شامل تھے۔

آذربائیجان کے لوگوں نے نقضِ عہد کیا تو سعید نے ان پر چڑھائی کر دی اور دوبارہ فتح کر لیا۔

"وکان سعید ھٰذا من عمّال عُمر رضی اللہ عنہ علی
السواد"

(البدایہ، ص ۸۴، ج ۸ تحت تذکرہ سعید ۵۸ھ)

"وولی الکوفۃ وغزا طبرستان وفتحھا وغزا جرجان
وکان فی عسکرہ حذیفۃ وغیرہ من کبار الصحابۃ"

(الاصابہ، ص ۴۵، ج ۲، تحت سعید)

"ونقض العھد اھل آذربیجان فغزاھم ففتحھا"

(البدایہ، ص ۸۴، جلد ۸۔ تحت ۵۸ھ)

سعید اور آلِ ابی طالب کا تعلق

(۱) سابقاً اس چیز کا ذکر ہو چکا ہے کہ عہدِ عثمانی میں جب سعید بن العاص مدینہ پہنچے تو اکابر مہاجرین اور انصار کی طرف کئی قسم کے عطیات اور پوشاکیں روانہ کیں۔ اس کے ضمن میں حضرت علیؓ کی طرف ہدایا و عطایا ارسال کیے اور آپ نے ان چیزوں کو قبول فرمایا۔

"..... وقدم سعید بن العاص المدینة وافداً علیٰ عثمانؓ فبعث الیٰ وجوہ المهاجرین والانصار بصلات و کسیً وبعث الیٰ علی ابن ابی طالب ایضاً فقبل ما بعث الیہ"۔

(طبقات بن سعد، ج ۵، ص ۲۱ تحت سعید بن العاص، طبع لیدن)

(۲)۔۔۔ سعید بن العاصؓ نے امِّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ سے خطبہ (منگنی) کیا اور ان کی طرف ایک لاکھ درہم ارسال کیے۔ اس معاملے میں حضرت امام حسنؓ اور حضرت اُمِّ کلثومؓ رضامند تھے لیکن حضرت امام حسینؓ کی رائے اس کے خلاف تھی۔ مقررہ وقت پر دونوں فریق مجلس میں حاضر ہوئے تو سعید بن العاصؓ نے کہا کہ ابو عبداللہ کہاں ہیں؟ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں میں کافی ہوں تو سعید کہنے لگے کیا حضرت امام حسینؓ اس کو ناپسند کرتے ہیں تو حضرت امام حسنؓ نے جواب دیا۔ ہاں۔ سعید بولے "میں ایسے معاملے میں داخل نہیں ہوتا جس کو حضرت امام حسینؓ ناپسند کرتے ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت سعید مجلس سے واپس چلے گئے اور جو مال (یعنی ایک لاکھ درہم) دیا تھا اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لیا۔

"...... خطب سعيد بن العاص ام كلثوم بنت علي بعد عمر وبعث لها بمائة الف فدخل عليها اخوها الحسين وقال لا تزوجيه فقال الحسن انا ازوّجه واتعد وا لذالك فحضروا فقال سعيد واين ابو عبد الله؟ فقال الحسن ساكفيك قال فلعلّ ابا عبد الله كره هذا قال نعم قال لا ادخل فى شيء يكرهه ورجع ولم ياخذ من المال شيئًا۔

(سیر اعلام النبلاء للذہبی، ص ۲۹۵۔ج ۳۔
تحت سعید المذکور)

"..... ان سعيدًا خطب ام كلثوم بنت عليؓ من فاطمة الّتى كانت تحت عمر بن الخطاب فاجابت الى ذالك..

.... انما كره ذالك الحسينؓ واجاب الحسنؓ"

(البدایہ، ص ۸۶، ج ۸۔ تحت ذکر سعید ۵۸ھ)

ان ہر دو حوالہ جات سے مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہوتی ہیں:۔

(۱) ...... حضرت امام حسینؓ اگرچہ اس نکاح کے خلاف تھے، تاہم سیّدنا حضرت حسنؓ اور سیدہ امّ کلثوم بنت علیؓ اس خطبہ پر راضی تھے اور نکاح کر دینے کے لیے آمادہ تھے۔ لیکن بعض وجوہ کی بنا پر یہ رشتہ نہ ہوسکا۔

(۲) ۔۔۔ حضرت سعید بن العاص کا ایک لاکھ درہم دینا اور پھر واپس نہ لینا ان کے جود و کرم کی واضح علامت ہے۔

(۳) ۔۔۔ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امّ کلثوم کا ایک لاکھ درہم قبول کرنا حضرت سعید بن العاص کے ساتھ بہترین رفاقت کا بیّن ثبوت ہے۔

آخری گذارش

مندرجاتِ بالا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سعید بن العاصؓ بڑے سخی، باہمت اور صاحبِ اخلاق آدمی تھے، اسلامی فتوحات میں ان کے عظیم کارنامے ہیں۔ بنی ہاشم کے ساتھ ان کے روابط بہت عمدہ تھے۔

ان اوصاف کی حامل شخصیّت کے متعلق مخالفین نے جو الزامات عائد کیے ہیں وہ سراسر بے اصل اور بے سروپا ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے وقتی تقاضوں کے پیشِ نظر جو ان کی معزولی فرمائی تھی اس کے اسباب دوسرے تھے۔ انہوں نے کوفی شریروں کے پروپیگنڈہ کو فرو کرنے کے لیے ایسا کر دیا تھا۔

عبداللہ بن عامر کے متعلقات

ان کے متعلق منہاج الکرامہ لابن مطہر الحلی الشیعی نے لکھا ہے کہ :

"وولی عبد اللہ بن عامر العراق ففعل من المناکر ما فعل۔"

(منہاج الکرامہ، ص ۶۷، تحت مطاعن عثمانی)

"یعنی حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن عامر کو (جو آپ کے ماموں زاد بھائی تھے) عراق (بصرہ) کا والی بنایا، ان سے وہاں بُرے کام صادر ہوئے۔"

——اس کے بعد عبداللہ بن عامر کا مختصر سا تذکرہ ہم پیش کرتے ہیں جس میں سے ان کی شخصیت، اخلاق و کردار اور ان کی زندگی کے نمایاں کارنامے آشکارا ہوسکیں گے اور معترضین کے اعتراضات کی حقیقت سامنے آجائے گی۔

نام و نسب ان کا اسم گرامی عبداللہ بن عامر بن کریز ہے۔ اور ماں کا نام دجاجہ بنت اسماء بن صلت ہے۔

عبداللہ ابن عامر حضرت عثمانؓ کے ماموں (عامر) کے بیٹے ہیں۔ حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ ابن عامر کی پھوپھی (اروی بنت کریز) کے بیٹے ہیں۔ عامر اور اروی بھائی بہن ہیں۔ ان کی والدہ امّ حکیم بنت عبدالمطلب بن ہاشم ہاشمی خاندان سے ہیں۔

(۱) —— نسب قریش، ص ۱۴۸/۱۴۹، تحت اولاد عامر بن کریز۔

(۲)ـــــ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۱ تحت عبداللہ بن کریز۔

(۳)ـــــ اسد الغابہ، جلد ۳، ص ۱۹۱ تحت ذکر عبداللہ بن عامر۔

ایامِ طفولیت اور حصولِ برکات

صغر سنی میں عبداللہ بن عامر کو سنہ عمرۃ القضا کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کے دہن میں ڈالا اور انہوں نے لعابِ مبارک کو چوس لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر عبداللہ بن عامر کے بارے میں ارشاد فرمایا" یہ ہمارا بیٹا ہے۔ اور ہمارے ساتھ زیادہ مشابہ ہے اور یہ مستقی (سیراب شدہ) ہے"۔ اس بنا پر جہاں سے وہ زمین کریدتے وہاں سے پانی کا چشمہ ظاہر ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا تھا۔

"اُتِیَ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو صغیر فقال ھٰذا یشبھنا وجعل یتفل علیہ ویعوذہ وجعل عبد اللہ یتلع ریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ المستقی فکان لا یعالج ارضًا الا ظھر لہ الماء۔ ۔ ۔ ۔ فکان کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱)ـــــ الاستیعاب، ص ۳۵۱، جلد ۲، معہ اصابہ، تحت عبداللہ بن عامر

(۲)ـــــ اسد الغابہ، ص ۱۹۱، جلد ۳ تحت عبداللہ مذکور

(۳)ـــــ الاصابہ، ص ۶۰ا، جلد ۳ تحت عبداللہ مذکور

"وفی روایتہ الطبقات ۔ ۔ ۔ ۔ قال ھٰذا ابننا وھو اشبھکم بنا وھو مستقی فلم یزل عبد اللہ شریفا"۔۔الخ

(۴) طبقات ابن سعد، ص ۳۱، ج ۵، تحت
تذکرہ عبداللہ بن عامر بن کریز۔ طبع اوّل لیدن۔

سخاوت، شجاعت، شفقت عبداللہ بن عامر نہایت سخی مرد اور بہادر تھے۔ اپنی قوم کے ساتھ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اور قرابت داروں میں محبوب و شفیق تھے۔

"وکان ابن عامر رجلاً سخیاً شجاعاً وصولاً لقومہٖ ولقرابتہٖ
محبّباً فیھم رحیماً"

(۱) ـــــ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۲۔ تحت
عبداللہ بن عامر۔

(۲) ـــــ الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۲، ص ۳۵۲۔
تحت عبداللہ مذکور۔

(۳) ـــــ کتاب نسب قریش۔ ص ۱۴۹۔

جنگی کارنامے جب عبداللہ بنؓ عامر کو حضرت عثمانؓ کی طرف سے بصرہ پر حاکم بنایا گیا تھا تو ان کی عمر اس وقت قریباً پچیس سال تھی۔ آپ نے حضرت عثمانؓ سے غزوات اور جہاد کے لیے اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر آپ نے ۳۱ھ میں خراسان اور فارس کے اطراف فتح کیے بجستان، کرمان، زابلستان وغیرہ علاقہ جات ان کی مساعی سے مفتوح ہوئے اور اسلام کا جھنڈا سربلند ہوا۔

وولاہ بلاد فارس وکان عمرہ خمس وعشرین (۲۵)
سنۃ فافتتح خراسان کلھا واطراف فارس وسجستان و
کرمان وزابلستان ...الخ

(۱) ـــــ اسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۹۱ تحت عبداللہ بن عامر

(۲) ـــــ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۳ تحت ابن عامر

"۔ ۔ ۔ ۔ ھو افتتح خراسان وقتل کسریٰ فی ولایتہ"

(۳) ـــــ الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۵۲ مع الاصابہ

تحت عبداللہ بن عامر۔

ـــــ کتاب البلدان للیعقوبی الشیعی کے بیان کے مطابق عبداللہ ابن عامر بن کریز کی نگرانی میں مندرجۂ ذیل علاقے بھی مفتوح ہوئے۔ مثلاً:

قومس[6]، نسا[7]، ابرشہر[8]، جام[9]، طوس[10]، اسفرائین[11]، سرخس[12]، مرو[13]، بوشنج[14]، زرنج[15]، مرورد[16]، وغیرہ

(کتاب البلدان لابن احمد بن واضح الیعقوبی الشیعی، ص ۴۰ تا ۴۵۔ مطبعۃ الحیدریہ النجف (عراق) الطبعۃ الثالثہ، سن طباعت ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء)

ـــــ اور خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ جلد اول میں عبداللہ بن عامر کی نگرانی میں مفتوح ہونے والے مزید مقامات بھی ذکر کیے ہیں۔ مثلاً

الکاریاں[17]۔ الفینجان[18] (دار بجرد)۔ زالق[19]، ناشب[20]۔ باشرورز[21]۔ ہراۃ[22]۔ بیہق[23] تخارستان[24]، الجوزجان[25]۔ الفاریاب[26]۔ الطالقان[27]۔ بلخ[28]۔ خوارزم[29]۔ باذغیس[30] اصبہان[31]۔ حلوان[32]۔

(۱) ـــــ تاریخ خلیفہ بن خیاط، جزاول، ص ۱۴۰۔ ۱۴۱۔

تحت سن ثلاثین۔ طبع اول عراق۔

(۲) ـــــ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۸۔

تحت القضاۃ عثمانی۔

اُمورِ رفاہِ عامہ عبداللہ بن عامر نے مسلمانوں کی نفع رسانی کے لیے کئی مقامات میں حوض بنوائے، باغات لگوائے، نہریں کھدوائیں اور ان کے علاوہ متعدد رفاہِ عامہ کے کام سرانجام دیئے۔ خصوصاً مقام عرفات میں پانی کے حوضوں کا انتظام کرایا۔

(۱) ——— وھو اوّل من اتخذ الحیاض بعرفۃ و اجری الیھا العین و سقی الناس الماء فذالک جار الی الیوم۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۴ تحت عبداللہ بن عامر
۲۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۹۱ تحت عبداللہ بن عامر بن کریز۔
۳۔ البدایہ لابن کثیر، جلد ۸، ص ۸۸ تحت تذکرہ عبداللہ بن عامر۔

(۲) ——— وھو الذی عمل الستقایہ بعرفہ . . . . ولہ النباج (موضع) الذی یقال لہ نباج ابن عامر ولہ الجحفۃ ولہ بستان ابن عامر بنخلۃ علی لیلۃ من مکۃ ولہ آثار فی الارض کثیرۃ۔

(کتاب نسب قریش، الجزء الخامس، ص ۱۴۸ طبع مصری)

اہلِ مدینہ کے لیے خدمات ابن عامر اپنی ولایت کے دوران ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کے پاس بہت سا مال لے کر مدینہ پہنچے تو حضرت عثمانؓ نے انہیں فرمایا "اپنی قوم اور قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کیجیے اور ان کے ہاں اموال پہنچایئے۔" پس ابنِ عامر نے قریش اور انصار میں بہت سے اموال اور پوشاکیں تقسیم کیں اور کثیر چیزیں اہلِ مدینہ کو پہنچائیں تو اہلِ مدینہ نے تعریف کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔

" وقدم علی عثمان بالمدینۃ فقال لہ عثمان صل قرابتک وقومک ففرق فی قریش والانصار شیئاً عظیماً من الاموال

والکسوات فاثنوا علیہ۔

(۱)۔ — اسد الغابہ، جلد ۳، ص ۱۹۱ تحت عبداللہ بن عامرؓ

(۲)۔ — الاصابہ، ج ۳، ص ۶۱ تحت عبداللہ بن عامر

ابن عامر ابن تیمیہؒ کی نظروں میں

ابن تیمیہؒ نے اپنی تصنیف منہاج السنۃ میں عبداللہ بن عامر کی خوبیاں اور ان کا لوگوں کے ہاں مقبولِ عام ہونا بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"ان لہ من الحسنات والمحبۃ فی قلوب الناس مالا ینکر"

(منہاج السنۃ، ص ۱۸۹-۱۹۰- ج ۳)

"یعنی ابن عامر کے لیے بے شمار خوبیاں ہیں۔ اور عوام کے قلوب میں ان کی خوب محبت تھی جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عبداللہ بن عامر ایک عظیم شخصیت اور باکردار انسان تھے۔ جنہوں نے اسلام اور اہلِ اسلام کی بے شمار خدمات سرانجام دیں۔ ان اوصاف کے پیشِ نظر مخالفین کے تمام اعتراضات بے جا اور بے محل نظر آتے ہیں۔ یہ اعتراضات محض گروہی تعصب کی بنا پر وارد کر دیتے گئے ہیں تاکہ ان کے خلاف لوگوں کے قلوب میں تنفر اور بغض قائم رہے اس "نیک مقصد" کے بغیر اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

جزاھم اللہ تعالیٰ علیٰ حسب مرامھم۔

سیّدنا امیر معاویہؓ کے متعلقات

حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ معترض دوستوں کو خصوصی عداوت ہے۔ ان کے دورِ ولایت اور دورِ خلافت کو نہایت مکروہ تعبیرات کے ساتھ ذکر کیا کرتے ہیں۔ مخالفین کے نزدیک یہ ایک سیاہ دَور ہے جس میں اسلام کے ایک ایک دستور کا خاتمہ کر دیا گیا۔ آئینِ اسلامی کو ختم کر کے جبر و استبداد کے طریقے رائج کر دیئے گئے۔ دینی طرز و طریق کے بجائے آمرانہ دستور کو فروغ دیا گیا۔

ابن المطہر الحلی الشیعی نے اپنی تصنیف "منہاج الکرامہ فی اثبات الامامۃ" میں امیر معاویہؓ کے حق میں مختصر سا جملہ لکھا ہے جس میں ان کے متعلقہ سب مطاعن کو سمو دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"وولی معاویۃ الشام فاحدث من الفتن ما احدث"

"یعنی امیر معاویہ شام کے والی بنائے گئے پس انہوں نے بے شمار فتنے پیدا کر ڈالے"

(منہاج الکرامہ فی اثبات الامامۃ، ص ۶۷، تحت مطاعن عثمانی طبع لاہور در آخر منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ)

——قبل ازیں بحث اوّل (تحت عنوان الشام) میں حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی خدمات عہدِ نبوت میں، عہدِ صدیقی میں، دَورِ فاروقی میں مختصراً درج کی گئی تھیں۔ اب ہم قارئین کرام کی خدمت میں امیر معاویہؓ کے متعلق روایات اور اسلامی تاریخ سے ان کی قابلیت اور صلاحیت و دینی د

ملّی کارنامے پیش کرینگے جن کی وجہ سے واردکردہ اعتراضات کا جواب ہوگا اور اس دَور کے متعلقہ شکوک وشبہات کا خاتمہ ہوگا۔

اس کی صورت یہ ہوگی کہ پہلے امیر معاویہؓ کے مقام اور کردار کو پیش کیا ہے۔ اس کے بعد خاندان بنی ہاشم کے ساتھ ان کے حسنِ روابط اور حسنِ سلوک کے واقعات کو درج کیا ہے۔ تمام بحث کے آخر میں سب وشتم وغیرہ کے اعتراض کو زائل کیا گیا ہے اور ان ابحاث کو عہدِ عثمانی کے ساتھ مخصوص نہ تصور کریں۔ یہ چیزیں ان کی شخصیت کے اعتبار سے ذکر کی جاتی ہیں۔

نام ونسب اور قبولِ اسلام

سیّدنا امیر معاویہؓ کا پدری نسب اس طرح ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیّہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

(کتاب نسب قریش، ص ۱۲۴ تحت ولد ابی سفیان الصخر)

اور مادری سلسلۂ نسب یہ ہے:- ان کی والدہ کا نام ہند بنتِ عتبہ ہے۔ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

(۱) --- نسبِ قریش، ص ۱۲۵ تحت ولد ابی سفیان (الصخر)

(۲) --- الاصابہ، ص ۴۰۹، ج ۴ تحت ہند بن عتبہ۔

نسب ہذا سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ اور حضور علیہ السلام کا پانچواں دادا ایک ہے جس کا نام عبد مناف ہے۔

آپ کی عمر کا قریبًا اٹھارواں سال تھا کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر آپ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملاقات کی اور اسلام قبول کیا۔ آپ نے اپنے اسلام کو فتح مکّہ تک اپنے والدین سے چھپاتے رکھا۔ اور ان کے والدین (یعنی ابوسفیان والد اور ہند بنت عتبہ والدہ) فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے۔

——— وكان معاوية يقول انه اسلم عام القضية وانه لقى رسول الله صلى الله عليه وسلم مسلماً وكتم اسلامه من ابيه وامه ... الخ

(۱) ——— اسد الغابہ جلد رابع، ص ۳۸۵ تحت تذکرہ معاویہؓ
(۲) ——— البدایہ لابن کثیر، جلد ۸، ص ۱۱۷ تحت معاویہ بن ابی سفیان۔
(۳) ——— تاریخ بغداد جلد اول، ص ۲۰۷ تحت تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان۔
(۴) ——— نسب قریش، ص ۱۲۴ تحت اولاد ابی سفیان ابن حرب
(۵) کتاب دول الاسلام، جزء اول للذہبی تحت سنۃ ستین، ص ۲۸، ج ۱ (طبع حیدر آباد دکن)
(۶) تہذیب الاسماء واللغات للنووی، ج ۲، ص ۱۰۲۔ تحت معاویہؓ بن ابی سفیان۔
(۷) تاریخ الاسلام للذہبی۔ ج ۲، ص ۳۱۸ تحت ترجمہ معاویہؓ۔

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ عام مؤرخین اور اہل تراجم امیر معاویہؓ کے اسلام کے متعلق یہی ذکر کیا کرتے ہیں کہ وہ فتح مکہ (آٹھ ہجری) کے موقع پر اسلام لائے لیکن ہم نے جو قول ذکر کیا ہے وہ حضرت امیر معاویہؓ کا اپنا بیان ہے۔ اور قدیم مؤرخین (صاحب نسب قریش، صاحب تاریخ بغداد وغیرہ) نے اس کو باسند نقل کیا ہے لہٰذا دوسرے لوگوں کے اقوال کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ کے اپنے قول کو ترجیح دی جائے گی۔

خاندان امیر معاویہؓ اور بنو ہاشم کے نسبی روابط

ایک خاندان کا دوسرے خاندان کے ساتھ دائمی تعلق قائم کرنے کے لیے نسبی تعلقات ایک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان تعلقات کی بنا پر ایک قبیلہ دوسرے کے قریب تر ہو جاتا ہے، دونوں قبیلوں کے درمیان گہرے اور دائمی روابط مضبوط ہو جاتے ہیں اور ان کے درمیان شفقت و محبت، ہمدردی و خیر خواہی جیسے جذبات پائے جاتے ہیں۔

اب ہم ناظرین کرام کی خدمت میں حضرت امیر معاویہؓ کے خاندان اور قبیلہ بنی ہاشم کی چند ایک رشتہ داریاں ذکر کرتے ہیں تاکہ ان دونوں قبائل کا ایک دوسرے کے قریب ہونا لوگوں پر واضح ہو سکے۔

رشتہ اوّل حضرت امیر معاویہؓ کی بہن ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں اس لیے انہیں امّ المومنین ہونے کا اور حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا برادرِ نسبتی ہونے کا شرف حاصل ہے اور امّ حبیبہ کا نام رملہ ہے۔

(۱) — نسبِ قریش، ص ۱۲۳۔ ۱۲۴ تحت ولد ابی سفیان بن حرب۔

(۲) — طبقات ابن سعد، ص ۶۸۔ ۶۹۔ ج ۸ تحت ام حبیبہؓ (رملہ بنت ابی سفیان)، طبع لیدن یورپ۔

دوم حضرت امیر معاویہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زُلف ہیں۔ (یعنی جس کو ساڑو کہتے ہیں)۔ امّ المومنین ام سلمہؓ کی بہن قریبۃ الصغریٰ امیر معاویہؓ کے نکاح میں تھیں اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

۔۔۔ وسالفه من قبل ام سلمة معاوية بن ابی سفيان

بن حرب بن امیّة کانت عندہٗ قریبة الصغری بنت امیّة بن مغیرة اخت ام سلمة لابیہا لم تلد لہٗ ۔

(کتاب المحبّر، ص ۱۰۲ ۔ طبع حیدر آباد دکن)

سوم حضرت امیر معاویہؓ کی بہن ہند بنت ابی سفیان بن حرب حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائیوں کی اولاد میں سے حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کے نکاح میں تھی اور اس سے اولاد بھی ہوئی ۔ ایک بیٹے کا نام محمد تھا ۔

" ھند بنت ابی سفیان بن حرب بن امیة الاموية اخت معاوية کانت زوج الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب بن ھاشم فولدت لہ ابنہ محمداً ۔

(۱) ـــــ الاصابہ، ص ۵۸، ۵۹ ۔ ج ۳ تحت عبداللہ بن حارث بن نوفل ۔ الخ

(۲) ـــــ الاصابہ، ص ۴۰۹، ج ۴ ۔ تحت ہند بنت ابی سفیان بن حرب ۔

(۳) ـــــ تہذیب التہذیب، ص ۱۸۱، ج ۵ ۔ تحت عبداللہ بن الحارث ۔

(۴) ـــــ طبقات ابن سعد، ص ۱۵، ج ۵، تحت عبداللہ المذکور طبع لیدن ۔

چہارم حضرت سیدنا حسینؓ کے لڑکے علیؓ (شہید کربلا) کی ماں لیلیٰ بنت ابی مرة بن مروة بن مسعود ثقفی ہیں اور لیلیٰ کی ماں میمونہ بنت ابی سفیان بن حرب ہے جو امیر معاویہ کی بہن ہیں ۔ دوسرے لفظوں میں حضرت حسینؓ کی ساس (خوشدامن) میمونہ بنت ابی سفیان ہیں اور میمونہ علی اکبرؓ کی نانی ہیں ۔ امیر معاویہؓ علی اکبرؓ کی ماں

کے سگے ماموں ہیں اور سیدنا حضرت حسینؓ کے گھر امیر معاویہؓ کی سگی بھانجی (یعنی خواہر زادی) ہے۔

" ولد الحسین بن علی بن ابی طالب علیاً اکبر قتل بالطف مع ابیه وامّه لیلیٰ بنت ابی مرة بن عروة بن مسعود الثقفی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وامها میمونة بنت ابی سفیان بن حرب بن امیّة۔

(۱) کتاب نسب قریش، ص ۵۷ تحت ولد حسین بن علی بن ابی طالب۔

(۲) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۲۵۵ تحت سنہ ۶۱ھ مقتل حسین واصحابہ۔

۔ ۔ ۔ اور شیعہ علماء نے رشتہ ہذا کو مندرجہ ذیل مقامات میں تحریر کیا ہے:

۱۔ مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصبہانی الشیعی، ص ۵۴، ج ۱ طبع بیروت باب ذکر خبر الحسین بن علی ومقتلہ ومن قتل معہ۔

۲۔ منتہی الآمال للشیخ عباس قمی الشیعی، ص ۴۶۴، ج ۱ تذکرہ ازواج حسینؓ بن علی۔

پنجم حضرت علیؓ کے چچا عباس بن عبدالمطلب کی پوتی لبابہ بنت عبیداللہ بن عباس حضرت امیر معاویہؓ کے بھتیجے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے نکاح میں تھیں۔

" وتزوجت لبابة بنت عبید الله بن عباس بن عبدالمطلب العباس بن علی بن ابی طالب ثم خلف علیها الولید بن عتبة بن ابی سفیان۔

(۱) کتاب المحبّر ص ۴۴۱، لابی جعفر البغدادی

(۲) کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۳۳ تحت ولد عتبۃ بن ابی سفیان۔

(۳) حواشی عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب لابن عنبہ (شیعی)، مطبوعہ نجف، عراق تحت اولاد جعفر بن ابی طالب۔ ص ۴۳۔

ششم حضرت جعفر طیّار کی پوتی رملہ بنت محمد نے پہلے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک سے نکاح کیا اور اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے بھتیجے کے لڑکے ابوالقاسم کے ساتھ نکاح کیا۔

"وتزوجت رملۃ بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب سلیمان بن هشام بن عبد الملك ثم ابا القاسم بن ولید بن عتبۃ بن ابی سفیان۔

(کتاب المحبّر، ص ۴۴۹)

مندرجہ چند رشتہ داریاں ملاحظہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ:

(۱) خاندان امیر معاویہ اور بنی ہاشم باہم قریب تر ہیں۔ اس لیے انہیں کسی صورت میں بھی بُرا بھلا کہنا روا نہیں۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک خاندان کو بُرا بھلا کہا گیا تو وہ گویا دوسرے خاندان کو بُرا بھلا کہنے کے مترادف ہوگا۔ اور ایک رشتہ دار کو بُرا کہنے سے دوسرا قریبی ضرور متاثر ہوگا۔

(۲) دوسری یہ چیز عیاں ہو رہی ہے کہ ان خاندانوں کے درمیان قبائلی عصبیّت اور نسلی تعصّب بالکل نہیں تھا۔ اسلام کے بعد عصبیّتیں اور دھڑے بندیاں ختم ہو گئی تھیں۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں پھر سے قبائلی تعصّبات کے عود

کر آنے کا نظریہ بالکل واقعات کے برخلاف ہے اور خالص اختراعی اور جعلی ہے جس کو بڑی کوشش سے تصنیف فرما لیا گیا ہے۔ اس قسم کے باہم نسبی روابط و دیگر تعلقات اس مسئلہ کے لیے مستقل شواہد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دلائل کو پس پشت ڈال کر پھر بھی خاندانی تعصبات کا پرچار کرتے رہنا عدل و انصاف کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے اکابرین کے ساتھ حُسنِ عقیدت نصیب فرماتے جو آخرت میں کام آئے گی اور ان کے ساتھ ضد و عناد اور نفرت سے محفوظ فرماتے جو قیامت میں نقصان دہ ثابت ہو گی۔

سیّدنا امیر معاویہؓ کے حق میں زبانِ نبوّت سے دُعائیں

——حضرت امیر معاویہؓ نے جو دینِ اسلام کی خدمات انجام دی ہیں اور احیائے دین کے لیے جو مساعی فرمائی ہیں، بقائے ملّت کی خاطر جو کارنامے پیش کیے ہیں یہ ان دعاؤں کے اثرات ہیں جو ان کے حق میں نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک سے وقتاً فوقتاً صادر ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے زبانِ نبوت کے وہ فرمودات منظور فرماتے جو ان کے لیے جاری ہوئے تھے۔ ان کی برکات کی وجہ سے امیر معاویہؓ کو دینی خدمات کی توفیق نصیب ہوئی۔

ان دعائیہ کلمات میں سے چند ایک دعائیں ذکر کی جاتی ہیں جو اکابر علماء نے باسند ذکر کی ہیں یا باسند علماء کا حوالہ دے دیا ہے۔

(۱) ہادی اور مہدی ہونے کی دُعا

عبدالرحمٰن بن عمیرۃ المزنی کہتے ہیں کہ میں نے سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم معاویہ بن ابی سفیان کے حق میں ارشاد فرما رہے تھے کہ اے اللہ! معاویہؓ کو ہادی بنا اور رہدایت یافتہ بنا۔ یا اللہ!

ان کو ہدایت دے اور ان کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت دے۔"

".... عبدالرحمن بن عميرة المزني يقول سمعت النبي صلّى الله عليه وسلم يقول في معاوية بن ابي سفيان اللّهم اجعله هاديًا مهديًّا واهد به۔"

(۱) ـــــ التاریخ الکبیر للامام البخاری، ج ۴، ص ۳۲۷ القسم الاوّل، ج ۴۔ تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان طبع حیدرآباد دکن۔

(۲) ـــــ التاریخ الکبیر للبخاری، ص ۲۴۰، ج ۳ القسم الاوّل، باب عبدالرحمٰن۔

(۳) ـــــ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۳۶ ۱ قسم ثانی، تحت عبدالرحمٰن بن عمیرۃ المزنی۔

(۴) ـــــ جامع الترمذی، کتاب المناقب، ص ۵۴۷۔ باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان طبع قدیم اصح المطابع لکھنؤ

(۵) ـــــ تاریخ بغداد للخطیب، جلد اوّل، ص ۲۰۸ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضؓ۔

(۶) ـــــ اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۶ تحت معاویہ بن ابی سفیان طبع تہران

(۷) ـــــ البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۱۲۱ بحوالہ الطبرانی والامام احمد وغیرہما تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضؓ۔

(۸) ـــــ الفتح الربانی ترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی، ج ۲۲ ص ۳۵۶، باب ما جاء فی معاویۃ ابی سفیان۔

(۲) ـــــ امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ کبیر تذکرہ حضرت معاویہؓ میں ایک اور روایت

باسند ذکر کی ہے۔ عمیر بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کا تذکرہ خیر و خوبی کے بغیر مت کیا کرو۔ میں نے نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنا ہے۔ آپ ان کے حق میں فرماتے تھے کہ اے اللہ! انہیں ہدایت عطا فرما۔"

فائدہ: جب حضرت عمر بن الخطابؓ نے عمیر بن سعد صحابی رسولؐ کو حمص کی حکومت سے ہٹا کر حضرت امیر معاویہؓ کو وہاں متعین کیا تو اس وقت لوگ کہنے لگے کہ عُمیرؓ کو ہٹا کر امیر معاویہ کو والی بنا دیا۔ حضرت عمیرؓ نے اس موقعہ پر امیر معاویہؓ کے حق میں یہ روایت ذکر کی:

"... عن ابی ادریس الخولانی عن عمیر بن سعد قال لا تذکروا معاویۃ الا بخیرٍ فانی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول اللّٰھم اھدہٖ۔"

(التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۴، ص ۳۲۸، القسم الاوّل تحت تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان، طبع حیدر آباد دکن)

(۳) علم کتاب و حساب کے حصول اور عذاب سے حفاظت کی دُعا

عبدالرحمٰن بن عمیرہ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے امیر معاویہؓ کے حق میں دُعا فرمائی "اے اللہ انہیں حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچالے۔"

"... عن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال اللّٰھم علّم معاویۃ الحساب وَقِہِ العذاب۔"

(۱) ــــــ التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۳۲۷۔ القسم الاوّل تحت معاویۃ بن ابی سفیانؓ۔

(۲)____ مجمع الزوائد لنور الدین الہیثمی، ج ۹، ص ۳۵۶۔
تذکرہ باب ماجاء فی معاویۃ بن ابی سفیانؓ۔

(۴) ____ نیز عرباض بن ساریہؓ (صحابی) فرماتے ہیں کہ میں نے سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، حضرت معاویہؓ کے حق میں آپ فرماتے تھے کہ اے اللہ! کتاب اور حساب کا علم انہیں عنایت فرما اور عذاب سے محفوظ فرما۔"

"۔۔۔ یقول (عرباض بن ساریۃ) سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللّٰھم علّم معاویۃ الکتاب و الحساب وقہ العذاب۔"

(۱) الاستیعاب (مع الاصابہ) ج ۳، ص ۳۸۱ تحت معاویہ بن ابی سفیانؓ۔

(۲) موارد الظمآن لنور الدین الہیثمی، ص ۵۶۶۔ باب فی معاویہ بن ابی سفیانؓ۔

(۳) البدایہ، ج ۸، ص ۱۲۰، بحوالہ احمد و ابن جریر، تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیانؓ۔

(۴) الفتح الربانی، ج ۲۲، ص ۳۵۶۔ باب ماجاء فی معاویۃ بن ابی سفیانؓ۔

(۵) ان کے علم اور حلم کے لیے دُعا

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ کبیر جلد رابع میں درج کیا ہے کہ ایک دفعہ امیر معاویہؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ آپ کے جسم کا کون سا حصہ میرے قریب تر ہے تو حضرت معاویہؓ نے عرض کیا کہ میرا شکم

آپ کے نزدیک ہے۔ اس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا "اے اللہ! اسے علم و حلم (بردباری) سے پُر فرما دے"۔

"... صدقة بن خالد حدثنی وحشی بن حرب بن وحشی عن ابیه عن جدّه قال کان معاویة ردف النبی صلّی الله علیه وسلّم فقال یا معاویة ما یلینی منك قال بطنی قال اللّٰهم امْلأه علمًا وحلمًا"۔

(التاریخ الکبیر لامام البخاری، ج ۴، ق ۲، ص ۱۸۰۔ باب وحشی (وحشی الحبشی) مولیٰ جبیر بن مطعم)

فائدہ

——سیدنا امیر معاویہؓ کے حق میں یہ دعائیں ایسی ہی مؤثر ہوئیں جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کے حق میں دعائے نبوی مفید ہوئی اور قدرت کی طرف سے منظور و مقبول ہوئی۔ حضور علیہ السلام حضرت علیؓ کو یمن روانہ کرنے لگے تو حضرت علیؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نوعمر ہوں، قضا (یعنی فیصلہ کرنے) کا تجربہ نہیں ہے تو جناب نے ان کے سینے پر ہاتھ مبارک رکھا اور فرمایا کہ اللّٰهم ثبّت لسانه واهدِ قلبه (اے اللہ ان کی زبان کو درست رکھ اور قلب کی صحیح رہنمائی فرما")

(البدایہ، ج ۵، ص ۱۰۷، بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب وخالد بن ولید الی الیمن قبل حجۃ الوداع بحوالہ امام احمدؒ)

——اللہ تعالیٰ نے امیر معاویہؓ کو بلاشبہ بڑا عمدہ علم و فہم عطا فرمایا اور ساتھ ہی حوصلہ اور بردباری نصیب فرمائی۔ بے شمار مخلوق کی ہدایت کا ان کو ذریعہ بنایا۔

کئی ممالک ان کی کوششوں سے فتح ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اسلام کا کلمہ بلند ہوا اور ہمیشہ کے لیے دین کے قیام کی صورتیں پیدا ہوگئیں اور دینی نظام کو ان ملکوں میں قائم فرمایا۔ یہ سب کچھ دعائے نبوی و صحبتِ نبوی کے اثرات تھے۔

——— حضرت امیر معاویہؓ کے دَور کو اگر دینی نظام ختم کر دینے اور اسلامی آئین برباد کر دینے کا دَور تصور کر لیا جائے تو پھر نبوت کی ان دعاؤں کا کیا اثر ہوا؟ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رشد و ہدایت کی دعائیں، علم و حلم کی دعائیں معاذ اللہ سب بے اثر و بے تاثیر ثابت ہونگی (انا للہ و انا الیہ راجعون)۔ حضرت علیؓ کے حق میں دعائیں تو مفید، مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوں اور وہی دعائیں اگر امیر معاویہؓ کے حق میں مقدس زبان سے صادر ہوں تو کوئی ثمرہ مرتب نہ ہو سکے، یہ مشکل ہے۔ مسلمانوں کو اس مسئلہ میں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ ہم لوگوں کو اپنے نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ صحیح عقیدت مندی نصیب فرمائے جس میں قبائلی تعصب نہ ہو اور افراط و تفریط سے پاک ہو۔

لیاقتِ علمی اور قابلیّت

اس عنوان کے تحت چند ایک چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔ اس سے حضرت امیر معاویہؓ کی علمی لیاقت اور ان کی صلاحیت واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔

(۱)

کاتبِ نبویؐ ہونا

سیّدنا امیر معاویہؓ کے متعلق یہ چیز مسلّمات میں سے ہے کہ سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں ان کو کاتب ہونے کی سعادت نصیب تھی۔ اور یہ کاتبانِ نبوی میں شمار ہوتے تھے۔ یہ ان کی صلاحیت اور صداقت و اعتماد کی بیّن دلیل ہے۔

سیرتِ طیبہ میں جہاں کاتبانِ نبوی کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں امیر معاویہؓ کا اسمِ گرامی بھی درج ہے۔

(۱)۔۔۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۷۵، معہ الاصابہ، تحت معاویہؓ بن ابی سفیان۔

(۲)۔۔۔ زاد المعاد لابن القیّم، ج ۱، ص ۳۰ فصل فی کُتّابہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

(۳)۔۔۔ الاصابہ لابن حجر، ج ۳، ص ۴۱۲ تحت معاویہؓ بن ابی سفیان۔

(۴) مجمع الزوائد للہیثمی، ج ۹، ص ۳۵۷۔ باب معاویہ رضی اللہ عنہ

(۵) جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۲۷۔ تحت عنوان کُتّابُہٗ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

———(۲)———

ابنِ عباسؓ ہاشمی کا امیر معاویہؓ پر علمی اعتماد اور صلاحیّت کا اقرار

(۱) ——— حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہؓ سے متعدد احادیثِ نبوی نقل کی ہیں اور کئی مسائل شرعی میں ان پر اعتماد کیا ہے۔ اور ان کو دینی مسائل میں "فقیہ" کا مقام دیا ہے۔ اسی سلسلہ کی چند چیزیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (جو حضرت علی المرتضیٰ کے چچا زاد برادر ہیں)، کی خدمت میں مسئلہ وتر کی بحث ہوئی تو اس میں حضرت امیر معاویہؓ کا بھی ذکر ہوا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا "ہمارے دور میں امیر معاویہؓ سب سے زیادہ عالم ہیں"

"فقال ابن عباس . . . لیس احد منا اعلم من معاویۃ"

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۳، ص ۲۶۔ باب الوتر طبع حیدر آباد دکن)

(۲) ——— نیز بخاری شریف میں آیا ہے کہ بحث وتر میں جب گفتگو ہوئی تو عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ ان کی بات کو رہنے دیجیے وہ صحابیِ رسولؐ اللہ ہیں۔ انہوں نے

درست عمل کیا ہے اس لیے کہ وہ دینی مسائل میں فقیہ ہیں۔

"...فقال دعه فانّه قد صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... قال اصاب انه فقیهٌ"

(۱) بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۳۱۔ باب ذکر معاویہ رضؓ (طبع نور محمدی دہلی)

(۲) الاصابہ مع الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۱۳ تحت تذکرہ معاویہؓ بن ابی سفیان۔

(۳) اُسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۶ تحت تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان۔

(۳) ——— ایک بار ابن عباسؓ نے اپنے دو مشہور شاگردوں (مجاہد و عطاء) کو امیر معاویہؓ سے نقل کرکے یہ روایت بیان کی کہ امیر معاویہؓ نے مجھے خبر دی ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مقراض کے ساتھ اپنے موئے مبارک تراشے تو ہم نے ابنِ عباسؓ سے عرض کیا کہ امیر معاویہؓ کے ماسوا کسی صاحب سے ہم کو یہ بات نہیں پہنچی تو جواب میں عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر امیر معاویہؓ تہمت لگانے والے نہیں ہیں (ان کی یہ اطلاع صحیح ہے)۔

"...عن مجاهد وعطاء عن ابن عباس ان معاوية اخبره انه رأى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصر من شعره بمشقص فقلنا لابن عباس مابلغنا هذا الا عن معاوية فقال ما كان معاوية على رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متهماً" (مسند احمدؒ، ج ۴، ص ۹۵ تحت مسندات معاویہؓ ابن ابی سفیان)

(۴) ـــــــ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت امیر معاویہؓ کی انتظامی صلاحیت و لیاقت بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ میں نے حکمرانی کے لائق ان سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

"۔ ۔ ۔ عن ابن عباس قال ما رأیت احداً اخلق للملک من معاویۃ"

(۱) ـــــــ التاریخ الکبیر لامام بخاریؒ، ج ۴، ص ۳۲۷ تحت ذکر معاویہؓ بن ابی سفیان۔

(۲) ـــــــ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۱۸۸، تحت سنہ ۶۰ھ۔ آخر تذکرہ معاویہؓ۔

(۳) ـــــــ البدایہ، ج ۸، ص ۱۳۵ تحت امیر معاویہ، بحوالہ محدّث عبدالرزاق۔

(۴) ـــــــ الاصابہ، ج ۳، ص ۴۱۳ تحت ذکر معاویہ بن ابی سفیان۔

(۵) ـــــــ عبداللہ بن عباسؓ حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں شام تشریف لے جاتے وہاں ان کے ہاں قیام فرماتے۔ نمازیں ان کے ساتھ مقام مقصورہ میں مل کر ادا کرتے تھے۔ (مقصورہ صف اوّل میں خلفاء کے لیے مخصوص و محفوظ مقام بنا ہوا ہوتا تھا)۔

نیز ابن عباسؓ کو امیر معاویہؓ کی جانب سے عطیات و وظائف بھی دیئے جاتے تھے جن کا ذکر عطیات و وظائف کے عنوان کے تحت عنقریب آرہا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

"۔ ۔ ۔ ان کریباً مولیٰ ابن عباسؓ اخبرہٗ انّہٗ رأی ابن

عباس یصلّی فی المقصورۃ مع معاویۃؓ ۔

(المصنّف لعبد الرزاق، ج ۲، ص ۴۱۴، باب الصلوٰۃ
فی المقصورہ مطبوعہ مجلس علمی، کراچی ۔ ڈابھیل)

—— (۳) ——

محمد بن حنفیہ ہاشمی کا امیر معاویہ سے حدیثِ نبوی اور مسئلہ شرعی نقل کرنا

——حضرت علی المرتضیٰ کے صاحبزادے محمدؒ بن حنفیہ نے امیر معاویہؓ سے حدیث شریف نقل کی ہے کہ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے عُمریٰ جن لوگوں کے لیے کر دیا جائے وہ ان کے لیے درست ہے ۔ (یعنی ایک شخص نے دوسرے کو عمر بھر کے لیے کوئی چیز دے دی تو اس کے لیے ہمیشہ کے لیے ہو گئی) ۔

"۔۔۔۔ عن محمد بن علی الحنفیۃ عن معاویۃ بن ابی سفیان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول العمریٰ جائزۃ لاھلھا ۔

(مُسند امام احمد، ج ۴، ص ۹۷، تحت حدیث
معاویۃؓ بن ابی سفیان، طبع اوّل مصری)

—— (۴) ——

امیر معاویہؓ اصحابِ فتویٰ سے تھے

ابن القیمؒ نے اپنی تصنیف اعلام الموقعین کے ابتدائی فصول میں ذکر کیا ہے کہ

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں جو صاحبِ فتویٰ حضرات تھے (جن کی طرف لوگ شرعی فتویٰ حاصل کرنے میں رجوع کرتے تھے) ان کے تین طبقات و درجات قائم کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ایک جماعت کثیر الفتویٰ تھی۔ وہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ وغیرہم حضرات ہیں۔

۲۔ ان کے بعد دوسرا طبقہ المتوسطون تھے۔ وہ صدیق اکبرؓ، ام سلمہؓ، عثمان ذوالنورینؓ وغیرہم ہیں۔ ان متوسطین کے زمرہ میں متعدد صحابہ (مثلاً حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عمران بن الحصینؓ کو ذکر کیا ہے۔ ان میں امیر معاویہؓ بھی شامل ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

"..... ویضاف الیھم طلحۃ والزبیر وعبدالرحمٰن بن عوف.... ومعاویۃ بن ابی سفیان"

۳۔ اس کے بعد قلیل الفتویٰ حضرات مذکور ہیں۔ مثلاً ابو درداءؓ، ابوسلمہؓ، سعید بن زید وغیرہم۔

(۱) ـــــ اعلام الموقعین لابن القیم، ج ۱، ص ۵ (ابتدائی فصول) طبع اشرف المطابع۔ دہلی۔

(۲) تدریب الراوی شرح تقریب النواوی، ص ۴۰۴ تحت بحث واکثرہم فتیا ابن عباسؓ۔

(۳) ـــــ جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۳۲۰ (الرسالۃ الثالثہ اصحاب الفتیا من الصحابۃؓ

ـــــ مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ اپنی علمی لیاقت کے اعتبار سے جس طرح فقہائے امت میں شمار کیے جاتے تھے اسی طرح صحابۂ کرام کے دور میں

اہلِ فتاویٰ میں ان کا مستقل مقام تھا اور ان کا اہلِ تدبیر و سیاست ہونا تو تاریخی مسلمات میں سے ہے ۔

(۵)

——حضرت امیر معاویہؓ کی دینی وثاقت اور علمی ثقاہت کے لیے یہ چیز بڑی اہم ہے کہ آپ بہت سے اکابر صحابہؓ کرامؓ کے مروی عنہ ہیں یعنی صحابہؓ نے آپ سے احادیثِ نبوی نقل کی ہیں ۔ ان میں سے چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے اور امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ ایک سو تریسٹھ احادیثِ نبوی امیر معاویہؓ کے ذریعہ منقول ہیں جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں ۔

۱ ۔ عبداللہ بن العباسؓ (ہاشمی)	۲ ۔ جریر بن عبداللہ البجلیؓ
۳ ۔ معاویہؓ بن خدیج	۴ ۔ سائبؓ بن یزید
۵ ۔ عبداللہ بن الزبیرؓ	۶ ۔ نعمان بن بشیرؓ
۷ ۔ ابو سعید الخدریؓ	۸ ۔ ابو درداء

۹ ۔ عبداللہ بن عمرؓ ۔ وغیرہم

(۱) الاصابہ، ج ۳، ص ۴۱۲ تحت معاویہؓ بن ابوسفیان

(۲) اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۷ تحت معاویہ بن ابوسفیان

(۳) تہذیب الاسماء واللغات للنووی، ج ۲، ص ۱۰۲،۱۰۳ تحت معاویہؓ بن ابی سفیان ۔

(۴) جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۲۷۷ تحت الرسالۃ الثانیہ (اصحاب الماء وشیئ) ۔

ملّی خدمات اور اسلامی فتوحات

قبل ازیں بحث اوّل عنوان (اقسام) کے تحت حضرت امیر معاویہؓ کی چند خدمات متعلق عہدِ نبوی و عہدِ صدیقی مختصراً درج ہو چکی ہیں، ان کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے چند مزید غزوات و فتوحات یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

—— جنگی غزوات کے سلسلہ میں امیر معاویہؓ کی خدماتِ جلیلہ بہت کثیر ہیں۔ پہلے خلفائے راشدین کے دَور میں، پھر ان کے اپنے دَورِ خلافت میں بے شمار فتوحات ہیں جو امیر معاویہؓ کے ذریعہ حاصل ہوئیں۔ ان کی تفصیلات کے لیے تو ایک مستقل تصنیف درکار ہے۔ مگر اس وقت اجمالی طور پر ہم ان میں سے بعض واقعات کو نقل کرتے ہیں تاکہ یہ عنوان خالی نہ رہ جائے۔

(۱) —— فتح اُردن کے متعلق علاّمہ بلاذری نے لکھا ہے کہ فوج کے سپہ سالار ابوعبیدہؓ بن جراح تھے اور ان کے ماتحت امیر معاویہؓ کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان جرنیل تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے حکم کے مطابق سواحلِ اُردن کی طرف فوج کشی کی گئی تو اس لشکر کے امیر یزید بن ابی سفیان تھے اور اس لشکر کے مقدمہ پر ان کے بھائی معاویہؓ بن ابی سفیان متعین تھے۔ بڑی کوشش اور مساعی کے بعد سواحلِ اردن یزیدؓ، عمرو بن العاص اور حضرت معاویہؓ کے ہاتھوں فتح ہوئے تو ابوعبیدہ نے اس فتح کی اطلاع مرکز میں حضرت عمرؓ کو ارسال کی۔

اس موقع پر حضرت امیر معاویہؓ کے کارنامے اور کارکردگی ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔

”.... وکان لمعاویۃ فی ذالک بلاءٌ حسنٌ و اثرٌ جمیلٌ“

تھیں اس کا نام غزوۂ قبرص ہے۔ اس غزوہ میں ام حرامؓ فوت ہوئیں اور ان کا مزار وہیں علاقہ قبرص میں ہے (جس کو سائپرس کہا جاتا ہے)۔

"...... وفیھا (سنہ ۲۸ھ) غزا معاویة بن ابی سفیانؓ فی البحر...... ومعه عبادة بن الصامت ومعه امراته ام حرام بنت ملحان الانصاریة فاتی قبرص فتوفیت ام حرام فقبرھا ھناك۔"

(۱) ــــ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۲۵ تحت سنہ ۲۸ھ

(۲) ــــ نسب قریش، ص ۱۲۴ تحت اولاد ابی سفیانؓ بن حرب۔

(۳) ــــ البدایہ جلد ہشتم، ص ۲۲۹ تحت ترجمہ یزید بن معاویہؓ۔

(۴) ــــ فتوح البلدان بلاذری، ص ۱۶۰ تحت امر قبرص۔

حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی امت کے جس لشکر کے متعلق جنت کی یہ بشارت ارشاد فرمائی تھی اس لشکر کے امیر حضرت امیر معاویہؓ تھے۔ لہٰذا وہ بھی اس عظیم بشارت کے مستحق ہوتے اور زبان نبوّت کے ذریعہ بالیقین اہل جنت میں سے ٹھہرے۔

دیگر اکابر کا شامل ہونا

یہاں مزید یہ بات قابل ذکر ہے کہ امیر معاویہؓ، حضرت فاروق اعظمؓ سے بحری جنگوں کے متعلق پیش قدمی کرنے کے لیے اجازت طلب کرتے رہے لیکن وقتی مصالح کی بنا پر اجازت نہ ملی۔

جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو انہوں نے خاص شروط کے تحت قومی منافع کے پیش نظر بحری جنگی اقدامات کی اجازت دے دی۔ اور یہ قبرص کی طرف اقدام پہلا بحری غزوہ ہے۔

اس میں حضرت امیر معاویہؓ کی ماتحتی میں بڑے بڑے اکابر صحابہ غزوۂ ہٰذا

یں شریک ہوئے تھے۔ مثلاً ابو ایوب انصاری رضؓ۔ ابوالدرداء۔ ابوذر غفاری رضؓ۔ عبادۃ بن الصامت، فضالۃ بن عبید الانصاری رضؓ، عمیر بن سعد بن عبید الانصاری رضؓ۔ واثلہ بن الاسقع الکنانی۔ عبداللہ بن بشر المازنی۔ شداد بن اوس بن ثابت وہو ابن اخی حسان بن ثابت والمقداد۔ وکعب الحبر وجبیر بن نفیر الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

امیر معاویہ رضؓ غزوہ ہٰذا میں امیر لشکر کی حیثیت سے خود شامل تھے اور آپ کی اہلیہ ساتھ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فتح عظیم عطا فرمائی۔ مسلمانوں کو بہت عمدہ غنائم حاصل ہوئے۔

مسلمانوں کی افواج نے اس علاقہ میں جہاد جاری رکھا حتیٰ کہ اہلِ قبرص صلح کے لیے آمادہ ہوئے اور امیر معاویہ رضؓ کے دور میں انہوں نے امیر معاویہ رضؓ سے چند شرائط کے ساتھ دائمی مصالحت کر لی... الخ

(فتوح البلدان للبلاذری، ص ۱۶۰-۱۶۱ تحت امر قبرص)

(۵)۔ ــــــ حضرت سیدنا عثمان رضؓ بن عفان کی شہادت کے بعد کچھ عرصہ تک غزوات کا سلسلہ رُک گیا تھا حتیٰ کہ جب صلح و مصالحت کا سال آیا (جب سیدنا حسن رضؓ کی حضرت امیر معاویہ رضؓ سے ۴۱ھ میں صلح ہوئی) تو امیر معاویہ رضؓ نے ملک روم کی طرف سولہ ۱۶ عدد غزوات یکے بعد دیگرے جاری رکھے۔ جب ایک لشکر گرمیوں میں بھیجا جاتا تو وہ وہیں سردیوں میں قیام کر کے واپس لوٹتا اور اس کی جگہ دوسرے کو روانہ کیا جاتا۔

"لما قتل عثمان رضؓ لم یکن للناس غازیۃ تغزوا حتیٰ کان عامۃ الجماعۃ فاغزا معاویۃ ارض الروم ستۃ عشرۃ غزوۃ تذھب سریۃ فی الصیف ویشتوا بارض الروم

ثم تقفل وتعقبها أخریٰ"

(البدایہ، ص ۱۳۳، جلد ۸ تحت تذکرہ معاویہؓ)

پھر اس کے بعد بے شمار غزوات پیش آئے۔ بری و بحری فتوحات ہوئیں اور ان کے ہاتھوں اقصائے عالم تک اسلام کا پرچم لہرایا اور ان کی مساعی سے دین اسلام کے غلبہ کے سامان پیدا ہو گئے۔ اسی چیز کو علامہ ذہبیؒ نے کتاب دول الاسلام میں بیان کیا ہے۔ ذیل میں ملاحظہ فرما دیں۔

۶۔۔۔۔ حضرت امیر معاویہؓ میں فطری طور پر انتظامی صلاحیتیں اس قدر ودیعت تھیں کہ ان کے زیر انتظام ایک وسیع و عریض اسلامی سلطنت قائم تھی۔ اس سلطنت کی حدود بخارا سے لے کر مغرب میں قیروان تک، اقصائے یمن سے قسطنطنیہ تک پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے علاوہ حجاز، یمن، شام، مصر، مغرب، عراق، الجزیرہ، آرمینیہ، روم، فارس، خراسان، جبال، اور ماوراء النہر، یہ تمام ممالک اور علاقے ان کے حکم کے ماتحت تھے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

"۔۔۔ صار ملك الدنيا تحت حكمه من حدود بخارا الى القيروان من المغرب ومن اقصى اليمن الى حدود قسطنطنية واقليم الحجاز واليمن والشام ومصر والمغرب والعراق والجزيرة وآرمينية والروم وفارس والخراسان والجبال وما وراء النهر"

(کتاب دول الاسلام للذہبیؒ، جزء اوّل، ص ۲۸۔ تحت سنۃ ستین۔ طبع دائرۃ المعارف دکن)

حدودِ حرم کی تعیین | امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں حرمِ مکّہ کے بعض آثار اور نشانات مٹنے لگے تھے۔ مروان بن الحکم

مدینہ پر امیر معاویہؓ کی جانب سے والی تھے۔ انہوں نے شام میں امیر معاویہؓ کو لکھا کہ حرم شریف کے بعض آثار مٹ گئے ہیں اور کرز بن علقمہ معمر صحابی زندہ موجود ہیں ان کے ذریعے آثار کی تجدید و تحدید ہو سکتی ہے۔ اس کے متعلق حکم صادر فرمایا جائے۔ تو امیر معاویہؓ نے جواب ارسال کیا کہ کرز کی معلومات کی روشنی میں مٹنے والے آثار و نشانات کو جلد از جلد صحیح کر کے متعین کیا جائے۔ اور اس پر عملدرآمد کیا گیا۔

"اسلم کرز یوم فتح مکۃ وکان قد عمّر عُمُراً طویلاً و کان بعض اعلام الحرم قد عمی علی الناس فکتب مروان بن الحکم الی معاویۃ بذالك فکتب الیہ ان کان کرز بن علقمۃ حیّاً فمرہ فلیوقفکم علیہ نفعل فھو الذی وضع معالم الحرم فی زمن معاویۃ وھو علی ذالك الی الساعۃ۔

(۱) ـــــ تاریخ طبری الجزء الثالث عشر ج ۱۲، ص ۳۵-۳۶ ذکر من مات او قتل سنۃ ۸۰ھ۔

(۲) ـــــ الاصابہ معہ الاستیعاب، ص ۵، ۲، تحت ذکر کرز بن علقمہ بن ہلال۔

(۳) ـــــ طبقات لابن سعد، ج ۵، ص ۳۳۸ تحت کرز بن علقمہ بن ہلال طبع لیدن۔

کریمانہ اخلاق اور عمدہ کردار خدا خوفی اور خوفِ آخرت

عوام کی خیر خواہی :- حضرت امیر معاویہؓ کا اخلاق و کردار بہت بلند تھا اور ان کا اپنی رعایا کے ساتھ حسنِ سلوک قابلِ قدر تھا۔ عوام کی حاجت روائی کے لیے حضور علیہ السلام کے فرمان کے پیشِ نظر انہوں نے

آدمی مقرر کر رکھا تھا جو لوگوں کی حاجات اور ضروریات ان کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ چنانچہ عمرو بن مرہ نے جب امیر معاویہؓ کو اس مضمون کی حدیث سنائی تو انہوں نے اس پر فوراً عمل درآمد کر دیا۔

(۱) ـــــ عن عمرو بن مرۃ انہ قال لمعاویۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ولاہ اللہ شیئاً من امر المسلمین فاحتجب دون حاجتہم وخلتہم وفقرہم احتجب اللہ دون حاجتہ وخلتہ وفقرہ فجعل معاویۃ رجلاً علی حوائج الناس رواہ ابوداؤد والترمذی۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۳۲۴۔ الفصل الثانی۔ باب ما علی الولاۃ من التیسیر) ابوداؤد شریف صفحہ ۵۳ جلد ثانی کتاب الخراج

(۲) ـــــ ... فلما دخل ابو مریم (الازدی الصحابی) علیہ (معاویۃ بن ابی سفیانؓ) قال (معاویۃ) ھٰھنا ھٰھنا یا ابا مریم فقال ابو مریم انی لحاجتک طالب حاجۃ ولکنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اغلق بابہ دون ذوی الفقر والحاجۃ اغلق اللہ عن فقرہ وحاجتہ باب السماء قال فاکبّ معاویۃ یبکی ثم قال ردّ حدیثک یا ابا مریم فردّہٗ فقال معاویۃ ادعوا الی سعداً وکان حاجبہ فدعی فقال یا ابا مریم حدثہ انت کما سمعت فحدّثہٗ ابو مریم فقال معاویۃ لسعدٍ اللّٰھم انی اخلع ھٰذا من عنقی واجعلہ فی عنقک من جاء یستاذن لہٗ یقضی اللہ لہٗ علی لسانی ما قضیٰ۔

(کتاب الکنیٰ للدولابی جلد اوّل، ص ۵۴ تحت ابی مریم الازدی)

حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی ابو مریم امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے۔ امیر نے فرمایا یہاں تشریف رکھیے۔ ابو مریم فرمانے لگے کہ میں کسی اور کام کے لیے نہیں آیا لیکن فرمانِ نبوی پہنچاتا ہوں حضور علیہ السلام سے میں نے سُنا کہ فرماتے تھے جس شخص نے حاجت مند کے سامنے اپنا دروازہ بند کر دیا، اس کی ضرورت نہ سنی، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کا دروازہ آسمان سے بند کر دیں گے۔ یہ سُن کر امیر معاویہ اوندھے گر کر رونے لگے پھر اپنے دربان سعد نامی کو بلوایا اور ابو مریم کو فرمایا کہ اب پھر فرمانِ نبوت سنایئے۔ انہوں نے وہی حدیث سنائی، اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے اپنے دربان سعد کو فرمایا، میں نے اپنے گلے سے بات کو نکال کر تیرے گلے میں ڈال دیا اور حکم دیا کہ جو حاجتمند آتے اسے میرے ہاں پہنچنے کی اجازت دے دینا۔ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ میری زبان پر جو فیصلہ چاہیں گے کریں گے۔"

(۳)۔۔۔۔۔ مندرجہ بالا واقعات کی طرح حضرت امیر معاویہؓ کی خدا خوفی اور فکرِ آخرت کا واقعہ ترمذی شریف جلد دوم، ص ۶۱، طبع مجتبائی دہلی، ابواب الزہد، تحت باب ما جاء فی الریاء والسمعۃ میں شفیا اصبحی سے منقول ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کی تواضع و انکساری اور اتباعِ سنت کی اہمیت کا واقعہ عبداللہ بن الزبیر و ابن صفوان کے ساتھ پیش آیا۔ ترمذی شریف جلد دوم، ص ۱۰۰۔ طبع مجتبائی دہلی، ابواب الآداب، باب ما جاء فی کراہیۃ قیام الرجل للرجل میں مذکور ہے۔

(۵)۔۔۔۔۔ نیز حضرت معاویہؓ کا فرمانِ نبوی میں کوتاہی اور تبدیلی پر پریشان ہونا اور اہلِ مدینہ کو متنبہ کرنا ترمذی شریف جلد دوم، ص ۱۰۲، طبع دہلی۔ ابواب الآداب

باب ما جاء فی کراہیۃ اتخاذ القصہ میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ از راہِ اختصار امیر معاویہؓ کے واقعات کی طرف اشارے کر دیتے ہیں۔ اہلِ علم اور صاحبِ تحقیق حضرات رجوع فرما کر تسلی کر سکتے ہیں۔ یہ حدیث کی روایات ہیں۔ تاریخی رطب و یابس نہیں۔

امیر معاویہؓ کی سیرت اور کردار پر

علامہ ابن تیمیہؒ کی رائے

علامہ ابن تیمیہؒ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کا تعلق اپنی رعیّت کے ساتھ بہترین تھا۔ جس کی وجہ سے رعیت آپ کو بہت پسند کرتی تھی۔ آپ کا شمار بہترین حکام میں ہوتا تھا۔

صحیحین کی روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بہترین حاکم وہ ہیں جن کو تم پسند کرتے ہو اور وہ تم کو پسند کرتے ہوں۔ تم ان کے حق میں دُعا کرتے ہو اور وہ تمہارے حق میں دُعا کرتے ہوں۔

"وكانت سيرة معاويه مع رعيّة من خيار سيرالولاة وكانت رعيّته يحبّونه وقد ثبت فى الصحيحين عن النبى صلّى الله عليه وسلّم انّه قال خيار ائمتكم الذين تحبّونهم ويحبّونكم وتصلّون عليهم ويصلّون عليكم ... الخ

(منہاج السنّہ، ج ۳، ص ۱۸۹ ۔ تحت جوابات مطاعن عثمانی)

عوام کی خبر گیری کیلئے ایک شعبہ منہاج السنّہ میں ابنِ تیمیہؒ نے بغوی کی

سند کے ساتھ ابو قیس سے ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ہر قبیلہ کے لیے ایک ایک آدمی مقرر کیا ہوا تھا جو محافل میں جا کر معلوم کرتا کہ کیا اس قبیلہ میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے یا نہیں؟ کیا اس رات میں کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے یا نہیں؟ یا کوئی مہمان قبیلہ میں فروکش ہوا ہے؟ وہ مذکورہ معلومات لے کر دفتر میں پہنچتا اور ان کے نام رجسٹر میں درج کرتا تاکہ ان کی ضروریات کا حکومت کی طرف سے انتظام کیا جائے)۔

قال البغوی حدثنا سوید بن سعید حدثنا همام بن اسمٰعیل عن ابی قیس قال کان معاویۃ قد جعل فی کل قبیلٍ رجلاً وکان رجل منّا یکنّیٰ ابا یحییٰ یصبح کل یوم فیدور علی المجالس هل وُلِدَ فیکم اللیلۃ ولدٌ؟ هل حدث اللیلۃ حادث؟ هل نزل الیوم بکم نازلٌ؟ قال فیقولون نعم۔ نزل رجل من اهل الیمن بعیالہٖ یسمونہ وعیالہ فاذا فرغ من القبیل کلہ اتی الدیوان فاوقع اسماءهم فی الدیوان۔

(۱) ـــــ منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ، ج ۳، ص ۱۸۵۔
(۲) ـــــ البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۱۳۴ تحت تذکرہ معاویہؓ

مطلب یہ ہے کہ رعایا کے احوال کی خبر گیری اور ہر قبیلہ کی ضروریات دریافت کرنے کے لیے ایک مستقل دفتر ہوتا تھا۔ اس طریقہ سے عوام کی ضروریات کا ہر ممکن طریقہ سے اہتمام کیا جاتا تھا۔

ـــــ مذکورہ حوالہ جات کے ذریعہ سیدنا معاویہؓ کی طرزِ زندگی اور حسنِ معاشرت واضح ہے۔ اکابرینِ امت کی ان تصریحات کے باوجود امیر معاویہؓ کے حق میں یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ ان کی عادات قیصر و کسریٰ کی عادات و اطوار کے

موافق تھیں اور ان کی عملی زندگی اسی انداز میں بسر ہوتی تھی۔ سراسر نا انصافی ہے اور واقعات کے برعکس ہے۔ ان کے متعلق لوگوں میں تنفر پھیلانے کے لیے یہ پروپیگنڈا ہے اور ناقابلِ اعتبار تاریخی مواد پر اعتماد کر کے یہ تصوّر پیش کیا جاتا ہے۔

عدل و انصاف پر حضرت سعدؓ کی شہادت

(۱) سیدنا امیر معاویہؓ بڑے عادل اور منصف مزاج تھے۔ وہ عوام کے حقوق کو احسن طریقہ سے ادا کرنے والے تھے۔ آپ کے حق میں سعد بن ابی وقّاص فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کے بعد امیر معاویہؓ سے زیادہ حق کو پورا کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

—— قال اللیث بن سعد حدثنا بکیر عن بشر بن سعید ان سعدً بن ابی وقاص قال ما رأیت احداً بعد عثمان اقضیٰ بحقٍّ من صاحب ھذا الباب یعنی معاویۃ۔

(۱) —— تاریخ الاسلام للذہبی جز ثانی، ص ۳۲۱ تحت ذکر معاویۃؓ۔

(۲) —— البدایہ لابن کثیر، ص ۱۳۳، ج ۸ تحت ذکر معاویہؓ۔ طبع اوّل مصری۔

—— حضرت سعد بن ابی وقّاص ان کبار صحابہؓ میں سے ہیں جنہوں نے جنگِ جمل و صفین سے عزلت و علیحدگی اختیار کر لی تھی اور طرفین میں سے کسی ایک فریق کی حمایت نہیں کی تھی۔ ان مناقشات میں آپ غیر جانبدار رہے تھے

(دول الاسلام، ج ۱، ص ۱۵۔ للذہبیؒ۔ تحت خلافۃ علی بن ابی طالب)

انہوں نے حضرت معاویہؓ کے منصفانہ کردار کو اس طرح بیان کیا ہے کہ سیدنا عثمانؓ کے بعد انصاف کرنے اور حق ادا کرنے میں امیر معاویہؓ کا بڑا مقام ہے۔

———— یہ شہادت بہت وزنی ہے ۔اس کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کے کردار میں تنقیص پیدا کرنے والی روایات کا کوئی درجہ نہیں ہے ۔

الاعمش کی شہادت

اسی طرح آنے والے حوالہ مندرجہ میں الاعمش (جو ثقہ تابعی ہیں اور بڑے پائے کے محدث ہیں) کی گواہی بڑی قیمتی ہے ۔اس میں عمرؒ بن عبدالعزیز مشہور منصف خلیفہ کے ساتھ تقابل پیش کر کے الاعمش فرماتے ہیں "حلم و کرم میں نہیں بلکہ عدل و انصاف کے معاملہ میں حضرت امیر معاویہؓ عمر بن عبدالعزیز سے بڑھ کر تھے ۔اہل علم و فہم حضرات پر واضح ہے کہ اعمش وغیرہ حضرات کا زمانہ امیر معاویہؓ کے دَور کے قریب تر ہے ۔ان قریب زمانہ والے لوگوں کی شہادت بعد والی تاریخی روایات سے بہرکیف مقدم ہو گی اور زیادہ معتبر ہو گی ۔امیر معاویہؓ کو ظالم و جائر وغیرہ ثابت کرنے والے تاریخی مواد کو مؤخر کیا جائے گا اور نا قابلِ اعتماد متصور ہو گا ۔

ایک دفعہ اعمش (سلیمان بن مہران) کی مجلس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ان کے عدل و انصاف کا تذکرہ ہُوا تو اعمشؒ نے فرمایا کہ امیر معاویہؓ عمرؒ بن عبدالعزیز سے حلم میں نہیں بلکہ خدا کی قسم عدل و انصاف میں فائق تھے ۔

...حدثنا محمد بن جواس حدثنا ابو هريرة المكتب قال كنا عند الاعمش فذكروا عمر بن عبد العزيز وعدله فقال الاعمش فكيف لو ادركتم معاوية قالوا فى حلمه؟ قال لا والله بل فى عدله ۔(۱)

(۱) منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ، ج ۳، ص ۱۸۵۔

(۲) ب۔۔۔ المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۸۸ طبع مصر

امیر معاویہؓ کے حق میں ناصحانہ کلام اور ان کی خدمت میں حق گوئی کا مسئلہ

۔۔۔۔ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کو بعض حضرات نصیحت فرماتے اور ان کے حق میں خیر خواہانہ کلام کرتے تو حضرت معاویہؓ کو یہ چیز پسند ہوتی تھی اور اسے بخوشی قبول کرتے تھے۔

(۱) ۔۔۔۔ ایک دفعہ ابو امامۃ الباہلیؓ (صحابی) امیر معاویہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امیر المؤمنین آپ ہمارے چشموں کے لیے اصل ہیں۔ آپ صاف رہیں گے تو چشموں کا میلا ہونا ہمیں ضرر نہ دیگا۔ اگر آپ میں تکدّر اور میلا پن ہوگا تو ہمارا صاف رہنا ہمیں نفع نہ دے گا اور یقین جانیے کہ ستونوں کے بغیر خیمہ کھڑا نہیں رہ سکتا۔

"..... اخبرنی العتبی قال دخل ابو امامۃ الباھلی علیٰ معاویۃؓ فقال یا امیر المؤمنین! انت رأس عیوننا فان صفوت لم یضرنا کدر العیون وان کدرت لم ینفعنا صفونا واعلم انّہٗ لایقوم فسطاطٌ الّا بعمدٍ"۔

(کتاب المجتنیٰ، ص ۳۹ تحت کلام معاویہؓ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن۔ لامام اللغۃ والادب ابی بکر محمد بن الحسن بن درید الازدی البصری۔ المتوفیٰ ببغداد سنۃ (۳۲۱ھ)

(۲) ——— اور امیر معاویہؓ کی خدمت میں "حق بات" لوگ رُوبرو کہتے تھے۔ امیر معاویہؓ اسے خندہ پیشانی سے سماعت فرماتے۔ ان کے دَور میں حق گوئی مسلوب نہ تھی۔ ابن درید کی کتاب "ہذا سے ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے ملاحظہ فرما دیں۔

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کو ایک آدمی آکر کہتا کہ اَے معاویہ! اللہ کی قسم خود بخود ٹھیک رہیے ورنہ ہم آپ کو درست کر دیں گے تو امیر معاویہؓ فرماتے کہ کس کے ساتھ ٹھیک کرو گے تو وہ شخص کہتا کہ لاٹھی کے ساتھ یہ سُن کر امیر فرماتے تو پھر ہم درست ہو جائیں گے"

——— اخبرنا محمد قال اخبرنا معاذ عن دماذ قال اخبرنی ابو عبیدۃ قال ان کان الرجل لیقول لمعاویۃ و اللہ لتستقیمن یا معاویۃ! اولنقومنك فیقول بماذا ؟ فیقول بالخشب فیقول اذاً نستقیم"

(۱) کتاب المجتنیٰ لابن درید المذکور، ص ۱۴ طبع حیدر آباد دکن تحت کلام معاویۃؓ

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبیؒ، ج ۳، ص ۱۰۲۔ تحت ترجمہ معاویہؓ۔

(۳) تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۲، ص ۳۲۲ ۔ تحت معاویہؓ۔

جس طرح حضرت امیر عمرؓ کے دَور کا ایک واقعہ مشہور ہے، کسی نے ان کو کہا تھا اگر آپ درست نہ ہونگے تو ہم آپ کو تلوار کے ساتھ ٹھیک کر دیں گے۔ اسی طرح سیّدنا امیر معاویہؓ کی خدمت میں لوگ حق بات کہتے تھے اور

راست گوئی کا حق ادا کرتے تھے۔ حضرت امیرؓ نے ان پر کوئی رکاوٹ نہیں ڈال رکھی تھی ——— یہاں سے معلوم ہوا کہ:

اس دور کے معترض بزرگوں نے "لوگوں کی زبانوں پر قفل چڑھائے جانے" کا جو کیس تیار فرمایا ہے وہ صحیح نہیں۔ اس کا روایاتی مواد بالکل ردی ہے اور لائق اعتبار نہیں۔ تاریخ میں ہر اچھے آدمی کے متعلق اس قسم کا ردی مواد فراہم کر لینا کچھ مشکل نہیں۔ خداوند کریم "خذ ما صفا ودع ما کدر" پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلامی خزانہ امیر معاویہؓ کے دور میں!

——— سیدنا امیر معاویہؓ کی خلافت کے دوران بیت المال کے متعلق کیا نظریات تھے اور اس کے اموال کے مصارف کس طرح جاری ہوتے تھے؟ امیر معاویہؓ کے نزدیک بیت المال کی حیثیت کیا تھی؟ یہ مسئلہ بہت کچھ تفصیل طلب ہے لیکن اختصار کے پیشِ نظر پہلے چند ایک حوالہ جات اس کے لیے تحریر کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے فوائد ملاحظہ فرما دیں۔

——(۱)——

——— ایک دفعہ جمعہ کے روز امیر معاویہؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ بیت المال کا مال ہمارا ہے اور مال فئے بھی ہمارا ہے۔ جس شخص سے چاہیں ہم روک سکتے ہیں۔ اس بات کا کسی نے جواب نہ دیا۔ دوسرے جمعہ میں اسی طرح کلام فرمایا۔ پھر بھی کسی نے جواباً کچھ نہ کہا۔ پھر تیسرے جمعہ میں جب امیر معاویہؓ نے وہی بات فرمائی جو پہلے جمعہ میں ذکر کی تھی۔

فقام الیہ رجل فقال کلا !

انما المال مالنا والفیٔ فیئنا فمن حال بیننا وبینہ حاکمناہ الی اللہ تعالیٰ باسیافنا فمضیٰ فی خطبتہ ثم لما وصل منزلہ ارسل للرجل فقالوا ھلک ثم دخلوا فوجدوہ جالسًا معہ علیٰ سریرہ فقال لھم ان ھٰذا احیانی احیاہ اللہ سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول سیکون من بعدی امراء یقولون فلا یرد علیھم یتقاحمون فی النار..... وانی تکلّمت اول جمعہ فلم یرد علیّ احدٌ فخشیت ان اکون منھم ثم فی الجمعۃ الثانیۃ فلم یرد علیّ احدٌ فقلت انی منھم ثم تکلّمت فی الجمعۃ الثالثۃ فقام ھٰذا الرجل فردّ علیّ فاحیانی احیاہ اللہ تعالیٰ۔

——یعنی ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ اس نے (مجمع کے سامنے) کہا کہ اس طرح بات نہیں ہے بلکہ بیت المال کا مال ہمارا ہے اور فئے کا مال بھی ہم سب مسلمانوں کا ہے۔ جو شخص اس مسئلہ میں حائل ہونے لگے گا اس کا فیصلہ ہم تلواروں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ہاں پہنچائیں گے۔

——اس کے بعد امیر معاویہؓ خطبہ تمام کر کے جب اپنے مقام پر پہنچے تو اس شخص کو بلا بھیجا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ اس کو سزا ملے گی۔ لیکن جب اور لوگ پہنچے تو دیکھا وہ (حق گو) آدمی چارپائی پر امیر معاویہؓ کے ساتھ باعزت انداز میں بیٹھا ہوا ہے

——اس وقت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ اس شخص نے گویا مجھے

زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھے۔ میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ نے فرمایا تھا عنقریب میرے بعد امراء ہوں گے جو بات کہیں گے ان کے جواب میں کوئی کلام نہ کر سکے گا۔ وہ آتش میں گریں گے ......

—— میں نے پچھلے جمعہ میں کلام کیا۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ تو مجھے اندیشہ ہُوا کہ کہیں میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جن کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پھر دوسرے جمعہ پر بھی کسی نے جواب میں نہ ٹوکا تو خیال ہُوا میں ان میں سے ہُوں گا۔ جب تیسرے جمعہ میں میں نے بات کی تو اس شخص نے کھڑے ہو کر صاف صاف جواب دیا تو گویا مجھے اس نے زندہ کر دیا (یعنی میں اس وعید مذکور سے بچ گیا) اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھے۔

(۱) تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۲، ص ۳۲۲۔ تحت معاویہؓ۔

(۲) تطہیر الجنان واللسان لابن حجر۔ ص ۲۷ معہ الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مصر طبع ثانی۔

—— اس واقعہ کے بعد ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ یہ بہت بڑی منقبت عظیم ہے۔ جس میں حضرت معاویہؓ منفرد نظر آتے ہیں۔ اس واسطے کہ اس نوعیت کا واقعہ کسی سے منقول نہیں ہے۔

(۱) .... اور یقین جانیے کہ امیر معاویہؓ حضور علیہ السّلام کے فرمودات پر حتی الامکان عملدرآمد کرنے کے حریص تھے۔

(۲) .... اور اپنی جگہ خائف رہتے تھے کہ ان سے کوئی تجاوز اور

ادنیٰ زیادتی بھی نہ ہونے پائے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس معاملہ میں محفوظ کر لیا ۔ رضی اللہ عنہ

(۲)

منہاج السنہ میں باسند مذکور ہے :

" عن عطیۃ بن قیس قال سمعت معاویۃ بن ابی سفیانؓ یخطبنا ان فی بیت مالکم فضلاً بعد عطیاتکم وانی قاسمہ بینکم فان کان یاتینا فضل عاما قابلا قسمناہ علیکم والافلا عتبۃ علیّ فانہ لیس بمالی وانما ھو مال اللہ الذی افاءکم علیکم "

" یعنی عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ ایک بار امیر معاویہؓ کو خطبہ دیتے ہوئے میں نے سنا کہہ رہے تھے اے لوگو! تمہیں عطیات دینے کے بعد تمہارے بیت المال میں جو مال بچا ہوا موجود ہے اس کو میں تمہارے درمیان تقسیم کر دوں گا ۔

اگر آئندہ سال بھی زیادہ مال پہنچ گیا تو وہ بھی تم لوگوں پر تقسیم کر دیں گے ۔ اگر نہ آیا تو ہم پر کوئی الزام نہ ہو گا ۔ یقیناً بیت المال کا مال میرا مال نہیں ہے ۔ بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے جو اس نے تمہاری طرف لوٹا دیا ہے "

(۱) ــــ منہاج السنہ لابن تیمیہؒ ، ج ۲ ، ص ۱۸۵ ، تحت السبب السابع ، بیان فضائل معاویہؓ ۔

(۲) ــــ المنتقیٰ للذہبی ، ص ۳۸۸ تحت ثناء الائمۃ علیٰ معاویہؓ وحکمہ وسیرتہ ... الخ

(۴) ـــــ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۳، ص ۱۰۰۔ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان۔

(۴)

ابن کثیرؒ نے ابن سعد کے حوالہ سے باسند نقل کیا ہے :۔

"۔۔۔ عن محمد بن الحکم ان معاویۃ لما احتضر اوصٰی بنصف مالہٖ ان یردّ الی بیت المال ۔۔۔ الخ

"یعنی امیر معاویہؓ جب قریب الوفات ہوگئے تو اپنے مال متاع کے متعلق وصیّت کی کہ اس کے نصف کو بیت المال میں داخل کر دیا جائے "۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۱۴۱، تحت امیر معاویہؓ۔

کبار علماء کے فرمودات بالا کے ذریعہ ثابت ہوا کہ

(۱) ـــــ حضرت امیر معاویہؓ کے ہاں دینی مسائل میں حق گوئی کا مسئلہ متروک نہیں تھا۔ ان کے سامنے حق بات لوگ کہتے تھے اور وہ اس کو تسلیم کرتے تھے۔

(۲) ـــــ بیت المال کے حق میں امیر معاویہؓ اسلامی نظریات کے خلاف نہیں کیے ہوتے تھے بلکہ وہ اس مال کو اللہ اور مسلمانوں کا مال خیال کرتے تھے اور اسلامی قوانین کے تحت اسے استعمال میں لاتے تھے۔

(۳) ـــــ آخری ایام میں انہوں نے اپنے مال و متاع کے نصف حصّہ کو بیت المال میں جمع کر دینے کی وصیّت کر دی تھی تاکہ بیت المال کے معاملہ میں اگر کوئی کوتاہی واقع ہوگئی ہو تو اس کی تلافی ہو جاتے۔ یہ کمال احتیاط کی علامت ہے۔

— یہاں سے واضح ہو گیا کہ جو اعتراضات لوگوں نے بیت المال کے سلسلہ میں امیر معاویہؓ پر وارد کیے ہیں وہ درست نہیں۔

معترض احباب نے تاریخ سے بیکار مواد فراہم فرما کر بیت المال کے متعلق کیس مرتب فرما دیا ہے۔ اللہ انہیں خیر کی توفیق بخشے اور ہدایت نصیب فرما کر قبائلی تعصّب اور خاندانی عناد سے محفوظ فرمائے۔ صحابہ کرام کے حق میں سوءِ ظنی و بدگمانی سے بچا کر حُسنِ ظن نصیب فرمائے جس کی ہمیں مذہب اسلام نے تعلیم و تلقین کی ہے۔

مثالی شخصیت اور عہدِ معاشرہ

حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ جب سیّدنا حسنؓ نے ۴۱ھ میں خلافت کے بارے میں صلح و مصالحت کر لی تو اس کے بعد امیر معاویہؓ تمام ممالکِ اسلامیہ میں واحد خلیفہ تسلیم کر لیے گئے۔ ان کے دَورِ خلافت میں دشمنانِ اسلام کے ساتھ جہاد قائم رہا اور فتوحات ہوتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کا کلمہ بلند ہوا۔ اطرافِ ممالک سے غنائم بیت المال میں پہنچنے لگے اور مسلمان راحت و آرام اور عافیت و انصاف و عدل کی زندگی بسر کرنے لگے۔

— امیر معاویہ کی خلافت کے ان حالات کو ابن کثیر نے عبارت ذیل میں ذکر کیا ہے :-

" واجمعت الرعايا على بيعته فی سنة احدٰی واربعين كما قدمنا فلم يزل مستقلاً بالامر فی هٰذه المدة الى هٰذه السنة سنہ ٦٠ھ التی كانت فيها وفاته، والجهاد فی بلاد العدو قائم وكلمة الله عالية والغنائم ترد اليه من اطراف الارض والمسلمون معه فی راحة وعدل وصفح وعفو "

(البدایہ لابن کثیر، ص ۱۱۹، ج ۸ ۔ تحت ۶۰ھ
ذکر معاویہ بن ابی سفیانؓ)

اور اس سے آگے چند صفحات کے بعد امیر معاویہؓ کے حق میں لکھتے ہیں :۔

" انّہ کان جید السیرۃ ، حسن التجاوز، جمیل العفو، کثیر الستر رحمۃ اللہ علیہ ۔

(البدایہ ، ج ۸ ، ص ۱۲۶ ۔ تحت ذکر معاویہؓ)

علّامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ :

" و فضائل معاویۃ فی حسن السیرۃ و العدل والاحسان کثیرۃٌ "

" یعنی امیر معاویہؓ کے فضائل حسنِ سیرت اور عدل و احسان کے اعتبار سے بے شمار ہیں"۔

(المنتقیٰ للذہبیؒ ، ص ۳۸۸ ، طبع مصر)

مندرجاتِ بالا کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت انصاف و صداقت پر مبنی تھی اور عدل و انصاف کی آئینہ دار تھی۔ اس میں اسلامی قوانین رائج تھے جس کی وجہ سے عوام ہر طرح مطمئن تھے حضرت امیر معاویہؓ کی قائم کردہ عدالتوں میں اسلامی قوانین کا پورا پورا احترام کیا جاتا تھا۔ اور مسائل کا حل اسلامی آئین کے مطابق کیا جاتا تھا۔ امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی قوانین کی بالا دستی ختم کر دینے کا پروپیگنڈہ جو ناقدین کی طرف سے کیا جاتا ہے وہ تاریخ کے ردّی مواد سے تالیف شدہ ہے اور اصل واقعات کے بالکل برعکس ہے اور امّت کے اکابرین کی تصریحات کے خلاف ہے ۔ اس لیے کہ حافظ ذہبیؒ حافظ ابن کثیرؒ، حافظ ابن تیمیہؒ وغیرہ اکابر علماء نے اس مسئلہ کی خوب

وضاحت پیش کر دی ہے کہ امیر معاویہؓ کے دور میں آئینِ شرعی و قوانینِ اسلامی کو ختم نہیں کر دیا گیا بلکہ عدل و انصاف قائم تھا اور عوام کے ساتھ احسان اور حُسنِ سلوک کا معاملہ جاری و ساری رہتا تھا۔

—— اس کے بعد اب وہ عنوانات ذکر کیے جاتے ہیں جن میں حضرت علیؓ کے خاندان اور امیر معاویہؓ کے خاندان کا قرب اور تعلق معلوم ہو گا۔

حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت حضرت علیؓ اور انکے خاندان کی نظروں میں

—— قبل ازیں عرض کیا گیا ہے کہ اس دور کے اشرار و مفسد عناصر کی کارستانیوں کی وجہ سے مرکزِ اسلام (خلیفہ ثالث) کو ایک سازش کے تحت ختم کیا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں میں دو طبقے بن گئے۔ ساتھ ساتھ شریر عناصر بھی پیدا شدہ اختلاف کو ہوا دینے کے لیے منقسم ہو کر شامل رہے۔ ایک دوسرے کے حق میں غلط فہمیاں پھیلائی گئیں۔ متنازعہ فیہ چیزوں میں کئی قسم کی بدگمانیاں نشر کر کے شدت پیدا کر دی گئی جو آخر کار جنگ و قتال پر منتج ہوئی اور جمل و صفین جیسے روح فرسا واقعات پیش آئے۔

یہاں ان واقعات کے علل و اسباب اور جنگی امور کی تفصیلات اور ان کے نتائج و عواقب پر بحث منظور نہیں۔ اس وقت ہمیں یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ طرفین میں ان شدید قسم کے تنازعات پیش آنے کے باوجود یہ حضرات ایک دوسرے کے حق میں کیا نظریہ رکھتے تھے؟ اور کیا حکم لگاتے تھے؟ اور ایک دوسرے کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے؟ کیا ان بزرگوں کے دل میں ایک دوسرے کے حق

ں بغض و عناد بھرا ہوا تھا ؟ یا ایک دوسرے کو دائمی دشمن خیال کرتے تھے جیسا کہ
ض لوگ ان حالات پر صدیوں گزر جانے کے باوجود آج بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب و
ستم سے نوازتے رہتے ہیں بلکہ عدم ایمان اور منافقت و فسق کا الزام لگاتے ہیں اور
ن کے حق میں سوءِ ظن رکھنا اور بدگمانی پھیلانا فرضِ منصبی خیال کرتے ہیں۔

—— حالانکہ جن حضرات کا باہم وقتی اختلاف ہوا تھا انہوں نے یہ سب
ر ختم کر دیا ان کی مصالحت[1] ہو گئی اور عام الصلح کے بعد تو تنازعات بالکل ہی ترک
ر دیئے گئے۔

عنوان بالا کو واضح کرنے کے لیے اس مقام میں چند ایسی چیزیں پیش کی جاتی
ں جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے نظریات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اور
ن کی جماعت کے حق میں بیّن طور پر معلوم ہو سکیں گے۔ اس کے لیے ذیل میں حضرت
لی المرتضیٰ اور ان کے خاندان کے فرمودات اور واقعات ایک ترتیب سے

---

[1] قولہٗ مصالحت یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان (۴۰ھ) میں صلح و
مصالحت ہو گئی تھی۔ اہلِ علم کی تسلی کے لیے قلیل سی عبارت درج ذیل ہے :-

—— وفی ھٰذہ السنۃ (۴۰ھ) جرت بین علی و معاویۃ المھادنۃ بعد
مکاتبات یطول ذکرھا علی وضع الحرب بینھما و ان یکون ملک العراق لعلی رضی اللہ عنہ
و لمعاویۃ الشام - ولا یدخل احدھما علی صاحبہ فی عملہ بجیش ولا غارۃ
ولا غزوۃ . . . . . . و امسک کل واحد منھما عن قتال الآخر۔ وبعث
الجیوش الی بلادہ و استقر الامر علی ذالک "

(۱) —— تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۱۰۱، تحت سنۃ ۴۰ھ)
(۲) —— البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۳۲۲، بحوالہ ابن جریر تحت ۴۰ھ

پیش خدمت ہیں ان پر غور فرمائیں :-

امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی سب مومن تھے ان میں سے فوت شدہ آدمی کے لیے غسل، کفن، دفن اور جنازہ کیا گیا

(۱) ـــــ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے مقام استراحت سے باہر تشریف لائے۔ عدی بنؓ حاتم الطائی آپ کے ساتھ تھے۔ قبیلہ طیٔ کا ایک مقتول آدمی پڑا ہوا تھا۔ حضرت علیؓ کی جماعت کے لوگوں نے اسے قتل کر دیا تھا تو اس کو دیکھ کر عدی کہنے لگے کہ افسوس! کل یہ مسلمان تھا، آج کافر ہو کر مرا پڑا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا ٹھہریئے (یعنی فتویٰ میں جلدی نہ کیجیے) - یہ کل بھی مومن تھا، آج بھی مومن ہے - (یعنی ہمارے مقابل ہو جانے سے بے ایمان نہیں ہوا، مومن ہے)۔

ـــــ ... عن سعد بن ابراهيم قال خرج علىؓ بن ابى طالب ذات يوم و معه عدى بن حاتم الطائى فاذا رجل من طىٔ قتيل قد قتله اصحاب علىؓ فقال عدى يا ويح هذا كان امس مسلماً واليوم كافراً فقال علىؓ مهلاً كان امس مومناً وهو اليوم مومن۔

(۱) ـــــ تاریخ ابن عساکر کامل، ج ۱، ص ۳۳۰، طبع دمشق۔

(۲) ـــــ تلخیص ابن عساکر، ج ۱، ص ۳۰۷، لابن بدران عبدالقادر

بن احمد المشہور بابن بدران الدمشقی، باب ما ورد
من اقوال المنصفین فی مَن قُتل من اہل الشام
بصفّین ۔

(۲) ـــــــ مکحول کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کے ساتھیوں میں سے جو قتل ہو گئے تھے ان کے متعلق حضرت علیؓ سے خود حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے سوال پیش کیا۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا "وہ مومن ہیں"۔

"..... محمد بن راشدٍ عن مکحول ان اصحاب علیؓ سٔالوہ
عن من قتلوا من اصحاب معاویہؓ قال ھم المؤمنون"۔
وفی روایۃ عن من قتل بصفین ماھم؟ قال ھم المومنون"

(۱) ـــــــ تاریخ ابن عساکر کامل، ج ۱، ص ۳۳۰ طبع دمشق
(۲) ـــــــ تلخیص ابن عساکر لابن بدران، ص ۷۴ طبع اوّل
باب مذکور
(۳) ـــــــ منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ، ج ۳، ص ۶۱ ۔
(۴) ـــــــ المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۲۵ طبع مصری ۔

(۳) ـــــــ عقبہ بن علقمہ الیشکری کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ صفین کی جنگ پر حاضر تھا۔ حضرت علیؓ کی خدمت میں امیر معاویہؓ کے ساتھیوں میں سے پندرہ عدد قیدی قید کر کے لائے گئے۔ ان میں سے جو فوت ہو گیا اس کو غسل دیا گیا، کفن دیا گیا اور اس پر حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھی"۔

".... قال عقبۃ بن علقمۃ الیشکری شھدت مع علیؓ
یوم صفین فاُتِیَ بخمسۃ عشر اسیرًا من اصحاب معاویۃؓ
فکان من مات منھم غسلہٗ وکفنہٗ وصلّٰی علیہ"۔

(تلخیص ابن عساکر، ج ۱، ص ۴۴، طبع اوّل، لابن بدران
باب ما ورد من اقوال المنصفین فیمن قتل من اہل الشام
بصفین۔

علوی ارشادات کے ذریعہ صاف معلوم ہوا کہ جن کا حضرت علیؓ سے اگرچہ مقابلہ کسی وجہ سے ہو گیا وہ مومن تھے، ایماندار تھے۔ ان کا غسل، کفن دفن، جنازہ سب صحیح تھا اور حضرت علیؓ نے کیا تھا۔ ان کو مومن نہ جاننا حضرت علیؓ کی نافرمانی ہے اور ان کے طریق کے خلاف ہے۔

صفین کے مقتولین کا حکم حضرت علیؓ کے فرمان سے

یعنی سب جنتی ہیں

——— جنگ صفین حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی جماعتوں کے درمیان ماہ صفر ۳۷ھ میں پیش آئی۔ اہلِ فساد اپنے مذموم مقصد (افتراق و انتشار میں) کامیاب ہو گئے۔

دونوں حضرات اپنی اپنی مجتہدانہ رائے کی بنا پر قتال کے مرتکب ہوئے لیکن قتال میں شرعی حدود سے متجاوز نہیں ہوئے۔ مثلاً قتال سے ہٹنے والے کے درپے قتل نہیں ہوئے۔ قیدیوں کو قتل نہیں کیا۔ کسی عورت کا پردہ نہیں اٹھایا۔ کسی شخص کا مال نہیں لوٹا۔ جس نے ہتھیار ڈال دیئے اس کو امان دے دی۔ مقتول کے ہتھیار اور لباس نہیں اتارے۔ کسی مرد مسلمان کو غلام نہیں بنایا، نہ کسی عورت مسلمہ کو لونڈی قرار دیا اور فریقین کے اموال کو مالِ غنیمت نہیں سمجھا وغیرہ۔

——— ان احکامات کے لیے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ فرما دیں:۔

(۱) المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۴ (قلمی) پیر جھنڈا سندھ، ص ۱۰۱۸ - باب الجمل

(۲) فتح القدیر شرح ہدایہ، ج ۴، ص ۴۱۲ - باب البغاۃ - طبع مصر۔

(۳) نصب الرایہ للزیلعی، ج ۳، ص ۴۶۳ - باب البغاۃ۔

(۴) الاخبار الطوال للدینوری الشیعی، ص ۱۵۱ - تحت وقعۃ الجمل طبع مصر

—— یہاں سے معلوم ہو گیا کہ یہ باہمی قتال کس نوعیت کا تھا؟

—— اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرف سے وہاں کے مقتولین کے لیے باعتبار انجام کے فیصلہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ سے سوال کیا گیا کہ جو اس جنگ میں مارے گئے ان کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ ہمارے اور معاویہؓ کی جماعت کے مقتولین جنت میں جائیں گے۔۔۔ الخ

"۔۔۔ سئل علیؓ عن قتال یوم الصفین فقال قتلانا وقتلاھم فی الجنۃ ویصیر الامر الیّ والی معاویۃؓ"

(۱) —— المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۱۰۳۶ (قلمی پیر جھنڈا سندھ) باب ما ذکر فی الصفین۔

(۲) —— مجمع الزوائد للہیثمی، ج ۹، ص ۳۵۷ - بحوالہ الطبرانی باب ما جاء فی معاویہ بن ابی سفیانؓ۔

(۳) —— کنز العمال، ج ۶، ص ۸۷ - تحت واقعۃ الصفین طبع اول۔

(۴) —— سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۳، ص ۹۵، تذکرہ معاویہؓ

حضرت علیؓ کے فرمان کی روشنی میں
شرکائے جمل و صفین کا درجہ

اس عنوان کے تحت یہ چیز پیش کی جاتی ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ حضرت علیؓ المرتضیٰ کو قتال کی نوبت پہنچی ہے (مثلاً معرکۂ جمل و صفین میں شریک ہونے والے حضرات) تو ان کے متعلق حضرت مرتضیٰؓ نے کیا اظہارِ خیال فرمایا ہے؟ اور ان کو کس درجہ میں شمار کیا ہے؟ تو اس مسئلہ میں حضرت موصوفؓ کا بیان یہ ہے حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ لوگ مشرک ہیں جن سے آپ نے جنگ کی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں وہ مشرک نہیں۔ وہ تو شرک و کفر سے فرار ہو کر مسلمان ہوئے۔ پھر عرض کیا گیا وہ منافق ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، منافق بھی نہیں، منافق خدا کو کم یاد کرتے ہیں۔ پھر سوال ہوا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور کیا درجہ ہے؟ اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہمارے اوپر زیادتی کی۔

(حاشیہ: رخت لبخواعلیہ کی تفسیر الطبری صفحہ ۱۷۲ در ملاحظہ فرمائیے)

"...... سئل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وھو القدوۃ عن قتال اھل البغی من اھل الجمل و الصفین أمشرکون ھم؟ قال لا! من الشرک فرّوا۔ فقیل أمنافقون؟ قال لا! لان المنافقین لا یذکرون اللہ الا قلیلاً۔ قیل لہ فما حالھم؟ قال اخواننا بَغَوا علینا۔"[1]

(۱) المصنّف لابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۱۰۱۳ (المتوفی ۲۳۵ھ) باب الجمل (قلمی در کتب خانہ پیر جھنڈا سندھ)

(۲) ۔۔۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ، ج ۸ ، ص ۱۷۳ ۔ کتاب قتال اہل البغی ۔ طبع دکن ۔

(۳) ۔ ۔۔ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی) جلد سادس عشر ص ۳۲۴ تحت آیۃ فاصلحوا بین اخویکم ۔ سورۃ حجرات ، پارہ ۲۶ ۔

تنبیہ :۔ اہلِ علم کی اطلاع کے لیے عرض ہے ۔ حضرت علیؓ کا یہ فرمان بے شمار علماء نے اپنی اپنی تصانیف میں درج کیا ہے ۔ اختصار کے پیشِ نظر عرض ہے کہ یہ تفاسیر میں سورۃ حجرات میں ہے ۔ روایات کی کتابوں میں جمل وصفین کے تحت ہے ۔ فقہائے کرام نے "اہل البغی" کے احکام کی بحث میں اسے نقل کیا ہے ۔ اور تاریخی کتب میں بھی ان بحثوں کے تحت یہ مرتضوی قول مذکور ہے ۔ حتیٰ کہ شیعہ اکابر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جعفر صادقؓ سے روایت کیا ہے ۔ وہ اپنے والد حضرت امام باقرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اپنے مقابلین (جمل وصفین والوں) کے حق میں شرک اور نفاق کی نسبت نہیں کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں ، ہمارے خلاف زیادتی کرنے لگے ۔

"۔۔۔۔ جعفر عن ابیہ ان علیاً علیہ السلام لم یکن ینسب احداً من اھل حربہ الی الشرك ولا الی النفاق و لکن یقول ھم اخوانُنا بَغَوْا علینا ۔"

(رسالہ قرب الاسناد لعبداللہ بن جعفر الحمیری الشیعی ، ص ۴۵ ۔ من علماء القرن الثالث طبع قدیم ۔ ایران)

بغی کے مفہوم کی وضاحت
حضرت علیؓ کی زبانی

——— حضرت علیؓ نے جمل و صفین والے حضرات کے حق میں جو نظریہ مذکورہ (اخواننا بغوا علینا) یعنی "یہ ہمارے بھائی ہیں جو ہمارے خلاف ہو رہے ہیں" میں ظاہر فرمایا ہے۔ اس کی وضاحت میں لوگوں نے بہت کلام کیا ہے لیکن اس کی تشریح اگر حضرت علیؓ کے دیگر اقوال کی روشنی میں کی جائے تو بہت مناسب ہوگی اور طویل بحثوں میں پڑنے کی حاجت ہی نہ رہے گی۔ وہ اس طرح ہے کہ اسی جمل و صفین کے قتال کے موقع پر بعض لوگ حضرت علیؓ کی طرفداری کرتے ہوتے ان کے ساتھ مقابلہ پر آنے والے لوگوں کے حق میں غلو کرنے لگے یعنی کفر کی نسبت کرنے لگے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایسامت کہو۔ کوئی کلمۂ خیر ہی کہو، فرمانے لگے کہ ان لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم نے اُن کے خلاف بغاوت کی ہے۔ اور ہم نے یہ گمان کیا ہے کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہیں اس پر قتال واقع ہوا)۔

ابنِ عساکر نے بالفاظِ ذیل یہ روایت باسند ذکر کی ہے:

——— نا ابو زرعة عن جعفر بن محمد عن ابیه قال سمع علیؓ یوم الجمل او صفین رجلاً یغلو فی القول یقول الکفر قال لا تقولوا فانّهم زعموا انا بغینا علیهم وزعمنا انهم بغوا علینا"

——— ابن تیمیتہ الحرّانی نے مسند اسحٰق بن راہویہ سے باسند اس روایت

کو بالفاظِ ذیل نقل کیا ہے ۔

"…. سفیان عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال سمع علیؓ یوم الجمل ویوم الصفین رجلاً یغلو فی القول فقال لا تقولوا الا خیراً انما ھم قوم زعموا انا بغینا علیھم و زعمنا انھم بغوا علینا فقاتلنا ھم"

(۱) — تاریخ ابن عساکر کامل، جلد اوّل، ص ۳۲۹۔ طبع دمشق۔ سن طباعت ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء

(۲) — تہذیب ابن عساکر لابن بدران، ج ۱، ص ۴۲، باب ما ورد من اقوال المنصفین فیمن قتل من اہل الشام بصفین ۔

(۳) — منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ، ج ۳، ص ۶۱ تحت ولما قال السلف ان اللہ امر بالاستغفار لا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فسبتھم الرافضۃ ..الخ

(۴) — المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۳۵ ۔ طبع مصر۔ سن ۱۳۷۴ھ ۔

اب ہم اس مطلب کو شیعہ بزرگوں کی روایت کے ذریعہ پختہ کرتے ہیں اور اس کی تائید ان کی معتبر کتب سے پیش کرتے ہیں تاکہ سُنی و شیعہ احباب دونوں فریق کو اس مسئلہ پر غور و خوض کرنے کا موقعہ دستیاب ہو جائے۔

"… امام جعفر صادقؒ نے امام محمد باقرؒ سے نقل کیا ہے۔ محمد باقر فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے اہلِ حرب (جن سے ان کو قتال کا سامنا ہوا) کے حق میں فرماتے تھے کہ ہم ان سے ان کی

تکفیر کی بنا پر نہیں قتال کر رہے اور نہ اس وجہ سے قتال کر رہے ہیں کہ وہ ہماری تکفیر کرتے ہیں (یہ بات نہیں ہے) بلکہ بات یہ ہے، ہم کہتے ہیں کہ یقیناً ہم حق پر ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ یقیناً وہ حق پر ہیں"۔

"۔۔۔۔ جعفر عن ابیہ ان علیاً علیہ السلام کان یقول لاھل حربہ انا لم نقاتلھم علی التکفیر لھم ولم نقاتلھم علی التکفیر لنا ولکنا رأینا انا علیٰ حق و رأوا انھم علیٰ حق۔"

(قرب الاسناد بعبداللہ بن جعفر الحمیری الشیعی بمع رسائل دیگر از علماء القرن الثالث، ص ۴۵ طبع ایران۔ قدیمی طبع)

——— مختصر یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے فرمودات کی روشنی میں مسئلہ اس طرح حل ہوا کہ "اخواننا بغوا علینا" میں "اخوتِ دینی" مراد ہے اور بغی سے "بغاوت لغوی" مراد ہے۔ یعنی زیادتی اور حد سے تجاوز کرنا، طلب کرنا، وغیرہ اور اصطلاحی بغاوت مقصود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مندرجہ بالا روایات بطور قرینہ کے ہم نے عرض کر دی ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ "بغاوت اصطلاحی" اس کو کہا جاتا ہے کہ ایک خلیفہ برحق کے خلاف کسی شخص کا اپنی رائے اور تاویل کی بنا پر کھڑے ہونا۔ اور حضرت علیؓ تو کسی خلیفہ کے باغی نہ تھے۔ پھر بھی فرماتے ہیں کہ ان کا گمان ہے کہ ہم نے ان پر بغاوت کی۔ تو معلوم ہوا کہ مذکورہ کلمات میں بغاوت شرعی یا اصطلاحی مراد نہیں بلکہ لغوی معنیٰ مقصود ہیں۔

خلاصۂ کلام

حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت امیر معاویہؓ کو مشرک نہ جانتے تھے، نہ منافق کہتے

تھے، نہ کافر کہتے تھے، نہ فاسق کہتے تھے بلکہ

(۱) ـــــ ہر ایک فریق دوسرے فریق کو دینی برادر یقین کرنے کے بعد ایک دوسرے پر تجاوز کرنے یا زیادتی کرنے کا گمان کرتے تھے (اس سے زیادہ کچھ نہیں)۔

(۲) ـــــ ہر ایک طبقہ اپنے آپ کو حق پر خیال کرتا تھا اور دوسرے کو ناحق جانتا اور خطا پر گمان کرتا تھا۔ (اسی نقطۂ نظر پر قتال واقع ہوا) اور اسی کو "اجتہادی خطا" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۳) ـــــ حضرت علیؓ نے (ان برگشتہ حالات کے باوجود) یہ خصوصی فرمان جاری کر رکھا تھا کہ ہمارے مقابلین کے حق میں "کلمۂ خیر" کے بغیر بالکل لب کشائی نہ کی جائے لا تقولوا الا خیراً (یعنی ان کے حق میں بہتر بات کے سوا کچھ نہ کہو) کا اعلان کیا ہوا تھا۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

ـــــ مسئلہ ہذا کو مشہور شاعر حالی مرحوم نے اپنی تصنیف "مسدس حالی" میں ایک صحیح انداز میں نظم کیا ہے۔ یہاں اس کے صرف دو شعر ناظرین کے لیے پیش کیے جاتے ہیں ؎

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا
تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا
خلاف، آشتی سے خوش آیندہ تر تھا

(مسدس حالی، ص ۲۵)

مسئلہ کی تنقیح

شرحِ مواقف کی عبارت میں تسامُح

(یہ بحث اہلِ علم کے لیے مناسب ہے)

جب مسئلہ بغی اور بغاوت کا سامنے آیا ہے تو یہاں پر بعض شبہات کا ازالہ ہو جائے تو بہتر ہے۔ بعض مصنّفین کی عبارات اس مقام میں موہم ہیں، غلط فہمی کا ان سے اندیشہ ہوتا ہے۔ مثلاً:

——شرح مواقف میں امامت کے مباحث المقصد السابع میں حضرت علیؓ کے محاربین کے حق میں علماء کے اقوال نقل کرتے ہوئے شارح نے درج کیا ہے۔

"ومنہم من ذھب الی التفسیق کالشیعۃ وکثیر من اصحابنا۔"

(شرح مواقف، ج ۸، صفحہ ۳۷۴۔ طبع مصری تحت المقصد السابع)

اب اس کے جواب کے لیے امام ربّانی کا مکتوب پیشِ خدمت ہے جس سے اصل مسئلہ واضح ہوتا ہے اور دیگر علماء کے اقوال بھی ملاحظہ ہوں۔

اوّلاً

۱ ——امام ربّانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:۔

—— "وآنچہ شارح مواقف گفتہ کہ بسیارے از اصحابِ ما

برآں اند کہ آں منازعت از روئے اجتہاد نبودہ مراد از اصحابِ کدام گروہ را داشتہ باشد اہلِ سنت برخلاف آں حاکم اند چنانکہ گذشت وکتب القوم مشحونۃ بالخطاء الاجتہادی کما صرح بہ الامام الغزالی والقاضی ابوبکر وغیرہما پس تفسیق وتضلیل در حق محاربان حضرت امیرؓ جائز نباشد ۔ ۔ ۔ الخ

(مکتوبات امام ربّانی، ص ۲۷۲-۲۷۳، ج ۱، دفتر اوّل حصّہ چہارم، مکتوب ۲۵۱، طبع قدیم نول کشور لکھنؤ وطبع جدید لاہور، ص ۶۷-۶۸ حصہ چہارم، پنجم، ششم نور کمپنی لاہور) ۔

یعنی یہ بات جو "شارح مواقف" نے ذکر کی کہ ہمارے لوگوں میں سے بہت لوگ اس طرف ہیں کہ حضرت علیؓ و حضرت معاویہؓ کا باہمی تنازع اجتہاد کی بنا پر نہیں تھا ۔ ان سے کون گروہ مراد ہیں ۔ جیسا کہ گذر چکا ہے کہ اہلِ سنت نے تو اس کے خلاف حکم دیا ہے اور اس مسئلہ کو خطاء اجتہادی قرار دینے پر تمام قوم کی تصانیف پُر ہیں ۔ امام غزالیؒ، قاضی ابوبکرؒ ابن عربی وغیرہما علماء نے تصریح کر دی ہے کہ بنا بریں حضرت علیؓ کے خلاف جنگ کرنے والوں کے حق میں فسق و ضلالت کا حکم لگانا جائز نہیں ۔

۲ ـــــــ اس بحث کو مزید مفصل دیکھنا کسی اہلِ علم کو مطلوب ہو تو کتاب التمہید ابو شکور سالمی تحت قول السابع، صفحہ ۱۶۸ طبع لاہور ملاحظہ فرما دیں، ابو شکور سالمی نے دلائل کے ساتھ ان لوگوں سے فسق کی نفی کی ہے ۔

۳ ـــــــ اور علامہ تفتازانی نے شرح المقاصد (المبحث السابع) میں اہلِ صفین کے متعلق تصریح کی ہے کہ ولیسوا کفاراً ولا فسقۃ ولا ظلمۃ لما لھم من

التاویل وان کان بالحلافغایۃ الامرانھم اخطأوا فی الاجتھاد وذٰلک لایوجب التفسیق فضلاً عن التکفیر ولھٰذا منع علیؓ اصحابہٗ من لعن اھل الشام وقال اخواننا بغوا علینا۔" الخ

(شرح المقاصد، ص ۲۲۳، ج ۲ مبحث سابع

انفق اہل الحق۔ طبع استنبول)

۴ ——— اسی طرح ملّا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں بیان خلافتِ علیؓ کے تحت لکھا ہے: ثم کان معاویۃُ مخطیًا الّا انہٗ فعل ما فعل عن تاویلٍ فلم یصربہٖ فاسقًا۔

(شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۲ ۔طبع مجتبائی دہلی)

یعنی حضرت علیؓ کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ نے جو کچھ کیا وہ تاویل کی بنا پر تھا۔ وہ مخطی ہیں لیکن فاسق نہیں۔

——— مختصر یہ کہ مجدّد الف ثانی ابوشکور سالمی۔ تفتازانی، ملّا علی قاری وغیرہم کبار علماء نے اہلِ صفین کے حق میں فسق اور ظلم کی نسبت کرنے کی نفی کردی ہے۔ فلہٰذا شارح مواقف کا مذکور قول تحقیق کے خلاف ہے اور تسامح پر محمول ہے۔

(عافاہ اللہ تعالیٰ)

ثانیاً

بعض فقہاء نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں "جور اور جائر" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

ہدایہ جلد ثالث کتاب ادب القاضی میں مندرجہ ذیل عبارت پائی جاتی ہے۔

"ثم یجوز التقلد من السلطان الجائر کما یجوز من العادل لانّ الصحابۃ رضی اللہ عنہم تقلدوا من معاویۃ والحق کان بید علیؓ فی نوبتہ۔ اس مضمون کے تحت فتح القدیر میں مذکور ہے کہ ھٰذا تصریح بجور معاویۃ"

——— اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ایک تو یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ ہدایہ کی عبارت میں لفظ (فی نوبتہ) مخالف کے اعتراض کے جواب کے لیے کافی ہے اس لیے کہ ہمارے نزدیک بھی حضرت علیؓ کی زندگی میں خلافت حضرت علیؓ کی صحیح ہے اور امیر معاویہؓ کی خلافت صحیح نہیں، بلکہ خطاء اجتہادی پر محمول ہے اور امیر معاویہؓ اس مسئلہ میں مجتہد ہیں (المجتہد قد یخطی ویصیب)

دوسری یہ چیز ہے کہ اس کی شرح فتح القدیر میں مذکورہ الفاظ (ہٰذا تصریح بجور معاویہؓ) کے متصلاً بعد یہ عبارت موجود ہے جس سے اعتراض رفع ہو سکتا ہے وہاں لکھا ہے :-

"والمراد فی خروجہ لافی اقضیتہ ثم انما یتم اذا ثبت انہ ولی القضاء قبل تسلیم الحسن لہٗ و امّا بعد تسلیمہ فلا"

(فتح القدیر شرح ہدایہ، ج ۵، ص ۴۶۱ مع عنایہ کتاب ادب القاضی۔ طبع مصر)

نیز اس مسئلہ کا حل امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مندرجہ ذیل مکتوب میں کر دیا ہے، بشرط انصاف وہ کافی وافی ہے۔ ذیل میں اس کو بعینہٖ ذکر کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمادیں :-

"آنچہ در عبارات بعضے از فقہا لفظ جور در حق معاویہ واقع شدہ است و گفتہ کان معاویۃ اماماً جائراً مراد از جور عدم حقیت خلافت

او در زمانِ خلافت حضرت امیر خواہد بود نہ جوریکہ مآلش فسق وضلالت ست تا با قوال اہلِ سنت موافق باشد۔ مع ذالک ارباب استقامت از اتیان الفاظ موہومہ خلاف مقصود اجتناب می نمایند و زیادہ بر خطا تجویز نمی کنند کیف یکون جائراً وقد صح انہ کان اماماً عادلاً فی حقوق اللہ وفی حقوق المسلمین کما فی الصواعق "

(مکتوبات امام ربانی طبع قدیم نول کشور لکھنؤ ص ۲۷۳، ج ۱۔

مکتوب دوصد و پنجاہ و یکم (۲۵۱) بنام مولانا محمد اشرف

دفتر اول حصہ چہارم۔ نور کمپنی لاہور ص ۶۸-۶۹)

یعنی بعض فقہاء کی عبارات میں امیر معاویہؓ کے حق میں جور یا امام جائر کا کلمہ استعمال ہوا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے دَورِ خلافت میں امیر معاویہؓ کی خلافت ناحق اور غیر صحیح تھی۔ جور سے یہ مراد نہیں ہے جس کا انجام فسق و ضلالت ہوتا ہے تب یہ مسئلہ اہل سنت کے اقوال کے موافق ہوگا۔ نیز اس قسم کے موہوم الفاظ جو مقصود کے خلاف ہوں استعمال کرنے سے اربابِ استقامت اجتناب کرتے ہیں خطاء اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں تجویز کرتے، امیر معاویہؓ کس طرح جائر ہیں حالانکہ وہ امام برحق تھے اور حقوق اللہ اور حقوقِ اہلِ اسلام کے حق میں عادل تھے، جیسا کہ صواعقِ محرقہ میں منقول ہے۔

فریقین دینی معاملہ میں متفق و متحد تھے

دونوں حضرات (حضرت علیؓ و امیر معاویہؓ) دین و مذہب کے اعتبار سے ایک تھے۔ ان میں دین و مذہب کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں تھا۔ یہ چیز ہم

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک تو مسلّمات میں سے ہے لیکن شیعہ کی معتبر کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اس طریقہ سے درج ہے کہ حضرت علیؓ اور اہلِ صفین کے درمیان جو ماجرا پیش آیا تھا اس کو علی المرتضیٰ نے لکھوا کر اکناف و اطرافِ ملک میں نشر کرایا فرمایا کہ ہمارا اور اہل الشام کا تقابل ہوا ہے۔ حالانکہ ظاہر بات ہے ہمارا رب ایک ہے ہمارے نبی ایک ہیں۔ اسلام میں ہماری دعوت دینی ایک ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے اور اس کے نبی کی تصدیق کرنے میں نہ ہم ان سے زیادہ ہیں، نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں پس ان کا اور ہمارا دینی معاملہ بالکل ایک جیسا ہے۔ کوئی فرق نہیں مگر خونِ عثمانؓ کے بارے میں ہمارا اور ان کا اختلاف ہو گیا ہے۔ حالانکہ ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔

—— و من کتاب لہ علیہ السلام کتبہٗ الیٰ اھل الامصار یقتصّ فیہ ما جریٰ بینہٗ و بین اھل صفین وکان بدأُ امرنا انّا التقینا و القوم من اھل الشام والظاھر ان ربّنا واحدٌ ونبیّنا واحدٌ و دعوتنا فی الاسلام واحدۃٌ، لا نستزید ھم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ولا یستزیدوننا والامر واحدٌ الّا ما اختلفنا فیہ من دم عثمانؓ ونحن منہ برآءٌ [1]

(۱) نہج البلاغہ، کتاب لہٗ علیہ السلام الیٰ اہل الامصار، ج ۲، ص ۱۱۴ طبع مصری، مع حواشی عبدہٗ۔

(۲) درّۂ نجفیہ، شرح نہج البلاغہ، ص ۳۴۴ طبع قدیم ایرانی تحت متن المذکور۔

امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت کو سب وشتم کرنا حضرت علیؓ المرتضیٰ کے فرمان کے مطابق ممنوع ہے

یہ دونوں فریق مذہب کے اعتبار سے ایک جماعت ہیں اور دینِ اسلام کی حیثیت سے ایک چیز ہیں۔ ان حضرات کا باہمی کچھ فرق نہیں۔ صرف ایک دو چیزوں میں رائے اور فکر کا اجتہادی اختلاف (یعنی قتلِ عثمانی اور قاتلانِ عثمانؓ کے متعلق) تھا۔

اس بنا پر حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں جب بھی اپنے مقابل فریق پر طعن کا مسئلہ پیش ہُوا تو آپ نے اپنے حمائتیوں کو اس شنیع فعل سے برملا منع کر دیا اور بار بار منع کیا۔ ذیل میں اس کی وضاحت ملاحظہ کریں۔

عبداللہ بن صفوان کہتے ہیں کہ جنگ صفین کے روز ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ شام والوں پر لعنت فرما۔ حضرت علی المرتضیٰ نے اس کو فرمایا کہ شام کی جماعت کو مت سب وشتم کرو۔ یقیناً اہل شام میں ابدال ہیں۔ دو تین بار اسی طرح فرمایا۔

"عن عبد اللہ بن صفوان قال قال رجل یوم صفین اللّٰھم العن اھل الشام قال فقال علیؓ لاتسبّ اھل الشام جمّاً غفیراً فان بھا الابدال فان بھا الابدال فان بھا الابدال۔"

(۱)۔۔۔ المصنف لعبدالرزاق، ج ۱۱ ص ۲۴۹۔ باب الشام۔

(۲)۔۔۔ التاریخ لابن عساکر کامل، ج ۱ ص ۳۲۳ مطبوعہ دمشق۔ باب النھی عن سبّ اہل الشام)

(۳)۔۔۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۸ ص ۲۰ باب ذکر معاویہؓ بن ابی سفیان وملکہ۔

—— شُریح بن عبید ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ علی المرتضیٰ کی خدمت میں اہل شام کا ذکر ہُوا اور لوگوں کی طرف سے کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین! شام والوں پر لعنت کیجیے۔ آپؓ نے فرمایا "بالکل نہیں، میں نے نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے کہ شام میں ابدال ہونگے اور چالیس شخص ہونگے۔ ایک اگر فوت ہو جائے گا تو اس کی جگہ دوسرا مقرر ہوگا ... الخ

"عن شریح بن عبید قال ذکر اھل الشام عند علی وقیل العنہم یا امیر المؤمنین قال انی سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلاً کلّما مات رجلٌ ابدل اللہ مکانہٗ رجلاً ... الخ

(۱) مشکوٰۃ شریف، ص ۵۸۲ - ۵۸۳ - بحوالہ احمد - باب ذکر اہل الیمن والشام -

(۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد لنور الدین الہیثمی، ص ۶۲، ج ۱۰، باب ماجاء فی الابدال وانہم بالشام -

حضرت علیؓ کے یہ چند اقوال اپنی کتابوں سے پیش کیے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کے فرامین شیعہ احباب کی کتب سے تحریر کیے جاتے ہیں۔

شیعہ کتب سے تائید

چنانچہ ایک دفعہ حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے صفین کے مقام میں جنگ کے دوران امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو سبّ وشتم اور لعن طعن کرنا شروع کر دیا۔ یہ حضرت علیؓ نے سُن لیا تو اس بات سے فوراً منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ مَیں تمہارے لیے اس چیز کو بُرا جانتا ہُوں کہ تم دشنام دینے والے اور لعن طعن کرنے والے بن جاؤ۔ لیکن

اگر تم ان کے اوصاف و اعمال کو ذکر کرتے تو یہ اچھی بات ہوتی۔ اور ان کو سبّ کرنے کی جگہ تمہیں یوں کہنا چاہیے کہ اے اللہ!

۱ ـــــ ہم کو اور ان کو خونریزی سے محفوظ فرما۔

۲ ـــــ اے اللہ، ہم دونوں فریقوں کے درمیان اصلاح و درستگی فرما!

۳ ـــــ اے اللہ! راستہ سے بھٹکے ہوتے لوگوں کو ہدایت نصیب فرما۔

حتیٰ کہ حق سے ناواقف لوگ حق بات کو پہچان لیں اور تجاوز اور زیادتی سے باز آجائیں جو اس میں حرص کیے ہوتے ہیں۔

اوّل ـــــ نہج البلاغہ کی عبارت ذیل میں یہ مضمون ملاحظہ کریں:۔

" ومن کلام لہٗ علیہ السّلام وقد سمع قومًا من اصحابہٖ یسبّون اھل الشام ایام حربھم بصفین انی اکرہ لکم ان تکونوا سبّابین ولکنّکم لو وصفتم اعمالھم وذکرتم حالھم کان اصوب فی القول وابلغ فی العذر وقلتم مکان سبّکم ایاھم اللّھم احقن دماءنا ودمائھم واصلح ذات بیننا وبینھم واھدھم من ضلالتھم حتی یعرف الحق من جھلہٗ و یرعویٰ عن الغیّ والعدوان من لھج بہٖ "

(نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۴۰۲ تحت من کلام لہٗ علیہ السّلام فی النہی عن سبّ اہل الشام طبع مصری۔

دوم :ـــــ مشہور شیعی مؤرخ احمد بن داؤد ابوحنیفہ الدینوری المتوفی ۲۸۲ھ نے اخبار الطوال میں یہی مرتضوی فرمان مفصل نقل کیا ہے۔ اہلِ علم کی تسلی کے لیے بعینہٖ عبارت حاضر خدمت ہے۔

"۔۔۔۔ و بلغ علیًّا (ع) ان حجر بن عدی و عمرو بن الحمق

یظهر ان شتم معاویة ولعن اهل الشام فارسل الیهما ان
کفا عما یبلغنی عنکما فاتیاه فقالا یا امیر المؤمنین! السنا
علی الحق؟ وهم علی الباطل، قال بلیٰ! ورب الکعبة المسدّنة
قالوا فلِمَ تمنعنا من شتمهم ولعنهم؟ قال کرهت لکم ان
تکونوا شتّامین، لعّانین، ولٰکن قولوا اللّٰهم احقن دمائنا و
دمائهم واصلح ذات بیننا وبینهم واهدهم من
ضلالتهم حتی یعرف الحق من جهله ویرعوی عن الغیّ من
لجج به۔"

(الاخبار الطوال للدینوری الشیعی، ص ۱۶۵: تحت وقعۃ
الصفین۔ طبع القاہرہ مصر)

"یعنی مطلب یہ ہے کہ صفین کے موقعہ پر حضرت علیؓ کے ساتھیوں حجر بن
عدی، عمرو بن الحمق وغیرہ نے امیر معاویہؓ کو سب وشتم کرنا اور اہل شام کو لعن،
طعن کرنا شروع کر دیا۔ حضرت علیؓ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے ان کی طرف
آدمی بھیج کر فرمان جاری کیا کہ اس سب وشتم لعن طعن سے رک جاؤ تو وہ
دونوں حضرت علیؓ کے ہاں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اے امیر المومنین کیا ہم حق
پر نہیں؟ اور وہ باطل پر نہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے رب
کعبہ کی قسم! پھر وہ کہنے لگے آپ ہم کو ان کو سب اور لعن کرنے سے کیوں
منع کرتے ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں تمہارے گالی دینے والے اور
لعن کرنے والے بننے کو مکروہ جانتا ہوں بلکہ تم یوں کہو کہ اے اللہ ہم
دونوں فریق کو خونریزی سے بچالے اور ہمارے درمیان اصلاح فرمادے
اور ان کو ان کے بھٹک جانے سے ہدایت فرما حتیٰ کہ حق سے ناواقف حق بات

کو پہچان لے اور نزاع کرنے والا شخص جھگڑنے سے باز رہ جائے:"

(الاخبار الطوال للدینوری الشیعی، ص ۱۶۵ ا تحت
وقعۃ الصفین۔ طبع القاہرہ مصر)

سوم ــــــ شیخ ابوجعفر الطوسی شیعی نے "الامالی" میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی اپنے دوستوں کو وصایا نقل کی ہیں اور ان وصیتوں میں یہ مسئلہ درج ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "میں تم کو نماز کی وصیت کرتا ہوں ..... زکوٰۃ کی وصیت کرتا ہوں، ..... جہاد کی وصیت کرتا ہوں .... اور اپنے نبی کے اصحاب کے متعلق تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان کو سب و شتم مت کرنا ...."

"... واوصیکم بالصلوٰۃ ...... والزکوٰۃ .... والجہاد
.... واوصیکم باصحاب نبیکم لا تسبوھم الخ"

(الامالی للشیخ الطوسی الشیعی، ص ۱۳۶، ج ۲
طبع نجف اشرف (عراق)

حضرت امیر معاویہؓ کو بُرا بھلا کہنے والے لوگ حضرت علیؓ کے ان فرمودات پر نظر کریں اور ان کے طریقِ کار پر غور سے توجہ کریں۔ اس کے بعد اپنے رویّہ کے متعلق سوچیں کہ کہاں تک درست ہے؟ حضرت معاویہؓ کی عداوت میں کہیں وہ حضرت علیؓ کے فرمان کے باغی تو نہیں بن گئے؟ اور عمل و کردار کے اعتبار سے ان کے نافرمان تو نہیں ہو گئے؟

حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ حضرات حسنین کا صُلح اور بیعت کرنا اور تنازعات کو ختم کر دینا

ــــــ اُس دور کے مفسدین مثلاً عبداللہ بن سبا وغیرہ کی کارستانیوں کے نتائج

کی وجہ سے مسلمانوں میں اگرچہ جمل و صفین کے واقعات پیش آچکے تھے تاہم حضرت علی المرتضیٰؓ کی وفات کے بعد حضرت سیدنا حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح و مصالحت کر کے بیعت کر لی - یہ باہمی مصالحت و صلح نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت و پیش گوئی کے موافق ہوئی تھی - فرمان نبوی تھا کہ ابنی ھٰذا سید سیصلح اللہ بہ بین الفئتین العظیمتین من المسلمین یعنی یہ میرا بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔

(بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۳۰ - باب مناقب الحسن والحسین)

اور حضرت سیدنا حسینؓ بھی اپنے برادر حضرت حسنؓ کے ساتھ متفق ہو گئے - "مسئلہ خلافت" امیر معاویہؓ کے سپرد کر دیا - امتِ اسلامیہ کی خیر خواہی کے پیشِ نظر وقتی منافشات ختم کر دیئے - اور اتحاد و اتفاق کا راستہ ہموار کر دیا -

——— یہ واقعہ اسلامی تاریخ کے مسلمات میں سے ہے - اہل السُّنۃ و اہلِ التشیُّع دونوں جانب کے علماء اس کو درست تسلیم کرتے ہیں - کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں ہے -

صرف ناظرینِ کرام کے اطمینانِ قلب کے لیے دونوں فریقوں کی بعض مشہور کتابوں سے چند ایک مختصر حوالے پیشِ خدمت کیے جاتے ہیں -

اہل السُّنۃ کی کتابوں سے

(۱) ——— مشہور مورخ خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ جزء اوّل میں سن ۴۱ھ کے تحت (جس کو عام الجماعۃ یعنی اجتماع کا سال کہا جاتا ہے) لکھا ہے کہ سوادِ عراق کے علاقہ میں انبار کے پاس حضرت سیدنا حسن و حضرت سیدنا امیر

معاویہؓ جمع ہوئے۔ دونوں حضرات نے مصالحت و صلح کر لی حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ کو خلافت سپرد کر دی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر یا ماہ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں پیش آیا تھا۔

"وفیھا (سنۃ الجماعۃ) اجتمع الحسن بن علی بن ابی طالب ومعاویۃ فاجتمعا بمسکن من ارض السواد من ناحیۃ الانبار۔ فاصطلحا وسلّم الحسن بن علیؓ الیٰ معاویۃؓ وذالك فی شھر ربیع الآخر او فی الجمادی الاولیٰ سنۃ احدیٰ واربعین"

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۸۷ ۔ ج ۱ تحت ۴۱ھ (عام الجماعۃ)

(۲) ——— حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں درج کیا ہے کہ

"امیر معاویہؓ کے ساتھ حضرت حسنؓ نے صلح کی۔ معاملہ خلافت ان کے سپرد کر دیا اور معاہدے اور شرائط پیش کر کے خلافت کی بیعت کر لی"۔

"فصالح الحسنُ معاویۃ وسلّم الامر لہٗ وبایعہٗ بالخلافۃ علیٰ شروط ووثائق ... الخ"

(المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۷۴ تحت مصالحۃ الحسنؓ ومعاویۃؓ)

(۳) ——— ابو نعیم اصفہانی اور بیہقیؒ نے لکھا ہے "نخیلہ کے مقام پر یہ مصالحت دونوں حضرات کے درمیان ہوئی .... اور امام حسنؓ نے اس موقع پر فرمایا کہ اگرچہ وہ (یعنی خلافت) میرا حق بھی ہے تب بھی میں نے اہل اسلام کی بہتری اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لیے ترک کر دیا"

"... تركته لمعاوية ارادة اصلاح المسلمين و حقن دمائهم"

(۱) ـــ السنن الکبریٰ، ج ۸ ص ۱۷۳ الکتاب قتال اہل البغی

(۲) ـــ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی، ج ۲ ص ۳۷ تذکرہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب۔

صلح ہٰذا اور اس بیعت کے واقعہ کو متعدد علماء نے ذکر کیا ہے۔ مثلاً

۱ ـــ الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۳، ص ۳۷۸ تحت ذکر معاویہؓ معہ الاصابہ

۲ ـــ اسد الغابہ، ص ۳۸۶۔۳۸۷، ج ۴۔ ذکر معاویہؓ بن ابی سفیان

۳ ـــ الاصابہ، ج ۳، ص ۴۱۳۔ معہ الاستیعاب، ذکر معاویہؓ۔

۴ ـــ تلخیص ابن عساکر لابن بدران، ج ۴، ص ۲۲۰۔ وغیرہ

مسئلہ ہٰذا کی شیعہ کتب سے تائید و تصدیق

امیر معاویہؓ کا حضرت امام حسنؓ کے ساتھ صلح و مصالحت کر کے بیعت کرنے کو شیعہ علماء و مؤرخین نے پر زور طور پر لکھا ہے۔ حسبِ عادتِ دیرینہ اس قدر اضافہ فرما دیا کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ بامرِ مجبوری تھا اور تقیہ فرما لیا تھا۔

اب اہلِ علم کی تسلی کے لیے حوالہ جات کی بعینہٖ عبارت پیش خدمت ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے ہاں شام میں حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ اور قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کو خط ارسال کر کے بلوایا۔ یہ حضرات شام میں پہنچے، اجازت ہوئی، اندر تشریف لائے اور خطیب لوگوں کو (مجلس میں) تیار رکھا گیا تھا۔ امیر معاویہؓ کہنے لگے کہ اے حسنؓ! اٹھیے اور بیعت کیجیے۔ حضرت حسنؓ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر حضرت حسینؓ کو فرمایا کہ اٹھیے اور بیعت کیجیے! حضرت حسینؓ بھی اٹھے

اٹھے اور بیعت کی۔ اسی طرح پھر قیس بن سعد کو کہا ۔ ۔ ۔ الخ "

" ۔ ۔ ۔ فقال یا حسن! قم فبایع ۔ فقام فبایع ۔ ثم قال للحسینؑ علیہ السلام ، قم فبایع فقام فبایع ۔ ثم قال یا قیس! قم فبایع فالتفت الی الحسین علیہ السلام ینظر ما یأمرہٗ فقال یا قیس انّہٗ امامی "

(۱) ـــــ رجال کشی (ابو عمر کشی) تحت تذکرہ قیس بن سعد بن عبادہ ، ص ۷۲ ، طبع بند بمبئی ۔ و طبع طہران طبع جدید ، ص ۱۰۲ ۔

(۲) ـــــ کتاب بحار الانوار ملّا باقر مجلسی ، ج ۱۰ ، ص ۱۲۲ ۔ ۱۲۴ ۔ باب کیفیت مصالحۃ الحسنؓ بن علیؓ طبع قدیم ایرانی ۔

اور "فروع کافی" کتاب الروضۃ میں یہ مسئلہ بعبارت ذیل ہے :۔

ـــــ عن ابی جعفرؑ قال واللہ للذی صنعہٗ الحسن بن علی علیہ السّلام کان خیرًا لھٰذہ الامۃ ممّا طلعت علیہ الشمسؑ

(۳) ـــــ فروع کافی ، ج ۳ ، ص ۱۵۳ ۔ کتاب الروضۃ طبع لکھنؤ ۔ فروع کافی ، طبع جدید طہرانی ، مع ترجمہ فارسی ، ج ۲ ، ص ۲۵۲ ۔

ـــــ اور ملّا باقر مذکورہ بالا روایت کا ترجمہ بالفاظ ذیل لکھتے ہیں کہ

"یعنی کلینی بسند معتبر از حضرت امام باقر روایت کردہ است کہ صلحے کہ حضرت امام حسنؓ با معاویہ کرد برائے ایں امت بہتر بود از دنیا و ما فیہا "

(۴)—— جلاء العیون، ملا باقر مجلسی، ص ۲۹۲ - در بیان صلح امام دوم با معاویہؓ -

—— مطلب یہ ہے کہ سیدنا حسنؓ نے جو امیر معاویہؓ سے صلح کی تھی وہ اُمت کے حق میں تمام جہان سے بہتر تھی ۔"

تنبیہ

نیز یہ مسئلہ شیعہ کی معتبر کتابوں کے ذیل مقامات میں اپنی اپنی عبارات کے ساتھ درج ہے - اہلِ علم رجوع فرما سکتے ہیں -

(۱)—— مقاتل الطالبیین لابی الفرج اصفہانی، قدیم طبع، ص ۲۸ - ذکر الخبر فی بیعتہ بعد وفات امیر المؤمنین و تسلیم الامر الیٰ معاویۃ - وطبع بیروت، ص ۴۸ - ۴۹ - جلد اول تحت الصلح -

(۲) احتجاج طبرسی، قدیم طبع، ص ۱۴۸ - ۱۵۶ - ۱۵۷ تحت احتجاجہ علیٰ من انکر علیہ مصالحۃ معاویۃؓ -

(۳) الامالی للشیخ الطوسی، ج ۲، ص ۱۸۹، ۱۸۰، ۱۷۳ - مجلس یازدہم، صفر ۴۵۷ھ نجف اشرف -

(۴) بحار الانوار، ج ۱۰ - ملا باقر مجلسی، طبع اول قدیمی، ج ۱۰ - ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲ - تحت علۃ مصالحۃ الحسن بن علی - الخ

سیدنا حسینؓ کا فرمان

شیعوں کے ایک تفضیلی قدیم مؤرخ (احمد بن ابی داؤد الدینوری الشیعی) المتوفی ۲۸۲ھ نے اپنی مشہور کتاب اخبار الطوال میں امیر معاویہؓ کے ساتھ حضرت سیدنا حسینؓ کی بیعت کو بڑے عمدہ انداز میں درج کیا ہے - ناظرین

کرام کے اطمینان کے لیے حضرت حسنؓ کی بیعت سے الگ ہم اسے پیش کرتے ہیں تاکہ دونوں برادران کا نظریہ اس مسئلہ کی خاطر پوری وضاحت سے سامنے آجائے۔

--- دینوری نے لکھا ہے ایک صاحب (حجر بن عدی) حضرت علیؓ کے خاص حامیوں میں سے تھے حضرت حسنؓ کی امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح و مصالحت ہو جانے کے بعد وہ مُصر تھے کہ ان سے جنگ کرنی چاہیے لیکن حضرت حسنؓ جنگ پر آمادہ نہ ہوئے۔ پھر انھوں نے حضرت حسینؓ کو اس جنگ و قتال کے لیے آمادہ کرنا چاہا تو حضرت امام حسین نے ان کی رائے کے جواب میں یہ فرمایا کہ "امیر معاویہؓ سے ہم نے بیعت کرلی ہے اور ان سے ہمارا معاہدہ ہو چکا ہے اب اس بیعت کو توڑ ڈالنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے"

"..... فقال الحسین انّا قد بایعنا و عاهدنا ولا سبیل الیٰ نقض بیعتنا"

(اخبار الطوال لاحمد بن ابی داؤد الدینوری الشیعی، ص ۲۲۰ بحث مبایعۃ معاویۃ بالخلافۃ و زیاد بن ابیہ - طبع القاہرہ مصر سن طباعۃ ۱۹۶۰ء)

مزید برآں

مصالحت کے بعد بھی حضرت سیدنا حسینؓ کے متعلق ایک واقعہ شیعہ مؤرخین نے تحریر کیا ہے اس سے بھی حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق سیدنا حسینؓ کا نظریہ بخوبی واضح ہوتا ہے۔ دینوری شیعی کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کی خلافت کے دوران ان کے مدینہ کے حاکم نے انہیں یہ خبر دی کہ حسین بن علیؓ آپ کی خلافت کے خلاف

کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر امیر معاویہؓ نے حضرت حسینؓ کو خط لکھا کہ فتنہ پرداز لوگ آپ کو غیر مطمئن اور بے آرام کرنے کے درپے ہوں تو اس بات سے اجتناب فرمائیں۔"

ان حالات میں حضرت حسینؓ نے امیر معاویہؓ کو جواب لکھا کہ:

"آپ کے ساتھ ہمارا جنگ و قتال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہی مخالفت کرنے کا قصد ہے۔"

مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ دونوں بزرگوں نے امیر معاویہؓ کی تمام زندگی میں حضرت امیر معاویہؓ سے کوئی بری بات اور ناپسند چیز نہیں دیکھی۔ امیر معاویہؓ نے حضرات حسنینؓ کے ساتھ جو شرائط طے کئے تھے ان میں سے کسی شرط کو ضائع نہیں کیا۔ اور کسی احسان اور بھلائی کی بات کو تبدیل نہیں کیا۔"

"... فكتب اليه الحسين رضى الله عنه ما اريد حربك ولا الخلاف عليك، قالوا ولم ير الحسن ولا الحسين طول حياة معاوية منه سوءاً فى انفسهما ولا مكروهاً۔ ولا قطع عنهما شيئاً مما كان شرط لهما ولا تغيّر لهما عن برّ۔"

(الاخبار الطوال لاحمد بن داؤد ابی حنیفۃ الدینوری الشیعی۔ ص ۲۲۵۔ بحث بین معاویہ و عمرو بن العاص۔ طبع قاہرہ مصر)

مندرجات بالا سے واضح ہوا کہ:

(۱) ـــــــ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت امیر معاویہؓ سے جب

بیعت کرلی اور ان سے معاہدہ کرلیا تو نقضِ عہد کا خیال تک نہیں کیا۔ نہ کسی قسم کی مخالفت پیدا کی۔

(۲) ــــــ امیر معاویہؓ کی مدتِ خلافت میں سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ نے ان سے کوئی برائی اور مکروہ چیز نہیں دیکھی۔

(۳) ــــــ حضرات حسنین شریفینؓ کے ساتھ جو شرائط حضرت معاویہؓ نے طے کیے تھے امیر معاویہؓ نے ان کا ایفا کیا۔ ان کو ضائع اور برباد نہیں کیا۔

(۴) ــــــ امیر معاویہؓ نے حسنین کریمینؓ کے ساتھ احسان اور سلوک صحیح طریقہ سے جاری رکھا، اس میں کوئی تبدیلی و تغیر نہیں کیا۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں یہ الزام صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے حسنینؓ کے حقوق کو غصب کر لیا تھا اور شرائط صلح کو ختم کر دیا اور بنو ہاشم اور آلِ نبوی کے ساتھ بدسلوکی روا رکھی۔ اس وجہ سے یہ حضرات امیر معاویہؓ کے ساتھ تضاد و عناد رکھتے تھے۔ مذکورہ بالا بیانات دینوری شیعہ مورخ کے ہیں۔ یہ بزرگ شیعہ ہے اور طبری و جزری وغیرہما مؤرخین سے قدیم ہے۔ اس نے ان مسائل کو اپنے بیاناتِ بالا کے ذریعہ خوب حل کر دیا ہے۔ امید ہے کہ منصف طبائع اس کو شرف قبولیت بخشیں گے۔ اور بعد کے مؤرخین کی رائے قابلِ التفات نہیں سمجھیں گے۔

امیر معاویہؓ کی خلافت کے دوران بنی ہاشم کا عملی تعاون

ــــــ حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہاشمی حضرات

حضرت عثمانؓ سے عملی تعاون کرتے تھے۔ چنانچہ اس نوع کے چند واقعات رحماء بینہم حصہ عثمانی میں درج کیے گئے ہیں

اب حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کی خلافت میں بھی بنی ہاشم کی طرف سے انتظامی امور میں عملی تعاون کے چند ایک واقعات زیر تحریر لائے جاتے ہیں۔ ان واقعات سے اہل فہم و انصاف پسند حضرات عمدہ فوائد و نتائج خود مرتب کر سکتے ہیں۔

مدینہ طیبہ میں ہاشمی قاضی (عبداللہ) حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دور میں مروان بن الحکم کو مدینہ شریف کے علاقہ کا حاکم مقرر کیا۔ مدینہ طیبہ کے لیے شرعی قاضی کی ضرورت تھی تو مروان نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب ہاشمی بزرگ کو مدینہ شریف کا قاضی مقرر کیا۔ اس سے قبل مدینہ میں قاضی نہیں تجویز کیا جاتا تھا۔ اسی بنا پر بعض لوگ کہتے تھے کہ مدینہ میں عبداللہ بن الحارث (ہاشمی) پہلے قاضی تھے۔

طبقات ابن سعد میں ہے :-

"۔۔۔۔ عن ابی الغیث قال سمعت ابا ھریرۃ لما ولی مروان بن الحکم المدینۃ لمعاویۃ بن ابی سفیان سنۃ اثنتین واربعین فی الامرۃ الاولیٰ استقضی عبداللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب بالمدینۃ فسمعت ابا ھریرۃ یقول ھٰذا اول قاضٍ رأیتہ فی الاسلام"

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳ - تحت عبداللہ بن نوفل۔

(۲) ــــ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۹۸ تحت ۴۲ھ
(۳) ــــ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۲۶۹ تحت عبد اللہ بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب طبع تہران

غزوات میں ہاشمی غازی

قثمؓ بن عباس و امام حسینؓ

(۱) ــــ حضرت قثم بن عباس بن عبد المطلب ہاشمی صغار صحابہؓ میں سے ہیں۔ یہ سیدنا حسین بن علیؓ کے رضاعی برادر تھے حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں جہاد کی خاطر خراسان کے علاقہ میں تشریف لے گئے۔ پھر غزوۂ سمرقند پیش آیا۔ اس غزوہ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کے صاحبزادے سعیدؓ بن عثمان جرنیل تھے۔ ان کی ماتحتی میں غزوۂ ہذا میں شریک ہوتے اور سمرقند میں شہادت پاکر فوت ہوتے۔

"..... قال ابن سعد غزا قثم بن عباس خراسان وعلیها سعید بن عثمان بن عفان ...... قال الزبیر بن بکار سار قثم ایّام معاویۃ مع سعید بن عثمان الی سمرقند فاستشهد بها۔"

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۱۰۱ طبع لیدن تحت ذکر قثم بن عباس بن عبد المطلب۔
(۲) کتاب نسب قریش، ص ۲۷ تحت ذکر اولاد عباس بن عبد المطلب۔
(۳) اسد الغابہ، ج ۴، ص ۱۹۷ تذکرہ قثم بن عباس

(۴) سیر اعلام النبلا للذہبی، ج ۳، ص ۲۹۲ - ذکر قثم بن عباس۔

——— اور شیعہ علماء نے بھی لکھا ہے کہ قثم بن عباس ہاشمی مطلبی حضرت علیؓ کی طرف سے مکہ مکرّمہ پر والی وحاکم مقرر تھے۔ پھر حضرت علیؓ شہید ہو گئے۔ (کچھ مدّت کے بعد) امیر معاویہؓ کے زمانہ میں غزوۂ سمرقند میں شریکِ جہاد ہو کر شہید ہوتے۔

"واستشهد بسمرقند فی زمن معاویۃ"

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم البحرانی الشیعی، ج ۵، ص ۲، جلد خامس، طبع جدید طہران - تحت عنوان ومن کتاب لہٗ علیہ السلام الی قثم بن عباس وہو عاملہٗ علی مکۃ۔

(۲) ——— مؤرخین نے بصراحت لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے دَورِ خلافت میں سیّدنا حسین بن علیؓ، امیر معاویہؓ کی خدمت میں آمد ورفت رکھتے تھے۔ ہدیے اور عطیے وصول کرتے تھے (جیسا کہ عنقریب اس پر حوالہ جات پیش ہو رہے ہیں) مزید یہ چیز عرض ہے کہ اس دَور کے غزوات میں اور جنگی مہموں میں بھی بخوشی شریک وشامل ہوتے تھے۔ اس مسئلہ میں حضرت حسینؓ کو کوئی انقباض واجتناب نہیں تھا۔ امیرِ وقت کے ساتھ ان کا یہ عملی تعاون تھا اور انتظامی اُمور میں بشرح صدر امداد تھی۔ اس میں کسی مجبوری ومقہوری کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اب اہلِ تاریخ کی بعینہٖ عبارت ملاحظہ فرماویں۔

(۱) ... "ووفد علی معاویۃ وتوجہ غازیاً الی القسطنطنیۃ فی الجیش الذی کان امیرہ یزید بن معاویۃ"

(تہذیب تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۱۱۔ تذکرہ حسین بن علیؓ)

(۲) ۔۔۔۔۔ البدایہ لابن کثیر جلد ۸ میں ہے :-

"ولما توفی الحسن کان الحسین یفد الی معاویۃ فی کل عام فَیُعْطِیْه وَیُکْرِمُه وقد کان فی الجیش الذین غزوا لقسطنطنیۃ مع ابن معاویۃ یزید فی سنۃ احدیٰ و خمسین ۵۱ھ"

(البدایہ، ص ۱۵۰-۱۵۱۔ جلد ۸، تذکرہ خروج الحسین الی العراق وکیفیۃ مقتلہؓ)

عنوانہائے بالا کا خلاصہ

(۱) ـــــ حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی حضرت علیؓ کے فرمان کی رُو سے سب مؤمن تھے۔

(۲) ـــــ جنگ صفین کے مقتولین سب اہلِ جنّت سے ہیں۔

(۳) ـــــ جمل و صفین میں شریک ہونے والے برادر دینی تھے لیکن ایک دوسرے کے حق میں ان سے زیادتی سرزد ہوئی۔

(۴) بغاوت کے مفہوم کی اس طرح تشریح کی گئی جس سے معلوم ہُوا کہ یہ لوگ نہ فاسق تھے نہ جائر تھے۔

(۵) ـــــ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابلہ میں آنے والوں کے حق میں سب وشتم کرنے اور لعن وطعن سے برملا منع کر دیا اور ان کے حق میں دعائیں کرنے کی ہدایت کی۔

(۶) ـــــ حضرت سیدنا امام حسینؓ کے تعلقات حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ صحیح اور درست تھے۔ عملی تعاون قائم تھا۔ کوئی مخالفت نہ تھی۔ اور ان حضرات میں باہم نسلی امتیازات وقبائلی تعصبات بالکل نہ تھے کہ ہاشمیوں کو عزت کے مقامات میں پیچھے ڈال دیا ہو اور امویوں کو مقدم کر دیا ہو۔ یہ بات بالکل نہ تھی۔ اس نوع کی چیزیں صحابہ کرامؓ کے دور میں نہ تھیں۔ یہ بعد کی پیدا کردہ ہیں۔

(۷) ـــــ امیر معاویہؓ کی خلافت آئین اسلامی کے تحت جاری تھی۔ اس میں قواعد اسلامی کو معطل نہیں کیا گیا۔ ہاشمی بزرگوں اور دیگر صحابہ کرامؓ کا عملی تعاون کرنا اور شریکِ انتظام رہنا اس چیز کے لیے مستقل شاہد اور گواہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۸) ـــــ امیر معاویہؓ کے حق میں ظلم وستم کی داستانیں جو نشر کی جاتی ہیں وہ بے اصل ہیں۔ امیر معاویہؓ کا کردار بالکل صحیح تھا۔ انہوں نے قوم وملت کی خدمات انجام دیں اور اسلام و اہلِ اسلام کو بہت نفع پہنچایا۔ ہاشمی حضرات اور دیگر صحابہ کرام ان کے ساتھ شامل تھے اور ان تمام حضرات کا خلافت امیر معاویہؓ کے حق میں عملی تعاون قائم رہتا تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے خزانہ سے حضرات حسنینؓ و دیگر ہاشمی اکابر کے وظائف اور عطیات و ہدایا

عام الصلح کے بعد بیت المال سے امیر معاویہؓ نے سیدنا حسن و سیدنا حسینؓ اور

دیگر ہاشمی حضرات کے لیے وظائف متعین فرما دیئے تھے۔ وقتی طور پر بھی انہیں ہدایا اور تحائف پیش کیے جاتے تھے۔ اور مستقل طور پر بھی صلح کے سال ۴۱ھ سے لے کر ۶۰ھ یعنی امیر معاویہؓ کی وفات تک یہ سلسلہ بدستور قائم رہا ہے۔ اور امیر معاویہؓ کے دَورِ خلافت میں کوئی ناغہ نہیں ہوا۔ اس مسئلہ میں بہت سی تفصیلات شیعہ سُنّی مؤرخین اور اہلِ تراجم نے تحریر کی ہیں۔ تمام واقعات پیش کرنے میں بڑی تطویل ہوگی ہمارے سامنے نہایت اختصار مقصود ہے۔ ذیل میں مسئلہ ہٰذا کے لیے چند ایک حوالہ جات درج کیے جاتے ہیں۔

(۱)

ـــــ ابنِ عساکر نے اپنی مشہور تاریخ بلدہ دمشق (تذکرہ سیدنا حسنؓ) میں عطیات کا واقعہ درج کرتے ہوئے پہلے وقتی عطیہ (چار لاکھ درہم) کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد مبرد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ ہر سال امیر معاویہؓ کی خدمت میں پہنچتے تھے اور امیر معاویہؓ ان کو ایک لاکھ درہم سالانہ عنایت کرتے تھے۔

"... فاعطاہ اربعمائۃ الف درھم وروی المبرد ان الحسن کان یفد کل سنۃٍ علیٰ معاویۃ فیصلہ بمائۃ الف درھمٍ"

(۱) ـــــ تہذیب تاریخ ابن عساکر للشیخ عبدالقادر بن بدران آفندی، ج ۴، ص ۲۰۰ تذکرہ حسن بن علیؓ طبع اوّل قدیم۔

ـــــ یہ مضمون ذیل مقامات میں بھی درج ہے :-

"... کان لہ (حسن بن علیؓ) علیٰ معاویۃ فی کل عامٍ

جائزۃ وکان یفد الیہ فربّما اجازہٗ باربعمائۃ الف درھم وراتبہٗ فی سنۃ مائۃ الف“

(۲) ——— الاصابہ لابن حجر معہ استیعاب جلد اوّل ص ۳۲۹ تذکرہ حسن بن علی بن ابی طالب

(۳) البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۳۷ تذکرہ حسنؓ

(۴) البدایہ، ص ۴۱-۴۲، ج ۸ تذکرہ حسنؓ

(۵) البدایہ، ج ۸، ص ۱۳۷ تذکرہ امیر معاویہؓ۔

(۲)

سیّدنا حسینؓ اور عطیّات

ہر دو برادران (حسنینؓ) کے لیے اس نوع کے مشترک واقعات بہت سے دستیاب ہیں اور بعض مقامات میں خصوصاً حضرت حسینؓ کے حق میں منقول ہیں۔

حضرت شیخ علی ہجویری (المعروف داتا گنج بخش) لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب باب الثامن میں ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ:

”ایک روز حضرت حسینؓ کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ اے رسولِ خدا کے بیٹے! میں ایک درویش آدمی ہوں۔ عیالدار ہوں۔ آپ مجھے آج کا کھانا عنایت فرمائیں۔ سیدنا حسینؓ نے فرمایا کہ یہاں ٹھہر جائیے۔ ہمارا وظیفہ پہنچنے والا ہے وہ پہنچ جائے تو دے دیں گے۔

کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی کہ امیر معاویہؓ کی طرف سے پانچ عدد تھیلیاں (جن کے ہر ایک میں ایک ایک ہزار دینار تھا) پہنچانے والوں نے

آ کر حضرت کی خدمت میں پیش کیں اور کہا کہ

"امیر معاویہؓ معذرت کرتے تھے کہ یہ قلیل سی مقدار ہے اسے صرف فرما دیں" حضرت حسینؓ نے وہ تھیلیاں سائل کو دے دیں اور معذرت بھی کی۔"

"..... حسین وے را گفت بنشیں کہ ما را رزقی در راہ است تا بیارند۔ بسے بر نیامد کہ پنج صرّہ از دینار بیاوردند از معاویہؓ۔ اندر ہر صرّہ ہزار دینار بود وگفتند کہ معاویہؓ از تو عذر می خواہد" الخ

(کشف المحجوب از شیخ علی بن عثمان الغزنوی الہجویری ثم لاہوری۔ المتوفی ۴۵۶ھ، ص ۹۲-۹۳۔ باب الثامن فی ذکر ائمتہم من اہل البیت طبع سمرقند۔

اور ابن کثیرؒ نے وظائف کے مسئلہ کو بعبارتِ ذیل لکھا ہے۔ اہلِ علم احباب ملاحظہ فرما دیں۔

——— فلما استقرت الخلافۃ لمعاویۃ کان الحسین یتردد الیہ مع اخیہ الحسن فیکرمہما معاویۃ اکراما زائداً و یقول لہما مرحبًا و اھلًا و یعطیہما عطاء جزیلًا وقد اطلق لہما فی یومٍ واحدٍ مائتی الفٍ یعنی فی بعض الایام)

(البدایہ، ج ۸ ص ۱۵۰-۱۵۱ طبع اوّل مصر۔ تحت قصۃ الحسینؓ وسبب خروجہ من مکۃ الی العراق)

——— مطلب یہ ہے کہ جب خلافت امیر معاویہؓ کے لیے منتقل ہو گئی تو سیدنا حسینؓ اپنے برادر حسنؓ کی معیت میں امیر معاویہؓ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ امیر معاویہ ان کی تشریف آوری پر مرحبا، اہلاً و سہلاً کے باعزت الفاظ سے

استقبال کرتے اور ان دونوں حضرات سے نہایت اکرام و احترام کے ساتھ پیش آتے۔ مالی عطیاتِ کثیرہ سے نوازتے۔ اور بعض اوقات ایک یوم میں دو دو لاکھ درہم بھی حاضر کر دیتے تھے۔

(۳) حسنینؓ شریفین کے ساتھ دیگر ہاشمیوں کو بھی دس لاکھ کے وظائف ملنا

بعض علماء نے لکھا ہے کہ بعض دفعہ دس لاکھ درہم تک بھی امیر معاویہؓ نے دونوں برادران حسنینؓ کو اور عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کو اور عبداللہ بن جعفر طیار کو وظائف دیئے اور عطیات عنایت فرماتے۔ ملاحظہ ہو:۔

"۔۔۔۔ ان معاویۃ کان یجیز فی کل عام الحسن والحسین وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کل واحد منہم بالف الف درھم"

(لطائف المعارف، ص ۲۱-۲۲ (طبع مصری) لابی منصور عبدالملک بن محمد الثعالبی المتوفی ۴۲۹ھ)

مسئلہ ہٰذا شیعہ کے نزدیک

(۱) حضرت سیدنا حسینؓ و ابن عباسؓ و عبداللہ بن جعفرؓ کے وظائف

ابن ابی الحدید شیعی نے بھی دس لاکھ والی روایت مذکورہ اپنی حدیدی شرح میں نقل کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ حضرات حسنینؓ اور عبداللہ بن العباسؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ کو امیر معاویہؓ ہر سال بطور وظیفہ دس دس لاکھ درہم دیتے تھے۔

"فانّهٗ کان یجیز الحسن والحسین ابنی علیؑ فی کل عام لکل واحدٍ منہما بالف الف درھمٍ وکذالک کان یجیز عبداللّٰہ بن العباس وعبداللّٰہ بن جعفر۔"

(شرح نہج البلاغہ حدیدی، ج ۱۵، ص ۲۵۰۔ طبع قدیم وطبع بیروتی، ص ۷۰۵۔۷۰۶۔ جلد ثالث بحث فی المقارنۃ بین جود ملوک بنی امیّۃ وملوک بنی ہاشم)

حسنین وعبداللہ بن جعفرؓ کے وظائف

(۲) ——— نیز ملّا باقر مجلسی نے سیّدنا جعفر صادقؒ سے روایت نقل کی ہے اس میں درج ہے کہ:

"ایک دن امام حسنؓ نے بھائی حضرت حسینؓ کو اور چچازاد برادر عبداللہ بن جعفر طیّار کو فرمایا کہ اس ماہ کی پہلی تاریخ کو امیر معاویہؓ کی جانب سے ہدایا و تحائف تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ جب اس مہینہ کی اوّل تاریخ ہوئی تو امیر معاویہؓ کی طرف سے کثیر مال پہنچ گیا اور ان ہر سہ حضرات کو دے دیا گیا۔"

——— حضرت حسنؓ پر بہت سا قرض تھا۔ انہوں نے ان اموال سے پہلے اپنا قرض ادا کیا۔ باقی ماندہ مال کو اپنے اہل وعیال اور اپنے خاص لوگوں میں تقسیم فرمایا۔

——— حضرت حسینؓ نے بھی پہلے اپنا قرض ادا کیا۔ باقی مال کو اس طرح تقسیم کیا کہ ایک حصّہ اپنے رشتہ داروں اور خصوصی شیعوں کو دیا اور دو حصے اپنے اہل وعیال کو عنایت فرماتے۔

——— اور عبداللہ بن جعفر طیّار نے بھی اس مال سے اپنا قرض ادا کیا۔

"...... از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ روزے حضرت امام حسن بحضرت امام حسین و عبداللہ بن جعفر فرمود کہ جائزہ ہائے معاویہ در روز اوّل ماہ بشما خواہد رسید۔ چوں روز اوّل ماہ باشد۔ چنانچہ حضرت فرمودہ بود اموال معاویہ رسید۔ جناب امام حسن قرض بسیارے داشت از آنچہ او فرستادہ بود برائے آنحضرت قرضہائے خود را ادا کرد۔ و باقی را در میان اہل بیت و شیعان خود قسمت کرد۔ جناب امام حسین قرض خود را ادا کرد آنچہ ماندہ بود بسہ قسمت کرد۔ یک حصہ را باہل بیت و شیعان خود داد۔ و دو حصہ را برائے عیالِ خود فرستاد و عبداللہ بن جعفر قرض خود را ادا کرد۔۔ الخ"

(جلاء العیون ملا باقر، ص ۲۷۰۔ باب در بیان نصوص امامت و معجزات امام حسن۔ طبع تہران سن طباعت ۱۳۲۴ھ)

تنبیہ :۔ عبداللہ بن جعفر طیارؓ کو امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم عطا کیا۔ اس مسئلہ کو ابن عنبۃ الشیعی نے عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، ص ۳۸، ذکر عقب جعفر طیارؓ میں درج کیا ہے۔ نیز یہی چیز کتاب ناسخ التواریخ (جلد طراز المذہب مظفری) ص ۳۹۵، احوال زینب کبریٰ میں منقول ہے۔ واقعہ درست ہے۔ عبداللہ مذکور نے یہ عطیہ حاصل کیا اور امیر معاویہؓ نے دیا ہے لیکن واقعہ کو جس شکل و صورت میں دکھایا گیا ہے وہ امیر معاویہؓ سے تنفر دلانے و مبغوض بنانے کے لیے تیار فرمایا گیا ہے، جیسا کہ کسی کا مشہور مقولہ ہے :۔

ع ولیکن قلم در کفِ دشمن است

وہی معاملہ یہاں بھی ہے۔

برادر مرتضیٰ حضرت عقیلؓ کا وظیفہ

(۳)—— حضرت علی المرتضیٰؓ کے برادر عقیل بن ابی طالب ایک دفعہ امیر معاویہؓ کی خدمت میں تشریف لے گئے (مناسب موقع گفتگو ہوئی)۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمان دیا کہ ان کو ایک لاکھ درہم دیا جائے۔ چنانچہ انہیں وہ دے دیا گیا۔

"..... قد امرنا لك بمائة الف فاعطاه المائة الالف"

("الامالی" للشیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی (شیخ الطائفہ) ج ۲، ص ۳۳۴، طبع عراق (نجف اشرف)

حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علی بن الحسینؓ کے لیے وظیفہ کا تقرر

(۴)—— حضرت سیدنا حسینؓ کے صاحبزادے (علی بن الحسینؓ)، یعنی زین العابدین کے متعلق فروع کافی میں واقعہ لکھا ہے کہ:

"مدینہ شریف پر مروان بن الحکم کو حضرت امیر معاویہؓ نے حاکم بنایا اور حکم دیا کہ قریش کے نوجوانوں کے لیے وظائف مقرر کریں۔ چنانچہ (اس سلسلہ میں) حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علی بن الحسین مروان کے ہاں تشریف لے گئے ..... (گفتگو ہوئی) علی بن الحسین فرماتے ہیں کہ میرے لیے مروان نے (امیر معاویہؓ کے فرمان کے مطابق) وظیفہ مقرر کر دیا تو میں نے واپس آکر اپنے والد محترم کو اس واقعہ کی اطلاع کی"

"..... استعمل معاوية مروان بن الحكم على المدينة وامره ان يفرض لشباب قريش ففرض لهم فقال علي بن

الحسین علیہما السلام فاتیتہٗ فقال ما اسمک؟ فقلت علی بن الحسین ..... ففرض لی فرجعت الی ابی علیہ السلام فاخبرتہٗ ۔

(۱) ـــــ فروع کافی، ج ۲، ص ۲۶۲ طبع نولکشور لکھنؤ۔ کتاب العقیقہ باب الاسماء والکنیٰ ۔ طبع قدیم ۔

(۲) ـــــ ناسخ التواریخ مرزا محمد تقی لسان الملک، جلد یازدہم (کتاب دوم) ص ۴۰ تحت مکالمہ مروان باآں حضرت ۔

سیدنا حسنؓ کو ایک گاؤں کا عطیہ

ـــــ شیعہ احباب کی مشہور تاریخ ناسخ التواریخ کی جلد نہم (جس کو طراز المذہب مظفری کہتے ہیں) میں ایک واقعہ درج ہے کہ امیر معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حاکم مدینہ (مروان بن حکم) کو فرمان دیا کہ ان کے بیٹے یزید بن معاویہؓ کے لیے عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی لڑکی (زینب) کا رشتہ طلب کریں اور نکاح حاصل کریں۔ ہم اس قدر مال دیں گے اور اس طرح مہر ادا کریں گے۔ وغیرہ

ـــــ مروان نے عبداللہ بن جعفرؓ کو بلا کر اس مسئلہ کی ترغیب دی۔ عبداللہ نے یہ کام حضرت حسن بن علیؓ کی سپردگی میں دے دیا۔ پھر ایک مجلس قائم کر کے مروان کو حضرت حسنؓ نے جواب دیا کہ ہم نے یہ رشتہ اپنے بھتیجے (قاسم بن محمد بن جعفر) کو دے دیا ہے اور مہر میں زینب کے لیے ہم نے وہ ایک گاؤں دے دیا ہے جو مدینہ کے علاقہ میں تھا اور ہم کو امیر معاویہؓ نے دس ہزار دینار (طلائی) کے عوض میں دے رکھا تھا۔ یہ مہر زینب کے لیے کافی ہوگا۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ

"ما چناں بصواب شمردیم کہ زینب را بہ پسر عمش قاسم بن محمد بن جعفر کابین بندم و اورا با قاسم تزویج کردم و کابین اورا بقریہ کہ در مدینہ دارم و معاویہ درا زائے دہ ہزار دینار بمن دادہ است مقرر داشتم و زینب را ایں مبلغ کفایت می کند۔

(ناسخ التواریخ (جلد نہم طراز المذہب مظفری) ص ۲۸۰ دربیان احتجاج عبداللہ بن جعفر با معاویہ و حکایت او با معاویہ و یزید۔ طبع قدیم ایران سن طباعت ۱۳۱۵ھ)

واقعہ ہذا نے صاف بتلا دیا کہ حضرت حسنؓ کو امیر معاویہؓ کی طرف سے باقی وظائف کی طرح مدینہ طیبہ کے علاقہ میں ایک مستقل گاؤں بھی ملا ہوا تھا جس کو وہ اس موقع پر بطور مہر نکاح کے استعمال میں لا رہے ہیں۔

عنوانہائے مذکورہ کے فوائد

۱۔ واضح ہو گیا کہ امیر معاویہؓ کے متعلق بنو ہاشم و آلِ نبوی کے ساتھ بدسلوکی کا الزام بالکل واقعات کے برخلاف ہے۔

۲۔ آلِ نبی اولادِ علیؓ کے ساتھ امیر معاویہ کی خلافت میں ظلم و ستم کی داستانیں مخالفین کی تصنیف شدہ ہیں ان میں کوئی صداقت نہیں۔

۳۔ ملکی نظم و ضبط کے تحت اگر کوئی واقعہ اس دور میں پیش آیا تو وہ وقتی مصلحت اور ضرورت کی وجہ سے رونما ہوا۔ لیکن اس کو مؤرخین نے بڑی آب و تاب کے ساتھ داستانِ ظلم و ستم بنا کر تحریر کیا۔ اور پھر اہلِ عناد کے قلم نے اس کو مزید زیب و زینت دے کر رائی کا پہاڑ بنا کر عوام میں پھیلایا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت اور انصاف نصیب فرمائے اور یہ صحیح فہم بخشے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام حامل قرآن اور عامل قرآن تھے اور ایک ایک آیت قرآنی ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ اور اتباع سنت نبوی ان کا مقصد حیات تھا۔ لہٰذا انہوں نے اسلامی اصولوں کے ماتحت تمام ملکی نظم و نسق قائم رکھا اور امت مسلمہ کے لیے وہ ہادی اور خیر خواہ ثابت ہوئے۔

سب و شتم کا اعتراض

——— معترض بزرگوں کی جانب سے عوام میں بڑی کوشش سے پروپگنڈا شروع ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں امیر معاویہؓ کے حکم سے خطیب لوگ بر سر منبر حضرت علی المرتضیٰؓ اور ان کی اولاد کے حق میں برملا سب و شتم کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کے عزیز سنتے تھے اور مروان تو مسجد نبوی میں منبر پر اس قبیح فعل کا ارتکاب کرتا تھا۔

——— نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و اقارب کو سب و شتم کرنا بُرا بُرا عمل ہے۔ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ہمیشہ یہ طریق کار جاری رہا۔

اب اس طعن کے جواب میں مندرجہ ذیل معروضات پیش ہیں۔

ازالہ

——— حضرت امیر معاویہؓ پر اس اعتراض کا ورود تو ظاہر ہے لیکن ساتھ ہی امیر معاویہؓ کے دور کے عمال و خطباء بھی اس طعن کے مورد بنائے گئے ہیں چاہے وہ صحابہ ہیں یا غیر صحابہ۔ اور مروان بن الحکم کو بھی اس مسئلہ میں خاص طور پر

مطعون کیا گیا ہے۔

اب شبہ ہٰذا کے ازالہ کے لیے کلام پیش کیا جاتا ہے۔

اوّلاً

قابلِ توجہ یہ چیز ہے کہ سب و شتم، لعن وطعن کے مثالب و مطاعن جن روایات سے مستنبط فرماتے جاتے ہیں پہلے ان کا تجزیہ کیا جائے۔ اگر وہ فنی قواعد کے اعتبار سے صحیح ثابت ہوں اور سقیم نہ ہوں تو پھر بے شک ان سے استدلال بھی درست اور ان سے استخراج فرمودہ مطاعن بھی صحیح ہوں گے۔ اور اگر معاملہ برعکس ہوا اور یہ روایات غیر صحیح اور بیکار ثابت ہوئیں تو ان سے تیار شدہ اعتراضات بھی بے کار اور بے جا تصور کیے جائیں گے۔

تمہیداً یہ ایک اصولی بات عرض کرنے کے بعد پہلے روایات درج کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد ان پر متعلقہ کلام تحریر ہوگا اور اس کے ساتھ مزید چیزیں بھی ذکر ہوں گی۔

قابلِ اعتراض تاریخی روایات جو مطاعن کا ماخذ و محور ہیں

(۱) ——— ایک روایت تو طبقات ابن سعد سے نقل کرتے ہیں:۔

"۔۔۔ عن لوط بن يحيٰ قال كان الولاة من بني امية قبل عمر بن عبد العزيز يشتمون علياً فلما ولي عمر امسك عن ذالك"

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۱ تذکرہ عمر بن عبد العزیز)

"یعنی عمر بن عبد العزیز سے پہلے بنو امیہ کے والی و حاکم حضرت علی بن ابی طالب کو سب و شتم کرتے تھے۔ جب عمرؒ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے

اس بات سے روک دیا۔"

یہ روایت لوط بن یحییٰ (ابو مخنف) کا اپنا قول ہے اور یہ لوط جس قسم کا بزرگ ہے اس کی کیفیت آگے آرہی ہے۔

(۲) ۔ — ایک طبری کی روایت پیش کی جاتی ہے۔ اس میں درج ہے کہ امیر معاویہؓ نے جمادی الثانیہ ۴۱ھ میں جب مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا والی بنا کر روانہ کیا تو اس وقت مغیرہ کو نصیحتیں وصیتیں کیں اور احکام دیئے۔ ان میں مذکور ہے کہ

"۔ ۔ ۔ ۔ ولست تارکاً ایصائک بخصلة لا تتحمّ عن شتم علیٍ وذمّه والترحّم علی عثمان والاستغفار له والعیب علی اصحاب علیٍ والاقصاء لهم وترك الاستماع منهم ۔ ۔ ۔"

"۔ ۔ ۔ ۔ غیر انّه لا یدع ذم علیٍ والوقوع فیه۔"

(تاریخ طبری، ص ۱۴۱-۱۴۲۔ جلد ۶ تحت ابتداء سنہ ۵۱ھ۔ ذکر سبب مقتل حجر بن عدی)

"یعنی امیر معاویہؓ نے مغیرہ کو کہا ایک خصلت کی میں وصیت کرتا ہوں کہ سب و شتم علیؓ و مذمت علیؓ سے نہ پرہیز کرنا عثمانؓ پر رحمت بھیجنا اس کے لیے استغفار کرنا، علیؓ کے ساتھیوں کی عیب چینی کرنا، ان کو دور رکھنا، ان کی طرف کان نہ رکھنا ۔ ۔ ۔"

"۔ ۔ ۔ آگے راوی کہتا ہے کہ مغیرہ کی اور تو اچھی سیرت تھی لیکن حضرت علیؓ کی مذمت کرنے اور عیب چینی کو اس نے نہیں چھوڑا تھا۔" الخ

——— اس روایت کا راوی ہشام بن محمد کلبی اور لوط بن یحییٰ ابو مخنف ہے۔ ان کی پوزیشن ابھی آپ کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے۔

(۳) ——— طبری کے بعد اب "تجزی شریف" (الکامل لابن اثیر الجزری) کی روایت

عرض خدمت ہے۔ اس کا یہ حوالہ بھی سب وشتم کی بحث میں پیش کیا کرتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے مغیرہؓ بن شعبہ کو کوفہ پر حاکم بنا کر روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"... ولستُ تارکاً ایصاءك بخصلةٍ لاتترك شتم علیٍّ وذمّه والترحم علیٰ عثمانؓ والاستغفار لهٗ والعیب لاصحاب علیؓ والاقصاء لهم... الخ"

(الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۲۳۴۔ ابتدا سن ۵۱ھ)

"یعنی میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ علی بن ابی طالب پر سب وشتم و مذمت کو ترک نہ کرنا اور عثمانؓ پر رحمت و استغفار کرتے رہنا اور علیؓ کی پارٹی کی عیب چینی کرنا اور ان کو دور رکھنا... الخ"

یہاں ناظرین یاد رکھیں، جزری کی یہ روایت طبری کی بالا روایت ہی ہے کوئی الگ دوسری روایت نہیں ہے۔ جزری طبری سے ناقل ہے۔ اسی بنا پر اس کے الفاظ بالکل طبری کے الفاظ کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ معمولی فرق ہے۔ اور سن ۵۱ھ کی ابتدا میں نقل کیا ہے۔

الکامل لابن اثیر الجزری کے لیے تاریخ طبری کا ماخذ ہونا مسلمات میں سے ہے۔ اور علامہ جزری نے اپنی کتاب کے ابتدائی مقدمے میں اس چیز کو بصراحت ذکر کیا ہے کہ میں نے طبری پر اعتماد کر کے اس سے تاریخی مواد حاصل کیا ہے۔

(۴) ـــــ اور البدایہ سے ایک روایت نقل کیا کرتے ہیں کہ

"...... ولمّا کان (مروان) متولیاً علی المدینة لمعاویةؓ کان یسبّ علیاًّ کل جمعةٍ علی المنبر وقال لهٗ الحسن بن علیؓ لقد لعن اللّٰہ اباك الحکم وانت فی صلبهٖ علیٰ لسان نبیّهٖ فقال (النبیؐ)

لعن اللہ الحکم و ما ولد - واللہ اعلم "

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۵۹ تحت ترجمہ مروان بن الحکم۔ طبع اوّل مصری)

" یعنی جب مروان مدینہ پر امیر معاویہؓ کی جانب سے والی و حاکم تھا تو ہر جمعہ میں منبر پر علی المرتضیٰ کو سب و شتم کرتا تھا اور حسن بن علیؓ نے اس کو (جواب میں) کہا کہ تیرے باپ الحکم پر اللہ نے اپنے نبی کی زبان پر لعنت کی تو اس وقت اس کی پشت میں تھا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ الحکم پر لعنت کرے اور جو اس کی اولاد ہو "

(۵) ـــــ نیز البدایہ والنہایہ سے مزید ایک روایت کوشش سے تلاش فرما کر میدانِ طعن میں لایا کرتے ہیں وہ بھی سماعت فرما دیں -

" ایک شخص محمد بن یوسف الثقفی، ولید بن عبد الملک کے دور یعنی سنہ ۹۰ھ میں یمن کا والی تھا اس کے متعلق لکھا ہے کہ :

"۔۔۔۔ کان یلعن علیاً علی المنابر "

" یعنی محمد بن یوسف ثقفی یمن میں منبر پر علی المرتضیٰ کو لعنت کرتا تھا "

(البدایہ، ج ۹، ص ۸۰، تحت سنہ ۹۰ھ)

البدایہ کی ان دونوں روایات کی متعلقہ چیزیں اور مذکورہ روایات ابن سعد و طبری و جزری کے متعلقات ایک ترتیب سے ذکر کیے جاتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرماویں اور قلیل سا "انصاف" بھی ساتھ ملالیں اگر دستیاب ہو سکے -

مندرجہ روایات کا متعلقہ کلام

(۱) پہلی روایت جو طبقات ابن سعد جلد پانچ سے نقل کی گئی ہے وہ لوط بن یحییٰ

(ابومخنف کا اپنا قول ہے کسی صحابی اور تابعی کا قول نہیں اور لُوط بن یحییٰ بعد کے دَور کا آدمی ہے، اس دَور کا آدمی نہیں۔ اور یہ شخص اس فن کے علماء کے نزدیک نہایت مجروح ہے۔ "غیر معتمد" ہے ضعیف اور متروک ہے۔ اور جلنے والا شیعہ ہے۔

"ـــــــ ابو مخنف لوط ابن یحیٰ هالك۔ لا یوثق به۔ ضعیفٌ لیس بشيءٍ۔ شیعیٌ محترقٌ۔ صاحب اخبارهم۔"

(۱) المغنی للذہبی، جلد دوم، ص ۸۰۷ تحت ابی مخنف

(۲) میزان الاعتدال للذہبی، ج ۲، ص ۳۶۰۔ تحت لوط بن یحییٰ۔ طبع قدیم مصری۔

(۳) لسان المیزان لابن حجر، ج ۴، ص ۴۹۲ تحت لوط بن یحییٰ۔ طبع دکن۔

(۲) ـــــــ دوسری طبری کی روایت ہے جس کے روایت کرنے والے ہشام بن محمد کلبی اور لُوط بن یحییٰ ابو مخنف ہیں۔ لُوط کے متعلق تو پہلے معلوم ہو چکا ہے اب ہشام کے متعلق اس فن کے علماء کا فیصلہ سن لیجیے۔

ـــــــ ہشام بن محمد بن السائب الکلبی متروک ہے، قصہ گو اخباری ہے، رافضی ہے اور غیر معتبر ہے اور ناقابلِ اعتماد ہے۔"

" ترکوه وهو اخباریٌ۔ متروكٌ۔ رافضیٌ۔ لیس بثقةٍ لا یوثق به۔"

(۱) ـــــــ المغنی فی الضعفاء للذہبی، ج ۲ ص ۷۱۱۔ جرجانی۔ تحت ہشام بن محمد کلبی مذکور۔

(۲) میزان الاعتدال للذہبی، ج ۳۔ ص ۲۵۶۔ تحت ہشام مذکور

(۳) لسان المیزان لابن حجر، ص ۱۹۶۔ ۱۹۷، ج ۶ تحت ہشام مذکور

(۳) ـــــــ تیسری روایت الکامل لابن اثیر جزری کی ہے جس نے طبری سے ہی نقل کی ہے اور ۵۱ھ کے شروع میں طبری کی طرح درج کی ہے اور طبری کی اس روایت کے راوی جس پوزیشن میں ہیں وہ آپ کے سامنے درج کر دی گئی ہے۔ لہٰذا ابن اثیر جزری کی اس روایت کے غیر معتبر ہونے میں وہی درجہ ہے جو طبری کی روایت کا ہے اس کے لیے الگ جرح کی حاجت نہیں۔

(۴) ـــــــ چوتھی روایت جو البدایہ جلد آٹھ ہے (مروان بن حکم کے ترجمہ کے تحت) منقول ہے، یہ روایت البدایہ کے ایک نسخے میں پائی جاتی ہے اور مصری نسخہ سے یہ روایت ساقط ہے اور البدایہ میں اس کے منقول عنہ اور ماخذ کو نہیں بتایا گیا اور نہ ہی اس کی کوئی تخریج ذکر کی گئی ہے تاکہ صحت اور سقم کا ماخذ سے پتہ چل سکے۔ یہ ابن کثیر کی عام روش کے خلاف ہے۔

روایت کا ایک نسخہ میں پایا جانا اور دوسرے سے ساقط ہونا مصنّف کے نزدیک اس کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

اور طبری نے بھی اس روایت کو اس مقام میں نہیں نقل کیا صاحب البدایہ یعنی ابن کثیر ۷۷۴ھ کا متوفیٰ ہے۔ آٹھویں صدی کے مورّخ کی بے سروپا روایت کیسے قبول کی جا سکتی ہے۔ جس کے ذریعہ صحابۂ کرام کا کردار مجروح ہوتا ہو؟

دوسری بات یہ ہے کہ ابن حجر مکّی نے "تطہیر الجنان" میں منبر مدینہ پر سب کی روایت کے متعلق خوب نقد کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"۔۔۔۔ وجوابہ انہ لم یصح عنہ شیئ من ذالك کما ستعلمہ مما ساذکرہ، ان کل ما فیہ نحو ذالك فی سندہ علۃ۔

(تطہیر الجنان واللسان لاحمد بن حجر الہیتمی المکی الفصل الثانی

(تنبیہ الرابع عن شیخ الاسلام والحفاظ الخ، ص ۲۶ مطبوعہ
در آخر الصواعق المحرقہ) طبع مصر، جدید طبع)

یعنی اس قسم کی روایت کا جواب یہ ہے کہ اس نوعیت کی روایت مروان سے صحیح ثابت نہیں۔ اور جو روایت اس طرح کی منقول ہیں ان کی سند میں جرح اور قدح پائی گئی ہے۔

——— نیز یہاں یہ چیز بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس میں دو مسئلے مذکور ہوئے ہیں۔ ایک مروان کا حضرت علیؓ کو برسرِ منبر سبّ کرنا۔ دوسرا حضرت امام حسنؓ کا زبان نبوی کے ذریعہ مروان اور اس کے باپ پر لعنت کرنا۔ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں۔

نیز آئندہ مروان پر شبہات کے ازالہ کی بحثیں آرہی ہیں ان میں مروان پر لعن کی حدیث پر کلام مذکور ہوگا قلیل سا انتظار فرمادیں۔

(۵) ——— البدایہ کی روایت جو نہم جلد سے حضرت امیر معاویہؓ پر طعن کرنے کے لیے پیش کی گئی ہے اس روایت کا نہ ماخذ بیان کیا گیا ہے نہ تخریج ذکر کی ہے۔ اس کے متعلق یہ گذارش ہے کہ اگر بالفرض اس واقعہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ولید بن عبدالملک کے دور یعنی ۹۰ھ کا واقعہ ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال ۶۰ھ میں ہو چکا تھا۔ اتنی مدّتِ دراز یعنی تیس سال بعد والے واقعہ کا ان کے دور کے ساتھ حقیقتاً کچھ تعلق نہیں۔ اور اس روایت کے ذریعے امیر معاویہؓ پر طعن کرنا سراسر ناانصافی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا ابن سعد و طبری و جزری وغیرہ کی روایات فنِ روایت کے قواعد کے اعتبار سے مجروح ہیں اور بے سروپا ہیں، قابل استدلال نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کے ذریعہ طعن قائم نہیں ہو سکتا۔ وہاں سے سب اہل

ہونے پر مزید چیزیں آئندہ سطور میں آرہی ہیں۔

ثانیاً

اِن روایات کی بنا پر اگر حضرت امیر معاویہؓ اور اُن کے سب حکام و عمال (خصوصاً مروان) اگر مساجد میں اور خطبوں میں یہ سبّ و شتم کی بوچھاڑ برملا کرتے تھے تو پھر غور کرنا چاہیے کہ

- ——— دیگر صحابہ کرامؓ نے ایسے غلط کردار والے لوگوں کے ساتھ تعاون کیوں کیا؟ ان کے خلاف کیوں نہیں ہو گئے؟ عدمِ تعاون کی آیات (وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ) وغیرہ ان کو فراموش ہو گئی تھیں؟
- ——— ایک جماعت صحابہ کرامؓ کی ہے جو امیر معاویہؓ کے دور میں والی و حاکم بنے ہوئے تھے وہ حضرات اس غلط کام سے کیوں الگ نہیں ہوتے؟
- ——— مروان بن الحکم کو خاص طور پر مطعون کیا جاتا ہے کہ مسجد نبوی میں منبر نبوی پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے عزیز و اقارب کو گالی گلوچ دیا کرتا تھا تو توجہ فرمائیے! ایسے شخص کے پیچھے صحابہ کرام نمازیں کیسے ادا کرتے تھے؟ بالدوام اس کی امامت کیسے صحیح ہوتی؟ حسنین شریفین کی نمازیں کیسے صاف رہیں؟ جو پنجگانہ مسجد نبوی میں باجماعت ادا کرتے تھے (حوالہ مروان کے متعلقات کے تحت عنقریب آتے گا)۔
- ——— صحابہ کرام مروان کے کارِ خیر میں متعاون کیوں ہوتے تھے۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ طیبہ پر مروان کی نیابت قبول کرتے اور نائب بنتے تھے۔

(۱)——— البدایہ لابن کثیر ص ۱۱۳ - ج ۸ تحت ذکر ابی ہریرہ ۵۹ھ -

(۲)——— المنتخب ذیل المذیل لابن جریر الطبری، ص ۸۱ - تحت ذکر من ... ذالک مط... در آخر تاریخ الطبری

——— مروان بن الحکم صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے سوالات دریافت کرکے شرعی مسائل حل کرتا تھا۔ ایسے غلط کردار اور بداخلاق شخص کے ساتھ اچھا سلوک کیوں روا رکھا گیا؟

نیز دیگر مسائل کے ساتھ سب وشتم کا ازالہ کرکے اس بدرسم کو کیوں نہیں درست کروایا گیا؟

طبقات ابن سعد، ص ۳۰۔ ج ۵۔ آخر تذکرہ مروان بن الحکم۔

نیز ہاشمیوں نے عدالت میں قاضی بن کر اور غزوات میں غازی بن کر اور بیت المال سے ہمیشہ وظائف اور عطیات لیکر امیر معاویہؓ کے ساتھ عملی تعاون کیوں قائم رکھا؟

جبکہ وہ خود اور ان کے حکام جناب علیؓ اور اولاد علیؓ کو سب وشتم روا رکھے ہوئے تھے۔

پیش کردہ مذکورہ بالا اشیاء کو سامنے رکھیے اور منبر نبوی پر سب وشتم کی بوچھاڑ ثابت کرنے والی روایات کو بھی سوچیے۔ تھوڑا سا انصاف ساتھ ملا کر خود فیصلہ فرمائیے کہ کونسی بات صحیح ہے؟

ثالثاً

علی سبیل التنزل گذارش ہے لیکن اس کے پیش کرنے سے قبل ناظرین کرام خوب یاد رکھیں کہ ہمارے نزدیک نہ یہ روایات صحیح ہیں جن میں حضرت علیؓ پر یا حسنینؓ پر امیر معاویہؓ کی جانب سے یا مروان کی طرف سے سب وشتم، لعن طعن کرنا دکھایا جاتا ہے اور نہ وہ روایات درست ہیں جن میں امیر معاویہؓ پر یا ان کے دیگر ہمنوا اصحابہ کرام پر حضرت علی یا حسنینؓ کی طرف سے لعن طعن، سب وشتم، ذکر کیا جاتا ہے۔ ان اکابر صحابہ کی "ملاعنت ومشاتمت" کو ان روایات کی رُو سے ہم صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔

ہم اپنا موقف اور نظریہ واضح کردینے کے بعد عرض کرتے ہیں کہ بالفرض اگر

گذشتہ روایات معترض صاحبان کے ہاں درست ہیں تو اس کے بالمقابل بعض روایات ایسی بھی کتب میں پائی جاتی ہیں جو بطور الزام کے جواباً پیش کی جا سکتی ہیں جن میں معاملہ ہذا الٹا نظر آئے گا یعنی وہ روایات بتاتی ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ خود اور حضرت علیؓ کے حامی لوگ حضرت امیر معاویہؓ کو اور حضرت عثمانؓ کو نیز دیگران کے ہم نوا اصحابہ کو سب و شتم و لعن طعن ہمیشہ کرتے تھے اور خیر سے ابتدا بھی انہوں نے فرمائی تھی اور دوسرے فریق نے گویا جوابی کارروائی کی تھی۔ مقاماتِ ذیل قابلِ مطالعہ ہیں۔

(۱) ــــــ تاریخ طبری، جلد سادس ذکر اجتماع الحکمین بدومۃ الجندل۔ تحت سنۃ سبع وثلاثین۔ طبع مصری قدیم۔

(۲) ــــــ تاریخ طبری، جلد سادس تحت ذکر سبب مقتل حجر بن عدی تحت سنۃ احد وخمسین۔ طبع مصری قدیم۔

(۳) ــــــ التاریخ الکبیر، جلد ثانی القسم الاول، باب حنظلہ (للبخاری) طبع حیدرآباد دکن

(۴) ــــــ کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی۔ بحث من شہد صفین مع معاویۃ (طبع حیدرآباد دکن)

اس قسم کی روایات اور بھی دستیاب ہیں لیکن مسئلہ ہذا کا توازن کرنا ہو تو اس قدر کافی ہیں۔ یہ بطور الزام ذکر کر دی گئی ہیں ورنہ مشاجراتِ صحابہؓ کے مسئلہ میں ہمارا مسلک وہی ہے جو جمہور اہل السنۃ والجماعۃ اور سلف صالحین کا ہے یعنی یہ کہ ہمارے لیے تمام صحابہ قابلِ صد احترام ہیں۔ اور ہم کسی پر زبانِ طعن دراز کرنا درست نہیں سمجھتے۔ اور ہم اس نوع کی روایات کے ذخیرہ کو صحیح نہیں قرار دیتے۔ یہ تاریخی ملغوبات کے درجہ میں ہیں جن پر کچھ اعتماد نہیں۔

رابعاً

تحریر ہے کہ مسئلہ سب وشتم کا زیر بحث آگیا تو اس ضمن میں قاعدہ کے طور پر اجمالاً اس چیز کو ذکر کر دیا جاتا ہے جو عام ناظرین کے لیے مفید ہے۔ اکابر علماء اس سے پہلے ہی واقف ہیں۔ ان کو اس کی حاجت نہیں۔

——— صحابہ کرام کا مقام واحترام ان کی صداقت، دیانت، ان کا کردار و اخلاق کتاب اللہ اور سنتِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس بنا پر ان کے حق میں اگر روایت سب وشتم لعن وغیرہ کی پائی جائے تو وہ روایت ضعیف و مجروح و بے اصل ہو گی اور قابلِ التفات نہ ہو گی۔

——— اور اگر صحیح سند کے ساتھ پائی گئی ہے تو وہاں سب وشتم کا مفہوم قابلِ تاویل ہو گا اور وہ روایت مؤوّل ہو گی اس لیے کہ سبّ وشتم کے الفاظ ہمیشہ گالی گلوچ کے معنی میں ہی مستعمل نہیں ہوتے بلکہ کئی مواقع میں تو صرف سخت گوئی، درشت کلامی اور مخاطب کی عیب چینی، ایک دوسرے کے عیوب و نقائص کی نشاندہی کرنا وغیرہ معانی میں پائے جاتے ہیں۔ اس پر چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

——— نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے دو شخصوں کو چشمہ کے پانی کو حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے قبل ہاتھ لگانے سے منع فرمایا۔ ان سے غلطی ہو گئی اور پانی کو ہاتھ لگا دیا تو فرمانِ نبوی ہُوا کہ

(۱) ——— هل مسستما من مائها شيئاً فقالا نعم فسبّهما رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وقال لهما ما شاء الله ان يقول... الخ

"یعنی کیا تم نے پانی کو ہاتھ لگایا تو انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو سخت سُست کہا اور جو اللہ نے چاہا وہ فرمایا۔"

(۱)۔ — المؤطاء لامام مالک باب الجمع بین الصلوتین فی الحضر والسفر۔

(۲) — المُصنّف لعبدالرزاق، ج ۲ ص ۵۴۶ ۔طبع بیروت۔

(۲) — حضرت عمرؓ خندق کے روز پریشانی کے عالم میں کفّار کو سب کرنے لگے۔

"۔۔۔ ان عمر بن الخطابؓ قال یوم الخندق وجعل یسبّ کفّار

قریش قال یا رسول اللہ ما کدت اصلی العصر۔۔۔ الخ"

(یعنی خندق کے روز عمر بن الخطابؓ کفّار قریش کو سخت کہنے اور بُرا کہنے لگے۔ الخ

(جامع الترمذی باب ماجاء فی الرجل تفوتہ الصلوٰۃ

بایتھن یبدأ۔ ج ۱ ص ۵۳ ۔طبع قدیم)

(۳) — بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کا ایک معاملہ میں

تنازعہ ہو گیا تو وہاں "استبّا" استبّا کے الفاظ مذکور ہوئے (یعنی ایک

دوسرے سے سخت کلام ہوئے اور درشت کلامی کی۔

(۱) — بخاری شریف، ج ۲ ص ۵۷۵ ۔کتاب المغازی۔

باب حدیث بنی نضیر ومخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الیھم ۔طبع نور محمدی دہلی۔

(۲) — بخاری شریف کتاب الاعتصام، ج ۲ ص ۱۰۸۵۔

باب مایکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین

طبع نور محمدی دہلی۔

— اور بعض روایات میں طعن و قدح کی کوئی چیز منقول پائی گئی ہے اور اس

کی اچھی تاویل یا بہتر محمل بن سکتا ہے تو بتایا جائیگا اور اگر کوئی صحیح تاویل وہاں نہ ہو سکتی

ہو تو اس روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا اور صحابہ کرام کے ادب کو ہر حال میں ملحوظ

رکھا جائے گا۔

یہ مسئلہ اپنی تفصیلات کے ساتھ مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرماویں :-

(۱)——— الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم للقاضی عیاض، ص ۵۰-۴۹-ج ۲-طبع مصر فصل ومن توقیرہ وبرہ صلی اللہ علیہ وسلم توقیر اصحابہ...الخ

(۲)——— نسیم الریاض شرح الشفاء للشہاب الخفاجی ص ۴۶۶-۴۶۷ ج ۳-تحت فصل ومن توقیرہ وبرّہ صلی اللہ علیہ وسلم توقیر اصحابہ... الخ-طبع قدیم مصری-

مختصر یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ پر طعن ہٰذا کے متعلق ہم نے چند باتیں عرض کی ہیں- ان کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خود انصاف فرماویں کہ یہ اعتراض کہاں تک صحیح ہے؟ اور بے سر و پا روایات کا سہارا لے کر عوام میں غلط تاثرات دینا کہاں تک درست ہے؟

——— ایک فریق نے دوسرے فریق پر بعض اوقات اگر نقد و تنقید کی کوئی چیز ذکر کی ہے یا اعتراض و تعریض کر بھی دی ہو (جو وقتی طور پر ہو سکتی ہے) تو اس کو دائمی سب و شتم سے تعبیر کرنا خالص "تعصّب" ہے- اور منبروں پر ہمیشہ گالی گلوچ دیئے جانے کی شکل میں اس کو ذکر کرنا ناروا جانب داری ہی نہیں بلکہ "عناد" پر دال ہے- اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ عناد اور کینہ رکھنے سے محفوظ فرمائے-

گذارش

امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے قریبی رشتہ دار تھے- دورِ عثمانی میں ایک بڑے ملک کی ذمہ داریاں ان کے سپرد رہیں- پھر ان کا اپنا دورِ خلافت آیا اس میں بھی ملّی خدمات کے کارنامے سرانجام دیئے- اور خاندان بنی ہاشم کے ساتھ عمدہ روابط

قائم رکھے۔ ان کے دور میں اسلام اور اہلِ اسلام کو بہت فروغ ہوا۔ اس چیز کا صحیح نقشہ پیش کرنے کے لیے وسیع دفتر درکار ہے تاہم اِس دور کے کچھ مختصر سے کوائف ہم نے ذکر کیے ہیں۔ اس سے امیر معاویہؓ کی شخصیت اور کردار بخوبی معلوم ہوسکتا ہے۔

معترض احباب نے اس دور کو جس شکل میں پیش کر کے ہر آئینِ اسلامی کے خاتمہ کا ذکر کیا ہے اور فتن وحوادث کا اسے گہوارہ دکھایا ہے اس کی حقیقت بھی آپ کے سامنے آگئی ہے۔ انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے۔ موازنہ کر کے آپ نتیجہ خود مرتّب کر سکتے ہیں۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کے متعلقات

(۵)

۔۔۔ معترض لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ذریعہ بھی کئی قسم کے اعتراضات وارد فرماتے ہیں۔ مثلاً ایک قدیم تجربہ کار صحابی (عمرو بن العاص) کو مصر سے بلاوجہ دُور کر کے اپنے رضاعی برادر (عبداللہ بن سعد) نوجوان کو والی وحاکم بنا دیا۔ اس نے اہلِ مصر پر کئی قسم کے مظالم کیے وغیرہ۔

ابن مطہر حلی شیعی نے لکھا ہے کہ

"۔۔۔ ولّی عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح مصر حتی تظلم منہ اھلہا ۔۔۔ الخ"

(منہاج الکرامۃ لابن مطہر الحلی الشیعی ص ۶۶ بحث عثمانی مطاعن مطبوعہ لاہور در آخر منہاج السنۃ جلد رابع)

۔۔۔ یہاں عبداللہ بن سعد کی زندگی کے چند مختصر حالات ناظرین کرام کی خدمت میں سامنے رکھے جاتے ہیں۔ ان سے ان کی اہلیت وصلاحیت کا اندازہ ہو سکے گا اور ان کی اسلامی خدمات بھی معلوم ہو سکیں گی۔ اور آخر میں بعض شبہات کا ازالہ کرنا پیشِ نظر ہے۔ وہ بھی انشاء اللہ درج ہوگا۔ اس کے ذریعہ وارد کردہ شبہات رفع ہو سکیں گے۔

۱۔ نسب و رضاع ان کا نام عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بن الحارث ہے عامری

قبیلہ سے ہیں یعنی بنو امیہ قبیلہ کے فرد نہیں ہیں۔

—— حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رضاعی برادر تھے۔

حضرت عثمانؓ نے عبداللہ مذکور کی والدہ کا دودھ پیا تھا۔

طبقات ابن سعد و اُسد الغابہ میں یہ مسئلہ درج ہے :۔

"عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح بن الحارث . . . بن عامر . . . الخ

هو اخو عثمان من الرضاعة ارضعت اُمّهٗ عثمان . . . الخ"

(۱) —— طبقات ابن سعد، ج ۷۔ص ۱۹۰-۱۹۱۔ق ۲۔
طبع لیدن تحت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔

(۲) —— اُسد الغابہ، ص ۱۷۳، ج ۳ تحت عبداللہ
بن سعد۔ طبع طہران۔

(۲) اسلام کے بعد ارتداد پھر اسلام لانا اور بیعت کرنا اور دین پر پختہ رہنا

تراجم نویس علماء نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن سعد اسلام لائے۔ کچھ مدت کے بعد شیطانی فتنوں میں گرفتار ہو کر اسلام چھوڑ بیٹھے۔ اسلام کی طرف سے ان کو گردن زدنی قرار دیا گیا۔

—— جب ۸ھ میں فتح مکہ ہوئی تو اس موقعہ پر حضرت عثمانؓ نے ان کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے معافی کی درخواست کی اور امن و امان طلب کیا۔ امان دے دی گئی اور پھر اسلام کی بیعت نبی کریمؐ سے عبداللہ نے کی۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام پر بیعت فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ:

"اسلام لانا ماقبل کی تمام چیزوں کو کاٹ دیتا اور ختم کر دیتا ہے۔"

—— اس کے بعد ان کا اسلام پختہ ہو گیا۔ دینی حالت بہتر ہو گئی پھر ان سے امرِ خیر ہی منقول ہے اور کوئی اس قسم کی چیز ان سے صادر نہیں ہوئی جس کو منکر اور برا

کیا جاسکے۔

——— اور لکھا ہے کہ عبداللہ بن سعد قبیلہ قریش کے بہت عمدہ لوگوں میں سے تھے، نہایت عاقل تھے اور شرفاء میں ان کا شمار تھا۔"

— فی نسب قریش . . . . واستامن لہٗ عثمان یوم فتح مکۃ من رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فامنہ وقد کان امر بقتلہ . . . الخ

——— فی الطبقات . . . . وکان قد اسلم قدیمًا . . . . ثم افتتن وخرج من المدینۃ الی مکۃ مرتدًا فاھدر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم دمہ یوم الفتح فجاء عثمان بن عفان الی النبی صلّی اللہ علیہ وسلم فاستأمن لہٗ فآمنہ . . . . وقال یا رسول اللہ تبایعہ فبایعہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یومئذٍ علی الاسلام وقال الاسلام یجبّ ما کان قبلہٗ۔"

——— وفی الاستیعاب . . . . . واسلم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ایام الفتح فحسن اسلامہٗ فلم یظہر منہ شیئٌ ینکر علیہ بعد ذالک ھو احد النجباء العقلاء الکرماء من قریش۔"

——— وفی المنتقیٰ (للذھبی) . . . . ثم انّہ حسن اسلامہٗ ولم یؤثر عنہ بعدھا الا الخیر۔"

(۱)——— نسب قریش للمصعب الزبیری ص ۴۳۳ تحت ولد ابی سرح۔

(۲)——— طبقات ابن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۱۹۰-۱۹۱- تحت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔

(۳)۔۔۔ الاستیعاب (معہ الاصابہ) ج ۲۔ص ۳۶۸۔
تحت عبداللہ بن سعد مذکور۔

(۴)۔۔۔ اسد الغابہ، ج ۳۔ص ۱۷۳ تحت عبداللہ...

(۵)۔۔۔ المنتقی للذہبی، ص ۴۰۳۔ طبع مصر۔

(۶)۔۔۔ جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۲۳۲۔ تحت غزوہ
فتح مکہ)

۳۔ والی و حاکم ہونا

عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کو اللہ تعالیٰ نے عمدہ سلا... بخشی ہوئی تھی۔ انتظامی معاملات میں متعدد کارکن ... اسی بنا پر حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کو اپنے عہد خلافت میں "سعید" کے علاقہ کا ... اور حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ اس کے بعد پھر حضرت عثمانؓ نے ان کو مصر کا حاکم بنایا۔ ... ابن حجرؒ نے ابن البرقونی کے حوالہ سے یہ مسئلہ بالفاظ ذیل نقل کیا ہے :۔

"...... ثنا ابو صالح من الليث قال كان ابن ابی سرح على الصعيد في زمن عمرؓ ثم ضم اليه عثمانؓ مصر كلها ... الخ"

(الاصابہ (معہ الاستیعاب) ج ۲ ص ۳۰۹
تحت عبداللہ بن سعد)

۴۔ فتوحات اسلامی میں کارنامے

وقتی مصالح کے پیش نظر جب حضرت عثمانؓ نے عبداللہ کو مصر کا حاکم مقرر ... تو انہوں نے متعدد معرکے سر کیے اور اسلام کی اشاعت کے لیے قتال کیا۔ افریقہ ... فتح توان کی نگرانی میں سب سے زیادہ مشہور رہے جو ۲۷ھ میں ہوئی تھی اور اس ... ساتھ ساتھ غزوہ اساود (ارض نوبہ میں ۳۱ھ میں) اور غزوہ السواری (بحر روم ... میں)، انہوں نے فتح حاصل کی۔ اور ان تمام وسیع علاقوں کی فتوحات عبداللہ بن ...

نگرانی اور ماتحتی میں ہوئیں۔ یہ ان کی اعلیٰ ملی خدمات ہیں جنہیں اکابرینِ اُمت بڑی
قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

— فی الاستیعاب ..... ثم ولاہ عثمان بعد ذلك مصر
"... وفتح علی یدیہ افریقیۃ سنۃ سبع وعشرین... الخ"

— وفی الاصابۃ .... ولہ مواقف محمودۃ فی الفتوح
.... وکان محمودًا فی ولایتہ وغزا ثلاث غزواتٍ افریقیۃ
وذات الصواری والاساود.... الخ"

(۱) — الاستیعاب (معہ الاصابہ)، ج ۲، ص ۳۶۸۔
تحت عبداللہ بن سعد۔

(۲) — اسد الغابہ، ج ۳۔ ص ۱۷۳۔ تحت عبداللہ مذکور

(۳) — الاصابہ (معہ الاستیعاب)، ج ۲۔ ص ۳۰۹ تحت
عبداللہ بن سعد۔

۵۔ عبداللہ کا خاتمہ بالخیر

عبداللہ بن سعد نے ایک مدت تک اسلامی ملی
خدمات سرانجام دینے کے بعد شہادتِ عثمانی کے
فتنہ کے دور میں عزلت نشینی وخلوت گزینی پسند کرلی تھی اور پیدا شدہ تنازعات سے
الگ رہنے لگے تھے بعض نے عسقلان کے مقام میں، بعض نے رملہ کے مقام میں ان کا
قیام ہونا ذکر کیا ہے۔

— آخری ایام میں بارگاہِ خداوندی میں انہوں نے دعا کی کہ "خداوندا!
میرا خاتمہ بالخیر نماز میں فرما دے"۔ دعا قبول ہوگئی۔

صبح کی نماز کے لیے وضو کیا۔ نماز میں مشغول ہوگئے۔ نماز کے آخر میں داہنی
طرف سلام پھیرا، بائیں جانب سلام کہنے لگے تو پیغامِ اجل پہنچ گیا اور دارِ آخرت

میں تشریف لے گئے (سبحان اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"...... قیل بل اذام بالرملة حتی مات فاذا من الفتنة ودعا ربه فقال اللهم اجعل خاتمة عملی صلوٰة الصبح فتوضأ ثم صلى الصبح ..... ثم سلم عن يمينه وذهب يسلم عن يساره فقبض الله روحه"

(۱) ۔۔۔ — الاستیعاب ، ج ۲ ص ۳۶۶ مع الاصابہ تحت عبداللہ بن سعد ۔

(۲) ——— اسدالغابہ ، ج ۳ ص ۱۷۴ تحت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ۔

(۳) ۔۔۔ — الاصابہ ، ج ۲ ص ۳۰۹ تحت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ۔

(۴) ——— سیرۃ الحلبیۃ (علی بن برہان الدین الحلبی ، ص ۲۶۲ ج ۳ ۔ باب ذکر المشاہیر من کتابہ صلعم ۔

چند شبہات کا ازالہ

حضرت سیدنا امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ پر معترض احباب نے گونا گوں اعتراضات وارد کیے ہیں ان میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلق بھی کئی اعتراض تجویز فرماتے ہیں ۔ اور ابن ابی سرح چونکہ حضرت عثمانؓ کے رضاعی برادر ہیں، (اگرچہ قبیلہ بنو امیہ سے نہیں) اور ان کو حضرت عثمانؓ نے مصر کا والی بنایا تھا اس وجہ سے حضرت عثمانؓ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح پر یہ مشترکہ اعتراضات ہیں ۔ یہاں ان کا ازالہ کرنا پیشِ نظر ہے ۔

(ا)

ایک تو یہ بات قابلِ اعتراض تجویز کرتے ہیں کہ عبداللہ مسلمان ہوتے۔ پھر کچھ زمانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ گردن زدنی قرار دیئے گئے تھے۔ وغیرہ۔ اس کے متعلق یہ وضاحت کی جاتی ہے (جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے) کہ ان کا اسلام لانا پھر کچھ مدت کے بعد مرتد ہونا یہ فتح مکہ سے پہلے کا زمانہ ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ نے ان کو حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ یہ مسلمان ہوتے اور تجدید بیعت کی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ ارشاد فرمایا کہ اسلام لانا سابقہ تمام خطاؤں اور غلطیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ (انّ الاسلام یجبّ ما کان قبلہ) جیسا کہ گذشتہ صفحات میں عنقریب گزرا ہے۔ اس فرمانِ نبوت کے ذریعہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ گذشتہ خطائیں چھوٹی بڑی سب معاف ہیں۔ اور ان کا اسلام منظور ہے۔

— — ایک مشہور صحابی عمرو بن العاصؓ ہیں ان کا واقعہ بھی کتب حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کرنے لگے تو اپنے ہاتھ کو بڑھانے سے روک کر عرض کی یا رسول اللہ! یہ شرط ہے کہ میری سابقہ غلطیاں معاف ہو جائیں تو اس وقت بھی فرمانِ نبوی یہی ہُوا تھا کہ اے عمرو بن العاص! تو جانتا نہیں کہ ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ (یعنی اسلام ماقبل کی چیزوں کو گرا دیتا ہے)۔

مسلم شریف جلد اوّل کتاب الایمان، ص ۷۶ (طبع نور محمدی) باب کون الاسلام یھدم ما کان قبلہ... الخ

— — اسی طرح اس دور میں کئی لوگ مرتد ہوتے تھے لیکن بعد میں مسلمان ہو کر ٹھیک ہو گئے۔ عبداللہ بن سعدؓ کی بھی یہی صورت حال ہے۔ اب ان حالات کے بعد بھی گذشتہ خطاؤں کو شمار میں لا کر گرفت کرتے رہنا اور ان کو مرتد و طرید رسولؐ کے لقب سے

یاد کرنا اسلامی طریقہ کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں وعید کے طور پر فرمان خداوندی ہے کہ:

"وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۂ حجرات)

"یعنی اور ایک دوسرے کو بُرے لقب سے نہ پکارو۔ ایمان لانے کے بعد بُرا نام گنہگاری ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔"

(۲)

——— نیز ان لوگوں کی جانب سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح وغیرہ پر یہ طعن کیا جاتا ہے کہ یہ طلقاء تھے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر انہیں معافی دے دی تھی۔ ان طلقاء کو حضرت عثمانؓ نے اُمت کا سرخیل بنا دیا تھا۔ اس وجہ سے لوگ ان کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ وغیرہ

——— اس مسئلہ کے متعلق اتنی گزارش کافی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر باب کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر جہاں اور احکامات اور فرمان صادر فرمائے تھے ان میں یہ فرمان بھی تھا کہ "یا معشر قریش! (یعنی اے قریش کی جماعت) اللہ تعالیٰ تم سے جاہلیت کا تکبر و غرور اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ فخر کرنا لے گیا ہے۔ تمام لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:-

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ... الخ

"یعنی اے لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو قبیلے اور شاخیں بنایا تاکہ تم باہم جان پہچان کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے پرہیزگار زیادہ ہے۔

پھر فرمایا :-

" یامعشر قریش! تمہارا کیا خیال ہے؟ تمہارے ساتھ میں کیا معاملہ کروں گا؟ تو لوگوں نے کہا اچھا اور بہتر معاملہ کریں گے۔ آپ خود مہربان و شریف ہیں اور مہربان و شریف کے لڑکے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سب چلے جاؤ، تم "طلقاء" ہو۔ یعنی تم سب کو معافی دے دی گئی ہے۔"

(سیرۃ ابن ہشام، ص ۴۱۲، ج ۲ تحت طواف الرسول بالبیت وکلمتہ فیہ طبع مصر)

خطبہ مذکورہ کے وقت قریش کے تمام قبائل حاضر تھے۔ تمام قوم سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا۔ کسی ایک قبیلہ کے افراد مخاطب نہ تھے۔ اور نہ ہی چند خصوصی افراد مقصود تھے۔ قریش کے متعدد قبیلے خدمتِ نبوی میں حاضر تھے۔ بنی تیم تھے۔ بنی عدی تھے۔ بنی مخزوم تھے۔ بنی خزیمہ تھے۔ بنی اسد تھے۔ بنی نوفل تھے۔ بنی زہرہ تھے۔ بنی ہاشم تھے۔ بنی عبد شمس (بنی امیہ) تھے۔ وغیرہ۔ ان تمام حاضرین کو فرمان ہوا تھا کہ "اذھبوا فانتم الطلقاء" (جاؤ، تم سب کو معافی دے دی گئی ہے) کسی خصوصی قبیلہ کے لیے یہ حکم نہیں تھا۔ یامعشر قریش، یا معشر قریش کے الفاظ عدم تخصیص پر بڑا واضح قرینہ ہے۔

اس کے بعد خاص بنوامیہ کے چند افراد (ولید بن عقبہ، امیر معاویہ، عبداللہ بن ابی سرح وغیرہ) کو طلقاء طلقاء کہہ کر عوام میں نفرت پھیلانا کون سا کارِ خیر ہے۔ پہلے تو یہ کوئی برا لفظ نہیں تھا جسے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ صرف معافی کے الفاظ ہیں۔ پھر اس لفظ کی وجہ سے صحابہ کرام کے دور میں کوئی باہمی تنفر یا حقارت نہیں قائم تھی۔ نہ ہی ایک دوسرے کے حق میں اسے بطور طعن استعمال کرتے تھے نہ ہی ان حضرات کے صاحبِ منصب ہونے پر صحابہ کرام پریشان تھے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے وہ اس طرح

کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان (طلقاء) کو اچھے اچھے منصب عطا فرمائے عہدے دیئے۔ جیسا کہ ہم نے سابقاً ذکر کر دیا ہے۔ اور خاص عبداللہ ابن ابی سرح کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "الصعید" کے علاقہ کا حاکم بنایا۔ یا دوسرے لفظوں میں طلقاء کو امت کا سرخیل بنا دیا۔ (عنقریب گذشتہ صفحات میں حوالہ دیا گیا ہے)

——— حیرت کی بات ہے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروقِ اعظم کے ادوار میں انہی طلقاء کو منصب و عہدے دیئے جائیں تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ نہ پبلک پریشان ہوتی ہے، نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی طعن ہے۔ اور اگر ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں چند عہدے مل جائیں تو یہ طلقاء مبغوض و مطعون بن جاتے ہیں۔ سارے عوام ان سے متنفر ہونے لگتے ہیں اور طلقاء کو سرخیلِ امت بنانے بنانے کا پروپیگنڈا شروع ہو جاتا ہے۔

(یا للعجب)

——— (۴) ———

——— ایک طعن یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص تجربہ کار صحابی کو مصر سے ہٹا دیا اور اپنے برادر عبداللہ بن سعد کو یہ جلیل منصب دے دیا۔ یہ متعصبانہ کاروائی تھی اور نسلی امتیازات کی بنا پر کی گئی تھی۔ پھر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے بڑی خرابیاں کر دیں۔ وغیرہ

——— اس شبہ کے ازالہ کے لیے ذیل میں چند چیزیں پیش خدمت ہیں ان پر غور فرما دیں۔ مزید کسی جواب کی حاجت نہ رہے گی۔

(۱)——— عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبیلہ (بنو امیہ) سے نہیں قبیلہ بنی عامر سے ہیں البتہ ان کے رضاعی برادر ہونے کو ہی معترضین نے جرم تجویز کر لیا ہے۔

(۲)——— عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جس سال مصر سے معزول کیا گیا اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو والی و حاکم بنایا گیا تھا۔ اسی سال (یعنی ۲۷ھ) میں جنگ افریقہ ہوئی تھی۔ عبداللہ بن سعد مذکور کی ماتحتی میں یہ تمام مہم سر کی گئی تھی۔ ان مجاہدین میں عمرو بن العاص

کے حقیقی صاحبزادے عبداللہ بن عمرو بن العاص شامل تھے۔ عبداللہ خود صحابی تھے اور دیگر صحابہ کرام مثلاً عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن الزبیر، معبد بن عباس، عبداللہ ابن عباس، ابن جعفر، حسن و حسین وغیرہمؓ کے ساتھ افریقیہ کی جنگ میں بذوق و شوق شریک ہوئے۔ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ تمام حضرات نے غنائم حاصل کیے۔ یہ سب امور عبداللہ بن سعد کی ماتحتی میں سرانجام پائے اور عبداللہ بن سعد امیر لشکر تھے۔

خلیفہ ابن خیاط نے اپنی تاریخ جلد اوّل میں لکھا ہے:۔

"وفیہا (سنۃ ۲۷ھ) عزل عثمان بن عفان عمرو بن العاص عن مصر وولاہا عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح فغزا ابن ابی سرح افریقیۃ ومعہ العبادلۃ عبد اللہ بن عمرؓ وعبد اللہ بن عمرو (بن العاص) وعبد اللہ بن الزبیر" الخ

(۱) ـــــ تاریخ خلیفہ بن خیاط، جزاوّل، ص ۱۳۴۔ تحت سنۃ ۲۷ھ۔ طبع عراق۔

اور یہ واقعہ مندرجہ ذیل مؤرخین نے بھی درج کیا ہے کہ جنگ افریقیہ میں حضرت عمرو بن العاص کے لڑکے عبداللہ شریک ہوئے اور امیر لشکر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے۔

(۲) ـــــ فتوح البلدان البلاذری، ص ۲۳۴ تحت عنوان فتح افریقیۃ۔

(۳) ـــــ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۰۳ تحت ولایۃ عبداللہ بن ابی سرح علی مصر و فتح افریقیۃ طبع جدید بیروت۔

مقصد یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاص کو مصر سے اگر ناجائز طریقہ سے

معزول کیا تھا اور یہ عزل متعصبانہ تھا تو پھر اس موقعہ پر اکابر صحابہ کرامؓ نے بر وقت کیوں یہ اعتراض نہ اٹھایا؟ اور خود عمرو بن العاصؓ کے لڑکے عبد اللہ نے یہ اعتراض نہ پیدا کیا اور نہ ہی اس عزل کو غلط محسوس کیا بلکہ انہیں چند ایام میں (جب جنگ افریقیہ پیش آئی) تو بڑی خوشی سے عبد اللہ بن سعد کے ماتحت ہو کر اس مہم میں شریک جہاد ہوئے اور ان کے ساتھ مکمل عملی تعاون کیا۔ گویا ان کے عمل نے اس اعتراض کو رفع کر دیا کہ حضرت عثمان نے عمرو بن العاص کو بے جا معزول کر دیا تھا۔ اور تعصب کی بنا پر کیا تھا۔ نیز اس چیز کو شاہ عبد العزیزؒ نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن سعد کے لشکر میں فتح افریقیہ کے موقعہ پر بہت سے صحابہ کرامؓ شامل تھے اور صحابہ کی اولاد بھی شریک تھی۔ عبد اللہ بن سعد کی سیرت اور معاملہ سے سب لوگ خوش تھے۔ کسی وجہ سے عبد اللہ کے کردار پر انہوں نے انکار نہیں کیا جو حضرات اس لشکر میں شامل تھے ان میں عقبہ بن عامر الجہنی، عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص تھے ...... "در لشکر او بسیارے از صحابہؓ و اولادِ صحابہؓ بودند۔ ہر ہمہ از سیرت او خوش ماندند و ہیچ وجہ بر اوضاعِ او انکار نہ کردند از جملہ آنہا عقبہ بن عامر جہنی و عبد الرحمٰن بن ابی بکر و عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔"

(تحفہ اثنا عشریہ، ص ۳۱۵۔ مطاعن عثمانی آخر طعن چہارم۔
طبع جدید۔ لاہور)

یہ چیز قابلِ توجہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص بنو امیہ حضرات کے خاص حمایتی اور معاون تھے۔ جیسا کہ تاریخ اس پر شاہد ہے اگر بالفرض حضرت عثمانؓ نے ان کو کسی تعصب کی بنا پر الگ کیا ہوتا اور ناجائز طور پر ان سے یہ عہدہ واپس لیا ہوتا تو حضرت عمرو بن العاص کو قلبی رنج ہونا چاہیے تھا۔ رنجیدگی کی وجہ سے بنو امیہ کے نہ صرف خلاف رہتے بلکہ ان کے مخالف گروپ کے ساتھ متعاون ہو جاتے۔ یہاں معاملہ برعکس ہے۔

تو معلوم ہُوا کہ مصر سے ان کی معزولی متعصبانہ نہ تھی اور نہ اس کا ان کو رنج تھا بلکہ یہ منصب کی تبدیلی وقتی مصالح کے تحت ہوتی تھی۔

تنبیہ :-

انہی ایام میں افریقیہ کا تمام خمس ابن ابی سرح کو دیئے جانے کا طعن مشہور ہے۔ اس کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ (باعتبار رجال کے اقربا نوازی) کے تحت پیش کیا جائیگا۔ یہ بحثیں باعتبار منصب کے اقربا نوازی کی جا رہی ہیں۔ ان کے بعد بحث رابع مذکور درج ہوگی۔ اس میں یہ مسئلہ درج کیا جائے گا۔ (بعونہ تعالیٰ)

افادہ

اس موقعہ پر اعتراض کنندہ لوگوں کی طرف سے تاریخ طبری جلد پنجم ص ۷۱ تحت ۳۵ھ سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے جس میں حضرت عثمانؓ پر سخت تنقید کی گئی ہے۔ اور کہا ہے کہ عثمانؓ کا خون گرانا حلال ہے۔ اور عبداللہ بن سعد پر گرفتیں مذکور ہیں۔ یہ تمام عیب جینی محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ کی طرف سے ذکر کی گئی ہے۔

——— روایت ہذا طویل ہے۔ اس کو نقل کرنا پھر اس کا ترجمہ دینا مزید طوالت کا موجب ہے۔ اس قدر نشاندہی جو ذکر کی ہے تعین روایت کے لیے کافی ہے۔

——— مختصراً اس پر روایۃً و درایۃً کلام عرض ہے جو منصف طبائع کے لیے کفایت کرے گا۔ اور اس سے روایت ہذا کا غیر معتبر ہونا واضح ہوسکے گا۔

باعتبار روایت کے گفتگو وہ اس طرح ہے ابن جریر طبریؒ نے محمد بن عمر (واقدی) سے اور واقدی نے معمر بن راشد سے پھر معمر نے زہریؒ سے یہ قصہ نقل کیا ہے۔

(۱) ——— محمد بن جریر طبری نے تاریخ میں سب طرح کی صحیح و سقیم ضعیف و

نوٹ: رطب و یابس موضوع بے اصل تمام قسم کی روایات جمع کردی ہیں عموماً سند لاتے ہیں کبھی نہیں لاتے۔ اپنے قول کے طور پر بات ذکر کر دیتے ہیں۔ یہ چیز اہل علم پر واضح ہے۔ کوئی مخفی امر نہیں۔ اس روایت کی مذکورہ سند ذکر کی ہے۔

(۲) ـــــ طبری نے محمد بن عمر واقدی سے یہ مال حاصل کیا ہے۔ واقدی بزرگ مشہور کذاب ہے، متروک ہے، واضع الحدیث ہے۔

(تقریب التہذیب و تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۳۶۳۔ تحت محمد بن عمر واقدی، ج ۹، ص ۲۶۶۔

ج ۹، ص ۳۶۷ تحت محمد بن عمر واقدی)

جب تک دوسرے ذریعہ سے اس کے قول کی تصدیق و توثیق نہ ہو جائے قابل تسلیم نہیں اور اس کی منفردانہ اشیاء متروک ہوتی ہیں۔ اس روایت میں جو کچھ درج ہے کسی صحیح روایت سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔

(۳) ـــــ واقدی نے معمر بن راشد سے نقل کیا اور معمر اگرچہ ثقہ آدمی ہے اور اس کے لیے مدح و توثیق بہت کچھ اہل علم نے درج کی ہے اس کے باوجود یہ بات بھی ملتی ہے کہ معمر کا ایک برادر زادہ (یا خواہر زادہ) رافضی تھا۔ معمر کے ذخیرہ روایات (یعنی کتابوں) پر اس کو قدرت حاصل ہوئی اور اس نے ان میں تصرفات کر دیئے۔ اس مسئلہ کے لیے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ فرماویں۔ اور ابن حجر کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:۔

"قال ابو حامد ابن الشرقی ھو حدیث باطل والسبب فیہ ان معمراً کان لہ ابن اخ رافضی وکان معمر یمکنہ من کتبہ فادخل علیہ ھذا الحدیث"

(۱) ـــــ میزان الاعتدال للذہبی، ج ۱، ص ۳۸، تحت

احمد بن الازہر بن منیع النیسا پوری۔

(۲)۔۔۔۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۱، ص ۱۲ تحت

احمد بن الازہر بن منیع۔

(۳)۔۔۔۔ ذیل اللآلی المصنوعۃ السیوطی۔ کتاب المناقب ص ۶۱

مطبع علوی لکھنوی قدیم طبع تحت مناقب علی بن ابی طالب

یہاں یہ بات لازماً قابلِ ذکر ہے کہ کوئی زیغ عن الحق کرنے والا دوست یہ قاعدہ نہ تصنیف فرمائے کہ پھر تو معمر کی تمام روایات مشکوک ہو گئیں نہیں یہ بات غلط ہے۔ بلکہ مذکورہ واقعہ علماء نے معمر کی ان روایات کے تحت نقل کیا ہے جو قواعد مسلّمہ کے خلاف ہیں۔ منکر اور شاذ قسم کی روایات ہیں۔ شریعت کے مسلّمہ قواعد کے مخالف نظر آتی ہیں اور ان کا کوئی صحیح محمل قائم نہیں ہو سکتا۔ معمر سے ایسی روایات کے متعلق محققین علماء نے بیشک تصریح کی ہے کہ ان میں اشتباہ و تخلیط پائی گئی ہے۔ اور ہماری زیر بحث طبری کی روایت بھی اسی نوع کی ہے۔ فلہٰذا وہ بھی قابلِ قبول نہیں۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۱۱-۱۲ تحت عنوان غریبۃ من الغرائب

وآبدۃ من الاوابد)

(۴)۔۔۔۔ پھر معمر نے اس قصہ کو زہری سے لیا ہے اور یہ تمام واقعہ زہری کا اپنا قول ہے۔ اس دور کے کسی معروف شخص کا قول نہیں۔ زہری ثقہ آدمی ہے لیکن قابلِ غور یہ بات ہے کہ ابن شہاب زہری اس وقت موجود ہی نہ تھے۔ بلکہ ان کی پیدائش ۵۸ھ میں علماء نے لکھی ہے۔ اور یہ واقعہ (جنگ افریقیہ کا قریباً ۲۷ھ میں) پیش آیا تھا۔ (جیسا کہ ابنِ خیاط کا حوالہ گزرا ہے) اور طبری نے اس کو سن ۳۳ھ کے تحت درج کیا ہے لیکن خلیفہ ابن خیاط کی تحقیق درست معلوم ہوتی ہے۔ گویا کہ قریباً قریباً اکتیس ۳۱ سال علامہ زہری بعد میں پیدا ہوئے تھے۔ پھر ان کا سنِ شعور کم از کم پندرہ سال ہی سمجھا جاتے

تو سینتالیس سال ہوتے۔ اتنی مدت کے اندر یہ روایت کہاں کہاں رہی۔ کس کس نے اسے بیان کیا۔ کس شخص نے ابن شہاب زہری کو سنائی سارے مراحل قابل تامل ہیں بلکہ کے مقابل متصل السند اور صحیح روایات جو ہیں جن میں یہ مطاعن عثمانی نہیں ہیں ان کو قبول کیا جائے گا اور اس روایت کو متروک سمجھا جائے گا۔

درایت کے اعتبار سے اس پر کلام

قابل غور چیز یہ ہے کہ اگر ان روایت کی بیان کردہ اشیاء درست فرض کر لی جائیں (کہ عثمانؓ میں فلاں فلاں عیب ہیں اس وجہ سے ان کا خون گرانا درست ہے وغیرہ) تو جنگ افریقہ کی اس مہم میں مدینہ منورہ سے اکابر صحابہ اور ہاشمی و قریشی جوانوں کی ایک بڑی جماعت مثلاً ابن عمرؓ، ابن عمروؓ بن العاص، ابن عباسؓ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ بن العوام، مسورؓ بن مخرمہ، بسرؓ بن ارطاۃ۔ سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ (بقول ابن خلدون) وغیرہ کیوں شریک جہاد ہوئے۔ ان لوگوں کو پہلے حضرت عثمانؓ پر، پھر عبداللہ بن سعد پر یہی اعتراضات کھڑے کرنے چاہیے تھے کیوں نہ اعتراض قائم کیے؟ خاموشی کے ساتھ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ماتحت ہو کر جنگی مہموں میں کیوں شامل ہو گئے؟

——— دوسری یہ چیز قابل توجہ ہے، محمد بن ابی بکر و محمد بن ابی حذیفہ دونوں چھوٹے طبقے کے لوگ ہیں بڑے بڑے اشراف و اکابر قریش تو مذکورہ مطاعن کو مدنظر نہ رکھیں اور نہ یہ عیوب پھیلائیں۔ یہ چھوٹے لوگ ان عیوب کا پرچار کریں۔ گویا ان کو یہ عیوب نظر آگئے اور اکابر کو نظر نہ آئے۔

——— اور بقول بلاذری حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اس جنگ افریقہ میں عبداللہ بن سعد کی ماتحتی میں بخوشی شریک ہوتے اور ان کے برادر محمد بن ابی بکرؓ عبداللہ بن سعد پر اور حضرت عثمانؓ دونوں پر شدت سے اس موقعہ پر طعنہ زنی کرتے ہیں

یہ دونوں بھائیوں کا عملی وقولی تضاد ہُوا۔ اس صورت میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے عملی تعاون کو مقدم رکھا جائے گا اور محمد بن ابی بکرؓ کے اختلاف کو مؤخر کر دیا جائیگا۔ اس لیے کہ عبدالرحمٰن کا مقام و مرتبہ محمد بن ابی بکرؓ سے ہر لحاظ سے فائق ہے۔

———— اس کے علاوہ ایک یہ چیز بھی سوچنے کی ہے۔ اس روایت کی رُو سے محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن ابی حذیفہ نے یہ تمام شورش جنگ کے موقعہ پر جا کر کھڑی کی ہے۔ یہاں مدینہ شریف میں یہ مسئلہ کیوں نہیں اٹھایا؟ اگر یہ مسائل صحیح تھے تو ان کو پہلے مرکز اسلام مدینہ میں لوگوں کے سامنے بات رکھنی چاہیے تھی مصر سے آگے نکل کر میدانِ جنگ میں جا کر اس کا کیا موقع تھا؟ خلاصۃ المرام یہ ہے کہ یہ روایت عقلاً بھی قابلِ تسلیم نہیں ہے، جیسا کہ نقلاً نا قابلِ قبول ہے۔

مروان ابن الحکم کے متعلقات

—(۶)—

حضرت عثمانؓ نے جن اقرباء کو حکومت کے کاموں میں شامل کیا تھا ان میں ایک مروان بن الحکم بھی ہے۔

حضرت عثمانؓ کے باقی اقارب کی طرح اس پر بھی کئی قسم کی تنقیدیں کی جاتی ہیں، مروان کی خوبیاں معدوم کر دی گئی ہیں اور خرابیاں اُجاگر کی گئی ہیں۔ حالانکہ ایک شخص میں اگر خامیاں ہوتی ہیں تو ضرور کچھ خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ تو اس اعتبار سے یہاں مروان کے جستہ جستہ حالات ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱)—— مروان کی زندگی کا وہ نقشہ جو اعتراض کنندگان نے پیش کیا ہے۔ اس میں قبائلی تعصّب اور تاریخی بے راہ روی کو بہت کچھ دخل ہے۔ انہی تاریخی مواد پر نظر کرتے ہوئے بعض عُلماء اور مصنّفین نے مروان پر تنقید کر دی ہے۔

—— آئندہ سطور میں ہم مروان کی زندگی کے چند حالات و واقعات پیش کرتے ہیں جن سے اس کی اہلیّت و صلاحیّت نمایاں ہوگی اس کا اخلاق و کردار روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگا۔ قبائلی تعصّب کا جواب بھی ساتھ ساتھ ہوگا۔ "نسلی امتیازات" بے وزن نظر آئیں گے۔ بنو ہاشم اور بنو امیّہ کے تعلقات کا بہتر پہلو بھی سامنے آسکے گا۔

(۲)—— مروان کی معصومیت کے ہم دعویدار نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ہم اس بات پر مُصر ہیں کہ مروان سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ ہو سکتا ہے اس سے بعض

خطائیں موقعہ بہ موقعہ صادر ہوئی ہوں۔ اللہ اس کو معاف فرمائیں لیکن اس کی خوبیوں کا پہلو سامنے لانا ایک علمی اور تاریخی ضرورت ہے۔ اس بنا پر ہم آئندہ سطور میں مروانی تصویر کا دوسرا رُخ عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ منصف طبائع خود بخود اصلیت سے مطلع ہو سکیں۔ اور مخالفینِ مروان نے جو مروان کا کردار بطور حقارت بیان کیا ہے اس کے ساتھ موازنہ کر سکیں۔

(۳) ـــــ قبل ازیں بحث اوّل میں مروان کے منصب وعہدہ کے متعلق مختصراً بعض اشیاء ذکر کی ہیں ان کو بھی تذکرہ مروان میں ملحوظ رکھیں۔ نیز یہ بھی عرض ہے کہ مروان کی مندرجہ اشیاء عثمانی دَور کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کئی چیزیں بعد کے دَور کی ہیں۔ گویا کہ مروان کی شخصیّت کے اعتبار سے بحث ہو رہی ہے۔

(۴) ـــــ اس بحث کے آخر میں بعض شبہات کا ازالہ بھی مناسب ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس کو حسبِ موقعہ پیشِ خدمت کیا جائے گا۔

مختصر حالات مروان کے والد کا نام الحکم بن ابی العاص بن اُمیّہ ہے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے انتقال کے وقت بعض علماء کے ہاں مروان کی عُمر پانچ سال اور بعض کے نزدیک آٹھ سال تھی۔ یہ اپنے والد کی معیت میں ان کے انتقال تک مدینہ شریف میں مقیم رہا اور الحکم بن ابی العاص کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی تھی۔

"۔ ۔ ۔ ۔ قالوا قبض رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ومروان بن الحکم ابن ثمان سنین فلم یزل مع ابیہ حتیٰ مات ابوہ الحکم بن ابی العاص فی خلافۃ عثمان بن عفان ۔ ۔ ۔ الخ

(۱) ـــــ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۴ ـ تحت مروان بن الحکم ـ طبع لیدن۔

(۲) ـــــ الاصابہ، ص ۲۵۶، ج ۳۔ معہ الاستیعاب

تحت مروان بن الحکم، فی القسم الثانی۔

"مات الحکم سنة اثنین وثلاثین فی خلافة عثمانؓ"

(۳) ـــــ الاصابہ، ج ۱، ص ۳۴۵۔ تحت الحکم بن ابی العاص

ـــــ ماہ رمضان المبارک ۶۵ھ میں ۶۳ سال کی عمر پاکر دمشق میں مروان نے اس دارِ فانی سے انتقال کیا۔

"مات فی شھر رمضان سنة خمس وستین بدمشق ... الخ

(۱) ـــــ الجمع بین رجال الصحیحین، ص ۵۰۱-۵۰۲ تحت مروان بن الحکم۔ طبع حیدر آباد دکن۔

(۲) ـــــ الاصابہ، ص ۴۵۶، ج ۳ معہ الاستیعاب تحت مروان فی القسم الثانی) طبع مصر۔

(۳) ـــــ البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۲۶۰۔ آخر ترجمۃ مروان بن الحکم۔

دامادِ عثمانؓ

حضرت عثمانؓ کے نزدیک مروانؒ عمدہ اخلاق اور بہتر کردار کا مالک تھا۔ اس لیے انہوں نے اپنے اس چچا زاد برادر کو اپنی صاحبزادی ام ابان الکبریٰ نکاح میں دی تھی۔ اس سے مروان کی اولاد ہوئی اور ام ابان الکبریٰ مروان کی زوجیت میں ہی فوت ہوئیں۔

"... وتزوجت ام ابان الکبریٰ مروان بن الحکم بن ابی العاص فولدت له وتوفیت عنده زوجة ایاھا عثمان"

(نسب قریش، ص ۱۱۲۔ تحت اولادِ عثمانؓ)

ـــــ اس کے بعد مرتضوی خاندان اور مروان کے قبیلہ کے مابین چند رشتے ذکر

کیے جاتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرماویں۔

حضرت علیؓ کی اولاد اور مروان کے خاندان کے باہمی رشتے

(۱)۔۔۔ علماء انساب نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی رملہ مروان بن الحکم کے لڑکے معاویہ کے نکاح میں تھی۔ رملہ کا نکاح اس سے قبل ابوالہیاج عبداللہ بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کے ساتھ تھا۔ اس کی رملہ سے اولاد بھی ہوئی لیکن یہ اولاد فوت ہوکر ختم ہوگئی۔ اس کے بعد رملہ کا نکاح مروان کے لڑکے معاویہ کے ساتھ ہوا۔

اول (۱)۔۔۔ وکانت رملة بنت علی عند ابی الہیاج واسمه عبداللہ بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب ولدت له وقد انقرض ولد ابی سفیان بن الحارث ثم خلف علیہا معاویة بن مروان بن الحکم بن ابی العاصی۔

(کتاب نسب قریش، ص ۴۵ تحت ولد علی بن ابی طالب)

(۲)۔۔۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ومعاویة ۔۔۔ شقیق عبدالملک ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ وتزوج رملة بنت علی بن ابی طالب بعد ابی الهیاج عبداللہ بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب۔

(جمہرۃ انساب العرب لابن حزم، ص ۸۷ تحت اولاد الحکم بن ابی العاصی وولد مروان ابنہ)

دوم (۲)۔۔۔ دوسرا رشتہ علماء انساب نے اس طرح لکھا ہے کہ حضرت امام حسنؓ کے لڑکے حسن مثنیٰ کی لڑکی زینب مروان کے پوتے ولید بن عبدالملک کے نکاح میں تھی جبکہ وہ خلیفہ تھا اور یہ زینب وہ ہیں کہ جن کی ماں حضرت فاطمہ بنت حسین بن علیؓ بن ابی طالب ہیں۔

مصعب بن عبداللہ الزبیری نے حسن مثنیٰؒ کی اولاد کے تحت یہ رشتہ درج کیا ہے۔

"وکانت زینب بنت حسن بن حسنؓ بن علیؓ عند الولید بن عبدالملک بن مروان وھو خلیفۃ"

(کتاب نسب قریش لمصعب زبیری، ص ۵۲۔ تحت اولاد حسن مثنیٰؒ)

اور ابن حزم نے جمہرۃ الانساب میں مروان بن الحکم کی اولاد کی تفصیل کے تحت رشتہ مذکورہ بالا ذکر کیا ہے۔

"۔ ۔ ۔ وولد معاویۃ بن مروان بن عبدالملک الولید بن معاویۃ امہ زینب بنت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب"

(جمہرۃ انساب العرب لابن حزم الاندلسی، ص ۱۰۸ تحت اولاد مروان بن الحکم)

فائدہ:- ناظرین کرام پر واضح رہے کہ معاویہ بن مروان کے نکاح میں رملہ بنت علیؓ پہلے تھی اور زینب بنت حسن مثنیٰؒ اس کے نکاح میں اس کے بعد آئی تھیں (ان ہر دو کے نکاح کا زمانہ الگ الگ ہے) اور زینب بنت حسن مثنیٰؒ کے یکے بعد دیگرے دو خاوند تھے۔ ایک معاویہ بن مروان تھا۔ اس کے بعد مروان کا پوتا ولید بن عبدالملک بن مروان تھا۔ یہ تصریح معلوم نہیں ہو سکی کہ پہلے کس کے نکاح میں تھی اور بعد میں کس کے نکاح میں آئی۔ چچا اور بھتیجے کے نکاح میں یکے بعد دیگرے ایک عورت کا منکوحہ ہونا کوئی عیب نہیں۔

سوم (۳)۔۔۔۔ اور اس خاندان کا تیسرا رشتہ اس فن کے علماء نے اس طرح

لکھا ہے کہ :-

"حضرت سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ کے لڑکے زید بن حسن کی لڑکی نفیسہ کا نکاح مروان کے پوتے ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔

"...... و نفيسة بنت زيد تزوجها وليد بن عبد الملك بن مروان فتوفيت عنده وامها لبابة بنت عبد الله بن عباس بن عبد المطلب بن هاشم"

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۳۴ - تحت زید بن حسن بن علی بن ابی طالب)

"...... وكان لزيد ابنة اسمها نفيسة خرجت الى الوليد بن عبد الملك بن مروان فولدت منه -

" وقد قيل انما خرجت الى عبد الملك بن مروان انها ماتت حاملاً منه (الاصح الاول) وكان زيد يفد على الوليد بن عبد الملك ويقعد على سريره ويكرمه لمكان ابنته"

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب از سید جمال الدین ابن عنبۃ الشیعی، ص ۷۰ المقصد الاول تحت عقب زید بن حسن)

تنبیہ: بعض علماء نے کہا ہے کہ نفیسہ کا نکاح عبدالملک سے ہوا لیکن یہ صحیح نہیں۔ بلکہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے ساتھ نکاح ہونا صحیح ہے۔ اور لفظ "خرجت" کی تعبیر شیعہ علماء کی طرف سے ہے۔ ہمارے علماء نے اس طرح نہیں ذکر کیا۔ فافہم۔

چہارم (۴) ——— اور چوتھا رشتہ اس طرح منقول ہے کہ مروان بن الحکم کے حقیقی بھائی

الحارث بن الحکم کے پوتے (مسمّٰی اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث) کے نکاح میں حضرت امام حسن بن علی المرتضیٰ کی پوتی مسماۃ خدیجہ بنت حسین بن حسن بن علی بن ابی طالب تھی۔ اس سے اسماعیل مذکور کی اولاد (مسلمہ۔ اسحاق۔ حسین۔ محمد وغیرہ) بھی ہوئی۔ اور خدیجہ کو بعض علماء ام کلثوم کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔

"...... فولد اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث مسلمۃ واسحٰق ومروان وحسیناً ومحمداً امھم ام کلثوم بنت الحسین بن الحسن بن علی بن ابی طالب"

(۱) ـــــ کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۷۱ تحت الحارث بن الحکم۔

(۲) ـــــ کتاب نسب قریش، ص ۵۱ تحت حسن بن علی بن ابی طالب۔

"..... وولد اسمٰعیل بن عبد الملک بن الحارث بن الحکم المذکور محمد الاکبر والحسین واسحاق ومسلمۃ امھم خدیجۃ بنت الحسین بن حسن بن علی بن ابی طالب"

(جمہرۃ انساب العرب لابن حزم، ص ۱۰۹۔ تحت اولاد محمد بن مروان بن الحکم)

پنجم (۵) اور پانچواں رشتہ علامہ ابن حزمؒ نے اسی مقام میں یہ ذکر کیا ہے کہ خدیجہ مذکورہ کے بعد خدیجہ کی چچا زاد بہن مسماۃ حمادہ (بنت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب) اسمٰعیل مذکور کے نکاح میں آئی اور اس سے (محمد الاصغر۔ الولید۔ یزید وغیرہ) اسمٰعیل کی اولاد ہوئی۔

"..... وولد اسمٰعیل بن عبد الملک بن الحارث بن الحکم

۔۔۔۔۔ محمد الاصغر والولید ویزید امهم حمادة بنت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب خلف علیها بعد بنت عمها المذکورۃ۔"

(جمہرۃ انساب العرب، ص ۱۰۹ تحت ولد محمد بن مروان بن الحکم)

مندرجہ بالا عنوان کے تحت متعدد رشتہ داریاں ان ہر دو خاندانوں کی ذکر کردی گئی ہیں۔ یہ "نسبی تعلقات" دونوں قبائل کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کے لیے عمدہ آثار ہیں جو ہمیشہ کے لیے تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں اور عمدہ شہادتیں ہیں جن کی تکذیب کرنا مشکل ہے۔

اب اگر وقتی طور پر گاہے گاہے ان خاندانوں کے درمیان کوئی تنازعہ یا مناقشہ پیش آیا ہے تو اس کا وقوع ایک وقتی مسئلہ کی حیثیت میں متصوّر ہوگا جیسے وقتی مسائل سامنے آتے ہیں اور رفع دفع ہو جایا کرتے ہیں اور ان کو اپنی حدود میں ختم کر دیا جاتا ہے۔ ۔۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے تنازعات عموماً وقتی ہوا کرتے ہیں اور رشتہ داری کا تعلق دائمی ہوتا ہے اور پشتہا پشت تک جاری رہتا ہے۔

نیز تاریخی مواد میں جو ان خاندانوں کے درمیان اختلافات کی داستانیں ذکر کی جاتی ہیں ان میں اصلیت کم ہوتی ہے اور افراط و تفریط کو زیادہ دخل ہوتا ہے۔ ان تاریخی چیزوں کو مبنی بر حقیقت قرار دینا کسی طرح صحیح نہیں ہوتا۔

۔۔۔۔۔ یہ تمام رشتے حضرت علی المرتضیٰؓ کی اولاد شریف نے مروان کے خاندان کو بخوشی دیئے اور برضا مندی یہ نسبی تعلق قائم کیے۔ یہ تاریخی حقائق ہیں ان کے ذریعہ یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مرتضیٰؓ کا خاندان مروان کے خاندان کو برا نہیں جانتے بلکہ اچھا سمجھتے تھے اسی بنا پر یہ نسبی تعلقات باہمی قائم کیے

نیز واضح ہوا کہ مروان بن حکم کے حق میں قباحتوں کی داستانیں صحیح نہیں ہیں۔ جس طرح بعد والے لوگوں نے پیش کی ہیں۔ اس لیے کہ مروان کے خاندان کے ساتھ رشتے قائم کرنے والے ہاشمی حضرات اس دور کے قریب تر لوگ ہیں ان پر یہ تمام "مروانی کارستانیاں" آشکارا ہونی چاہییے اور ان کے سامنے مروانی کردار واضح ہونا چاہییے تھا۔

باایں ہمہ اگر ہاشمی بزرگ یہ دائمی نسبتیں اس قبیلہ کے ساتھ قائم کرتے ہیں تو ان حضرات نے خاندانی تعامل اور "عملی تعاون" کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا کہ مروان اور اس کا خاندان اس طرح قابلِ نفرت اور لائق مذمت نہیں ہے جس طرح روایات کے راویوں نے قوم میں نشر کر دیا ہے۔

علمی قابلیّت اور ثقاہت

مروانؓ کے علمی مقام اور قابلیّت کے متعلق ہماری دینی کتب میں بہت کچھ مواد موجود ہے۔ چند ایک چیزیں اس مضمون کے متعلق ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

—— مروان ابن الحکم کی علمی توثیق اس قدر مسلّم ہے کہ یہ اکابر صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ، عبد الرحمٰنؓ بن الاسودؓ وغیرہم سے روایاتِ حدیث اور مسائلِ شرعی نقل کرتا ہے۔ اور مروان سے بعض صحابہ کرامؓ اور اکابر تابعین مثلاً سہل بن سعد (الصحابی) علی بن الحسین (التابعی)، عروہ بن الزبیر (التابعی)، سعید بن المسیّب و مجاہد وغیرہم روایت حاصل کرتے ہیں۔

"روی مروان عن عمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم وروی عنہ (مروان) سہل بن سعد، علی بن الحسین وعروۃ بن الزبیر وابوبکر بن عبد الرحمٰن"۔ (۱)

(۱) —— کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی

ج ۴ - ق ا، ص ۲۷۱ تحت مروان بن الحکم - طبع دکن۔

(۲) ـــ الجمع بین رجال الصحیحین، ص ۵۰۱ - ۵۰۲ تحت مروان بن الحکم بن ابی العاص طبع دکن۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ مروان بن الحکم کا مقام حدیث میں مستند و معتبر ہے۔ یہ فن حدیث میں متہم نہیں۔ اس کی روایت پر اکابر محدثین اور کبار فقہائے امت نے اعتماد کیا ہے۔ اور اس کی مرویات کو اپنی اسانید کے ساتھ کتابوں میں نقل کیا ہے مروان کی چند ایک مرویات بطور نمونہ ذکر کی جاتی ہیں۔

ـــ عُروہ بن الزبیر کہتے ہیں کہ حدیث کے باب میں مروان متہم نہیں۔

ـــ سہل بن سعد صحابی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے صدق پر اعتماد کر کے اس سے روایت نقل کی ہے۔

ـــ امام مالکؒ نے مروان کی حدیث اور اس کی مجتہدانہ رائے پر پورا اعتماد کیا اور اپنے "مؤطا" میں مروان سے متعدد شرعی مسائل نقل کیے اور مسلم کے علاوہ باقی محدثین نے مروان کی روایات پر اعتماد کیا ہے۔

ـــ قال عروۃ بن الزبیر کان مروان لا یتہم فی الحدیث "

ـــ وقد روی عنہ سہل بن سعد الساعدی الصحابی اعتماداً علی صدقہ ....."

ـــ وقد اعتمد مالک علی حدیثہ ورأیہ والباقون سوی مسلم الخ

(ہدی الساری مقدمہ فتح الباری لابن حجرؒ ج ۲ - ص ۱۶۴ تحت حرف المیم - طبع مصر -)

مؤطا امام مالکؒ | امام مالکؒ نے اپنی مشہور تصنیف مؤطا کے متعدد مقامات میں مروان بن الحکم سے شرعی مسائل باسند نقل کیے ہیں اور

اس پر پوری طرح اعتماد کیا ہے۔ مثال کے طور پر چند مقام ذکر کیے جاتے ہیں :۔

(۱)—— المؤطا لامام مالکؒ، ص ۱۴ ۔ طبع مجتبائی دہلی تحت الوضوء من مس الفرج ۔

(۲)—— المؤطا لامام مالکؒ، ص ۸۷ ۔ طبع مجتبائی دہلی ۔ کتاب الصیام، باب ماجاء فی صیام الذی یصبح جنباً ۔

(۳)—— المؤطا لامام مالکؒ، ص ۳۰۴ ۔ طبع مجتبائی دہلی۔ جامع ماجاء فی الیمین علی المنبر ۔

(۴)—— المؤطا لامام مالکؒ، ص ۳۴۲ ۔ طبع مجتبائی دہلی تحت القصاص فی القتل ۔

(۵)—— المؤطا لامام مالکؒ، ص ۳۵۶ ۔ کتاب السرقہ باب مالا قطع فیہ ۔ طبع دہلی ۔

مؤطا امام محمدؒ

اسی طرح امام محمد بن حسن الشیبانیؒ نے بھی اپنی کتاب "مؤطا" میں مروان بن الحکم سے متعدد دینی مسائل باسند نقل کیے ہیں اور پورے وثوق کے ساتھ انہیں درج کیا ہے ۔ ذیل میں ابواب کے ذریعہ نشاندہی کر دی ہے ۔ تمام عبارت نقل کرنے میں تطویل تھی ۔ اس لیے یہ صورت اختیار کی ہے ۔ اہلِ علم رجوع فرما کر تسلی فرما سکتے ہیں ۔

(۱)—— موطاء امام محمد بن حسن شیبانیؒ، ص ۱۸۷ ، مطبوعہ مصطفائی لکھنؤ ۔ باب الرجل یطلع لہ الفجر فی رمضان وھو جنب ۔

(۲)—— مؤطاء امام محمد بن حسن شیبانی، ص ۲۹۰ ۔ باب دیۃ الاسنان

(۳) ـــــ مؤطاء امام محمد، ص ۲۹۹۔ کتاب الحدود۔ باب من سرق ثمراً او غیر ذالک مما لم یحرز۔

(۴) ـــــ مؤطاء امام محمد، ص ۳۰۳۔ باب المختلس کتاب الحدود۔

(۵) ـــــ مؤطا امام محمد، ص ۳۴۷۔ کتاب البیوع۔ باب الہبۃ والصدقۃ۔ مطبوعہ مصطفائی لکھنؤ۔

مصنّف عبدالرزاق

مشہور محدّث عبدالرزاق نے اپنی تصنیف "المصنّف" میں مروان کے ذریعہ اپنی سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کا ایک فرمان نقل کیا ہے۔ جو بحث ایلاء کے متعلق ہے۔

"..... مروان نے کہا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایلاء کے چار ماہ جب گزر جائیں تو ایلاء کنندہ شخص کو محبوس کر کے مجبور کیا جائے گا۔ یا تو اس عورت کے حق میں (قسم سے) رجوع کرے، یا پھر طلاق دے دے۔"

یہ روایت کرنے کے بعد مروان نے کہا کہ اگر اس نوعیت کا تنازعہ میرے سامنے آئے گا تو علیؓ المرتضیٰ کے فرمان کے مطابق میں فیصلہ کروں گا۔"

ـــــ عن عبدالرزاق عن الثوری عن لیث عن مجاھد عن مروان عن علیؓ قال اذا مضت الاربعۃ فانہ یحبس حتی یفیٔ او یطلق۔ قال مروان ولو ولیت ھذا القضیۃ فیہ بقضا علیؓ۔ (۱)

(۱) ـــــ المصنّف لعبد الرزاق، ج ۶، ص ۴۵۷ طبع اوّل مجلس علمی باب انقضاء الاربعۃ (بحث ایلاء) طبع بیروت۔

---- اور المصنف لابن ابی شیبہ، جلد خامس میں مروان کا یہ قول بہ الفاظ ذیل منقول ہے:-

"۔۔۔۔ قال مروان ولو ولیت لفعلت مثل ما یفعل"۔

(المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۵، ص ۱۳۱ طبع حیدرآباد دکن تحت فی المولی یوقف۔ ابحاث ایلاء۔

مُسند امام احمدؒ امام احمدؒ نے مُسند امام احمدؒ، جلد رابع میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ اس میں المسور بن المخرمۃ الزہری اور مروان بن حکم کی مرویات کو ملا کر درج کیا ہے۔ اور مسور بن المخرمہ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ ص ۳۲۳، ج ۴ سے لے کر ص ۳۳۱ تک ان دونوں حضرات کی بہت سی روایات مُسند احمد میں مدوّن ہیں اور عنوان ان الفاظ کے ساتھ قائم کیا ہے کہ

---- "حدیث المسور بن مخرمۃ الزہری و مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما"۔

---- اور مسند احمد جلد خامس میں زید بن ثابتؓ کی روایات کے تحت بھی مروان کی روایت نقل کی ہے۔

"۔۔۔۔ عروۃ بن الزبیر انّ مروان اخبرہٗ قال قال لی زید بن ثابت مالك تقرأ فی المغرب بقصار المفصّل ۔۔۔ الخ

(مُسند احمد، ج ۵، ص ۱۸۹ معہ منتخب کنز العمّال تحت زید بن ثابت) طبع مصر، قدیم طبع۔

---- اسی طرح مُسند ہٰذا کے متعدد مقامات میں مروان کی مرویات دستیاب ہوتی ہیں یہ نشان دہی بطور نمونہ پیش کر دی گئی ہے۔

بخاری شریف امام بخاریؒ نے مروان بن الحکم کی روایات صحیح بخاری میں ذکر کی ہیں۔ ایک مقام میں المسور بن مخرمہ اور مروان دونوں

کی روایت کتاب الوکالۃ میں ذکر کی ہے۔

"۔۔۔۔۔عن ابن شہاب قال وزعم عروۃ ان مروان بن الحکم والمسور بن المخرمۃ اخبرا ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام حین جاءہ وفد ھوازن مسلمین ۔۔۔ الخ"

(بخاری شریف، ج ا، ص ۳۰۹۔ کتاب الوکالۃ، باب اذا وہب شیئاً لوکیل ۔۔۔ الخ۔ طبع نور محمدی۔ دہلی۔

اسی طرح مروان سے سہل بن سعد الساعدی (صحابی) و دیگر تابعین نے روایت حاصل کی ہے وہ بھی بخاری میں ہے۔ اس چیز کی تائید و تصدیق حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری میں ان الفاظ سے کی ہے کہ لمروان بن الحکم الاموی حدیثان۔ الخ یعنی بخاری میں مروان کی دو عدد حدیثیں منقول ہیں۔

(ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۱۹۲۔ ج ۲۔ تحت ذکر عدۃ ما لکل صحابی فی صحیح البخاری موصولاً و معلقاً ۔۔۔ الخ)۔

اور ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:۔

"۔۔۔۔ فانما حمل عنہ سہل بن سعد وعروۃ بن الزبیر وعلی بن الحسین وابوبکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث وھؤلاء اخرج البخاری احادیثہم عنہ فی صحیحہ ۔۔۔۔ الخ۔"

(ہدی الساری، ج ۲، ص ۱۶۴۔ تحت حرف المیم۔ طبع مصر)۔

اس مقام میں حافظ ابن حجرؒ نے وضاحت کر دی کہ مروان بن حکم سے

سے روایت حاصل کرنے والے بعض صحابہ کرامؓ کے علاوہ بڑے بڑے اکابر تابعین مثلاً عروہ بن زبیر اور امام زین العابدینؒ (علی بن الحسین) وغیرہ بھی ہیں جنہوں نے مروان پر دینی و علمی اعتماد کرتے ہوئے روایت حاصل کی ہے اور شرعی مسائل ان سے نقل کیے ہیں اور امام بخاریؒ نے ان چیزوں کو صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے۔

(فائدہ)

اہل علم کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ کبیر جلد رابع القسم الاول، ص ۳۶۸ میں مختصر سا تذکرہ کیا ہے لیکن ناقدانہ کوئی چیز مروان کے حق میں نہیں ذکر کی اور اسی طرح ابن ابی حاتم رازی نے کتاب الجرح والتعدیل جلد رابع القسم الاول، ص ۲۷۱ میں مروان کا تذکرہ مختصر ذکر کیا ہے کہ فلاں صحابی اور فلاں تابعی نے مروان سے روایت حاصل کی، لیکن مروان پر نقد کا لفظ نہیں لکھا۔ صرف ثقاہت درج کی ہے۔

اہل علم حضرات کو معلوم ہے کہ مذکورہ دونوں کتابیں تراجم و رجال کی کتب کے لیے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ کتابیں مروان کی تنقیدات سے خاموش ہیں۔ وہ نقد نہیں ذکر کرتیں جو بعد کے لوگوں نے تاریخی ذخائر سے متاثر ہو کر ذکر کر دیئے ہیں۔

مروان کا دینی و علمی مقام اور فقہاء میں شمار

علامہ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں مروان کے ترجمہ کے تحت مروان کی اعلیٰ صلاحیتوں اور خوبیوں کو ذکر کیا ہے۔ وہاں حضرت معاویہؓ کا قول مروان کے حق میں نقل کیا ہے جس سے مروان کی علمی اور دینی قابلیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۱) ـــــ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ مروان بن الحکم اللہ کی کتاب کا قاری ہے۔ اللہ کے دین کا فقیہ ہے۔ اللہ کے حدود قائم کرنے میں مضبوط ہے۔

"فقال اما القاری لکتاب اللہ الفقیہ فی دین اللہ الشدید فی حدود اللہ مروان بن الحکم۔

(البدایہ، ج ۸، ص ۲۵۷ تحت ترجمہ مروان بن الحکم)

(۲) ـــــ اس کے بعد مروان کے عہدہ قضاء کا بیان درج ہے اور امام احمد سے منقول ہے کہ (امیر معاویہؓ کے دور میں بعض دفعہ) مروان منصبِ قضاء پر بھی فائز تھا۔ اور امیر المومنین عمرؓ کے فیصلہ شدہ قضایا کی روشنی میں اپنے مقدمات کا فیصلہ صادر کرتا تھا۔

"عن الامام احمد قال یقال کان عند مروان قضاء وکان یتبع قضایا عمر بن الخطاب۔"

(البدایہ، ج ۸، ص ۲۵۸ تحت ترجمہ مروان)

(۳) ـــــ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں مروان کی علمی لیاقت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ "مروان اپنے دور کے فقہاء میں شمار کیا جاتا تھا"... وکان یُعَدُّ فی الفقہاء... الخ

(الاصابہ معہ الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۵۵ تحت مروان بن الحکم فی القسم الثانی)

(۴) ـــــ علامہ ابن تیمیہؒ نے مروان کا علمی و فقہی مقام ان الفاظ کے ساتھ درج کیا ہے۔

"... اخرج اھل الصحاح عدۃ احادیث عن مروان ولہ قول مع اھل الفتیا.... الخ

(منہاج السنہ، ج ۳ ص ۱۸۹)

یعنی صحاح کے محدثین نے متعدد احادیث مروان سے تخریج کی ہیں اور اہل فتاویٰ میں مروان کا قول لیا جاتا ہے۔

(۵) ـــــ مذکورہ چند ایک چیزیں مروان کی علمی ثقاہت کی ذکر کی ہیں۔ اب ہم آخر میں قاضی ابوبکر بن العربی المتوفی ۵۴۳ھ کا قول مروان کے حق میں درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام مروان کے علمی مقام کا اندازہ کر سکیں۔ فرماتے ہیں کہ

ـــــ مروان صحابہ کرامؓ اور تابعین اور فقہائے مسلمین کے نزدیک عادل اور ثقہ آدمی ہے ....."

ـــــ بہرحال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سہل بن سعد انصاری نے مروان سے روایت نقل کی ہے۔ مروان تابعی ہے اور وہ اپنے ہمعصروں سے ایک قول کے اعتبار سے صحابی ہونے کے شرف میں فضیلت حاصل کر چکا ہے۔

ـــــ فقہائے زمانہ کے ہاں اس کی عظمت اور اعتبارِ خلافت مسلّم ہے۔ وہ اس کے فتوے کی طرف التفات کرتے ہیں اور اس کی روایت کو تسلیم کرتے ہیں۔

ـــــ بے وزن مؤرخین اور بے وقعت ادیب اپنے اپنے مقام کے مطابق مروان پر ناقدانہ کلام کرتے ہیں۔

۱ ـــــ ..... مروانُ رجلٌ عدلٌ من کبار الامۃ عند الصحابۃ والتابعین وفقہاء المسلمین۔

۲ ـــــ اما الصحابۃ فان سہل بن سعد الساعدی روی عنہ۔

۳ ـــــ واما التابعون فاصحابہ فی السن وان جازھم باسم الصحبۃ فی احد القولین۔

۴ ـــــ واما فقہاء الامصار فکلھم علی تعظیمہ واعتبار خلافتہ والتلفت الی فتواہ والانقیاد الی روایتہ۔

۵ ـــــ واما السفهاء من المؤرخين والادباء فيتولون على اقدارهم۔

(العواصم من القواصم للقاضی ابی بکر بن العربی

ص ۸۹-۹۰ بحث مطاعن عثمانی ﷺ)

ـــــ خلاصہ یہ ہے کہ مروان کی علمی ثقاہت وقابلیت اُمت کے اکابرین کے نزدیک مستند ہے اور اکابر محدثین وفقہاء نے مروان سے دینی مسائل نقل کیے ہیں اور ان پر صحیح اعتماد کیا ہے۔ اور ہم نے اس چیز کو بطور مُشتے نمونہ از خروارے پیش کر دیا ہے۔ اب اگر بعض مؤرخین مروان کے حق میں تاریخی رطب و یابس مواد کی بنا پر نقد و تنقید کریں تو وہ قابلِ توجہ نہ ہوگی۔ اور ظاہر بات ہے کہ اکابر محدثین و فقہاء کی تصریحات کے مقابلہ میں تاریخی ملغوبات کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔

دینی مسائل میں صحابہ کرام سے مشورہ

مروان کے تذکرہ نویس علماء نے یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ مروان اپنی ولایت و نیابت کے دوران مدینہ طیبہ میں جب کسی دینی مسئلہ میں مشورہ کی ضرورت پیش آتی تو اس وقت موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے مشورہ لیتا تھا۔ پھر جو چیز مشورہ سے طے ہو جاتی اس پر عملدرآمد کرتا تھا۔ مثلاً مدینہ شریف میں اس دور میں غلہ ناپ کرنے کا صاع ایک پیمانہ تھا اور معاشرہ میں چھوٹے بڑے کئی قسم کے صاع مروج تھے۔ ان کے متعلق مشورہ سے ایک پیمانہ صاع مقرر کر کے مروان نے مروج کیا۔ لوگ اسے مروان کا صاع کہتے تھے۔

ـــــ اہلِ علم اس مسئلہ کو عبارتِ ذیل میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ابن سعد فرماتے ہیں:

"...... وکان مروان فی ولایتہ علی المدینۃ یجمع اصحاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستشیرھم ویعمل بما یجمعون لہ علیہ ۔۔۔ الخ ۔

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۰ ۔ آخر تذکرہ مروان بن الحکم ۔ طبع لیدن)

——— اور ابن کثیر لکھتے ہیں کہ :-

"قالوا ولما کان نائبًا بالمدینۃ کان اذا وقعت معضلۃ جمع من عندہ من الصحابۃ فی ستشارھم فیہا قالوا وھو الذی جمع الصیعان فاخذ باعدلہا فنسب الیہ الصاع فقیل صاع مروان ۔"

(البدایہ، ص ۲۵۸ ۔ ج ۸ ۔ تحت مروان)

مروان کا محتاط رویہ

علمائے انساب نے مروان بن الحکم کے متعلق احتیاط کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے :-

"عنبسہ بن سعید کہتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ مروان بن الحکم کو اس زمانہ میں دعوت دی جبکہ وہ حاکم وقت تھا۔ میں نے اپنے مکان کو خوب آراستہ پیراستہ کیا ۔ بہترین قسم کے پردے لگائے، عمدہ قسم کے فرش بچھائے، ملبوسات فاخرہ کا اظہار کیا اور پر تکلف کھانے تیار کیے اس دعوت میں مروان اور اس کے دونوں بیٹے عبدالملک اور عبدالعزیز شریک ہوئے ۔ جب کھانا پیش کیا گیا تو مروان نے کھانے میں ہاتھ ڈالا اور اپنے مُنہ کی طرف لقمہ لے جانے سے قبل دریافت کیا ۔ اے عنبسہ! تجھ پر کوئی قرض ہے؟ میں نے جواب دیا، ہاں میں مقروض ہوں ۔ مروان نے کہا کتنا قرض ہے؟ میں نے جواب دیا :-

ستر ہزار درہم ۔ مروان نے یہ سُن کر کھانے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ کھانے سے ہاتھ اٹھا لو ۔ اَے عنبسہ! تیرے گھر سے کھانا تناول کرنا ہمارے لیے ناجائز ہے ۔ تو ان سب چیزوں اور فضولیات کو اپنے قرض میں لگا دیتا تو بہتر ہوتا پھر مروان کھڑا ہو گیا اور طعام سے اجتناب کیا اور کچھ نہ تناول کیا ۔۔۔ الخ

"۔۔۔ فقال یا عنبسۃ! ھل علیك من دین؟ قلت نعم ان علیّ لدیناً قال وکم؟ قلت سبعون الف درھم فقبض یدہ ورفع من طعامی وقال لابنیہ ارفعا یدیکما حرم علینا طعامك ماکنت تقدر ان تجعل بعض ھٰذہ الفضول التی اریٰ فی دینك؟ فھو کان اولیٰ بہ ثم قام ولم یأکل من طعامی شیئاً "

(کتاب نسب قریش، صفحہ ۱۸۰-۱۸۱ لمصعب ابن عبداللہ الزبیری تحت اولاد سعید بن العاص)

جنگی معاونت اور انتظامی صلاحیت

قبل ازیں بحث اول میں ہم اس واقعہ کو ذکر کر چکے ہیں کہ بلاذریؒ نے فتوح البلدان میں ذکر کیا ہے کہ جس وقت غزوہ افریقیہ پیش آیا تو حضرت عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی امداد کے لیے ۲۷ھ یا ۲۸ھ میں ایک لشکر عظیم مدینہ شریف سے روانہ کیا ۔ اس لشکر میں بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و دیگر اکابرین شریک ہوئے ۔ ان میں مروان بن الحکم، حارث بن الحکم، معبد بن عباس بن عبدالمطلب وغیرہ حضرات شامل تھے ۔

"۔۔۔۔۔۔ وامدّہ (عثمان) بجیش عظیم فیہ معبد بن العباس بن عبدالمطلب ومروان بن الحکم والحارث بن الحکم اخوہ و

عبداللہ بن الزبیر ۔۔ الخ"

(فتوح البلدان بلاذری، ص ۲۳۴ تحت عنوان فتح افریقیۃ)

——— اور مروان بن الحکم انتظامی صلاحیت کے حامل تھے۔ اسی بنا پر حضرت عثمانؓ کی جانب سے ان کو بحرین کے علاقہ کا والی اور حاکم بنایا گیا۔ خلیفہ بن خیاط نے اس مسئلہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے اور قبل ازیں بحث اوّل میں ہم اس کو نقل کر چکے ہیں۔

"۔۔۔۔ البحرین ۔۔۔۔ ومن ولاتہ علیہا مروان بن الحکم"

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، جزاوّل ص ۱۵۹ تحت عنوان تسمیۃ عمّال عثمانؓ ۔ البحرین)

صحابہؓ نے مروان کی نیابت کی !

حدیث اور تاریخ کی کتب میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ مروان اپنی ولایت کے دوران بعض اوقات حضرت ابوہریرہؓ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کیا کرتا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ جب فرضی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے تھے۔

"۔۔۔۔ ان اباھریرۃؓ کان حین یستخلفہ مروان علی المدینۃ اذا قام للصلوٰۃ المکتوبۃ کبر"

۱ —— (مسلم شریف، ج ۱، ص ۱۶۹۔ باب اثبات التکبیر فی کل رفع وخفض فی الصلوٰۃ) طبع نور محمدی دہلی۔

حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں یہی واقعہ بعبارتِ ذیل درج کیا ہے۔

"والمعروف انّ مروان ھوالذی کان یستنیب اباھُریرۃ فی امرۃ المدینۃ ولکن کان یکون عن اذن معاویۃ فی ذالک

واللہ اعلم۔

۲ —— البدایہ، ج ۸، ص ۱۱۳ تحت تذکرہ ابی ہریرۃ ۵۹ھ

۳ —— المنتخب ذیل المذیل لابن جریر الطبری، ص ۸۱۔
تحت ذکر من قال ذالک طبع شدہ در آخر
تاریخ الطبری۔

حصولِ ثواب میں رغبت

ابو نضر سالم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مروان ایک جنازے پر حاضر ہوا جب جنازہ ہو چکا تو مروان واپس ہو گیا حضرت ابو ہریرہؓ موجود تھے۔ فرمانے لگے کہ ثواب کا ایک قیراط حاصل کیا اور ایک قیراط سے محروم رہا (قیراط اس دور کے ایک وزن کا نام تھا) یعنی شمولِ جنازہ کے ثواب کو تو حاصل کیا لیکن اذنِ عام تک ٹھہرنے کے ثواب سے محروم رہا۔ اس بات کی اطلاع مروان کو دی گئی تو مروان تیزی سے واپس ہوا اور لوگوں میں آکر بیٹھ گیا یہاں تک کہ اذنِ عام دیا گیا۔

"قال اللیث عن یزید بن حبیب عن سالم ابی النضر انّہ قال شھد مروان جنازۃ فلمّا صلّی علیھا انصرف فقال ابو ھریرۃؓ اصاب قیراطاً وحرم قیراطاً فاخبر بذالک مروان فاقبل یجری حتیٰ بدت رکبتاہ فقعد حتی اذن لہ

(البدایہ لابن کثیر، ص ۲۵۸ - ج ۸ تحت ترجمہ مروان بن الحکم)۔

مواقفِ آثارِ نبوی کی تلاش

۱ مدینہ طیبہ میں بہت سے مقامات ایسے تھے جن میں حضور علیہ السلام سے کوئی معجزہ صادر ہوا یا کوئی خاص ظہورِ برکت کا واقعہ پیش آیا یا کوئی اور اہم چیز اس مقام

کے متعلق ظاہر ہوئی تو مروان نے پوری عقیدت مندی کے ساتھ سعی کی کہ ان مقامات متبرکہ کے متعلق واقفیت حاصل کی جائے پس اس نے ایک دفعہ ابوقتادہ انصاریؓ کو آدمی بھیج کر بلوایا اور ان سے عرض کی کہ آپ میرے ساتھ ہو کر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خاص خاص مواضعات پر مجھے مطلع کریں۔

"عن عبد اللہ بن کعب بن مالك انّ مروان ارسل الیٰ ابی قتادۃ وھو علی المدینۃ ان اغد معی حتیٰ تریبنی مواقف النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

(التاریخ الصغیر للبخاری، ص ۵۴ تحت ذکر من کان بعد الخمسین الی ستین طبع الہ آباد (ہند)

مروان کے حق میں حسنین شریفینؓ کی سفارش

اہلِ سُنّت وشیعہ دونوں حضرات نے جنگ جمل کے موقع کا واقعہ لکھا ہے۔سعید بن منصور (سُنّی محدّث) نے اپنے سُنن کے جلد ثانی میں ذکر کیا ہے کہ جب جنگ جمل ختم ہوئی تو حضرت علیؓ نے اعلان کرایا کہ "جس شخص نے اپنے مکان کا دروازہ بند کرلیا اس کو امان ہے" "جس شخص نے ہتھیار ڈال دیئے اس کو بھی امان ہے"

مروان کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کے گھر میں تھا۔میں نے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، عبداللہ بن عباسؓ، اور عبداللہ بن جعفر وغیرہم کو حضرت علیؓ کی خدمت میں روانہ کیا کہ حضرت علیؓ سے میرے امن وامان کے متعلق کلام کریں۔انہوں نے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو حضرت علیؓ نے فرمان دیا کہ اسے بھی امان حاصل ہے۔

".... من اغلق علیہ باب دارہ فھو آمن ومن طرح السلاح آمن قال مروان وقد کنت دخلت دار فلان ثم ارسلت الیٰ حسنٍ وحسینٍ ابنی علیٍ وعبد اللہ بن عباس وعبید اللہ بن عباس

و عبد اللہ بن جعفر کلموہ فقال ھو آمن ... الخ "

(السنن لسعید بن منصور، ص ۳۶۶ - باب جامع الشہادۃ روایت ۲۹۴۷ طبع مجلس علمی کراچی - ڈابھیل)

——— شیعہ کی کتاب "نہج البلاغۃ" میں بھی یہی مضمون درج ہے کہ یوم الجمل میں مروان ماخوذ ہو گیا تو حضرت علیؓ کی خدمت میں دونوں بھائیوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے مروان کے حق میں خلاصی کی سفارش کی تو حضرت علیؓ نے مروان کو امان دے کر چھوڑ دیا۔

" من کلام لہٗ علیہ السلام قال لمروان بن الحکم بالبصرۃ قالوا اخذ مروان بن الحکم اسیراً یوم الجمل فاستشفع بالحسنؓ والحسینؓ علیہم السلام الیٰ امیر المومنین علیہ السلام نکلما فیہ فخلی سبیلہٗ۔

(۱) ——— نہج البلاغہ، ص ۱۲۳ فی خطبۃ لہٗ علیہ السلام علّم فیہا الناس الصلوٰۃ علی النبیؐ - طبع مصری

——— شیعہ کے مشہور مؤرخ مسعودی نے بھی حضرات حسنینؓ کی سفارش پر حضرت علیؓ کا مروان کو امان دینا بعبارت ذیل نقل کیا ہے اور ساتھ ہی ولید بن عقبہ کی امان کا بھی ذکر کیا ہے۔

——— وتکلم الحسن والحسین فی مروان فآمنہ وآمن الولید بن عقبہ ... الخ "

(۲) ——— مروج الذہب، ص ۳۷۸ طبع رابع مصر تحت وقعۃ الجمل کلام بین ابن عباس وعائشہؓ۔

مروان کی اقتدا میں حسنین شریفینؓ کی نمازیں

مروان بن الحکم کی ولایت اور نیابت کے دور میں سیدنا

حسنؓ اور سیدنا حسینؓ جماعت کے ساتھ ہمیشہ مروان کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے کسی شخص کی طرف سے جناب محمد باقرؒ پر سوال کیا گیا کہ آپ کے باپ دادا جب گھر کی طرف واپس ہوتے تو نماز لوٹاتے نہیں تھے؟ تو انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہمارے اکابر ائمہ نماز کی نماز سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

"عن جعفر عن ابیہ قال کان الحسن بن علی والحسین یصلیان خلف مروان قال فقیل لہ اما کان ابوك یصلی اذا رجع الی البیت قال فیقول لا واللہ ما کانوا یزیدون علی صلوۃ الائمۃ۔"

(۱) ـــــ المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۲، ص ۳۷۸ طبع حیدر آباد دکن تحت ذکر فی الصلوۃ خلف الامراء۔

(۲) ـــــ البدایہ لابن کثیر، جلد ہشتم، ص ۲۵۸ تذکرہ مروان بن الحکم۔

امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرات حسنینؓ ہمیشہ مروان کے خلف میں نماز ادا کرتے تھے۔

"۔۔۔۔ حدثنی شرحبیل ابو سعد قال رأیت الحسنؓ والحسینؓ یصلیان خلف مروان۔"

(۱) ـــــ تاریخ صغیر امام بخاری ص ۵۷ طبع انوار محمدی الہ آباد (ہند)

ـــــ الطبقات لابن سعد میں امام محمد باقرؒ کا قول منقول ہے کہ ہم خلفائے وقت کی اقتداء میں بغیر تقیہ کے نماز ادا کیا کرتے ہیں۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ میرے والد زین العابدینؒ بھی خلفاء وقت کی اقتدا میں ہمیشہ بغیر تقیہ کے نماز ادا کرتے تھے۔

"۔۔۔۔ انا لنصلی خلفہم من غیر تقیۃ واشہد علی علی بن حسین انہ

کان یصلی خلفھم فی غیر تقیۃ ۔"

(طبقات لابن سعد، ج ۵ ۔ص ۱۵۸ تحت
تذکرہ علی بن الحسینؓ)

شیعہ علماء نے بھی امام جعفر صادق اور امام محمد باقر کی روایت ذکر کی ہے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ مروان بن الحکم کے پیچھے ہمیشہ نماز ادا کیا کرتے تھے ۔لوگوں نے ان کو کہا کہ آپ کے باپ دادا جس وقت گھر واپس ہوتے تو کیا وہ نماز کو لوٹاتے نہیں تھے؟ تو محمد باقرؒ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم سابقہ نماز پر زیادتی نہیں کرتے تھے ۔

"عن موسیٰ بن جعفر عن ابیہ قال کان الحسن والحسین یصلیان خلف
مروان بن الحکم فقالوا لاحدھما ما کان ابوك یصلی اذا رجع الی البیت
فقال لا واللہ ما کان یزید علی صلوٰۃ "

(کتاب بحار الانوار ملا باقر مجلسی، ج ۱۰، ص ۱۳۹ ۔ ۱۴۱ باب
احوال اہل زمانہ وما جری بینھم وبین معاویہ طبع قدیم ۔ایران ۔

دونوں فریق کے حوالہ جات (جو اکابر بنی ہاشم سے منقول ہیں) کی روشنی میں مسئلہ واضح ہو گیا کہ مروان کی ولایت و خلافت درست تھی ۔نماز کی امامت ان کی صحیح تھی ۔ہاشمی اکابر ہمیشہ ان کی اقتداء میں پنجگانہ نمازیں ادا کرتے تھے اور بغیر تقیہ کے پڑھتے تھے اور گھر تشریف لا کر نماز کا اعادہ نہیں کرتے تھے ۔دینی معاملات میں نسلی امتیازات و خاندانی تعصبات پیش نظر نہیں رکھتے تھے ۔ان واقعات کے ذریعہ مروان کی صلاحیت کی تصدیق ہوتی ہے اور خلاف پروپیگنڈے کی تردید ہوتی ہے ۔

اُموی خلفاء حضرت علی بن الحسینؓ کی نظر میں

مصنف ابن ابی شیبہ نے جلد ثانی، تحت ذکر فی الصلوٰۃ خلف الامراء میں اپنی سند کے ساتھ امام زین العابدینؒ کا ایک بیان درج کیا ہے

وہ ان مسائل کے حل کرنے میں نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ قارئین کرام اسے بغور ملاحظہ فرماویں اور یہ بات ملحوظ رہے، یہ مروان بن الحکم کا دَور ہے ان ایام میں حضرت زین العابدینؒ نے یہ ارشادات فرماتے تھے۔

—— ایک شخص ابراہیم بن حفصہ نے امام زین العابدین کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے عقیدت مندوں میں جو ابوحمزۃ الثمالی ہے وہ کہتا ہے کہ ان اُمراء و خلفاء کے پیچھے ہم نماز نہیں ادا کریں گے اور ان کے ساتھ نکاح اور رشتہ داری کا تعلق بھی قائم نہیں کریں گے جب تک یہ لوگ ہمارے نظریات کے موافق نظریات و خیالات نہ رکھیں۔ یہ سُن کر علی بن الحسین (زین العابدین) نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس طرح نہیں بلکہ ہم ان کے پیچھے نمازیں ادا کریں گے اور سُنت کے مطابق ان سے نکاح کریں گے۔

"۔۔۔ عن ابراهيم بن حفصة قال قلت لعلى بن الحسين ان ابا حمزة الثمالى وكان فيه غلوّ يقول لا نصلى خلف الائمة ولا نناكح الا من يرى مثل رأينا ۔ فقال على بن الحسين بل نصلّى خلفهم و نناكحهم بالسّنة "

(المصنّف لابن ابی شیبہ، جلد ثانی، ص ۳۷۸-۳۷۹، تحت ذکر الصلوٰۃ، خلف الامراء ۔ طبع حیدرآباد دکن)

حضرت علی بن الحسینؓ (یعنی زین العابدین) مروان کی نظروں میں!——

سیدنا جعفر صادقؒ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ مروان بن الحکم نے حضرت زین العابدینؒ (علی بن الحسین) کو ضرورتِ رشتہ کے لیے ایک لاکھ درہم کی کثیر رقم بطور قرضِ حسنہ کے دے دی (تاکہ اس سے امۃ یعنی باندی خرید کریں۔ اس سے اولاد ہو سکے گی)۔ چنانچہ حضرت زین العابدین نے اسی طرح کیا۔ اس امۃ یعنی باندی سے سیدنا زین العابدین کی

بہت اولاد ہوئی۔

——— اس کے بعد جب مروان بیمار ہوا تو اس نے اپنے لڑکے عبدالملک کو وصیت کر دی کہ (علی بن الحسین) یعنی زین العابدین کو جو کچھ ہم نے قرض دیا ہوا تھا ان سے واپس نہ لینا۔ مروان کی وفات کے بعد عبدالملک وغیرہ کو حضرت زین العابدینؒ نے قرض کی رقم واپس کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے نہ لی۔ آخر کار وہ رقم زین العابدین کے پاس رہی۔

یہ واقعہ اپنی تفصیلات کے ساتھ "البدایہ" میں دو مقامات پر درج ہے۔ اس میں مروان کی جانب سے حضرت سیدنا حسینؓ کی اولاد کے ساتھ حُسنِ سلوک اور مروّت کا بہترین نمونہ موجود ہے۔

(۱) .... فلمّا حضرته الوفاة اوصیٰ الی ابنه عبدالملک ان لا یسترجع من علی بن الحسین شیئًا... الخ"

(البدایہ، ج ۸، ص ۲۵۸۔ ترجمہ مروان بن الحکم)

(۲) .... ثم لما مرض مروان اوصیٰ ان لا یؤخذ من علی بن الحسین شیٔ ممّا کان اقرضه فجمیع الحُسینیّین من نسله"

(البدایہ، ج ۹ ص ۱۰۴-۱۰۵۔ تحت ترجمہ علی بن الحسینؓ)

حضرت زین العابدینؒ عبدالملک بن مروان کی نظر میں

مروان بن الحکم اور اس کی اولاد عبدالملک وغیرہ کے حضرت علیؓ کی اولاد کے ساتھ بہتر تعلقات تاریخ میں دستیاب ہوتے ہیں۔

اس دور کے اہلِ علم مثلاً علّامہ زہری وغیرہ بھی اس بات کی صراحت کرتے

ہیں کہ بنی ہاشم میں حضرت زین العابدین مروان اور اس کے لڑکے عبدالملک کی طرف زیادہ پسندیدہ تھے اور ان کے پوری طرح فرمانبردار اور معاون تھے۔

"عن شعیب بن ابی حمزة قال کان الزهری اذا ذکر علی بن حسین قال کان اقصد اهل بیته و احسنهم طاعةً واحبهم الی مروان بن الحکم وعبد الملک بن مروان۔"

(۱)۔ طبقات لابن سعد، ج ۵۔ ق ۱، ص ۱۵۶۔ تحت تذکرہ علی بن حسینؓ۔ (۲) التاریخ الصغیر للبخاری ص۷۰۔ طبع ہند

چنانچہ اس سلسلہ میں ابن سعد نے مختار کے دور کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ

"مختار نے اپنے دورِ حکومت میں ایک بار امام زین العابدین کی طرف ایک لاکھ درہم کی خطیر رقم ارسال کی۔ حضرت زین العابدینؒ اس کے قبول کرنے میں متردد ہوئے اور ظاہری حالات کے ماتحت اس رقم کو رد بھی نہ کر سکے اس لیے رقم ہذا کو اپنی نگرانی میں محفوظ کر لیا جب مختار قتل ہو گیا اور عبدالملک بن مروان والی بن گیا تو زین العابدین نے عبدالملک بن مروان کی طرف خط لکھا کہ مختار نے میری طرف ایک لاکھ درہم ارسال کیے تھے میں اس رقم کو لینا پسند نہیں کرتا تھا اور اس وقت نہ ہی اسے واپس کر سکا۔ اب وہ رقم میرے پاس موجود ہے۔ کوئی آدمی بھیج کر واپس منگوا لیجیے۔

۔ اس کے جواب میں عبدالملک نے تحریر کیا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! میں نے آپ کو وہ رقم ہدیۃً دے دی ہے آپ اسے قبول کر لیں تب حضرت زین العابدین نے وہ رقم قبول فرمائی۔"

عن سعید بن خالد عن المعبری قال بعث المختار الی علی بن

الحسین بمائة الف نکرہ ان یقبلها وخاف ان یردّها فاخذها
فاحتبسها عنده فلمّا قتل المختار کتب علی بن الحسین الیٰ عبدالملک
بن مروان ان المختار بعث الیّ بمائة الف درهم فکرهت ان
اردّها وکرهت ان اخذها فهی عندی فابعث من یقبضها
فکتب الیه عبدالملک یا ابن عم خذها فقد طیبتها لک
فقبلها۔"

(۱)۔۔۔۔ طبقات لابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۸ القسم الاول
تذکرہ علی بن الحسین۔ طبع لیدن۔
(۲)۔۔۔ المنتخب من ذیل المذیل للطبری مطبوعہ در آخر
تاریخ طبری، ص ۸۹ تحت عنوان ومن هلک
فی سنة ۸۳ھ۔ طبع مصری۔

اِزالۂ شبہات

مروان کے متعلقات میں چند عنوانات جو ہم نے ناظرین کی خدمت میں پیش کیے ہیں دفع مطاعن کے لیے ان کی ایک مستقل جوابی حیثیت ہے اور ان کے ذریعے مروان کا مقام و مرتبہ اور اخلاق و کردار واضح ہوگیا ہے۔ تاہم بعض شبہات کے ازالہ کی خاطر چند چیزیں قارئین کرام کے لیے ذکر کی جاتی ہیں تاکہ مسئلہ ہذا کی اصل صورت واضح ہو جائے اور مروان کے حق میں سوءِ ظنی کا ازالہ ہو سکے۔

شبہ اوّل

(جلاوطنی کا مسئلہ)

معترضین کہتے ہیں کہ مروان کے والد الحکم بن ابی العاص کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بعض خطاؤں کی بنا پر مدینہ شریف سے جلاوطن کر دیا اور ان کا بیٹا مروان بھی ان کے ساتھ تھا۔ پھر یہ باپ بیٹا شیخین کے زمانے میں بھی جلاوطن رہے جب ان کے چچازاد بھائی حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مروان کو اپنا کاتب اور صاحبِ تدبیر (یعنی مشیرِ خاص) بنا لیا۔

(منہاج الکرامہ لابن مطہر الحلی الشیعی، ص ۶۷۔ تحت مطاعنِ عثمانی)

——— یہ طعن حضرت عثمانؓ اور الحکم بن ابی العاص اور ان کے بیٹے مروان پر مشترک طور پر تجویز کیا جاتا ہے۔

اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمانِ نبویؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کر دی۔ الحکم بن ابی العاص غلط کردار کے انسان تھے جس کی وجہ سے ان کو اپنے شہر سے نکال دیا اور مروان بھی اپنے والد کے ساتھ جلاوطنی میں ساتھ رہنے کی وجہ سے "مطرود" و "معتوب" و "مغضوب" ہے۔

ازالہ

اوّل۔ ---گذارش ہے کہ طرد اور نفی (یعنی جلاوطنی) کا یہ واقعہ احادیثِ صحیحہ میں مفقود ہے اور جن روایات میں اس قصّہ کو راویوں نے نقل کیا ہے وہ باعتبارِ سند درجۂ صحت کو نہیں پہنچتیں۔ ان رواۃ میں واقدی جیسے غیر معتبر اور ہشام کلبی جیسے سخت مجروح قسم کے لوگ موجود ہیں اور کئی مصنفین نے طرد کے قصّہ کو نقل کر دیا ہے لیکن سند ذکر نہیں کی جس سے واقعہ کی صحت اور سقم کو معلوم کیا جا سکے۔

علّامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ذہبیؒ جیسے مشہور علماء نے اس جلاوطنی کے قصّہ پر خوب تنقید کر دی ہے اور عدمِ صحت کا حکم لگا دیا ہے۔

"وقصة نفي الحكم ليست في الصحاح ولا لها اسناد يعرف به امرها"

(۱) ---- منہاج السنہ لابن تیمیہؒ، جلد ثالث، ص ۱۹۶ بحث طرد الحکم بن ابی العاص۔

(۲) ---- المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۹۵۔ الفصل الثالث تحت بحث نفی الحکم بن ابی العاص۔

----- الحکم کی جلاوطنی کی عدمِ صحت کی تائید طبقات ابن سعد کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابنِ سعد نے الحکم بن ابی العاص کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ الحکم بن ابی العاص فتح مکہ کے روز اسلام لاتے اور خلافتِ عثمانی تک وہیں رہے۔ پھر وہ حضرت عثمانؓ کی اجازت سے مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے اور خلافتِ عثمانی میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

"----- اسلم یوم فتح مکة ولم یزل بہا حتیٰ کانت خلافة عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فاذن لہ فدخل المدینة فمات بہا فی خلافة عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔"

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۲۱۔ تحت الحکم بن ابی العاص۔ طبع اوّل۔ لیدن)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ الحکم بن ابی العاص اسلام لانے کے بعد مکہ شریف میں مقیم رہے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کے دَور میں انتقالِ مکانی کر کے مدینہ میں سکونت اختیار کی (اس دوران جلاوطنی کا واقعہ نہیں پیش آیا)۔ اللہ اعلم بالصواب۔

دوم۔ بصورتِ دیگر یعنی علیٰ سبیل التنزّل اگر یہ صورت تسلیم کر لی جائے کہ جلاوطنی کا واقعہ پیش آیا تھا اور الحکم کو فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جلاوطن کیا گیا۔ اور حضرت عثمانؓ نے اسے واپس بلایا تو اس کے متعلق ابنِ جریر طبری وغیرہ علماء نے یہ تصریح کر دی ہے کہ حضور علیہ السّلام کی اجازت سے ہی یہ واپسی ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ محاصرہ کرنے والے معترضین کے جواب میں ان کو خطاب کرتے ہوئے عند المحاصرہ یہ فرمایا کہ الحکم مکّی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ سے طائف کی طرف چلتا کر دیا تھا۔ اور پھر حضور علیہ السّلام نے ان کو واپس کیا۔ کیا یہ بات اسی طرح ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں

ی طرح ہے۔

ب ـــــ مضمون ہذا طبری نے اپنی تاریخ میں متعدد مقامات میں درج کیا ہے۔

(۱) "… قالوا انی رددت الحکم وقد سیّرہٗ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم والحکم مکّی سیّرہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من مکۃ الیٰ . . . . الطائف ثمّ ردّہٗ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سیّرہ ورسول اللہ علیہ وسلّم ردّہٗ أکذالک؟ قالوا اللّٰھم نعم !"

(۱) ـــــ تاریخ طبری، ص ۱۰۲-۱۰۳-ج ۵ تحت حالات آمد وفود مصری وعراقی بر مدینہ تحت ۳۵ھ

(۲) ـــــ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۷۱- در ابتداء ۳۵ھ۔

دوسرے مقام میں طبری لکھتے ہیں کہ بعض اہلِ مدینہ کو مخاطب کرکے محاصرہ کے دوران حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ:-

(۲) "… فقال انّ الحکم کان مکّیاً فسیّرہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم منھا الی الطائف ثمّ ردّہٗ الیٰ بلدہٖ فرسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سیّرہٗ بذنبہٖ ورسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ردّہٗ بعفوہٖ"

(۱) ـــــ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۵ تحت ذکر بعض سیر عثمانؓ۔

(۲) ـــــ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ، ص ۸۳-۸۴ طبع بیروت۔

مندرجہ بالا حوالہ جات کا مطلب یہ ہوا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت جلاوطنی ہوئی اور ان کے فرمان کی وجہ سے الحکم کو معافی مل گئی اور بفرمانِ نبوت ہی واپسی ہوئی۔

سوم

یہ بات ہے کہ حکم کے حق میں جلاوطنی کی یہ سزا دائماً نہیں تھی۔ وہ ایک مدت کے ساتھ متعین ومقید تھی اس لیے کہ شریعت میں اس قسم کے گناہ پر مدت العمر جلاوطنی کی سزا اس سے ساقط ہو جاتی ہے اور بعد از توبہ وہ شخص دائمی سزا کا مستوجب نہیں رہتا۔

چنانچہ اس مسئلہ کو مشہور علماء (مثلاً ابن حزمؒ اور ابن تیمیہؒ وغیرہ) نے اپنی اپنی تصانیف میں مذکورہ بحث کے تحت درج کیا ہے۔ اہلِ علم کی تسلی کے لیے بعینہٖ عبارات درج ہیں۔ ابنِ حزم لکھتے ہیں کہ :-

(۱) ...... ونفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للحکم لم یکن حداً واجباً ولا شریعۃً علی التابید وانما کان عقوبۃً علی ذنب استحق بہ النفی والتوبۃ مبسوطۃ فاذا تاب سقطت عنہ تلک العقوبۃ بلاخلافٍ من احدٍ من اھل الاسلام و صارت الارض کلھا مباحۃ ۔"

(کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل، ج ۴ ص ۱۵۴، لابن حزم ابی محمد علی بن حزم المتوفی ۴۵۶ھ معہ کتاب الملل والنحل للشہرستانی طبع اول بحث الکلام فی حرب علی ومن حاربہ من الصحابۃ رضی اللہ عنہم)

اور ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ :-

(۲) "...... واذا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد عزّر

رجلاً بالنفی لم یلزم ان یبقیٰ منفیاً طول الزمان فانّ ھٰذا لا یعرف فی شیئٍ من الذنوب و لم تات الشریعۃ بذنبٍ یبقی صاحبہ منفیاً دائماً بل غایۃ النفی المقدر سنۃ وھو فی نفی الزانی والمخنّث حتیٰ یتوب من التخنیث فان کان تعزیر الحاکم لذنبٍ حتیٰ یتوب منہ فاذا تاب سقطت العقوبۃ عنہ ۔“

(منہاج السنہ لابن تیمیہ، ج ۳، ص ۱۹۶ ۔ بحث طرد حکم بن ابی العاص و جواب آں)

چہارم

یہ چیز ہے کہ طرد کے واقعہ کے وقت مروان صغیر اور نابالغ تھا۔ اس میں مروان کے مجرم ہونے کا کچھ مطلب ہی نہیں۔ باپ کا جرم صغیر بیٹے کے پلڑے میں ڈال کر اسے مجرم قرار دینا کسی صورت میں درست نہیں۔

”۔ ۔ ۔ ۔ فلم یکن لمروان ذنبٌ یطرد علیہ علی عھد النبی صلّی اللہ علیہ وسلم ۔“

(۱) ــــــ منہاج السنۃ، ج ۳، ص ۱۹۶۔

(۲) ــــــ المنتقی، ص ۳۹۵۔ الفصل الثالث التحقیق فی نفی الحکم و اطلاقہ۔

بعض لوگوں نے باپ بیٹے کے اس واقعہ کو بڑا چمکایا ہے اور کئی مفروضے قائم کرکے اس معتوب باپ کے مغضوب بیٹے یعنی مروان کی خوب پوزیشن خراب کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانانِ سلف کے حق میں بدگمانی اور سوءِظنی رکھنے سے محفوظ فرمائے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

”اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا ۔“

حالانکہ اسلام میں قانون شرعی ہے جب مومن کسی معصیت سے توبہ کرے تو وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے اور اس شخص کی عدالت ساقط نہیں ہوتی۔ علماء نے فرمایا ہے کہ

"۔۔۔۔ ولیست الذنوب مسقطة للعدالة اذا وقعت منها التوبة"

(العواصم من القواصم، ص ۹۴۔ للقاضی ابی بکر ابن العربی)

ان چیزوں کے پیش نظر تو باپ بیٹا دونوں قابلِ مواخذہ نہیں۔ ان کا ایمان و اسلام صحیح ہے اور دیانت درست ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ :-

(۱) ــــ "جلاوطنی" کا واقعہ محدثین کے نزدیک کوئی مسلمات میں سے نہیں ہے۔ اس میں مختلف قسم کی مرویات ہیں جو درجہ صحت کو نہیں پہنچتیں۔

(۲) ــــ اگر بالفرض یہ واقعہ درست ہے تو فرمانِ نبوی کے موافق وقوع پذیر ہوا۔ اس میں فرمانِ نبوی کے خلاف حضرت عثمانؓ کا کردار اور عمل نہیں تھا۔ بلکہ فرمانِ نبوی کے تحت تھا۔ اور حضرت عثمانؓ کا مقام کبھی یہی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ :

"۔۔۔۔ وما کان عثمان لیصل مهجور رسول الله صلی الله علیه وسلم ولو کان اباه، لا ینقض حکمه"

"یعنی عثمان ایسے نہیں تھے کہ حضور علیہ السلام کے مہجور کے ساتھ تعلق جوڑ دیں اور آنجناب کے حکم کو توڑ دیں اگرچہ ان کا باپ ہو"

(العواصم من القواصم، ص ۷۷، تحت جوابات مطاعن عثمانی)

(۳) ——— نیز الحکم کی یہ غلطی دائمی نہ تھی وقتی تھی اور قابلِ معافی تھی جس پر عفو ہُوا اور معاملہ درگزر کر دیا گیا۔

(۴) ——— صغر سنی کے باوجود مروان کو اس مسئلہ میں قصوروار گردانا اور اسے قابلِ نفرت و مذمت قرار دینا نہایت ناانصافی ہے جو کسی طرح روا نہیں ہے۔

شُبہ دوم

مروان کے متعلق مروان کے مخالفین یہ چیزیں بڑی آب و تاب سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے امور کا اسے والی بنا دیا، اور خلافت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے رکھی تھی اس کی وجہ سے اُمّت میں کئی فتنے کھڑے ہو گئے اور مروان کی خرابیوں کی وجہ سے حضرت عثمانؓ پر محاصرہ ہُوا اور وہ شہید کر دیئے گئے وغیرہ۔

"——— وولی مروان امرہ والتی الیہ مقالید امورہ ودفع الیہ خاتمہ فحدث من ذالک قتل عثمان وحدث من الفتنۃ بین الامۃ ما حدث۔"

(منہاج الکرامۃ لابن مطہر الحلی الامامی الشیعی ص ۶۷ آخر منہاج السنۃ، جلد چہارم طبع لاہور)

اِزالہ

مروان کی عہدہ داری

قبل ازیں بحث اوّل میں ہم درج کر چکے ہیں کہ:۔

——— حضرت عثمانؓ نے مروان بن الحکم کو اپنا الکاتب (یعنی منشی) مقرر کیا ہُوا تھا۔ تمام سلطنت پر قابض یا اپنا نائب نہیں بنایا

ہوا تھا۔ اس عہدہ پر مروان ہمیشہ سے نہیں تھا بلکہ بعض اوقات وہ بحرین پر حاکم و والی رہا ہے اور بعض دفعہ مروان نے جنگی مہموں میں بھی شرکت کی مثلاً افریقہ کی جنگ میں دیگر اکابر کے ساتھ مروان بھی شامل تھا۔ اس پر حوالہ جات بحث اوّل میں دیئے جا چکے ہیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ کاتب کے عہدے پر مروان ہمیشہ نہیں رہا اور نہ ہی ان کے زعم کے موافق "مغضوب مروان" اپنے "معتوب باپ" الحکم کی وجہ سے حکومت کے کاموں پر کبھی اثر انداز ہوا۔

——— اور مروان کا کاتب ہونا صحابہ پر ناگوار نہیں تھا۔ اکابر صحابہ کرام پر ناگوار ہونے کا مسئلہ خواہ مخواہ فرض کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ اکابر صحابہؓ کے نزدیک اگر مروان کا کاتبِ عثمانؓ ہونا غلط تھا تو جب حضرت عثمانؓ نے حکام کی متعلقہ شکایات کے ازالہ اور تبدیلی کے لیے اعلانِ عام کیا تھا کہ جس کو اس قسم کی شکایت ہو اس کو دُور کیا جائے گا۔ اس وقت کسی صاحب نے (خواہ صحابی ہو یا غیر صحابہ سے) مروان کے تبدیلِ منصب کا مسئلہ سامنے نہیں رکھا اور نہ اُس کی متعلقہ شکایات پیش کیں۔ (بحث اوّل میں حوالہ گزر چکا ہے) ——— بعد کے لوگوں نے آہستہ آہستہ ان اعتراضات کو چُن چُن کر اٹھایا اور پھیلایا ہے، حالانکہ عہدِ عثمانی میں صحابہ کرام اس پر معترض نہیں تھے۔

——— نیز یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے آخری تین سالوں میں بھی مروان کاتب رہا ہے اور اس دَور میں مروان کا والد الحکم کئی سال قبل یعنی ۳۲ھ میں فوت ہو چکا تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے کو مغضوب تصوّر کرنا اور صحابہ کرامؓ پر اس کا ناگوار گزرنا یہ ایک بالکل فرضی داستان ہے جس کو بیکار تاریخی روایات کے ذخیرہ سے بزور استنباط کیا گیا ہے (کسی صحیح

روایت کی رُو سے) اعتراض قائم نہیں کیا گیا

——— اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کسی قدیم صحابی کو معزول کر کے اس کے عہدے پر مروان کو فائز نہیں کیا بلکہ ابتدا ہی سے یہ عہدہ اسے دیا گیا۔ ملاحظہ ہو۔

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، جز اوّل، ص ۱۵۶ - ۱۵۷ تحت تسمیۃ عمّالِ عثمان - مطبوعہ نجف اشرف عراق)

——— حضرت عثمانؓ کی خلافت ایک وسیع و عریض سلطنت تھی جس کے تحت بے شمار علاقے اور صوبہ جات تھے ان کا تمام نظم و نسق حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں تھا اور ان میں حکام کا عزل و نصب بھی حضرت عثمانؓ کے تحت تھا اور اس میں مروان کے کنٹرول کو کوئی دخل نہ تھا وہ ایک منشی اور محرّر کے درجہ میں کام کرتا تھا۔ ان دُور دراز ممالک پر عمّال و حکام کے ذریعہ خود حضرت عثمانؓ کا اعلیٰ حاکم ہونا قرینِ قیاس بھی ہے۔

قبل ازیں بحث اوّل میں سلطنتِ عثمانی کے مقبوضات کی وسعت کا ایک خاکہ درج کیا گیا ہے۔ یہاں پھر بطور یاد دہانی کے عثمانی سلطنت کا اجمالی نقشہ تحریر ہے جو ابن قتیبہ دینوری نے "المعارف" میں اور امام نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے اور یہ عہد صدیقی و فاروقی سے مزید فتوحات و مقبوضات شمار کیے جاتے ہیں۔ مثلاً الرّی، الاسکندریہ، سابور، افریقیہ (مع اپنے صوبہ جات کے)، قبرس کے قلعے، سواحل بحر الروم، اصطخر الآخرہ، فارس الاولیٰ، جور، فارس الآخرہ، طبرستان، دار بجرد، کرمان، سجستان، الاساورہ (بحری)، ساحل الاردن۔ مرو (مع اپنے علاقہ جات کے) وغیرہ۔

(المعارف لابن قتیبہ، ص ۸۳-۸۴ تحت اخبار عثمانؓ)

(۲)۔۔۔ تہذیب الاسماء للنووی، جلد اول، ص ۲۲۳ ۔ تحت عثمانؓ بن عفان)

ان تمام ممالک اور علاقہ جات پر حضرت عثمانؓ کی بجائے مروان کی حکمرانی و فرمانروائی کا تصور صحیح سمجھنا اور دوسروں کو باور کرانا محض خوش فہمی ہے اور واقعات کے برعکس ہے اور اس دور کی تاریخ پر بڑا ظلم ہے جسے منصف مزاج انسان قبول کرنے کو تیار نہیں۔

مروان کی دیانتدارانہ حیثیت

مروان بن الحکم حضرت عثمانؓ کا چچازاد برادر تھا اور شخصی طور پر ایک اچھا اور دیندار انسان تھا۔ دینِ اسلام کی خدمات میں مصروف رہتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو اپنی صاحبزادی ام ابان الکبریٰ نکاح کر دی تھی۔ قبل ازیں تذکرہ مروان میں اس کا حوالہ دیا جا چکا ہے (یعنی نسبِ قریش، ص ۱۱۲ تحت اولادِ عثمانؓ)۔

حضرت عثمانؓ کی دیانت و امانت پر اعتماد کرتے ہوئے ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے کسی بے دین اور خلافِ شرع شخص کو اپنی صاحبزادی کا رشتہ نہیں دے دیا تھا بلکہ وہ دیندار آدمی تھا اور اس منصب و اعزاز کی اہلیت رکھتا تھا نیز وہ آیات و احادیث حضرت عثمانؓ کے سامنے تھیں جن میں وارد ہے کہ عاصی و ظالم اور بدکردار انسان کی طرف دستِ تعاون دراز نہ کیا جائے اور اس کے ساتھ دوستانہ رابطے قائم نہ رکھے جائیں۔

مختصر یہ ہے کہ مروان کی دینی صلاحیت کی خاطر حضرت عثمانؓ کا اس کے ساتھ ربط و تعلق قائم رکھنا ہی کافی ضمانت ہے جسے تاریخی ملغوبات کی وجہ سے رد نہیں کیا جا سکتا۔

عثمانی شہادت کے ایام اور مروان کا کردار

شہادتِ عثمانی سے قبل کئی واقعات

ایسے رونما ہوئے جن کی وجہ سے واقعہ شہادت پیش آیا۔ شہادت کے اسباب و علل کے متعلق ان ابحاث کے آخر میں انشاء اللہ حسبِ ضرورت مختصراً کلام کیا جائے گا۔ اب یہاں اس موقعہ پر مروان کی متعلقہ چیزیں پیش خدمت ہیں۔

حضرت عثمانؓ کا جب باغی و طاغی لوگوں نے محاصرہ کر لیا تو صحابہ کرامؓ نے باغیوں اور حضرت عثمانؓ کے درمیان تنازعہ فیہ مسائل کو حل کرنے کی جد و جہد کی اور صحابہ کرام کے ساتھ باغیوں کے شر سے مدافعت کے لیے مروان برابر شریک رہا۔ چنانچہ حضرت امام حسنؓ و حسینؓ، حضرت ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ اور مروانؒ تمام حضرات ہتھیار لگا کر حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے ان کی حویلی میں داخل ہوئے اور مخالفین سے مقابلہ کرنے کی پوری آمادگی ظاہر کی تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ "میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم واپس ہو جاؤ اور ہتھیار رکھ دو اور اپنے گھروں میں بیٹھ جاؤ تو اس وقت ابنِ عمر اور حسنؓ و حسینؓ تو باہر آ گئے لیکن ابن الزبیرؓ اور مروان نے کہا کہ ہم نے اپنے آپ پر لازم کر دیا ہے کہ مدافعت کی خاطر اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے (ابتدائی مراحل میں یہ ان حضرات کی طرف سے ایک پیش کش تھی)۔

خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اس چیز کو بالفاظ ذیل درج کیا ہے:۔

"عن محمد بن سيرين قال انطلق الحسنؓ والحسينؓ وابن عمرؓ وابن الزبير ومروان كلهم شاك فى السلاح حتىٰ دخلوا الدار فقال عثمانؓ اعزم عليكم لما رجعتم فوضعتم اسلحتكم ولزمتم بيوتكم فخرج ابن عمرؓ والحسنؓ والحسينؓ فقال ابن زبيرؓ و مروان ونحن نعزم على انفسنا ان لانبرح "

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۵۱-۱۵۲۔ ج ا طبع اول طبع نجف اشرف عراق تحت الفتنہ فی زمن عثمانؓ۔

——— یہ مفسد لوگ اپنے قلوب میں ایک غرضِ فاسد رکھتے تھے جس کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے کئی حیلے تجویز کیے ہوئے تھے۔ ان حیل میں سے فساد کھڑا کرنے کا آخری حیلہ یہ تجویز کیا کہ حضرت عثمانؓ سے مطالبات منوانے کے بعد واپس ہو لیے اور کچھ مراحل دُور جانے کے بعد پھر یہ تمام بصری، کوفی، مصری باغی یکدم مدینہ پر پلٹ پڑے اور پھر دوبارہ حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا اور صحابہ کرامؓ پر اپنے لوٹنے کی یہ وجہ ظاہر کی کہ ہم نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے ایک خط پکڑا ہے جس کو ناقہ سوار حاکمِ مصر کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس میں تھا کہ "جب یہ مصری وفد واپس پہنچے تو اس کے فلاں فلاں آدمی کو سزا دی جائے" اس خط پر حضرت عثمانؓ کی مُہر لگی ہوئی تھی اور خط بردار حضرت عثمانؓ کے اونٹ پر سوار تھا۔

لہٰذا حضرت عثمانؓ نے ہمارے ساتھ بدعہدی کر دی ہے اور ہمیں دھوکہ دیا ہے اس وجہ سے ہم عثمانؓ کو ختم کر دیں گے۔

——— صحابہ کرام نے جب واقعہ کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے حضرت عثمانؓ سے گفتگو کی تو حضرت عثمانؓ نے حلف اٹھا کر فرمایا کہ مجھے اس چٹھی کے متعلق کوئی علم نہیں اور نہ ہی میں نے تحریر کروائی ہے (تو جواباً) باغیوں نے کہا کہ اس خط پر آپ کی مُہر لگی ہوئی ہے اور آپ کے ہی اونٹ پر خط بردار سوار ہے۔ (اس لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا)۔ پھر بعض لوگوں نے کہا کہ یہ مروان بن الحکم کا لکھا ہُوا ہو گا اس کو ہمارے حوالے کیا جائے تو اس وقت مروان نے بھی حلف اٹھا دیا (کہ میں نے نہیں لکھا) اور حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ اس معاملہ میں اور کچھ نہیں ہو سکتا اور مروان کو ان کے حوالے نہ کیا۔ پھر باغیوں نے حضرت عثمانؓ کی حویلی کا محاصرہ کر لیا۔ اور موقعہ پا کر حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا جس کی وجہ سے

مسلمانوں کے درمیان ایک بڑے فتنے کا دروازہ کھل گیا۔ ۱

ابنِ خلدون اس موقعہ کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

فانصرفوا قليلاً ثم رجعوا وقد لبسوا بكتاب مدلس يزعمون انهم لقوه فى يد حامله الى عامل مصر بان يقتلهم وحلف عثمان على ذالك فقالوا مكنّا من مروان فانه كاتبك فحلف مروان فقال ليس فى الحكم اكثر من هٰذا فحاصروه بداره ثم بيّتوه على حين غفلةٍ من الناس وقتلوه وانفتح باب الفتنة ۔

(مقدمہ لابن خلدون لعبد الرحمٰن بن خلدون المغربی الفصل الثلاثون فی ولایۃ العہد، ص ۲۱۵-۲۱۶ مطبع مصر، ص ۳۸۱-۳۸۲، مطبع بیروت۔

ایک مصنوعی خط

عثمانی شہادت کے موقعہ پر ان اشرار و مفسدین نے جو جعلی خطوط صحابہؓ کی جانب سے اپنے پروپیگنڈے کے لیے پھیلائے تھے ان میں ایک خط یہ بھی تھا جو ناقہ سوار کے ذریعہ حاکمِ مصر کی طرف بھیجا جا رہا تھا۔ یہ حضرت عثمانؓ پر افترا باندھ کر تیار کیا گیا تھا اور مروان کو تو کاتبِ عثمان ہونے کی وجہ سے شامل کر لیا گیا۔

قتلِ عثمانؓ کے لیے یہ ایک معقول بہانہ تجویز کیا گیا تھا۔ مؤرخین علماء نے ان خطوط کے جعلی ہونے کی صراحت کر دی ہے۔ ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ:

"هٰذا كذبٌ على الصحابة انما كتبت مزوّرة عليهم كما كتبوا من جهة عليٌ وطلحة والزبيرٌ الى الخوارج كتباً مزوّرةً عليهم انكروها . . . وهٰكذا زوّر هٰذا الكتاب على عثمان ايضًا فانه لم

یامربہ ولم یعلم بہ (ایضاً)"

(البدایہ، ج ۷، ص ۱۷۵ بحث مجیء الاحزاب الی عثمانؓ)

مروان کو مطعون کرنے والی تاریخی روایات کا ایک جائزہ

معترض بزرگوں نے اس موقعہ پر مروانی کردار کا عجیب نقشہ مرتب فرمایا ہے۔ ذیل میں پیش خدمت ہے۔ اس کو ملاحظہ فرما کر پیشِ نظر رکھیے۔ پھر جواب کے لیے قلیل سا انتظار فرمایئے۔

——عثمانی دَور کے آخر میں فتنہ انگیزی اور شر خیزی مروان کے سکرٹری کے عہدہ پر مامور رہنے کی وجہ سے ہوئی۔

——اکابر صحابہ کرامؓ اور حضرت عثمانؓ کے مابین تعلقات خراب کرنے کی مروان نے مسلسل کوشش کی۔

——اس موقعہ پر مروان نے صحابہ کے مجمع میں ایسی تہدید آمیز تقریریں کیں جن کا سُننا صحابہ کے لیے "طلقاء" کی زبان سے ناگوار اور مشکل تھا۔

——حضرت عثمانؓ کے لیے اس موقع کی مشکلات پیدا کرنے کی ذمّہ داری سراسر مروان پر عائد ہوتی ہے اور یہی عظیم فتنہ کا سبب بنا۔

مختصر یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ انصاری صحابیؓ اور مروان کے مابین سخت کلامی حضرت علیؓ کی مروان پر سخت تنقید کرنا اور تمام معاملہ کا اسے ذمہ دار ٹھہرانا، حضرت عثمانؓ کی بیوی نائلہ کا مروان کو غلط کار اور مفسد قرار دینا وغیرہ، ان سب معاملات کی تان مروان پر آکر ٹوٹتی ہے"

——جواباً عرض ہے کہ جس تاریخی مواد کی بنا پر "مبارک خاکہ" بالا تجویز فرمایا گیا ہے اس کو نقلاً عقلاً جانچ لیا جائے اور تجزیہ کر لیا جائے۔ اگر صحیح ہوا تو پھر یہ سب کچھ درست ہے۔ اگر معاملہ برعکس ہوا اور بنیاد ہی خراب ٹھہری تو اعتراض

کی تمام عمارت ہی بیکار ہو گی۔ اب توجہ فرمائیے ۔

اوّلاً ——— مروان کے عہدۂ کتابت پر مامور رکھنے اور تقرّب دینے کا مسئلہ جہاں مذکور ہے وہاں یہ چیز "قَالُوا" کے الفاظ سے نقل کی گئی ہے (یعنی یہ بات لوگ کہتے ہیں) حضرت عثمانؓ کے دور تک بسند صحیح یہ بات نہیں پہنچی۔ واقعہ تک بسند صحیح پہنچنا مشکوک ہو گیا۔ خدا جانے کس قسم کے لوگ ہیں؟ کیسے ہیں؟ جو مروان کو مامور کرنے اور تقرّب دینے پر حضرت عثمان پر اعتراض کر رہے ہیں؟

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۴-۲۵ - تحت مروان بن الحکم، طبع اول لیدن)

——— پھر حضرت عثمانؓ اور صحابۂ کرام کے تعلقات کو مروان کا خراب کر دینا' صحابہ کے مجمع میں مروان کا تہدید آمیز لیکچر دینا، اس موقعہ کی مشکلات پیدا کرنے کی مروان کی ذمہ داری، محمد بن مسلمہ انصاریؓ کا اور حضرت علی المرتضیٰؓ کا اور حضرت عثمانؓ کی بیوی نائلہ کا مروان کے حق میں سخت تنقید کرنا اور تلخ نوائی کرنا وغیرہ۔ ان روایات کے ناقل اور راوی جناب حضرت واقدی صاحب ہیں "طبری شریف" اٹھا کر ملاحظہ فرمالیں۔ متعدد مقامات پر یہ روایات درج ہیں۔ ذیل مقامات کو ملاحظہ فرما دیں:-

(تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۰۹-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۸-۱۱۹- تحت عنوان ذکر سیر من سار الی ذی خشب من اہل مصر... الخ۔ زیر حالات ۳۵ھ۔ طبع قدیم مصری)

اہلِ علم حضرات تو معاملہ سمجھ گئے ہونگے مگر عوام دوستوں کے لیے عرض ہے کہ مذکورۃ بالا روایات کا ناقل ایک غیر معتبر اور ضعیف شخص ہے جس کی اس نوع کی روایات کو قبول کرنا علماء نے ترک کر دیا ہے۔ اس کی روایات صدق و کذب

کا مجموعہ ہیں ان کو تسلیم کر لینا گویا سچ و جھوٹ کے امتیاز کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ خصوصاً وہ چیزیں جن کی وجہ سے صحابہ کا بہترین دَور داغدار ہوتا ہو اور بالواسطہ حضرت عثمانؓ کی پوزیشن خراب ہوتی ہو ان کو بالکل تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ روایات جعلی ہیں۔ ان میں صدق و کذب کو مخلوط کر دیا گیا ہے۔

اہلِ علم کی تسلّی کے لیے ایک دو حوالے حضرت واقدی صاحب کی پوزیشن واضح کرنے والے پیش خدمت ہیں۔ القلیل یدلّ علی الکثیر۔

واقدی پر بعض محققین علماء نے بالفاظ ذیل نقد کیا ہے۔ مثلاً میزان الاعتدال میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

(۱) "...... قال احمد بن حنبل ھو کذّاب یقلّب الاحادیث ..."

قال البخاری و ابو حاتم متروک ... واستقر الاجماع علیٰ وھن الواقدی"

(میزان الاعتدال للذہبی، ج ۳، ص ۱۱۰ طبع قدیم مصری تحت محمد بن عمر بن واقد الاسلمی)

(۲) اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی لکھتے ہیں کہ

"... لم استق ترجمته ھنا لاتفاقھم علیٰ ترک حدیثه ... الخ"

(تذکرۃ الحفاظ، ص ۳۴۸، ج ۱ طبع بیروت، تحت الواقدی محمد بن عمر بن واقد الاسلمی)

(۳) ـــــ اور حافظ ابن حجر تہذیب میں درج کرتے ہیں کہ

"..... قال البخاری الواقدی مدنی سکن بغداد متروک الحدیث .... قال احمد بن حنبل الواقدی کذّاب ..

... قال الشافعی کتب الواقدی کلھا کذبٌ ... الخ"

(تہذیب التہذیب لابن حجر، ص ۳۶۴-۳۶۶، ج ۹،
تحت محمد بن عمر الواقدی)

——— مطلب یہ ہے کہ واقدی غیر معتمد اور متروک شخص ہے۔ اس کی اس نوع کی روایت متروک اور غیر مقبول ہے اور دوسرے محدثین اور مؤرخین کی روایات سے تصحیح اور توافق کے بغیر واقدی کی روایات کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

ثانیاً ——— بالفرض اگر مروانی کردار کا مجوزہ مذکورہ نقشہ درست ہے اور اس موقعہ کے فساد اور خرابیوں کا بنیادی سبب مروان ہے تو پھر ہاشمی حضرات (حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ و حسینؓ، ابن عباسؓ وغیرہ) اور دیگر صحابہ کرام، مثلاً ابن عمرؓ، زید بن ثابتؓ ابوہریرہ وغیرہم، حضرت عثمانؓ کی حفاظت کرنے اور ان کی حمایت کرنے اور ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے سے دست بردار کیوں نہیں ہوتے؟ ہتھیار لگا کر "مدافعت عثمانی" کیوں کرتے رہے؟ پانی بند ہونے پر پانی پہنچانے کے سامان کیوں کیے؟ حضرت عثمانؓ قسمیں دے دے کر ان کو تلوار اٹھانے سے روکتے تھے۔ یہ لوگ پھر بھی آخری دم تک حفاظتی تدابیر کرتے رہے۔ اس مرحلہ میں حضرت عثمانؓ کا کیوں ساتھ دیا اور ایسا کیوں تعاون کیا؟

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، جزء اوّل، ص ۱۵۰-۱۵۱۔
تحت فتنہ زمن عثمانؓ)

یہ حضرات حضرت عثمانؓ کو صاف کہہ دیتے کہ یہ تمام شر و فساد مروان نے اٹھایا ہے جس کے ہاتھ میں آپ نے تمام سلطنت کی باگ ڈور دے رکھی ہے اور سیکرٹری خاص بنا رکھا ہے تمام فتنہ کی ذمہ داری اس پر ہے لہٰذا مروان جانے اور آپ کا کام جانے ہم اس غلط کام میں تعاون نہیں کر سکتے حکم خداوندی ہے کہ "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ (پ ۶) ۔

نیز یہ چیز بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ مصری وفد کے حق میں جو خط پکڑا گیا تھا جس میں محمد بن ابی بکر وغیرہ کے قتل کا حکم درج تھا ، شتر سوار لے کر جا رہا تھا وہ بھی اگر مروان نے ہی لکھ کر ارسال کیا تھا تو ایسے شریر انسان کو تو پہلے قتل کرنا چاہیے تھا اور عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا ، لیکن مروان کو چھوڑ دیا ۔ یہ کیا معاملہ ہے ؟

ثالثاً ۔ ـــــ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جنگ جمل پیش آئی ۔ اس وقت مروان حضرت علیؓ کی جماعت کے ہاتھوں گرفتار ہوا ۔ حضرت علیؓ کی جماعت کے مخالفین میں سے تھا ۔ حسنینؓ نے مروان کے لیے حضرت علیؓ کے ہاں معافی کی سفارش کی ۔ انہوں نے معافی دے دی ۔ اس سفارش کا مسئلہ ذیل مقامات میں درج ہے اور قبل ازیں متعلقات مروان میں سُنّی و شیعہ دونوں کتب سے نقل کیا گیا ہے :-

(سُنّی) (۱) ـــــ السنن لسعید بن منصور ، ص ۳۶۶ ۔ باب جامع الشہادۃ روایت ۲۹۴۷ ۔ طبع مجلس العلمی کراچی ۔ ڈابھیل ۔

(شیعہ) (۲) ـــــ نہج البلاغۃ ، ص ۱۲۳ ۔ فی خطبۃ لہٗ علیہ السّلام علّم فیہا النّاس الصلوٰۃ علی النبیؐ ، طبع مصری ۔

بقول معترضین اگر مروان تمام شرارتوں کی جڑ تھا اور اس کی وجہ سے فتنۂ عثمانی پیش آیا تھا تو حسنینؓ نے ایسے آدمی کی سفارش کیوں کی ؟ اور حضرت علیؓ نے قبول کیوں کی ؟ اس کو تو ختم کر دینا چاہیے تھا ۔ مروان کے حق میں سفارشیں اور معافیاں کیوں جاری ہوئیں ؟

ان تمام حالات پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعۂ عظیمہ اور اس کے مبادی کا اصل سبب مروان کی کارستانیاں نہیں ہیں بلکہ اس کے اسباب دوسرے ہیں ۔ اس کے متعلق ان شاء اللہ تعالیٰ ابحاث ہٰذا کے آخر میں مستقل عنوان

تام کرکے مختصراً کلام کیا جائے گا۔

—— معترض لوگوں کو چونکہ عثمانی دور کی خرابیاں" خامیاں" اور نقائص مدوّن کرنے مقصود خاطر ہیں اس لیے وہ اپنے "مزعومہ مقاصد" کے اتمام کے لیے اپنے زورِ قلم سے تاریخ کے ردّی مواد سے یہ مباحث مستنبط فرماتے ہیں

—اعتراض کنندگان کی اس کارکردگی سے مروان کو نقصان پہنچے یا نہ پہنچے مگر حضرت سیدنا عثمان (خلیفہ راشد) کا کردار ضرور عیب دار ہوتا ہے اور ان کے حق میں سوءِ ظنی یقیناً پھیلتی ہے (یا اَسفا!) اِنَّا للہ واِنّا الیہ راجعون ۔

—— شبہ سوم ——

بنو اُمیّہ اور الحکم کی اولاد مروان وغیرہ کا "مُبغوض" و "ملعُون" ہونا

معترض دوست چند ایسی روایات اس موقعہ پر پیش کرتے ہیں جن میں بنی اُمیّہ اور پھر اولادِ حکم (مروان) وغیرہ کا مکروہ و مبغوض ہونا اور لعین ہونا دکھایا جاتا ہے ۔ اس مسئلے کی متعلقہ چند روایات سامنے رکھ کر یہاں مختصراً بحث کی جاتی ہے تاکہ حقیقت واقعہ صحیح طور پر معلوم ہو سکے ۔ اور اعتراض کا بے جا ہونا ثابت ہو سکے ۔

ازالہ شبہ

اس مقام میں دو طریقہ سے بحث پیشِ خدمت کی جائے گی ۔

روایتہً —— و درایتہً

۱ ۔ یعنی پہلے ان روایات کو باعتبار نقل کے جانچنا ہوگا ۔ روایت کے قواعد کی رُو سے ان کا کیا مقام ہے ؟ قابلِ قبول ہیں ؟ یا قابلِ رد ہیں ؟ علماء نے ایسی روایات پر کیا حکم لگایا ہے ؟

۲ ۔ دوسرے یہ دیکھنا ہوگا کہ باعتبار عقل کے یہ روایات لائقِ تسلیم ہوسکتی ہیں یا نہیں ؟ اور یہ واقعات کے بالکل متضاد و متعارض تو نہیں پائی جاتیں ؟ ان چیزوں کے متعلق غور و فکر کرنے سے خود بخود مسئلہ واضح ہو جائے گا اور نقلاً عقلاً بحث کر لینے کے بعد کوئی خفا باقی نہ رہے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) کہ اس قسم کی روایات بے اصل ہیں اور واقعات کے برخلاف ہیں ۔

(۱)

مبغوض ہونا

صحابہؓ بنو امیہ کے ساتھ عناد رکھنے والے دوستوں کی طرف سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ ابو برزہ اسلمیؓ کہتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام قبائل میں سے بہت مبغوض (قابلِ نفرت) تین قبیلے تھے ایک بنو امیہ، دُوسرے بنو حنیفہ، تیسرے ثقیف تھے ۔"

"۔۔۔۔ عن ابی برزۃ الاسلمی قال کان ابغض الاحیاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو امیۃ ، بنو حنیفۃ و ثقیف ۔۔۔"

المستدرک للحاکم ص ۴۸۰ - ۴۸۱ ، جلد رابع تحت کتاب الفتن والملاحم ذکر ابغض الاحیاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

——— نیز بعض روایات میں پایا جاتا ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم
ن قبائل کو مکروہ جانتے تھے۔ ثقیف و بنو امیہ و بنو حنیفہ۔

اوّلاً ——— یہاں یہ بات قابلِ وضاحت ہے کہ ابو برزۃ اسلمیؓ کی یہ روایت
لم نے یہاں ایک واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے صاحبزادے عبداللہ
ہ نقل کی ہے۔ ہم نے مُسند احمد جلد رابع کی طرف رجوع کر کے ابو برزہ اسلمی کی
م مرویات دیکھی ہیں۔ اس میں یہ روایت دستیاب ہوتی ہے لیکن وہاں بنو امیہ
الفاظ مفقود ہیں۔ صرف بنو حنیفہ و ثقیف کا ذکر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

(مُسند احمد، ج ۴، ص ۴۲۰۔ تحت مسندات ابی برزۃ
اسلمی۔ اوّل مسند البصریین۔ طبع اوّل مصری)

یہاں سے واضح ہوا کہ اصل روایت میں بنو امیہ کے الفاظ نہیں ہیں۔ بعد
ا بعض راویوں کی طرف سے روایت میں داخل کر دیئے گئے ہیں۔ اس کو ادراج
ی کہا جاتا ہے اور یہ راویوں کے تصرفات کا ادنیٰ کرشمہ ہے اور کئی راوی روایت
ا اس طرح کمی بیشی کر دیا کرتے ہیں۔

ثانیاً ——— قابلِ غور یہ چیز ہے کہ اگر یہ روایت درست ہے اور نبی
م صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک قبیلہ بنو امیہ نہایت مبغوض و مکروہ اور قابلِ
رت تھا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مندرجۂ ذیل افعال کس طرح درست
ئے؟ اور بنو امیہ کے ساتھ مندرجۂ ذیل معاملات کیسے جاری رکھے گئے؟ فرمانِ
ی کے ذریعہ یہ قبیلہ قابلِ مذمت و لائقِ نفرت ہوا۔ اور عملِ نبوی نے ان کے
تھ حسنِ معاملہ کر دیا۔ یہ عجیب بات ہے۔

——— اسی طرح مبغوض و مکروہ قبیلہ بنو امیہ کے ساتھ بنو ہاشم نے
ابطِ نسبی اور دیگر تعلقات کیوں قائم دائم رکھے؟ اور صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ

نے بھی بنو اُمیّہ سے اچھے معاملات کیسے روا رکھے ؟ اور اسلامی حکومت میں کس طرح انہیں عمدہ مناصب دے دیئے ؟ ذیل میں بطور یاد دہانی چند اُمور پیش کر دیتے ہیں۔ ان کو ملاحظہ فرما کر مسئلہ ہٰذا میں تدبّر و تفکّر فرما دیں۔ کتابوں کے حوالہ جات ان کے لیے قبل ازیں گزر چکے ہیں۔ رجوع فرما کر تسلّی کر لیں۔

نسبی تعلقات

۱۔ صاحبزادی حضرت رقیہؓ بنتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نکاح حضرت عثمانؓ اموی کے ساتھ تھا۔

۲۔ صاحبزادی اُمِّ کلثومؓ بنتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نکاح حضرت عثمان اُموی کے ساتھ تھا۔

۳۔ اُمِ حبیبہؓ بنتِ ابی سفیان (اُموی) نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نکاح میں تھیں۔

۴۔ حضرت علیؓ کے حقیقی برادر جعفر طیّار کے بیٹے (عبداللہ بن جعفر) کی بیٹی اُمِ کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ کے بیٹے ابان بن عثمانؓ بن عفان (اموی) کے ساتھ ہوا۔

۵۔ سیّدنا امام حسینؓ کی لڑکی سکینہ بنتِ حسینؓ کا نکاح حضرت عثمان (اموی) کے پوتے زید بن عمرو بن عثمانؓ کے ساتھ تھا۔

۶۔ سیّدنا امام حسینؓ کی لڑکی فاطمہ بنت حسینؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ (اموی) کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان کے ساتھ تھا۔

۷۔ سیّدنا امام حسنؓ کی پوتی اُمّ القاسم بنت حسن بن حسن کا نکاح حضرت عثمانؓ (اموی کے پوتے مروان بن ابان بن عثمانؓ سے تھا۔ (مذکورہ رشتوں کے کتابی حوالہ جات سوا اُمِ حبیبہؓ کے "رحماء بینہم" حصّہ سوم عثمانی کے باب

اوّل میں تفصیلاً گزر چکے ہیں)۔

۸ ۔ امیر معاویہؓ کی بہن (ہند بنت ابی سفیان) اُموی کا نکاح حضرت علیؓ کے چچا زاد برادر حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کے ساتھ ہُوا ۔

۹ ۔ حضرت علیؓ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی پوتی لبابہ بنت عبیداللہ بن عباس کا نکاح امیر معاویہؓ کے بھتیجے ولید بن عُتبہ بن ابی سفیان (اموی) کے ساتھ ہُوا ۔

۱۰ ۔ حضرت جعفر طیارؓ کی پوتی رملہ بنت محمد بن عبداللہ بن جعفرؓ کا نکاح پہلے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک اموی کے ساتھ ہُوا ۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ کے بھتیجے ابوالقاسم بن الولید بن عتبہ بن ابی سفیان (اموی) کے ساتھ ہُوا ۔

(ان رشتہ داریوں کے حوالہ جات قبل ازیں بحث ثانی میں امیر معاویہؓ کے خاندان کے ساتھ رشتوں کے عنوان میں مذکور ہو چکے ہیں رجوع فرماویں)

سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک جو قبیلہ مکروہ و مبغوض ہو اس کے ساتھ اس طرح کے برادرانہ تعلقات اور نسبی روابط قائم کرنے کس طرح درست ہوئے؟ سوچیے اور انصاف فرمائیے۔

غیر نسبی روابط

۱ ۔ نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جناب میں حضرت عثمانؓ (اموی) کاتبِ وحی تھے ۔ (یہ مسئلہ مسلّمات میں سے ہے) ۔

۲ ۔ اسی طرح امیر معاویہؓ بھی کاتبِ نبوی تھے (یہ مسئلہ بھی مسلّمات میں سے ہے) ۔

۳ - حضرت عثمانؓ (اموی) عہدِ نبوی میں متعدد دفعہ کئی اُمور کے ذمّہ دار و عہدیدار بنائے گئے۔

۴ - امیر معاویہؓ اموی کو عہدِ نبوی میں کئی اُمور کا والی بنایا گیا اور عہدِ صدیقی و فاروقی میں متعدد بار امیر و حاکم بنائے گئے۔

(بحث اوّل تحت عنوان "الشام" حوالے دے دیئے گئے ہیں)۔

۵ - حضرت ابوسفیانؓ (امیر معاویہؓ کے والد) اموی کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے نجران کے علاقہ پر عامل و حاکم بنایا۔

۱ ـــــ منہاج السنہ لابن تیمیہؒ، ص ۱۷۵ - ۱۷۶ - ج ۳۔

۲ ـــــ المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۸۲ - ۳۸۳۔

۶ - اور یزید بن ابی سفیانؓ (امیر معاویہؓ کے برادر) اموی کو صدیق اکبرؓ نے فتوح الشام کے لیے افواج پر والی و امیر بنا کر روانہ کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے یزید ہٰذا کو اس کام پر مامور رکھا۔ (بحوالہ مذکور)

۷ - حضور نبی کریم علیہ السّلام نے عتاب بن اسید اموی کو مکّہ پر حاکم بنایا۔ (بحوالہ مذکور)

۸ - خالد بن سعید بن العاص اُموی کو عہدِ نبوی میں بنی مذحج کے صدقات پر اور صنعاء اور یمن پر عامل و حاکم بنایا گیا۔ (بحوالہ مذکور)

۹ - ابان بن سعید بن العاص اموی کو عہدِ نبوی میں پہلے سرایا پر عامل بنایا گیا۔ پھر العلا بن الحضرمی کے بعد البحرین کا حاکم مقرر کیا گیا۔ (بحوالہ مذکور)۔

۱۰ - عمرو[1] بن سعید بن العاص اموی کو عہدِ نبوی میں تیما، خیبر، قریٰ عرینہ پر حاکم

---

[1] (قولہٗ عمرو بن سعید بن العاص) یہاں اصل کتاب میں عثمان بن سعید لکھا ہوا ہے۔

بنایا گیا۔

(۱)——— بحوالہ مذکور یعنی منہاج السنۃ، ص ۱۷۵-۱۷۶۔ ج ۳۔ تحت جوابات مطاعن عثمانی۔ طبع لاہور

(۲)——— تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۶۱-۶۲۔ تحت تسمیۃ عمالہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جو قبیلہ مکروہ و مبغوض و قابلِ نفرت ہو اسے یہ عزت کے مواقع کیوں مہیا کیے گئے؟ اور نبوی، صدیقی، فاروقی دور میں ان لوگوں پر اعتماد کرتے ہوئے مذکورہ ذمہ داریاں کیوں سپرد فرمائی گئیں؟ غور و فکر کے بعد خود فیصلہ فرمائیے۔

بنو امیہ کے حق میں حضرت علیؓ کے اقوال

متعدد مقامات میں حضرت علی المرتضیٰ سے قبیلہ بنو امیہ کے حق میں فضیلت اور منقبت کے اقوال منقول ہیں جن سے حضرت علیؓ کے نظریات بنو امیہ کے متعلق واضح ہوتے ہیں۔ مثلاً:-

——— ابن سیرین کہتے ہیں کہ ایک شخص نے قبائلِ قریش کے متعلق حضرت علیؓ سے سوال کیا تو حضرت علیؓ نے دیگر قبائل کی صفات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ

لیکن صحیح یہ ہے کہ عمرو بن سعید بن العاص ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انساب و رجال کی عام متداول کتابوں میں (جو بندہ کے پاس ہیں) سعید بن العاص کی اولاد میں عمرو تو مذکور ہے۔ لیکن عثمان بن سعید اولاد میں نہیں ملتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ناقل کے قلم سے سہو ہو گیا ہے۔ اور عمرو کی بجائے عثمان لکھا گیا ہے تا حال بندہ کی تحقیق یہی ہے۔

لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً (منہ)

قبیلہ بنو امیہ کے فضائل بالفاظِ ذیل بیان فرمائے ۔

——— ہمارے بھائی بنو امیہ ہم میں سے بھاری عقل والے اور وزنی فہم و فراست والے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

——— ہمارے برادران بنو امیہ زیادہ حلم والے ہیں ۔

—— بہر حال ہمارے بھائی بنو امیہ افواج و جیوش کی قیادت کرنے والے ہیں ۔

——— لوگوں کو خوراک و طعام مہیا کرنے والے ہیں اور عزت کی مدافعت اور حرمت کی حمایت کرنے والے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

——— عن ابن سیرین قال قال رجل لعلیؓ اخبرنی عن قریشٍ قال ارزننا احلامًا اخوتنا بنی امیۃ ۔"

(المصنف لعبد الرزاق، ج ۵ ص ۴۵۱ ۔ تحت عنوان بیعۃ ابی بکر)

——— "۔ ۔ ۔ فقال (علی) اوزننا احلامًا اخواننا بنو امیۃ ۔"

(المصنف لعبد الرزاق، ج ۱۱، ص ۵۶، باب فضائل قریش)

——— "۔ ۔ ۔ فقال (علی) اما اخواننا بنو امیۃ فقادۃ ادبۃ ذادۃ ۔"

(۱) ——— المصنف لعبد الرزاق، ج ۱۱، ص ۵۷ ۔ تحت فضائل قریش ۔

(۲) ——— کتاب الفائق للزمخشری، ج ۲، ص ۳۲۶ ۔ تحت نون مع الجیم ۔ طبع دکن ۔

حاصلِ کلام

مختصر یہ ہے کہ قولِ نبویؐ و عملِ نبویؐ کے ذریعہ اور حضرت صدیقِ اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے تعامل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ صحابہؓ بنو امیہؓ کو مبغوض و مکروہ جاننا واقعات کے برخلاف ہے۔ خود حضرت علیؓ کے فرامین کے برعکس ہے۔ بلکہ ان کا منظور و مقبول ہونا مستحسن و پسندیدہ ہے اور جن روایات میں بغض و کراہت بنی امیہؓ کا ذکر پایا گیا ہے وہ درست نہیں بلکہ رواۃ کی طرف سے مُدرج معلوم ہوتی ہیں۔

۲

"ملعُون ہونا"

اوّل (۱) ——— عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کہتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہُوئے تھے اور میرے والد اپنے گھر کپڑے بدلنے گئے تاکہ یہاں آکر مجلس میں شریک ہوں۔ اس اثنا میں حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ تمہارے پاس لعین شخص داخل ہوگا۔ عبداللہ کہتا ہے کہ میں اندر باہر دیکھتا رہا۔

"حتی دخل فلان یعنی الحکم"، حتیٰ کہ داخل ہُوا فلاں شخص۔ راوی کہتا ہے یعنی حکم داخل ہُوا"۔

(بحوالہ مُسند احمد، تحت روایات عبداللہ بن عمرو بن العاص)

قابلِ توجہ یہ بات ہے کہ یہ روایت اخبارِ آحاد میں سے ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو آپؐ نے کسی شخصِ معیّن کا نام لے کر لعنت نہیں فرمائی بلکہ لعین شخص کے

داخل ہونے کی اطلاع کی۔ پھر وہ فلاں شخص مجلس میں داخل ہوا۔ راویوں میں سے ایک راوی کہتا ہے کہ وہ حکم ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اصل روایت میں "حکم" کا نام تصریحاً مذکور نہیں تھا۔ لیکن بعد میں "فلاں" سے مراد "حکم" لیا گیا۔ اس طریقہ سے یہ روایت اپنے مضمون پر صریح الدلالت نہ ہوئی بلکہ راوی کا اپنا گمان ٹھہرا۔

دوم (۲) ــــــ عبداللہ بن زبیرؓ سے منقول ہے کہ وہ کعبہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کی ایک روایت سنائی کہ:۔

"لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاناً وما ولد من صلبہ۔"

"یعنی حضرتؐ نے لعنت فرمائی فلاں شخص پر اور جو اس کی پشت سے اولاد ہوئی۔"

(مسند احمد تحت مسندات عبداللہ بن زبیرؓ)

روایت ہٰذا اخبار آحاد میں سے ہے۔ اگر اس کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس میں ایک ایسے شخص اور اس کی اولاد پر لعنت کی گئی ہے جس کا نام اور تعین کچھ معلوم نہیں۔ نہ اس کا نام روایت میں ہے اور نہ ہی کسی راوی نے واضح کیا ہے۔

لہٰذا یہ روایت مدعا مذکور کو مثبت نہ ہوئی اور معلوم نہ ہو سکا کہ "فلاں" سے مراد کون شخص ہے؟ جو دلیل مدعا کو ثابت نہ کر سکے وہاں تقریب تام نہیں ہوتی۔

سوم (۳) ــــــ عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ:۔

"انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن الحکم وولدہ۔"

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "الحکم" اور اس کی اولاد پر لعنت کی۔"

(المستدرک للحاکم، کتاب الفتن والملاحم تحت ذکر
البغض لاحیاء الیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، طبع اوّل دکن۔

اس روایت کی سند کے متعلق علماء کرام نے نقد اور جرح کر دی ہے۔ لہٰذا یہ روایت درست نہیں اور نہ ہی قابلِ استدلال ہے۔ مثلاً اس سند میں ایک راوی احمد بن محمد بن الحجاج بن رشدین المصری ہے۔ اس کے متعلق ذہبی نے تلخیص مستدرک میں لکھا ہے کہ الرشدینی کو ابن عدی نے ضعیف قرار دیا ہے اور "میزان الاعتدال" جلد اوّل میں ذہبی نے لکھا ہے کہ ابن عدی کہتے ہیں کہ ابن رشدین کو لوگوں نے جھوٹا قرار دیا اور اس کی کئی منکر روایات ہیں اور اس سے کئی باطل اور جھوٹی چیزیں منقول ہیں۔

(میزان الاعتدال للذہبی، جلد اوّل
تحت احمد بن محمد الرشدینی)

اسی طرح لسان المیزان میں بھی مذکور جرح پائی گئی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے مزید لکھا ہے کہ احمد بن صالح الرشدینی کو کذّاب کہتے تھے۔"

(لسان المیزان، جلد اوّل ۲۵۷-۲۵۸-
تحت احمد مذکور)

اور کتاب الجرح والتعدیل رازی (القسم اوّل۔ جلد اوّل) میں رشدین مذکور پر جرح پائی گئی ہے۔ سند ہٰذا میں مزید بعض راویوں پر بھی جرح موجود ہے لیکن اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ یہ روایت سنداً صحیح نہیں۔ فلہٰذا قابلِ حجّت نہیں ہو سکتی۔

چہارم (۴) ——— مستدرک للحاکم کی ایک روایت میں واقعہ مذکور ہے کہ جب امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت کے لیے مروان کو کہا تو مروان نے

لوگوں کے سامنے یہ بات رکھی تو اس وقت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور مروان کے درمیان اس مسئلہ میں تیز کلامی ہوگئی۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ یہ طریقہ ہرقل اور قیصر کا ہے مروان نے کہا کہ قرآن مجید کی آیت "وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَا" تمہارے حق میں نازل ہوئی۔ پس یہ بات حضرت عائشہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا :-

"کذب واللہ ما ھو بہ ولکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن ابا مروان ومروان فی صلبہ ... الخ

"یعنی حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مروان نے غلط کہا۔ اللہ کی قسم! اس طرح بات نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ کو لعنت کی اور مروان اس کی پشت میں تھا۔"

(المستدرک للحاکم، ج ۴۔ کتاب الفتن والملاحم۔ تحت ذکر ابغض الاحیاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

روایت ہٰذا پر مندرجہ ذیل کلام کیا جاتا ہے :-

ا۔ ایک تو یہ ہے کہ اس روایت میں انقطاع پایا گیا ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے اپنی تلخیص میں اس روایت کے تحت یہ لکھا ہے :-

"قلت فیہ انقطاع محمد لم یسمع من عائشۃ"

"یعنی محمد ابن زیاد مذکور نے حضرت عائشہ سے یہ روایت نہیں سنی" بلکہ درمیان میں کوئی اور شخص ساقط ہے جس کے ذریعے یہ روایت محمد کو پہنچی (خدا جانے وہ کیسا آدمی تھا)۔

(تلخیص مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۴۸۱ تحت روایت)

۲- دوسری بات یہ ہے کہ روایت مذکورہ (یعنی عبدالرحمٰن اور مروان کی باہمی مذکورہ گفتگو) مندرجۂ ذیل مقامات میں اکابر علماء نے ذکر کی ہے لیکن اس مقام میں مروان اور اس کے والد حکم پر زبانِ نبوت سے لعن طعن مذکور نہیں۔

بخاری شریف میں عبدالرحمٰن اور مروان کی گفتگو مذکورہ کا ذکر ہے لیکن وہاں بھی حکم اور مروان پر لعن طعن کا کوئی ذکر نہیں۔

۱ ــــ بخاری شریف، جلد ثانی، سورۃ احقاف، باب قولہ والذی قال لوالدیہ اُفٍّ لکما۔

۲ ــــ الاصابہ، ج ۱، ص ۳۴۵ تحت الحکم۔

۳ ــــ اسد الغابہ لابن اثیر، ج ۳، ص ۳۰۶ تذکرہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ۔

۴ ــــ الاصابہ لابن حجرؒ، ج ۲، ص ۴۰۰ تذکرہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ۔

۵ ــــ البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۸۹ تحت تذکرہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ۔

(۵۸ھ) میں مذکورہ باہمی گفتگو مندرج ہے لیکن مندرجہ بالا ۵ عدد کتب میں زبانِ نبوی سے مروان و حکم پر لعن طعن کا اضافہ نہیں پایا جاتا اور جہاں کہیں اس واقعہ میں حضرت عائشہؓ کی زبان سے لعن طعن کا اضافہ پایا جاتا ہے اس کے متعلق حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایات صحیح نہیں۔

"ویروی انها بعثت الی مروان تعتّبه وتؤنّبه و تخبره بخبر فیه ذم له ولابیه لایصح عنه۔"

"یعنی جن روایات میں یہ مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے مروان کو عتاب اور زجر و توبیخ کی اور ایک ایسی خبر دی کہ جس میں مروان اور اس کے باپ کے لیے مذمت مذکور تھی تو وہ روایات صحیح اور درست نہیں"

(البدایہ لابن کثیرؒ ج ۸، ص ۸۹ - تذکرہ
عبدالرحمٰن بن ابی بکر تحت ۵۸ھ)

مذکورہ پیش کردہ چیزوں کے ذریعہ ثابت ہوا کہ اس واقعہ کی جو روایات صحیح ہیں ان میں لعن طعن مذکور نہیں اور جہاں کہیں اس میں لعن دیکھا گیا ہے وہ مرویات صحیح نہیں۔ لہٰذا یہ روایت مدعا کو ثابت نہیں کر سکتی اور تقریب تام نہیں۔

پنجم (۵) —— حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے ایک روایت ذکر کی گئی ہے کہ :-

"حضور علیہ السّلام کے دَور میں اہلِ اسلام کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا وہ حضور علیہ السّلام کی خدمت میں دعا و برکت کے لیے حاضر کیا جاتا۔ آپ اس کے لیے دعا فرماتے۔ چنانچہ مروان بن الحکم پیدا ہُوا تو اس کو حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آنجناب نے فرمایا"

"هو الوزغ ابن الوزغ الملعون ابن الملعون"

"یعنی کرگٹ کا بیٹا کرگٹ ہے اور ملعون کا بیٹا ملعون ہے"

(مستدرک للحاکم، کتاب الفتن والملاحم تحت عنوان اذا
بلغت بنو امیّۃ اربعین ... الخ -

اس روایت کے متعلق علماء نے مندرجہ ذیل کلام کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ روایت بالکل

بے اصل اور بے بنیاد ہے۔

۱۔ علامہ ذہبیؒ نے مستدرک کی تلخیص میں اس روایت کے تحت فرمایا ہے کہ :۔

"قلت لا واللّٰہ ومیناء کذبہ ابو حاتم"

"یعنی حاکم نے روایت کو صحیح کہا تھا۔ اس کو رد کرتے ہوئے ذہبی فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ایسی بات نہیں ہے اور اس روایت کے راوی میناء کو ابو حاتم رازی نے جھٹلایا ہے۔

(۱)۔۔۔ تلخیص مستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۴۷۹ تحت روایت۔

(۲)۔۔۔ المغنی فی الضعفاء للذہبی، ص ۶۹۱ جز ثانی تحت میناء ابن ابی میناء۔

۲ - ابن ابی حاتم رازی نے کتاب الجرح والتعدیل جلد رابع قسم اوّل میں اسی راوی میناء (مولٰی عبد الرحمٰن بن عوف) کے حق میں لکھا ہے کہ منکر الحدیث - روی احادیث فی اصحاب النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم مناکیر - لا یعباء بحدیثہ کان یکذب"

"یعنی میناء حضورؐ کے صحابہؓ کے حق میں منکر روایات روایت کرتا تھا۔ اس کی حدیث کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا۔ وہ جھوٹ بولتا تھا"

(کتاب الجرح والتعدیل، ص ۳۹۵ - ج ۴ - قسم اوّل تحت میناء - طبع حیدر آباد دکن)

۳ - ابن حبان نے اپنی کتاب المجروحین میں میناء کے حق میں لکھا ہے کہ

"۔۔۔۔۔ وجب التنکب عن حدیثہ"

یعنی میناء کی روایت سے اجتناب کرنا واجب اور الگ ہو جانا لازم ہے

(کتاب المجروحین لابن حبان جز ثانی، ص ۲۲۵ تحت میناء
مولیٰ عبد الرحمٰن۔ طبع حیدر آباد دکن)

حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب میں کہا ہے کہ :۔

"۔۔۔۔۔ قال الجوزجانی انکرالائمۃ حدیثہٗ لسوء مذہبہ۔

"۔۔۔۔۔ قال ابن عدی ۔۔۔۔۔ انہ یغلو فی التشیع ۔۔۔"

"۔۔۔۔۔ قال یعقوب بن سفیان ۔۔۔۔ ان لایکتب حدیثہ"

یعنی کبار علماء نے میناء کے برے مذہب کی وجہ سے اس کی حدیث سے انکار کر دیا ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ وہ شیعہ مذہب میں غلو رکھتا تھا۔ اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ میناء کی روایت کو نہ لکھا جائے۔ اور اس سے روایت نہ لی جائے۔"

(تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۱۰، ص ۳۹۷۔
تحت میناء بن ابی میناء)۔

——علماء کبار کی مندرجہ بالا تصریحات سے ثابت ہوا کہ میناء کی یہ روایت بے اصل ہے اور اس سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

تنبیہ :۔

مروان اور اس کے والد حکم کے سلسلہ میں اس قسم کے لعن طعن کی روایات کئی انواع کی صورت میں راویوں نے چلا دی ہیں ان کا شمار کر کے احتساب کرنا ایک بڑی طویل بحث ہے۔ ہم نے بطور نمونہ اس نوع کی چند روایات ناظرین کی خدمت میں پیش کر کے ان پر کلام کر دیا ہے کہ بعض روایات تو مدعا کو ثابت نہیں کر سکتیں اور بعض دوسری مرویات غیر معتبر راویوں کی وجہ سے بے اصل ہیں۔

(۳)

مذمّت کی روایات علماء کی نظروں میں

"صحابۂ بنو امیّہ" اور ان کے ہم نوا اصحاب کے متعلق بعض روایات میں مذمّت اور تنقیص دستیاب ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں کبار علماء نے روایات کے اس قسم کے ذخیرہ پر بڑا عمدہ کلام کر دیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ہم ذیل میں اس کو نقل کرتے ہیں تاکہ "صحابۂ بنو امیہ" کے خلاف مرویات کا ایک گونہ جائزہ لیا جا سکے اور شبہ ہٰذا کے تحت جو بغض ولعن وغیرہ کی روایات ذکر کی گئی ہیں ان کا یکجا تجزیہ ہو سکے۔

۱۔ ——— علامہ ابن قیمؒ نے اپنی تصنیف "المنار المنیف فی الصحیح والضعیف" کے فصل سینتیس[۳۷] میں مذکورہ روایات پر عجیب بحث کی ہے۔ ناظرین کرام کے لیے اس میں سے چند جملے نقل کیے جاتے ہیں:۔

"...... ومن ذالك الاحاديث فى ذم معاوية۔ وكل حديث فى ذمّه فهو كذب۔ وكل حديث فى ذم عمرو بن العاص فهو كذب۔ وكل حديث فى ذم بنى اميّة فهو كذب ..... وكذالك احاديث ذم الوليد و ذم مروان بن الحكم۔"

"یعنی ان جعلی روایات میں سے وہ احادیث ہیں جو امیر معاویہ کی تنقیص میں منقول ہیں اور ہر وہ حدیث جو ان کی مذمت میں ہے دروغ اور جھوٹ ہے۔"

اسی طرح ہر وہ حدیث جو عمروؓ بن العاص کی مذمّت میں ہے جھوٹ ہے اور ہر وہ حدیث جو بنی امیّہ کی مذمت میں ہے وہ دروغ ہے۔

...... اسی طرح وہ احادیث جو ولید اور مروان بن الحکم کی مذمّت

میں ہیں جعلی ہیں۔"

(المنار المنیف فی الصحیح والضعیف لابن قیّم

فصل سینتیس، ص ۱۱۷۔ مطبوعہ حلب)

(۲) ـــ ملّا علی قاریؒ نے بھی اسی طرح ان مذمّت و تنقیص اور لعن طعن پیش کرنے والی روایات کے متعلق یہ ذکر کیا ہے کہ:۔

"ومن ذالك الاحادیث فی ذم معاویة وذم عمرو بن العاص

وذمّ بنی امیّة ...... وذم مروان بن الحکم ... الخ۔"

"یعنی ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ ان جعلی روایات میں وہ احادیث ہیں جو امیر معاویہؓ کی مذمّت میں اور عمرو بن العاص (صحابی) کی مذمّت میں ہیں اور قبیلہ بنی امیّہ کی مذمّت میں ہیں .... اور اسی طرح مروان بن الحکم کی مذمت میں مرویات بھی جعلی ہیں۔"

۱ ـــ موضوعات ملّا علی قاری، ص ۱۰۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی

فصل ومما وضعه جهلة المنتسبین الی السنة۔

۲ ـــ الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ، ص ۴۷۷ یعنی

موضوعات کبیر ملّا علی قاری۔ مطبوعہ بیروت لبنان۔

۳ ـــ کوثر النبیؐ از مولانا عبدالعزیز پرہاروی (حصّہ دوم)

تحت بحث احادیث موضوعہ (قلمی)

ـــ اس فن کے مشاہیر علماء نے اُمّتِ مُسلمہ پر واضح کر دیا ہے کہ بنی امیّہ کے مشہور حضرات کے حق میں لعن طعن و مذمّت و تنقیص دکھلانے والی روایات راویوں نے از خود تصنیف فرما کر قوم میں نشر کر دی ہیں۔ اب اس قسم کے ذخیرہ روایات

پر نظر کرنے سے لوگوں کو کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر ان کے حق میں بدظنی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔علماء نے "احقاقِ حق" کا اپنا فریضہ خوب ادا فرمایا ہے۔اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص حق بات کو قبول نہیں کرتا اور خواہ مخواہ "زیغ عن الحق" کی راہ اختیار کرتا ہے۔تو یہ "تعصب" ہوگا جس کا انجام بخیر نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے والحقّ احقّ ان یّتّبع "، یعنی حق بات اس کی زیادہ حقدار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔

—— (۴) ——

مذکورہ روایات عقل و درایت کی روشنی میں

اس سلسلہ میں اس مسئلہ پر غور کرنا ہے کہ اگر الحکم اور اس کی اولاد مروان وغیرہ پر لعن طعن کی مذکورہ بالا روایات درست ہیں اور اگر (لسانِ نبوت) سے الحکم اور اس کی اولاد ملعون ہے تو پھر مندرجۂ ذیل چیزیں کیسے صحیح ہوئیں۔مثلاً:-

۱ ۔حضرت عثمانؓ کی طرف سے مروان کو اپنا داماد کیسے بنایا گیا؟

۲ ۔حضرت عثمانؓ نے مروان کو اپنا کاتب کیسے تجویز فرما دیا؟

۳ ۔حضرت عثمانؓ نے مروان کو "بحرین" کا حاکم اور والی کیسے بنا دیا؟

۴ ۔حضرت عثمانؓ نے الحکم کو بمع اس کی اولاد کے مدینہ میں قیام کی کیسے اجازت دے دی؟ کیا حضرت عثمانؓ کو حضور علیہ السلام کے یہ لعن طعن کے فرمودات معلوم نہیں تھے؟ یا پھر ان فرامینِ نبوت سے متاثر نہ ہوئے؟ کونسی بات درست ہے؟ حضرت عثمانؓ کی دیانتداری و جاں نثاری کے مقام کو مدنظر رکھیں۔اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں۔

۵ ۔اگر یہ خاندان زبانِ رسالت کے ذریعے لائقِ نفرت، قابلِ حقارت اور

لعن کا مورد ہے تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے قبیلہ بنو امیہ (جس کی الحکم اور اس کی اولاد ایک بڑی شاخ ہے) کے حق میں مذکورہ بالا فضیلت و منقبت کے اقوال کیسے فرما دیتے اور ان کے عمدہ خصال کس طرح شمار کر دیتے؟

۶ ۔ نیز حضرات حسنینؓ نے جنگ جمل میں مروان کی گرفتاری پر مروان کو رہا کرانے کے لیے حضرت علیؓ کے ہاں سفارش کس طرح کر دی؟ اور پھر حضرت علیؓ نے اس کے حق میں سفارش کیسے منظور فرمائی؟

۷ ۔ سہل بن سعد (صحابی)، علی بن الحسین ہاشمی (یعنی زین العابدین تابعی)، عروہ بن زبیر تابعی، سعید بن المسیب تابعی وغیرہم اکابرینِ اُمت نے مروان کی دیانت پر کیسے اعتماد کیا۔ اور اس سے رواباتِ حدیث کیسے حاصل کیں؟

۸ ۔ امام مالکؒ نے اپنے "مؤطا" میں مسائلِ شرعی میں اعتماد کرتے ہوئے مروان سے متعدد مسائل کیسے نقل کر دیئے؟

۹ ۔ امام محمد بن حسن الشیبانی نے اپنے "مؤطا" میں مروان سے بہت سے مسائلِ شرعی کیسے نقل کر دیتے؟

۱۰ ۔ مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ طیبہ پر ایسے مروان کا نائب مناب اور قائم مقام ہونا کیسے گوارا کرتے تھے؟

۱۱ ۔ حضرت سیدنا زین العابدین کا قول اُموی خلفاء کے حق میں کیسے صحیح ہوا؟ جب کہ ایک شخص کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔

"بل نصلّی خلفھم وننا کحھم بالسنۃ"

"یعنی ہم بنی اُمیہ خلفاء کے پیچھے نمازیں پڑھیں گے اور ان کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق سُنت کے مطابق قائم کریں گے"

۱۲ - سیدنا زین العابدینؒ کے حق میں علامہ زہری کا قول کس طرح صحیح ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ احسنهم طاعة احبّهم الی مروان وعبد الملك بن مروان ۔
یعنی اہلِ بیت حضرات میں سے سیدنا زین العابدینؒ مروان وعبد الملک بن مروان کے نہایت عمدہ تابعدار ہیں اور اس کی طرف زیادہ محبت رکھنے والے ہیں۔

۱۳ - مزید تدبّر فرمائیے۔ اگر بالفرض فرمانِ نبوی کے اعتبار سے بنی امیّہ مذموم و مبغوض ہیں اور خصوصًا الحکم اور اس کی اولاد مروان وغیرہ ملعون ہے تو پھر ایسے منحوس خاندان کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؓ کی اولاد شریف نے رشتہ داری کے نسبی تعلقات کیسے قائم فرما دیئے؟ اور لطف یہ کہ متعدد رشتے حضرت علیؓ کی اولاد نے مروان کی اولاد کو دیئے ہیں ان سے لیے نہیں مثلاً :۔

(۱) ـــــ رملہ بنت علی بن ابی طالبؓ مروان کے بیٹے معاویہ کے نکاح میں تھی۔

(۲) ـــــ حسن مثنیٰ کی لڑکی (زینب) مروان کے پوتے ولید بن عبد الملک بن مروان کے نکاح میں تھی۔

(۳) ـــــ امام حسنؓ کی پوتی (نفیسہ بنت زید بن امام حسنؓ) مروان کے پوتے ولید بن عبد الملک بن مروان کے نکاح میں تھی۔

(۴) ـــــ امام حسنؓ کی پوتی (خدیجہ بنت الحسین بن حسنؓ) مروان کے بھائی الحارث بن الحکم کے پوتے اسمٰعیل بن عبد الملک بن الحارث کے نکاح میں تھی۔ اسی خدیجہ کو امّ کلثوم کے نام سے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

(۵) ـــ خدیجہ ہٰذا کے نکاح کے بعد ان کی چچا زاد بہن (حمادہ بنت الحسن المثنیٰ بن امام حسنؓ) مروان کے حقیقی بھائی الحارث بن الحکم کے پوتے اسمٰعیل بن عبد الملک بن الحارث کے نکاح میں تھیں۔

مذکورۃ بالا امور کے حوالہ جات قبل ازیں امیر معاویہؓ اور مروان کے حالات میں

دے دیئے گئے ہیں، رجوع فرما کر تسلی کی جا سکتی ہے۔

قابلِ غور یہ بات ہے کہ کیا حضرت علیؓ کی اولاد نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام فرمودات (جن میں بغض۔ کراہت۔ لعن وغیرہ مذکور ہے) یکسر فراموش کرتے ہوئے خاندان مروان سے دائمی تعلقات رشتوں کی صورت میں اُستوار کر لیے۔ یا یہ روایات ان کے دَور میں ان لوگوں کے سامنے ہی نہیں آئی تھیں۔ بلکہ بعد میں راویوں نے اپنے اپنے مقاصد کی خاطر تصنیف فرما کر قوم میں نشر کر دیں۔

ناظرین کرام میں بڑے بڑے فہیم، ذہین، فطین، ذکی، مفکر موجود ہیں۔ ہم نے گویا اس مسئلہ کی مختلف جوانب پیش کر دی ہیں۔ منصفانہ غور و خوض فرما کر امید ہے بہتر نتائج خود برآمد کر سکیں گے۔ ہماری طرف سے صرف اتنی گذارش ہے کہ گروہی تعصب سے بالاتر ہو کر غور فرما دیں۔

بحث مروان کا خاتمہ

مروان بن الحکم کے لیے پہلے مختصر حالات دیئے گئے۔ اس کے بعد مروان کے متعلقہ چند ایک مشہور مشہور اعتراضات کے جوابات پیش کیے ہیں۔ ان دونوں بحثوں میں کما حقہٗ علمی مواد ہم نہیں پیش کر سکے۔ بعض تاریخی کتب (مثلاً تاریخ بلدہ دمشق الکامل ابن عساکر وغیرہ) ہمیں حاصل نہیں۔ اس وجہ سے یہ بحثیں نامکمل ہیں۔ تاہم مالا یدرک کلہٗ لایترک کلہٗ کے قاعدہ کے موافق جو کچھ ما حضر تھا وہ پیش کر دیا گیا۔

——— قبل ازیں بحث ہٰذا کی ابتدا میں بھی ذکر کیا گیا۔ اب دوبارہ آخر بحث میں لکھا جاتا ہے کہ کسی مسئلہ میں بھی افراط و تفریط مناسب نہیں ہوتی۔ اس بناء پر مروان کے معصوم عن الخطاء اور غلطی سے مبّرا ہونے کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔

بہت ممکن ہے کئی مواقع میں مردان سے غلطی ہوئی ہو لیکن ساتھ ہی مردان کی خوبیوں کو اور دینی و قومی خدمات کو یکسر ختم کر کے اس کی خامیوں کی داستانیں نشر کرنا بھی کوئی "کارِ خیر" نہیں اور نہ اسلام و دین کی یہ کوئی بہترین خدمت ہے۔

سلف صالحین کے طریقہ پر "خذ ما صفا ودع ما کدر" پر عمل کرنا مناسب ہے۔ حق بات کو حق کہنا، غلط بات کی حمایت نہ کرنا یہ اسلم طریق ہے اور تعصب سے اجتناب کی بہترین صورت ہے۔ اگر قبول خاطر ہو جائے۔

بحثِ ثالث

بحث ہٰذا میں اس مسئلہ کو دو طریقہ سے پیش کیا جاتا ہے۔ایک طریقہ تو یہ ہے کہ معلوم کیا جائے "اقربا نوازی" کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ شرعاً کس طرح محمود اور صحیح ہے؟ اور کن کن صورتوں میں مذموم اور قبیح ہے؟

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ واقعات کے اعتبار سے اس مسئلہ کو معلوم کیا جائے اور دَورِ عثمانی سے پہلے گذشتہ ادوار عہدِ نبوی، عہدِ فاروقی اور مابعد والے ایام (عہدِ مرتضوی) میں غور و فکر کر لیا جائے کہ ان ایام میں رشتہ داروں کو مناصب دینے میں کیا طرز اختیار کیا گیا؟ اور عہدہ جات تقسیم کرنے میں قبیلہ داری کی رعایت رکھی گئی؟ یا قریبیوں کو حکومت کے مناصب سے الگ رکھا گیا؟ ان ہر دو طریق سے مسئلہ ہٰذا خوب واضح ہو جائے گا۔

طریقِ اوّل

شریعت میں اقرباء کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) ـــــ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ۔۔۔ الخ

یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان اور بھلا کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتامیٰ اور مساکین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (قرآن مجید۔ پارہ پنجم۔ پاؤ اوّل)

(۲) ـــــ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔

"یعنی اللہ تعالیٰ امر کرتے ہیں انصاف کرنے کے ساتھ اور احسان کرنے کے ساتھ اور رشتہ داروں کو ان کے حقوق دینے کے ساتھ اور منع فرماتے ہیں بے حیائی کے کاموں سے اور بُرے کاموں سے اور زیادتی کرنے سے۔" (پارہ ۱۴۔ پاؤ چہارم)

حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

"عن ابن عمرؓ ان النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قال ابرّ البرّ ان یصل الرجل ودّ ابیہ (بعد ان یولّی)

یعنی کامل صلہ رحمی یہ ہے کہ اپنے والد کے بعد اس کے احباب کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا معاملہ کیا جائے۔

(۱) ـــــ مسلم شریف، ج ۲، ص ۳۱۴۔ باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام ونحوھما۔ طبع نور محمدی۔ دہلی

(۲) ـــــ ابوداؤد شریف، ج ۲، ص ۳۵۲۔ باب فی برّ الوالدین۔ طبع مجتبائی دہلی۔

اسی طرح بہت سی نصوصِ شرعیّہ میں اقرباء کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم ہے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھنے کی تاکید ہے۔

لہٰذا حضرت عثمانؓ نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ عہدہ اور منصب کے معاملہ میں اگر رعایت فرمائی ہے تو یہ شرعی احکام کے موافق ہے۔ طریقِ شریعت کے برخلاف نہیں۔

"اقربا نوازی" کے مذموم اور ناجائز ہونے کی صورت یہ ہے کہ غیر کے حق کو

دبا کر اپنے قریبی کو دے دیا جائے ۔ اسی طرح دوسرے شخص کے حق کو ضائع کر کے اس کی اجازت کے بغیر اپنے رشتہ دار کو مستحق قرار دیا جائے ۔ یہ طریق کار شریعت میں قبیح شمار کیا جاتا ہے ۔

اگر یہ صورت نہ ہو تو رشتہ دار کو منصب عطا کرنے میں کچھ سقم نہیں بشرطیکہ وہ اس کا اہل ہو ۔

طریقِ ثانی

اس طریقہ کے متعلق ناظرین کرام کی خدمت میں دَورِ نبوی کے چند اہم مناصب اور عہدے پہلے ذکر کیے جاتے ہیں جو سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں (بنو امیہ اور بنو ہاشم) کو عنایت فرماتے تھے ۔ اس کے بعد دورِ فاروقی اور اس کے بعد عہدِ مرتضوی کے مناصب ذکر کیے جائیں گے جو انہوں نے اپنے اقربا کے لیے تجویز فرمائے تھے ۔ تاکہ اس مسئلہ کو اہلِ فہم و فکر حضرات واقعات کی شکل میں حل فرما سکیں ۔ اور باقی اَدوار کے ساتھ عثمانی دَور کا تقابل و توازن بھی قائم کر سکیں ۔

دَورِ نبوی میں اقربا کیلئے مناصب دیے گئے چند واقعات

اوّل ——— حضور علیہ السلام نے اپنے داماد حضرت عثمان بن عفان کو اپنے دورِ رسالت میں کئی اہم مناصب اور عہدوں پر فائز فرمایا ۔ مثلاً ۔

۱ ۔ کتابتِ وحی کا عہدہ انہیں عنایت فرمایا گیا اور کاتبانِ وحی میں حضرت عثمانؓ شامل تھے ۔

۱ ۔ زاد المعاد لابن قیمؒ ج ۱ ص ۳۰ فصل فی کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ السیرۃ النبویہ لابن کثیر، ج ۴، ص ۶۶۹۔ تحت کتّاب الوحی وغیرہ بین یدیہ۔

۳۔ سیرۃ الحلبیّۃ، ج ۳، ص ۳۴۶۔ باب ذکر المشاہیر من کتّابہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

۴۔ جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۲۶۔ تحت کتّابہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

۲۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر قریش مکّہ کی طرف حضرت عثمانؓ کو حضور علیہ السلام نے اپنا سفیر بنا کر روانہ فرمایا۔

حضرت عثمانؓ کی یہ سفارت صحاح ستہ اور سیرت کی عام کتابوں میں غزوۂ حُدَیبیہ اور صلح حُدَیبیہ کے موقعہ پر مذکور ہے۔

(مشکوٰۃ شریف، باب مناقب عثمان الفصل الثانی والثالث، ص ۵۶۱-۵۶۲ طبع نور محمدی دہلی)

۳۔ حضور علیہ السّلام نے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو غالباً ایک بار مدینہ شریف پر اپنا نائب بنایا تھا اور حضرت عثمانؓ کو متعدد دفعہ مدینہ طیّبہ پر اپنا قائم مقام اور خلیفہ بنایا۔ ایک دفعہ غزوۂ ذات الرقاع میں مدینہ پر اپنا خلیفہ بنایا۔ دوسری دفعہ غزوۂ غطفان میں اپنا قائم مقام بنایا۔

"(۱) استخلف رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم علی المدینۃ فی غزوتہ الی ذات الرقاع عثمانؓ بن عفان واستخلفہٗ ایضًا علی المدینۃ فی غزوتہ الی غطفان ... الخ"

(۱)—— طبقات ابن سعد، ج ۳۔ ص ۳۹ قسم اوّل تحت ذکر اسلامِ عثمانؓ۔ طبع اوّل لیدن۔

(۲) ـــــ منہاج السنہ لابن تیمیہؒ، ج ۳، ص ۱۹۶۔

اگر بالفرض کسی صاحب کو حضرت عثمانؓ کی مذکورہ متعلقہ چیزوں میں "المصادرۃ الی المطلوب" پائے جانے کا شبہ نظر آئے تو ان کی بجائے مندرجہ ذیل بنی امیہ کے قریبی اشخاص کے مناصب کو سامنے رکھیں اور مسئلہ میں غور فرمائیں۔

دوم ـــــ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو حضرت امیر معاویہؓ کے والد ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے باعزت صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے۔ بنی امیہ کے سرداروں میں سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا قریبی رشتہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی حرم محترم ام المومنین ام حبیبہؓ یعنی رملہ بنت ابی سفیان کے والد شریف ہیں۔ ابوسفیان کے حضور علیہ السلام داماد ہیں اور وہ ان کے خسر ہیں۔ یہ مسئلہ اسلامی تاریخ کے مسلمات میں سے ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے یہ زمانہ جاہلیت میں بھی دوست تھے۔ فتح مکہ کے روز حضرت عباسؓ کی ترغیب سے ایمان لائے تھے اور بعد از اسلام بھی خاص ہم نشین اور مصاحب رہے۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیانؓ کو کئی منصب اور عہدے عطا فرمائے اور کئی اہم ذمہ داریاں ان کے سپرد فرمائیں۔ ان میں سے ذیل میں صرف چند چیزیں بالاختصار پیش خدمت ہیں جو مضمون بالا کے مناسب ہیں۔ مثلاً

اوّل۔ نجران کا حاکم ہونا نجران کے علاقہ پر حضور علیہ السلام نے ابوسفیان کو عامل اور حاکم بنایا۔

"واستعملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی نجران"(۱)

(۱) ـــــ کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۲۲۔ تحت ولد حرب بن امیہ۔

(۲)۔۔۔۔ کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی، ص ۱۲۶ تحت امراء رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

(۳)۔۔۔۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۶۲ تحت عمّالِ نبوی۔

دوم۔ بُت شکنی کے لیے روانگی

قبیلہ بنی ثقیف جب اسلام لائے، ان میں ایک بُت نصب تھا جس کو وہ گرانا نہیں چاہتے تھے لیکن سید الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس بُت شکنی کے لیے حضرت ابوسفیانؓ اور مغیرہؓ بن شعبہ کو روانہ فرمایا۔ انہوں نے اس کو گرا کر پاش پاش کر دیا۔

"۔ ۔ ۔ ۔ فابیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم الا ان یبعث ابا سفیان بن حرب و المغیرۃ بن شعبۃ فیھد ماھا"

(۱)۔۔۔۔ سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۵۴۰-۵۴۱ تحت حالات وفد ثقیف۔

(۲)۔۔۔۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۵، ص ۳۰-۳۳ تحت قدوم وفد ثقیف علیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

سوم۔ ادائیگی قرض

قبیلہ بنی ثقیف میں عروۃ نامی اور الاسود نامی دو مقروض شخص تھے ان کے قرضہ کو اُتارنے کے لیے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابوسفیان کو منتخب فرمایا تاکہ وہاں سے مال لے کر ان دونوں کے قرض کو اُتار دیں۔ پس حضرت ابوسفیانؓ نے حسبِ فرمانِ نبوی ان کا قرض ادا کیا۔

۔۔۔۔ فامر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ابا سفیان ان یقضی دین عروۃ و الاسود من مال الطاغیۃ فلما جمع

المغيرة مالها قال لابی سفیان ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قد امرك ان تقضی عن عروة والاسود و بینهما فقضی عنهما "

(سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۵۴۲ تحت امر وفد ثقیف و اسلامہا)

چہارم: تقسیمِ مال ایک دفعہ مکہ مکرّمہ میں سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مال ارسال فرمایا جو قریشِ مکّہ میں تقسیم کرنا مقصود تھا۔ وہ حضرت ابوسفیان کی تحویل میں دیا گیا اور ان کے ذریعے قریشِ مکّہ میں تقسیم ہُوا۔ یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے چنانچہ اس واقعہ کو عمرو بن فغواء نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"دعانی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وقد اراد ان یبعثنی بمال الی ابی سفیانؓ یقسمه فی قریش بمكة بعد الفتح ..... فمضینا حتیٰ قدمنا مكة فدفعت المال الیٰ ابی سفیان ... الخ"

(۱) ـــــ طبقات ابن سعد، ص ۲۲-۲۳، ج ۴، قسم ثانی۔ طبع لیدن تحت عمرو بن فغواء۔

(۲) ـــــ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱۰، ص ۱۲۹۔ کتاب آداب القاضی۔ باب الاحتیاط فی قرأة الکتاب

تنبیہ: حضرت ابوسفیانؓ کے حق میں بہت سے مناقب و فضائل حدیث و سیرت و تاریخ اسلامی کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں اور ان کے مجاہدانہ کارنامے و ملّی خدمات بہت کچھ دستیاب ہیں (ہم نے یہاں ان میں سے صرف چار عدد ذکر کر دیئے ہیں) ان کی تمام دینی خدمات اور مساعی پر تعصّب دُور کر کے منصفانہ نظر

کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت موصوف کے خلاف جو کچھ مواد روایات میں دکھائی دیتا ہے (خواہ طبری میں ہو یا جزری وغیرہ میں) وہ واقعے کے اعتبار سے صحیح نہیں اور فنی تجزیہ کی روشنی میں وہ مرویات عموماً سنداً مجروح و مقدوح ہیں۔ یا پھر وہ معروف روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے متناً منکر ہیں یا شاذ ہیں ان صورتوں سے خالی نہیں۔

——— اور جن حضرات نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے کردار کو خراب کرنے اور ان کے دینی مقام کو گرانے والی مرویات کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے نہ مقام صحابہؓ کا لحاظ کیا ہے نہ عظمتِ صحابہؓ کو ملحوظ رکھا ہے، نہ شانِ صحابہؓ کی رعایت کی ہے۔ بلکہ ان روایات کے حق میں فنی تجزیہ کرنے کی تکلیف ہی گوارا نہیں فرمائی تاکہ ان پر ان کا سقم واضح ہوسکتا اور درایت کے اعتبار سے اس مواد کا ملاحظہ ہی نہیں کیا کہ اس کا واقعات کے برخلاف ہونا معلوم ہوسکتا۔ قبائلی تعصب، خاندانی نفرت، نسلی امتیازات کے یہ کرشمے ہیں ورنہ ان چیزوں کو نقلاً و عقلاً جانچ لینے سے کوئی بات مانع نہیں تھی۔

(ھداھم اللہ تعالیٰ خیر الھدایہ و عافاھم عن العصبیّۃ)

سوم ——— حضرت ابوسفیانؓ کے لڑکے یزید بن ابی سفیان ہیں جو امیر معاویہؓ کے بڑے بھائی ہیں اور حضور علیہ السلام کے قریبی رشتہ دار ہیں یعنی حضرت کے حرم محترم ام المومنین ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ کے برادر ہیں۔ اس صورت میں یزید بن ابی سفیانؓ آپؐ کے برادرِ نسبتی ہوتے اور حضور علیہ السلام ان کے بہنوئی ہوئے۔ بڑی عمدہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے تھے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوۂ حنین میں شریک ہوئے اور ان کو آپؐ نے غزوۂ حنین سے بہت سا مال عنایت فرمایا تھا۔

سیرت اور اسلامی تاریخ کے علماء نے ان کو "یزید الخیر" کے نام سے یاد کیا ہے۔

(۱)۔۔۔۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ق ۲ ص ۱۲۷۔ تحت
ذکر یزید بن ابی سفیان اموی۔

(۲)۔۔۔۔ البدایہ، ج ۷، ص ۹۵ تذکرہ یزید بن ابی سفیان
تحت ۱۸ھ طبع اوّل۔

یزید بن ابی سفیانؓ کو نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی لیاقت اور صلاحیت کی بنا پر اپنے عہدِ نبوت میں متعدد اعزاز بخشے اور کئی مناسب ان کو نصیب ہوئے مثلاً:

(۱)۔۔۔۔ یزید بن ابی سفیانؓ کا شمار کاتبان وحی نبوت میں کیا گیا اور علماء نے کاتبان وحی کا شمار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"۔۔۔۔ ومعاویۃ بن ابی سفیانؓ ای واخوہ یزید۔۔۔ الخ"

(۱) جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۲۶ تحت کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) سیرت حلبیہ، ج ۳، ص ۳۶۴۔ باب ذکر المشاہیر من کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲)۔۔۔۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یزید بن ابی سفیان کو قبیلہ بنی فراس کے صدقات پر عامل و حاکم بنایا۔ وہ قبیلہ ان کے ننہیال کا تھا۔

"۔۔۔۔ یزید بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس القرشی الاموی امیر الشام واخو الخلیفہ معاویۃ کان من فضلاء الصحابہ من مسلمۃ الفتح۔

واستعملہ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم علیٰ صدقات بنی فراس وکانوا اخوالہٗ۔۔۔ الخ"

(۱)۔۔۔۔ الاصابہ مع الاستیعاب، ص ۶۱۹، ج ۳۔
تحت یزید بن ابی سفیانؓ۔

(۲)۔۔۔۔ اسد الغابہ، ص ۱۱۲، ج ۵۔ تحت یزید مذکور

(۳) ـــــ اور ابو جعفر بغدادی نے کتاب المحبّر میں لکھا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلّم نے یزید بن ابی سفیانؓ کو تیماؔ کے علاقہ پر بھی امیر بنایا تھا۔

ــــــ ویزید بن ابی سفیانؓ (امّرہٗ) علی تیما ... الخ"

(کتاب المحبّر، ص ۱۲۶ ـ تحت امراء رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم)

چہارم ـــــ حضرت ابوسفیانؓ کے لڑکے امیر معاویہؓ مشہور ومعروف صحابی ہیں اور نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قریبی رشتہ دار ہیں یعنی حضرت کے حرم محترم امّ المومنین امّ حبیبہ بنت ابی سفیانؓ کے بھائی ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کو آنجناب کے برادرِ نسبتی ہونے کا شرف حاصل ہے اور دوسری یہ بات ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہم زلف بھی ہیں یعنی امّ المومنین امّ سلمہؓ کی بہن قریبۃ الصغریٰ امیر معاویہؓ کے نکاح میں تھیں جیسا کہ قبل ازیں بحث ثانی میں نسبی روابط کے تحت تفصیلاً ذکر کیا جاچکا ہے۔

(۱) ـــــ نسب قریش لمصعب الزبیری ص ۱۲۳-۱۲۴- تحت ولد ابی سفیان بن حرب۔

(۲) ـــــ کتاب المحبّر، ص ۱۰۲ ـ طبع حیدر آباد دکن۔

(۱) ـــــ امیر معاویہؓ کو نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم نے "کتابت" کے عہدہ پر فائز فرمایا ہُوا تھا۔ دیگر کاتبانِ وحی کے ساتھ ان کا شمار تھا، جیسا کہ علماء سیرت نگار نے ذکر کیا ہے۔

البتہ علّامہ ابنِ حزم اور علی بن برہان الدین الحلبی وغیرہما نے مزید تصریح کر دی ہے کہ زید بن ثابت انصاریؓ اور (فتح مکہ کے بعد) امیر معاویہؓ آنحضرت رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت اقدس میں کتابت کے لیے حاضر باش خادم تھے۔ چاہیے

وحی کی کتابت ہو خواہ غیر وحی کی ہو۔

"... وکان زید بن ثابت من الزم الناس لذالك ثم تلاہ معاویۃ بعد الفتح فکانا ملازمین للکتابۃ بین یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الوحی وغیر ذالك لا عمل لہما غیر ذالك۔

۱۔۔۔ جوامع السیرۃ لابن حزم الاندلسی، ص ۲۷۔
تحت کتّابہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔۔۔ سیرۃ الحلبیۃ، ج ۳-۳۴۶ - باب ذکر المشاہیر
من کتّابہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲)۔۔۔ عہد نبوی میں بعض اوقات حضرت امیر معاویہؓ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو قطعہ اراضی دینے کے لیے بھی روانہ فرمایا تھا۔ چنانچہ وائل بن حجر کو حضرت امیر معاویہؓ کے ذریعے زمین عنایت فرمائی گئی تھی۔ قبل ازیں یہ واقعہ بحث اوّل کے عنوان "الشام" کی ابتدا میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۱)۔۔۔ تاریخ کبیر امام بخاری۔ ص ۱۷۵-۱۷۶۔ جلد رابع
القسم الثانی۔ تحت وائل بن حجر۔

(۲)۔۔۔ اسد الغابہ، ج ۵ ص ۸۱۔ تحت وائل بن حجر۔

(۳)۔۔۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۵۹۲ ذکر وائل بن حجر۔

حضور علیہ السلام کے قریبی رشتہ داران (جو بنی امیہ سے ہیں) کے چند مناصب ہم نے ذکر کیے ہیں جو ان کو عہد نبوت میں دیئے گئے۔ اب ذیل میں وہ چند عہدے ذکر کیے جاتے ہیں جو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داران بنی ہاشم کو عنایت فرماتے تھے۔

دورِ نبوی میں بنی ہاشم کے عہدہ جات

(۱)۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد برادر حضرت جعفر طیار کو غزوۂ موتہ ۸ھ میں امیرِ لشکر بنا کر بھیجا تھا۔ انکے ساتھ عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہؓ کو بھی یکے بعد دیگرا میر مقرر فرمایا تھا۔

(۲)۔ سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے آخری ایام ۷ھ میں جس موقعہ پر فتح خیبر ہوئی تھی۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کو امیرِ لشکر مقرر کر کے روانہ فرمایا۔

(۳)۔ نیز حضرت علیؓ المرتضیٰ کو یمن کے علاقہ پر ۱۰ھ میں ایک دفعہ حاکم تجویز فرما کر ارسال کیا تھا۔

(۴) غزوۂ تبوک ۹ھ کے موقعہ پر جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ہذا میں تشریف لے گئے تو حضرت علیؓ المرتضیٰ کو وقتی طور پر خانگی امور کے لیے مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنایا تھا۔

یہ واقعات چونکہ سیرتِ طیبہ اور اسلامی تاریخ کے مشہور اور مسلمات میں ہیں اس بنا پر حوالہ جات درج کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور مضمون میں طوالت سے اجتناب کرنا بھی خصوصاً مطلوب ہے۔

مندرجات بالا کے ذریعے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے دورِ مبارک میں آنجنابؐ نے اپنے بنی امیہ رشتہ داروں اور بنی ہاشم اقربا کو موقعہ بہ موقعہ عہدے اور مناصب عنایت فرمائے۔ مذکورہ بالا تمام واقعات میں یہ تعامل اور کارکردگی مسئلہ ہذا کو واضح کرتی ہے کہ حضرت سیدنا عثمانؓ بن عفان نے بعض اقربا کو مناصب دینے کے سلسلہ میں کوئی جدید طرز اختیار نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ میں حضرت عثمانؓ کا طرزِ عمل نبوی طریقہ کے مطابق تھا۔

——— نیز واضح ہوا کہ اِس مسئلہ میں حضرت عثمانؓ سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی ان کا یہ کام شرعاً و اخلاقاً و سیاستہً غلط تھا اور امام المرسلین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد (حضرت عثمانؓ) کو مسئلہ ہذا میں غلط کار و خطاکار قرار دینے سے یہ زیادہ سہل ہے کہ انہیں غلط کہنے والوں کو غلط کار اور خطاوار تصور کیا جائے۔

عہدِ فاروقی میں اقربا نوازی

(۱)۔ حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ نے اپنے قریبی رشتہ دار قدامہ بن مظعون کو بحرین کا والی و حاکم بنایا۔ یعنی امؓ حضرت عمرؓ کی لڑکی حفصہؓ (جو ام المومنین ہیں) اور ان کے لڑکے عبداللہ بن عمرؓ کے ماموں تھے۔

"۔ ۔ ۔ ۔ ان عمر بن الخطابؓ استعمل قدامة بن مظعون علی البحرين وهو خال حفصةؓ وعبدالله بن عمرؓ"

ا ــــ المصنف لعبد الرزاق جز ۹ ص ۲۴۰-۲۴۱۔
باب من حد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ج ا ص ۱۲۵ تحت تسمیہ عمال عمر بن الخطاب۔

(۲) ــــ حضرت عمرؓ کے قبیلہ بنی عدی سے ایک بزرگ النعمان بن عدی ہیں وہ حبشہ کے مہاجرین میں سے تھے۔ ان کو حضرت عمرؓ نے میسان کے علاقہ کا والی بنایا تھا۔ اگرچہ بعد میں اس منصب سے الگ کر دیا گیا۔

ـــ وانه من مهاجرة الحبشة وولی عمر النعمان هذا میسان۔

(الاصابہ لابن حجر ج ۳ ص ۵۶۳ تحت حرف النون (النعمان بن عدی)

عہدِ مرتضوی میں خویش نوازی

اسی طرح حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے دورِ خلافت میں قریباً چھ عدد یا اس سے زیادہ اپنے رشتہ داروں کو اعلیٰ مناصب دیئے اور مختلف مقامات پر ان کو والی و حاکم بنایا۔

اوّل ــــ عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم:۔

حضرت علیؓ نے اپنے چچازاد برادر (عبید اللہ) کو یمن کے علاقے کا والی بنایا۔ ۳۶ھ اور ۳۷ھ میں ان کو حج کا امیر بھی مقرر کیا۔

(الیمن) ۔ ۔ ۔ ۔ واستعمله علی بن ابی طالب علی الیمن وامره فحج بالناس سنة ۳۶ وسنة ۳۷ھ ومات عبید الله بالمدینة۔"

(۱) ــــ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ا ص ۱۸۴-۱۸۵ تحت تسمیہ عمال علی بن ابی طالبؓ۔

(۲) ــــ کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۲۷ تحت ولد العباس بن عبد المطلبؓ۔

۳ ـــــ الاصابہ، ج ۲، ص ۳۰۴ تحت عبیداللہ بن عباس۔

دوم ـــــ قثم بن العباس بن عبدالمطلب :۔

حضرت علیؓ نے اپنے چچا زاد بھائی قثم بن العباس کو مکہ شریف اور طائف کا والی بنایا۔

(مکۃ مکرمۃ) . . . . وولی قثم بن العباس فلم یزل علیہا (مکۃ) والیاً حتیٰ قُتِل عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ۔"

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۸۵ تحت تسمیۃ عمّال علی بن ابی طالبؓ)

". . . . وکان علی مکۃ والطائف قثم بن العباس۔"

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۵۲ درآخر ۳۷ھ)

اور اسی سال (۳۸ھ) میں قثم بن العباس نے حضرت علیؓ کی طرف سے لوگوں کو حج کرایا اور وہ ان دنوں حضرت علیؓ کی طرف سے مکہ شریف کے حاکم تھے۔"

(مکۃ مکرمۃ . . . . وحج بالنّاس فی ھٰذا السنۃ (۳۸ھ) قثم بن العباس من قبل علیّ علیہ السلام . . . . وکان قثم یومئذٍ عامل علیٌّ علیٰ مکۃ . . . . الخ"

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۷۷۔ درآخر سن ۳۸ھ)

ـــــ مزید یہ بات بھی علماء نے لکھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے چچا زاد برادر معبد بن العباس بن عبدالمطلب کو بھی مکہ شریف کا والی بنایا تھا۔ چنانچہ دارقطنی کی کتاب الاخوۃ کے حوالہ سے درج ہے کہ :۔

"...... و ذکر الدارقطنی فی کتاب الاخوۃ ان علیاً ولّاہ مکّۃ"

(الاصابہ لابن حجر، ج ۳، ص ۴۵۷۔ تحت معبد بن العباس بن عبدالمطلب رضی ۳۰ ۸۵)

——— مندرجات بالا کے ذریعہ واضح ہوا کہ مکہ شریف پر حضرت علیؓ کی طرف سے متعدد والی یکے بعد دیگرے مقرر ہوتے ۔ ان میں قثم بن العباس اور معبد بن العباس دونوں ہاشمی حضرات تھے اور چچا زاد برادر رکھتے ۔

سوم ——— تمام بن العباس بن عبدالمطلب :۔

حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے ایام خلافت میں مدینہ شریف پر پہلے سہل بن حنیف کو والی بنایا ۔ اس کے بعد ان کو معزول کر کے اپنے چچا زاد برادر تمام بن العباس کو مدینہ کا والی بنایا ۔ (بعض لوگ اسی کو ثمامہ بن العباس بن عبدالمطلب کے نام سے بھی تعبیر کرتے ہیں) ۔

(المدینۃ الطیبۃ) ..... ثم عزلہ (سہل بن حنیف) وولی تمام بن العباس"

۱ ۔ (تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۸۵۔ تحت تسمیہ عمّال علی بن ابی طالب)

۲ ——— تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۵۳۔ در آخر ۳۷ھ

چہارم ——— عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب :۔

حضرت علی المرتضیٰ نے بصرہ کے علاقہ پر اپنے چچا زاد برادر عبداللہ بن العباس کو والی و حاکم بنایا ۔ جب ابن عباس باہر کہیں تشریف لے جاتے تو زیاد کو اپنا قائم مقام بناتے"

(البصرة) . . . . وولی عبد اللہ بن العباس فشخص ابن عباس واستخلف زیاداً "

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۸۶۔ تحت تسمیۃ عمالِ علی بنؓ ابی طالب۔

" . . . . وکان علی البصرۃ عبد اللہ بن العباس . . . الخ "

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۵۳۔ در آخر ۳۷ھ)

پنجم ——— محمد بن ابی بکر :۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے متبنّٰی محمد بن ابی بکر (جو کہ آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس سے حضرت ابوبکرؓ کا لڑکا تھا) کو مصر کا والی بنایا۔ پھر وہ وہاں قتل کر دیا گیا۔"

(مصر) . . . . فولی محمد بن ابی بکر فقتل بھا . . . . "

۱ — تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۸۶۔ تحت تسمیۃ عمال علی بنؓ ابی طالب۔

۲ — تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۵۳۔ در آخر سنۃ ۳۷ھ۔

ایک تائیدی حوالہ

علامہ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ، جلد ثالث میں مذکورہ بالا ہر پانچ اقارب مرتضوی کو یکجا ذکر کیا ہے اور اس مقام میں یہی مضمون مذکور ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے ان پانچ قریبی رشتہ داروں کو ان کلیدی اسامیوں پر اپنے دورِ خلافت میں متعین فرمایا۔ اہلِ علم کی تسلی کے لیے بعینہٖ عبارت درج کی جاتی ہے۔

" . . . . ومعلوم انّ علیاً ولی اقاربہ من قبل ابیہ وامّہ

كعبد الله وعبيد الله ابنی عباس فولی عبيد الله بن عباس علی
اليمن وولى على مكة والطائف قثم بن العباس واما المدينة
فقيل انهٗ ولّى عليها سهل بن حنيف وقيل ثمامة العباس و
اما البصرة فولّى عليها عبد الله العباس وولى على مصر ربيبهٗ
محمد بن ابى بكر الذى ربّاه فى حجره -

(منہاج السنۃ، ج ۳، ص ۱۷۳ تحت جوابات
مطاعن عثمانی)

ششم ——— مذکورہ پانچ عزیزوں کے علاوہ ایک اور رشتہ دار یعنی حضرت علیؓ کا خواہرزادہ (جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب القرشی المخزومی جس کی ماں کا نام امِّ ہانیؓ بنت ابی طالب ہے) کو حضرت علی المرتضیٰ نے خراسان کے علاقہ کا والی بنایا۔

ا - "...... بعث على بعد ما رجع من صفين جعدة بن هبيرة
المخزومى وام جعدة ام هانى بنت ابى طالب الىٰ خراسان فانتهىٰ
الىٰ ابرشهر"

(تاریخ ابن جریر طبری، ص ۵۰۳ - ج ۶ - آخر ۳۷ھ)

۲ - "...... وولى خراسان لعلى ... الخ"

ا ——— الاصابہ، ج ا، ص ۲۳۸ تحت حرف الجیم ۱۱۶۱
(جعدہ بن ہبیرہ)

۲ ——— الاصابہ، ج ا ۲۵۸ تحت القسم الثانی ۱۲۶۵
(جعدہ بن ہبیرہ)

تائیدی حوالہ جات

(شیعہ کتب سے)

حضرت علیؓ کے دور کے حکام اور وُلاۃ (جو حضرت علیؓ کے قریبی رشتہ دار ہیں) کا مختصر سا خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کیا گیا ہے جس میں تقریباً سات عدد اقرباءؓ مذکور ہوئے ہیں یعنی عبیداللہ بن عباس، قثم بن عباس، معبد بن عباس، تمام بن عباس، عبداللہ بن عباس، محمد بن ابی بکر اور جعدہ بن ہبیرہ۔

اب اس مسئلہ کی تائید میں شیعہ مورخین کی طرف سے ایک دو حوالے پیش خدمت ہیں۔ قدیم شیعی مورخ یعقوبی لکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے عثمانؓ بن عفان کے حکام کو ابو موسیٰ اشعریؓ کے بغیر شہروں اور علاقہ جات سے معزول کر دیا اور اپنے چچا زاد برادر قثم بن عباس کو مکہ کا والی بنایا اور عبیداللہ بن عباس کو یمن کا والی بنایا۔"

——— وعزل علیؓ عمال عثمانؓ عن البلدان خلا ابی موسیٰ الاشعری کلمه فیه الاشتر فاقره وولی قثم بن العباس مکة وعبیدالله بن العباس الیمن۔"

(تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی المعروف بیعقوبی ۲۵۹ھ) ج ۲ ص ۱۷۹۔ تحت خلافۃ امیر المومنین علی علیہ السلام۔ جدید طبع بیروت)

——— وکتب ابو الاسود الدئلی وکان خلیفة عبدالله بن العباس بالبصرة الی علیؓ ۔۔۔ الخ"

(تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۰۵۔ تحت خلافت امیر المومنین علیہ السلام۔ طبع جدید بیروت)

مندرجات بالا کے ذریعے واضح ہوگیا کہ مرتضوی دورِ خلافت میں حضرت علیؓ کے قریبی رشتہ دار کلیدی اسامیوں پر مقرر تھے اور اعلیٰ مناصب پر فائز تھے۔ اگر یہی چیز اقربا نوازی سے تعبیر کی جاتی ہے جس کو عثمانی دور کے معترضین احباب حضرت عثمانؓ پر بطورِ طعن تجویز کرتے تھے۔ تو یہ حضرت علیؓ کے دور میں واضح طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ اس دور کا مسلمہ مسئلہ ہے۔

ہماری رائے میں یہ حضرت عثمانؓ پر کوئی طعن نہیں تھا جس کو طعن تصور کر لیا گیا، بلکہ ایک وقتی مصلحت اور مقامی ضرورت تھی جو حضرت عثمانؓ نے اختیار فرمائی تھی۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کے دور پر ہم اقربا نوازی کے مسئلہ میں اعتراض نہیں کرتے بلکہ اس چیز کو اس دور کے وقتی تقاضوں پر محمول کرتے ہیں۔

اس طریقہ سے ان دونوں بزرگوں کا احترام بھی ملحوظ رہتا ہے اور تاریخی واقعات کا صحیح محمل بھی قائم ہو جاتا ہے۔

اور اگر بات کو خواہ مخواہ طول دینا مطلوب ہو اور جا بیجا طعن کھڑے کرنے ہوں تو پہلے دورِ نبوی کو ملاحظہ کیجیے۔ پھر دورِ فاروقی کو دیکھیے، پھر مرتضوی دور کو جانچیے۔ اس کے بعد عثمانی دور کو سامنے رکھیے۔

——— مذکورہ سب ادوار میں اقربا نوازی کی گئی ہے اور قریبی رشتہ داروں کو مناصب دیے جاتے رہے ہیں۔ پھر صرف حضرت عثمانؓ کے دور کو ہی کیوں موردِ طعن تجویز کیا جاتا ہے۔

ایک عذر اور اُس کا جواب

حضرت عثمانؓ کے دور پر اقربا نوازی کا اعتراض قائم کرنے والوں کی طرف سے یہ بھی عذر لنگ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ اپنے دورِ خلافت میں اقربا کو

حاکم و والی بنانے میں مجبور ہو گئے تھے۔ بعض باصلاحیت صحابہؓ کرام معتزل ہو گئے تھے بعض فوت ہو چکے تھے اور کچھ حضرات تعاون نہیں کر رہے تھے اور کچھ حضرات فریق مقابل سے منسلک ہو گئے تھے۔ اس قسم کی مجبوریوں کی وجہ سے حضرت علیؓ نے اپنے چچا زاد برادران کو کلیدی اسامیوں پر متعین کیا۔

اس شبہ کے ازالہ کے لیے مختصراً اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ مذکورہ بالا معذرت واقعات کے خلاف ہے اس لیے کہ صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد حضرت علی المرتضیٰ کے علاقہ خلافت میں موجود تھی اور حضرت علیؓ کے خلاف نہ تھی۔ اگر ان سے استفادہ کیا جاتا تو حکومت کے اُمور میں حصہ لینے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اتنی بالیاقت کثیر تعداد صحابہؓ کی موجودگی میں اپنے اقرباء کی طرف مجبور ہونے کا تخیل محض خوش فہمی ہے اور عذر لنگ ہے۔

جو صحابہ کرام مرتضوی حلقہ خلافت میں مقیم تھے ان میں سے بعض حضرات کی ایک مختصر سی فہرست ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لیے پیش خدمت ہے مثلاً

(۱) عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ
(۲) انس بن مالکؓ
(۳) زید بن ارقمؓ
(۴) حکیم بن حزامؓ
(۵) ابو ہریرہؓ
(۶) سعید بن زیدؓ
(۷) معقل بن یسارؓ
(۸) عمران بن حصینؓ
(۹) جبیر بن مطعمؓ
(۱۰) ابو محذورہؓ (مؤذن نبوی)
(۱۱) عمرو بن حزم انصاریؓ
(۱۲) احمد لطیب بن عبدالعزیٰ وغیرہ
(۱۳) عثمان بن ابی العاصؓ الثقفی
(۱۴) قیس بن سعد بن عبادةؓ الانصاریؓ
(۱۵) کرز بن علقمہؓ

(ملاحظہ ہو:۔ اسد الغابہ۔ دول الاسلام للذہبی۔ الاصابہ معہ الاستیعاب)

مطلب یہ ہوا کہ اس قسم کے صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد یقیناً موجود تھی جن کو حکومت کے مسائل میں منصب دیا جا سکتا تھا۔ اقرباء کی طرف رجوع کرنے کی ہرگز مجبوری نہ تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے جس طرح وقتی تقاضوں کے تحت اقرباء کو شامل حکومت کیا تھا، ٹھیک اسی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی عصری تقاضوں کے پیش نظر بعض اقرباء کو منصب عطا فرمائے تھے۔ یہ دونوں دور اس مسئلہ میں قابل طعن اور لائق اعتراض نہیں ہیں لیکن حضرت علی المرتضیٰؓ کے دور کو اقرباء نوازی کے طعن سے بچانا اور حضرت عثمانؓ کے دور کو اس میں ملوث و مطعون کرنا خالص جانبداری اور گروہی تعصب ہے جس سے قبائلی عصبیت نمایاں ہوتی ہے اور قوم میں باہمی منافرت و اختلاف کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ اس سے اہل اسلام کو بچانے کی ضرورت ہے۔

یہاں پر بحث ثالث ختم ہوتی ہے۔

بحث رابع

اقرباء کے لیے مالی عطیّات

گذشتہ بحثوں میں حضرت سیّدنا عثمانؓ کے اقرباء کے لیے مناصب دہی کا تذکرہ کیا گیا۔ اب اس بحث رابع میں حضرت عثمانؓ کے خویش و اقارب کے لیے مالی عطیّات کا ذکر کرنا مقصود ہے۔

—— حضرت عثمانؓ کے دَور پر اعتراض کرنے والے احباب نے اس مسئلہ میں بھی عمدہ طریقہ سے اعتراضات قائم کیے ہیں اور لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے رشتہ داروں کو بیت المال سے ناجائز طریقہ سے مالی عطیات دے دیئے اور بیت المال کے اموال کی غلط تقسیم کر دی اور بے جا طریقہ سے اپنے اقارب کو اموال عنایت کر دیئے جس کی وجہ سے لوگوں میں نفرت کے آثار پیدا ہوئے۔ وغیرہ۔

ابن مطہر الحلی الشیعی فرماتے ہیں :-

"..... وکان یؤثر اھلہ بالاموال الکثیرۃ من بیت مال المسلمین ..... الخ"

(منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامامۃ لابن المطہر الحلی الشیعی الرافضی (المتوفی ۷۲۶ھ) ص ۷۰ تحت مطاعن عثمانی مطبوعہ در آخر منہاج السنۃ جلد چہارم۔ طبع جدید لاہور)

یعنی اپنے رشتہ داروں کو حضرت عثمانؓ مسلمانوں کے مال سے اموالِ کثیرہ دے دیتے تھے۔

معترض دوستوں نے حضرت عثمانؓ کے متعلق یہ پروپیگنڈا نہایت سلیقہ سے کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ صلہ رحمی کا تقاضا تھا، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ

(۱) ——— حضرت عثمانؓ کہا کرتے تھے کہ شیخینؓ نے اپنا مالی حق بیت المال کے اموال سے ترک کر دیا تھا اور میں نے اسے لے کر اپنے اقارب میں تقسیم کیا۔

(۲) ——— حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ شیخینؓ اس مال کے معاملہ میں اپنے نفسوں کو اور اپنے اقارب کو روکتے اور باز رکھتے تھے اور میں نے اس معاملہ میں صلہ رحمی کی تاویل کی ہے۔

(۳) ——— حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ شیخینؓ اپنے قرابت داروں کو اموال کے روکنے کے مسئلہ میں ثواب حاصل کرتے تھے اور میں اپنے قرابت داروں کو یہ مال دے کر ثواب حاصل کرتا ہوں۔

مندرجہ ذیل نوع کی روایات سے اعتراضات مستنبط کیے گئے ہیں۔

(۱) ——— محمد بن عمر (الواقدی) ـ محمد بن عبد اللہ ـ عن الزھری

قال لما ولی عثمان . . . . واعطی اقرباءہ المال وتاوّل فی ذالك الصلة التی امر اللہ بھا واتخذ الاموال واستلف من بیت المال وقال ان ابا بکرؓ وعمرؓ من بیت المال ترکا من ذالك ما ھو لھما وانی اخذ تہٗ فقسمتہ فی اقربائی فانکر الناس علیه ذالك“

(۱)۔ طبقات ابن سعد، ص ۴۴، ج ۳۔ ذکر بیعۃ عثمانؓ۔ طبع لیدن

(۲)۔ انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۵، تحت ما انکروا من سیرۃ عثمانؓ

(۲) ۔۔۔ نیز یہاں حضرت عثمانؓ کا ایک قول ذکر کیا جاتا ہے جو ان روایات کا ہم مفہوم و ہم مضمون ہے۔ المسور بن مخرمہ نے نقل کیا ہے۔ اس کا راوی بھی واقدی صاحب ہے۔

(۱) ۔۔۔ طبقات ابن سعد ص ۴۴۔ جلد ثالث ذکر بیعۃ عثمانؓ۔

(۲) ۔۔۔ انساب الاشراف ص ۲۵۔ ج ۵۔ ذکر ما انکروا من سیرۃ عثمانؓ

(۳) ۔۔۔ وقال ابو مخنف والواقدی فی روایتہما انکر الناس علی عثمان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فقال ان لہ قرابۃً و رحمًا قالوا أ فما کان لابی بکرؓ و عمرؓ قرابۃٌ وذو رحمٍ؟ فقال ان ابا بکرؓ و عمرؓ کانا یحتسبان فی منع قرابتہما و انا احتسب فی اعطاء قرابتی ۔ ۔ ۔ الخ"

(انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸۔ تحت ذکر ما انکروا من سیرۃ عثمانؓ)

مندرجہ بالا قسم کی روایات کے پیشِ نظر معترض لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر مذکورہ بالا اعتراضات قائم کیے تھے۔ یہ چند روایات بطور نمونہ کے ہم نے باسند ذکر کر دی ہیں۔ اہلِ علم حضرات ان پر نظر ڈالنے سے خوب سمجھ گئے ہونگے کہ ان کا پایۂ اعتماد کیا ہے؟ عام ناظرین کی خدمت میں ہم یہ وضاحت عرض کرتے ہیں کہ اس قسم کی روایات جن پر اس طعن کی مدار رہی ہے، وہ واقدی اور ابو مخنف جیسے ظالم راویوں کی مرہونِ منت ہیں اور یہ لوگ فنِ روایت میں کذّاب اور دروغ گو ہیں اور صحابہ کرامؓ کے خلاف اس قسم کی روایات کا نشر کرنا ان کا فطری شیوہ ہے اور علماء کے نزدیک یہ لوگ متروکؒ ہیں۔

(میزان الاعتدال ذہبی اور تہذیب التہذیب عسقلانی ملاحظہ ہوں)

لہذا مذکورہ بالا اعتراضات حضرت عثمانؓ پر تصنیف شدہ روایات سے تجویز کئے

گئے ہیں اور بالکل بے سروپا ہیں ان کی کچھ اصلیت نہیں ہے۔

تنبیہ

مندرجہ بالا روایات طعن ہٰذا کے لیے بطورِ ضابطہ اور قاعدہ کے معترض پیش کرتے ہیں۔ اجمالاً ان پر نقلاً کلام کر دیا ہے اور ان پر عقلاً کلام عنقریب ذکر کیا جائے گا قلیل سا انتظار فرماویں۔

——— اور جن روایات میں حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں کے صریحاً نام لے کر مالی عطیات کا ذکر کیا گیا ہے اب ان کو ایک ترتیب سے ہم ناظرین کرام کی خدمت میں رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ان پر روایتہً و درایتہً کلام کیا جائے گا تاکہ ناظرین باتمکین پر اس طعن کی حقیقت آشکارا ہو سکے اور معلوم ہو جائے کہ یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے اور حضرت عثمانؓ نے اس معاملہ میں کوئی غلط اقدام نہیں کیا۔ اور آئین شرعی کے خلاف ہرگز نہیں کیا تھا۔

پہلے قابلِ اعتراض روایات پیش کی جاتی ہیں اس کے بعد ان پر بقدر ضرورت بحث کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

عثمانی رشتہ داروں کے حق میں مالی عطیات کی روایات

معترضین حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں (جنہیں مالی عطیات دیئے گئے تھے) کی ایک فہرست پیش کیا کرتے ہیں ہم یہاں چند رشتہ داروں کی تعداد اور ان کو عطا شدہ اموال کی قلیل سی تفصیل درج کرتے ہیں جس سے اصل مسئلہ کی نوعیت خوب معلوم ہو جائے گی۔

مروان بن الحکم اور آل الحکم کے لیے

(۱)—— بلاذری نے اپنی مشہور کتاب "انساب الاشراف" میں یہ واقعہ عبداللہ بن الزبیر کی زبانی ذکر کیا ہے کہ:-

"حضرت عثمانؓ نے ہم کو ۲۷ھ میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی ماتحتی میں افریقیہ فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عبداللہ بن سعد کو بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے غنائم کا خمس (یعنی پانچواں حصّہ) مروان بن الحکم کو عطا فرما دیا۔"

"..... عن الواقدی عن اُسامة بن زید بن اسلم عن نافع مولی الزبیر عن عبد الله بن الزبیر..... فاعطی عثمان مروان بن الحکم خمس الغنائم.... الخ"

(انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۷۔ تحت ذکر ما انکروا من سیرة عثمانؓ)

(۲)—— بلاذریؒ نے دوسری روایت امّ بکر بنت المسور بن المخرمہ کے ذریعے ذکر کی ہے۔ اس نے اپنے والد المسور سے نقل کیا ہے کہ المسور اور مروان کی ایک معاملہ میں باہمی گفتگو ہوئی تو المسور نے بطور طعن مروان کو کہا کہ حضرت عثمانؓ نے تمہیں افریقیہ کا خمس عطا کر دیا۔

"..... عن الواقدی عن عبد الله بن جعفر عن امّ بکر بنت المسور..... فاعطاك ابن عفان خمس افريقية.. الخ"

(انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸۔ تحت ذکر ما انکروا من سیرة عثمانؓ)

(۳)—— اس مسئلہ میں بلاذری کی تیسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ:-

"عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا۔ سیدنا عثمانؓ نے افریقیہ پر اس کو حاکم بنایا۔ ۲۷ھ میں اس نے افریقیہ کو فتح کیا۔ مروان بن الحکم اس کے ساتھ تھا۔ افریقیہ کی غنیمت کے خمس کو مروان نے ایک لاکھ دینار سے خریدا اور دوسرے قول کے مطابق دو لاکھ دینار سے خمس خریدا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ سے گفتگو کی پس حضرت عثمانؓ نے وہ تمام رقم مروان کو بخش دی۔ اس بات کی وجہ سے لوگ سیدنا عثمانؓ کو ناپسند جاننے لگے۔"

"...... عن لوط بن یحیٰی ابی مخنف عمن ...... حدثه قال کان عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اخا عثمانؓ من الرضاعة وعامله علی المغرب فغزا افریقیة سنة سبع وعشرین فافتتحها وکان معه مروان بن الحکم فابتاع خمس الغنیمة بمائة الف او مائتی الف دینار فکلم عثمان فوهبها له فانکر الناس ذالك علی عثمان"

(انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸۔
تحت ذکر ما انکروا من سیرة عثمانؓ)

(۴) ـــــ اور تاریخ طبری میں مروان اور آلِ الحکم کو افریقیہ کے مال سے مالِ کثیر عطا کرنے کا واقعہ واقدی کے ذریعے مندرجہ ذیل عبارت میں منقول ہے :۔

"...... قال الواقدی ..... وکان الذی صالحهم علیه عبداللہ بن سعد ثلثمائة قنطار ذهب فامر بها عثمان لآل الحکم قلت اولمروان قال لا ادری"

(تاریخ الطبری، ج ۵، ص ۵۰ تحت سنة ۲۷ھ

ذکر الخبر عن فتحہا وعن سبب ولایۃ عبداللہ بن سعد
مصر وعزل عثمان عمرو بن العاص ۔طبع قدیم مصری)

اور اسی واقعہ کو البدایہ میں ابن کثیر نے تھوڑے سے تغیرّ الفاظ کے ساتھ واقدی کے ذریعے اس طرح ذکر کیا ہے کہ جتنے اموالِ کثیرہ پر اہلِ افریقیہ کے ساتھ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے صلح کی تھی ۔ وہ سب اموال حضرت عثمانؓ نے ایک ہی یوم میں آلِ الحکم کے لیے یا بقول دیگر آلِ مروان کے لیے دے دیئے۔

——— قال الواقدی وصالحہ بطریقھا علی الفی الف دینار وعشرین الف دینار فاطلقھا کلھا عثمان فی یوم واحد لآل الحکم ویقال لآل مروان۔"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۲، تحت عنوان
ثم دخلت سنۃ سبع عشرین (۲۷ھ) غزوۂ افریقیہ)

——— طبری اور ابن کثیر کی ان ہر دو مندرجہ روایات میں تصریح موجود ہے کہ جس مال پر اہلِ افریقیہ سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی صلح ہوئی تھی (اگرچہ اس مال کی مقدار میں مختلف عبارات ہیں) ان اموالِ کثیرہ کو حضرت عثمانؓ نے آلِ الحکم یا آلِ مروان کو عنایت فرمایا تھا۔

ہر دو کتبِ بالا میں یہ مسئلہ (قال الواقدی) یعنی "واقدی نے فرمایا" سے مذکور و منقول ہے۔

اس گذارش کو ناظرین ملحوظ رکھیں ۔عنقریب تفصیلات آرہی ہیں ۔

(۵) ——— سیّدنا حضرت عثمانؓ کے متعلق مروان بن الحکم کو مال دینے کی روایت معترض لوگ طبقات ابن سعد سے بھی نقل کیا کرتے ہیں ۔اس میں مذکور ہے کہ :۔

"حضرت عثمانؓ نے اپنے اقربا اور اہل بیت کو عامل و حاکم بنایا اور مروان بن الحکم کے لیے مصر کے خمس عطا کرنے کا آرڈر لکھ دیا۔"

——— اخبرنا محمد بن عمر (الواقدی) حدثنی محمد بن عبداللہ عن الزہری قال ..... واستعمل اقرباءہ و اہل بیتہ ..... وکتب لمروان بخمس مصر واعطا اقرباءہ المال ..... الخ"

(طبقات لابن سعد، ج ۳، ص ۴۴ تحت ذکر بیعۃ عثمانؓ، طبع لیدن)

یہ بھی بابا واقدی صاحب کی روایت ہے۔

یہی روایت جو طبقات ابن سعد میں اس مقام میں مذکور ہے یہ بعینہٖ انساب الاشراف بلاذری، جلد ۵، ص ۲۵ پر تحت ما انکروا من سیرۃ عثمانؓ وامرہ درج ہے۔ وہاں یہ الفاظ ہیں :۔

"وکتب لمروان بن الحکم بخمس افریقیۃ واعطی اقاربہ المال"

بلاذری کی یہ روایت بھی "عن الواقدی" سے شروع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طبقات ابن سعد اور انساب الاشراف بلاذری میں یہ روایت واقدی کے ذریعے ہی منقول ہے۔ ایک جگہ اس نے مصر کے خمس کا مال دینا درج فرما دیا ہے اور دوسری کتاب میں خمس افریقہ کا مال عطا کرنا اس نے نقل کر دیا ہے (یہ صریح تضاد بیانی ہے) حالانکہ مصر تو ان واقعات سے بہت پہلے سنہ ۲۰ھ اور سنہ ۲۱ھ یعنی فاروقی دور میں مفتوح ہو چکا تھا۔ اب اس عثمانی دور میں ان اموال مصر سے خمس نکالنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

(۶) ـــــ مزید ایک اور روایت بلاذری نے ذکر کی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس صدقہ کے اونٹ پہنچے تو حضرت عثمانؓ نے وہ سب اونٹ اپنے چچا زاد برادر حارث بن الحکم کو عطا فرما دیئے ۔"

عبارتِ ذیل میں یہ مسئلہ مذکور ہے اور واقدی صاحب اس کو نقل کرنے والے ہیں ۔

"عن الواقدی عن عبداللہ بن جعفر عن امّ بکر عن ابیھا قالت قدمت ابل الصدقۃ علیٰ عثمان فوھبھا للحارث بن الحکم بن ابی العاص ۔"

"انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸ تحت ذکر ما انکروا من سیرۃ عثمانؓ ۔

سعید بن العاص کے لیے

ــــ اور بلاذری نے اس مقام میں ایک اور روایت نقل کی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے قریبی رشتہ دار سعید بن العاص (اموی) کو ایک لاکھ درہم عنایت فرما دیئے ۔اس روایت میں ذکر ہے کہ دیگر اکابر صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ پر اس معاملہ میں اعتراض کیا اور سیدنا حضرت عثمانؓ نے جواب دیا ۔"

یہ تمام روایت واقدی صاحب اور لوط بن یحییٰ ابو مخنف نے نقل کی ہے اور یہ ان دونوں کے فرمودات عالیہ میں سے ہے ۔

ــــ وقال ابو مخنف والواقدی فی روایتھما انکر الناس علیٰ عثمان اعطاء ہ سعید بن العاص مائۃ الف درھم فکلّمہ علی والزبیر وطلحۃ . . . الخ ۔"

(انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸ تحت ذکر ما انکروا من سیرۃ عثمانؓ ۔

مذکورہ بالا قسم کی روایات اور بھی تاریخ کے ذخائر میں دستیاب ہو سکتی ہیں لیکن چند روایات یعنی سات عدد ہم نے بطور نمونہ پیش کر دی ہیں۔ اور ان کے نقل کرنے والوں کے نام بھی صراحۃً ذکر کر دیئے ہیں۔ اس کے بعد نقلاً و سنداً ان پر مختصر بحث پیش کی جاتی ہے اور بعد ازاں باعتبارِ عقل اور درایت کے ان کے متعلق کلام ہو گا۔ اس طریقہ سے طعن ہٰذا (یعنی مالی عطیات کے طعن) کا بے وزن ہونا اور بے اصل ہونا خوب واضح ہو جائے گا۔

روایۃً بحث

(گذشتہ روایات کیلئے)

ناظرین کرام کی خدمت میں ہم نے یہ چند روایات اختصاراً پیش کر دی ہیں۔ جن میں حضرت عثمانؓ کے حق میں باعتبار مال کے اقربا نوازی کا طعن تجویز کیا گیا ہے۔

ان میں پہلی تین عدد روایات بطور قاعدہ و قانون کے ذکر کی جاتی ہیں ان پر سنداً کلام کر دیا ہے اور وہ تینوں روایات واقدی صاحب اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے منقول ہیں۔ یہ دونوں راوی خوب مجروح ہیں جیسا کہ عنقریب اس پر حوالہ جات پیش کیے جا رہے ہیں۔ ان کے بعد ہم نے وہ روایات ذکر کی ہیں جن میں حضرت عثمانؓ سے مال حاصل کرنے والے رشتہ داروں کے نام کی تصریح کر دی گئی ہے۔ یہ سات عدد روایات درج کی گئی ہیں۔ یہ بھی واقدی صاحب سے منقول ہیں اور کچھ لوط بن یحییٰ ابو مخنف اور واقدی دونوں سے منقول ہیں اور ایک روایت ابو مخنف مذکور سے منقول ہے۔

علماء فن نے ان دونوں راویوں پر بڑی تفصیلی جرح کی ہے اور قبل ازیں

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلقات میں اور مروان کے شبہ دوم کے جواب میں ان پر نقد اور کلام ہو چکا ہے۔

تاہم اس موقع پر بھی ہم پھر ناظرین کے سامنے ان ہر دو راویوں پر جرح پیش کرتے ہیں تاکہ ان روایات کا بے اصل ہونا اچھی طرح نمایاں ہو جائے۔

الواقدی اس کا نام محمد بن عمر بن واقد الاسلمی الواقدی ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ یہ شخص بہت بڑا جھوٹا ہے اور روایات میں تصرف کیا کرتا ہے۔ ابن معین فرماتے ہیں اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ یہ شخص متروک ہے۔ ابو حاتم اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں گھڑ لیتا تھا۔ ابن مدینی کہتے ہیں روایت کو گھڑ لیتا ہے۔"

۔ قال احمد بن حنبل ھو کذّاب یقلّب الاحادیث قال ابن معین لا یکتب حدیثہ۔ قال البخاری متروک۔ قال ابو حاتم والنسائی یضع الحدیث ... الخ"

(۱) ـــــ میزان الاعتدال للذہبی، ج ۳، ص ۱۱۰ تحت محمد بن عمرو بن واقد۔

(۲) ـــــ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۹ ص ۳۶۴-۳۶۶ تحت محمد بن عمر والواقدی۔

"قال الذھبی فی المغنی "مجمعٌ علی ترکہ وقال النسائی کان یضع الحدیث"۔

(۳) ـــــ المغنی للذہبی، ج ۲، ص ۶۱۹ تحت محمد بن عمرو واقد

"قال ابن حبان وکان یروی عن الثقات مقلوبۃ وعن الاثبات المعضلات ..... کان احمد بن حنبل رحمہ اللہ یکذبہ ...

... یقول المدینی الواقدی یضع الحدیث ... الخ"

(۴) ـــــ کتاب المجروحین لابن حبان، ج ۲ ص ۲۸۴ تحت محمد بن عمر بن واقد۔ طبع دکن۔

"قال ابن حجر فی اللسان .... متروک مع سعة علمه"

(۵) ـــــ لسان المیزان، ج ۶، ص ۸۵۲ تحت الواقدی محمد بن عمرو۔

مختصر یہ ہے کہ جن روایات میں واقدی منفرد ہوں وہ روایات قابلِ حجت نہیں ہوتیں۔

ابو مخنف لُوط بن یحییٰ اس کا نام لُوط بن یحییٰ اور کنیت ابو مخنف ہے۔ یہ قصہ گو اخباری آدمی ہے۔ علماء فرماتے ہیں۔ اس پر کوئی اعتماد نہیں اور فرمایا کہ روایت کے باب میں یہ کچھ بھی نہیں اور علماء کہتے ہیں" یہ جلنے والا شیعہ ہے اور شیعوں کا قصہ گو راوی ہے۔"

"لُوط بن یحییٰ ابو مخنف اخباری، لا یوثق به"۔ ... ترکه ابو حاتم وغیرہ۔ قال الدار قطنی "ضعیف" وقال یحییٰ بن معین "لیس بثقة" وقال مرة "لیس بشئ"۔ قال ابن عدی "شیعی محترق" صاحب اخبارھم ... الخ"

(۱) ـــــ میزان الاعتدال للذہبی، ج ۲، ص ۳۶۰ تحت لُوط بن یحییٰ۔

(۲) ـــــ لسان المیزان لابن حجر عسقلانی، ج ۴ ص ۴۹۲۔ تحت لُوط بن یحییٰ۔

ـــــ مختصر یہ ہے کہ اس قسم کی جرح مفصّل کے ساتھ جو راوی مجروح ہوں ان کی روایت پر اعتماد کرنا سراسر غلط ہے۔ ان روایات کو کسی طرح درست نہیں

تصور کیا جا سکتا ۔

مالی عطیّات کی دیگر روایات
خمس افریقیہ وغیرہ کے متعلق

تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے رضاعی برادر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو افریقیہ کا خمس دے دیا تھا (جو بیت المال کا حق تھا) ۔

نیز روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ عبداللہ بن خالد بن اسید اور مروان کو بیت المال کا بہت سا مال یکمشت عطا کر دیا تھا ۔

معترضین کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے اموال کی غلط تقسیم کی اور اپنے اقارب کو ناجائز طور پر اموالِ کثیرہ دے دیئے ۔

درجۂ جواب

(۱)

پہلی بات یہ ہے کہ اس قسم کی روایات تاریخی ہیں جن کے صحیح اور سقیم ہونے میں دونوں احتمال ہیں اور ان محتمل روایات کو صحیح احادیث کا درجہ نہیں دیا جا سکتا ۔

(۲)

دوسری بات یہ ہے کہ علماء نے اس نوع کی روایات پر کلام کر کے غیر صحیح اور متکلّم فیہ قرار دیا ہے جس کی وجہ سے ان کی صحت پر اعتماد کرنا مشکل ہے ۔

(۱) مثلاً قاضی ابوبکر بن العربی نے فرمایا ہے کہ خمسِ افریقیہ کا کسی ایک شخص کو عطا کیا جانا صحیح نہیں ہے ۔

---

(۱) واما اعطاءہ خمس افریقیۃ لواحد فلم یصح ۔

(العواصم من القواصم، ص ۱۰۰-۱۰۱۔ تحت
جوابات اعتراض ۱۳)

(۲) ——— نیز ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ :-

"اہل تاریخ نے بغیر تحقیق کے بیت المال میں اسراف کے قصے ذکر کر دیتے، ان میں بعض تو محض افترا اور جھوٹ ہیں اور ان کے بعض میں واقعہ کے بیان میں ملاوٹ اور آمیخت کر دی گئی ہے۔ لہٰذا ان قصوں کے نقل کرنے میں ہم اپنے اوقات کو صرف نہیں کرتے۔"

"۔۔۔۔ اما قصص رکیکہ کہ اہلِ تاریخ بغیر تحقیق ذکر می کنند از اسراف در بیت المال وحمیٰ ساختن شجر وغیر آں چوں بعض محض مفتریات است وبعض ازاں قبیل کہ در سرِ قصہ افترا داخل شدہ۔ اوقاتِ خود را بتسوید اوراق بآں قصہا مشغول نمی سازیم۔"

(ازالۃ الخفاء مقصد دوم، ص ۲۴۸ تحت جوابات
مطاعنِ عثمانی۔ طبع اول قدیم۔ بریلی)

(۳) ——— اور شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ مروان کو افریقیہ کا خمس دیا جانا بالکل غلط ہے۔

"وقصۂ بخشیدنِ خمسِ افریقیہ کہ بمروان ست نیز غلط محض ست۔"

(تحفۂ اثنا عشریہ، ص ۳۱۱ تحت طعنِ سوم عثمانی
طبع جدید لاہور)

(۴)

"خمسِ افریقیہ" والی روایات کو بالفرض اگر درست تسلیم کیا جائے تو اس کا حل طبری کی روایات میں موجود ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت عثمانؓ نے اعتراض

ہونے کے بعد خمس مذکور عبداللہ سے بیت المال میں واپس کروا دیا تھا۔ چنانچہ اس کی تھوڑی سے تفصیل روایتِ ذیل سے ہم پیش کرتے ہیں جس کے ذریعہ اصل مسئلہ صاف ہو سکے گا۔

طبری نے فتح افریقیہ کے موقعہ پر ذکر کیا ہے کہ:-

"جو مال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غزوۂ افریقیہ میں عنایت فرمایا تھا اس کو عبداللہ بن سعد نے لشکریوں اور فوجیوں میں تقسیم کیا اور اس مال سے خمس نکالا۔ پھر حسبِ دستور اس خمس کے پانچ حصے کیے، پانچواں حصہ خود لیا اور خمس کے باقی چار حصے ایک شخص ابن وسیمہ النضری کے ذریعے مدینہ شریف میں حضرت عثمانؓ کی خدمت میں بھجواتے ...... اس موقعہ پر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں ایک وفد نے پہنچ کر شکایت کی کہ عبداللہ بن سعدؓ نے خمس الخمس ⅕ لے لیا۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں نے اس کو حصہ سے زیادہ عطیۃً دیا ہے ..... اس کے متعلق میں نے بطورِ وعدہ کے کہہ رکھا تھا کہ فتح افریقیہ ہونے پر آپ کو خمس الخمس دیا جائے گا۔

اب یہ معاملہ آپ لوگوں کے اختیار میں دیا جاتا ہے کہ اگر آپ حضرات اس پر راضی ہونگے تو جائز رکھا جائے گا اور اگر آپ ناپسند کریں گے تو اس مال کو ہم لوٹا دیں گے اور بیت المال کی طرف واپس کر دیں گے۔

شکایت کنندہ وفد نے کہا کہ ہم عبداللہ کو خمس الخمس دینے پر ناراض ہیں تو حضرت عثمانؓ نے فرمان دیا جو کچھ مال عبداللہ نے اس موقعہ پر لیا ہے واپس کر دیا جائے اور عبداللہ کی طرف حضرت عثمانؓ نے

فرمان لکھا کہ آپ اس مال کو واپس کر دیں۔

پھر اہلِ وفد نے مطالبہ کیا کہ عبداللہ بن سعدؓ کو وہاں سے معزول کر دیں ہم ان کی امارت نہیں چاہتے ..... تو حضرت عثمانؓ نے عبداللہ کی طرف لکھا کہ ایک ایسے آدمی کو اپنا قائم مقام تجویز کر دیں جس پر طرفین راضی ہوں اور خمس الخمس کو فی سبیل اللہ تقسیم کر دیں۔ یہ لوگ مال ہٰذا کے لینے پر ناراض ہو رہے ہیں پس عبداللہ نے اسی طرح کر دیا۔ افریقہ کو فتح کیا اور واپس مصر آ گئے ... الخ"

"..... وقد امرت له بذالك وذاك اليكم الآن فان رضيتم فقد جاز وان سخطتم فهورَدٌّ۔ قالوا فانا نسخطه قال فهو ردٌّ وكتب الى عبدالله برد ذالك واستصلاحهم قالوا فاعزله عنا فانا لا نريد ان يتأمّر علينا وقد وقع ما وقع فكتب اليه ان استخلف على افريقية رجلاً ممن ترضى ويرضون واقسم الخمس الذى كنت نفلتك فى سبيل الله فانهم قد سخطوا النفل ففعل ورجع عبدالله بن سعد الى مصر وقد فتح افريقية ... الخ"

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵۔ ص ۴۹۔ سنۃ ۲۷ھ، ذکر الخبر عن فتحها سبب ولایۃ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر وعزل عثمانؓ عمروؓ بن العاص عنها)۔

(۴)

اور جو طبری کی بعض روایات میں عبداللہ بن خالد بن اسید اور مروان بن الحکم

کے متعلق مال کثیر عطا کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب طبری کی روایت ذیل میں موجود ہے۔

روایت اس طرح ہے کہ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں چند اصحاب (حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت زبیرؓ وغیرہم) جمع تھے۔ اس مجلس میں دیگر امور کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں کو مال دینے پر گفتگو ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے یہ بات فرمائی کہ میں نے اقرباء کو جو مال دیا ہے میرے خیال میں یہ میرا دینا درست ہے۔ اگر تم لوگ اس کو خطا سمجھتے ہو تو اس مال کو واپس کر لوں گا۔ میں تمہاری بات کو تسلیم کر لونگا حاضرین مجلس نے کہا آپ نے ٹھیک فرمایا۔ یہ بات ٹھیک ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ نے عبداللہ بن خالد بن اسید اور مروان کو بہت سا مال (مروان کو یکمشت پندرہ ہزار اور عبداللہ بن خالد کو پچاس ہزار درہم) دے دیا تھا۔

پس ان حضرات نے ان دونوں (عبداللہ اور مروان) سے مذکورہ مال واپس لے لیا اور بخوشی و رضامندی مجلس ہذا سے واپس ہوئے۔

"...... ورأيت ذالك لى فان رأيتم ذالك خطأً فردوّ فامرى لامركم تبعٌ قالوا اصبت واحسنت قالوا اعطيت عبد الله بن خالد بن اسيد و مروان وكانوا يزعمون انّهٗ اعطىٰ مروان خمسة عشر الفاً وابن اسيد خمسين الفاً فردّوا منهما ذالك فرضوا وقبلوا وخرجوا راضين"

(تاریخ ابن جریر طبری، جلد ۵، ص ۱۰۱۔
تحت سنۃ ۳۵ھ)

مطلب یہ ہے کہ:۔

مالِ کثیر دینے کے اعتراض کو طبری کی ان ہر دو روایاتِ مندرجہ نے صاف کر دیا کہ اگر بالفرض حضرت عثمانؓ نے مال کثیر یکمشت عبداللہ بن سعد، عبداللہ بن خالد اور مروان کو دیا تھا تو اعتراض ہو جانے کے بعد حضرت عثمانؓ نے وہ مال واپس کر دیا تھا۔ اور اس واپسی پر معترضین لوگ رضامند ہو کر خوش ہو گئے تھے۔ اس طریقہ سے حضرت عثمانؓ سے یہ اعتراض ساقط ہو گیا۔

تنبیہ :-

طبری کی مندرجہ بالا روایات کے ذریعے جب افریقیہ کے خمس کا اعتراض رفع ہو گیا تو طبری سے نقل کرنے والے مورخین مثلاً الکامل لابن اثیر، البدایہ لابن کثیر اور تاریخ ابن خلدون وغیرہم کے اس موقعہ کے مالی اعتراضات مندفع ہو گئے اور ان کے لیے کسی دیگر جواب کے پیش کرنے کی حاجت نہ رہی۔

اس وجہ سے کہ مذکور متأخرین نے طبری سے ہی نقل کر کے خمس افریقیہ کے متعلق اعتراضات ذکر کیے تھے۔

(۵)

ان معروضات کے بعد اب یہ صورت پیش کی جاتی ہے کہ اگر بالفرض حضرت عثمانؓ نے اپنے اقرباء یا غیر اقرباء کو بیت المال سے مالی عطیات دیئے ہوں تو اسلام میں ان کی صورتِ جواز کا کیا درجہ ہے؟ خلیفہ اپنی رائے اور اجتہاد کے اعتبار سے کسی کو مالی عطیات دے سکتا ہے یا نہیں؟ خلیفہ کا اس نوعیت کا مجتہدانہ فعل صحیح ہے یا نہیں؟

تو اس کے لیے ہم ذیل میں چند چیزیں پیش کرتے ہیں۔ ان پر توجہ فرما لینے سے مسئلہ ہذا حل ہو جائے گا۔

(۱) ـــــ امام مالکؒ اور علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ خلیفہ وقت

خمس کے معاملہ میں اپنی رائے پر عمل کر سکتا ہے اور جو اس کی مجتہدانہ رائے ہو اس کو نافذ کر سکتا ہے اور مالی عطیہ کسی ایک شخص کو عطا کرنا بھی اس کے لیے جائز ہے۔

"۔۔۔۔۔۔ انّہ قد ذھب مالکؒ وجماعۃٌ الی ان الامام یریٰ رأیہٗ فی الخمس وینفذفیہ ما ادّاہ الیہ اجتہادہٗ وان اعطاءہٗ لواحد جائز"

(العواصم من القواصم للقاضی ابی بکر بن العربی۔
ص ۱۰۰-۱۰۱ تحت جوابات اعتراض ۱۳)

(۲) ــــ خلافت فاروقی کے دور میں حضرت عمرؓ کی طرف سے "ینبع" کے مقام میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو ایک قطعہ اراضی عنایت کیا گیا۔ جو بیش قیمت اور معقول آمدنی کا ذریعہ تھا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس عطیہ اراضی کو بخوشی منظور کر لیا تھا اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ یہ واقعہ مندرجہ ذیل مقامات میں علماء نے ذکر کیا ہے اور قبل ازیں اس کا اندراج "رحماء بینھم" حصہ فاروقی کے باب دوم، فصل رابع، ص ۱۸۹-۱۹۰ میں ہو چکا ہے، بطور یاد دہانی کے یہاں بھی اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

ــــ برہان الدین الطرابلسی الحنفی نے "الاسعاف فی احکام الاوقاف" میں تحریر کیا ہے کہ:-

"۔۔۔۔ عن عبد العزیز بن محمد عن ابیہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان عمر بن الخطاب قطع لعلیؓ "ینبع" ثم اشتریٰ علیؓ الی قطیعتہ التی قطع لہ عمرؓ اشیاء فحفر فیہما عیناً فبینا ھم یعملون اذ تفجّر علیہم مثل العنق الجزور من الماء فاتی علیاً فبشّرہ بذالک ۔۔۔۔۔ وبلغ جدادھا فی زمن علیؓ الف وسق"

(۱) ـــ کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف، ص ۷-۸۔

برہان الدین ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی الحنفی۔

سن تالیف کتاب ہذا ۹۰۵ھ۔

(۲) ـــــ وفاء الوفاء للسمہودی، ج ۴، ص ۱۳۲۴ فصل

الثانی من تحت لفظ "ینبع" طبع بیروت۔

(۳) ـــــ اسی طرح حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو اپنے حاکم عبداللہ بن عامر کے ذریعے خراسان سے واپسی پر بیس ہزار درہم یکمشت عنایت فرماتے تھے اور حضرت علیؓ نے قبول فرماتے تھے اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا"

طبقات ابن سعد میں عبارتِ ذیل میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

"۔ ۔ ۔ ۔ فقال (عثمانؓ) لابن عامر قبح الله رأيك أ ترسل الى عليؓ بثلاثة آلاف درهم قال كرهت ان اغرق ولم ادر ما رأيك قال فاغرق قال فبعث اليه بعشرين الف درهم و ما يتبعها قال فراح عليؓ الى المسجد فانتهى الى حلقته وهم يتذاكرون صلات ابن عامر هذا الحي من قريش فقال عليؓ هو سيد فتيان قريش غير مدافع"

(طبقات ابن سعد، جلد ۵، ص ۳۳، تذکرہ

عبداللہ بن عامر۔ طبع لیدن۔

قبل ازیں یہ واقعہ "رحماء بینہم" حصہ سوم (عثمانی) کے باب چہارم تحت عنوان "نبوی رشتہ داروں کے مالی حقوق"، ص ۱۵۵، ج ۳ پر درج ہو چکا ہے۔

ـــــ الغرض یہ دو واقعات کے ذریعے یہ مسئلہ منقح ہو گیا کہ خلفاء وقت، اہل

خصوصی اختیارات کے تحت مالی عطیات ملت کے بعض افراد کو عنایت کر سکتا ہے اور اس کا یہ فعل شرعاً صحیح اور درست ہے ورنہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا مذکورہ واقعات میں اموال کا حاصل کرنا غیر صحیح اور نادرست ہوگا جیسا ہر دو خلفاء کرام کا دینا ناروا ہوگا۔ حالانکہ اس چیز کا کوئی قائل نہیں ہے (خوب غور فرما دیں)۔

(۴) ـــــ نیز یہ چیز بھی واضح ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مالی عطیات کا بیت المال سے عطا کرنا اقارب اور ہاشمیوں کے ساتھ کچھ مخصوص نہ تھا بلکہ اس وقت کے جمیع اہلِ اسلام بیت المال کے اموال سے حصہ پاتے تھے۔ حضرت حسنؒ بصری فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے حضرت عثمانؓ خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے لوگو! تم ہم پر کیا اعتراض کرتے ہو؟ اور کیا عیب لگاتے ہو؟ ہر دن تم میں مال تقسیم کیا جاتا ہے۔ کوئی دن تم میں ایسا نہیں گزرتا جس میں تم میں مال تقسیم نہ کیا جاتا ہو۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عثمانؓ کے منادی کو دیکھا ہے۔ وہ آواز لگاتا کہ اے لوگو! صبح پہنچ کر اپنے عطیات حاصل کر لو۔ پس لوگ صبح آکر کثیر عطیات لے لیتے تھے۔ پھر وہ آواز لگاتا کہ اے لوگو! اپنی خوراکیں صبح پہنچ کر حاصل کر لو۔ پس وہ صبح پہنچ کر اپنی پوری خوراکیں حاصل کرتے تھے۔ اور لباس، پوشاکیں، گھی اور شہد تک وہ آکر حاصل کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب "قرۃ العینین" میں یہ واقعہ درج کرتے ہیں اور ابن کثیرؒ نے بھی حسن بصریؒ کی روایت لکھی ہے۔ اور شاہ عبدالعزیزؒ نے "تحفہ اثنا عشریہ" جواب مطاعن میں یہی روایت نقل کی ہے

ـــــ وعطایای جزیلۂ او از بیت المال مخصوص نبودند با اقارب ما کہ بجمیع اہل اسلام میرسید عن الحسن البصری قال سمعت عثمانؓ

یخطب یقول یا ایھا الناس! ما تنقمون علیّ؟ وما من یوم الا وانتم تقتسمون فیه خیرًا قال الحسن وشھدت منادیه ینادی یا ایھا الناس! اغدوا علی عطیاتکم فیغدون فیاخذونها وافرۃً یا ایھا الناس! اغدوا علی ارزاقکم فیغدون فیاخذونها وافیۃً حتیّٰ واللہ لقد سمعتہ اذنای یقول علی کسوتکم فیاخذون الحلل واغدوا علی السمن والعسل .... الخ۔"

(۱)۔۔۔۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، ص ۲۷۱-۲۷۲۔
تحت جواب مطاعن ختنین از شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

(۲)۔۔۔۔ البدایہ لابنِ کثیرؒ، ج ۷، ص ۲۱۴، فصل فی ذکر شیئٍ من سیرتہ... الخ

(۳)۔۔۔۔ تحفہ اثنا عشریہ فارسی از شاہ عبدالعزیزؒ، ص ۳۲۱/۳۱۱
بحث مطاعنِ عثمانی، تحت طعن سوم۔ طبع جدید لاہور۔

(۶)

اگر مذکورہ چیزوں سے صرفِ نظر کر لی جائے تب بھی یہ بات توجہ کے قابل ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے دَورِ خلافت کے آخری ایام میں مالی طعن کرنے والوں کے جواب میں ایک مبسوط کلام (جو طبری نے نقل کیا ہے) فرمایا تھا اس میں آپ نے تصریحًا فرمایا تھا کہ:۔

(۱) مَیں اپنے اقارب اور اعزّہ کے ساتھ محبت رکھتا ہوں اور ان کو مال بھی عطا کرتا ہوں لیکن ان کے ساتھ میری محبّت کرنا مجھے کسی ظلم وجور کی طرف مائل نہیں کرتا بلکہ [illegible]

ہوں وہ اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں۔ بیت المال (یعنی مسلمانوں کے مال) سے دینا نہ میں اپنی ذات کے لیے حلال سمجھتا ہوں اور نہ ہی دوسروں کے لیے۔

۔۔۔۔ وقالوا انی احب اھل بیتی واعطیھم فاما حبّی فانّہ لم یمل معھم علی جور بل احمل الحقوق علیھم۔

۔۔۔۔ واما اعطاؤ ھم فانی اعطیھم من مالی ولا استحل اموال المسلمین لنفسی ولا لاحد من الناس ۔۔۔الخ"

(۱)۔۔۔ تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۱۰۳ تحت ۳۵ھ۔ کلام عثمانی معترضین کے جواب میں۔

(۲)۔۔۔ تاریخ الاسلام للذہبیؒ، ج ۲ ص ۱۲۶ تحت ۳۵ھ۔

(۲) ۔۔۔۔ اسی طرح البدایہ میں ابن کثیرؒ نے حضرت عثمانؓ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ طعن کرنے والوں کے جواب میں فرمایا کہ میں جو کچھ اپنے اقرباء کو عطا کرتا ہوں وہ اپنے زائد مال سے دیتا ہوں۔

"۔۔۔۔ ثم اعتذر (عثمان) عمّا کان یعطی اقرباءہ بانّہ من فضل مالہ"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۶۹ تحت ۳۴ھ)

(۳) ۔۔۔۔ نیز یہ چیز بھی مؤرخین (طبری وغیرہ) نے حضرت عثمانؓ کی سیرت میں درج کی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کے بیت المال سے کوئی تنخواہ اور وظیفہ نہیں لیا بلکہ حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم! میں نے مسلمانوں کے مال سے خوراک نہیں حاصل کی بلکہ میں اپنے مال سے اپنا خرچ خوراک حاصل کرتا ہوں اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں قوم قریش میں

مالدار آدمی ہوں اور میری بہت بڑی تجارت ہے "

"..... واللہ ما آکلہ من مال المسلمین ولکنی آکلہٗ من مالی انت تعلم انی کنت اکثر قریش مالاً واجدّھم فی التجارۃ... الخ "

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۱۳۶، تحت ۳۵ھ، ذکر بعض سیر عثمانؓ)

ان مندرجات کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ اپنے اقرباء کو جو مال عنایت کرتے تھے وہ اپنے زائد مال سے دیتے تھے۔ بیت المال سے نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ وہ اپنا خرچ خوراک بھی بیت المال سے نہیں لیتے تھے۔ (سبحان اللہ)

عقل و درایت کے اعتبار سے بحث

اس مقام میں درایت کے اعتبار سے چند ایسی معروضات پیش کی جاتی ہیں جن سے مسئلہ کی اصلیت نمایاں طور پر سامنے آسکتی ہے اور اعتراض بالا کی خفت اور سبکی واضح ہوتی ہے۔

(۱)

پہلی یہ بات ہے کہ مسئلہ ہٰذا (اموال المسلمین کی تقسیم) کی شرعی نوعیت کیا حضرت عثمانؓ پر مخفی تھی؟ کیا وہ اس مسئلہ میں کتاب و سُنّت کے احکام سے ناواقف تھے؟ اور کیا حضرت عثمانؓ کو یہ فرق معلوم نہ تھا کہ اپنوں کے ساتھ صلہ رحمی کے تقاضوں کو بیت المال سے پورا کیا جاتا ہے یا اپنے ذاتی مال سے؟ اور تقسیم مال کے اختیارات اور اس کی شرعی حدود کیا ان کو پوری طرح معلوم نہ

تھیں؟ یا ان مسائل کو جاننے کے باوجود ان پر عمل نہیں کرتے تھے؟

یہ چیزیں ایک مخلص مسلمان کے لیے غور کرنے کے قابل ہیں جو گروہی تعصب سے بالاتر ہو کر غور کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اپنی دیانتدارانہ رائے خلیفہ راشد کے حق میں خود قائم کر سکتا ہے۔

(۲)

دوسری چیز یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی دیانت، امانت، اور صداقت پر اعتماد کرتے ہوئے صلح حدیبیہ میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دے کر "یدِ عثمانی" کی عظمت قائم کر دی تھی اور اس بیعت میں شامل ہونے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندگی کا تمغہ عنایت فرما دیا۔

یدِ عثمانی کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہاتھ خدا کی رضا اور احکام شرعی کے خلاف اموال کی تقسیم نہیں کرے گا

نیز اس ہاتھ پر اُمت کے اکابر صحابہ (حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) نے دینی اعتماد کی بنا پر ہاتھ رکھ کر بیعتِ خلافت کی تھی اور اس ہاتھ کو بالاتفاق منتخب کیا تھا۔

لہٰذا اس سے اموال کی غلط تقسیم کی نسبت صحیح نہیں۔ اور یہ ہاتھ مالی تقسیم دیانتدارانہ طور پر ہی کرے گا۔

مختصر یہ ہے کہ ان ہر دو انتخابات میں حضرت عثمانؓ کا انتخاب ان کی دین میں پختگی کا بیّن ثبوت ہے اور ان کی دیانت کے لیے پوری ضمانت ہے۔

لہٰذا یہ دین کے ہر کام میں صحیح العمل اور معتمد تھے اور اسی پر ان کا خاتمہ بالخیر ہوا پس معترضین کا یہ کہنا کہ وہ اموال کی تقسیم کے مسئلہ میں غلط کار تھے یہ عثمانی دیانت کو داغدار کرنا ہے جو کسی طرح صحیح نہیں۔

(۳۷)

تیسری یہ چیز ہے کہ خمس افریقیہ کے مال کی غلط تقسیم کا اعتراض ۲۷ھ، یا ۲۸ھ میں (جب افریقیہ کی فتوحات حاصل ہوئیں) قائم کیا گیا۔ پھر اس کے بعد قریباً ۳۰ھ میں خراسان، طبرستان اور جرجان وغیرہ کی فتوحات ہوئیں۔ ان فتوحات میں اکابر صحابہ اور اکابر ہاشمی حضرات سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ شریک ہوئے۔

اگر فتوحات افریقیہ کے اموال کی تقسیم غلط ہو چکی تھی تو ان حضرات نے یہ طعن اور اعتراض حضرت عثمانؓ کی تقسیم پر کیوں نہ اٹھایا؟ اور اس کے بعد آنے والے غزوات ۳۰ھ میں خاموشی سے کیوں شریک ہوتے؟ اگر سابقہ فتوحات میں قواعدِ شرعی کے خلاف مال تقسیم ہوا تھا تو ان حضرات پر لازم تھا کہ پہلے اس کی اصلاح کرواتے اور بعد میں ۳۰ھ میں ہونے والے غزوات میں شریک ہوتے مگر ایسا نہیں کیا۔

تو ان کی عملی کاروائی سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ افریقیہ کے مال کی تقسیم میں کوئی صحیح اعتراض قائم نہیں تھا اور نہ ہی کوئی سقم واقع تھا۔ یہ محض بعض مخالفینِ عثمانؓ کا پروپیگنڈا تھا جسے مؤرخین نے نقل کر ڈالا۔

قبل ازیں شرکتِ غزوات ہذا کے حوالہ جات "رحماء بینہم" حصہ سوم عثمانی کے باب چہارم میں (تحت عنوان خلافت عثمانی میں ہاشمی حضرات کی شرکتِ جہاد) درج ہو چکے ہیں۔ مقام ذیل میں تفصیلات ملاحظہ فرمالیں:-

(۱) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۵۷۔ تحت ۳۰ھ۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، جلد ۷، ص ۱۵۴۔ تحت ۳۰ھ۔

آخر بحث رابع

مالی عطیات، کی بحث مختصراً پیش کی گئی ہے۔ اس پر انصاف کی نظر ڈالنے سے یہ نقشہ سامنے آتا ہے کہ :۔

(۱) ـــــ وہ روایات جن سے "مالی عطیات" کے کیس تیار کیے جاتے ہیں وہ عموماً قصہ گو، دروغ گو، اور اخباری قسم کے لوگوں سے اہل تاریخ نے فراہم کی ہیں ان پر اعتماد کر کے ایک خلیفہ راشد کے دامنِ دیانت کو داغدار کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

(۲)۔ ـــــ اور اعطاءِ اموال کے جو واقعات حقیقۃً درست ہیں وہ حدودِ شرعی سے خارج اور خلیفہ کے اختیارات سے متجاوز نہیں تھے۔ اس پر حضرت عثمانؓ کی طرف سے صفائی کے بیانات اس کے مؤید ہیں۔ جو ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

(۳) ـــــ حضرت عثمانؓ کا علمی مقام بہت بلند تھا۔ فقہائے صحابہ کرام میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ صدیقی خلافت و فاروقی خلافت کی مشاورتی مجالس کے رکن رکین تھے۔ دینی مسائل کے لیے اہل حل و عقد کے مقام پر فائز تھے۔

لہٰذا حضرت عثمانؓ کے حق میں یہ تصوّر بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ مالی تقسیم کے ان مسائل سے نابلد یا ناواقف تھے۔

. . . . اور یہ تصوّر کرنا کہ تقسیم اموال کے مسائل سے واقف تو تھے لیکن ان پر عملدرآمد نہیں کرتے تھے اور یہ بھی مشکل ہے، کوئی مخالف عثمانؓ ہی یہ چیز باور کر سکتا ہے، دوسرے شخص سے یہ نہیں ہو سکتا۔

(۴) ـــــ پھر خمس افریقیہ کی تقسیم کے مسئلہ میں افریقیہ کی مہم کے بعد کی فتوحات کو سامنے رکھنے سے یہ مسئلہ حل ہو رہا ہے۔ صحابۂ کرام (بشمول ہاشمی حضرات کے) افریقیہ کے بعد والے غزوات میں شامل ہونے اور شرکت کرنے سے واضح ہو گیا کہ خمس افریقیہ کی تقسیم میں کوئی سقم نہ تھا ورنہ یہ حضرات غلط تقسیم پر کیسے رضامند ہو گئے؟ اور تعاون علی الاثم والعدوان کیسے اختیار کر لیا؟ خوب غور فرما دیں۔

ـــــ حاصل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے حق میں ناجائز طریقہ سے تقسیمِ مال کے اعتراضات بے اصل ہیں۔ حضرت نے جو اموال اپنے اقرباء کو دیئے تھے ان کا شرعاً صحیح محمل اور جواز موجود ہے۔ حدودِ شرعی سے متجاوز ہونے کا پروپیگنڈا بالکل بے حقیقت ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اس سلسلہ میں کوئی غلط کام نہیں کیا جس کی وجہ سے انہیں مطعون قرار دیا جائے۔

بحث خامس

عثمانی دور کے آخری مراحل اور ان کا متعلقہ کلام

حضرت سیدنا عثمانؓ کے دور پر معترض لوگوں نے آخری ایام کے متعلق کئی قسم کی بحثیں پیدا کر لی ہیں جو دور از حقیقت ہیں اور اصل واقعات کے خلاف ہیں۔ مثلاً:-

(۱) ــــــ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران اپنے اقرباء کو بڑے بڑے مناصب پر مسلّط کر دیا، انہوں نے کئی قسم کی خرابیاں اور مظالم کیے۔

نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کو بیت المال سے ناجائز طور پر موقع بے موقع اموالِ کثیرہ عطا فرماتے۔

ان چیزوں کی وجہ سے قبائل میں نفرت پیدا ہوئی۔ قبیلہ پرستی کے متعصبانہ نظریات اُٹھ کھڑے ہوتے اور تعصب کی دبی ہوئی چنگاریاں بھڑک اٹھیں، انہوں نے خلافت راشدہ کے نظام کو جلا کر خاک کر دیا اور یہ چیزیں قتلِ عثمانؓ پر منتج ہوئیں۔

(۲) ــــــ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اقربا نوازی کے علاوہ حضرت عثمانؓ بن عفانؓ نے شریعت میں کئی قسم کے بدعات پیدا کر دیئے۔ لہٰذا تمام مسلمان ان کے خلاف ہو گئے۔ آخر کار لوگوں نے انہیں قتل کر دیا:۔

"۔۔۔۔ تمالا۔ علیہ المسلمون کلھم حتیٰ قتل وعابدوا افعالہ ۔۔۔ الخ"

(منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامامۃ لابن المطہر الحلی الشیعی
بحث اختتام مطاعن عثمانی، ج ۴، ص ۶۸، مطبوعہ
در آخر منہاج السُّنۃ، طبع لاہور)

مسئلہ ہذا کو صحیح طور پر معلوم کرنے کے لیے بحث خامس میں "بیانِ مراحل" کے نام سے چند چیزیں یہاں ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں منصفانہ غور کرنے سے عثمانی دور کے آخری مسائل بہترین طریقہ سے واضح ہو جائیں گے اور وہ نقشہ جو معترض احباب نے ان ایام کے متعلق پیش کیا ہے اس کا بعید از صواب وخلافِ واقعہ ہونا خوب طرح معلوم ہو سکے گا۔

بیانِ مراحل

(۱)

حضرت عثمانؓ کے دَور کے متعلق لوگوں کا یہ تأثر دینا کہ دَورِ عثمانی کے آخر میں حضرت عثمانؓ کے عمال وحکام کی وجہ سے کئی قسم کے منکرات اور برائیاں پھیل گئی تھیں اور احکامِ شرعی کی خلاف ورزی ہونے لگی تھی جن کی وجہ سے لوگ حضرت عثمانؓ پر طعن کرنے لگے اور ان کے خلاف نفرت کے جذبات لوگوں میں پھیل گئے" واقعات کے خلاف ہے۔ امت کے متعدد کبار علماء نے دَورِ ہذا کے متعلق صفائی کے بیان دیتے ہیں اور منکرات اور برائیوں کی نفی کر دی ہے اور فرمایا ہے کہ کوئی کام اس دَور میں ایسا نہیں ہوتا تھا جس پر شرعاً طعن کیا جا سکے۔ یا اس کو موجبِ فسق اور قتل کا سبب قرار دیا جا سکے۔

امام بخاریؒ کی طرف سے صفائی کا بیان | اب پہلے امام بخاریؒ کی طرف سے

...صفانی کا بیان ملاحظہ فرماویں۔ انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حسن رضؓ سے نقل کیا ہے
وہ فرماتے تھے کہ :-

"امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کا فرمان اور حکم بارہ سال چلتا رہا۔ ان کی امارت میں لوگوں نے کوئی بُرائی نہیں دیکھی، حتیٰ کہ فاسق لوگ آ گئے اور اہل مدینہ نے حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں نرمی سے کام لیا (یعنی شدّت اختیار نہ کی، لہٰذا وہ مقصد میں کامیاب ہو گئے)۔

—— حدثنا سلیمان بن حرب ثنا ابو ھلال قال سمعت الحسن یقول عمل امیر المؤمنین عثمان بن عفانؓ ثنتی عشرۃ سنۃ لا ینکرون من امارتہ شیئاً حتیٰ جاء فسقۃ فداھن واللہ فی امرہ اھل المدینۃ"

(تاریخ صغیر امام بخاری، ص ۳۲ طبع الٰہ آباد ہند
تحت ذکر من مات فی خلافۃ عثمانؓ)۔

ابن العربی المالکی کا قول

علامہ ابن العربی المالکی اس موقعہ کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

"حضرت عثمانؓ کے دور میں کوئی بُرائی نہیں تھی۔ نہ اوّل دور میں اور نہ آخر دور میں اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے اس موقعہ پر کوئی بُرائی کی تھی۔ مخاطب کو کہتے ہیں جو تم کو اس موقعہ کی بُری خبریں سنائی جاتی ہیں وہ باطل ہیں ان کی طرف التفات کرنے سے اجتناب کریں۔

"..... فلم یأت عثمان منکراً لا فی اوّل الامر ولا فی آخرہ ولا جاء الصحابۃ بمنکر وکل ما سمعت من خبر باطل ایاک
......

دالعواصم من القواصم ص ٦٠ ۔ طبع سہیل اکیڈمی لاہور)

حضرت شیخ جیلانیؒ کا فرمان

حضرت عثمانؓ کا مقام بیان کرتے ہوئے پیران حضرت شیخ جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں حضرت عثمانؓ کی اور ان کے دور کی بہترین صفائی پیش کی ہے ۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ برحق امام تھے یہاں تک کہ وہ شہید کیے گئے اور ان کے دور میں کوئی ایسی بات نہیں پائی گئی تھی جس کی وجہ سے ان کو مطعون کیا جا سکے، یا ان کی طرف فسق کی نسبت کی جا سکے، یا ان کے قتل کا سبب قرار دیا جا سکے ۔

اور روافض نے حضرت عثمانؓ کے خلاف یہاں بہت کچھ کہا ہے ۔

—— وبایع علیؓ ثم بایع الناس اجمع فصار عثمان بن عفان خلیفۃً بین الناس باتفاق الکل فکان (عثمان) اماماً حقاً الی ان مات ولم یوجد فیہ امر یوجب الطعن فیہ ولا فسقہ ولا قتلہ خلاف ماقالت الروافض تباً لھم ۔

(غنیۃ الطالبین مترجم، ص ١٣٧، فصل ویعتقد اہل السنۃ ... الخ ۔ از حضرت شیخ جیلانیؒ المتوفی ۵٦١ھ ۔ طبع قدیم لاہور)

(٢)

دوسری یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ حضرت سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے ایام میں عوام کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے صحیح انتظامات تھے ۔ اور لوگوں کی شکا[یات] رفع کرنے کے لیے پورا اہتمام کیا جاتا تھا۔ حکام کو امر بالمعروف (بہتر کاموں کا حکم کرنا) و نہی عن المنکر (برائیوں سے روکنا) ادا کرنے کا حکم جاری ہوتا تھا۔

اس طریقہ سے قیام دین کی صحیح صورت قائم تھی اور ملکی انتظامات ٹھیک

طرح چلتے تھے۔ اور عوام میں پریشانی کے اثرات نہیں تھے۔ اس چیز کے متعلق مؤرخین کے مندرجہ ذیل بیانات ملاحظہ فرماویں پہلے اس دَور کے وفد کی ایک رپورٹ پیش خدمت ہے پھر اس کی تائید میں اس دَور کے اکابر حضرات جناب سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ جیسے معتمدین کے بیانات حاضر خدمت ہیں۔ امید ہے ان کے ملاحظہ کے بعد اطمینان کا سامان ہو جائے گا۔

ارسالِ وفود کا واقعہ اور ان کی واپسی رپورٹ

مؤرخین طبری اور ابنِ خلدون وغیرہ نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ خلافتِ عثمانی کے ایام میں بعض لوگوں کی طرف سے حضرت عثمانؓ کے حکام کے متعلق کچھ شکایات پیش ہوئیں۔ اِس سلسلہ میں حضرت عثمانؓ نے چند با اعتماد حضرات کو مختلف جہات میں ان پیش آمدہ شکایات کی حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لیے بطور وفد ارسال کیا۔ محمد بن مسلمہ انصاری صحابیؓ کو کوفہ کی طرف اور اُسامہ بن زیدؓ کو بصرہ کی طرف اور عبداللہ بن عمرؓ صحابی کو شام کی طرف روانہ فرمایا اور حضرت عثمانؓ نے ان کے ماسوا آدمی بھی مختلف مقامات میں پھیلائے۔ (تاکہ حالات کی صحیح واپسی رپورٹ حاصل ہو سکے)۔ اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو مصر کی طرف روانہ کیا تھا۔ عمارؓ کی واپسی سے قبل روانہ کیے ہوئے مذکور لوگ واپس آگئے۔

انہوں نے واپس پہنچ کر اطلاع کی کہ اے لوگو! ہم نے کوئی بری بات وہاں نہیں دیکھی۔ عوام المسلمین اور خواص دونوں طبقوں نے کوئی بُری بات نہیں معلوم کی۔ مسلمانوں کا معاملہ ٹھیک چل رہا ہے۔ اور مسلمانوں کے حکام ان میں انصاف کرتے ہیں اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔

تاحال عمارؓ مصر سے واپس نہ ہوتے تھے۔ اس تاخیر کو لوگوں نے محسوس کیا۔ آخر کیا بات ہے کہیں کسی عارضہ میں عمار مبتلا تو نہیں ہو گئے ہیں انتظار اور پریشانی کا عالم تھا کہ

ناگہاں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا مصر سے خط پہنچا۔ اس میں اطلاع درج تھی کہ مصر میں ایک قوم (یعنی معترضین و مخالفینِ عثمانؓ تھی) جس نے عمارؓ کو (بہلا پھسلا کر) اپنی باتوں کی طرف مائل کر لیا ہے۔ اور عمارؓ کے پاس وہ جمع ہوتے ہیں ان کے نام یہ ہیں :۔ عبداللہ بن سبا (یعنی ابن سبا)۔ خالد بن ملجم ۔ سودان بن حمران ۔ کنانہ بن بشر (وغیرہ)

—— ان تبعث رجالاً ممن تثق الی الامصار حتی یرجعوا الیک باخبارھم فدعا محمد بن مسلمۃ فارسلہ الی الکوفۃ وارسل اسامۃ بن زید الی البصرۃ وارسل عبد اللہ بن عمر الی الشام وفرّق رجالاً سواھم فرجعوا جمیعاً قبل عمار فقالوا ایھا الناس! ما انکرنا شیئاً ولا انکرہ اعلام المسلمین ولا عوامھم وقالوا جمیعاً الامر امر المسلمین الا ان امرائھم یقسطون بینھم ویقومون علیھم واستبطأ الناس عماراً حتی ظنوا انہ قد اغتیل فلم یفجأھم الا کتاب من عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح یخبرھم ان عمار قد استمالہ قوم بمصر وقد انقطعوا الیہ منھم عبد اللہ بن سوداء وخالد بن ملجم وسودان بن حمران وکنانۃ بن بشر"

(تاریخ طبری، ج ۵، ص ۹۹ تحت ۳۵ھ

ذکر مسیر من سار الی ذی خشب من اہل مصر الخ)

ارسالِ وفود کا مذکورہ واقعہ تاریخ ابن خلدون میں بھی مذکور ہے۔ اس کی عبارت اور ترجمہ دینے میں تطویل ہوتی ہے۔ اس بنا پر صرف حوالہ کتاب درج ہے، رجوع فرما کر تصدیق کر لیں۔ (تاریخ ابن خلدون (عبدالرحمن بن خلدون المغربی))، ج ۲، ص ۱۰۲۷ تحت بدء الانتقاض علی

مندرجہ بالا اطلاع کے ذریعے یہ مسئلہ صاف ہوگیا کہ عثمانی خلافت کے ایام میں منکرات نہیں تھے اور عوام و خواص اس دور میں کوئی برائی نہیں دیکھتے تھے۔ یہ سارا نظام دین اور شریعت کے ماتحت تھا یعنی اسلامی نظام رائج تھا اور لوگوں میں انصاف قائم کیا جاتا تھا۔ اور اس دور کے عمّال و حکّام ظالم اور جابر نہیں تھے بلکہ اچھے لوگ تھے اور عوام کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔

قاعدہ للاکثر حکم الکل

یہاں توجہ کے لائق یہ چیز ہے کہ ملک میں انتظامی شکایت معلوم کرنے کی خاطر متعدد وفود (مشتمل بر اکابر صحابہؓ) ارسال کیے گئے تو سوائے ایک عمّار بن یاسرؓ کے سب کی واپسی رپورٹ یہ ہے کہ ملک کے معاملات سب ٹھیک چل رہے ہیں۔ ملکی نظام رعایا کے حق میں درست ہے مظالم نہیں ہو رہے بلکہ عدل و انصاف قائم ہے۔ پس عام قاعدہ یہ ہے (للاکثر حکم الکل)۔

تو اس مقام میں بھی یہی صورت صحیح ہے جو سب حضرات نے آکر بیان کی ہے۔ مخالفینِ عثمانؓ کی باتوں سے عمارؓ بن یاسر کے متاثر ہو جانے کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اکثر حضرات کی اطلاع کو صحیح سمجھا جائے گا اور ایک شخص کی رائے کو منفرد رائے کا درجہ دیا جائے گا۔

عثمانی دور کی کیفیت کے متعلق سالم بن عبداللہؓ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے سالم بن عبداللہ دورِ عثمانی کی کیفیت کو اپنے مندرجہ ذیل بیان میں پیش کرتے ہیں وہ ملاحظہ کریں چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عثمانؓ جب سے خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے تھے، آخری حج کے بغیر تمام سالوں میں انہوں نے خود حج کرائے ..... (ان کے دور میں)

لوگ امن وامان میں تھے۔ حضرت عثمانؓ کی طرف سے حکام اور کارندوں کو حکم لکھ کر ارسال کیا جاتا اور جن لوگوں کو ان کے متعلق کوئی شکایت ہوتی ان کو بھی لکھ دیا جاتا کہ دونوں فریق ہر سال حج کے موقع پر حاضر ہوں (تاکہ شکوہ شکایات سُن کر ان کا ازالہ کیا جاسکے) اور شہروں میں لوگوں کی طرف حضرت عثمانؓ تحریری فرمان ارسال کرواتے کہ نیکی کا حکم کیا کرو، اور بُرائی سے باز رہو۔

اور کوئی مسلمان اپنے آپ کو ذلیل و عاجز نہ سمجھے۔ میں قوی شخص کے مقابلے میں ضعیف آدمی کے ساتھ ہوں جب تک وہ مظلوم ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لوگوں کی یہی حالت رہی اور اسی حالت پر قائم تھے، حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس طریقِ کار کو تفریقِ امت کا ذریعہ اور افتراقِ قوم کا وسیلہ بنایا۔ (یعنی جا و بے جا اعتراض کھڑے کر کے اختلافات کی راہ پیدا کرلی)۔

"۔۔۔۔ عن سالم بن عبد اللہ قال لما ولی عثمان حج سنواتہ کلہا الا آخر حجۃ ۔۔۔۔

۔۔۔۔ وامن الناس وکتب فی الامصار ان یوافیہ العمال فی کل موسم ومن یشکوھم وکتب الی الناس الی الامصار ان ائتمروا بالمعروف وتناھوا عن المنکر ولا یذل المؤمن نفسہ فانی مع الضعیف علی القوی ما دام مظلوماً ان شاء اللہ۔

فکان الناس بذالک فجری ذالک الی ان اتخذہ اقوام وسیلۃ الی تفریق الامۃ"

(تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۴۔ تحت ۳۵ھ ذکر بعض سیر عثمان رضی اللہ عنہ)

اور البدایہ میں یہ مضمون مختصراً بالفاظ ذیل مذکور ہے :۔

"..... یلزم عمالہ بحضور الموسم کل عام و یکتب الی الرعایا من کانت لہ عند احدٍ منھم مظلمۃٌ فلیواف الی الموسم فانی آخذ لہ حقہ من عاملہ ..... الخ"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۱۸ تحت فصل ومن مناقبہ الکبار وحسناتہ العظیمۃ ... الخ)

حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کا بیان

عبداللہ بن الزبیرؓ اس دور کے معتمد و معتبر لوگوں میں سے ہیں ان کی زبانی عثمانی دور کا نقشہ مصنفین نے نقل کیا ہے۔ ناظرین کرام اب اس کو ملاحظہ فرمادیں۔

۔۔۔۔ عبداللہ مرصوف کے دورِ خلافت میں خارجیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کیے (یہ وہی اعتراضات تھے جو سبائی ذہنیت والے لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر تجویز کیے ہوئے تھے) ان کے جواب میں عبداللہ بن الزبیرؓ نے حضرت عثمانؓ کی دیانت، صداقت، حسن کردار، اور حسنِ عمل کی خوب صفائی پیش کی جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

"...... فسألوہ عن عثمان فاجابھم فیہ بما یسؤھم وذکر لھم ما کان متصفاً بہ من الایمان والتصدیق والعدل والاحسان والسیرۃ الحسنۃ والرجوع الی الحق اذا تبیّن لہ فعند ذالک نفروا عنہ وفارقوہ"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۲۳۹ تحت امارۃ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما)

یعنی خارجیوں نے ابنِ زبیرؓ سے عثمانؓ کے کردار و عمل کے متعلق سوالات کیے

ابن زبیرؓ نے جو جوابات ذکر کیے وہ ان کو ناگوار اور بُرے معلوم ہوئے۔ ابن زبیرؓ نے ان کے سامنے ذکر کیا کہ حضرت عثمانؓ ایمان و تصدیق کے ساتھ متصف تھے، صاحبِ عدل و انصاف تھے۔ احسان و اکرام ان کی صفت تھی، عمدہ اخلاق و کردار کے مالک تھے، حق بات کو قبول کرنے والے تھے جب بھی حق سامنے آتا جب عثمانی سیرت کا یہ نقشہ انہوں نے سنا تو ابن الزبیرؓ سے متنفر ہوگئے اور ابن الزبیرؓ کو چھوڑ کر الگ ہوگئے (اس لیے کہ سبائیوں کی طرح خارجی بھی عثمانؓ کے خلاف تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر ابن زبیرؓ ان کی رائے کے موافق رہے تو ساتھ دینگے ورنہ تعاون چھوڑ دیں گے)۔

مورخ ابن جریر طبری نے ۶۴ھ کے تحت جلد سابع میں واقعہ ہذا کو بڑا مفصل لکھا ہے مگر ہم نے اختصار کے پیش نظر البدایہ کے حوالہ پر اکتفا کیا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ سالم بن عبداللہؓ اور ابن زبیرؓ ہر دو کے بیانات نے واضح کر دیا کہ وفد کی مذکورہ بالا رپورٹ جو حضرت عثمانؓ کے عہد میں صحابۂ کرامؓ نے لاکر پیش کی تھی وہ صحیح تھی اور عہدِ عثمانؓ میں دینی و ملکی انتظامات درست تھے۔ انصاف قائم تھا اور عوام میں قبائلی عصبیت کی وجہ سے کسی قسم کی پریشانی اور بے چینی ہرگز موجود نہیں تھی۔

(۳)

مذکورۂ بالا مندرجات کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ حضرت عثمانؓ کے دَور میں دینی و انتظامی معاملات درست تھے اور اکثر و بیشتر اوقات میں کسی قسم کی خرابی واقع نہیں تھی۔ لیکن اس دَور کے آخری ایام میں جس قسم کے تغیرات پیدا ہوئے ان کی ایک خاص نوعیت تھی اور ان کے دواعی و اسباب مخصوص قسم کے تھے۔

آغازِ تغیرات | دَورِ نبوت سے لے کر اب تک بے شمار قومیں دائرۂ اسلام

میں داخل ہوئیں اور اسلام کا ہر دور میں بول بالا ہوتا گیا۔ اللہ کا کلمہ تمام ممالک پر غالب آ گیا۔ تمام اقوام نے دینِ اسلام کو قبول کر لیا۔ غلبہ اسلام کو روکنے کے لیے کسی قوم کو جرأت نہ رہی۔ تمام مذاہب شریعتِ اسلامیہ کا حکم تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اس صورت میں جن اقوام کو اسلام کے ساتھ خاص عداوت اور دشمنی تھی وہ ظاہر میں اسلام کے غلبہ کو روکنے کے لیے دسترس نہیں رکھتی تھیں۔ انہوں نے اہلِ اسلام کو نقصان پہنچانے کا دوسرا راستہ اختیار کیا، وہ یہ تھا کہ درپردہ اسلام میں باہمی اختلافات کی سکیم چلائی جاتے۔ ظاہر میں اسلام کی خیر خواہی اور اسلام پرستی کا دعویٰ قائم رکھا جاتے۔ زبان پر دینِ اسلام کی محبت و اطاعت ظاہراً جاری رہے اور باطن میں اسلام و اہلِ اسلام کے ساتھ عناد و نفاق کے سلسلہ کو چلایا جاتے۔ یہ اسلام میں افتراق پیدا کرنے کی گہری سازش تھی جو درپردہ شروع کی گئی۔

حسد و عناد پیش نظر تھا

ان لوگوں نے عثمانی خلافت کے آخری ایام میں حسد و عناد کی بنا پر حضرت عثمانؓ کی مخالفت کی تھی۔

ہم یہاں پہلے حاسدین کے حسد پر حضرت علی المرتضیٰؓ و دیگر علماء کے بیانات ذکر کرتے ہیں اس کے بعد اس بات کو واضح کریں گے کہ حسد و عناد کرنے والے اور شر و فساد اٹھانے والے کون لوگ تھے؛ جنہوں نے منافقانہ طور پر تحریک چلائی اور قتلِ عثمانؓ تک نوبت پہنچا دی۔

حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایک موقع پر حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں بطور سوال یہ بات پیش کی گئی کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین کو قتلِ عثمانؓ پر کس چیز نے برانگیختہ کیا تھا؟ تو حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا کہ "حسد" نے انہیں اس کام پر آمادہ کیا۔

چنانچہ فرمان ہٰذا کو امام احمدؒ نے "کتاب السُّنۃ" میں بالفاظ ذیل باسند

نقل کیا ہے :-

"..... عن مضارب بن حزن قال قیل لعلیؓ بن ابی طالب ماحملھم علی قتل عثمانؓ؟ قال الحسد "

(کتاب السنۃ الامام احمد، ص ۱۹۷ طبع مکۃ المکرمۃ۔ سن طباعت ۱۳۴۹ھ)

(۲) ـــــ اسی طرح تاریخ طبری، جلد پنجم میں ۳۶ھ کے تحت حضرت علی المرتضیٰ کا ایک خطبہ منقول ہے جس میں حضرت علیؓ نے بعض لوگوں کے اس موقع پر حسد و عناد کرنے کے معاملہ کو ذرا وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

"حضرت علیؓ نے خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کی، صلوٰۃ اور سلام کہا۔ پھر جاہلیت کے دور اور اس کی شقاوت کا ذکر کیا اور مذہب اسلام پھر اس کی سعادت کا بیان فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس خاص انعام کا ذکر کیا جو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک خلیفہ پر تمام اُمّت کے مجتمع ہونے کی صورت میں فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد دوسرے خلیفہ کے دور کا، پھر اس کے بعد تیسرے خلیفہ یعنی حضرت عثمانؓ کے دور کا ذکر فرمایا۔ پھر ان حوادث اور مصائب کا ذکر کیا جن کو امّت پر بعض اقوام کھینچ کر لائیں اور لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یہ اقوام دنیا کی طالب ہیں۔ انہوں نے اس فضیلت پر حسد کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت پر لوٹائی تھی۔ اُمّت کو جو چیزیں فضل و کمال کی حاصل ہوتی ہیں، انہ راہِ حسد ان کو پس پشت ڈال دینے کا ان لوگوں نے ارادہ کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے اور جو ارادہ وہ فرمائے

اس کی وہ تکمیل کرنے والا ہے۔

"۔۔۔۔ فی د االله عزّ وجلّ و اثنیٰ علیہ وصلّی علی النبی صلّی الله علیہ وسلّم و ذکر الجاهلیۃ وشقاها والاسلام والسعادۃ وانعام الله علی الامۃ بالجماعۃ بالخلیفۃ بعد رسول الله صلی الله علیہ وسلم ثم الّذی یلیہ ثم الّذی یلیہ ثم حدث هٰذا الحدث الذی جرّه علیٰ هٰذه الامۃ اقوام طلبوا هٰذه الدنیا حسدوا من افاءها الله علیہ علی الفضیلۃ وارادوها ردالاشیاء علیٰ ادبارها والله بالغ امره ومصیب ما اراد ۔۔۔ الخ"

(تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴۰۱ تحت سنہ ۳۶ھ تحت عنوان نزول امیر المومنین ذاقار)

قاضی ابُوبکر ابن العربیؒ کا قول

ابن العربی نے اپنی مشہور کتاب العواصم میں اس موقعہ پر حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش کھڑا کرنے والوں کی پوزیشن درج کی ہے:-

"وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف ایک قوم عناد و کینہ کی بنا پر جمع ہوئی، اس قوم نے یہ اپنا نظریہ بنا رکھا تھا۔ وہ ایسے لوگ تھے کہ جنہوں نے ایک مقصد حاصل کرنا چاہا مگر وہ اس کی طرف نہیں پہنچ سکے اور وہ لوگ حسد کرنے والے تھے۔ انہوں نے اپنی حسد کی بیماری کو ظاہر کیا اور ان چیزوں پر ان لوگوں کو اپنے دین کی قلت اور یقین کے ضعف نے اٹھایا تھا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے نے اس پر برانگیختہ کیا۔"

"۔ وتألب علیہ قوم لاحقاد اعتقدوها ممن طلب

امرًا فلم يصل اليه وحسد حسادة اظهر داُها وحمله على
ذالك قلّة دينٍ وضعف يقينٍ وايثار العاجلة على الآجلة ۔“

(العواصم من القواصم، ص ۱۱۱ طبع لاہور
تحت جوابات مطاعنِ عثمانی)

شرو فساد کھڑا کرنیوالے کون لوگ تھے؟

مذکورہ مندرجات نے وضاحت کر دی ہے کہ اسلام و اہل اسلام کے ساتھ خاص حسد و عناد رکھنے والی بعض قومیں تھیں جنہوں نے تمام شر و فساد کھڑا کرنے کی سکیم تیار کی اور مرکزِ اسلام یعنی خلیفۃ المسلمین حضرت عثمانؓ پر حملہ کر کے اسلام میں پھوٹ ڈالنے کی سازش کی۔

اب ناظرین کی خدمت میں یہ تشریح پیش کی جاتی ہے کہ تمام سکیم تیار کرنے والے اور اس کو چلانے والے کون لوگ تھے؟ کیا تاریخ ان کی کوئی نشاندہی کرتی ہے یا ان کا تعین کرنے میں کوئی رہنمائی کتبِ تاریخ سے حاصل ہوتی ہے؟

تو اس کے متعلق عرض ہے کہ شیعہ و سُنّی مؤرخین نے اس مسئلہ کو بڑی وضاحت سے اپنی اپنی کتابوں میں حسبِ موقع درج کر دیا ہے قلیل سی محنت کرنے سے وہ مواد حاصل ہو سکتا ہے۔

ناظرین کرام کی سہولت کے لیے ہم چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں، جن میں غور و فکر کرنے سے مسئلہ مذکورہ پوری طرح صاف ہو کر نظر آئے گا۔

اس کا اجمالی نقشہ یہ ہے کہ انتشار فی الاسلام کا یہ مسئلہ عبداللہ بن سبا (یہودی) نومسلم نے اٹھایا۔ اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مختلف مقامات پر مختلف قوموں میں اپنے پروگرام کا پرچار کیا۔ لوگوں کو اپنا ہمنوا بنایا۔ اس کی منافقانہ چالوں اور دام تزویر میں جو لوگ آ گئے ان کو آمادہ کر کے خلیفہ اسلام پر وار کرنے کے لیے

مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی ۔ مرکز اسلام پر حملہ کر کے اپنے مذموم مقاصد کو پورا کیا اس طرح اہلِ اسلام میں افتراق و انتشار کا باب ہمیشہ کے لیے مفتوح کر دیا ۔

عبداللہ بن سبا کی ابتدائی کارگزاری اور بنیادی طریق کار :-

حافظ ابن کثیرؒ نے مسئلہ ہذا کو مندرجہ ذیل شکل میں پیش کیا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ :-

——— حضرت عثمانؓ کے خلاف جو جماعتیں مذموم مقاصد کے تحت میدان میں آئی تھیں ، اس کے پس منظر میں یہ چیز تھی کہ :

"ایک شخص یہودی (جس کو عبداللہ بن سبا کہتے تھے) بظاہر اسلام لایا پھر اس کو مصر کی طرف نکالا گیا ۔ ایک مضمون جو اس نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا تھا وہ لوگوں کی ایک جماعت کے سامنے پیش کیا ۔ وہ مضمون یہ تھا کہ :-

(۱) پہلے دریافت کرتا تھا کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے واپس تشریف لائیں گے؟ لوگ کہتے کہ ہاں آئیں گے ۔ تو کہتا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام سے یقیناً افضل ہیں تو پھر ان کے عود کر آنے سے کیوں انکار ہے ؟

(۲) ——— پھر یہ چیز پیش کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کے حق میں وصیت کی تھی (یعنی ان کو اپنا وصی اور اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا) پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور علی المرتضیٰ خاتم الاوصیاء ہیں ۔

(۳) ——— اس کے بعد یہ بات سامنے رکھتا کہ خلافت و امارت کے لیے حضرت عثمانؓ سے حضرت علی بنؓ ابی طالب زیادہ حقدار ہیں اور عثمانؓ

نے اپنی خلافت کے دوران کئی قسم کی زیادتیاں کر ڈالی ہیں جو ان کے لیے مناسب نہیں تھیں۔

ابن سبا کی ساری جماعت نے حضرت عثمانؓ کے حق میں کئی چیزوں کا انکار کیا۔ اس معاملہ کو بظاہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا رنگ دیتے ہوئے تھے۔ (اور اصلاحی شکل میں پیش کرتے تھے)

مصر وغیرہ کے بہت سے لوگ ان کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر فتنوں میں مبتلا ہوتے۔ ان لوگوں نے کوفہ و بصرہ کے عوام کی جماعتوں کی طرف مراسلت و خط و کتابت جاری کر رکھی تھی۔ شکایات عثمانی ان مراسلات کا موضوع ہوتا تھا۔ اس طریق سے انہوں نے لوگوں کو مخالفتِ عثمانی پر مجتمع کیا۔ اور کچھ لوگ حضرت عثمانؓ کی طرف بحث و جدال کرنے کے لیے مدینہ ارسال کیے۔ وہاں جا کر انہوں نے کبار صحابہ کو معزول کرنے اور اپنے رشتہ داروں کو عامل بنانے کے طعن ذکر کیے۔ اس طرح لوگوں کے قلوب میں شبہات ڈالنے کی کوشش کی۔ ... الخ۔"

" و ذکر سیف بن عمران سبب تألب الاحزاب علیٰ عثمان ان رجلًا یقال لہٗ عبداللہ بن سبا کان یهودیًا فاظهر الاسلام و صار الیٰ مصر، فاوحیٰ الیٰ طائفة من الناس کلامًا اخترعه من عند نفسه، مضمونه انه یقول للرجل اَلیس قد ثبت ان عیسٰی بن مریم سیعود الیٰ هذه الدنیا؟ فیقول الرجل نعم! فیقول له فرسول الله صلّی الله علیه وسلم افضل منه فما تنکر ان یعود الیٰ هذا الدنیا وهو اشرف من عیسٰی ابن مریم علیه السلام۔ ثم یقول وقد کان اوصی الیٰ علی بن ابی طالب فمحمدٌ خاتم الانبیاء

وعلی خاتم الاوصیاء ثم یقول فھو احق بالامرۃ من عثمانؓ وعثمانؓ معتد فی ولایتہ مالیس لہ۔ فانکروا علیہ واظھروا الامر بالمعروف والنھی عن المنکر۔ فافتتن بہ بشر کثیر من اھل مصر وکتبوا الی جماعات من عوام اھل الکوفۃ والبصرۃ فتمالؤا علی ذالک وتکاتبوا فیہ وتواعدوا ان یجتمعوا فی الانکار علی عثمانؓ وارسلوا الیہ من یناظرہ و یذکر لہ ما ینقمون علیہ من تولیتہ اقربارہ و ذوی رحمہ وعزلہ کبار الصحابۃ فدخل ھذا فی قلوب کثیر من الناس فجمع عثمانؓ بن عفان نوابہ من الامصار فاستشارھم فاشاروا علیہ بما تقدم ذکرنا لہ فاللہ اعلم۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷ ص ۱۶۷-۱۶۸ تحت ۳۴ھ)

ابن خلدون کا بیان اور علّامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں اس مقام پر عبداللہ بن سبا کا تعارف اور اس کی کارستانیاں ذیل میں مختصراً بیان کی ہیں۔

(۱) — اس دور کے شریر اور فسادی عنصر میں ایک شخص عبداللہ بن سبا تھا جو ابن السوداء کے نام سے معروف تھا۔ (السوداء اس کی ماں کا نام تھا)۔

(۲) — یہ یہودی نسل سے تھا حضرت عثمانؓ کے دور میں ظاہراً اسلام لایا لیکن اس کا اسلام لانا صحیح نہیں تھا (اس کی منافقانہ چال تھی)

(۳) — (اپنے کردار کی وجہ سے) بصرہ سے نکال دیا گیا پھر کوفہ میں داخل ہوا پھر وہاں سے شام چلا گیا۔ شام سے بھی اسے نکالا گیا۔ پھر مصر میں داخل ہوا۔

(۴) — حضرت عثمانؓ پر یہ بہت طعن کیا کرتا تھا اور در پردہ حضرت علیؓ و اولادِ علیؓ

کے لیے لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔

(۵) ـــــ اور لوگوں کو کہتا تھا کہ حضرت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اسی طرح واپس اس دنیا میں تشریف لائیں گے جس طرح عیسٰی علیہ السّلام واپس تشریف لائیں گے۔ یہاں سے اہلِ رجعت کے نزدیک رجعت کا مسئلہ لیا گیا۔

(۶) ـــــ اور کہتا کہ حضرت علیؓ، حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصی ہیں لیکن وصیت کو پُورا نہیں کیا گیا۔ (یعنی ان کا حق غصب کیا گیا ہے)۔

(۷) ـــــ حضرت عثمانؓ بن عفان نے خلافت کو ناحق طور پر لے لیا ہے۔ لوگوں کو اس مسئلہ پر برانگیختہ کیا کرتا تھا۔

(۸) ـــــ حکام و عمّال عثمانی پر کئی قسم کے طعن پیدا کر کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا تھا اور مختلف شہروں کی طرف خط و کتابت کر کے اس چیز کا پروپیگنڈا کرتا تھا۔ اس کام میں ابن سبا کے ساتھ مندرجۂ ذیل ساتھی تھے۔

خالدؓ بن ملجم۔ سوّدانؓ بن حمران۔ کنانہؓ بن بشر۔ ان ہی لوگوں نے حضرت عمّارؓ کو مدینہ واپس ہونے سے روک رکھا تھا۔

" منهم عبد الله بن سبا ويعرف بابن السوداء كان يهودياً وهاجر ايام عثمان فلم يحسن اسلامه واخرج من البصرة فلحق بالكوفة ثم الشام واخرجوه فلحق بمصر وكان يكثر الطعن على عثمان ويدعو في السر لاهل البيت ويقول ان محمداً يرجع كما يرجع عيسى وعنه اخذ ذالك اهل الرجعة وان علياً وصي رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث لم يجز وصيته وان عثمان اخذ الامر بغير حق ويحرض الناس على القيام في ذالك والطعن على الامراء فاستمال الناس بذالك في الامصار وكتب به بعضهم

بعضاً وکان معه خالد بن ملجم وسوّدان بن حمران وکنانة
بن بشر فثبّطوا عماراً عن المسیر الی المدینة ۔

(تاریخ ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن خلدون المغربی
ج ۲ ۔ص ۱۰۲۷ ۔ تحت بدأ الانتقاض علی عثمانؓ)

تنبیہ :۔

عبداللہ بن سبا کی اسلام دشمنی اور افتراق بین المسلمین کی مختصر سی کارگزاری ہم نے ذکر کی ہے ۔ مزید اس کے حالات اگر ملاحظہ کرنے مطلوب ہوں تو مندرجہ ذیل مقامات کی طرف توجہ کریں ۔

۱۔ تاریخ ابن جریر طبری ، ج ۵ ،ص ۹۰ ۔ تحت ۳۳ھ
۲۔ 〃 〃 〃 〃 ، ص ۹۸-۹۹ ۔ تحت ۳۵ھ
۳ ۔ میزان الاعتدال للذہبی ج ۲ ،ص ۴۰ ، تحت حرف العین (عبداللہ بن سبا)
۴ ۔ لسان المیزان لابن حجر ، ج ۳ ،ص ۲۸۹ ۔ تحت حرف العین ۔ (تذکرہ عبداللہ بن سبا)
۵ ۔ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ ، ص ۸۸ ۔ تحت ذکر بعث ابن سوداء دعاتہ فی البلاد ۔

ابن سبا کی پوزیشن شیعوں کے نزدیک

شیعہ مؤرخین اور مترجمین کے کبار علماء نے عبداللہ بن سبا کے متعلق اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ یہ ایک یہودی النسل شخص تھا ۔ پھر مسلمان ہوا اور بعد از اسلام حضرت علیؓ کی ولایت اور ردوستی کا دم بھرنے لگا ۔ یہودیت کے دور میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون کے حق میں وصی ہونے کا یہ قول کرتا تھا ۔ اسلام لانے کے بعد یہی قول (یعنی حضرت علیؓ کے وصیِ نبی ہونے کا قول) کرنے لگا ۔ اور یہ (اسلام میں)

اوّل وہ شخص تھا جس نے حضرت علیؓ کی امامت کے فرض ہونے کا دعویٰ کیا اور حضرت علیؓ کے مخالفین سے براءت کرنے کو ضروری قرار دیا (یعنی تبرّائی کرنے کو لازم ٹھہرایا) پس اسی وجہ سے شیعہ کے مخالف لوگوں نے یہ قول کیا ہے کہ تشیّع اور رفض کا اصل سرچشمہ یہودیت ہے۔

تیسری صدی کے علّامہ نوبختی نے لکھا ہے کہ

"...... وحکی جماعۃ من اهل العلم من اصحاب علی علیہ السلام ان عبداللہ بن سبا کان یهودیاً فاسلم ووالی علیاً علیہ السلام وکان یقول وهو علی یهودیتہ فی یوشع بن نون بعد موسیٰ علیہ السلام بهذہ المقالۃ فقال فی اسلامہ بعد وفاۃ النبی صلّی اللہ علیہ وآلہ فی علی علیہ السلام بمثل ذالک وهو اوّل من اشهر القول بفرض امامۃ علی علیہ السلام واظهر البراءۃ من اعدائہ وکاشف مخالفیہ فمن هناک قال من خالف الشیعۃ ان اصل الرفض ماخوذ من الیهودیۃ ... الخ"

(فرق الشیعہ لابی محمد حسن بن موسیٰ النوبختی ص ۴۴۔ طبع نجف اشرف (من علماء قرن الثالث) تحت الفرقۃ السبائیہ)

چوتھی صدی کے علامہ ابوعمرو الکشی نے لکھا ہے کہ

"ذکر بعض اهل العلم ان عبداللہ بن سبا کان یهودیاً فاسلم ووالی علیاً علیہ السّلام وکان یقول وهو علی یهودیتہ فی یوشع بن نون وصی موسیٰ بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفاۃ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ فی علی علیہ السلام مثل ذالک وکان اوّل

من اشهر بالقول بفرض امامة علیؑ واظهر البراءة من اعدائه وکاشف مخالفیه واکفرھم فمن ھٰھنا قال من خالف الشیعة اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیھودیة "

(۱) ـــ رجال کشی (من علماء القرن الرابع) ، ص ۷۱ ۔ طبع بمبئی ، تحت تذکرہ عبداللہ بن سبا ۔

(۲) ـــ تنقیح المقال للشیخ عبداللہ المامقانی ، ج ۲ ، ص ۱۸۴ ۔ تحت عبداللہ بن سبا ۔ طبع نجف اشرف (عراق)

(۳) ۔ تحفۃ الاحباب شیخ عباس قمی ، ص ۱۸۴ ۔ تحت عبداللہ بن سبا ۔ طبع طہران ۔

حاصلِ کلام

عثمانی خلافت کے آخری ایام میں ابن سبا کی یہ منافقانہ تحریک اہلِ اسلام میں اختلاف ڈالنے کے لیے چلائی گئی تھی اور ابنِ سبا نے مختلف علاقوں میں اپنے ہمنوا شرپسند افراد پیدا کر لیے تھے جو حضرت عثمانؓ پر اعتراضات کرتے اور ان کے عمال کی زیادتیاں شمار کرتے تھے ۔ یہ لوگ مشورہ کے ساتھ کوفہ سے بصرہ سے اور مصر سے چڑھائی کر کے مدینہ پر آتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تھا ۔ اہلِ مصر کا سرگروہ عبدالرحمٰن بن عدیس البلوی تھا ۔ بصریوں کا لیڈر حکیم بن جبلہ العبدی تھا اور اہلِ کوفہ کی پارٹی کا سربراہ مالک بن حارث الاشتر النخعی تھا ۔ چنانچہ خلیفہ ابن خیاط لکھتے ہیں :۔

" قال ابو الحسن قدم اھل مصر علیھم عبد الرحمٰن بن عدیس البلوی واھل البصرۃ علیھم حکیم بن جبلۃ العبدی و

اهل الكوفة فيهم الاشتر مالك بن الحارث النخعي المدينة في امر عثمان فكان مقدم المصريين ليلة الاربعاء هلال ذي قعدة . . . الخ"

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، جز ۱، ص ۱۴۵۔

تحت سنہ ۳۵ھ (الفتنۃ زمن عثمانؓ)

پہلے کچھ ایام ان لوگوں نے محاصرہ عثمانی کیے رکھا۔ اس دوران مختلف مطالبات حضرت عثمانؓ سے منوانے کے لیے حیلے اور بہانے بناتے رکھے لیکن اصلی مقصد چونکہ دوسرا تھا (یعنی اسلام کے مرکز کو ختم کرنا مقصود تھا) اس سبب مطالبات تسلیم ہونے پر بھی وہ کسی صورت میں مطمئن اور راضی نہیں ہوتے تھے۔ آخر کار انہوں نے اپنے مذموم مقصد کی طرف اقدام کیا اور مرکز اسلام (خلیفۃ المسلمین) کو موقع پا کر شہید کر ڈالا حضرت عثمانؓ کی حفاظت کرنے والے حضرات کو بعد میں علم ہوا جبکہ وہ اپنا مطلب پورا کر چکے تھے۔

—— (۴) ——

مدافعتِ عثمانی میں اہلِ مدینہ

اور صحابہ کرام کا کردار

جب یہ اشرار اپنے مقاصد کے پیش نظر اپنے اپنے مراکز سے مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوتے تو وہاں یہ ارادہ ظاہر کرتے تھے کہ مدینہ کے راستہ سے حج کو جائیں گے۔

کوفہ، بصرہ اور مصر سے یہ لوگ ایک کثیر تعداد میں پہنچے تھے اور یہاں مدینہ

حوالی مدینہ میں پہنچنے کے بعد یہ ظاہر کرتے تھے کہ خلیفۃ المسلمین اور ان کے حکام سے چند شکایات ہیں ان کا ازالہ کرنا مطلوب ہے۔ اس مقام میں ناظرین کرام اس بات کو ذہن نشین رکھیں کہ بہت سے اہل اسلام مدینہ اور غیر مدینہ سے مختلف ممالک میں پہنچ کر جنگی مہموں میں مصروف تھے اور کچھ لوگ اہلِ مدینہ میں سے حج کو چلے گئے تھے اور باقی صحابہ کرام اور اہلِ مدینہ ابتدائی مراحل میں ان باغیوں اور حضرت عثمانؓ کے درمیان ازالہ شکایات کے سلسلہ میں مساعی کرتے رہے۔ بقول مؤرخین حضرت عثمانؓ نے ان میں سے جائز چیزوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے اعتراضات کا ازالہ کر دیا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنے پُرفتن مقاصد میں کچھ کمی نہ کی اور روز بروز ان کی گرفت بڑھتی گئی اور عثمانی محاصرہ شدید ہوتا گیا

جب بگڑتے ہوئے یہ حالات صحابہؓ کے سامنے آئے تو اس وقت حضرت عثمانؓ کی خدمت میں متعدد بار صحابہ کرام اور اہلِ مدینہ حاضر ہوئے اور اجازت چاہی کہ ان مفسدین کے شر کو دور کرنے کے لیے ہاتھ اٹھانے اور ہتھیار سنبھالنے کی اجازت بخشی جائے۔

چنانچہ اختصار کے پیشِ نظر اس پر مندرجہ ذیل حوالہ جات پیشِ خدمت ہیں۔

مصعب الزبیری کتاب نسبِ قریش میں لکھتے ہیں کہ:

"لوگ (صحابہؓ کرام اور اہلِ مدینہ) حضرت عثمانؓ کی طرف کھڑے ہو کر آئے اور کہنے لگے کہ مسئلہ ہذا (یعنی اختلاف بین الفریقین) میں ہمیں بصیرت حاصل ہو گئی ہے۔ اب آپ ہمیں باغیوں کے ساتھ جہاد کرنے کی اجازت دیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے جواب میں فرمایا کہ جن لوگوں پر میری تابعداری لازم ہے ان کو میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے لیے قتال نہ کریں۔"

"... فقام الناس الی عثمانؓ فقالوا قد امکنتنا البصائر فاذن لنا فی الجهاد قال ابو حبیبة قال عثمان عزمت علی من کانت لی علیه طاعة ان لا یقاتل۔"

(۱) — کتاب نسب قریش، ص ۱۰۲ ۔ تحت ولد ابی العاص۔

(۲) — تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۲ ۔ ص ۱۳۳ تحت ۳۵ھ

حافظ ابن کثیر البدایہ میں کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے باغیوں کو سختی سے منع کیا اور روکا تو معاملہ میں تلخی اور شدت پیدا ہوگئی ۔ حضرت عثمانؓ نے لوگوں پر قسم دے کر حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں کو قتال سے روک لیں اور اپنے ہتھیاروں کو نیام میں کر لیں ۔ چنانچہ لوگوں نے اس فرمان پر عمل کیا ۔ اس بنا پر باغیوں نے اپنے ارادے پر قدرت پالی ۔ بایں ہمہ اہلِ مدینہ میں سے کوئی شخص بھی یہ گمان نہیں کر سکتا تھا کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا جائے گا ۔

"..... وعزم عثمان علی الناس ان یکفوا ایدیھم ویغمدوا اسلحتھم ففعلوا فتمکن اولئك مما ارادوا ومع ھذا ما ظن احد من الناس انه یقتل بالکلیة۔"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۹۷ فصل ان قال قائل کیف وقع قتل عثمان ... الخ۔"

—— اسلام کا قاعدہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب ہوتی ہے ۔ اس قاعدہ کی بنا پر صحابہ کرام نے مدافعت کے سلسلہ میں خلیفہ کے اذن کے بغیر کوئی اقدام نہیں کیا ۔ اسی سلسلہ میں اب خلیفہ سے طلبِ اجازت کے چند واقعات درج کیے جاتے ہیں ۔

مدافعت کی اجازت طلب کرنے والے اشخاص

(۱) ـــــ حضرت زید بن ثابت انصاری رضؓ نے اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ انصار لوگ دروازے پر موجود ہیں کہتے ہیں کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم دوبارہ اللہ کے انصار بنیں۔ (یعنی ایک دفعہ پہلے دین کی نصرت کر چکے ہیں۔ اب دوسری بار ہم اللہ کے دین کی نصرت کرنے کو تیار ہیں) تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کی حاجت نہیں ہے۔ تم قتال سے رک جاؤ۔

"ان زید بنؓ ثابت قال لعثمانؓ ھؤلاء الانصار بالباب یقولون ان شئت کنّا انصار اللہ مرّتین فقال لا حاجۃ لی فی ذالک کفوا۔"

(۱) ـــ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، جز اوّل، ص ۱۵۱ تحت ۳۵ھ ـ الفتنۃ زمن عثمانؓ۔

(۲) ـــ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۴۸ تحت ذکر ما قیل لعثمانؓ فی الخلع ـ

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ محاصرہ کے دنوں میں تلوار لگا کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں مدافعت کے لیے حاضر ہوتے تو حضرت عثمانؓ نے ابن عمرؓ کو قسم دے دی کہ آپ واپس چلے جائیں۔ خدانخواستہ آپ کہیں اس فتنہ میں قتل نہ کیے جائیں۔

"ان ابن عمرؓ کان یومئذٍ متقلداً سیفہ حتی عزم علیہ عثمانؓ ان یخرج مخافۃ ان یقتل۔"

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱ ص ۱۵۱۔ تحت ۳۵ھ ـ الفتنۃ زمن عثمانؓ)

(۳) ـــــ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ ہتھیار بند ہو کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں مدافعت کے لیے حاضر ہوئے اور آکر مدافعت کرنے کی اجازت چاہی تو حضرت عثمانؓ نے ان کو بھی منع کر دیا۔"

"عن قتادة ان ابا هريرة كان متقلدا سيفه حتى نهاه عثمانؓ"

(۱) ـــــ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۱ تحت ۳۵ھ۔ الفتنۃ زمن عثمانؓ۔

(۲) ـــــ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۴۸-۴۹ تحت ذکر ما قیل لعثمان فی الخلع۔

(۳) ـــــ کتاب السنن لسعید ابن منصور، ص ۳۶۲۔ القسم الثانی من مجلد الثالث طبع مجلس علمی۔ کراچی و ڈابھیل۔

(۴) ـــــ اور ایک صحابی سلیطؓ ابن سلیط ہیں۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر فتنہ ہذا کے دوران باغیوں سے قتال کرنے کی اجازت چاہی تو حضرت عثمانؓ نے ان کو بھی ہاتھ اٹھانے سے منع کر دیا۔

حضرت سلیطؓ فرماتے تھے کہ اگر سیدنا عثمانؓ ہمیں باغیوں سے قتال کرنے کی اجازت فرماتے تو ہم ان کو مار بھگاتے حتیٰ کہ ان علاقوں سے ہی انہیں نکال دیتے۔

"عن محمد بن سيرين قال قال سليط بن سليط نهانا عثمانؓ عن قتالهم ولو اذن لنا لضربنا هم حتى نخرجهم من اقطارها۔"

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ص ۱۵۰، ج ۱ تحت ۳۵ھ۔ الفتنۃ زمن عثمانؓ)

تاریخ شہادتِ عثمانؓ اور قاتلین کے اسماء

مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت امیرالمؤمنین عثمانؓ کو سرکشوں اور ظالموں نے (۳۵ھ میں) ۱۸ ذوالحجہ کو بروز جمعہ (بعد العصر) بیدردی سے اپنے مکان میں شہید کر دیا۔ (ترجیح) ۔مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے قریب یہ مکان واقع تھا۔

——— قاتلین میں ایک شخص سودان بن حمران ہے، اسی کو اسود بن حمران کے نام سے بھی لکھتے ہیں۔ دوسرا شخص رومان الیمانی ہے جو بنی اسد بن خزیمہ کے قبیلہ سے تھا اور بھی بعض لوگوں مثلاً (کنانہ بن بشر وغیرہ) کا نام قاتلینِ عثمانؓ میں شمار کیا کرتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے ذیل مقامات کی طرف رجوع کریں۔

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۵۲ ا تحت ۳۵ھ

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۸۵ تحت صفۃ قتلہ۔

(۳) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۹۰ فصل (وکانت مدۃ حصار عثمان فی دارہ)

حضرت عثمانؓ کا جنازہ، پھر تجہیز وتکفین وتدفین میں تعجیل

سیدنا عثمانؓ کے جنازہ کا مسئلہ قبل ازیں "رحماء بینھم" حصہ سوم عثمانی باب پنجم تحت عنوان جنازہ عثمانی و دفن وغیرہ کے لکھا گیا تھا تاہم یہاں بھی اس مسئلہ کو مختصراً درج کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی تدفین کی تعجیل بھی ذکر کی جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل حوالہ جات کے ذریعہ یہ طعن زائل ہو جائے گا کہ حضرت عثمان تین روز تک بے گور وکفن پڑے رہے تھے۔

(۱)

امام احمدؒ نے مسند احمد میں باسند روایت درج کی ہے کہ مشہور صحابی حضرت

زبیرؓ بن العوام نے حضرت عثمانؓ کا جنازہ پڑھایا اور دفن کیا:

"...... عن قتادة قال صلی الزبیر علی عثمان رضی اللہ عنہ ودفنہ ... الخ"

(مسند احمد، ج ۱، ص ۷۴، تحت مسندات عثمان واخبار عثمان ۔ طبع اول مصری)

(۲)

قدیم مؤرخین (مصعب الزبیری وغیرہ) نے اس موقعہ کے واقعات میں تحریر کیا ہے کہ عثمانؓ اس دن روزہ دار تھے ۔ جمعہ کے روز وہ شہید کیے گئے اور ہفتہ کی رات کو مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں جنازہ پڑھنے کے بعد انہیں دفن کیا گیا۔

"...... وکان یومئذٍ صائماً و دُفِن لیلۃ السبت بین المغرب والعشاء"

(کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری ص ۱۰۱۔ تحت ولد ابی العاصی بن امیہ)

(۳)

—— نیاز بن مکرم الاسلمی جو واقعہ شہادت کے موقعہ پر موجود تھے، حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں ان حالات کی تفصیل بیان کرتے وقت ذکر کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عثمانؓ کا جنازہ دفن کے لیے اٹھایا۔ یہ ہفتہ کی شب تھی مغرب و عشا کا درمیانی وقت تھا۔

"... حملناہ رحمہ اللہ لیلۃ السبت بین المغرب و العشاء ... الخ"

(طبقات لابن سعد، ج ۳ ص ۵۴، (القسم الاول) تحت ذکر من دفن عثمان ومتیٰ دفن ومن حملہ ... الخ طبع اول لیڈن)

(۴)

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اس مقام پر فرماتے ہیں کہ متعدد روایاتِ مشہورہ کے ذریعہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی نعش کا تین روز تک پڑے رہنا محض افترا اور جھوٹ ہے۔ اس کی تکذیب تمام تواریخ میں موجود ہے اس لیے کہ مؤرخین کا اس چیز پر اتفاق ہے کہ ۳۵ھ ، ۱۸ ذوالحجہ بروز جمعہ عصر کے بعد حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی اور شب شنبہ (ہفتہ) کی رات کو ہی جنت البقیع کے قریب دفن کر دیئے گئے۔ اس بات میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہے۔

"۔۔۔۔ نیز از روایاتِ مشہورۂ متعددہ ثابت شد کہ تا سہ روز افتادہ ماندن لاشِ عثمانؓ محض افترا و دروغ ست و در جمیع تواریخ تکذیب آں موجود است زیرا انکہ باجماعِ مؤرخین شہادۃ عثمانؓ بعد از جمعہ ہیثر دہم ذی الحجہ واقع شدہ است و دفنِ او در بقیع شبِ شنبہ وقوع یافت بلا شبہ۔"

(تحفہ اثنا عشریہ، ص ۳۲۹ طبع جدید لاہور
درآخرِ طعنِ دہم عثمانی۔ (مطاعن عثمانی)

(۵)

قاتلینِ عثمانؓ کیسا گروہ تھا؟

امت کے کبار علماء نے اس مسئلہ کو مختصر الفاظ میں تصریحًا ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کے بہترین لوگوں میں سے کوئی شخص بھی حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک نہیں تھا اور نہ قتلِ عثمانؓ کے حکم کرنے میں شامل تھا۔

حضرت عثمانؓ کو مفسدین کے ایک طائفہ نے شہید کیا۔ وہ طا‌ئفہ ... کے اوباش لوگوں میں سے تھا اور فتنہ برپا کرنے والوں میں سے تھا۔

ان کا پہلے یہ مطالبہ تھا کہ عثمانؓ خلافت سے دستبردار ہوجائیں لیکن آخر کار انہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر کے ہی چھوڑا۔ حالانکہ ان کے شبہات اور اعتراضات کو دُور کر دیا گیا تھا اور ان کے سامنے حق بات واضح ہو چکی تھی اس کے باوجود انہوں نے قتلِ عثمانؓ کا فتنہ کھڑا کر دیا۔ جس سے اہلِ اسلام میں ہمیشہ کے لیے اختلاف پیدا ہو گیا۔ اسی وجہ سے علماءِ کبار نے ان لوگوں کو باغی کی بجائے مفسد، ظالم اور سرکش کا نام دیا ہے۔ حوالہ جاتِ ذیل میں یہ مضمون موجود ہے۔ اہلِ علم تسلی فرما سکتے ہیں۔

(۱) ان اخیار المسلمین لم یدخل واحد منهم فی دم عثمانؓ لا قتل ولا امر بقتله وانما قتله طائفة من المفسدین فی الارض من اوباش القبائل واهل الفتن "

(منہاج السنہ لابن تیمیہ، ج ۲، ص ۱۸۶)

(۲) " ولم یدخل خیار المسلمین فی ذالك انما قتله طائفة من المفسدین فی الارض من اوباش القبائل ورؤس الشر "

(المنتقیٰ للذہبی، ص ۲۲۵)

(۳) فمن الذی اجتمع علی قتلِ عثمان؟ هل هم الا طائفة من اولی الشر والظلم ولا دخل فی قتله احدٌ من السابقین "

(المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۴۵)

(۴) " ... (هاجت) روس الفتنة والشر واحاطوا به وحاصروه لیخلع نفسه من الخلافة وقاتلوه قاتلهم الله "

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ص ۸-۹ طبع حیدر آباد دکن۔ طبع اوّل تحت ذکر امیر المومنین عثمان بن عفانؓ)

(۵) ... فن عقائد کے علماء اس طرف گئے ہیں کہ:۔

"ان قتلۃ عثمان لم یکونوا بغاۃً بل ہم ظلمۃٌ وعتاۃٌ لعدم الاعتداد بشبہتہم ولانہم اصرّوا علی الباطل بعد کشف الشبہۃ وایضاح الحق لہم"

(المسامرۃ فی شرح المسایرۃ، ص ۱۵۹-۱۶۰۔
جزثانی طبع مصر۔ تحت الاصل الثامن)

صحابہ کرام کا شہادتِ عثمانیؓ پر تأسف

جب یہ مفسد اور باغی لوگ اپنے بُرے مقصد (یعنی قتلِ عثمانؓ) میں کامیاب ہو گئے تو یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اسلام کے مرکز پر انہوں نے حملہ کر کے مرکزی قوت پاش پاش کر دی تھی۔ اس جاں گداز واقعہ کو دیکھ کر صحابہ کرام سخت پریشان اور سرگرداں تھے۔ تقدیرِ خداوندی غالب آگئی تھی جس کو دُور کرنا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔

(۱) ——— اس موقعہ پر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ لوگوں نے قتلِ عثمانؓ کے ذریعے اپنے اوپر ایک فتنے کا دروازہ کھول لیا ہے جو قیامت تک بند نہ ہو سکے گا۔

——— وقال عبد اللہ بن سلام لقد فتح الناس علیٰ انفسہم بقتل عثمان باب فتنۃٍ لا ینغلق عنہم الیٰ قیام الساعۃ"

(الاستیعاب معہ الاصابہ، ج ۳ ص ۸۴۔
تحت تذکرہ عثمانی)

(۲) ——— ایک دوسرے صحابی ابوحمید الساعدیؓ (جو بدری صحابہؓ میں سے تھے) اس واقعہ کے تاثرات کا یوں اظہار کرتے ہیں: جب حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے تو یوں کہتے تھے کہ اے اللہ! تیری رضا کی خاطر میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا

کہ فلاں فلاں بات نہیں کروں گا، ہنسی اور مذاق بھی نہیں کروں گا، حتیٰ کہ مجھ پر موت آجائے۔

——— قال ابو حمید الساعدیؓ لما قتل عثمانؓ وکان ممن شہد بدرا اللّٰھم ان لك علیّ الا افعل کذا ولا افعل کذا ولا اضحك حتیٰ القاك ۔"

(طبقات ابن سعد، ص ۵۶ ۔ تحت ذکر ما قال اصحاب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم)

(۳)——— حضرت عثمانؓ جب شہید ہوئے تو حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے افسوس اور تأسف کرتے ہوئے فرمایا کہ جب سے حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔ مَیں نے کھانا سیر ہو کر نہیں کھایا۔"

——— "وذکر عن انس بن مالك قال قال عبد اللہ بن عمرؓ ما شبعت من طعام منذ قتل عثمان ۔"

(کتاب نسبِ قُریش، ص ۱۰۲ ۔ تحت ولد ابی العاصی بن امیۃ)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا صدمہ صحابۂ کرام پر اتنا شدید تھا جس کو صحیح طور پر بیان کرنا بڑا مشکل ہے۔ صحابۂ کرام کے یہ چند ایک واقعات ہم نے بطورِ نمونہ نقل کر دیئے ہیں ورنہ اس مظلومانہ قتل کی ایک طویل داستانِ غم ہے جو متعدد صحابۂ کرام سے منقول ہے اور اس پر جتنا صحابہ کرامؓ غم کا اظہار فرماتے وہ کم ہی تھا ۔ اور اس کا مداوا کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

(۶)

اِن فتن اور بلیّات میں سیّدنا عثمان رضؓ حق پر تھے اور ان کا خاتمہ حق پر ہُوا

پیش کردہ چیزوں کے ذریعے یہ بات صاف طور پر نظر آتی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف آخری ایّام میں مفسدین نے جو چیزیں کھڑی کر دی تھیں وہ اغراض فاسدہ کی بنا پر تھیں۔

حضرت عثمانؓ کے دَورِ خلافت میں کوئی خلافِ شرع چیز نہیں ایجاد کی گئی تھی اور نہ ہی حدود اللہ کو ضائع کیا گیا تھا۔ اور نہ ہی قبائل میں کوئی متعصبانہ نظریات اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ جن کی وجہ اقربا۔ کو مناصب دیے اور اپنوں کو عطائے اموالِ کثیرہ قرار دیا جائے۔

اگر بعض لوگوں نے اس نوعیت کے اعتراضات اٹھائے تھے تو کیا وہ لوگ صحابہؓ کرام کی بہ نسبت اسلام کے زیادہ خیر خواہ تھے؟ اور دینی نظام کو زیادہ قائم کرنے والے تھے؟

ظاہر بات ہے کہ جمہور صحابہؓ ان فساد اٹھانے والوں کے خلاف تھے اور ان کے ہمنوا نہیں تھے۔ یہی بات مفسدین کے ناحق ہونے پر کافی دلیل ہے۔

یہ چند مطاعن حضرت عثمانؓ کے خلاف کھڑا کرنے والے ایسے لوگ تھے جو دینی اور اسلامی نظام کو دل سے نہیں چاہتے تھے اور دینِ اسلام کے ساتھ عناد رکھتے تھے۔ جس کی اصل وجہ اسلام کے ساتھ حسد اور اسلام کی ترقی کے ساتھ عداوت تھی۔ جس کو وہ دوسری صورت میں ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ اسلام کی خیر خواہی کے رنگ

میں یہ تجویز اختیار کی اور ایک سکیم کی صورت میں چلائی۔ اس طریقہ سے انہوں نے اہلِ اسلام میں افتراق و انتشار کا فتنہ کھڑا کر دیا۔

ان گذارشات کی تائید صحابہ کرامؓ کے اقوال و اعمال سے پُوری طرح ہوتی ہے۔ صحابہؓ کے قول و عمل کی چند چیزیں سطورِ بالا میں بطورِ نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ اب ذیل میں سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مبارک سے اس بات کی تائید پیش کی جاتی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے حق میں حضور علیہ السّلام نے متعدد بشارات اور خوشخبریاں ذکر فرمائی تھیں جو ان آخری ایام پر منطبق ہوتی ہیں اور حضرت عثمانؓ کے کردار کی صداقت و دیانت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور حضرت عثمانؓ کی حمایت کرنے والے گروہ کی حقانیت کو ثابت کرتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

بشارات و اشارات

(۱) ـــــ موسیٰ بن عقبہ نے ابو حبیبہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ جس وقت محصُور تھے۔ میں اس وقت حضرت زبیرؓ کا ایک رقعہ لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس آیا۔ جس وقت میں نے رقعہ پیش کیا تو اُس وقت حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھے۔ ابو ہریرہؓ فرمانے لگے۔ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد فتنے اور حوادث ہوں گے . . . . ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان فتن و حوادث سے نجات کہاں ملے گی؟ تو حضور علیہ السلام نے حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس امانت دار شخص اور

اس کی پارٹی کے ساتھ رہنا باعثِ نجات ہوگا یعنی اس دَور کے مسائل میں عثمان غنیؓ اُمت کے امین ہیں اور ان کا گروہ حق پر ہے اور ان کی حمایت میں نجات و فلاح ہے۔

—— وذکر موسیٰ بن عقبۃ عن ابی حبیبۃ قال اتیت عثمانؓ برسالۃ الزبیر وھو محصور فلما ادیتھا وعندہ ابوھریرۃ قام ابوھریرۃ فقال اشھد سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول تکون بعدی فتن واحداث . . . قال قلنا فاین المنجا منھا یارسول اللہ ؟ قال الی الامین وحزبہ واشار الی عثمانؓ "

(۱) —— کتاب نسب قریش، ص ۱۰۲ ، تحت ولد ابی العاص

(۲) —— البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۰۹ ، بحوالہ احمد ۔
تحت روایاتِ فضائلِ عثمانی ۔

(۲) —— ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضور علیہ السّلام ایک مقام میں تشریف فرما تھے۔ . . . . ایک شخص نے آکر حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو حضور علیہ السّلام نے ابو موسیٰ الاشعریؓ کو فرمایا کہ اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی خوشخبری سنادو لیکن ایک آزمائش اور مصیبت پیش آئے گی۔ اس پر یہ جنت کی خوشخبری ہے (دروازہ کھولا گیا تو وہ عثمانؓ بن عفان تھے۔ ان کو حضور علیہ السّلام کے فرمان (بشارتِ جنت) کی اطلاع دی گئی) پس انہوں نے خدا کی حمد وثنا کی اور پھر کہا کہ اللہ ہی سے مدد لی گئی ہے اور وہی مدد کرنے والا ہے "

" . . . . استفتح رجل فقال لی افتح لہ وبشّرہ بالجنۃ علیٰ بلویٰ تصیبہ فاذا عثمانؓ فاخبرتہ بما قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فحمد اللہ ثم قال اللہ المستعان "

(۱)۔ ـــ بخاری شریف، ج ۱۔ ص ۵۲۲۔ مناقب عمرؓ بن الخطاب۔

(۲)ـــــ مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۳۔ بحوالہ بخاری و مسلم باب مناقب هٰؤلاء الثلاثۃ۔ الفصل الاول۔

(۳)ـــــ مسلم شریف، ص ۲۷۷-۲۷۸، ج ۲۔ باب من فضائل عثمان، طبع نور محمد دہلی۔

(۴)ـــــ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۰۱۔ تحت احادیث فضائل عثمانؓ بحوالہ البخاری و احمد۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کو پیش گوئی کے طور پر فرمایا کہ اے عثمانؓ! امید ہے کہ تجھے اللہ ایک قمیص (یعنی قمیص خلافت) پہنائیں گے۔ اگر لوگ اس قمیص کو تجھ سے اتارنا چاہیں تو ان کے کہنے پر قمیص نہ اتارنا۔"

ـــــ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا عثمانؓ انہ لعل اللہ یقمصک قمیصاً فان ارادوک علیٰ خلعہ فلا تخلعہ لھم۔ رواہ الترمذی وابن ماجۃ"

(۱) مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۲۔ باب مناقب عثمانؓ۔ الفصل الثانی۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۰۵۔ تحت احادیث فضائل عثمانی بحوالہ احمد۔

ان روایات کے ذریعہ یہ چیز عیاں ہو گئی کہ:۔

ـــــ حوادث اور فتنے حضرت عثمانؓ کے دور میں پیش آئیں گے۔ ابتلاء کی چیزوں سے حضرت عثمانؓ کا سامنا ہو گا جس سے مفر نہیں ہے۔

پھر ان طبقات میں حق کس جانب ہوگا؟ اور کون سی جماعت صحیح ہوگی، تو بفرمانِ نبوی حضرت عثمانؓ کو ہی معیارِ حق قرار دیا گیا۔ اور ان کی حمایت کرنے والے ہی صحیح کردار کے مالک ٹھہرائے گئے۔

حضرت عثمانؓ کی مخالفت کرنے والے اور ان پر طعن اٹھانے والے غلطی پر تھے اور ان کا موقف غلط تھا۔ اور انہوں نے جو معاندانہ قصے کھڑے کیے تھے وہ جھوٹے تھے۔ وہ مبنی بر حسد و عناد تھے۔

—— اور حضرت عثمانؓ اپنا امتحانی دور گزار کر اہل الجنۃ میں سے ہیں۔ مصائب پر صبر کرنے سے ان کو جنت ملی ہے۔ خدا کی اس نعمت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور حضرت عثمانؓ جیسے صادق و امین و دیانتدار شخص کو جن لوگوں نے مطعون قرار دیا اور کئی قسم کی خیانتیں ان کی طرف منسوب کیں اور حضرت عثمانؓ کے لیے بے شمار مصائب پیدا کر دیئے وہ اپنے کردار کے موافق انجام کو پالیں گے اور اپنے بُرے مقاصد کے مطابق نتائج سے بہرہ اندوز ہوں گے۔

—— اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمانؓ کو قمیص خلافت عنایت فرمایا۔ انہوں نے اپنی جان تو قربان کر دی لیکن حسبِ ارشادِ نبوی قمیص خلافت اتارا نہیں اور ساتھ ساتھ کسی مسلمان کے ایک قطرہ خون بہانے کو روا نہیں رکھا۔ اگر وہ جان بچانے کے لیے مسلمانوں کی خوں ریزی کراتے تو سینکڑوں مسلمان قربانی پیش کرتے۔ لیکن انہوں نے اُمّت کی خوں ریزی کرانے کی بجائے اپنا خون پیش کر دیا اور قوم کے خون کو بچا لیا۔ ایسا جذبہ ایثار دیدو شنید میں نہیں آیا۔

فرحمہ اللہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن
کل الصحابۃ اجمعین

الاختتام بالصواب

کتاب کے مضامین پر اجمالاً نظر کرنے سے واضح ہو رہا ہے کہ اقربا نوازی کے مسئلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حق سے منحرف نہیں ہوئے اور نہ ہی حدِ جواز سے متجاوز ہوئے۔ ان کا کردار ان کی خلافت کے دوران معیارِ عدل سے نہیں ہٹا۔ اور حضرت عثمانؓ کے خاندان کی ملی خدمات اسلام کے لیے نہایت سُود مند اور فائدہ بخش ثابت ہوئیں (جیسا کہ تاریخ کے اوراق سے اس کو پیش کیا گیا ہے)۔

——— ان حقائق کے پیش نظر حضرت عثمانؓ کے خلاف اس پروپیگنڈا کی کوئی حقیقت نہیں کہ اپنے اقرباء کے حق میں ان کی غلط پالیسی کی وجہ سے اس دور میں قبائلی عصبیت پیدا ہوئی جس کے نتائج میں یہ تمام فتنہ اور فساد برپا ہُوا۔

——— اس نظریہ کے خلاف واقعہ ہونے پر ہم نے سابقہ مباحث میں تاریخی مواد پیش کر دیا ہے اس کو ملاحظہ فرما کر منصف طبائع اور حقائق پسند حضرات اطمینان حاصل کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور اتفاق و اتحاد کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ اور تمام صحابہ کرامؓ اور خاندانِ نبویؐ کے ساتھ حسنِ عقیدت اور ان کی اتباع کی توفیق بخشے اور خاتمہ بالایمان نصیب فرما کر ان کی اخروی معیت سے بہرہ ور فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد خلقہٖ خاتم النبیّین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وصلحاء امّتہٖ وسائر اتباعہٖ باحسانٍ الیٰ یوم الدّین اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ناچیز دعا جو محمد نافع عفا اللہ عنہ۔ جامعہ محمدی ضلع جھنگ (پاکستان)
شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ ——— جولائی ۱۹۸۰ء

کتب مراجع برائے کتاب "مسئلہ اقربا نوازی"

نمبر شمار	نام کتاب	سن وفات
	قرآن مجید و فرقانِ حمید	
(۱)	مؤطا امام مالکؒ	۱۷۹ھ
(۲)	کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ	۱۸۲ھ
(۳)	المصنّف للحافظ الکبیر ابی بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی ۱۱ جلد	۲۱۱ھ
(۴)	سیرت ابن ہشام	۲۱۳ھ / ۲۱۸
(۵)	کتاب السنن لسعید بن منصور (مجلس علمی کراچی)	۲۲۷ھ
(۶)	طبقات محمد بن سعد۔ ۸ جلد	۲۳۵ھ / ۲۳۰
(۷)	المصنّف لابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبۃ الکوفی (قلمی)	۲۳۵ھ
(۸)	کتاب نسب قریش لمصعب زبیری	۲۳۶ھ
(۹)	تاریخ خلیفہ بن خیاط	۲۴۰ھ
(۱۰)	مسند احمد لامام احمد بن حنبل الشیبانی معہ منتخب کنز العمال ۶ جلد	۲۴۱ھ
(۱۱)	کتاب السنۃ لامام احمد بن حنبل الشیبانی	۲۴۱ھ
(۱۲)	کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی (محمد بن حبیب)	۲۴۵ھ
(۱۳)	الصحیح البخاری (محمد بن اسماعیل) ۲ جلد	۲۵۶ھ

(۱۴) التاریخ الکبیر لامام محمد بن اسماعیل بخاری ۔ ۸ جلد	سنہ ۲۵۶ھ
(۱۵) التاریخ الصغیر (محمد بن اسماعیل)	″
(۱۶) صحیح مسلم لامام مسلم بن حجاج القشیری	سنہ ۲۶۰ھ / ۲۶۱
(۱۷) سُنن ابن ماجہ (ابوعبداللہ محمد بن یزید ماجہ	سنہ ۲۷۳ھ / ۲۷۵
(۱۸) ترمذی شریف (ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی)	سنہ ۲۷۵ھ / ۲۷۹
(۱۹) ابوداؤد شریف (ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	سنہ ۲۷۵ھ
(۲۰) انساب الاشراف للبلاذری	سنہ ۲۷۷ھ / ۲۷۹
(۲۱) فتوح البلدان احمد بن یحییٰ بلاذری	″
(۲۲) تفسیر لابن جریر الطبری	سنہ ۳۱۰ھ
(۲۳) کتاب الکُنیٰ والاسماء للشیخ ابی بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی ۔ } دو جلد	سنہ ۳۱۰ھ
(۲۴) تاریخ الامم والملوک محمد ابن جریر طبری	سنہ ۳۱۰ھ
(۲۵) المنتخب ذیل المذیل ″ ″	″
(۲۶) کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم رازی	سنہ ۳۲۷ھ
(۲۷) کتاب المجتبیٰ لابی بکر محمد بن الحسن بن درید الازدی ۔	سنہ ۳۲۱ھ
(۲۸) کتاب المجروحین لابن حبان ابوحاتم محمد بن حبان البستی	سنہ ۳۵۴ھ
(۲۹) المستدرک للحاکم نیشاپوری	سنہ ۴۰۵ھ
(۳۰) لطائف المعارف لابی منصور الثعالبی	سنہ ۴۲۹ھ
(۳۱) جمہرۃ الانساب (ابن حزم	سنہ ۴۵۶ھ

(۳۲) کشف المحجوب للشیخ علی ہجویریؒ اللاہوری	سنہ ۴۵۶ھ
(۳۳) جوامع السیرۃ لابن حزم	سنہ ۴۵۶ھ
(۳۴) السنن الکبریٰ للبیہقی	سنہ ۴۵۸ھ
(۳۵) الاستیعاب لابن عبد البر اندلسی مع اصابہ - ۴ جلد	سنہ ۴۶۳ھ
(۳۶) تاریخ بغداد للخطیب البغدادی (ابی بکر احمد بن علی)	سنہ ۴۶۳ھ
(۳۷) کتاب التمہید لابی شکور سالمی (ابو شکور محمد بن عبد سعید بن شعیب الکبشی السالمی الحنفی) معاصر شیخ علی ہجویریؒ	سنہ ۴۶۵ھ
(۳۸) تفسیر بغوی (ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی)	سنہ ۵۱۶ھ
(۳۹) العواصم من القواصم للقاضی ابی بکر بن العربی اندلسی	سنہ ۵۴۳ھ
(۴۰) غنیۃ الطالبین للشیخ عبد القادر جیلانی	سنہ ۵۶۰ھ
(۴۱) تلخیص ابن عساکر	سنہ ۵۷۱ھ
(۴۲) تاریخ ابن عساکر کامل - ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر } جلد اوّل	سنہ ۵۷۱ھ
(۴۳) تفسیر کبیر للرازی (محمد بن عمر رازی فخر الدین بن ضیاء الدین)	سنہ ۶۰۶ھ
(۴۴) اسد الغابہ لابن اثیر جزری	سنہ ۶۳۰ھ
(۴۵) تجرید اسماء الصحابہ للجزری	سنہ ۶۳۰ھ
(۴۶) تفسیر قرطبی ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی	سنہ ۶۷۱ھ
(۴۷) تہذیب الاسماء واللغات لامام نووی ابی زکریا محی الدین بن شرف نووی	سنہ ۶۷۶ھ
(۴۸) شرح المہذب للنووی	؍؍
(۴۹) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی ابی الفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی اندلسی من علماء القرن السادس	

(۵۰) تفسیر خازن علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی المعروف خازن — سنہ ۷۲۵ھ

(۵۱) مشکوٰۃ المصابیح — سن تالیف سنہ ۷۳۷ھ

(۵۲) کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ محمد بن یحییٰ بن ابی بکر اندلسی — سنہ ۷۴۱ھ

(۵۳) تذکرۃ الحفاظ للذہبی — سنہ ۷۴۸ھ

(۵۴) المغنی للذہبی — سنہ ۷۴۸ھ

(۵۵) المنتقیٰ للذہبی — سنہ ۷۴۸ھ

(۵۶) کتاب دول الاسلام للذہبی — سنہ ۷۴۸ھ

(۵۷) میزان الاعتدال للذہبی — سنہ ۷۴۸ھ

(۵۸) سیر اعلام النبلاء للذہبی — سنہ ۷۴۸ھ

(۵۹) منہاج السنہ لابن تیمیہؒ — ″

(۶۰) مدارج السالکین لابن قیم شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر الحنبلی الدمشقی المعروف بابن قیم الجوزیہ — سنہ ۷۵۱-۷۵۶ھ

(۶۱) اعلام الموقعین لابن قیم — سنہ ۷۵۶ھ

(۶۲) زاد المعاد لابن قیم — سنہ ۷۵۶ھ

(۶۳) نصب الرایہ للزیلعی جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی — سنہ ۷۶۲ھ

(۶۴) تفسیر ابن کثیر عماد الدین الدمشقی — سنہ ۷۷۴ھ

(۶۵) البدایہ والنہایہ لابن کثیر (عماد الدین ابی الفداء الدمشقی) — ″

(۶۶) السیرۃ النبویہ لابن کثیر — ″

(۶۷) تاریخ ابن خلدون — سنہ ۷۷۹ھ

(۶۸) شرح مقاصد سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ التفتازانی — سنہ ۷۹۱ھ

(۶۹) مجمع الزوائد لنور الدین الہیثمی (۱۰ جلد) — سنہ ۸۰۷ھ

(۷۰) موارد الظمان لنور الدین الہیثمی — سنہ ۸۰۷ھ

(۷۱) شرح مواقف سید شریف علی بن محمد الجرجانی — سنہ ۸۱۶ھ

(۷۲) الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر۔ ۴ جلد معہ استیعاب — سنہ ۸۵۲ھ

(۷۳) کتاب المدلسین لابن حجر — سنہ ۸۵۲ھ

(۷۴) تہذیب التہذیب لابن حجر۔ ۱۲ جلد — سنہ ۸۵۲ھ

(۷۵) لسان المیزان لابن حجر۔ ۶ جلد — //

(۷۶) عمدۃ القاری شرح بخاری — سنہ ۸۵۵ھ

(۷۷) فتح القدیر شرح ہدایہ لشیخ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف لابن ہمام۔ — سنہ ۸۶۱ھ

(۷۸) انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیۃ لعلی بن برہان الدین الحلبی الشافعی — سنہ ۹۰۰ھ

(۷۹) فتح المغیث للسخاوی — سنہ ۹۰۲ھ

(۸۰) المسامرۃ فی شرح المسائرۃ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن شریف المقدسی — سنہ ۹۰۵ھ

(۸۱) وفاء الوفاء للسمہودی — سنہ ۹۱۱ھ

(۸۲) ذیل اللآلی المصنوعہ للسیوطی — سنہ ۹۱۱ھ

(۸۳) تطہیر الجنان واللسان لابن حجر المکی — سنہ ۹۷۵-۷۳ھ

(۸۴) کنز العمال ۔ ۸ جلد، طبع اوّل — سنہ ۹۷۵ھ

(۸۵) نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض احمد شہاب الدین الخفاجی المصری۔ — سنہ ۱۰۵۸ھ

ہماری مطبوعات

- اسلام میں غلامی کی حقیقت : مستشرقین کے اعتراضات کا مدلل جواب
- اسلام کا قانونِ شہادت : مولانا سید محمد متین ہاشمی کے قلم سے ایک اہم قانونی دستاویز۔
- سیرتِ نبوی قرآنی : مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے گہر بار قلم سے قرآنِ عزیز کی روشنی میں سیرتِ رسول کی جھلکیاں۔
- سُلطانِ ما محمدؐ : سیرتِ رسول پر مرحوم عبدالماجد کے سیرتی مقالات کا حسین گلدستہ۔
- حدیث الثقلین : محققِ عصر مولانا محمد نافع کے قلم سے حجیتِ حدیث اور امامت کے خود ساختہ نظریہ کا بے لاگ جائزہ۔
- قرآن سے ایک انٹرویو : قرآنی موضوعات پر حوالہ کی شاہکار کتاب۔
- حضرت ابوسفیانؓ : محققِ عصر مولانا محمد نافع کے قلم سے
- حضرت اویس قرنیؒ : سید التابعین کی زندگی کے شب و روز۔
- آخری سورتوں کی تفسیر : نماز میں پڑھی جانے والی مختصر سورتوں کی ضروری تشریح معہ خواص۔
- تفسیر سورہ یٰس : قلبِ قرآن، یٰس کی تشریحات، مولانا سید محمد متین ہاشمی کے قلم سے
- اصولِ وراثت و ترکہ : وراثت و ترکہ کے اہم موضوع پر سہل ترین کتاب
- اصطلاحاتِ صوفیا : صوفیانہ اصطلاحات کا انسائیکلوپیڈیا
- عجائباتِ فرنگ : اردو کا پہلا نہایت دلچسپ اور رنگ رنگ سفرنامہ۔ لندن، پیرس، مصر، پرتگال اور ہندوستان کی تہذیب و معاشرت کا بہترین نظارہ
- شیعیت کیا ہے؟ : قرآن و سنت اور شیعی ائمہ کی روشنی میں مولانا محمد ناظم ندوی سابق شیخ الجامعہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے قلم سے جماعت رفض کے متعلق عجیب و غریب اور حیرت انگیز انکشافات عظیم مصنف کا عظیم شاہکار۔
- غلامانِ رسولؐ : عبداللہ قریشی۔ شمعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پروانوں کا بصیرت افروز تذکرہ جنھوں نے ناموسِ رسالتؐ پر سب کچھ قربان کر دیا۔ جذبات کی دنیا میں ہلچل مچا دینے والے حالات و واقعات۔

مکتبہ تکبیر ۵ بخشی سٹریٹ متصل چوک اُردو بازار ○ لاہور